حیاتِ حافظِ ملّت

علامہ بدرُ القادری

المُجمعُ الاسلامی
ملّت نگر مُبارکپور اعظم گڑھ ۲۷۶۴۰۴

786

Team of Misbahi Library

Names	Contact N
Md Khubaib Raza Misbahi	9984903158
Md Asjad Raza Misbahi	8948518993
Md Ahmad Ali Misbahi	9920278913
Md Abdur Rahman Misbahi	8009186120

Creator :

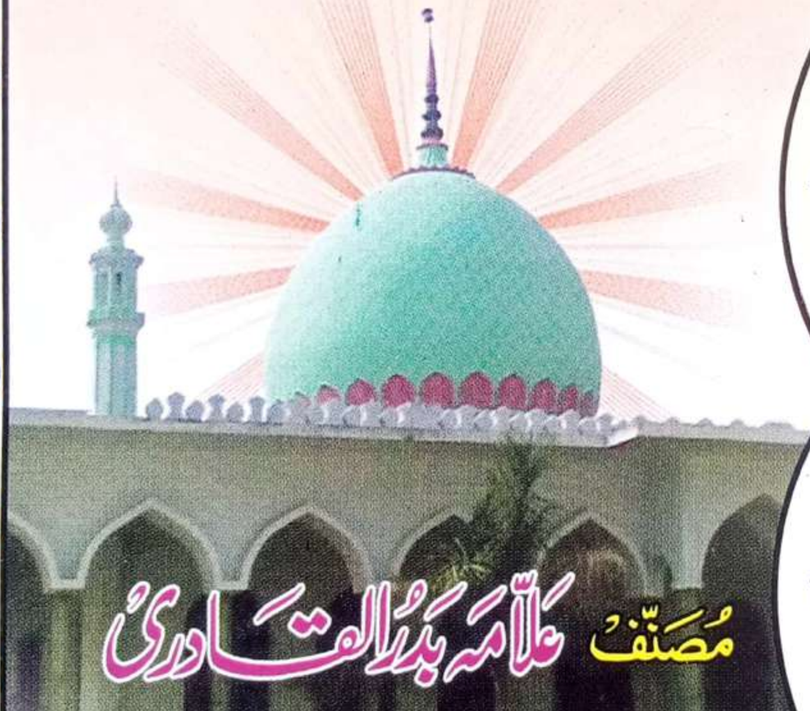
Md Saif Khan Misbahi
8081414883

Date


Jashn e Dastar e Fazilat
26th
Sunday
January 2020
27th
Monday
January 2020
Maulana Mohd Khubaib Raza Misbahi
2020
45th URS-E-
Huzoor
Hafiz e Millat
26th , 27th January 2020
Al-Jamiatul Ashrafia
Mubarakpur Azamgarh
U.P
Programe
Fateha Khwani
After Namaz e Fajr
on 27th January
At Azizi Hostel
Al-Jamiatul Ashrafia
Mubarakpur Azamgarh
U.P
By : Md Saif Khan Misbahi


786
Jashn e Dastar e Fazilat
On The Occassion Of Urs e Azizi
Under the Auspices of Sadrul Ulma
Hazrat Allama Mohd Ahmad Misbahi
45th URS-E-
Huzoor Hafiz e Millat
26 , 27 January 2020
Sunday & Monday
Al-Jamiatul Ashrafia
Mubarakpur Azamgarh
U.P
Maulana Mohd Asjad Raza Misbahi
2020
Aapki Shirkat
Zaruri h
The Master of Islamic Research Scholer
Hazrat Allama Mohd Nizamuddin Misbahi
Fateha Khwani
After Namaz e Fajr
on 27th January 2020
At : Barkati Hostel
Al-Jamiatul Ashrafia
Mubarakpur Azamgarh
U.P
By : Md Saif Khan Misbahi

حیاتِ حافظِ ملت



مصنف علامہ بدر القادری

المجمع الاسلامی

ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی (الہند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استاذ العلما جلالۃ العلم حضرت علامہ شاہ حافظ عبد العزیز محدث مراد آبادی علیہ الرحمہ
بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی حیات وخدمات کا مرقع

حیاتِ حافظِ ملت

۱۳۱۲ھ ۱۳۹۶ھ

۱۸۹۴ء ۱۹۷۶ء

تصنیف

مولانا بدر القادری
ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی، دی ہیگ (ہالینڈ)

المجمع الاسلامی
ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی (الہند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب:............................ حیات حافظ ملت

مصنف:............................ مولانا بدر القادری مصباحی

مرتبین:............................ مولانا محمد اسلم عزیزی/ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی

نظر ثانی:............................ مولانا محمد عبد المبین نعمانی

تصحیح:..................مولانا نصر اللہ رضوی، مولانا عارف اللہ فیضی، مولانا عبد الغفار اعظمی، مولانا ساجد علی مصباحی
مولانا اختر حسین فیضی، مولانا محمد قاسم ادروی، مولانا محمد ناصر حسین مصباحی، مولانا ساجد رضا مصباحی
مولانا قطب الدین رضا مصباحی، مولانا محمد نعیم اختر اعجازی مبارکپوری، مولانا ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی
مولانا رضوان عالم، ماسٹر محمد عثمان اوج اعظمی

کمپوزر:..................حافظ محمد ارشد، مولانا محمد افضل، مولانا شاہد رضا

قیمت:............................ Rs. 400/-

ناشر: المجمع الاسلامی، ملت نگر مبارک پور ضلع اعظم گڑھ

AL MAJMAUL ISLAMI
Millat Nagar Mubarak pur Distt Azamgar

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

حضور حافظ ملت

کے شاہزادے

عزیز ملت مولانا شاہ عبد الحفیظ

دامت برکاتہم العالیہ

سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

کے نام

بدر القادری

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

۷؍مئی ۲۰۰۸ء

اجمالی فہرست حیات حافظ ملت

پہلا باب حیات و شخصیت

تیسرا باب

حافظ ملت کا تاریخی سفر حجاز ۲۳۳

چوتھا باب

حافظ ملت بحیثیت معلم

پانچواں باب
حافظ ملت بحیثیت مفسر

چھٹاں باب
حافظ ملت بحیثیت شیخ الحدیث

ساتواں باب
حافظ ملت بحیثیت فقیہ

آٹھواں باب

حافظ ملت بحیثیت مناظر

نواں باب

حافظ ملت بحیثیت خطیب

دسواں باب
حافظ ملت اور جہان قرطاس وقلم

گیارہواں باب
حافظ کے معائنے اور تقریظات

بارہواں باب
حافظ ملت اپنے مکتوبات کی روشنی میں

تیرہواں باب

حافظ ملت بحیثیت مصلح

چودہواں باب

معمولات عزیزی

پندرہواں باب — حافظ ملت بحیثیت مرشد

سولہواں باب — حافظ ملت ولایت وکرامات

ستر ہواں باب
حافظ ملت اور خدمت خلق

اٹھارہواں باب — حافظ ملت کے افکار ونظریات

انیسواں باب — حافظ ملت کی سیاسی بصیرت

بیسواں باب — اشرفیہ کا ماضی اور حال

اکیسواں باب
حافظ ملت اور فکر رضا

بائیسواں باب
ارشادات حافظ ملت

تیئسواں باب

حافظ ملت کا سفر آخرت

چوبیسواں باب

حافظ ملت نگاہ علم و دانش میں

پچیسواں باب — تعزیت اور تاریخ وفات

چھبیسواں باب حافظ ملت کی بارگاہ میں شعراء کا نذرانہ

نشان فیض

از عزیز ملت مولانا شاہ عبدالحفیظ مصباحی دام ظلہ جانشین حافظ ملت وسربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی نسلم علیٰ رسولہ الکریم

علم کا دریا پیار کا ساگر، ناز کرے جس پر اخلاق
پیکر شفقت حافظ ملت فیض مجسم زندہ باد

محبّ گرامی حضرت مولانا بدرالقادری صاحب زید مجدہ ان مشاہیر اہل سنت میں ہیں جو حساس طبیعت اور درد مند دل رکھتے ہیں، وہ اپنے احساسات کو اپنی نثر و نظم میں مسلسل پیش کرتے رہتے ہیں جس کا ثبوت ان کی دو درجن سے زائد کتابیں ہیں۔ وہ برسوں سے حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ پر نثر و نظم لکھتے آرہے ہیں۔ ضرورت تھی ایک مبسوط سوانح حافظ ملت کی جس میں آپ کی زندگی کے تمام گوشوں اور فکر و عمل کے تمام زاویوں کا احاطہ ہو۔ حضرت مولانا بدرالقادری صاحب مصباحی نے اس رخ پر بھی بھرپور توجہ کی اور بڑی محنت و مشقت سے زیر نظر مبسوط سوانح حیات مرتب فرمائی۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

مجھے بے حد مسرت ہے کہ حافظ ملت کی سوانح ایک ایسے عالم نے مرتب کی ہے جنہیں برسوں تک حضور حافظ ملت کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل رہا ہے اور جنہوں نے اپنے سر کی آنکھوں سے حضور حافظ ملت کی کتاب حیات کا مطالعہ کیا ہے۔ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مصنف اور ان کے رفقا کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ ان حضرات نے ایک عظیم شخصیت کے مختلف گوشوں کو اجاگر کر کے امت مسلمہ کے سامنے پیش کرنے کی سعی جمیل کی ہے۔ اور جسے مصنف موصوف نے اپنے اس مشفق ومہربان استاذ گرامی کی بارگاہ میں بطور نذر عقیدت پیش کیا ہے جس نے اپنی زندگی ملت کی خدمت میں صرف کر کے اس کو فلاح وبہبود کی بہت سی راہیں عطا کی ہیں اور الجامعۃ الاشرفیہ جیسی دانش گاہ دے کر قوم وملت میں تعلیمی بیداری کا انقلاب آفریں اقدام کیا، جس سے اپنوں کا سر بلند ہوا اور غیروں کے حوصلے پست ہوئے۔

الجامعۃ الاشرفیہ نے تشنگان علوم دینیہ کو سیراب کر کے جذبہ ایثار وقربانی عطا کیا، مدارس اسلامیہ کو کام کرنے کا سلیقہ اور عصر شناسی کا جذبہ عطا کیا اور ”زمین کے اوپر کام، زمین کے نیچے آرام“ کا عزم وحوصلہ عطا کیا۔

میں ایک بار پھر ان سبھی حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی کوششوں سے یہ مبارک سوانح منظر عام پر آئی، خاص طور پر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کا جنہوں نے اپنی علالت کے باوجود سفر کی صعوبتوں کو برداشت کر کے مرشد برحق کی بارگاہ میں عقیدتوں کی نذر پیش کرنے میں اپنی بہتر صلاحیتوں کا استعمال کیا، اور ساتھ ہی حضرت مولانا محمد احمد مصباحی صاحب جنہوں نے مقدمہ لکھ کر سوانحی گلدستے کو سجانے میں اہم رول ادا کیا۔ مولیٰ تعالیٰ ان حضرات کی کوششوں کو قبول فرما کر جزائے خیر عطا کرے اور ملت اسلامیہ کو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے حالات سے سبق لینے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

عبدالحفیظ عفی عنہ

۲۳ر اپریل ۲۰۰۷ء

تقدیم

حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ، صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیـــــم حامـــدا و مصلیـــا

جہاں تک مجھے یاد آتا ہے حافظ ملت پر پہلا مضمون حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی مدظلہ کے قلم سے غالبًا ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا جس کی تقریب یہ تھی کہ ماہ نامہ پاسبان الہ آباد کے لیے معارف حدیث کے عنوان سے حافظ ملت ایک مستقل مضمون پابندی سے لکھا کرتے تھے۔ مدیر پاسبان مولانا مشتاق احمد نظامی کا ارادہ ہوا کہ ان مضامین کو یکجا کتابی شکل میں مکتبہ پاسبان سے شائع کر دیا جائے۔ اس خیال کی تکمیل کرتے ہوئے انہوں نے معارف حدیث کو یکجا کیا۔ خود اس پر پیش لفظ لکھا اور مقدمہ وتعارف مصنف، حضرت بحر العلوم نے تحریر فرمایا۔ وہ اس کے لیے زیادہ موزوں بھی تھے۔

حضرت نظامی صاحب نے مجاہد ملت علیہ الرحمہ پر بھی ایک مضمون ان کی حیات میں خود لکھ کر پاسبان میں شائع کیا تھا۔ ان کا یہ اقدام ان حضرات کے تصور سے آگے تھا جو مسلّم بزرگوں اور پیشواؤں سے متعلق بھی ان کی حیات میں قلم اٹھانے کا قصد نہیں کرتے جب کہ زندگی ہی میں ان کا تعارف عام ہو تو بہت سے ناواقفوں کے لیے ان کی دید و شنید اور استفادہ واستفاضہ کی راہ کھل سکتی ہے۔ اور معمولی واقفیت رکھنے والوں کو بھی ان کی عظمت واہمیت کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ کی حیات میں ان کی ایک منقبت ۱۹۷۱ء میں سنی جو ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی نے فارسی میں لکھی اور ایک طالب علم امان اللہ بلیاوی نے انجمن اہل سنت اشرفی دار المطالعہ مبارک پور کے جلسۂ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حافظ ملت کی موجودگی میں پڑھی۔ اس کا ایک شعر یہ تھا جس میں مختلف دیار وامصار سے طالبان علم کو یکجا کرنے پھر انہیں علم وفن سے آراستہ کر کے مختلف اکناف واطراف میں خدمت دین کے لیے بھیجنے کی طرف اشارہ ہے۔

اول اول جمع کردی بوے بے ترتیب را
آخر آخر آں شمیمے را پریشاں کردہ ای

حضرت کی زندگی میں اس نظم کی اشاعت نہ ہوسکی، بعد وصال ''اوراق گل'' مرتبہ مولانا اسلم بستوی میں کچھ حذف واضافہ کے ساتھ شائع ہوئی۔

پھر مولانا بدر القادری نے ایک لمبی نظم لکھی اور مئی ۱۹۷۲ء میں تعلیمی کانفرنس کے موقع پر شائع کی اور کانفرنس میں خود پڑھ کر سنائی۔ اس کے کچھ اشعار یہ ہیں:

یہ کون اٹھا ہند شمالی کی زمیں سے
علم اور حقائق کی سنبھالے ہوئے قندیل
سدرہ کے مکینوں سے سنا بدر نے اک راز
ہونے کو ہے اب آرزوے شوق کی تکمیل

ایثار کی پاپوش ہے اخلاص کا جامہ
بے نفسی کردار کا ہاتھوں میں عصا ہے
تابندہ جبیں پر یہ تقدس کی لکیریں
کہتی ہے صداقت کہ کوئی مرد خدا ہے

جلوت ہے تو ہے گرم کوئی مسند ارشاد
خلوت ہے تو انوار حقیقت میں نہاں ہے
پنہاں ہے خموشی میں تکلم کی حلاوت
گفتار کے ہر بول میں حکمت کا جہاں ہے

قانونِ حکومت ہو کہ دستور زمانہ
مذہب کا مخالف ہو تو مومن نہیں پابند
اس دور میں کس مرد مجاہد نے کیا فاش
اوہام سے آزاد ہے مذہب کا گلوبند

فروری ۱۹۷۶ء سے مولانا بدرالقادری کی ادارت میں ماہ نامہ اشرفیہ کا آغاز ہوا۔ اسی دوران یا چند ماہ پہلے مولانا بدرالقادری اور وکیل عبدالاول مبارک پوری نے مل کر کچھ سوالات مرتب کیے اور حافظ ملت سے تحریری طور پر انٹرویو لیا جس سے خاص اور اہم حالات وخیالات قید تحریر میں آگئے مگر حضرت کی حیات میں اس انٹرویو کی اشاعت نہ ہوسکی۔ ۳۱ مئی ۱۹۷۶ء کو شب میں بارہ بجنے سے کچھ پہلے حافظ ملت کا وصال ہوا۔ ۲؍جون بدھ کو صبح ساڑھے آٹھ بجے جنازہ ہوا۔ ماہ جون ۱۹۷۶ء کے شمارۂ اشرفیہ میں حافظ ملت کی رحلت اور تجہیز وتکفین کی خبروں کے ساتھ علما ومشائخ کے تاثرات شائع ہوئے پھر یہ سلسلہ مراثی اور تعزیتوں کی شکل میں ایک سال سے زیادہ جاری رہا۔

۱۲، ۱۳؍رجب ۱۳۹۶ھ کی تاریخیں عرس چہلم کے لیے طے ہوئیں اس موقع سے مولانا محمد احمد مصباحی مرحوم ابن بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی مدظلہ نے حافظ ملت کی شخصیت، حالات، سفر آخرت، تعزیتی کلمات وغیرہ پر مشتمل تقریباً سوا سو صفحات میں ایک مختصر کتاب بنام "حافظ ملت" شائع کی۔ مختصر مدت میں انہوں نے ایک عمدہ کوشش کی اور بروقت اشاعت فرمائی۔

دوسری طرف مدیر اشرفیہ مولانا بدرالقادری نے حافظ ملت نمبر کا منصوبہ بنایا اور اس کے مضامین کے لیے اہل تعلق اور اہل قلم سے مراسلت شروع کردی۔ ان کی بروقت بیداری سے حافظ ملت کے بزرگوں میں سے حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے تاثرات بالواسطہ اور حضرت برہانِ ملت مولانا برہان الحق جبل پوری خلیفہ امام احمد رضا علیہما الرحمہ اور حافظ ملت کے ایک استاذ مولانا عبدالعزیز خاں فتح پوری علیہ الرحمہ کے تاثرات بلا واسطہ موصول ہوگئے۔ حافظ ملت کے رفقائے درس اور متعدد تلامذۂ صدرالشریعہ کے گراں قدر مضامین یا تاثرات بھی دست یاب ہوگئے۔ حافظ ملت کے ابتدائی دور کے معمر تلامذہ نے بھی اپنی اپنی تحریریں بھیجیں اور جوانوں یا ادھیڑ عمر والوں نے زیادہ ذوق وشوق سے حیات حافظ ملت کے مختلف

گوشوں پر روشنی ڈلی اور قبل اس کے کہ بہت سے مراجع دنیا سے رخصت ہوتے یا بہت سی یادیں دست نسیاں کے تصرف سے محو ہوتیں، ایک معتمد اور ضخیم سرمایہ ۱۹۷۸ تک محفوظ ہو گیا اور عمدہ ترتیب وتزیین کے ساتھ تقریبا سات سو صفحات پر مشتمل ماہ نامہ اشرفیہ کے حافظ ملت نمبر کی شکل میں منظر عام پر آ گیا۔ زیادہ ضخامت کی وجہ سے غالبا ڈیڑھ سو صفحات کے مضامین محروم اشاعت رہ گئے۔ انہی میں تقریبا پچاس تلامذۂ حافظ ملت کے حالات بھی تھے جو عزیز گرامی مولانا علاء المصطفیٰ قادری نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں علما سے زبانی و قلمی طور پر رابطہ کر کے بڑی محنت سے جمع کیے تھے بعد میں کہیں ان کی اشاعت نہ ہو سکی۔ حافظ ملت کے پڑوسی اور اشرفیہ کے خازن حاجی محمد حسین عزیزی مبارک پوری نے اپنی کچھ یادیں اپنی زبان میں لکھ رکھی تھیں جو کسی صاحب علم کی نظر ثانی اور ترتیب کے بعد ایک کتابچہ کی شکل میں اشاعت پذیر ہوئیں۔ مرحوم مولانا غلام مصطفیٰ امجدی، بلیاوی نے غالبا ۱۹۷۷ء میں اپنی کتاب فیضان حافظ ملت کلکتہ سے شائع کی۔

مولانا مبارک حسین رام پوری کو اپنی فراغت کے بعد ۱۹۹۰ء میں حافظ ملت کی شخصیت پر کام کرنے کا شوق ہوا اور ادارۂ تحقیقات حافظ ملت کی بنا ڈالی۔ اس کے تحت بہت سے اہل علم سے رابطہ کر کے کچھ مضامین حاصل کیے، ایک مختصر سیمینار بھی کیا، اس طرح دو مجموعے معرض وجود میں آئے۔ (۱) حافظ ملت افکار اور کارنامے (۲) انوار حافظ ملت نمبر۔ پھر یہ سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا۔

حافظ ملت نمبر اور دیگر مجموعوں میں حافظ ملت کے حکیمانہ اقوال دیکھنے اور بزرگوں سے سننے کے بعد مولانا اختر حسین اعظمی فیضی مصباحی کو ''ملفوظات حافظ ملت'' ترتیب دینے کا خیال آیا۔ اس کے لیے انہوں نے کافی محنت و جستجو کی۔ مولانا عبدالمبین نعمانی کی کچھ قلمی یادداشتیں بھی انہیں حاصل ہو گئیں۔ پھر ان ملفوظات کو مختلف عنوانات کے تحت تقسیم کیا۔ ایک عنوان حیات اور خانگی حالات کا بھی رکھا جس کے تحت ولادت، نشو و نما وغیرہ کا ذکر حضرت کے انٹرویو وغیرہ سے لے کر جمع کیا ہے مگر سال ولادت ۱۸۹۴ء کے مطابق ہجری سال ۱۳۱۴ نہیں بلکہ ۱۳۱۲ ہے اس کی تصحیح ہو جانی چاہیے، پہلی بار ملفوظات حافظ ملت کی اشاعت ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء میں ہوئی۔

اس کے بعد مولانا عبدالمبین نعمانی کی تحریک پر مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل ایک مجموعہ بنام معارف حافظ ملت مرتب کر کے ۱۴۱۷/ ۱۹۹۶ء میں شائع کیا۔ یہ کام انہوں نے بہت دیر میں کیا اس لیے دو تین جگہ مجھے سہو کا گمان ہوتا ہے۔

ان دونوں کتابوں کی اشاعت بلکہ منصوبے سے بھی پہلے میں وہ مسودہ پڑھ چکا تھا جو مولانا بدر القادری نے مفصل حیات حافظ ملت کے سلسلے میں مرتب کیا تھا اور بطور یادداشت یہ بھی لکھ رکھا تھا کہ فلاں فلاں ابواب یا عنوانات کا اور فلاں عنوانات کے تحت واقعات کا اضافہ کرنا ہے، میرے اندازے کے مطابق وہ مسودہ ۳۰×۲۰ کے کم از کم تین سو صفحات پر مشتمل تھا، نظر ثانی کے بعد میں نے بھی مزید عنوانات اور حالات و واقعات کے اضافے کا مشورہ دیا اس کے لیے برادر موصوف نے بہت سے وابستگان بارگاہ سے ذاتی طور پر رابطہ قائم کیا۔ ماہناموں میں اعلانات بھی شائع کیے۔ مگر اس زمانے میں اہل خیر سے مالی تعاون ملنا تو آسان ہے لیکن اہل علم سے قلمی تعاون ملنا بہت مشکل ہے۔ جس کی وجہ شاید یہ

ہے کہ جتنے ذمے دار اور با صلاحیت قسم کے لوگ ہیں ان کے اوپر ان کے وقت، ان کی صحت، قوت اور گنجائش سے زیادہ بوجھ لدا ہوا ہے یا کوئی دوسرا بار اٹھانے والا نہ دیکھ کر خود اپنے اوپر لاد رکھا ہے۔ ان حالات میں اگر ان سے تھوڑا بار اور اٹھانے کی فرمائش کی جاتی ہے تو یہ تقریبا تکلیف مالا یطاق کے درجے میں پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے اکثر محرومی ہی ہاتھ آتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگوں کے لیے اس کا سبب تحریر کی ممارست اور سرعت کی کمی یا یک سوئی اور دل جمعی کا فقدان ہو۔ بہر حال قلمی تعاون کا حصول بڑا مشکل مسئلہ ہے۔

حالات وسوانح کے باب میں ایک کمی برابر دیکھنے میں آرہی ہے وہ یہ کہ ہمارے بزرگوں کے بہت سے احوال معتبر عوام سے بھی حاصل ہوسکتے ہیں، جن مقامات میں ایک بار یا چند بار بزرگوں کی آمد ورفت رہی ہو وہاں پہنچ کر لوگوں سے ملاقات کی جائے۔ حالات دریافت کیے جائیں اور جو کچھ ملے ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ کرلیا جائے، کچھ قلمی اشارات بھی بنالیے جائیں۔ اس طرح ایک بڑا سرمایہ جمع ہوکر مرتب ہوسکتا ہے مگر یہ کام نہ مفتی اعظم قدس سرہ کے لیے ہوسکا نہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کے لیے اور مجاہد ملت علیہ الرحمہ سے متعلق تو شاید خواص کا خزانہ بھی اب تک زیادہ تر محفوظ ہی ہے مگر نسیان ایک ایسا پرندہ ہے جو اچھے اچھے محفوظ خزانے بھی بہت جلد اچک لیتا ہے اس لیے بس خدا ہی حافظ ہے۔

معتبر عوام سے ملاقات کر کے حالات جمع کرنے کا خیال جتنی آسانی سے میں نے لکھ دیا ہے اور بار بار ذمہ دار لوگوں سے زبانی بھی کہا اس پر عمل اتنا آسان نہیں۔ ضروری ہے کہ دو تین دیدہ ور افراد کو اس کے لیے خالی کیا جائے اور ان کے جملہ مصارف کا بار اٹھایا جائے۔ اہل تعلق کی نشان دہی کی جائے انہیں خطوط بھی لکھ دیے جائیں کہ ہمارے فلاں حضرات کسی وقت اس کام کے لیے پہنچیں گے، ان سے رابطہ رکھیں اور انہیں معلومات بہم پہنچائیں یا اس راہ میں ان کا تعاون کریں، مختلف اسفار اور ملاقاتیں اگر تسلسل کے ساتھ جاری رہیں تو بھی سال دو سال کا عرصہ لگ سکتا ہے اسی دوران اگر یاد داشتیں ٹیپ ریکارڈ سے قلم بند بھی ہوتی رہیں تو بہت خوب ورنہ بعد میں ایک عرصہ اس میں بھی صرف کر کے تکمیل کریں پھر ترتیب وتدوین اور نظر ثانی ہوتب جا کر وہ خیال عملی شکل میں سامنے آسکتا ہے۔ واللہ الموفق لکل خیر۔

سال رواں ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے ماہ محرم رفروری میں برادر گرامی مولانا بدر القادری دامت مکارمہ کا ایک فون مجھے ملا کہ "حیات حافظ ملت" آخری مرحلے میں ہے بہت جلد اسے پریس کے حوالہ کرنا ہے اس سے قبل اسے دیکھ کر آپ اس پر مناسب مقدمہ لکھ دیں۔ کتاب آپ کو مولانا محمد اسلم عزیزی سے مل جائے گی۔ کتاب آئی اور ہفتہ عشرہ کے بعد واپس بھی چلی گئی۔ میرے دیکھنے یا چھونے کی نوبت نہ آئی۔ میں نے سمجھا تقدیم سے چھٹی مل گئی مگر جب ۱۹ تا ۲۱ رصفر مجلس شرعی مبارک پور کا فقہی سیمینار الجامعۃ الاشرفیہ میں جاری تھا مولانا بدر القادری ہالینڈ سے دہلی، اجمیر شریف وغیرہ ہوتے ہوئے مبارک پور پہنچ گئے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کیوں کہ سیمینار میں پہلی بار ان کی شرکت ہورہی تھی۔ اس وقت اس طرف ذہن بھی نہ گیا کہ پھر مقدمہ کا تقاضا میرے سر آسکتا ہے، شام یا صبح کو جب سیمینار سے الگ ملاقات ہوئی تو حیات حافظ ملت اور تقدیم کا ذکر آ گیا دو تین دن بعد گھوسی سے خود ہی کتاب بھی لے کر آگئے اسی وقت ہم لوگوں کو ایک ساتھ بریلی شریف عرس رضوی میں شرکت کے لیے روانہ ہونا تھا۔ میں نے کہا ابھی کتاب رکھ دیتا ہوں واپسی کے بعد دیکھنے اور کچھ لکھنے کی کوشش ہوگی۔

واپسی کے ایک ہفتہ بعد دو تین اہم کتابوں پر نظر ثانی موخر کر کے اس کتاب کو ہاتھ میں لینے کا موقع ملا۔

سرسری طور پر اس کے ابواب اور اوراق پر میں نے نظر ڈالی تو اندازہ ہوا کہ دس سال پہلے جو مسودہ میں نے دیکھا تھا یہ اس کا ڈھائی گنا نہیں تو دوگنا ضرور ہے۔ ذرا تفصیلا پڑھنے پر معلوم ہوا کہ اس میں معارف حافظ ملت، ملفوظات حافظ ملت، افکار اور کارنامے، انوار حافظ ملت کی ساری اہم باتیں حوالوں کے ساتھ اخذ کر لی گئی ہیں۔ مکتوبات کے باب میں حضرت کے مکتوبات بنام بیکل اتساہی کا مستقل اضافہ ہے۔ چند اور بھی مکتوبات آگئے ہیں۔ زیادہ تر مکتوبات دست یاب نہ ہوئے۔ شاید مکتوب الیہم نے غیر اہم سمجھ کر محفوظ نہ رکھے یا اس قدر محفوظ کر دیے کہ خود پالینا بھی ایک دشوار مسئلہ بن گیا یا ڈھونڈھ کر نکالنے، خود فوٹو کاپی کرانے اور بھیجنے کی زحمتوں سے مامون رہنے ہی میں عافیت سمجھی۔

حافظ ملت ایک جہانِ کمالات ومحاسن کا نام ہے۔ ان کی زندگی کا گلستاں متنوع اور رنگارنگ پھولوں سے مزین ہے۔ ان کی حیات کا ہر میدان سوانح نگار سے طویل جستجو اور لمبی جادہ پیمائی چاہتا ہے وہ صرف ایک متبحر عالم یا ایک بلند پایہ مدرس یا ایک با کمال خطیب ہی نہ تھے کہ صرف ایک جہتِ کمال کی تفصیلات رقم کر کے سوانح نگار اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو جائے بلکہ

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

(۱) ان کا خاندان بھی قابل ذکر ہے جو نہ کوئی سرکاری منصب رکھتا تھا، نہ رئیسانہ ٹھاٹ باٹ، نہ عالمانہ جاہ وجلال مگر اس میں دین کی حکم رانی تھی اور دین داری کا سچا حسن وجمال۔

(۲) ان کی طالب علمی بھی قابل ذکر ہے کہ بظاہر فوت ہوکر اور ناامیدی کے بعد اس نے پھر زندگی پائی ہے اور اس شان سے کہ جو کچھ پڑھا ایک بار اسی سال اپنے رفقاے درس میں بطور تکرار اسے پڑھایا دوسرے سال نیچے والی جماعت کو پڑھایا۔

(۳) ان کی مدرسی بھی لائق توجہ ہے کہ اس کا آغاز ملازمت سے ہٹ کر محض خدمت دین کی شرط پر ہوا ہے اور آخر تک اس میں کوئی فرق نہ آیا۔

(۴) ان کی خطابت بھی امتیازی شان رکھتی ہے کہ وہ دلوں کی دنیا بدل دیتی، اذہان کی گرہیں کھول دیتی، اس میں افکار ومعانی کا دریا موج زن ہوتا اور سننے والوں کو سیراب کر جاتا۔

(۵) ان کا مناظرانہ کمال بھی قابل بیان ہے کہ چار ماہ تک جملہ یومیہ مشاغل اور ذمہ داریوں کو جاری رکھتے ہوئے ایسا شاندار مناظرہ فرمایا کہ اپنے طلبہ اور عوام کو بھی مناظر بنا دیا۔

(۶) ان کا تحریری وتصنیفی حسن بھی کسی دیدہ ور کی نگاہ بصیرت اور زبان بلاغت چاہتا ہے جو یہ بتا سکے کہ زبان وبیان کی سلاست وروانی کے ساتھ کمال ایجاز ایسا ہے کہ دریاؤں کو کوزوں میں سمو رکھا ہے۔

(۷) ان کا تبحر علمی بھی اکابر کی مدح وثنا سے بہرہ ور رہا ہے کہ ہمارے فلاں رفیق درس کو فلاں فن میں زیادہ مہارت ہے، فلاں کو فلاں فن سے زیادہ شغف ہے اور مولانا عبد العزیز کو ہر فن پر عبور حاصل ہے۔

(۸) ان کی مردم سازی بھی بڑے بڑوں کے لیے قابل رشک ہے کہ ابوالفیض کی بارگاہ فیض سے کیسے کیسے مسند نشینانِ درس وتدریس، رئیسان تحریر وقلم، ماہران تنظیم وادارہ سازی، مناظران صف در وصف شکن، خطیبان اثر آفریں، مصلحان قوم وملت، مفتیان نکتہ رس، صوفیان پُر سوز اٹھے اور ہر میدان میں اپنی بیش بہا خدمات کا سکہ بٹھادیا۔

(۹) ان کی جوہر شناسی بھی ان کی فراست ایمانی کی شہادت بن کر جلوہ نما ہے جن کو سنگ ریزے سمجھ کر نظر انداز کردیا جائے وہ انہیں جوہر قابل جان کر اٹھالیتے ہیں اور ایک مدت کے بعد دنیا دیکھ لیتی ہے کہ درحقیقت یہ سنگ ریزے نہیں جواہر گراں مایہ ہیں۔

(۱۰) ان کی شفقت وعنایت بھی ایک مستقل موضوع ہے جسے بھائیوں نے زندگی میں بار بار بیان کیا اور بعد وصال باچشم تر یاد کیا جسے بیٹے بیٹیاں کبھی نہ بھول سکیں، جسے غریب الوطن تلامذہ ہمیشہ یاد کریں، اعزا واقربا جس کا گن گاتے رہیں، ہم سایوں اور آنے جانے والوں کو جس کی یادیں تڑپاتی رہیں، دور افتادہ محبین جس سے سرشار نظر آئیں۔ اور سخت مخالفین بھی جس سے بے بہرہ نہ رہیں۔

(۱۱) ان کی ادب شناسی اور تعظیم اکابر بھی قابل تقلید ہے جن سے انہوں نے کسب علم کیا تھا ان کے لیے تو وہ ''مَنْ عَلَّمَنِی حَرْفاً فَقَدْ صَيَّرَنِی عَبْداً'' کی تصویر تھے ہی، جو حضرات ان اساتذہ کے ہم سبق، ہم منصب یا اور کسی عظمت کے حامل تھے ان کے حضور بھی حافظ ملت کی نیازمندی قابل دید تھی۔

(۱۲) ان کی عبادت وریاضت، معمولات کی پابندی، سفر وحضر ہر حال میں تہجد کی مداومت، ان کا حفظ قرآن اور کثرتِ تلاوت، ان کا عشق رسول اور خوف خدا، ان کا توکل اور جرأت مردانہ، ان کی قناعت اور وقار عالمانہ بھی مستقل موضوعات ہیں اور سوانح نگار سے سب اپنا اپنا حق چاہتے ہیں۔

(۱۳) فوٹو کی پابندی کے زمانے میں بلا فوٹو پاسپورٹ سے ان کا سفر حج وزیارت بھی ان کی عزیمت کا ایک درخشاں باب ہے جو مستقل تفصیل کا طالب ہے۔

(۱۴) ان کے مرکز جہد وعمل مدرسہ لطیفیہ مصباح العلوم، دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم اور الجامعۃ الاشرفیہ کے تاریخی اَدوار، ان ادوار کی مشکلات اور تعمیر وترقی کے لیے ایک سیماب صفت درویشِ کہن سال کا عزم جواں، سعی رواں اور سوز دروں بھی ایسا باب ہے جس کے بغیر نہ حافظ ملت کی سیرت مکمل ہوسکتی ہے نہ اسے چھوڑ کر ان کی شخصیت کا صحیح تصور قائم ہوسکتا ہے، نہ ان کی علمی وعملی مساعیِ جمیلہ کا مرکز ومحور دریافت ہوسکتا ہے اس لیے ایک صبر آزما صاحب قلم سے یہ باب بھی اپنے حقوق کا تقاضا کرتا ہے۔

(۱۵) ان کی خدمت خلق، لوگوں کی غم گساری وہم دردی، رہ نمائی وہمت افزائی، تواضع وانکسار، خود داری وپامردی، ان کے پُر تاثیر مواعظ ونصائح، ان کے دیگر اخلاق عالیہ، ان موضوعات سے متعلق بھی واقعات کا ایک تسلسل ہے جو اشرفیہ کے ذرّے ذرّے، مبارک پور کے چپے چپے اور ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے کوئی سمیٹے تو کس طرح؟ اور محفوظ کرے تو کیسے؟ کتنی زبانوں کی گویائی لائے، کتنے دلوں کی ترجمانی کرے،؟ کتنے اہل محبت کی داستانِ دل

نشیں سنے اور لکھے؟ لیکن کچھ نہ کچھ عہدہ برآ ہونا ضروری ہے۔

مجھے بڑی خوشی ہے کہ ہمارے برادر باکمال مولانا بدرالقادری نے ان سارے ہفت خوانوں کو بڑی ہنرمندی اور ذمہ داری سے سر کیا ہے۔ ان کے قلم کی چاشنی کیا کہنا۔ وہ پرانے خطیب بھی ہیں اور کہنہ مشق شاعر بھی۔ مگر سوانح حافظ ملت میں خطابت اور شاعری سے ہٹ کر خالص تحقیق کا اسلوب اپنایا ہے۔

حافظ ملت نمبر اور بعد کے مجموعوں اور کتابوں کو انہوں نے بار بار ناقدانہ وغائرانہ نگاہ سے پڑھا ہے اور ہر جگہ سے اپنے مقررہ موضوعات کے مناسب باتیں اخذ کرتے ہوئے کتاب میں انہیں بڑے سلیقے سے سجایا ہے اور پورا حوالہ بھی رقم کیا ہے۔ بزرگوں کا بھی، دوستوں کا بھی، خُردوں کا بھی۔ یہی دیانت وامانت ہے، یہی فراخ دلی واعلیٰ ظرفی ہے اور یہی میدان تحقیق کا تقاضا ہے۔

یہ ہماری، ان کی اور سبھی اہل محبت کی خوش قسمتی ہے کہ حافظ ملت قدس سرہ کے حالات مستند اور معتمد حضرات کی زبان وقلم سے بیان ہوکر جمع ہوئے۔ جو روایت ودرایت ہر لحاظ سے قابل تسلیم اور لائق قبول ہیں۔ حافظ ملت نمبر کی تدوین رہی ہو یا افکار اور کارنامے وغیرہ مجموعوں کے لیے دعوت تحریر، ہر موقع پر ایسے ہی اہل قلم کو دعوت دی گئی ہے جو راست باز، دیانت دار اور محتاط ہوں اور ایسی ہی روایات لی گئی ہیں جو معتبر حضرات نے بیان کی ہوں اور مبالغہ آرائی سے پاک ہوں۔

ہمارے بزرگوں کی جو قرار واقعی عظمت وجلالت تھی وہی اگر ہم سچائی کے ساتھ بیان کرلے جائیں تو ہمارا بہت بڑا کمال ہے اور ان بزرگوں کے تعارف کے لیے کافی۔ مبالغہ آرائی اور اختراعی کہانیوں کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں حقیقی فضل وکمال کا دائرہ تنگ سے تنگ ہوتا ہے اور بے جا عقیدت کا اصرار اسے وسیع سے وسیع تر بنانا چاہتا ہے، بفضلہٖ تعالیٰ ہمیں ایسی غیر واقعی وسعت سے نہ کوئی دلچسپی ہے، نہ ہمارے بزرگوں کے سوانحی مجموعوں کو اس کی ضرورت۔

واللہ یحب الحق وھو یھدی السبیل۔

اس کے بعد مناسب تھا کہ کتاب کے ابواب کا ذکر کرتے ہوئے ہر باب کے مندرجات کا اجمالی تذکرہ اور ان پر مختصر تبصرہ تحریر ہو۔ لیکن قلت وقت کے باعث میں اسے ناظرین کی بصیرت کے حوالے کرتا ہوں۔ ابواب کی فہرست اور ذیلی سرخیوں پر نظر ڈالیں اور مندرجات کا تفصیلی مطالعہ کرتے ہوئے مصنف کی کاوش فکر وقلم کی داد دیں۔ یقیناً انہوں نے تحقیق واحتیاط کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر موضوع کو بڑی کامیابی سے سر کیا ہے اور تمام وابستگانِ بارگاہ عزیزی کی طرف سے ایک عظیم فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ **فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المحبین خیر مایجزی بہ المحسنین۔**
وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

محمد احمد مصباحی

رکن المجمع الاسلامی

وصدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

۱۲ ربیع النور ۱۴۲۸ھ / یکم اپریل ۲۰۰۷ء یک شنبہ

تقریب

حضرت مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری مصباحی، المجمع الاسلامی، مبارک پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین

جلالۃ العلم استاذ العلما حافظ ملت حضرت علامہ شاہ حافظ عبدالعزیز محدث مرادآبادی ثم مبارک پوری علیہ الرحمۃ والرضوان چودھویں صدی ہجری کی ایک ایسی عظیم اور تاریخ ساز شخصیت کا نام ہے جن کے دم قدم سے دین اور علم دین کا بھرم قائم ہے۔ اس صدی کے علماے اہل سنت وجماعت میں ایک سے ایک فقیہ ومحدث، متکلم وفلسفی اور قابل وعبقری پیدا ہوئے، لیکن دینی تعلیم کے فروغ کے حوالے سے سب میں نمایاں نام صدرالشریعہ بدرالطریقہ فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی خلیفہ امام احمد رضا وتلمیذ مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری علیہم الرحمۃ والرضوان کا ہے اور خود مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری صدرالمدرسین مدرسہ حنفیہ جون پور کے تلامذہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہما الرحمۃ والرضوان کے خلفا میں صدرالشریعہ ہی کو یہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ آپ نے تعلیم وتدریس کے میدان میں انقلاب آفریں کارنامے انجام دیے۔ آپ کے عہد میں نہ آپ سے بڑا کوئی محدث وفقیہ تھا نہ ہی مدرس ومعلم، آپ نے صاحب بصیرت اور باصلاحیت علما کی ایک ایسی کھیپ تیار کی جس نے پورے ہندوستان میں علم وادب کا غلغلہ بلند کر دیا اور تدریس کی دھوم مچا دی۔ حضرت صدرالشریعہ کی پوری توجہ افراد پیدا کرنے کی طرف تھی اس لیے آپ نے اس میدان میں بھرپور کامیابی حاصل کی اور عبقری علما کی ایک بڑی جماعت قوم کے حوالے کر گئے۔ لیکن تعلیم کے ساتھ تعلیم گاہ کی بھی ضرورت تھی اس کی طرف آپ کے تلامذہ میں جس شخصیت نے خصوصی توجہ دی، اس کا نام ہے حافظ ملت مولانا حافظ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ۔ آپ نے دیکھا کہ ہندوستان میں اہل سنت کی ایک عظیم درسگاہ کی سخت ضرورت ہے جہاں بڑی مقدار میں طلبہ علوم دینیہ کی تحصیل کر سکیں اور اس کے ذریعہ مذہب حق اہل سنت وجماعت کی بھرپور ترجمانی ہو سکے۔ بس یہی درد تھا جس نے حافظ ملت کو بڑھاپے میں بھی چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ شب وروز اسی تگ ودو میں گزرتے کہ کسی طرح یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو جاتا، الحمدللہ! حافظ ملت کا یہ خواب خواب ہی نہ رہا بلکہ اس کی تعبیر بھی الجامعۃ الاشرفیہ کی شکل میں آج نگاہوں کے سامنے ہے جسے بجا طور پر اہل سنت کا تعلیمی قلعہ کہا جا سکتا ہے اور جسے ازہر ہند کا بھی نام دیا جائے تو بالکل درست ہے۔

سچ پوچھیے تو اہل سنت میں تعلیمی بیداری لانے کا سہرا صرف حافظ ملت ہی کے سر جچتا ہے اور حقیقۃً یہ وہ تڑپ تھی جو انہیں حضور صدرالشریعہ کی بارگاہ سے ملی تھی، گویا الجامعۃ الاشرفیہ فیضان ہے صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کا۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کی بڑی خوبی یہ تھی آپ نے صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے صرف علم ہی نہیں لیا بلکہ عمل کی بھی قوت حاصل کی اور دعوت وتبلیغ

کا بھی جذبہ پایا، علم کے ساتھ طریقہ تعلیم بھی سیکھا اور یہ سب صدقہ تھا استاذ گرامی صدر الشریعہ کی خدمت گزاری کا۔ آپ کے بعض ہم درس احباب مثلا صدر العلماء امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کا کہنا تھا کہ ہم لوگ سبق پڑھ کر اپنے اپنے کام میں لگ جاتے تھے لیکن حافظ ملت اپنا زیادہ وقت صدر الشریعہ کی خدمت میں گزارتے، گھر کا سارا کام کرتے، کمرے کی صفائی فرماتے، کتابوں اور سامانوں کو درست کرتے غرض صدر الشریعہ کی خدمت ہی کو اپنے لیے سرمایہ افتخار سمجھتے۔ (بروایت مولانا رحمت اللہ عزیزی بلرامپوری تلمیذ علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ) اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ حضور صدر الشریعہ کا سب سے زیادہ علمی و عملی فیضان حافظ ملت ہی کے نصیب میں آیا اور یہ عجیب بات ہے کہ حافظ ملت کئی جہتوں سے ممتاز وفائق الاقران تھے۔ بہترین محدث وفقیہ بھی تھے کہ درس حدیث کا سلسلہ چالیس سال سے زیادہ دنوں تک چلتا رہا اور درس کے ساتھ ساتھ فتوی نویسی بھی فرماتے، ملک کے مختلف گوشوں میں دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں بھی تشریف لے جاتے ہر بڑی اور اہم کانفرنس میں ضرور مدعو کیے جاتے، بیعت وارشاد میں بھی ایک مقبول مرشد کی حیثیت سے جانے جاتے اور مریدین پر اپنے تقوی وعمل کی چھاپ بھی ڈالتے، لیکن پیشہ ورانہ پیری مریدی سے کوسوں دور رہے، تصنیف وتالیف کے لیے بھی وقت نکالتے ساتھ ہی قرب وجوار کی محافل میلاد شریف میں بھی شرکت کرتے اور وعظ فرماتے، عیادت مسلمین اور جنازوں میں شرکت کے لیے بھی تشریف لے جاتے، خدمت خلق کے لیے تعویذات بھی کثرت سے تحریر فرماتے اور یہ سارے کام بحسن وخوبی اس لیے انجام پاتے کہ آپ اپنے وقت کو کبھی ضائع نہیں ہونے دیتے، وقت کی خود بھی قدر کرتے اور تلامذہ و متعلقین کو بھی وقت کی قدر وقیمت سے آگاہ فرماتے حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ باطنی فیضان کے تو خوب قائل ہیں لیکن ظاہری فیضان کو ہاتھوں سے ضائع کرنے میں دریغ نہیں کرتے اور وہ ہے "اوقات کا تحفظ" اسی لیے آپ اکثر فرمایا کرتے "تضییع اوقات سب سے بڑی محرومی ہے" اور یہ بالکل حقیقت ہے کہ ہر نعمت وقت ہی کی مرہون منت ہے، وقت نہ ہو تو آدمی کچھ بھی نہیں کر سکتا، لیکن افسوس کہ آج ہم لوگ اسی قیمتی شی کو چھوڑ کر سب کچھ کھو رہے ہیں، اہل مغرب کی ہر میدان میں کامیابی سے آج ہم حیرت زدہ ہیں مگر غور نہیں کرتے کہ وہ کیوں کامیاب ہیں، اس کی وجہ جہاں ان کی حکمت عملی اور اسباب کی فراوانی ہے وہیں تحفظ اوقات کا لحاظ بھی بڑا سبب ہے اور یہ ایک ایسی چیز ہے جو بغیر پیسے اور بغیر کسی محنت ومشقت کے حاصل ہونے والی ہے، چنانچہ حافظ ملت کی کامیابی کا راز بھی تحفظ اوقات ہی میں پوشیدہ ہے کاش اسے ہم سمجھیں اور اپنائیں۔

دور تدریس ہی نہیں دور طالب علمی میں بھی حافظ ملت علیہ الرحمہ تحفظ اوقات کے پابند تھے، آپ کے ہم درس حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے، "ہم لوگ تو درس کے بعد کچھ تفریح بھی کرلیا کرتے تھے لیکن حافظ ملت کا حال یہ تھا کہ ضروری امور کی انجام دہی کے بعد ان کا تین ہی کام رہتا، درسی کتابوں کا مطالعہ، استاذ گرامی صدر الشریعہ کی خدمت یا پھر تلاوت کلام پاک، غیر ضروری کاموں اور سیر وتفریح سے آپ کو کچھ لگاؤ نہ تھا" ایک ہم سبق ساتھی کی یہ شہادت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب طالب علمی کا یہ حال تھا تو بعد میں آپ کس درجہ اوقات کو ضائع ہونے سے بچاتے رہے ہوں گے۔

اوقات کا بہت زیادہ تحفظ کرنے کے باوجود حافظ ملت کو دیکھا گیا کہ کسی دینی جلسے میں شرکت کے لیے جانا ہوتا

تو اول وقت پہنچنے کی کوشش کرتے یہ نہیں کہ جب جلسہ شباب پر یا اختتام پذیر ہونے والا ہو تب پہنچیں، پھر پہنچنے کے بعد احباب ومعتقدین اور علماے کرام سے میٹھی اور اصلاحی گفتگو میں مصروف رہتے اور جب کوئی نہ ہوتا تو ذکر وتلاوت کلام پاک میں لگ جاتے، یوں ہی سفر کے دوران جو بھی وقت ملتا اسے ذکر وتلاوت میں مصروف رکھتے، غرضیکہ بیکار بیٹھنا آپ جانتے ہی نہ تھے، آپ جس طرح جلسوں میں جلد پہنچنے کے عادی تھے، ویسے ہی جلسہ ختم ہونے کے بعد جلد واپسی کی بھی فکر کرتے، تاکہ مدرسہ پہنچ کر تدریس میں لگ جائیں اور طلبہ کی تعلیم کا نقصان نہ ہونے پائے۔

اتنی ساری خوبیوں کے مالک حافظ ملت علیہ الرحمہ کی زندگی کا ایک عظیم کارنامہ الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر ہے۔ جسے آپ نے اپنی زندگی کے آخری چھ (۶) سالوں میں انجام دیا، اس قلیل عرصے میں اتنا بڑا کام آناً فاناً کیسے ہوگیا یہ نہایت حیرت زا ہے، ہاں اسی لیے اسے حافظ ملت کی کرامت سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے، حیرت کی بات اس لیے کہ حالات نہایت درجہ ناسازگار تھے، مخالفتوں کا ایک طوفان برپا تھا مگر یہ حافظ ملت کے اخلاص نیت عزائم کی صلابت اور روحانی قوت کا ثمرہ تھا کہ تائید ایزدی نے ایسی یاوری فرمائی کہ سارے طوفان چھنٹ گئے اور کام آگے بڑھا تو آج تک بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

حافظ ملت کی بارگاہ میں ایک بار میں نے اور چند احباب نے بشمول مولانا بدرالقادری عرض کیا کہ حضرت! یہ کام ہونا چاہیے اور یہ کام بھی ہونا چاہیے تو حضرت نے سن کر پرجلال لہجے میں فرمایا کہ ''جی ہاں! سب کام الجامعۃ الاشرفیہ سے ہوگا انشاء اللہ وقت آنے کی دیر ہے''۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کے فرمان فیضان ترجمان کی برکتیں آج ہم ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت فرزندان اشرفیہ ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا میں پھیلتے اور کام کرتے نظر آرہے ہیں۔

اسی میکدہ بردوش ساقی کی بارگاہ سے درد آشامی کرنے والوں میں ایک نام آتا ہے مولانا محمد بدرعالم عرف بدرالقادری کا جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ حافظ ملت کی خدمت وہم رکابی میں گزارا ہے، ان سے علم بھی لیا ہے اور طور زندگی بھی، ان کی صبح وشام بھی دیکھی ہے اور سفر وحضر بھی، حضرت کی تبسم آمیز اداؤں کے بھی امین ہیں اور پرجلال لمحوں کے مشاہد بھی، دور طالب علمی میں بھی حضرت کے قریب رہے اور بعد فراغت بھی کئی سال ان کے جلوؤں کا تماشا دیکھا ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ میں جب شعبۂ نشر واشاعت کی تشکیل عمل میں آئی اور اس کی طرف سے ایک ماہنامے کے اجرا کا بھی فیصلہ کیا گیا تو اس عظیم تصنیفی وصحافتی ذمہ داری کو سنبھالنے کے لیے حضرت کی نظر انتخاب مولانا بدرالقادری پر پڑی اور مولانا اس کام کے لیے آگئے اور شعبۂ نشریات کی ذمہ داری بھی سنبھال لی، ساتھ ہی ماہنامہ اشرفیہ کے نام سے ماہنامے کا اجرا بھی عمل میں آیا۔ جس کے مولانا ہی اولین مدیر ہوئے اور تقریباً پانچ سال تک اس سے وابستہ رہ کر تبلیغ دین کی غرض سے ہالینڈ کی سرزمین پر قیام فرما ہوگئے اور ابھی تک وہیں دعوت وتبلیغ کے فریضے کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔

ماہنامہ اشرفیہ کی اشاعت کو ابھی چند مہینے ہی گزرے تھے کہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ حضور حافظ ملت اس جہان فانی سے کوچ کر گئے، ایک تاریخ ساز وانقلاب آفریں شخصیت کا اٹھنا تھا کہ قوم میں کہرام مچ گیا، مبارک پور ہی نہیں پورا ہندوستان سوگوار ہوگیا، بیرون ہند بھی حضرت کے جو چاہنے والے اور تلامذہ تھے وہ سب دل پکڑ کر رہ گئے، آپ کے وصال پر مبارک پور میں اتنا بڑا مجمع ہوا کہ کسی کے جنازے میں آج تک مبارک پور اور قرب وجوار کے مسلمانوں نے اتنا بڑا مجمع

نہیں دیکھا، قرب جامعہ میں حضرت کو سپرد خاک کر کے سب اہل عقیدت دل گرفتہ اپنے اپنے گھروں کو چل بسے ہاں! ایک جامعہ ہے جو آج تک ان کی جدائی کا غم لیے کھڑا ہے اور ان کی یادوں کے سہارے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے اور حافظ ملت ہیں کہ اس شعر کے مصداق بنے اپنے مرقد پاک میں آرام فرما ہیں:

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اب تعزیت ناموں کا سلسلہ شروع ہوا، اہل علم وادب، تلامذہ وعقیدت مند حتی کہ اہل سیاست وحکومت نے بھی تعزیتی مراسلے بھیجے، اخبارات ورسائل نے اداریے اور تعزیتی نوٹ لکھے، اسی دوران مولانا نے سوچا کہ کیوں نہ ہو حضرت پر ایک خصوصی شمارہ نکال دیا جائے، راقم الحروف، مولانا افتخار احمد قادری، مولانا یٰسین اختر مصباحی نے بھی تائید کی اور اشرفیہ کے ذمہ داروں نے بھی اجازت دے دی، پھر کیا تھا، اہل قلم اور اہل عقیدت حضرات سے مراسلت کا سلسلہ چل پڑا، شب وروز کی کوششوں سے تقریباً ایک سال میں مولانا حافظ ملت نمبر نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ ان کے احباب اور مدرسہ کے ذمہ داروں نے بھی بھرپور ساتھ دیا، غالباً اہل سنت کی صحافتی تاریخ میں یہ سب سے ضخیم نمبر تھا، جو سات سو صفحات پر مشتمل ہو کر منظر عام پر آیا، اگر چہ اس نمبر میں حافظ ملت کی حیات وخدمات کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی لیکن اسے مرتب سوانح حیات کا درجہ نہیں دیا جا سکتا، حالات وتاثرات کا ایک خاص حصہ ابھی منظر عام پر بھی نہیں آسکا تھا، اس لیے ضرورت تھی کہ "حیات حافظ ملت" کے تمام گوشوں کو سوانحی طرز پر مرتب کر کے منظر عام پر لایا جائے۔ لیکن یہ کام اتنا کچھ آسان بھی نہیں تھا کہ ہر کوئی اس کو بہ آسانی انجام دے لیتا، بالآخر، "قرعہ فال بنام دل دیوانہ زدند" کے طور پر یہ کام بھی مولانا بدر القادری نے اپنے ذمہ لے لیا، اور دیار فرنگ میں بیٹھ کر مشکلات کی ساری زنجیریں کاٹتے ہوئے اس ہفت خواں کو طے کر کے ایک عظیم وضخیم اور تاریخی دستاویزی سوانح حیات بنام "حیات حافظ ملت" مرتب کر ڈالی، جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ حافظ ملت کے گلشن حیات کے ایک ایک گل بوٹے کو مولانا نے جس سلیقے سے سجایا ہے اور اس کام کو جس محنت وکاوش سے انجام دیا ہے۔ یہ مولانا ہی کا حصہ ہے کیوں کہ یہ کام ایک آدمی کا نہیں، ایک پوری اکیڈمی کا اور کسی ادارۂ تحقیقات حافظ ملت کا تھا، یہ حقیقت ہے کہ حافظ ملت سے مولانا کا لگاؤ محبت ہی نہیں عشق کی حد تک ہے، اسی عشق کی کارفرمائی ہے کہ اتنا بڑا کام مولانا نے یکہ وتنہا انجام دے دیا۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے تلامذہ واہل تعلق سب کا فریضہ تھا کہ اس اہم کام کو انجام دیتے یا دلاتے، لیکن افسوس کہ حافظ ملت کے شایان شان کوئی سوانح حیات اب تک نہ لکھی جا سکی، یہ حافظ ملت کا ایک قرض تھا، جسے مولانا بدر القادری نے ہم سب کے کاندھوں سے اتارا ہے اس لیے وہ بجا طور پر ہم سب خواجہ تاشان حافظ ملت کے شکریے کے مستحق ہیں، بلکہ انعام کے بھی، ـــــ ہم دل کی گہرائیوں سے مولانا کے شکر گزار ہیں اور دعا گو کہ رب عز وجل ان کو اس کا بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، ـــــ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ و علی آلہ الصلاۃ والتسلیم

محمد عبد المبین نعمانی مصباحی

خادم دار العلوم قادریہ چریاکوٹ مئو (یوپی)

بانی رکن المجمع الاسلامی ملت نگر مبارک پور، اعظم گڑھ

۷ر ربیع الاول شریف ۱۴۲۸ھ / ۲۷ر مارچ ۲۰۰۷ء

پہلا باب

حیات وشخصیت

یہ کون اٹھا ہندِ شمالی کی زمیں سے
علم اور حقائق کی سنبھالے ہوئے قندیل
سدرہ کے مکینوں سے سنا بدر نے اک راز
ہونے کو ہے اب آرزوے شوق کی تکمیل

(بدر)

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کا وطن مالوف قصبہ بھوجپور (مراد آباد، یوپی):

کسی مقام یا شہر کی شہرت اس مقام یا شہر کی وسعت، قدرتی خوبصورتی، صنعت وحرفت یا کسی اور ظاہری سبب سے تو ہوسکتی ہے لیکن اس کی عظمت وبزرگی اور مقبولیت اس مقام یا شہر سے نسبت رکھنے والی کسی عظیم شخصیت، اللہ کے کسی منتخب اور برگزیدہ بندہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ قرآن کریم اس پر نص ہے:

مکہ معظّمہ میں خانۂ خدا (کعبہ شریف) بھی ہے، مقام ابراہیم بھی ہے اور دیگر اسلامی شعائر ہیں لیکن رب کائنات نے ان میں سے کسی کی وجہ سے شہر مکہ کی قسم یاد نہیں فرمائی بلکہ مکہ شریف کی قسم اپنے منتخب رسول، رسول اعظم مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے یاد فرمائی اس لیے کہ مکہ معظّمہ ان کا وطن مالوف ہے، وہاں وہ پچاس سال تک رہے، اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ ارشاد ہوتا ہے:

"لَااُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ o وَاَنْتَ حِلٌّ م بِهٰذَا الْبَلَدِ" (سورۂ بلد پارہ ۳۰، آیت ۱،۲)

مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔ (کنزالایمان از امام احمد رضا)

اب اس ارشاد ربانی کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کی عظمت وبزرگی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق افروزی کی بدولت ہے۔ اور جب حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ کو اپنا وطن ومسکن بنایا اور وہیں ان کی آخری آرام گاہ بنی تو انہیں کی بدولت مدینہ منورہ کو وہ عظمت وبزرگی حاصل ہوئی کہ وہ "کعبہ کا کعبہ" قرار پایا۔ اور مسلمانان عالم کی عقیدت ومحبت کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔

اسی طرح بغداد معلیٰ کی عظمت شہنشاہ اولیا تاجدار بغداد حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہے۔ اجمیر شریف کی پہچان اور اس کی عظمت حضرت غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کے سبب ہے۔ اور بریلی کی پہچان، اس کی شرافت اور مرکزیت ۱۴ ویں صدی ہجری کے مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نور اللہ مرقدہ کی بدولت ہے اور بھوجپور (مراد آباد) سے لے کر مبارک پور (اعظم گڑھ) تک کی پہچان، شہرت وعظمت صرف اور صرف حضرت حافظ ملت مولانا شاہ حافظ عبدالعزیز مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بدولت ہے۔

قصبہ بھوجپور:

زمینداروں کے ظالمانہ نظام سے کچلا ہوا غریب مسلمانوں بالخصوص مومن برادری کی اکثریت والے ضلع مراد آباد کا یہ قصبہ بھوجپور کل تک ایک گمنام قصبہ تھا لیکن جب اس سرزمین پر مومن برادری کے ایک غریب مگر دیندار گھرانے میں عبدالعزیز نام کے ایک بچہ نے آنکھیں کھولیں اسی وقت اس قصبہ کی فیروز بختی کا ستارہ بھی طلوع ہوگیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شہرت اور عظمت وبزرگی اس کا مقدر بن گئی۔

اے دیار بھوجپور میں تیری عظمت کے نثار!
ذکر تیرا اہل الفت کے لیے وجہ قرار
اس زمیں کی خاک بوسی ہے مجھے وجہ سرور
اس کے صدقے شاہوں نے پائے ہیں انوار شعور
بدر بن جائے گا اک دن یہ زیارت گاہ شوق
کیوں کہ ہے یہ حافظ ملت کا مولد بھوجپور

لاریب! آج بھوجپور نہ صرف عزیزوں اور مصاحبوں کے لیے عقیدت کا مرکز بن گیا ہے بلکہ اہل سنت وجماعت کے لیے بھی عقیدت کا مرکز بناہوا ہے۔ اللہ اکبر! بھوجپور کو یہ عظمت وبزرگی اسی ذات سے ملی جسے کہنے والوں نے سند المحدثین، امام المفسرین، اور جلالۃ العلم کہا۔ جو حقیقتاً استاذ العلماء تھا۔ جسے زمانہ نے رہبر شریعت وطریقت اور جماعت اہل سنت کا مقتدا وپیشوا تسلیم کیا۔ جس نے باغ فردوس کی باغبانی فرمائی اور پاسبان قوم وحافظ ملت بن کر زمانے پر چھا گیا۔

اور علم وعمل سے آراستہ اسی ملت کے محافظ وپاسبان، حافظ ملت نے ضلع اعظم گڑھ کے بے نام ونشان قصبہ مبارک پور پر قدم رنجہ فرمایا تو اسے رشک سنیت بنا دیا۔ اور الجامعۃ الاشرفیہ کے روپ میں علم وحکمت کا ایسا شہرستان جمیل آباد کیا کہ پورے عالم اسلام میں مبارک پور کی دینی وعلمی داستان نے دھوم مچا دی۔

سراپا

گوری رنگت ،روشن چہرہ، پیکر دل میں کھبتا سا
پہچانو، ہم آئینے میں صورت ایک دکھاتے ہیں

رنگت: گندم گوں۔ جس میں سرخی کی جھلک
چہرہ: منور گولائی لیے ہوئے پر رعب پر وقار
سر: بڑا۔ مدور۔ ہر طرف سے بھرا ہوا۔ جس پر بال سیدھے اُگے ہوئے، نرم نرم (اخیر میں زیادہ سفید اور گنج سے محفوظ)
پیشانی: قدرے فراخ۔ اور ابھری ہوئی
ابرو: کشادہ نہ گھنی نہ ہلکی منفصل کسی قدر ڈھلکی ہوئی
آنکھیں: روشن ۔جس میں سرمہ کی لکیریں نمایاں۔ سیاہ سفید بے داغ۔ پرسکون۔ نظریں جھکی ہوئیں۔
پلکیں: گھنی۔ بالکل سیاہ۔ (اخیر عمر میں چند بال سفید)

ناک: بلندی مائل۔ جس سے نورانیت نمایاں
رخسار: بھرے ہوئے۔ گوشت ذرا نیچے کو ڈھلکتا سا
لب: پتلے۔ سرخی مائل
دہن: معتدل فراخ
دندان: چھوٹے۔ ہموار۔ (انتہائی خوشی کے تبسم پر نظر آنے والے)
ریش: مسترسل۔ زیادہ گھنی نہیں۔ کچھ بال سیاہ بھی
مونچھ: پست۔ نہ زیادہ چوڑی۔ نہ بہت باریک۔ دونوں کنارے داڑھی سے متصل
کان: متناسب لمبائی لیے ہوئے
ٹھوڑی: گول۔ جس میں ہلکی سی گہرائی
گردن: معتدل۔ قدرے لمبائی لیے ہوئے۔ تواضع سے جھکی ہوئی
شانے: ہموار۔ اخیر عمر میں سامنے کو کچھ جھکے ہوئے۔
ہاتھ: لمبے
بازو: پرگوشت۔ بھرے ہوئے۔ مضبوط
کلائیاں: چوڑی
ہتھیلیاں: پرگوشت۔ فراخ۔ قدرے سخت۔ لکیریں نمایاں
انگلیاں: لمبی۔ موزوں حد تک دراز۔ درمیان میں کچھ خلا
ناخن: سرخی مائل۔ انگلیوں سے ہموار
سینہ: کشادہ۔ جس پر کچھ بال
شکم: سپاٹ۔ سینے کے مقابل کچھ دبتا سا
پشت: سیدھی
کمر: متناسب
پنڈلیاں: مضبوط۔ بھری ہوئی۔ ٹھوس۔ جس پر تھوڑے بال
پاؤں: متوسط۔ قدرے دراز
ایڑیاں: گول

قد: میانہ

بدن: چھریرا

لباس

عمامہ، ٹوپی، شیروانی، کرتا، پاجامہ وغیرہ

شیروانی: مختلف الالوان، ڈھیلی ڈھالی، لمبی، گھٹنوں سے نیچی

عمامہ: اکثر بادامی یا کتھئی مالا گیری رنگ کا، معمولی، پانچ گزی

بائیں جانب پیچ خوب واضح۔ شملہ کمر سے اوپر تک

ٹوپی: دو پلی، گہری، سادی

کرتا: کلی دار، لانبا، گھٹنوں سے نیچے تک

پاجامہ: شلوار نما، ٹخنوں سے اونچا

صدری: سردی کے ایام میں روئی دار

جبہ: عموماً کالے رنگ کا بے آستین۔ کبھی کبھی سرمئی رنگ کا۔ آستین د.

رومال: ابتداءً حیدر آبادی۔ بعد میں بھاگل پوری۔ طویل و عریض

نگینہ: پہلے فیروزہ پہنتے تھے بعد میں عقیق۔ جس کے بیچ میں سفید ہلالی نشان

جوتا: جے پوری ناگرہ۔ دائیں بائیں کی قید سے آزاد

عصا: زمانہ دراز تک مرزا پوری بانس کا۔ اخیر عمر میں لکڑی کا منقش

انگوٹھی اور گھڑی: دائیں ہاتھ میں پہنتے

حیات حافظ ملت ایک نظر میں

واقعات	تفصیلات	ہجری	عیسوی
ولادت:	تخمینی	۱۳۱۲ھ	۱۸۹۴ء
تکمیل حفظ و مدرسی مدرسہ حفظ القرآن، مراد آباد		۱۳۳۴ھ	۱۹۱۵ء
عربی تعلیم کا آغاز بخدمت مولانا حکیم محمد شریف مراد آبادی		۱۳۳۹ھ	۱۹۲۱ء
حصول تعلیم کے لیے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں		۱۳۳۹ھ	۱۹۲۱ء

دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف میں حضرت صدرالشریعہ سے اکتساب علوم کے لیے	۱۳۴۲ھ	۱۹۲۴ء
شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ سے بیعت وارادت	(تقریباً) ۱۳۵۰ھ	۱۹۳۱ء
فراغت ودستار بندی	۱۳۵۱ھ	۱۹۳۲ء
تدریس کے لیے مبارک پور میں تشریف آوری	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۴ء
دارالعلوم اشرفیہ (باغ فردوس) کا سنگ بنیاد	۱۳۵۳ھ	۱۹۳۵ء
درس بخاری کی ابتدا	۱۳۵۷ھ	۱۹۳۸ء
مبارکپور کے ناسازگار حالات کے باعث جامعہ عربیہ ناگپور تدریس کے لیے روانگی	۱۳۶۱ھ	۱۹۴۲ء
دوبارہ مبارک پور میں تشریف آوری	۱۳۶۲ھ	۱۹۴۳ء
عمارت دارالعلوم اشرفیہ کی تکمیل	۱۳۶۳ھ	۱۹۴۴ء
بعض شرپسند عناصر کی وجہ سے نظر بندی	۱۳۶۸ھ	۱۹۴۹ء
سنی دارالاشاعت مبارک پور کا قیام	۱۳۷۹ھ	۱۹۵۹ء
اشرفیہ نسواں اسکول کی ابتداء	۱۳۸۵ھ	۱۹۶۵ء
سفر حج بیت اللہ (بلافوٹو)	۱۳۸۷ھ	۱۹۶۷ء
اشرفیہ کے سربراہ اعلیٰ منتخب	۱۳۹۱ھ	۱۹۷۱ء
کل ہند تعلیمی کانفرنس مبارک پور کا انعقاد	۱۳۹۲ھ	۱۹۷۲ء
درسگاہ عربی یونیورسٹی کا سنگ بنیاد	۱۳۹۲ھ	۱۹۷۲ء
درسگاہ عربی یونیورسٹی کا افتتاح	۱۳۹۳ھ	۱۹۷۳ء
سنگ بنیاد دارالاقامہ (ہوسٹل یونیورسٹی)	۱۳۹۳ھ	۱۹۷۳ء
آخری درس بخاری شریف	۱۳۹۶ھ	۱۹۷۶ء
وصال پرملال	۱۳۹۶ھ	۱۹۷۶ء

ولادت اورنام ونسب:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سال ولادت کی بابت فرماتے ہیں:

''مجھے اپنے والدین سے سال پیدائش نہیں ملا البتہ والدہ ماجدہ سے یوم پیدائش ملا۔ سال ولادت غالباً ۱۸۹۴ء ہے وہ اس لیے کہ موضع راجپور میرا ننہال ہے۔ والد صاحب قبلہ جب حج بیت اللہ کو گئے تو میں اپنی والدہ کے ساتھ راج پور رہتا تھا۔ اسی وقت نوراحمد ولد غلام نبی کی پیدائش ہوئی۔ ان کے والد نے ان کا سال ولادت ۱۹۰۴ء مطابق ۱۳۲۲ھ لکھا جواب تک موجود ہے اس وقت میری عمر دس سال ضرور تھی کیوں کہ میں راج پور سے اپنے مکان بھوجپور پیدل آتا جاتا تھا جس کی مسافت آٹھ میل سے زائد ہے یعنی نوراحمد سے میری عمر دس سال زائد ہے اس لیے میرا سال پیدائش ۱۸۹۴ء

(مطابق ۱۳۱۲ھ) ہوا۔ (حافظ ملت نمبر ص ۶۵)

یوم پیدائش:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ یوم دوشنبہ (پیر کے دن) اس دنیا میں تشریف لائے، اسی دن اس عالم رنگ و بو میں اس کا ظہور ہوا تھا جس کے لیے خالق کائنات نے نہ صرف یہ دنیا بلکہ سارے عالم کو وجود بخشا۔ یہ آنے والا۔ اصل تکوین عالم، نور الٰہ، نبیوں اور رسولوں کا خاتم اور سید و سردار، کونین کا مالک و مختار، سارے جہان کی رحمت، معلم کائنات، محسن اعظم انسانیت اور ہادی اعظم ہر زماں بن کر تشریف لایا اسی مقدس یوم ولادت کے صدقے، اس کے رب کے فضل و کرم اور اس کی رحمت کے طفیل اسی دن بھوجپور کی سرزمین پر ایک غریب مگر دیندار گھرانے میں اس کے نائب۔ عبدالعزیز کی ولادت ہوئی جسے آج زمانہ حافظ ملت کے نام نامی، اسم گرامی سے جانتا، مانتا اور پہچانتا ہے۔

لفظ پیرا کی حقیقت:

پڑوس کی عورت نے اس بچے کے لیے پیرا کا لفظ استعمال کیا تھا اس لیے کہ اس نومولود نے پیر کے دن آنکھیں کھولی تھیں لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی لفظ جو کسی اور معنی میں استعمال کیا گیا ہو وہ وقت آنے پر اپنے معنی حقیقی کا جامہ اختیار کرلیتا ہے۔ پیرا بمناسبت پیر اور لاریب یہ بچہ آنے والے وقت میں واقعی پیر بن کر چمکا۔ پیر صرف پیر طریقت ہی کے معنی میں نہیں بلکہ پیر قائد قوم و ملت، مقتدائے اہل سنت، رہبر طریقت و شریعت، معلم و ہادی و معمار قوم۔ یعنی حافظ ملت بن کر چمکا۔ علم و فضیلت و معرفت کا ایک آفتاب تازہ جس نے عالم اسلام میں ہر سمت علم و دانش اور ایمان و ایقان کا اجالا برپا کردیا۔

جد حضرت حافظ ملت:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے دادا، حضرت ملا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نہایت درجہ پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ آخر وقت میں (بوقت وصال) فرماتے وعلیکم السلام آیئے تشریف لایئے ان کو جگہ دو۔ وعلیکم السلام آیئے تشریف لایئے۔

قریب بیٹھنے والے بولے۔ ملا جی کیا ہے فرمایا تم نہیں دیکھتے یہ باوقار باعزت لوگ چلے آرہے ہیں ان کو جگہ دو۔ یہی فرماتے فرماتے وصال ہوگیا۔ (حافظ ملت نمبر ص ۲۳۴)

والدین حافظ ملت:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے والد ماجد کی بھی یہی تمنا تھی کہ ان کا بچہ بڑا ہو کر عالم دین بنے۔ اپنے بچپن کے حالات کی بابت اور والد محترم کی اس تمنا کے تعلق سے حافظ ملت فرماتے ہیں:

''بھوجپور میں کوئی بڑے عالم یا شیخ درویش تشریف لاتے تو والد صاحب مجھے ان کے پاس لے جاتے اور عرض کرتے حضور میرے اس بچہ کے لیے دعا فرمادیں۔ وہ دعا کردیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب قبلہ رام پوری علیہ الرحمہ تشریف لائے ان کے پاس لے گئے عرض کیا میرے اس بچہ کے لیے دعا فرمادیں۔ حضرت مولانا سلامت اللہ صاحب نے فرمایا حافظ صاحب میں سب کے لیے دعا کرتا ہوں مگر اس کے لیے تو آپ ہی کی دعا ہے اور فرمایا اولاد کے حق میں والدین کی دعا یا بد دعا نبی کی دعا یا بد عا کا اثر رکھتی ہے" (حافظ ملت نمبر ص ٦٧)

حضور حافظ ملت کے والد ماجد جید حافظ قرآن اور ایک باخدا درویش تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ سات سال ہی کی عمر سے بچوں کو نماز کی تاکید، کھیل تماشوں، میلوں وغیرہ سے روکنا، دیندار بنانے کی پوری سعی کرنا، نمازی مہمان کی خاطر تواضع کرتے، بے نمازی کو کھانا تو کھلا دیتے لیکن ٹھہراتے نہیں تھے۔ آپ کے والد صاحب نے بچپن ہی سے آپ کو نماز وروزہ کا پابند بنادیا تھا۔

آپ کے والد صاحب نے تقریباً سو سال کی عمر پائی۔ حج وزیارت سے بھی مشرف تھے، جب حج کو تشریف لے گئے تو نو ماہ کے بعد واپس آئے۔

جب آپ حج کو تشریف لے گئے تو مراد آباد تک پیدل سفر کیا۔ واپسی میں خرچہ ختم ہوگیا تو مزدوری کر کے خرچ اکٹھا کیا اور پھر واپس تشریف لائے۔ (حافظ ملت نمبر ص ٦٨،٢٢٣)

والد ماجد اور محبت قرآن کریم:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے والد ماجد حضرت حافظ الحاج محمد غلام نور رحمۃ اللہ علیہ عاشق قرآن مجید تھے۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت قرآن مجید پڑھتے، یاد ایسا تھا کہ تشابہُ نہیں ہوتا تھا۔ آپ بڑے حافظ جی کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ پیپل سانہ (ضلع مراد آباد) میں ایک مدرسہ کے مدرس تھے۔ نہ معلوم کتنے حافظ قرآن پیدا کیے آپ نے مساجد کی تعمیر بھی کرائی۔ (حافظ ملت نمبر ص ٢٣٣)

حفظ قرآن میں مہارت کے واقعات:

(١) ایک بار حافظ ملت اپنی تصنیف کردہ ایک کتاب کے لیے ایک ایسی آیت کریمہ کی تلاش میں تھے جس کا ترجمہ یہ ہو "ان پر اللہ کا غضب ہو اور عذاب شدید" تو آپ کے والد صاحب نے برجستہ یہ آیت پڑھی "وَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ" (سورہ شوریٰ رکوع ٣ پارہ ٢٥) (ایضاً ص ٢٣٣)

(٢) حضرت حافظ ملت فرماتے ہیں:

"ایک بار والد ماجد ریاست حیدرآباد میں ماہ رمضان میں محراب سنانے کے لیے بلائے گئے۔ مدینہ مسجد میں ٢٧ رکو شبینہ ہوا۔ دوسرے حافظوں کو آپ کے سامنے پڑھنے کی جرأت نہیں ہوئی، پورا قرآن مجید والد صاحب ہی نے ختم کیا۔ اس وقت والد صاحب کی عمر ستر سال تھی۔ وہاں کے لوگ اب تک یاد کرتے ہیں کہتے ہیں ہم نے ایسا حافظ دیکھا ہی نہیں"۔ (ایضاً ص ٦٨)

حافظ ملت کے والد صاحب علیہ الرحمہ کی تقویٰ شعاری:

(۱) برادر حافظ ملت حضرت مولانا حکیم عبدالغفور صاحب فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ سفر میں روٹی بلا سالن کھا رہے تھے دوسرے لوگوں نے کہا حافظ جی ہمارے پاس ساگ ہے اس سے کھالو۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ چنے کا ساگ جنگل سے بچے توڑ لائے ہیں۔آپ نے کہا بلا اجازت مالک کے لائے ہیں میں ہرگز نہ کھاؤں گا" (ایضاص ۲۲۳،۲۲۴)

(۲) مجھے ایسا پیسہ نہیں چاہیے:

حضرت حافظ ملت کے والد محترم علیہ الرحمہ اہل اللہ میں تھے وہ کھانے پینے کی ہر شے کو استعمال کرنے سے قبل اچھی طرح بغائر نظر دیکھ لیا کرتے تھے۔

کسی موقع پر کوئی فقیر درویش ان کے گھر آئے۔ حضرت کے والد گرامی فقرا اور درویشوں کی بہت عزت کرتے تھے، انہیں مہمان بنایا اور جو کچھ ماحضر تھا اس سے ضیافت کی۔ وہ خوش ہوئے اور حضرت کے والد ماجد کو دست غیب کا ایک عمل بتایا کہ آپ فلاں دعا اس طور پر روزانہ پڑھ لیا کریں آپ کو آپ کے روزانہ خرچ کے مطابق پیسے مصلے کے نیچے سے مل جایا کریں گے۔

حضرت کے والد صاحب نے فرمایا جس پیسے کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ آیا کہاں سے کس کی ملکیت ہے مجھے ایسے پیسے نہیں چاہئے۔

عشق رسول کی ایک جھلک:

(۳) حضرت کے والد صاحب باسی کھانے کو صبح ناشتہ میں پسند کرتے تھے۔ وجہ دریافت کرنے پر بتایا کہ اس کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے قریب ہے اس لیے مجھے یہ پسند ہے۔

عربی بول چال:

بقول برادر حافظ ملت، حضرت مولانا حکیم عبدالغفور صاحب، حضرت کے والد ماجد کو عربی بول چال میں مہارت تھی۔ عربی لوگ آتے ان سے عربی زبان میں ایسی گفتگو فرماتے تھے جیسے کوئی عربی کا عالم حالانکہ صرف ونحو سے واقف نہ تھے۔

وصال پاک:

آپ کا وصال ۲۸/ذی قعدہ بروز جمعرات ۱۳۷۰ھ میں ہوا۔ (ایضاص ۲۲۴)

حضرت حافظ ملت کی والدہ ماجدہ:

آپ کی والدہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا بھی صوم وصلوٰۃ کی بڑی پابند تھیں۔ باوجود غربت کے وہ اپنے پڑوسی کا اس قدر خیال رکھتی تھیں کہ اپنا کھانا اکثر ایک بیوہ پڑوسن کو کھلا دیتیں اور خود یونہی وقت گزار دیتی تھیں" (حافظ ملت نمبر ص ۶۸)

حضرت حافظ ملت کے بھائی بہن:

خود حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میری بہنیں تو کئی تھیں لیکن میں والد صاحب کا اکیلا لڑکا تھا اس لیے بھی مجھ پر زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ (حافظ ملت نمبر ص ٦٧)

یہ بھی تفصیل نہیں ملی کہ ساری بہنیں حضور حافظ ملت سے چھوٹی تھیں یا بڑی تھیں۔ بعد میں حضور حافظ ملت کے تین بھائی ہوئے۔

حضرت کے بھائی حضرت مولانا حکیم عبدالغفور صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

ہم چار بھائی تھے ایک میرے ساتھ پیدا ہوئے جن کا نام عبدالشکور تھا۔ انہوں نے دوتین روز کی عمر میں شیرخوارگی میں وفات پائی۔ تیسرے حافظ عبدالرشید اور چوتھے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ۔ (حافظ ملت نمبر ص ۲۳۵)

چوں کہ حضور حافظ ملت سب سے بڑے تھے اس لیے برادران کی ترتیب اس طرح ہوئی:

(۱) حضرت حافظ ملت (۲) حافظ عبدالرشید

(۳) مولانا حکیم عبدالغفور (۴) مرحوم عبدالشکور

شادی خانہ آبادی

اپنی شادی کی بابت حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''میرا عقد نکاح میرے ماموں کی لڑکی سے ہوا۔ یہ عورت اپنے زمانہ کی ولیہ تھی نہایت ہی دیندار، اطاعت شعار، صابرہ اور میری فرمانبردار تھی۔ ہمیشہ مجھے خوش رکھنے کی پوری کوشش کرتی تھی۔ اس سے چار بچے ہوئے دولڑکیاں دولڑکے ۔لڑکیاں بچپن ہی میں انتقال کرگئیں، لڑکے مردہ ہی پیدا ہوئے آخری بچہ کی ولادت ہی میں مرحومہ کا انتقال ہوگیا۔ یہ حادثہ مبارک پور ہی میں ہوا۔ (حافظ ملت نمبر ص ٦٩)

دوسری شادی کی بابت فرماتے ہیں:

''مجھے اس کی جدائی کا عظیم صدمہ ہوا۔ میں نے طے کرلیا تھا کہ اب میں نکاح نہیں کروں گا۔ پیغام آئے میں نے انکار کردیا۔ تعطیل میں مکان گیا والد صاحب نے احباب سے کہلایا میں نے انکار میں جواب دے دیا۔ جب والد صاحب مایوس ہوگئے تو مجھ سے خود فرمایا۔ تم نکاح کرلو میں نے جواب دیا میں طے کر چکا ہوں میں نکاح نہیں کروں گا اس پر اس قدر خفا ہوگئے کہ زندگی میں کبھی اتنے خفا نہیں ہوئے اور ڈانٹ کر فرمایا تو میری نسل منقطع کرنا چاہتا ہے۔ تب میں خاموش ہوگیا انہوں نے میرا نکاح کردیا۔ اس عقد ثانی سے چھ بچے پیدا ہوئے ۔ تین لڑکے تین لڑکیاں۔ ایک لڑکا پندرہ روز کی عمر میں انتقال کرگیا۔ ایک بڑی لڑکی کا بھی انتقال ہوگیا۔ دولڑکے دولڑکیاں ہیں۔ باصلاحیت ہیں۔

میرے لڑکوں اور لڑکیوں کی اولاد اس وقت چودہ ہیں۔(حافظ ملت نمبر ص ۷۰،۷۱)

موجودہ اولاد امجاد:

(۱) مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ۔(خلف اکبر و جانشین حضور حافظ ملت و سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)

(۲) حضرت حافظ عبدالقادر صاحب۔(خلف اصغر۔اپنے وطن قصبہ بھوجپور ہی میں کپڑے کی تجارت کرتے ہیں۔

دو صاحبزادیاں: زبیدہ خاتون وحمیدہ خاتون۔شادی شدہ۔

جانشین حافظ ملت:

۴؍جمادی الآخرہ حافظ ملت کے جلسۂ تعزیت کے اختتام پر حضرت مولانا شاہ غلام آسی صاحب حضرت مولانا سراج الہدیٰ صاحب گیاوی، حضرت مولانا سید موصوف اشرف صاحب بسکھاروی وغیرہم مشائخ کرام اور علمائے عظام نے حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کا خرقہ اور حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کا جبہ و دستار حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کو پہنایا۔حسان الہند بیکل اتساہی اور ڈاکٹر عبدالمجید بلرامپوری نے ان کی گل پوشی کی۔اس طرح حافظ ملت کے شہزادۂ اکبر کو ان کے والد ماجد کی مسند پر بیٹھا کر ان کی جانشینی کا اعلان کیا گیا۔۔۔۔اور ایک مرد مجاہد کے پروردۂ آغوش کو باپ کی ذمہ داریاں سپرد کر کے میدان عمل میں اتار دیا گیا۔۔۔۔۔حضور حافظ ملت کے تمام وفاداران الجامعۃ الاشرفیہ اور مبارک پور کے تمام مخلص سنی مسلمان مطمئن ہوئے کہ ہم نے حافظ ملت کے بعد ان کے کام کو سنبھالنے کے لیے ایسے شخص کو ذمہ دار بنایا ہے جس کی رگوں میں حافظ ملت ہی کا لہو گردش کر رہا ہے۔(ماہنامہ اشرفیہ جون ۱۹۷۶)

ابتدائی تعلیم و تربیت

حضرت حافظ ملت کی تربیت بہت ہی پاکیزہ مذہبی ماحول میں ہوئی۔آپ نے قرآن مجید والد صاحب سے پڑھا اور انہوں نے ہی حفظ بھی کرایا۔اردو درجہ چہارم تک اسکول میں پڑھا۔فارسی مولوی عبدالمجید صاحب بھوجپوری سے پڑھی بعدہ پیپل سانہ میں مولوی حکیم مبارک اللہ اور حافظ حکیم نور بخش صاحبان سے فارسی کی تعلیم پائی۔

امامت اور مدرسی:

حضرت حافظ ملت کی اعلیٰ تدریسی اور قائدانہ صلاحیت کو دیکھتے ہوئے بھوجپور کے رئیس اعظم شیخ حمیدالدین صاحب نے حافظ ملت کو اپنی مسجد کا امام مقرر کر دیا اور مسجد ہی میں مدرسہ ''حفظ القرآن'' قائم کر کے اس کا مدرس بھی مقرر کر دیا۔

آپ امامت اور مدرسی کے علاوہ اپنے پڑوسیوں سے زیادہ گھر کا کام بھی کرتے تھے، روزانہ ایک قرآن پڑھتے۔آپ نے امامت اور مدرسی کے فرائض پانچ سال تک انجام دیے۔

بیقرار تمنا:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے دادا نے آپ کے عالم دین ہونے کی دعا فرمائی تھی لیکن ابھی تک اس کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ حضرت اپنی والدہ سے کہا کرتے تھے کہ تم کہتی ہو دادا نے دعا کی ہے یہ میرا بچہ عالم ہوگا، عالم تو میں ہوا نہیں۔ آخر دادا صاحب کی دعا کا ظہور ہوا۔

مراد آباد کو روانگی:

مراد آباد سے حکیم محمد شریف بھوجپور مریض دیکھنے آیا کرتے تھے اور حضرت حافظ ملت کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے ایک دن انہوں نے حضرت سے طب پڑھنے کے لیے کہا اس پر آپ نے مجبوری ظاہر کی۔

حضرت کے والد ماجد نے فرمایا کہ طب پڑھو لیکن مراد آباد رہ کر ہی پڑھو اب بھوجپور میں حضرت حافظ ملت کی جگہ پر ان کے والد صاحب امامت اور مدرسی کرنے لگے اور آپ حکیم صاحب کے پاس مراد آباد چلے گئے۔ حکیم صاحب نے گلستاں میں حضرت کا امتحان لینے کے بعد عربی میں طب پڑھنے کا مشورہ دیا اور انہوں نے آپ کو میزان شروع کرائی اور پندرہ روز میں میزان ومنشعب ختم کرادیں۔ حضرت نے یاد کر کے حکیم صاحب کو سنادیں۔ اس کے بعد نحو میر، صرف میر بھی چند روز میں ختم ہوگئیں۔ اب حکیم صاحب نے آگے پڑھانے سے انکار کردیا اس لیے کہ انہیں پڑھانے کے لیے خود مطالعہ کی ضرورت تھی۔

جامعہ نعیمیہ میں داخلہ:

چوں کہ اس بات کا شہرہ ہوگیا تھا کہ حضرت حافظ ملت عربی پڑھ رہے ہیں اس لئے آپ نے تعلیم موقوف کرنا مناسب نہیں سمجھا بلکہ ۱۳۳۹ھ میں آپ نے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ لے لیا اور تین سال تک تعلیم حاصل کی اور شرح جامی، قطبی وغیرہ تک پہنچے۔

حافظ ملت بارگاہ صدر الشریعہ میں:

جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں تعلیم کے دوران آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں ملک کے چوٹی کے علما کے علاوہ حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ بھی شرکت کے لیے تشریف لائے تھے۔ حضرت حافظ ملت نے حضور صدر الشریعہ سے حصول تعلیم کے لیے عرض کی تو فرمایا اجمیر شریف آجاؤ پڑھادوں گا۔

۱۳۴۲ھ میں آپ دار العلوم معینیہ عثمانیہ، دار الخیر اجمیر شریف کے لیے روانہ ہوئے۔

حافظ ملت فرماتے ہیں: ’’حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب علی گڑھی، حضرت مولانا شمس الدین صاحب جونپوری، جناب مولانا قاری اسد الحق صاحب اور جناب حافظ ضمیر حسین صاحب مراد آبادی اور میں پانچ طالب علم اجمیر شریف حاضر ہوئے۔

بقول حضرت صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی علی گڑھی ثم میرٹھی علیہ الرحمہ دو صاحبان یہ بھی تھے یعنی حضرت میرٹھی صاحب کے چچازاد بھائی مولوی زین العابدین اور ایک حضرت حافظ ملت کے شاگرد ناظرہ خواں اسمٰعیل۔ (بشیر القاری ملخصا)

مراد آباد سے اجمیر شریف کے سفر کا حال:

مراد آباد سے روانہ ہو کر یہ سات نفری قافلہ زیر سرپرستی جناب حافظ ضمیر حسین صاحب مراد آبادی دہلی پہونچا۔ ان دنوں دارالعلوم نعمانیہ نام کا ایک سنی مدرسہ وہاں جاری تھا جس میں حضرت مولانا سید غلام جیلانی کے استاذ گرامی حضرت مولانا وصی احمد سہسرامی صدر المدرسین تھے، اس سات نفری قافلے نے دہلی پہونچ کر وہاں شب میں قیام کیا۔ دہلی سے اجمیر شریف کے لیے صبح کو پسنجر ٹرین چلتی تھی اسی سے روانگی ہوئی۔ زاد راہ کی قلت اور افلاس کے باعث سب لوگوں پر بھوک غالب تھی۔ ٹرین جب رواڑی اسٹیشن پر جاکر رکی تو دو آنے کے چنے خریدے گئے تاکہ دوران سفر ان چنوں کے ذریعہ بھوک مٹائی جائے۔ یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ ان چنوں کے اکثر دانے خراب تھے۔ مگر اس عالم میں وہی چنے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئے۔ اور دن رات دونوں وقت کے کھانوں کی جگہ سامان تسلی بنے۔ ٹرین کو دوسری صبح اجمیر شریف پہنچنا تھا۔ دوسرے روز تقریباً دس بجے اجمیر مقدس کے اسٹیشن پر اتر کر یہ ہفت نفری قافلہ معینیہ عثمانیہ کے دار الاقامہ واقع محلہ پیر متھا پہونچا۔ پیشانیوں پر خوش بختی اور فیروز مندی کی چمک دمک، اور ارادوں میں فولادی صلابت سموئے ہوئے سلف صالحین کے یہ ورثا اپنی اپنی مختصر پوٹلیاں سنبھالے، سفر کی صعوبتوں کو شکست دیتے ہوئے شدید بھوک کے باوجود بغیر کسی کمزوری اور اضمحلال کا اظہار کیے اپنی منزل کی جانب بڑھتے رہے۔ اب جب کہ یہ سب لوگ مراد آباد سے چل کر اجمیر مقدس پہنچے تو سب سے اہم مرحلہ دار العلوم میں داخلے کا تھا۔ اس کے بعد ہی لائبریری سے کتابوں کا حصول اور کھانے پینے کا انتظام متوقع تھا۔

ایک ملاقاتی کے کمرے میں سب نے اپنا سامان رکھا، استنجا وغیرہ سے فارغ ہوئے تو بھوک چمک گئی، حجرہ کے باہر ایک بلند طاق میں مطبخ کی بچی ہوئی خشک روٹیوں سے بھری ہوئی ایک چھوٹی سی ٹوکری سامنے آئی۔ جس سے سب لوگوں نے کام ودہن کی آسودگی حاصل کی اور خدا کا شکر ادا کیا۔ داخلہ حاصل کرنے کے بعد کتابیں لائبریری سے مل گئیں۔ مگر خورد ونوش کا انتظام دو ماہ بعد مجلس شوریٰ کی میٹنگ کے بعد ہوا۔ دار العلوم کی مجلس شوریٰ نے تمام لوگوں کے لیے خوراک اور ایک ایک روپیہ ماہانہ وظیفہ کی منظوری دی۔

مراد آباد سے براہ دہلی اجمیر شریف کے سفر میں صرف دو آنے کے بھنے ہوئے چنے کا زاد سفر رکھنے والے اس ہفت نفری قافلے نے اجمیر مقدس کی سرزمین پر مجلس شوریٰ کے فیصلہ تک دو ماہ کا زمانہ جس صعوبت اور صبر وتوکل کے ساتھ گزارا وہ بھی ان علمائے سلف کی حیات ہی کا ایک باب لگتا ہے جنہوں نے درختوں کے پتے کھا کر، ناکارہ سبزیوں پر وقت

گزار کر اور کبھی بھوکے رہ کر حصول علم کے میدان میں شہ سواری کی تھی۔ حضور حافظ ملت اور ہمارے ماضی قریب کے ان بزرگوں نے دور قدیم کے ان ثابت قدم اسلاف کرام کے طریقے کی پیروی کی تو آج علم وفضل کے نیر تاباں کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔

انتظار کا وہ دو ماہ کا زمانہ ان بزرگوں نے اس طرح گزارا کہ ایک بنگالی طالب علم سے دس روپے قرض لے کر آٹے کا انتظام کیا اور ایک بھٹیارے سے یہ طے کیا کہ دارالعلوم جاتے وقت ہم لوگ آٹا تجھے دیتے جائیں گے تم ہمارے لیے واپسی کے وقت تک روٹیاں سینک دینا اس طرح روٹیاں لے کر دارالاقامہ پہونچتے، صرف نمک اور مرچ دارالاقامہ کے صحن میں پڑی ہوئی ایک بڑی سِل پر پیس کر چٹنی تیار کرتے اور پھر وہیں حلقہ باندھ کر روٹی سے کھالیتے اور نہایت ذوق وشوق سے اپنی تعلیم میں منہمک ہو جاتے۔

حافظ ملت کے شرکائے درس:

بقول حضرت صدرالعلماء مولانا سید غلام جیلانی علی گڈھی ثم میرٹھی علیہ الرحمہ خود ان کے علاوہ مندرجہ ذیل دس حضرات ان کے شرکائے اسباق میں تھے۔

(۱) حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب دھام نگری (۲) حضرت امین شریعت مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب بھوانی پوری (۳) حضرت شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین صاحب جون پوری (۴) حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز مرادآبادی (۵) فخر الاماثل حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگل پوری (۶) رئیس الاذکیاء حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب گھوسوی (۷) حضرت رئیس الاتقیاء مولانا سردار احمد صاحب گورداسپوری (۸) محسن العلما حضرت مولانا محمد محسن صاحب بھیمڑی (۹) راس المقررین حضرت مولانا صدیق اللہ صاحب رنگین بنارسی (۱۰) رئیس القراء حضرت مولانا اسدالحق صاحب۔

عام طور سے تذکرہ نویسوں نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ یا حضرت صدرالعلماء علیہ الرحمہ کے شرکائے اسباق میں نمبر (۱) تا نمبر (۷) ہی حضرات کو شامل رکھا ہے۔

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے بانی:

حضرت مولانا معین الدین نے ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء میں مدرسہ معین الدین کے نام سے ایک عربی مدرسہ اجمیر شریف میں قائم کیا جو بعد میں "جامعہ معینیہ عثمانیہ" کہلایا۔

حضرت مولانا معین الدین اجمیری ۲۵/صفر ۱۲۹۹ھ/۱۸/دسمبر ۱۸۸۱ء کو پیدا ہوئے۔ والدین نومسلم راجپوت تھے مگر حرارت ایمانی سے معمور۔ مولانا اجمیری نے اساتذۂ وقت۔ مولانا برکات احمد ٹونکی اور مولانا لطف اللہ علی گڈھی سے کسب فیض کیا۔ طب بھی پڑھی۔ آپ کا سلسلہ طبابت شیخ بوعلی سینا تک منتہی ہوتا ہے۔

آپ ہی نے ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء میں ایک اور مدرسہ بنام دارالعلوم حنیفہ اجمیر شریف ہی میں قائم کیا اور ایک عرصہ

درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ سندھ کے مشہور فاضل علامہ محمد ہاشم سرہندی مجددی علیہ الرحمہ اور علامہ مفتی محمد محمود الوری آپ ہی کے تلامذہ میں ہیں۔

علامہ اجمیری نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں بھی حصہ لیا۔ ۱۹۲۱ء میں انہوں نے فوج اور پولیس کی ملازمت کو حرام قرار دیا اور اس پاداش میں قید و بند کی صعوبت اٹھائی۔ جمعیۃ العلماء ہند میں شامل رہے مگر بعد میں الگ ہوگئے۔ آپ کا سیاسی مطمح نظر جمعیۃ سے مختلف تھا۔ ۱۹۲۰ء تک جمعیۃ العلماء ہند میں مختلف مسلک کے علماء شریک رہے مگر بعد میں یہ جمعیۃ خالص دیوبندی مسلک کی ترجمان ہوگئی۔ علامہ اجمیری نے ۱۰؍محرم ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء کو وصال فرمایا۔ (معین الدین اجمیری، معین المنطق مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء) (تقدیم از محمود احمد برکاتی)

دارالخیر اجمیر شریف میں حافظ ملت کے شب و روز:

صاحبزادۂ حضرت صدرالشریعہ علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب قبلہ ازہری رقمطراز ہیں:

’’حافظ صاحب (حافظ ملت) اور ان کے ساتھ چند اور دوست جب مراد آباد سے اجمیر شریف آئے تو وہ میرا ابتدائی زمانۂ تعلیم تھا۔ ہم لوگ والد صاحب کے ساتھ ’’دھان منڈی‘‘ کے دارالاقامہ میں اس زمانہ میں سکونت اختیار کیے ہوئے تھے۔ اس کے بعد یہ بورڈنگ ہاؤس وہاں سے منتقل ہوکر درگاہ بازار آگیا۔ اس بورڈنگ ہاؤس کے سامنے ایک بڑی مسجد تھی جو غالباً ’’گھاس کٹلہ‘‘ کی مسجد کہلاتی تھی۔ حافظ صاحب وہاں امامت پر مقرر ہوگئے تھے اور جب تک اجمیر شریف میں رہے وہیں اقامت پذیر رہے۔ حضرت قبلہ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے یہاں حاضری اکثر دیا کرتے اور والد صاحب کے گھریلو تمام کام بازار سے کپڑا لانا اور تھوک سامان وغیرہ لانا یہ سب حافظ صاحب کے سپرد تھا اور وہ ان کاموں کے بہت ماہر تھے۔ گندم خریدنا اور پسوانا اور پھر پسا ہوا آٹا گھر پہنچانا یہ سب کام بڑی محنت سے کیا کرتے تھے اور تعلیم ومطالعہ میں زیادہ وقت صرف کیا کرتے تھے‘‘۔ (حافظ ملت نمبر ص ۸۴)

حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

’’اس کے بعد حضرت نے استعفا دیا تو حافظ صاحب مولانا رفاقت حسین صاحب، مولانا غلام جیلانی صاحب، مولانا شمس الدین صاحب، مولانا غلام یزدانی صاحب اور دیگر حضرات اپنی کتابوں کے پڑھنے کے لیے گھر پر ہی آیا کرتے تھے اور پھر حدیث شریف کی تکمیل وہیں ہوئی لیکن اختلاف کی وجہ سے دستار بندی کی رسم ادا نہ ہوسکی‘‘ (ایضاً ص ۸۴)

تلامذۂ صدرالشریعہ کا سالانہ امتحان اور معائنہ رپورٹ:

حضور حافظ ملت اور ان کے رفقائے درس ہندوستان بھر کے طلبہ میں بے مثل و بے مثال تھے۔ دارالخیر اجمیر شریف میں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے مہتمم ومتولی جناب مولوی نثار احمد نے آخری سال (۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء) طلبہ کے امتحان کے لیے حضرت علامہ فضل حق رامپوری، علامہ معین الدین اجمیری، صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، علامہ سید سلیمان اشرف صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جیسے افاضل کو دعوت دی۔ حضرت علامہ فضل حق رام پوری نے

درس نظامی کی منتہی کتاب امور عامہ کا امتحان لیا اور پھر فرمایا ''اب میں آپ لوگوں کی کسی کتاب کا امتحان نہیں لوں گا'' اس ایک ہی کتاب سے آپ لوگوں کی تمام کتابوں کا امتحان ہوگیا۔

نیز فرمایا: ''جیسے طلبہ یہاں موجود ہیں پورے ہندوستان کے مدارس میں ایسے طلبہ موجود نہیں''

حضرت علامہ ازہری قبلہ کے بقول ''اس کے بعد ۱۹۳۲ء /۱۳۵۱ھ کے آخر میں اجمیر شریف سے والد صاحب قبلہ بریلی آگئے اور بریلی شریف میں ۱۹۳۲ء تک آپ نے قدیم وجدید اور دیگر نایاب کتابیں حضرت قبلہ والد صاحب سے پڑھیں'' (حافظ ملت نمبر ص ۸۴)

دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف:

جب حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اجمیر شریف سے بریلی شریف آگئے تو ان کے ہمراہ حضور حافظ ملت، امین شریعت حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب، شمس العلماء حضرت مولانا شمس الدین صاحب، صدر العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب وغیرہ کئی منتہی طلبہ (ایک روایت کے مطابق ۴۰ منتہی طلبہ) بھی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہمراہ بریلی شریف آگئے۔

منظر اسلام سے دستار بندی:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی دستار بندی دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں ہوئی۔

فہرست اساتذۂ حافظ ملت

بھوجپور کے ابتدائی اساتذہ:

(۱) حضور حافظ ملت کے والد ماجد حضرت حافظ محمد غلام نور صاحب

(۲) مولوی عبد المجید صاحب بھوجپوری

پیپل سانہ کے اساتذہ:

(۳) مولوی حکیم مبارک اللہ صاحب (۴) حافظ حکیم نور بخش صاحب

مرادآبادی استاذ:

(۵) حکیم محمد شریف صاحب

اساتذۂ جامعہ نعیمیہ مرادآباد:

(۶) حضرت مولانا عبد العزیز خانصاحب فتح پوری

(۷) حضرت مولانا اجمل شاہ صاحب سنبھلی

(۸) حضرت مولانا وصی احمد صاحب سہسرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

اساتذۂ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ، اجمیر شریف

(۹) حضرت صدرالشریعہ علامہ مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی

(۱۰) حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب

(۱۱) حضرت مولانا عبدالحی صاحب افغانی

(۱۲) حضرت مولانا سید امیر صاحب پنجابی

(۱۳) حضرت مولانا حافظ سید حامد حسین صاحب اجمیری قدست اسرارہم (حافظ ملت نمبر ص ۶۹، ۷۰)

یوں تو ہر طالب علم کے ابتدا تا انتہا متعدد اساتذہ ہوتے ہیں لیکن ان میں ایک کوئی خاص استاذ ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اصل استاذ اور ان کے استاذ معظم حضرت صدرالشریعہ علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں اور حضرت حافظ ملت کے اساتذہ کا سلسلہ حضور صدرالشریعہ کے واسطے سے اس طرح ہے۔

حضرت علامہ عبدالمصطفےٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول:

''ان کا سلسلۂ تلمذ تین واسطوں سے حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ	ولادت ۱۳۱۴ھ	وصال ۱۳۹۶ھ
حضور صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ	ولادت ۱۲۹۶ھ	وصال ۱۳۶۷ھ
حضرت علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری	ولادت ۱۲۵۳ھ	وصال ۱۳۱۹ھ
شہید حریت حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی	ولادت ۱۲۱۲ھ	وصال ۱۲۷۸ھ
حضور سیدنا الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	ولادت ۱۱۵۹ھ	وصال ۱۲۳۹ھ

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ تک ہر ایک ذات اپنے اپنے عصر میں تدریس وتبلیغ میں یکتائے روزگار تھی۔ مگر حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے اساتذہ گرامی کی عظیم استعدادوں کا خلاصہ اور حاصل تھے۔ پروردگار عالم نے ان کی ذات کو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے علم حدیث اور اتباع سنت، علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے جذبۂ جہاد واعلائے کلمۃ الحق علامہ ہدایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے انداز تدریس وتفہیم اور صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے تفقہ وایثار کا مظہر اتم بنایا تھا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ حضور صدرالشریعہ کے واسطے سے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عشق رسول ان کی رگ وپے میں سمایا ہوا تھا۔ بلکہ وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور درد ملت کی مجسم تصویر تھے۔ (حافظ ملت نمبر ص ۳۴۶)

اجمیر شریف میں تبلیغی مساعی:

حافظ ملت علیہ الرحمہ دور طالب علمی میں ہی اپنے ہمدرس طلبہ کے ہمراہ اشاعت دین اور تبلیغ اہل سنت کے لیے اجمیر مقدس کے اطراف میں جایا کرتے تھے۔ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی مردم ساز شخصیت اپنے طلبہ کو علوم متداولہ عقلیہ

وتقلیہ میں کمال بخشنے کے ساتھ ساتھ ان میں عملی بیداری کی روح بھی پھونک دیتی تھی۔ اور ان کی درسگاہ سے فارغ ہوتے وقت ان کے تلامذہ نہ صرف ایک عالم دین اور متشرع با کباز مثالی انسان ہوتے تھے بلکہ ان میں اسلام اور سنیت کو فروغ بخشنے کا بیحد جذبہ بھی ہوتا تھا۔ حافظ ملت اور طلبہ کے ساتھ مل کر عرس مبارک کے موقع پر مہمان علما و مشائخ کی خدمت کرتے تھے۔ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے زمانہ تدریس میں اجمیر مقدس جامعہ معینیہ عثمانیہ کے طلبہ نے اپنی ایک انجمن بنائی تھی جس کا نام انجمن معینیہ حسینیہ تھا۔ ابتداءً اس کے صدر سید حسین علی رضوی وکیل جاورہ، درگاہ مقدس کے کلید بردار تھے۔ اس انجمن کے زیر اہتمام فرصت کے دنوں میں طلبہ اجمیر شہر کی مساجد اور نواحی دیہات میں تبلیغ کے لیے بھیجے جاتے تھے۔

ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور میں انجمن کے چند ممبران کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

''مولانا محمد سلیمان بھاگل پوری، مولانا حافظ عبدالعزیز مبارک پوری، مولانا محمد سردار احمد، مولانا رفاقت حسین، مولانا محی الدین، مولانا غلام معین الدین، مولانا شاہ صدیق اللہ اور مولانا محمد محسن شافعی، مولانا غلام جیلانی میرٹھی، مولانا سید آل مصطفےٰ، مولانا محمد یونس، مولانا محمد ادریس، مولانا ابوتراب، مولانا غلام حیدر، مولانا خدا بخش، مولانا افضل الدین، مولانا محمد خلیل، مولانا غلام یزدانی، مولانا خدابخش، مولانا نظام الدین، مولانا ابوالوفا، مولانا محمد یٰسین، مولانا عبدالقادر، مولانا محمد فیض اللہ، مولانا محمد صدیق، مولانا محمد حامد، مولانا عبدالرشید، مولانا فخرالدین، مولانا سلیم الدین احمد، مولانا قمرالدین، مولانا عبدالمتین، مولانا محمد فاروق، مولانا محمد ایوب بہاری۔ (ہفت روزہ محبوب حق لائل پور ۳ رجنوری ۱۹۶۴ء ص ۳)

علما کی زیارت:

حافظ ملت کو صدرالشریعہ کی رفاقت میں مقتدر علماء کرام کی زیارت کرنے کا موقع ملتا۔ حضرت اجمیر شریف میں حضرت دیوان سید آل رسول سجادہ نشین کے پاس تشریف لے جاتے اور وہاں علمی باتیں ہوتیں حافظ ملت اس سے استفادہ فرماتے۔ اس طرح سید علی حسین وکیل جاورہ کی بیٹھک میں بھی کبھی کبھی علمی مذاکرہ ہوتا جہاں حافظ ملت اور ان کے بعض ساتھیوں کو شرکت کا موقع ملتا۔ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ تعطیل کے ایام میں کبھی نصیر آباد اس زمانے کے عظیم ولی اللہ حضرت مولانا سید عبدالشکور قادری کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تو حافظ ملت اور دیگر طلبہ بھی حضرت کے ہمراہ جایا کرتے تھے۔

مخدومہ ملت کا وصال:

حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ۔ مخدومۂ ملت رحمۃ اللہ علیہا کا وصال پاک ۱۷ ربیع الآخر ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۴ رستمبر ۱۹۹۴ء بروز ہفتہ صبح قریب ساڑھے سات بجے بھوجپور میں ہوا۔

۲۵ رستمبر ۱۹۹۴ء کو آپ کی نماز جنازہ حضرت حافظ ملت کے بھائی حضرت مولانا حکیم عبدالغفور صاحب نے پڑھائی اور محلّہ کی مسجد فتح پوری کے احاطہ میں مدفون ہوئیں۔

حضرت مخدومۂ ملت انتہائی نیک طینت، بلند اخلاق اور عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ آپ اورادو وظائف کی بھی پابند تھیں۔ برسوں سے آپ کی نماز تہجد نہیں چھوٹی تھی۔

بیعت وخلافت:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سلسلۂ قادریہ معمریہ میں داخل ہونے کا اپنا واقعہ اس طرح بیان فرمایا کرتے تھے۔

''حضرت شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں علیہ الرحمہ ہمارے زمانۂ طالب علمی میں اجمیر شریف پہونچے۔ ان کے پاس سلسلۂ معمریہ تھا جس میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک صرف چار واسطے ہیں۔ ہم چالیس رفقائے درس ایک ساتھ اس سلسلے میں داخل ہو گئے اور سلسلۂ چشتیہ اشرفیہ میں طالب ہوئے۔ بعد میں جب مبارک پور آیا اور یہاں حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی تشریف آوری ہوئی تو مجھے خلافت بھی دے دی۔ میں نے عرض کیا حضور! میں تو اس کا اہل نہیں۔ فرمایا: ''داد حق را قابلیت شرط نیست'' (انوار حافظ ملت نمبر ص ۱۶)

حضرت صدرالشریعہ سے اجازت وخلافت:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کو صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، حضرت علامہ مفتی حکیم محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلافت واجازت تھی اس طرح آپ اشرفیت اور رضویت کے سنگم بن گئے تھے۔

حضرت مخدوم سمنانی کا فیض:

حضرت مولانا محمد احمد مصباحی بیان فرماتے ہیں:

''غالباً ۹۲ھ کی بات ہے قصبہ کچھوچھہ شریف کے کچھ لوگوں نے حافظ ملت کو ایک اجلاس کی دعوت دی۔ حضرت نے دعوت منظور فرمالی اور کچھوچھہ شریف میں جلسہ کا اعلان ہوگیا۔ پھر کسی وجہ سے جلسہ منسوخ ہوگیا۔ منتظمین نے مبارک پور، منسوخیِ اجلاس کا ٹیلی گرام کیا۔ مگر حافظ ملت سفر پر تھے۔ اور سفر سے واپسی میں براہ راست کچھوچھہ شریف پہنچ گئے چونکہ منتظمین جلسہ کچھ اونچے لوگوں کے دباؤ میں تھے۔ تیار نہ ہوئے بسکھاری میں حضرت مولانا سید ظفرالدین اشرف صاحب سجادہ نشین ومتولی آستانہ مخدوم سمنانی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو وہ حضرت کو اپنے گھر لے گئے۔ اور دوسرے دن کچھوچھہ شریف میں خاص آستانہ مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ پر حافظ ملت کی تقریر کرائی۔

اور بعد تقریر ایک صالح مرد (جو آستانۂ پاک کی مسجد میں معتکف تھے) حضرت کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اس کے بعد حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کا فیض کچھ اس طرح جاری ہوا کہ حافظ ملت جہاں پہونچتے بکثرت حضرات داخل سلسلہ ہونے کے لیے ٹوٹ پڑتے۔ اور آستانہ کے زینے پر (اس روز) تو بیک وقت سینکڑوں کی تعداد میں لوگ بیعت ہوئے۔

حضور حافظ ملت بیان فرمایا کرتے تھے کہ

''جس وقت میں بارگاہ سمنانی میں حاضر ہوا اس وقت سے اتنا روحانی فیض پہنچا اور پہنچ رہا ہے جس کو بیان نہیں کرسکتا''۔ (حافظ ملت نمبر ص ۵۲۵)

حافظ ملت۔ اشرفیت ورضویت کے حسین سنگم کا نام ہے۔ حافظ ملت۔ اشرفی چاند، رضوی اجالا کا نام ہے۔ حافظ

ملت۔ اشرفی پھول۔ رضوی مہک کا نام۔

آپ کو اشرفی اور رضوی دونوں بارگاہوں سے فیض حاصل تھا۔

حافظ ملت ایک سعادت مند شاگرد

حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنے ابتدائی اساتذہ سے لے کر آخری اساتذہ تک سبھی کا شایان شان ادب واحترام کرتے تھے اور اپنے تلامذہ کو بھی استاذ کے ادب کی تلقین فرماتے تھے۔

(۱) مولانا محمد اسلم صاحب مصباحی رقمطراز ہیں:

''حضرت مولانا نجل ہدیٰ صاحب گیاوی نے جامعہ مسعود العلوم بہرائچ شریف میں ایک بار بیان فرمایا کہ صاحبزادہ گرامی مرتبت مولانا عبدالحفیظ صاحب کو ابتدائی درجوں کی کچھ کتابیں پڑھاتا رہا۔ انہیں ایام میں ایک بار عزیز ملت قبلہ حضرت کے پاس تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی درمیان میں حاضر بارگاہ ہوا تو ارشاد فرمایا: عبدالحفیظ یہ تمہارے استاذ ہیں استاذ کا ادب ضروری ہے''۔ (معارف حافظ ملت ص۴۷)

(۲) مخدوم زادے کا ادب واحترام:

حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب اپنے ابتدائی دور میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ بلرام پور کے ایک جلسہ میں تشریف لے گئے، وقت واپسی سے پہلے حافظ محمد حنیف صاحب نے ٹکٹ ایک منگائیں یا دو کا تردد دور کرنے کے لیے حضور حافظ ملت سے عرض کیا: حضور! مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب ساتھ جائیں گے تو ارشاد فرمایا: حافظ جی! آپ نے کیا کہدیا: مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب میرے مخدوم زادے ہیں۔ میں ان کے ساتھ جاؤں گا، وہ میرے ساتھ نہیں جائیں گے''۔ (معارف حافظ ملت ص۴۷،۴۳)

کتابوں کا ادب:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کتاب کے ادب کی بھی تلقین فرمایا کرتے تھے:

آپ قیام گاہ پر ہوتے یا درس گاہ میں کبھی کوئی کتاب لیٹ کر یا ٹیک لگا کر نہیں دیکھتے بلکہ تکیہ یا ڈیسک پر کتاب رکھ کر دیکھتے اور پڑھاتے، قیام گاہ سے مدرسہ یا مدرسہ سے قیام گاہ کبھی کتاب لے کر آنا جانا ہوتا تو کتاب داہنے ہاتھ میں لے کر سینے سے لگا لیتے۔ کبھی کسی طالب علم کو ہاتھ میں کتاب لٹکا کر چلتے دیکھتے تو فرماتے: کتاب جب سینے سے لگائی جائے گی تو کتاب سینے میں اترے گی اور جب کتاب کو سینے سے دور کیا جائے گا تو کتاب سینے سے دور ہوگی۔ (ایضاً ص۴۷)

دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ گولا بازار میں شام چار بجے چھٹی کے بعد حضرت شہزادے حافظ عبدالقادر بھائی کے ساتھ ،راقم الحروف اور پرانے مدرسہ میں قیام کرنے والے کئی طلبہ سیڑھی کے پاس حضرت کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت تشریف لائے۔ سب لوگ چل پڑے۔ یک بیک حضرت کی نگاہ عبدالقادر بھائی پر پڑی۔ فرمایا: آگے آگے چلو۔ وہ جھجکے۔ فرمایا آپ کے پاس قرآن شریف ہے۔ اس لئے آگے چلنے کو کہہ رہا ہوں۔

حضور صدرالشریعہ اور حافظ ملت

حافظ ملت علیہ الرحمہ کو حضرت صدرالشریعہ مولانا حکیم امجد علی صاحب علیہ الرحمہ سے استاذ اور مربی ہونے کے ناطے نہایت درجہ محبت اور شیفتگی تھی اس لیے کہ انہیں کی نگاہ کرم نے انہیں خزف سے کیمیا بنایا تھا۔ حضرت صدرالشریعہ نے حافظ ملت کو علم وفضل سے بھی نوازا تھا اور ان پر اپنے کردار واعمال کا پورا پورا پرتو بھی ڈالا تھا۔ اس طرح حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ علم وعمل میں ثانی صدرالشریعہ بن گئے تھے استاذ گرامی سے آپ کی والہانہ عقیدت ومحبت کا اظہار قدم قدم پر ہوتا تھا۔ ایک بار خود فرمانے لگے کہ جب میں اجمیر شریف میں طالب علم تھا تو حضرت صدرالشریعہ عصر کی نماز کے بعد مجھے اور مولانا سردار احمد صاحب کو ایک کتاب (غالباً قطبی) کا درس دیتے تھے ہم لوگ حضرت کی درسگاہ سے نکل کر جب باہر ہونے لگتے تو ہم میں کا ہر ایک صدرالشریعہ کے نعلین درست کرنے میں سبقت کرتا حتی کہ کبھی کبھی ہم لوگ ایک دوسرے سے لڑ پڑتے چنانچہ کچھ روز بعد آپس میں یہ طے پایا کہ ہم دونوں ایک ایک پاؤں کا جوتا سیدھا کر دیا کریں تا کہ دونوں برابر فیض اٹھائیں اور کوئی محروم نہ رہے یہ وارفتگی شعور کی پختگی علم کی کاملیت کے ساتھ ہی پختہ ہوتی گئی۔ اپنے مکتوبات میں اکثر یہ القاب استعمال فرماتے۔ ''سیدی ومولائی، مرشدی وملجائی دامت معالیھم'' پتہ اس طرح تحریر فرماتے۔

''بشرف ملاحظہ، اقدس حضرت عظیم البرکت، مولائے نعمت، عالی جناب معلیٰ القاب حضرت صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب قبلہ زید فیضانہ'' اور بالاستقلال خط کے تمام پر اپنے نام سے پہلے کفش بردار کا لفظ تحریر فرماتے جو صرف کاغذی نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے اس غایت محبت کا یہ اثر تھا کہ حافظ ملت صدرالشریعہ کے متعلقین اور عزیزوں پر بھی اپنی جان چھڑکتے اور ان کی خوشنودی تلاش کرتے تھے۔ حضرت صدرالشریعہ کے پوتے مولوی قمرالہدیٰ صاحب کی تعلیم اور خورد ونوش کے انتظام سے متعلق ایک خط میں لکھتے ہیں:

خارج وقت میں ان کو لکھنے کی مشق بھی جلد ہی شروع کرادوں گا۔ ان کا خورد ونوش میرے ساتھ ہے اور میں حضور ہی کا کھاتا ہوں اس لیے حضور اس کا قطعاً خیال نہ فرمائیں۔ حضور کی دعا کافی ہے۔ (محررہ ۲/ صفر ۱۳۶۹ھ از مبارک پور)

مقبول عوام مقولہ ''تالی دونوں ہاتھ سے بجتی ہے'' کے بمصداق حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ بھی حافظ ملت پر بے حد شفیق اور باپ سے زیادہ مہربان تھے ان کے دل میں بھی اپنے اس ہونہار شاگرد کے لیے بیحد وقعت اور محبت تھی اور کامل وثوق تھا کہ حافظ ملت سے ملک میں میرے علوم کو فروغ ہوگا اسی اعتماد کا نتیجہ تھا کہ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے مولوی عطاء المصطفیٰ صاحب اور قاری رضاء المصطفیٰ صاحب سے لے کر بعد کے تقریباً تمام فرزندان گرامی اور پوتوں کو حافظ ملت کی سرپرستی میں دے دیا اور لائق شاگرد نے اپنے باوقار استاذ کی عطا کی ہوئی علمی امانت اس کے وارثین تک پہونچانے میں ذرہ برابر کسر نہ اٹھا رکھی۔ محدث کبیر مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ حضور صدرالشریعہ کے کرم سے مجھے علم کا جو کچھ حصہ مرحمت ہوا تھا وہ سب میں نے مولوی ضیاء المصطفیٰ کو دے دیا۔ حضرت حافظ ملت اپنے ان مخدوم زادوں کے ساتھ بے حد محبت کا برتاؤ کرتے تھے اور ان کی دل جوئی کے لیے بھرپور شفقت فرماتے تھے۔ چنانچہ

حضرت صدرالشریعہ کے لیے حسب دستورکوئی مطلوبہ دوا ارسال فرمائی حضرت نے دوا کی قیمت اور روانگی کی لاگت دریافت فرمائی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

''پارسل پر ٹکٹ ۱۱/ر کا لگا تھا اور ۱۲/ر کی دوا تھی پیسہ میرے پیارے بھائی حافظ رضاء المصطفیٰ سلمہ (حضرت صدرالشریعہ کے صاحبزادے جو اس وقت کراچی جامع مسجد کے خطیب ہیں) کو دیے جائیں ۔امید کہ اس گذارش کو قبول فرمائیں گے ۔(مکتوب)

مگر تعلیمی سلسلہ میں ہمیشہ پابندی وقت کے ساتھ پڑھنے ہی پر متوجہ رکھتے تھے ایسا نہیں کہ غایت درجہ شفقت ومحبت تعلیم کے راستہ میں کسی طرح حائل اور حارج ہو سکے بلکہ معلمانہ اصولوں کی پابندی فرماتے ہوئے موقع بموقع تنبیہ کو بھی لازمی قرار دیتے تھے حضور حافظ ملت اپنے اوقات کے بیحد پابند اس کی قیمت آشنا تھے اس لیے فضول وقت گزاری اور تضییع اوقات کو سم قاتل تصور فرماتے تھے ۔ رخصت کے لیے گھوسی سے بھیجی ہوئی قاری رضاء المصطفیٰ صاحب کی درخواست کا جواب دیتے ہوئے انہیں لکھتے ہیں۔

''ضروری کاموں کی فراغت تک رخصت منظور ہے مگر جلد فارغ ہونے اور جلد پہونچنے کی کوشش کریں اب آپ کو بڑی جدوجہد سے تکمیل کرنی ہے وقت کی قدر کرنا اور اس کو غنیمت جاننا آپ کا فرض ہے ۔ (محررہ ۱۱/ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ)

اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں کہ مبارک پور کی سرزمین پر اشرفیہ جیسا علمی مرکز بنانے میں حضرت صدالشریعہ علیہ الرحمہ کی کامل توجہ شامل حال تھی آپ حافظ ملت کو اپنا نائب مطلق تصور فرماتے تھے اس لیے اس وادئ پر خار میں علوم و عرفان کی چمن بندی کے لیے انہیں منتخب کیا اور روانہ فرمادیا۔ مبارک پور روانہ کرتے وقت فرمایا تھا کہ'' حافظ صاحب میں آپ کو اکھاڑے میں بھیج رہا ہوں'' اس پر حافظ ملت نے عرض کیا حضور اکھاڑے میں اترنے کے لیے کچھ داؤ پیچ بھی بتائیے ۔ارشاد ہوا خدا آپ کا حافظ وناصر ہے۔

خدا کا نام لے کر حافظ ملت نے مبارک پور میں قدم رکھا اور اس اکھاڑہ سے کامیاب وکامراں گزرے ۔اشرفیہ کے پر پیچ حالات میں وہ حضرت صدرالشریعہ سے ہمیشہ مشورہ فرماتے رہے اور اشرفیہ کے لیے تگ وتاز میں انتظام وانصرام سے لے کر تعلیم وتعلم تک ہر معاملہ میں ان کی رائے گرامی بہر حال حاصل کرتے ۔ انتظامیہ کے دانشمند لوگ بھی حضرت صدرالشریعہ کے مشوروں کو ہمیشہ مقدم رکھتے تھے ۔ حافظ ملت کا تو یہ حال تھا کہ ان کی مرضی ہی سے ہر کام کرتے تھے اس کے خلاف کچھ بھی نہیں ۔حضرت مولانا شمس الحق صاحب مدرس اشرفیہ کو ناگپور سے تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت ممدوح مدظلہ میرے مالک ہیں ان کے حکم کے خلاف میں کہیں بھی نہیں رہ سکتا''

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو اس بات کا پورا پورا احساس تھا کہ ہمارے ضلع میں اسلام وسنیت کے کام کی سخت ضرورت ہے اور مبارک پور کی سرزمین اس کے لیے ایک مناسب مقام ہے چنانچہ ۱۳۵۲ھ میں حافظ ملت کی آمد کے بعد یک بیک ماحول کی کایا پلٹی اور قوم نے بیداری کی کروٹ کے بعد تعمیری کاموں کی جانب توجہ کی حافظ ملت کی روشن

خدمات نے مبارک پور اور ضلع کی پوری توجہ اپنی طرف مبذول کرالی تھی اور تعلیمی نظام شہرت پذیر ہو چکا تھا اس لیے ادارہ کے انتظامی امور کی درستگی بھی ضروری تھی مگر ایک مدرس کو کسی ادارہ کے انتظامی امور میں بھی دخیل بنالیا جائے اور اس کے تجربات وعلمی گہرائی سے اس راہ کو بھی آسان کرلیا جائے مبارک پور کے لوگ اس پر عامل نہ ہو سکے حالانکہ عامۃ الناس کی ادارہ سے وابستگی اور آمدنی کے سارے ذرائع حافظ ملت کی شخصیت سے وابستہ تھے مگر انہوں نے کبھی از خود یہ پسند نہ فرمایا کہ انتظامیہ میں کسی طرح دخل اندازی کی جائے مگر جب حالات بد سے بدتر ہوتے جائیں اور کسی کی شبانہ روز مساعی کا خرمن آنکھوں کے سامنے تاراج ہو رہا ہو تو وہ اسے کس طرح گوارہ کرسکتا ہے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ پہ بھی ایسے ہی حالات آئے۔اشرفیہ کے لیے دن رات مشقتیں اٹھانے والوں کو چار چار ماہ تک تنخواہیں نہ مل سکیں۔صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے نام لکھتے ہیں:

''مدرسہ کی انتظامی حالت ابھی اسی رفتار پر ہے آج چوتھے مہینے کی چار تاریخ ہوگئی لیکن تنخواہ تقسیم نہیں ہوئی سفارت کی آمدنی بھی سال گذشتہ کے برابر ہوئی۔مگر اس کے باوجود ان لوگوں کی پیشانیاں شکن آلود نہ ہوئیں بلکہ نہایت ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ لگے رہے اور ان تمام پریشانیوں کے ہوتے ہوئے اپنے فرائض میں کوئی کوتاہی نہ کرتے ایک دوسرے مکتوب میں ہے:

''غلام نہایت خاموشی سے مدرسہ کا کام کرتا ہے اور اسی طرح ارشاد عالی کے مطابق جب تک منظور رب ہے خدمت کرتا رہے گا حضور سے التجا ہے کہ اس ناکارہ غلام کے لیے دعاے خیر فرمائیں''۔(حافظ ملت نمبر ص۲۵۲،۲۵۳،۲۵۴)

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ ایک خط میں اشرفیہ کی بدنظمی اور قصبہ کے لوگوں کی بددلی کی بابت اطلاع دیتے ہیں۔ حضرت صدرالشریعہ نے حضرت حافظ ملت کو حالات کی ناسازگاری کے باوجود مبارک پور سے الگ نہ ہونے دیا اور پامردی سے حالات کا مقابلہ کرنے کی تاکید فرماتے رہے جس کے نتیجے میں مبارک پور اور اشرفیہ کے حالات میں پھر انقلاب آیا اور ادارہ ترقی کی منزلیں طے کرنے لگا۔

صدرالشریعہ کی دعائیں اور حافظ ملت کی محنت رنگ لائیں۔حضرت اپنے مربی ومحسن اور استاذ معظم صدرالشریعہ کو اس کی بھی اطلاع دیتے ہیں اور خط میں لکھتے ہیں کہ مدرسہ کا تعمیری چندہ جمع کیا جارہا ہے۔(ایضاص ۲۵۵)

دارالعلوم کی شکل اختیار کرنے کے بعد اشرفیہ کے اخراجات بڑھنے لگے لہذا حضور حافظ ملت کو ایسے ذرائع کی تلاش ہوئی جن سے پورا عملہ بحسن وخوبی اپنا کام انجام دے سکے۔اس سلسلے میں جب حافظ ملت نے صدرالشریعہ کی بارگاہ میں عریضہ پیش کیا تو حضرت صدرالشریعہ نے حضرت کے اس مکتوب کے جواب میں غالباً باہر کے تمام مدرسین کے علاوہ حافظ ملت کو کچھ اہم مقامات پر چندہ کی وصولی کے لیے جانے کا اشارہ فرمایا۔

جب حضرت حافظ ملت ۱۳۶۱ھ میں جامعہ عربیہ ناگپور چلے گئے تو اشرفیہ انتشار وبدحالی کا شکار ہوگیا۔

صدرالشریعہ کو حافظ ملت کا اشرفیہ کے سوا کہیں اور جانا گوارانہ ہوا خود مبارک پور کے باہوش مسلمان بھی خط وکتابت اور دیگر ذرائع سے حضرت حافظ ملت کو مبارک پور آنے کی دعوت دیتے رہے آخر صدرالشریعہ نے مبارک پور کے حالات کی درستگی اوراشرفیہ کے استحکام کی خاطر حضرت حافظ ملت کو مبارک پور واپس آنے کا حکم مرحمت فرمایا۔

سعادت مند شاگرد نے اپنے آقا اوراستاذ کے حکم پر لبیک کہا اور مبارک پور واپس تشریف لے آئے۔

استاذ کی بارگاہ کا ادب:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں ہمیشہ دو زانو بیٹھتے۔ حضور صدرالشریعہ کسی ضرورت سے کچھ دیر کے لیے کہیں تشریف لے جاتے تو سب لوگ کھڑے ہوجاتے۔ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان جب کمرہ سے باہر ہوجاتے تو سب لوگ بیٹھ جاتے پھر وقت واپسی سب لوگ کھڑے ہوجاتے مگر حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان حضرت صدرالشریعہ علیہا الرحمۃ والرضوان کی واپسی تک ہاتھ باندھے کھڑے ہی رہتے۔ جب حضرت صدرالشریعہ واپس آکر تشریف فرماہوجاتے اس کے بعد حافظ ملت پھر دو زانو بیٹھتے۔(معارف حافظ ملت از مولانا محمد اسلم صاحب مصباحی ص ۴۷)

استاذ کی خدمت گزاری:

مبارک پور تشریف لانے کے بعد حضرت حافظ ملت کو جب بھی یہ خبر ملتی کہ صدرالشریعہ رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنہ ستھیاؤں اسٹیشن سے فلاں دن فلاں ٹرین سے گزرنے والے ہیں تو کھانا لے کر اسٹیشن ضرور جاتے۔(ایضا ص ۲۹ ملخصا)

صدرالشریعہ اور حافظ ملت:

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ حضور حافظ ملت کو اپنی اولاد کی طرح چاہتے تھے ان کی تعلیم وتربیت میں آپ ہمہ وقت کوشاں رہتے اور فرماتے۔"کچھ بھی ہوجائے عبدالعزیز کا ایک سبق بھی نہیں چھوٹ سکتا"

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اپنے آپ کو اپنے مربی، استاذ معظم اور مرشد اجازت سرکار صدرالشریعہ کا آئینہ بنالیا تھا اور وہ بہر طور صدرالشریعہ کے مظہراتم بن گئے تھے۔

حافظ ملت قدس سرہ اپنے اکثر اوصاف میں بھی اپنے استاذ گرامی کے نقش قدم پر تھے۔ مبارک پور میں عمر کا نصف زمانہ زہد کی حالت میں گزار دیا۔ پرانے مدرسے کی خام عمارت میں حضرت کی قیامگاہ کا حصہ جس حال میں اس کے قدیم مالک اگروال سے خریدا گیا تھا اس میں کوئی آرام بخش تبدیلی بالکل نہیں کی گئی سوائے اس کے مغربی حصے کے کہ ایک دیوار کے ذریعہ گھیر کر طلبہ کی رہائش کے لیے کچھ جگہ الگ کردی گئی۔ حضرت کے آنگن میں جو پانی کا نل فٹ تھا اس سے ہمیشہ گدلا پانی نکلتا تھا۔ حضرت اپنے کپڑے دھونے اور وضو وغسل کے لیے وہی پانی استعمال کرتے تھے البتہ پینے کے لیے پانی حاجی خلیل احمد صاحب یا نذیر صاحب کے گھر سے لایا جاتا تھا۔ بسا اوقات حضرت اپنی ضرورت کا پانی لینے خود تشریف

لے جاتے تھے ۔بھوجپور ضلع مرادآباد میں بھی حضرت بوسیدہ ہی مکان میں سالانہ تعطیل گزارتے تھے۔ اخیر زمانے میں ارباب عقیدت نے زور دے کر مکان بنوانے کی گزارش کی جسے حضرت کے صاحبزادگان نے تعمیر کرایا۔ اور حافظ ملت کی اپنے طلبہ پر شفقت تو ایک ایسا عنوان ہے جس کے مضامین تلامذۂ حافظ ملت کے سینوں پر نقش ہیں۔ اس میکدہ کا ہر میخوار حافظ ملت کی عنایت کے نشہ سے مخمور ہے۔

صدرالشریعہ ،حافظ ملت اور محدث اعظم پاکستان:

حافظ ملت کو صدرالشریعہ کی بارگاہ میں وہ رسوخ حاصل تھا کہ آپ اپنے اور اپنے احباب ومخلصین ،تلامذہ اور دیگر اسلامی اداروں اور جامعات کی ضرورتوں کو ان کی بارگاہ میں پیش کیا کرتے تھے ایک طرف انہیں مدارس کی بقا اور استحکام کی فکر رہتی تو دوسری طرف یہ خیال بھی رہتا کہ باوقار علما و مدرسین کے اوقات ضائع نہ ہوں اس لیے شروع دور ہی سے آپ علماء کی تقرریوں کے سلسلہ میں حضور صدرالشریعہ سے برابر مشاورت کرتے رہتے تھے۔

۲۴ ر رمضان ۵۷ ھ ر نومبر ۱۹۳۸ء کے ایک مکتوب میں بریلی شریف کے دارالعلوم کی کمزور حالت کے پیش نظر اپنے جگری رفیق محدث پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد لائل پوری کی درخواست بارگاہ صدرالشریعہ میں پیش کرتے ہیں۔

’’مکرمی جناب مولوی سردار احمد صاحب نے بریلی کی نازک حالت تحریر کی ۔ امسال مالی نقصان بہت ہوا۔ آئندہ کے لیے بھی کوئی اطمینان نہیں ظاہر ہے ایسی حالت میں قیام دشوار ہے۔ حضور کی نظر کرم کے متمنی ہیں‘‘ (مکتوب عزیزی ۲۴ ر رمضان ۵۷ ھ)

حافظ ملت اہل سنت کے اندر پیدا ہونے والے معمولی اختلافات سے بھی بیحد پریشان ہوجایا کرتے تھے اور ان کی خواہش ہوتی کہ علما واکابرین اور ہمارے مراکز علمیہ کے ذریعہ بھی کہیں کسی طور پر ایسی فضا پیدا نہ ہو جس سے سنیت بدنام ہو اور اکابر اہل سنت کے نام پر کوئی دھبہ آئے حافظ ملت علیہ الرحمہ فطری طور پر ایک دردمند انسان تھے جن کا دل دینی مدارس کی بدحالی اور دشواریوں پر کافی ملول ہوتا تھا نہ صرف یہ کہ آپ جس ادارہ سے متعلق ہوتے اسی کی فکر اور اسی کا خیال رہتا بلکہ شعور بخشی کے ان تمام کارخانوں پر ان کی برابر نگاہ رہتی تھی جہاں سے دین ودانش کا کام ہو رہا ہو اپنی علالت کے دوران جب آپ نینی تال میں بسلسلہ علاج تشریف فرما تھے اس زمانہ میں بھی آپ ان حالات سے غافل نہیں تھے چنانچہ نینی تال سے ہمالیہ ہوٹل کمرہ ۲۳ ر سے مرسلہ مکتوب میں بریلی شریف کے حالات پہ جس انداز سے لکھتے ہیں اس سے ان کی ذہنی وسعت اور جماعتی انتشار سے اندرونی تکالیف کا اندازہ ہوتا ہے غالباً یہ وہی دور ہے جب مدرسہ مظہر اسلام عالم وجود میں آیا تھا۔ حضرت حافظ ملت متحد ومتفق ہو کر کوئی کام کرنا کامیابی کی ضمانت اور منتشر ومتفرق کوششوں کو اس کے بالمقابل ہمیشہ غیر مؤثر تصور فرماتے تھے اس لیے ان کو اس حالت سے بیحد تکلیف ہوئی جس کی غماز ان کی یہ تحریر ہے۔

’’موصوف (مولانا سردار احمد صاحب) نے تحریر فرمایا ہے کہ بی بی جی کی مسجد میں درس جاری کردیا ہے سب طلبہ وہیں آتے ہیں۔ بریلی کے اور واقعات کا کچھ علم نہیں کیا قضیہ ہوا۔ اور مدرسہ ایک جگہ ہو کر پہلی حالت پر آیا یا نہیں مولی

تعالیٰ رحم فرمائے۔ بے دینوں کو ہنسی کا موقع نہ ملے۔''

حضرت حافظ ملت اور حضور محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب گورداسپوری ایک دوسرے کے بڑے مخلص تھے۔ دونوں صدر الشریعہ کے خاص تلامذہ میں تھے۔ ہر قول وفعل حرکات وسکنات، نشست وبرخاست میں اتباع سنت کو ملحوظ رکھتے تھے۔

ایک دوسرے کا آئینہ:

قیام اجمیر کے دور کا مشاہدہ کرنے والے علما میں سے حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ مارہروی علیہ الرحمہ اور متعدد اکابر نے اس بات کا ذکر کیا کہ حافظ ملت علیہ الرحمہ اور محدث پاکستان مولانا سردار احمد گورداسپوری علیہ الرحمہ اپنے کردار وعمل، تقویٰ شعاری، آداب اساتذہ، محنت وریاضت میں ایک دوسرے کا آئینہ تھے حافظ ملت علیہ الرحمہ محدث پاکستان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''خوف الٰہی، خشیت ربانی، زہد وتقویٰ، اتباع سنت، آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔''

مبارک پور میں حافظ ملت کی آمد:

حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ والرضوان ۲/ذوالقعدہ ۱۳۵۲ھ کو اپنے مربی ومحسن، استاذ معظم اور مرشد اجازت حضور صدر الشریعہ علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی نور اللہ مرقدہ کے حکم سے مبارک پور تشریف لائے۔

آپ خود فرماتے ہیں:

''شوال ۱۳۵۲ھ میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے خط بھیج کر مجھے وطن سے بریلی شریف بلایا۔ خط میں کوئی تفصیل نہیں تھی۔ وہاں پہونچا تو فرمانے لگے میرا ضلع بالکل خراب ہوگیا، دیوبندیت بڑھ رہی ہے اس لیے میں آپ کو دین کی خدمت کے لیے بھیج رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا حضور! میں ملازمت نہیں کرنا چاہتا۔ فرمایا: میں نے آپ سے ملازمت کے لیے کب کہا، میں تو خدمت کے لیے کہہ رہا ہوں۔ آپ ملازمت سمجھ کر جائیے بھی نہیں۔ میں چپ ہوگیا تو فرمانے لگے: میں آپ کو دین کی خدمت کے لیے مبارک پور بھیجتا ہوں جائیے۔ میں چلا آیا۔

حافظ ملت کی شخصیت کی ایک نور بار جھلک:

بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی رقمطراز ہیں:

''سر پر راجستھان کے کیسری رنگ میں رنگا ہوا عمامہ، جسم پر بادامی رنگ کے نیچے دامن کی شیروانی، شرعی پاجامہ اور پیر میں لدھیانہ کے سرخ رنگ کے جوتے، ہاتھ میں بانس کی چھڑی (غالباً مرزاپوری) مختصر قد اور معمولی جسم وجثہ کے انسان اور نگاہیں نیچی کر کے چلنے کی ایک امتیازی شان! تقریباً نصف صدی کی اس طویل مسافت میں زمانہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ وقت نے کیا کیا رنگ بدلے، غلام آزاد ہوئے اور آزادوں نے حیوانوں کا روپ دھار لیا، تہذیب وتمدن بدل گیا، عقائد ورسوم بدل گئے، وضع قطع اور پوشش وخورش میں انقلاب آ گیا مگر حافظ ملت کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان

کے حضور زمانہ کی نبض ٹھہر گئی ہے اور وقت کی ساعت نما میں ٹائم کا کانٹا پچاس سال پیچھے کھسک گیا ہے۔ بالوں کی سپیدی کے علاوہ زمانہ کے مرور کا کوئی اثر آپ ان پر ملاحظہ نہیں کر سکتے۔

اللہ اللہ! اس طویل مدت میں کتنے طوفان آئے، بگولے پیدا ہوئے، آندھیاں اٹھیں کہ بڑے سے بڑے پہاڑ ہل گئے لیکن آپ کی وضع قطع کیا بدلتی، چال میں بھی سر موفرق نہیں آیا۔ وہی لباس جو چالیس سال قبل تھا اور وہی رفتار جو چالیس سال پہلے تھی۔ حد یہ ہے کہ چالیس سال قبل جو کہہ دیا تھا آج بھی اس میں ترمیم کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے جیسے شمع حقیقت کی لو خطرناک تھپیڑوں میں جلتی رہی، دبیز تاریکیوں میں بھی مسلسل فروزاں رہی۔

تری شمع حق نما میں ہے وہ زور رہنمائی کہ ہزار آندھیوں میں نہ بجھی نہ جھلملائی

(مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک (قسط دوم) مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، شمارہ جون ۱۹۸۴ء ص ۱۰)

حافظ ملت اور مبارک پور کا پہلا علمی معرکہ۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مبارک پور میں آنے سے سنیت کے خزاں رسیدہ چمن میں ایک بہار آ گئی لیکن مجنونان لیلیٰ نجد، وہابیہ، دیوبندیہ کے سینوں میں جوالا بھڑک اٹھی۔

حضور بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان قبلہ اعظمی تحریر فرماتے ہیں:

''قیام وطعام کے انتظام اور طلبہ کے مشغلہ علمی کی وجہ سے پورے مبارک پور میں ایک علمی ہلچل پیدا ہوگئی جس کا اثر اشرفیہ کے حلقے سے باہر بھی محسوس کیا جانے لگا۔

اور میرے خیال میں یہی سبب بنا اس برق رفتار علمی اور دینی ترقی کا، جس کے نتیجے میں مبارک پور بے علمی وجہالت کی نچلی تہوں سے نکل کر شہرت وعروج کی اس بلند ترین سطح پر پہنچ گیا کہ بقول علامہ ارشد القادری۔

''سارے ہندوستان میں جہاں سے چاہے مبارک پور کو دیکھ سکتے ہو''

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مولوی شکر اللہ صاحب جواب تک بلا شرکت غیرے مبارک پور کے علمی سرخیل بنے ہوئے تھے مبارک پور میں ہونے والی ان خوشگوار تبدیلیوں کو برداشت نہ کر سکے اور چیلنج دینا شروع کیا۔

حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں ذوالقعدہ ۵۲ھ میں مبارک پور آیا، میری تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا اور محرم کی دس تاریخ آئی، عاشورا کو دن میں تقریباً ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک جامع مسجد راجہ مبارک شاہ میں ذکر شہادت کی مجلس میں میرا بیان ہوا۔ جو انتہائی مؤثر، رقت انگیز اور کامیاب ہوا، اس کے تأثر میں مجمع سے خاصی تعداد میرے ساتھ پرانے مدرسہ آئی اور باتوں باتوں میں یہ تذکرہ چل نکلا کہ مولوی شکر اللہ صاحب کہتے پھرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ یہاں کوئی ''مدرسہ اشرفیہ'' بھی ہے اگر اس کا کوئی مدرس ''شرح جامی'' پڑھادے تو میں اس کو پانچ روپیہ دوں۔ اس پر میں نے ان لوگوں سے کہا کہ آپ میری طرف سے ان سے کہہ دیں کہ ''جو کتابیں یہاں اشرفیہ میں ہو رہی ہیں اگر کسی کتاب کا ایک سبق بھی وہاں کا کوئی مدرس ہمارے

طالب علموں کو پڑھا دے تو میں اسی پانچ پر دو صفر کا اضافہ کر کے انہیں پانچ سو روپے انعام دوں گا''۔ لیکن میرے اس پیغام کا ادھر سے کوئی جواب نہیں ملا۔ میرے جلسے برابر ہوتے رہے اور قبول عام بڑھتا رہا، یہاں تک کہ اس وقت اس جماعت کے ایک نہایت اہم رکن اور قصبہ کے موثر مالدار جناب حاجی محمد عمر صاحب (پورہ صوفی) نے متاثر ہو کر میرے وعظ کا اپنے یہاں انتظام کیا اور جلسہ بے حد کامیاب رہا۔ یہ چیز مولوی شکر اللہ صاحب اور ان کی جماعت کے لیے برداشت سے باہر ہو گئی کہ اگر اسی طرح ایک ایک فرد ٹوٹ ٹوٹ کر ادھر جاتا رہا تو ایک دن ہم مبارک پور میں تنہا رہ جائیں گے اس لیے ان لوگوں نے جوابی جلسہ کیا اور میری تقریر کا رد کیا۔

عوام اہل سنت میرے پاس آئے کہ اس کا جواب ہونا چاہیے۔ میں نے کہا ہم یہاں کام کرنے آئے ہیں اور الجھنے میں کام کا حرج ہوگا آپ لوگ مجھے چپ چاپ کام کرنے دیجئے وہ خود ہی کہہ سن کر خاموش ہو جائیں گے۔ لیکن عوام کا شدید اصرار ہوا کہ جواب میں تردیدی تقریر ہونی چاہیے چنانچہ ادھر سے بھی جلسہ ہوا جس میں ان کے تمام اعتراضات کے جواب دیئے گئے اور چند ایسے مواخذے بھی کیے گئے کہ وہ مجبور ہو کر جواب دیں، پھر کیا تھا مناظرانہ جلسوں کا ایک دور چل پڑا اور مسلسل چار ماہ تک یہ عالم رہا کہ ایک دن اہل سنت و جماعت کی طرف سے مبارک پور کے کسی محلے میں مجلس ترتیب دی جاتی، لوگ جمع ہوتے، تخت بچھتا، نظم خوانی ہوتی، تکبیر رسالت وغوثیت کے نعرے لگتے اور فضا دہلنے لگتی۔

دیوبندی مکتب فکر کی طرف سے کیے گئے اعتراضات کے جواب دیئے جاتے پھر ان پر مواخذہ ہوتا، مزید برآں ان کے مذہب کے خفیہ گوشوں کی نقاب کشائی ہوتی۔

دوسرے روز اسی مقام کے آس پاس ہی دیوبندی حضرات بھی اپنی بزم سجاتے اور جیسا کچھ ہو پاتا سنی مواخذوں کا جواب دیتے۔ اعتراضات کرتے اور مذہب حق اہل سنت و جماعت پر خود ساختہ الزامات عائد کرتے۔ اپنی دانست میں تو سنیوں کو رسوا کرتے لیکن فی الحقیقت خود ہی ننگے ہوتے اور اس کام کے لیے دیوبندی علما کی ایک پوری ٹیم رات دن جٹی رہتی۔ ادھر حافظ ملت کا یہ عالم تھا کہ یکہ و تنہا پورے مدرسہ کے طالب علموں کو روزانہ تیرہ تیرہ سبق پڑھاتے جس میں سب سے نیچی کتاب شرح جامی تھی اور دیوبندی حضرات کی تقریروں کی رپورٹ دیکھ کر ان کے تمام اعتراضات کے جواب تیار کرتے، پھر مواخذہ مرتب فرماتے، اونچے درجہ کے طلبہ کو دیتے کہ اس کو تم کہنا، اس کو تم بیان کرنا، اور خاص خاص مسائل اپنے لیے منتخب کر لیتے، پھر جلسے میں رات کے ایک ایک بجے تک تقریریں کرتے۔ الغرض اکیلے ہی پوری مشینری کو رواں دواں رکھے ہوئے تھے۔

اونچے درجے کے ان طلبہ میں جو ان جوابی جلسوں میں اہل سنت و جماعت کی بہتر ترجمانی کرتے مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب کا نام کافی اہمیت رکھتا ہے موصوف اب تو بھاری بھر کم پیر ہیں تب نہایت دبلے پتلے، ایک ذہین اور قادر الکلام مقرر تھے۔ جو لوگ انہیں ایام میں ان کی تقریروں سے بیحد متاثر ہوئے تھے بعد میں بھی اکثر ان کی خوش بیانی کی تعریفیں کرتے تھے۔

اسلام وسنیت کی فتح مبین ۔حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے مذکورہ بالا کام کی کثرت دیکھتے ہوئے

مبارک پور کے سنیوں نے آپ سے درخواست بھی کی کہ حضور مدد کے لیے کچھ علما کو بلالیا جائے ۔آپ نے منع فرمایا۔تم بے خوف رہو باطل کی تمام طاغوتی طاقتوں کے لیے غالب پروردگار کا اکیلا بندہ (عبدالعزیز) ہی کافی ہے جیسے آپ کا کوئی حوصلہ بڑھانے کے لیے یہ آیت پڑھ رہا ہو۔ "لَاتَخَف اِنَّکَ اَنتَ الاَعلٰی "

حق کی فتح مبین:

اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی

جیسے انہیں سنادیا گیا ہو " جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا "حق کی آواز باطل کے غوغا سے دب نہیں سکتی اور سچائی کا نور گمرہی کی تاریکیوں سے خوف نہیں کھاسکتا۔

صدائے حق کسی صورت سے دب نہیں سکتی نہ دب سکیں گے خدائی پکار ہیں ہم لوگ

اورواقعی چار مہینے کے بعد باطل کی ظلمت کافور تھی، حق کا نور مسکرارہا تھا اور اہل سنت وجماعت گھر گھر کی چاندی اور کوچہ وبازار کا اجالا تھا۔

اہلِ سنت وجماعت کا آخری جلسہ محلہ پورہ رانی میں ہوا جس میں ہزارہا انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لہریں لے رہا تھا۔ جب حضور حافظ ملت کی تقریر ختم ہوئی تو اس وقت مبارک پور کے تھانہ انچارج داروغہ فہیم احمد صاحب پورے جوش اور جذبہ میں کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے ۔

''مولانا! اس پورے دوران میں دونوں طرف کے جلسوں میں شریک ہوتا رہا مجھے اپنے عہدہ کے لحاظ سے یہ کہنا نہیں چاہیے لیکن میں حق کی شہادت سے مجبور ہوں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی خوف نہیں کہ حق آپ کے ساتھ ہے اور میں آپ کی فتح کا اعلان کررہا ہوں''۔

لیکن حقیقی اعلان فتح تو یہ تھا کہ دوسرے دن پرشوق نگاہوں اور مضطرب آرزؤں نے ہزار تلاش کیا کہ مخالف کیمپ سے بھی حسب دستور اعلان ہو، جلسہ ترتیب دیا جائے اور مولوی شکر اللہ صاحب اپنی قدیم گھن گرج کے ساتھ سریر آرائے خطابت ہوں لیکن دیدۂ شوق اوردلِ آرزومند کو مایوس ہونا پڑا۔

سنیت کی بہارِنو:

عوام اہل سنت کی وہ بھیڑ جو حافظ ملت سے قبل مایوسیوں کے اندھیرے میں ناامیدی کے دن کاٹ رہی تھی، بے حسی کی موت نے جس کی آنکھیں پتھرادی تھیں ایک مسیحا نفس کے دم حیات بخش کے اثر سے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ انگڑائی لے کر کھڑی ہوگئی اور بغیر کسی سابقہ ٹریننگ اور تربیت کے رضا کارانہ طور پر ہر شخص نے وہی کام اپنے ذمہ لے لیا جس کی صلاحیت وہ قدرتی طور پر رکھتا تھا مثلا مناظرانہ جلسوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ مخالف تقریروں کی مکمل رپورٹ دستیاب ہو اور مبارک پور جیسے معمولی قصبے میں شارٹ ہینڈ رائٹروں کا وجود عنقا لیکن مرحوم محمد محمود صاحب عرائض نویس اور مددگار زکریا صاحب نے از خود یہ زحمت دور کردی اور مسلسل چار ماہ تک مولوی شکر اللہ صاحب اوران کے مددگار

مقرروں کی مکمل تقریریں نوٹ کر کے صبح ہی صبح حضور حافظ ملت (نور اللہ مرقدہ) کی خدمت میں حاضر کردیتے۔ کسی کسی روز توفل اسکیپ سائز کے بارہ بارہ ورق انہوں نے لاکر دیئے اور اس ڈیوٹی میں ایک دن بھی کوتاہی نہیں کی"۔ (مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور بابت ماہ نومبر ۱۹۸۴، دسمبر (چوتھی و پانچویں قسط ص ۷،۶)

حق و باطل کے درمیان خط امتیاز:

اب حق واضح ہو چکا تھا۔ سنی اور دیوبندی الگ الگ ہو گئے تھے۔ فریقین نے ایک دوسرے سے قطعاً علیحدگی اختیار کر لی تھی۔

تخریب میں تعمیر کا پہلو:

محرم الحرام ۵۲ھ سے شروع ہونے والے مناظرانہ جلسہ کا اختتام ہو چکا تھا۔ اشرفیہ کے ارباب حل وعقد نے اشرفیہ کی تعمیر جدید کا منصوبہ قوم کے سامنے رکھا۔ حضرت حافظ ملت نے جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ تقریر کی اور مسلمانوں کو مدرسہ کی ضرورت دکھاتے ہوئے جدید عمارت کی طرف توجہ دلائی۔ چندہ شروع ہو گیا۔

چندہ کا سلسلہ حضرت حافظ ملت کی تشریف آوری کے ۷، ۸ ماہ بعد شروع ہو کر جمادی الاخریٰ ۱۳۵۳ھ کے اخیر میں ختم ہوا۔

مدرسہ مصباح العلوم باغ فردوس کا سنگ بنیاد:

حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی، حضرت علامہ محمد محبوب اشرفی رحمۃ اللہ علیہ اور کتاب "اشرفیہ کا ماضی اور حال" کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"مدرسہ اہل سنت مصباح العلوم کی دینی خدمات نے شوال ۱۳۵۳ھ کا وہ وقت بھی دکھایا جو تاریخ مبارک پور میں خصوصیت رکھتا ہے کہ مدرسہ ہذا کے سالانہ جلسے اور جدید عمارت کے سنگ بنیاد کی تقریب میں حضرت مولانا شاہ علی حسین اشرفی میاں قبلہ قدس سرہ و حضرت محدث صاحب قبلہ مدظلہ و حضرت صدرالشریعہ صاحب قبلہ دامت برکاتہ وغیرہ علماء کرام نے سرزمین مبارک پور کو اپنے ورود مسعود سے زینت بخشی۔ اسی موقع پر مدرسہ مصباح العلوم کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

بعد نماز جمعہ حضرت محدث صاحب قبلہ (محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی قدس سرہ) نے تقریر فرمائی، رسم بنیاد ادا کرنے کا اعلان ہوا۔

ان بزرگان دین نے اپنے مبارک ہاتھوں سے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا۔

دوسرے روز جامع مسجد کے جلسۂ عام میں جہاں تقریباً ڈھائی ہزار کا مجمع تھا حضرت شاہ علی حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ (حضور اشرفی میاں کچھوچھوی نور اللہ مرقدہ) کی خدمت میں نذر پیش کرنا چاہیں مگر حضرت قبلہ نے قبول نہ فرمائیں بلکہ کئی روپیہ اپنی جیب سے اس وقت مدرسہ کو عطا فرمائے۔ مجمع کو بھی مدرسہ کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ:

"فقیر نے تو اپنی کرنی دکھادی۔ اب تم لوگ بھی اپنی کرنی دکھاؤ"۔

اس تعمیر جدید کی مناسبت سے مبارک پور کے ایک مشہور شاعر زماںؔ مبارک پوری نے اس کا تاریخی نام ''باغ فردوس'' تجویز فرمایا۔

۱۳۵۲ھ

اس زمانے میں مبارک پور کے شعرا جناب فقیر اللہ اسعدؔ مبارک پوری، میاں صاحب عبدالکریم عاشقؔ اور زماںؔ صاحب کی پر جوش نظموں نے بھی قلوب کو متوجہ کرنے میں کافی مدد پہنچائی''۔ (مدرسہ اشرفیہ سے دار العلوم اشرفیہ تک از مولانا عبدالمبین نعمانی مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور۔ مئی و جون ۱۹۷۷ء)

مبارک پور میں علمی بہار کا آغاز:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے مبارک پور میں جس تعلیم کا آغاز فرمایا تھا وہ بھی چشمۂ آب حیواں سے سیرابی جیسا تھا۔ با صلاحیت طلبہ جس کے منتظر تھے۔ کچھ کو حافظ ملت نے خود بذریعہ خط بلوایا جیسا کہ حضرت مولانا سراج الہدیٰ صاحب گیاوی علیہ الرحمہ سجادہ نشیں آستانہ بیت الانوار، گیا (بہار) فرماتے ہیں:

''میں اس وقت مراد آباد جامعہ نعیمیہ میں پڑھتا تھا۔ اجمیر مقدس دار العلوم معینیہ عثمانیہ کے دوران قیام حافظ ملت سے میں بہت مانوس اور متاثر تھا۔ مبارک پور تشریف لانے کے بعد سلسلۂ درس و تدریس کا آغاز کرنے کے لیے حافظ ملت کو چند منتہی طلبہ کی ضرورت پیش آئی چنانچہ حضرت نے از راہ شفقت و دلنوازی جن چند طلبہ کو خطوط لکھ کر اپنے پاس بلوایا تھا ان میں سے ایک میں بھی تھا۔ میرے بعد قاری اسد الحق صاحب، مولوی محمد خلیل کچھوچھوی، مولوی محمد عثمان ممبئی والے، مولانا محمد عباس کٹنی بھی یکے بعد دیگرے حضرت کی خدمت میں پہونچ گئے۔ (حافظ ملت نمبر ص ۱۰۷)

۱۳۵۷ھ میں حضور حافظ ملت نے درس بخاری کا آغاز کر دیا تھا۔ مبارک پور کا تعلیمی نظام شہرت پذیر ہو چکا تھا۔ لیکن ادارہ کا نظم وضبط درست نہیں تھا اور ظاہر ہے کہ منتظمین ادارہ یا انتظامیہ کمیٹی کسی مدرس کا دخل انتظامی امور میں برداشت نہیں کر سکتی تھی اور خود حضور حافظ ملت بھی اس میں دخل نہیں دینا چاہتے تھے حالانکہ اہل مبارک پور ان سے حد درجہ مانوس ہو چکے تھے وہ ہر ایک کے دکھ درد اور ہنسی خوشی کے ساتھی بن چکے تھے۔ وہ اور اساتذہ طلبہ کی تعلیم اور فروغ ادارہ کے لیے جی جان سے کوشش کر رہے تھے لیکن اشرفیہ کے لیے دن رات مشقتیں اٹھانے والوں کو چار چار ماہ تک تنخواہیں نہ مل سکیں لیکن اس کے باوجود خود حضرت اور دیگر مدرسین کی پیشانیاں شکن آلود نہ ہوئیں اور اپنے فرائض میں کسی کوتاہی کے بغیر تن دہی سے اپنا کام کرتے رہے۔

ناگپور جانے کی وجہ:

حضور حافظ ملت نے دار العلوم کی تعمیر کا کام بھی شروع کرا دیا تھا۔ باغ فردوس کے اس باغبان، ملت کے پاسبان حافظ ملت نے باغ کی آبیاری اور اسے بہاروں سے ہم کنار کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی مگر خود کا یہ عالم تھا کہ کئی بار فاقہ سے بھی رہے۔ آپ کو درد گردہ کی بھی شکایت ہوئی اور جیسے تیسے انتظام کر کے بغرض علاج بنارس تشریف لے گئے

جب کہ کئی ماہ کی تنخواہ سے آپ محروم تھے ۔ جب یہ حالات حافظ عبدالحلیم صاحب مبارک پوری کو معلوم ہوئے تو وہ چند آدمیوں کو لے کر صدر ادارہ شیخ محمد امین صاحب انصاری کے پاس حساب فہمی کے لیے گئے اور صدر صاحب مذکور سے کافی بحث وتکرار کی اور یہ سلسلہ اتنا دراز ہوا کہ سرپرست ادارہ حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کو تشریف لاکر صدر صاحب کے اختیارات میں کچھ کمی کرنی پڑی۔ صدر صاحب کو یہ گمان ہوا کہ حضرت حافظ ملت کی شہ پر حافظ عبدالحلیم صاحب نے یہ اقدام کیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ اسباب تھے جن کی بنا پر امین صاحب کشیدہ رہنے لگے۔ اس ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے حافظ ملت نے حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو پوری تفصیل لکھی اور عرض کیا کہ حضور نے جس مقصد کے لیے مجھے مبارک پور بھیجا ہے۔ وہ فوت ہو رہا ہے اور ایسی صورت میں اب ان کا وہاں رہنا نہیں ہو پائے گا۔

بالآخر انتظامی حالات کی خرابیوں نے حضور حافظ ملت کو اشرفیہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

ناگپور کی روانگی:

حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۶۱ھ میں جامعہ عربیہ ناگپور چلے گئے ۔ آپ کا اشرفیہ سے قدم نکالنا تھا کہ اشرفیہ میں انتشار و بدحالی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔

اِدھر آپ کے ناگپور پہونچتے ہی وہاں ایک نئی روح دوڑ گئی۔

ناگپور کے حالات کی بابت حضرت حافظ ملت نے حضور صدرالشریعہ کو ایک خط کے ذریعہ آگاہی بھی دی اور اشارہ بھی کر دیا کہ۔ ”اگر اسی طرح کام جاری رہا تو اگر چہ ناگپور علم کی جگہ نہیں لیکن ضرور ہو جائے گی“ (حافظ ملت نمبر ص ۲۵۷)

حضرت صدرالشریعہ بھلا یہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ انہوں نے اپنے جس چہیتے کو مبارک پور کی حالت سدھارنے سنوارنے کے لیے بھیجا تھا اور جسے باغ فردوس کی باغبانی و پاسبانی کے لیے مقرر فرمایا تھا وہ کہیں اور چلا جلائے۔ وہ حضرت حافظ ملت کے ناگپور جانے پر خاموش نہیں رہے اور بار بار اس بات پر زور دیتے رہے کہ آپ کو مبارک پور کی سرزمین پر رہ کر کام کرنا ہے۔

اہل مبارک پور نے جب حضرت حافظ ملت کو کھو دیا تب پچھتاوا ہوا اور اپنی ناقدری پر کف افسوس ملنے لگے۔

مبارک پور کے باہوش مسلمانوں نے حافظ ملت سے رشتہ توڑا نہ رابطہ ختم کیا۔

حضرت صدرالشریعہ نے ناگپور میں حافظ ملت کی مقبولیت اور کامیابی پر مبارک پور کے حالات کی درستگی اور اشرفیہ کے استحکام کو مقدم سمجھا اور حافظ ملت کو مبارک پور آنے کا حکم مرحمت فرمایا۔

دوبارہ مبارک پور میں آمد:

سعادت مند شاگرد نے استاذ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور مبارک پور واپس تشریف لے آئے۔

مبارک پور آکر حافظ ملت تحریر فرماتے ہیں:

”کل بروز یکشنبہ بوقت عصر مبارک پور آگیا۔ آج مدرسہ جا کر کام شروع کر دیا۔ مولوی محمد سلیمان صاحب ہفتہ

کے روز مکان گئے ہیں۔ سنا ہے آٹھ روز میں آئیں گے۔ باقی حالات بدستور ہیں۔

مری نگاہوں نے جھک جھک کے لے لیے بوسے جہاں جہاں سے تقاضائے حسن یار ہوا

(حافظ ملت نمبر ص ۲۵۸)

حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز کا قدم دوبارہ مبارک پور میں پہنچا اور پھر سے انتظامی امور کی ترتیب ہوئی اور مدرسہ نے باقاعدگی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ اساتذہ اختلافات سے الگ ہو کر درس وتدریس میں منہمک ہو گئے۔ طلبہ حافظ ملت کا سایۂ کرم پا کر پھر اپنی علمی پیاس بجھانے لگے، پورا نظام عظیم مقصد فروغ علم کی طرف تیزی سے رواں دواں ہو گیا۔

معمولات:

''حافظ ملت فرائض وسنن کے بچپن سے پابند تھے۔ جب سے بالغ ہوئے نماز تہجد شروع کر دی جس پر آخری عمر تک عمل رہا۔ صلوٰۃ الاوابین ودلائل الخیرات شریف وغیرہ روزانہ بلا ناغہ پڑھتے۔ آخری ایام میں پڑھنے سے معذور ہو گئے تو دوسروں سے پڑھوا کر سنتے تھے، صبح کو ہر روز سورۂ یٰسین وسورۂ یوسف کی تلاوت کا التزام رکھتے اور جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کا بھی معمول تھا''۔ (حافظ ملت نمبر ص ۲۴)

حضرت حافظ ملت فرمایا کرتے عمل اتنا ہی کرو جتنا بلا ناغہ کر سکو۔

ڈاکٹر عبدالمجید صاحب مرحوم بلرام پوری رقمطراز ہیں۔ ''ایک بار ایک صاحب بیعت ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا حضور سنا ہے زیادہ درود پڑھنے سے نقصان ہے۔ فرمایا نہیں، نقصان نہیں ہے البتہ اتنا پڑھو جتنا روزانہ پڑھ سکتے ہو انہوں نے عرض کیا میں ایک ہزار بار روزانہ پڑھتا ہوں۔ فرمایا: اگر اس معمول کو تاحیات برقرار رکھ سکو تو سبحان اللہ'' (حافظ ملت نمبر ص ۶۴۸)

اس سے واضح ہے کہ حضور حافظ ملت قدس سرہ عمل کی مداومت کی تلقین کرتے تھے اور خود اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

شب وروز کی مصروفیات:

حاجی محمد حسین صاحب مرحوم مبارک پوری تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت اپنے محلہ کی مسجد میں پابندئ وقت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھتے تھے۔ وقت کی پابندی کرنے میں میں نے ان جیسا انسان نہیں دیکھا۔ ٹھیک وقت پر نہ صرف مسجد پہنچنا ان کی عادت تھی بلکہ ہر کام اپنے وقت ہی پر کرتے تھے۔ تعلیم کے پورے وقت میں اپنی ذمہ داری کو حسن وخوبی سے ادا کرتے تھے۔ چھٹی کے بعد قیامگاہ پر لوٹتے تھے، کھانا کھا کر تھوڑی دیر قیلولہ ضرور کرتے تھے۔ قیلولہ کا وقت ہمیشہ یکساں رہتا چاہے ایک وقت کا مدرسہ ہو یا دونوں وقت کا۔ ظہر کے مقررہ وقت پر بہر حال اٹھ جاتے اور باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد اگر دوسرے وقت کا مدرسہ ہوتا تو مدرسہ چلے جاتے ورنہ کتابوں کے مطالعہ یا خارج وقت میں کسی کتاب کا درس دیتے یا حاجت مندوں کے لیے تعویذ وغیرہ میں صرف

کرتے ۔شروع زمانہ میں عصر کی نماز کے بعد تفریح کے لیے آبادی سے باہر تشریف لے جاتے تھے ۔علی نگر کے قبرستان سے گزرتے ہوئے اکثر سڑک پر کھڑے ہوکر قبروں پر فاتحہ اور ایصال ثواب کرتے ۔

حضور حافظ ملت اپنے ابتدائی دور میں عصر بعد تفریح کے عادی ضرور تھے مگر یہ تفریح کا وقت بھی صرف ہوا خوری میں صرف نہ ہوتا تھا بلکہ عالم یہ ہوتا تھا کہ طلبہ کی جماعت آپ کے ہمراہ ہوتی ۔طلبہ اس تفریح کے اوقات میں بھی آپ سے علمی سوالات کرتے جاتے تھے اور حضرت ان سوالات کے جوابات دیتے جاتے تھے۔مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھاتے اور کھانا کھا کر اپنے آنگن میں کچھ چہل قدمی فرماتے ۔اگر کسی کی عیادت کے لیے جانا ہوتا تو اس کے لیے اکثر عصر بعد ہی کا وقت ہوتا۔ عشا کی نماز کے بعد کتابوں کا مطالعہ کرتے ۔نصف رات تک باہر نکل کر پرانے مدرسے میں مقیم طلبہ کی دیکھ بھال کرتے رہتے کہ وہ مطالعہ میں مصروف ہیں یا نہیں۔عموماً گیارہ بجے سوجاتے اور تہجد کے لیے آخر شب میں اٹھتے ،تہجد پڑھنے کے بعد بھی کچھ دیر سونا معمول تھا۔رات میں چاہے کتنا بھی بیدار رہے ہوں فجر کبھی قضا ہوتے نہ دیکھی گئی ۔(حافظ ملت نمبر ص ۳۲۲،۳۲۳)

حضرت چڑیوں کو بھی روزانہ وقت پر دانہ چگنے کے لیے ڈالا کرتے تھے اور اگر کسی لمبے سفر میں جانا ہوتا تو اسی لحاظ سے چڑیوں کے دانے کا انتظام فرما جایا کرتے تھے ۔

نماز نصف شعبان:

حضرت حافظ ملت ہر سال ماہ شعبان میں نماز نصف شعبان پابندی سے پڑھتے تھے ۔آپ اس شب سو رکعت نماز پڑھتے اگر کسی سال چاند کی رویت میں اختلاف ہوا تو دو راتوں کو یعنی ۲۹ اور ۳۰ ر دونوں کے اعتبار سے دونوں راتوں کو نماز نصف شعبان پڑھتے ۔اور اکثر سفر میں بھی اس نماز کو ترک نہ فرماتے ،پندرہویں شعبان کو مدرسہ فیض العلوم جمشید پور کا سالانہ جلسہ ہوتا اس میں حضرت کی شرکت لازمی ہوتی ،جلسہ کی ہمہ ہمی میں بھی حضرت اس نماز کو ضرور ادا کرتے۔

بیماری کی حالت میں بھی تدریس:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے بیماری کی حالت میں بھی تدریسی فرائض سے کوتاہی نہیں برتی۔ درد گردہ اور استلاق بطن کی تکلیف میں بھی تدریس سے غفلت نہیں برتی ۔(ملخصا معارف حافظ ملت ص ۱۰۱،۱۰۲)

مرشد حافظ ملت حضرت شیخ المشائخ اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ

شیخ المشائخ حضرت مولانا سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی قدس سرہ العزیز۔حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد طریقت ہیں۔

ولادت مبارکہ:

حضرت قبلہ اشرفی میاں نور اللہ مرقدہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۲۶۶ھ بروز دوشنبہ کچھوچھہ مقدسہ (ضلع فیض آباد اور اب

ضلع امبیڈکر نگر) میں بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔

نام اور کنیت:

آپ کا نام نامی اسم گرامی ۔علی حسین'' کنیت ''ابو احمد'' خاندانی لقب ''شاہ، پیر، شیخ المشائخ'' ہے۔خطاب ''سجادہ نشین سرکار کلاں'' اور تخلص ''اشرفی'' ہے اور حضرت ممدوح کا خاندان بھی اشرفی کہلاتا ہے۔

سلسلۂ نسب:

آپ کا سلسلۂ نسب ۲۴رویں پشت میں سرخیل اولیاء، پیر پیراں حضرت غوث اعظم دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت مولانا شاہ سید شاہ علی حسین ابن حاجی سید شاہ سعادت علی (م۲۲؍ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ) ابن سید شاہ قلندر بخش ابن سید شاہ تراب اشرف ابن سید شاہ محمد نواز ابن سید شاہ محمد غوث ابن سید شاہ جمال الدین ابن سید شاہ عزیز الرحمٰن ابن سید شاہ محمد عثمان ابن سید شاہ ابوالفتح ابن سید شاہ محمد ابن سید شاہ محمد اشرف (م۹۱۰ھ) ابن سید شاہ حسن (م۷۹۸ھ) ابن سید شاہ عبدالرزاق ،نور العین (م۸۷۲ھ) ''مخدوم آفاق'' تاریخ وصال ہے)

آپ حضرت سید مخدوم اشرف سمنانی رضی المولیٰ عنہ کے بھانجے ہیں جن کا وصال ۸۰۸ھ میں ہوا۔''اشرف المومنین'' مادہ وفات ہے۔ابن سید عبدالغفور حسن ابن سید شاہ ابوالعباس ابن سید شاہ بدرالدین حسن ابن سید شاہ علاء الدین ابن سید شاہ شمس الدین ابن سید شاہ سیف الدین نجی ابن سید شاہ ظہیر الدین ابن سید شاہ ابونصر محمد ابن سید شاہ محمد الدین ابو صالح نصر ابن سید شاہ قاضی القضاۃ تاج الدین خلف اکبر غوث اعظم دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی (م۵۶۱ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت قبلہ اشرفی میاں قدس سرہ العزیز کے والد ماجد حضرت سید شاہ سعادت علی علیہ الرحمہ بہت ہی قابل ولی کامل اور باکرامت بزرگ تھے۔آپ سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی المولیٰ عنہ کے بھانجے حضرت سیدنا عبدالرزاق نور العین نور اللہ مرقدہ کی اولاد سے ہیں۔

کچھوچھہ مقدسہ کی عظمت:

کچھوچھہ وہ مقدس سرزمین ہے جسے حضرت سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ نے اپنا مسکن بنایا۔ حضور مخدوم اشرف کے دربار گہر بار سے آج بھی ان کی ولایت وکرامت وروحانیت کی تجلیاں زمانہ کو نور بار کررہی ہیں۔ آپ کے آستانۂ پاک سے امراض روحانی کی طرح سحر وآسیب کے مارے شفایاب ہوتے ہیں۔ ہر سال محرم الحرام کی ۲۸رتاریخ کو آپ کا عرس سراپا قدس تزک واحتشام سے انعقاد پذیر ہوتا ہے۔جس میں صرف ملک ہی سے نہیں ممالک غیر سے بھی زائرین شریک ہوتے ہیں۔غیر مسلمین بھی آپ کے آستانۂ پاک پر عقیدت سے سر جھکاتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔

اشرفی میاں:

خانوادۂ مقدسہ کے معمول کے مطابق جب آپ ۴ر سال ۴ر ماہ ۴ر دن کے ہوئے تو ایک اہل دل عارف کامل حضرت مولانا گل محمد خلیل آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے رسم بسم اللہ خوانی ادا فرمائی۔

آپ بچپن سے ہی نہایت صالح اور پرہیزگار اور والدین واساتذہ کے اطاعت شعار تھے۔

آپ نے حضرت مولوی امانت علی کچھوچھوی سے فارسی کی درسی کتابیں پڑھیں پھر مولوی سلامت علی گورکھپوری اور مولوی قادر بخش کچھوچھوی سے تعلیم حاصل کی اور سولہ سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل کی۔

۱۲۸۲ھ میں اپنے برادر معظم حضرت مولانا سید شاہ ابواحمد اشرف حسین علیہ الرحمہ سے بیعت ہوکر خلافت واجازت حاصل کی۔

۱۲۸۵ بعمر ۱۹ر سال حضرت سید شاہ حمایت اشرف بسکھاری کی دختر نیک اختر سے آپ کا نکاح ہوا۔

بیعت وخلافت کے حصول کے بعد ۱۲۹۰ھ میں آپ نے پورے ایک سال تارک الدنیا ہوکر حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی المولیٰ عنہ کے آستانۂ پاک پر چلہ کشی فرمائی اور مجاہدے کیے۔ سرکار مخدوم اشرف کی نگاہ کرم نے آپ کو سلسلۂ اشرفیہ کا نیر تاباں بنادیا جس کی شعاعوں سے برصغیر ہندو پاک نیز دور دراز تک کی دنیا جگمگا اٹھی۔ آپ شریعت مطہرہ کے عامل تھے اور اپنے ارادت مندوں کو بھی اسی کی تعلیم دیتے تھے۔ غریبوں اور حاجت مندوں کا آپ بہت خیال فرماتے تھے اور ان کے لیے دل میں ایک خاص درد تھا۔ آپ کا دسترخوان نہایت وسیع تھا۔ آپ روحانی طبیب تھے، دلوں کو جوڑنے والے، آپ نے کبھی بھی کسی کی دل آزاری نہیں کی۔ آپ کا چہرہ مبارک نہایت منور اور روشن تھا۔ باطنی تجلی آپ کے رخساروں سے جھلکتی تھی جسے دیکھ کر کٹر دشمن بھی شیدا بن جاتا تھا اور تاریک دل انسانوں کی دنیا نور بار ہوجاتی تھی۔

حضرت اشرفی میاں مجدد اسلام امام احمد رضا کی نظر میں:

حضرت شیخ المشائخ قبلہ اشرفی میاں قدس سرہ العزیز اور مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نور اللہ مرقدہ کے مابین بہت ہی عقیدت ومحبت تھی۔

حضرت اشرفی میاں قبلہ کے صاحبزادہ ذی وقار حضرت مولانا سید احمد اشرف علیہ الرحمہ کو امام احمد رضا سے خلافت واجازت بھی تھی نیز آپ کے نواسہ حضرت محدث اعظم ہند مولانا سید محمد میاں کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو امام احمد رضا سے تلمذ اور خلافت واجازت کا شرف بھی حاصل تھا۔

ایک بار حضرت شیخ المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک سے فاتحہ پڑھ کر نکل رہے تھے اور حضرت امام احمد رضا بغرض فاتحہ جارہے تھے کہ امام احمد رضا کی نظر حضرت شیخ المشائخ قبلہ اشرفی میاں پر پڑی تو دیکھا کہ بالکل ہمشکل محبوب الٰہی تھے اسی وقت برجستہ یہ شعر کہا:۔

اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں　　　　اے نظر کردۂ و پروردۂ سہ محبوباں

اس شعر میں سہ محبوباں سے مراد (۱) حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی (۲) حضرت محبوب یزدانی مخدوم اشرف سمنانی (۳) محبوب سبحانی حضرت سیدنا غوث اعظم جیلانی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

ایک بار بریلی شریف جنکشن سے گزرتے ہوئے حضرت قبلہ اشرفی میاں ٹرین ہی میں با ادب کھڑے ہوگئے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا: نائب رسول، قطب الارشاد جب اپنی مسند پر میرے احترام میں کھڑا ہوا تو فرزند رسول اس نائب رسول کے ادب میں کیوں نہ کھڑا ہو"۔ (ماہنامہ المیزان ممبئی)

۲۸ محرم الحرام ۱۲۹۷ھ کو آپ زیب سجادۂ مشیخت ہوئے اور خاندانی خرقۂ مبارکہ جو حضرت مخدوم اشرف قدس سرہ کا عطیہ ہے زیب تن فرمایا:

آپ نے چار بار حج وزیارت کا شرف حاصل کیا۔ ۱۲۹۳ھ میں آپ پہلے حج وزیارت سے شرف یاب ہوئے۔ اس حج وزیارت کے موقع پر دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو بعض نعمتیں بطور خاص حاصل ہوئیں۔ دوسری بار تیس سال بعد ۱۳۲۳ھ میں آپ حج وزیارت کے لیے تشریف لے گئے اس میں مشائخ حرمین طیبین سے آپ کو بعض اذکار واشغال کی اجازت بھی حاصل ہوئی۔ تیسرا حج مبارک اس کے چھ سال بعد ۱۳۲۹ھ میں ادا کیا۔ بعد زیارت مدینہ منورہ طائف شریف، بیت المقدس اور دیگر مقامات عالیہ شام، مصر، حامہ شریف، حمص شریف ودیگر بلاد اسلامیہ کے سفر بھی کیے جس کی روداد "صحائف اشرفی" کے نام سے دو حصوں میں چھپ چکی ہے۔

چوتھا اور آخری حج آپ نے ۱۳۵۴ھ میں ادا فرمایا۔ اس سفر حج وزیارت میں صدہا علماء ومشائخ داخل سلسلہ ہوئے اور خلافت واجازت سے نوازے گئے۔

حضرت قبلہ شیخ المشائخ اشرفی میاں قدس سرہ کو سلسلہ عالیہ اشرفیہ چشتیہ کے علاوہ بھی متعدد سلاسل کی اجازتیں اور اشغال واذکار حاصل تھے۔

خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے پیرومرشد حضرت خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ عنہ سے بھی خلافت حاصل تھی اور آپ ان کے خاتم الخلفاء تھے اس طرح امام احمد رضا سے آپ کا پیر بھائی کا بھی رشتہ تھا۔

خطابت اور شعر وسخن:

حضرت شیخ المشائخ قبلہ عالم ظاہر وباطن۔ شیوہ بیان خطیب ومقرر اور شاعر تھے۔ تقریر میں والہانہ انداز سے مثنوی شیخ جلال الدین رومی پڑھتے تھے۔ شاعری میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ کا کلام فارسی، اردو اور ہندی میں موجود ہے۔ سارا کلام روحانیت سے عبارت ہے۔

نثر میں آپ نے صحائف اشرفی کے نام سے ایک نہایت وقیع کتاب تحریر فرمائی جس کے دو حصے اب تک شائع ہو چکے ہیں۔

خدمت دین، رشد و ہدایت:

حضرت شیخ المشائخ اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے وعظ و تقریر کے ذریعہ دین متین کی تبلیغ کا تو فریضہ انجام دیا ہے، متعدد مدارس و مساجد کے سنگ بنیاد رکھ کر نیز ان کی سرپرستی فرما کر بھی خدمات دینیہ کا فریضہ انجام دیا۔

مدرسہ اشرفیہ ضیاء العلوم خیرآباد اعظم گڈھ، مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ اور دیگر مدارس کو قائم فرمایا۔ عالم اسلام کی مایہ ناز درس گاہ دارالعلوم اشرفیہ (باغ فردوس)، مبارک پور کا سنگ بنیاد آپ ہی کے مبارک ہاتھوں سے رکھا گیا اور تا حیات اپنی روحانی عظمتوں سے فیض پہنچایا۔

آپ نے بیعت و ارشاد کے ذریعہ لاکھوں مسلمانوں کو اپنے روحانی فیوض و برکات سے مالا مال کیا۔ سلسلۂ اشرفیہ کی مقبولیت آپ ہی کے باطنی کمال اور عرفانی و روحانی مراتب کا ثمرہ ہے۔

وصال کے وقت آپ کے ۲۳/لاکھ مریدین اور ۱۳۵۰/خلفاء تھے۔

حضرت شیخ المشائخ اور حضور حافظ ملت:

دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف کے زمانۂ طالب علمی میں حضرت حافظ ملت۔ حضور شیخ المشائخ اشرفی میاں قبلہ کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ معمریہ میں بیعت ہو گئے تھے۔ اس سلسلۂ مقدسہ میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک صرف چار واسطے ہیں۔

جب حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں صدرالمدرسین کی حیثیت سے تشریف لائے تو قریب قریب ہر سال حضور اشرفی میاں دارالعلوم میں تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک بار جب آپ کی آمد ہوئی تو آپ نے حافظ ملت کو خلافت دینا چاہی لیکن آپ نے اپنی منکسر المزاجی کی وجہ سے عرض کی کہ حضور مجھ میں تو کچھ صلاحیت نہیں میں خلافت کیسے لوں؟ جواباً حضرت شیخ المشائخ نے یہ امتیازی تمغہ عطا فرمایا: داد حق را قابلیت شرط نیست" اور خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ (بروایت مولانا محمد احمد صاحب بھیروی)

حضرت حافظ ملت ہر سال جامع مسجد راجہ مبارک شاہ، مبارک پور میں ۱۱/رجب المرجب کو حضرت اشرفی میاں قبلہ کا عرس منعقد کیا کرتے تھے۔

وصال شریف:

۱۱/رجب ۱۳۵۵ھ کو ہزاروں حاضرین آپ کے ساتھ ذکر جہر میں شریک تھے کہ آپ نے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے جان جان آفریں کے حوالے کر دی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

استاذ حافظ ملت، حضرت صدرالشریعہ

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے گھر پر اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم ناظرہ اور حفظ قرآن کے بعد بھوجپور، پیپل سانہ اور مراد آباد سے لے کر اجمیر شریف تک متعدد اساتذہ سے تعلیم پائی لیکن اصل تعلیم وتربیت حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے ہی حاصل ہوئی۔ یہی حضرت حافظ ملت کے استاذ معظم بھی ہیں اور مرشد اجازت بھی اور انہیں کو حضور حافظ ملت اپنا مالک تسلیم کرتے تھے۔

حضرت صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق اس مقام سے ہے جسے ''مدینۃ العلماء'' کہا جاتا ہے یعنی قصبہ گھوسی!

گھوسی ۱۹۸۸ء سے قبل صوبہ اتر پردیش کے ضلع اعظم گڈھ میں شامل تھا۔نومبر ۱۹۸۸ء میں جب ''مئو'' ضلع بنا تو یہ اس کے تحت آ گیا۔

گھوسی کی مختصر تاریخ:

گھوسی کی تاریخ کے بارے میں ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی رقمطراز ہیں:

''کہا جاتا ہے کہ ستیہ جگ میں اجودھیا کے سوریہ ونشی راجاؤں کے خاندان کا ایک راجہ نہش گزرا ہے جس نے گھوسی آباد کیا اور یہاں کوٹ بنوایا اور اپنے نام پر اس شہر کا نام نہش نگری یا نہوشی رکھا جو بعد میں گھوسی ہو گیا۔(ملخصا معارف شارح بخاری ۶۹ تا ۷۱)

مزید تحریر فرماتے ہیں:

''قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین پور میں مسلمان بہت قدیم زمانے سے آباد ہیں اس کے بہت سے شواہد ہیں۔مشہور ہے کہ خواجۂ خواجگاں خواجہ بہاء الدین نقشبندی قدس سرہ کے خلیفہ حضرت مفتی محمد حسن اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ گھوسی تشریف لائے اور گھوسی میں ان کا مزار شریف بھی ہے۔ اندازہ ہے کہ ان کی آمد گھوسی میں آٹھویں صدی ہجری کے اخیر میں ہوئی، اس کا مطلب یہ ہے کہ چھ سو سال قبل گھوسی میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی موجود تھی۔ (ایضا)

بعض تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہد اعظم حضرت سیدنا سالار مسعود غازی قدس سرہ ملک طاہر، ملک قاسم، ملک شدنی اور دیگر مجاہدین کو لے کر مئو آئے اس زمانے میں گھوسی میں بھی اسلام پھیلا اور مسلمان آباد ہوئے۔اس تقدیر پر گھوسی میں نو سو سال سے مسلمان آباد ہیں۔(آئینہ اودھ وغیرہ

گھوسی کے چند مشاہیر مشائخ:

(۱) مولانا غلام نقشبند (ولادت: ۱۰۵۱ھ، وفات ۱۱۲۶ھ)

(۲) سید میر عبدالجلیل (یہ مارہرہ مطہرہ کے خانوادے والے میر عبدالجلیل بلگرامی قدس سرہ نہیں ہیں بلکہ دوسرے بزرگ ہیں۔

(۳) مولانا نذیر احمد نوشہ گھوسوی۔ خلیفۂ سیدنا ابوالحسن احمد نوری مارہروی قدس سرہ (ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف ص ۱۹،۱۸)

خانوادۂ صدرالشریعہ:

(۱) حضرت مولانا خیرالدین (صدرالشریعہ کے پردادا) (۲) حضرت مولانا خدا بخش (صدرالشریعہ کے جدامجد) (۳) حضرت مولانا حکیم جمال الدین (والد صدرالشریعہ) (۴) حضرت مولانا محمد صدیق (صدرالشریعہ کے برادر بزرگ) (۵) حضرت صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی (۶) حضرت مولانا غلام یزدانی (۷) حضرت مولانا غلام جیلانی (شیخ العلماء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

حضرت صدرالشریعہ کی اولادیں اور موجودہ خاندان کے سبھی صاحبزادگان علم دین سے آراستہ ہیں۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنی دونوں صاحبزادیوں کو خود عالمیت کا پورا کورس پڑھا کر انہیں عالمہ بنایا۔

حضرت صدرالشریعہ کی اولاد:

(۵) مولانا حکیم شمس الہدیٰ (۶) مولانا محمد یحییٰ (۷) مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری (کراچی، پاکستان میں منتقل ہوگئے تھے وہیں وصال ہوا) (۸) قاری رضاء المصطفیٰ (کراچی، پاکستان) (۹) علامہ ضیاء المصطفیٰ (۱۰) مولانا ثناء المصطفیٰ (وصال فرماگئے) (۱۱) مولانا بہاء المصطفیٰ (۱۲) مولانا فداء المصطفیٰ

(۱۳) شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ۔

مندرجہ بالا علمائے کرام کے علاوہ گھوسی میں اور بھی بہت سے علماء ہیں لیکن سبھی کا تذکرہ مشکل ہے۔ بس حق یہی ہے کہ گھوسی واقعی علماء کا شہر ہے اور اسے مدینۃ العلماء کہا جانا حق بجانب ہے۔

گھوسی میں دارالعلوم شمس العلوم، دارالعلوم امجدیہ اور دارالعلوم بدرالعلوم کے علاوہ اور بھی مدارس خوش اسلوبی سے دینی تعلیمی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اور یہاں خواتین اسلام کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے ''کلیۃ البنات'' بھی قائم ہے اور اس اعتبار سے گھوسی کو اولیت حاصل ہے۔

یوں تو گھوسی میں حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے قبل علماء ومشائخ ہوئے ہیں لیکن عصر موجودہ میں گھوسی کو جو شہرت وعظمت حاصل ہے وہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ اور ان کے گھوسوی تلامذہ نیز اولاد امجاد کے سبب ہے۔

ولادت باسعادت:

حضرت صدرالشریعہ علامہ مولانا مفتی ابوالعلا محمد امجد علی (کنیت۔ابوالعلا) بن حکیم جمال الدین بن مولانا خدا

بخش بن مولانا خیر الدین رحمۃ اللہ علیہم۔۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۸ء قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ (موجودہ ضلع مئو۔یوپی) محلہ کریم الدین پور میں تولد ہوئے۔ (مولانا غلام علی: الیواقیت المہر یہ ص۷۹)

آپ کے والد ماجد اور جد امجد فن طب اور علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے۔

تعلیم وتربیت:

حضرت صدرالشریعہ نے اپنے جد امجد بعد ازاں اپنے برادر اکبر حضرت مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ سے علوم وفنون کی ابتدائی کتابیں پڑھیں پھر استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری ثم جونپوری علیہ الرحمہ سے (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) سے اکتساب فیض کے لیے "مدرسہ حنفیہ جونپور" میں داخل ہوئے۔علوم وفنون کی تکمیل کے بعد شیخ المحدثین حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ (م۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) کی خدمت میں "مدرسۃ الحدیث، پیلی بھیت" میں حاضر ہوکر درس حدیث لیا اور سند فراغت حاصل کی۔

زمانۂ طالب علمی میں آپ کی علمی صلاحیت ولیاقت کا اندازہ ذیل کی تحریر سے ہوسکتا ہے جو مہتمم مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت نے تحفۂ حنفیہ، پٹنہ میں شائع کرائی تھی۔

"۶رذی الحجہ ۱۳۲۴ھ کو بحمد اللہ تعالیٰ طلبہ کا امتحان حضرت مولانا مولوی شاہ محمد سلامت اللہ صاحب رام پوری دام فیضہ نے لیا۔مولوی امجد علی صاحب نے بعد فراغ کتب درسیہ کے نہایت جانفشانی وکمال مستعدی سے سال بھر میں صحاح ستہ، مسند شریف، کتاب الآثار شریف، مؤطا شریف، طحاوی شریف کا قراءۃً وسماعۃً درس حاصل کر کے اعلیٰ درجہ کا امتحان دیا جس کے باعث ممتحن صاحب وحاضرین نہایت شاداں اور ان کی حسن لیاقت وفہم ذکاوت سے بہت فرحاں ہوئے اور دستار فضیلت زیب سر کی گئی" (ضیاء الدین مہتمم مدرسہ، تحفۂ حنفیہ ص۴۴ محرم ۱۳۲۵ھ پٹنہ)

حکیم عبدالولی جھوائی ٹولہ، لکھنؤ سے علم طب حاصل کیا۔

۱۳۲۴ھ سے ۱۳۲۷ھ تک حضرت محدث سورتی کے مدرسہ میں درس دیا۔اس کے بعد ایک سال تک پٹنہ میں مطب کرتے رہے۔

بریلی شریف میں آمد:

جس وقت حضرت صدرالشریعہ پٹنہ میں مطب کر رہے تھے اسی اثناء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے لیے ایک مدرس کی ضرورت پیش آئی۔استاذ گرامی مولانا وصی احمد سورتی علیہ الرحمہ کے ارشاد پر مطب چھوڑ کر بریلی شریف چلے گئے۔

آپ نے ابتداءً منظر اسلام میں تدریس کا فریضہ انجام دیا بعد ازاں مطبع اہل سنت کا انتظام، جماعت رضائے مصطفیٰ کے شعبۂ علیہ کی صدارت کے فرائض نیز افتاء کی مصروفیات علیحدہ۔

بیعت وخلافت:

بریلی شریف میں قیام کے دوران آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت واجازت سے نوازے گئے۔

الاستمداد میں اعلیٰ حضرت نے اپنے مشاہیر خلفاء کا جو ذکر فرمایا ہے اس میں حضرت صدرالشریعہ کے لیے اس طرح کہا ہے۔

میرا امجد مجد کا پکا　　　　اس سے بہت کچھاتے یہ ہیں

آپ تقریباً ۱۸ برس تک شیخ کامل کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوئے۔

شان فقاہت کا اعتراف:

فتاویٰ کے سلسلے میں امام احمد رضا آپ پر حد درجہ اعتماد فرماتے تھے۔ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

''آپ، یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں۔طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔ (مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی: الملفوظ حصہ اول)

امام احمد رضا کے اسی ارشاد کے پیش نظر حضرت حافظ ملت نے آپ کو''خاتم الفقہاء'' لکھا ہے۔ (مضمون صدرالشریعہ کا تبحر علمی مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ)

بریلی شریف میں صدرالشریعہ کی مصروفیات:

بریلی شریف میں قیام کے دوران حضرت صدرالشریعہ کی مصروفیات حیرت انگیز حد تک بڑھی ہوئی تھیں۔ تدریس، فتویٰ نویسی، پریس کی نگرانی، پروف ریڈنگ وغیرہ امور تن تنہا انجام دیتے۔عظیم البرکت امام احمد رضا کے فیوض وبرکات نے آپ کے اندر دین کے لیے کام کرنے کا وہ جذبہ پیدا کر دیا تھا کہ کسی طرح کی اکتاہٹ یا تھکن کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔بعض حضرات کہا کرتے تھے کہ:

''مولانا امجد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں'' (ماہنامہ پاسبان، الہ آباد، امام احمد رضا نمبر۔ مارچ، اپریل ۱۹۶۲ء ص ۶۵)

کنزالایمان اور صدرالشریعہ:

اعلیٰ حضرت کا مشہور زمانہ، معتبر ومستند اور فقید المثال ترجمہ قرآن مسمیٰ باسم تاریخی ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء) حضرت صدرالشریعہ ہی کی تحریک پر شروع ہوا تھا۔

کثرت مشاغل کے سبب اعلیٰ حضرت کو ترجمہ کے لیے وقت نکالنا مشکل تھا لہذا طے ہوا کہ قیلولہ کے وقت یا رات میں سوتے وقت یہ کام شروع کیا جائے۔

ایک روز صدر الشریعہ قلم دوات لے کر بارگاہ رضا میں حاضر ہو گئے اور ترجمۂ کا کام شروع ہو گیا ایک رکوع کا ترجمہ لکھوانے کے بعد حکم دیا کہ بعد میں اسے تفاسیر سے ملالیا کریں ۔ چنانچہ صدر الشریعہ اس کام میں لگ گئے ۔ پہلے ترجمہ لکھتے پھر تفاسیر سے ملاتے جس کی وجہ سے اکثر رات میں ۱۲ ربجے کبھی کبھی ۲ ربجے آپ اپنی رہائش گاہ پر پہنچتے ۔

اس طرح حضرت صدر الشریعہ کی مساعی سے ترجمۂ قرآن کا کام پورا ہوا۔ (ملخصا ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف، مارچ ۱۹۶۶ء)

مرکزی دارالقضاء شرعی اور صدر الشریعہ:

۱۳۳۹ھ میں جب اعلیٰ حضرت نے متحدہ ہندوستان کے لیے ''دارالقضاء شرعی'' کا قیام فرمایا تو حضرت صدر الشریعہ کو منصب اور حضرت مفتی اعظم و برہان ملت علیہم الرحمہ کو ان کا معاون قرار دیا (اکرام امام احمد رضا از برہان ملت

مطبع اہل سنت اور ماہنامہ الرضا:

تصانیف امام احمد رضا کی اشاعت کے لیے جب علماء اور ارکان ''جماعت رضائے مصطفٰے'' نے بریلی شریف میں پریس کے قیام کے لیے زور ڈالا تو امام احمد رضا نے پریس لگوادیا اور اس کا نام ''مطبع اہل سنت و جماعت'' رکھا اور حضرت صدر الشریعہ کو اس کا مہتمم مقرر کیا۔

امام احمد رضا کی سرپرستی میں نکلنے والے رسالہ ''الرضا'' کے مدیر تو برادر زادہ امام احمد رضا حضرت مولانا حسنین رضا خاں رحمہ اللہ تھے لیکن یہ پرچہ حضرت صدر الشریعہ کی نگرانی اور اہتمام و انصرام میں شائع ہوتا تھا۔

نماز جنازہ کے لیے نامزدگی:

''وصایا شریف از مولانا حسنین رضا خاں بریلی علیہ الرحمہ کے مطابق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنے نماز جنازہ کے سلسلے میں اس طرح فرمایا تھا:

''غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو، حامد رضا خاں وہ دعائیں کہ فتاویٰ میں لکھی ہیں خوب ازبر کرلیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی''۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی رقمطراز ہیں:

''امام احمد رضا کا یہ فرمان بڑی اہمیت کا حامل ہے اور صدر الشریعہ کی علمیت، یادداشت اور بزرگی کی سند ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس جانب بھی اشارہ ہے کہ بعد شہزادہ وجانشین اگر امام احمد رضا کے نزدیک کوئی ان سے قریب تر ہے اور اس مرتبہ کے لائق ہے تو وہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی کی ذات ہے''۔ (صدر الشریعہ نمبر ماہنامہ اشرفیہ ص ۲۸۱)

صدر الشریعہ پر امام احمد رضا کا اعتماد:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا صدر الشریعہ کے علم وقلم اور ان کی کارکردگی پر کامل اعتماد فرماتے تھے۔ آپ نے انہیں اپنی ہر تحریک اور قائم کردہ جماعت میں نمایاں مقام دیا۔

ابوالکلام آزاد سے بریلی شریف میں جو مناظرہ ہوا تھا اور جس میں ابوالکلام کی حیثیت ایک گونگے کی ہوکر رہ گئی تھی۔ اس مناظرہ کے لیے ''حجت تامہ'' کے نام سے حضرت صدر الشریعہ ہی کی صدارت میں سوالات مرتب ہوئے تھے اور پوسٹر شائع ہوا تھا۔ صدر الشریعہ مناظرین کی جماعت میں بھی شامل تھے۔

تدریسی خدمات:

دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف میں طویل عرصہ تک فرائض تدریس انجام دینے کے بعد حضرت صدر الشریعہ ''دارالعلوم معینیہ عثمانیہ، اجمیر شریف'' میں صدر مدرس کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ وہاں سے پھر بریلی شریف چلے آئے اور تین سال تک قیام کیا۔ اس کے بعد نواب حاجی غلام محمد خاں شیروانی رئیس ریاست دادوں (علی گڈھ) کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس ''دارالعلوم حافظیہ سعدیہ'' میں تشریف لے گئے اور سات سال تک بکمال حسن وخوبی فرائض تدریس انجام دیئے۔

نواب صدر یار جنگ اور صدر الشریعہ کے فضل وکمال کا اعتراف:

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء میں مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں امتحان کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے آپ کے فضل وکمال کا اس طرح اعتراف کیا۔

''مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں جنہیں میں منتخب جانتا ہوں'' (مولانا محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۵۳)

اس زمانے میں مولانا عبدالشاہد خاں شیروانی اسی مدرسہ میں نائب صدر مدرس تھے انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا ہے:

''مولانا محمد امجد علی اعظمی سات سال سے صدر مدرس تھے۔ بریلی، اجمیر اور دوسرے مدرسوں کے صدر مدرس رہ چکے تھے۔ کہنہ مشقی کی بناء پر درسیات میں پوری مہارت رکھتے تھے'' (محمد عبدالستار خاں شیروانی: باغی ہندوستان جدید ایڈیشن ص ۴۴۰) المجمع الاسلامی مبارک پور

دادوں میں سات سال تک تدریسی فرائض انجام دینے کے بعد ایک سال یا کم وبیش بنارس میں رہے بعد ازاں ۱۹۴۵ء تک دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف میں درس دیا۔

تبحر علمی اور کمال تدریس:

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے تبحر علمی اور تدریسی عظمت کی کہانی حضرت حافظ ملت قدس سرہ کی زبانی ملاحظہ

فرمایئے:

خاتم الفقہا، حجۃ العصر حضرت صدرالشریعہ مولانا شاہ ابوالعلا محمد امجد علی صاحب علیہ الرحمہ جامع الکمالات مجمع البحرین تھے آپ متبحر عالم جامع معقول ومنقول ہونے کے ساتھ اپنے علم پر عامل متبع سنت پابند شریعت تھے تبحر علمی کا یہ عالم کہ پورا درس نظامی مستحضر تھا۔ جو کتاب سامنے آتی بے دریغ پڑھاتے کماحقہ پڑھاتے ایسی جامع تقریر فرماتے کہ تمام اعتراضات وشبہات رفع ہوجاتے اور مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہوجاتا۔ علاوہ درسیات کے جو بھی کتاب لائی گئی کماحقہ پڑھائی۔ قاضی کا حاشیہ فضل حق اور امور عامہ کا حاشیہ عبدالحق، مولانا سید غلام جیلانی ومولانا سردار احمد صاحب جیسے ذی استعداد اور خیر الاذکیا حضرات کو پڑھایا غرضیکہ درسی اور غیر درسی جو کتاب حضرت کے سامنے آتی بے دریغ پڑھاتے ایک طالب علم افغانی سن رسیدہ جو دوسرے مدارس میں کئی بار درس نظامی کی تکمیل کر چکا تھا حضرت کی شہرت سن کر اجمیر شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ درس میں بخاری شریف وغیرہ آپ سے پڑھتا تھا اس نے ''تتمہ خانقاہی'' پڑھنے کی درخواست کی حضرت نے اس کی درخواست منظور فرمالی ''تتمہ خانقاہی'' اصول فقہ میں بہت مشکل کتاب ہے ہندوستان میں رائج نہیں اس لیے نہ کتب خانہ میں تھی نہ حضرت کے پاس تھی صرف ایک ہی کتاب اس افغانی طالب علم کے پاس تھی ذی خارج وقت میں پڑھاتے تھے اور فارسی میں تقریر فرماتے تھے کیوں کہ یہ اردو کم سمجھتا تھا۔

میں اور میرے استاذ بھائی مولانا سید غلام جیلانی ومولانا سردار احمد صاحب وغیرہ نے امام النحو حضرت مولانا سید امیر صاحب قبلہ سے شرح جامی پڑھی اس کے بعد شرح جامی کا حاشیہ عبدالغفور بھی ان سے پڑھا۔ عبدالغفور بہت مشکل کتاب ہے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ جہاں مجھے کچھ شبہہ رہ جاتا حضرت صدرالشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش کرتا حضرت ایسی واضح تقریر فرماتے کہ شبہہ دفع ہوکر پورا اطمینان ہوجاتا ایسا معلوم ہوتا کہ حضرت پہلے سے اس کی تفہیم کے لیے تیار تھے یہ آپ کے تبحر علمی کی دلیل ہے۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد

دارالخیر اجمیر شریف ہندوستان کا مشہور اور مرکزی شہر ہے۔ اہل کمال کا مرجع ہے۔ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اندرون درگاہ معلیٰ محفل خانہ میں تھا اوقات درس میں بڑے بڑے علما ومشائخ تشریف لاتے اسباق سنتے اور بہت خوش ہوتے۔ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے تبحر علمی پر داد دیتے تھے۔ آپ کے تلامذہ حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب شارح بخاری وحضرت مولانا سردار احمد صاحب جیسے آفتاب علم وفضل آپ کے تبحر علمی پر روشن دلیل ہیں کیوں کہ درخت اپنے پھل اور استاذ اپنے شاگرد سے پہچانا جاتا ہے آپ کی وسعت درس کا یہ عالم تھا کہ زمانہ طالب علمی سے ہی پڑھانا شروع کیا اور اخیر عمر تک پڑھاتے رہے۔ باخبر حضرات کا بیان ہے کہ آپ کے تلامذہ کی تعداد بواسطہ اور بلا واسطہ تقریباً چار ہزار ہے حضرت صدرالشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ صاحب درس وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب قلم وصاحب لسان تھے۔ (مضمون صدرالشریعہ کا تبحر علمی مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ)

وعظ وخطابت:

حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

آپ کی تقریر بھی ایسی جامع اور موثر ہوتی تھی کہ علماء ومشائخ جھومتے اور داد دیتے تھے۔ مراد آباد جامعہ نعیمیہ کے سالانہ اجلاس میں آپ نے تقریر فرمائی۔ سارا مجمع محو حیرت تھا۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے فرمایا کہ مولانا آپ اس تقریر کو قلم بند کردیں تو میں اسے چھپوا کر شائع کرادوں۔

اجمیر شریف میں آپ کی تقریر اس قدر مقبول تھی کہ علما ومشائخ سب خاص عام دل کی گہرائیوں میں جگہ دیتے۔ اول سے آخر تک ہمہ تن گوش ہوکر سنا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت دیوان سید آل رسول صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ درگاہ معلّٰی کے مکان پر آپ کی تقریر تھی۔ آدھا مجمع مکان کے اندر اور آدھا مکان سے باہر تھا۔ تخت اندر تھا۔ دوران تقریر بارش ہونے لگی۔ سارا مجمع ہمہ تن گوش تھا سامعین بارش میں بھیگتے رہے اور اخیر تک برابر سنتے رہے۔

اس علم وفضل کے باوجود آپ عملی میدان کے بھی شہ سوار ہیں۔ میں دس سال حضرت کی کفش برداری میں رہا۔ پوری مدت میں آپ کو متبع سنت پایا۔ (ایضا)

ذوق عبادت:

یہی حضرت حافظ ملت حضور صدر الشریعہ کے ذوق عبادت کی بابت اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

ذوق عبادت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ علیل ہوگئے شدت کا بخار تھا۔ غفلت تھی میں حاضر تھا۔ جب ذرا ہوش ہوا تو دریافت فرمایا کیا وقت ہے؟ میں نے گھڑی دیکھ کر وقت بتایا تو ظہر کا وقت ختم ہوگیا تھا۔ فوراً آنکھ سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمانے لگے میری نماز ظہر قضا ہوگئی۔ روتے تھے اور بار بار فرماتے تھے میری نماز ظہر قضا ہوگئی۔

غور کا مقام ہے ایک وقت کی نماز قضا ہونے پر رو رہے ہیں اور اجمیر شریف کا ہی یہ واقعہ ہے کہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے جو حضرت سے بہت مشابہ تھے حضرت ان کو بہت پیار کرتے تھے بہت محبت کرتے تھے ان کا انتقال ہوگیا گرمی کا موسم تھا مدرسہ ایک وقت کا تھا ہم لوگ محلہ پرمٹھا دار الاقامہ میں رہتے تھے اور حضرت اندر کوٹ ترکولیا دروازہ رہتے تھے تقریبا ایک میل کا فاصلہ ہے ہمیں بہت دیر میں خبر ہوئی ہم پہونچے تو صاحبزادے دفن ہوچکے تھے ہم نے عرض کیا حضور نے ہمیں اطلاع نہیں دی فرمایا خیال ہوا کہ گرمی کا وقت ہے آپ لوگوں کو تکلیف ہوگی دفن کردیا۔ دیکھا تو چہرے مبارک پر غم بھی معلوم نہ ہوتے تھے۔ بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ صاحب کا انتقال ہوگیا تو حضرت اس وقت نماز تراویح ادا کررہے تھے۔ اطلاع دی گئی تشریف لائے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا اور فرمایا ابھی آٹھ رکعت تراویح باقی ہیں نماز میں مصروف ہوگئے۔ جس شخص کے صبر وتحمل کا یہ عالم ہے کہ اپنے فرزند دل بند کے انتقال پر ایسا صبر وضبط کرے وہ نماز قضا ہونے پر زار زار روئے اور بار بار افسوس کرے کہ میری نماز ظہر قضا ہوگئی تو اس پر تعجب

کیا ہے؟

بہر حال حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ جامع الکمالات اوراعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت رضی اللہ عنہ کی صحیح یادگار تھے۔ خداوند کریم ہمیں ان کے علم وعمل سے حصہ دے۔آمین (ایضا)

ایک تلمیذ صدرالشریعہ کی علمی استعداد

میدان درس وتدریس میں ایک مرحلہ مدرسین کی لیاقتوں کے باہمی تصادم اور معاصرانہ چشمک کا بھی آتا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم بھی اس سے محفوظ نہیں رہے۔ اس دور کے بعض علما امتحان کے موقع پر حضرت کے شاگردوں سے غبار خاطر کا اظہار کردیتے چنانچہ دادوں کے ایک امتحان کے دوران جناب مولانا خلیل صاحب کے ایک ممتحن خارج از کتاب سوالات کرنے لگے اور انہوں نے صدرالشریعہ کی شاگردی کا حق ادا کرتے ہوئے یہ ظاہر کرنے کے بعد کہ یہ سوال میری کتاب سے بلند ہے جواب دے دیا۔

صدرالشریعہ خود اپنے تلامذہ کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھے اس امتحان کی رپورٹ ملی تو فرمایا میرا خلیل انہیں درس دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

تبلیغ واشاعت:

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے درس وتدریس وعظ وخطابت، کتب دینیہ کی اشاعت اور مباحثہ ومناظرہ بیعت وارشاد تصنیفات وتالیفات اور فتویٰ نویسی سے امام احمد رضا کی ہر تحریک میں شمولیت اور اپنی نمایاں کارکردگی کا ثبوت دیا۔ دراصل آپ کی حیات کا لمحہ لمحہ دین متین کی تبلیغ واشاعت کے لیے وقف تھا۔

اجمیر شریف کے قرب وجوار میں راجہ پرتھوی راج کی اولاد تھی جو اگر چہ مسلمان ہو چکی تھی لیکن ان میں فرائض وواجبات سے غفلت اور مشرکانہ رسوم بکثرت پائی جاتی تھیں۔ حضرت صدرالشریعہ کی ایماء پر آپ کے تلامذہ نے ان میں تبلیغ کا پروگرام بنایا اور جگہ جگہ جاکر مسائل شرعیہ بتائے۔ ان تبلیغی جلسوں کا خوشگوار اثر ہوا اور ان لوگوں میں مشرکانہ رسوم سے اجتناب اور دینی اقدار اپنانے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ (مولانا مشتاق احمد نظامی: ماہنامہ پاسبان، الہ آباد، امام احمد رضا نمبر ۶۱)

مشہور مورخ پروفیسر ایوب قادری تحریر کرتے ہیں:

"اجمیر کے زمانہ قیام میں نومسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی نے خوب تبلیغ کی اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے"۔ (یادگار بریلی ص ۱۶، کراچی ۱۹۷۰ء)

حضرت صدرالشریعہ نے اجمیر کے آس پاس کے علاقوں نصیر آباد، بیاور، لاڈنوں، جے پور، جودھپور، پالی مارواڑ، اور چتوڑ وغیرہ میں خود اور آپ کے تلامذہ نے زبردست تبلیغی فریضہ انجام دیا۔ مذہب اہل سنت کی اشاعت اور بد مذاہب کا رد کیا۔

شدھی تحریک کے انسداد میں حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا علیہ الرحمہ کے ساتھ آپ نے آگرہ، متھرا

اورراجستھان کے مختلف علاقوں میں شدھی تحریک کا زور توڑنے میں تعاون کیا۔

صدرالشریعہ بحیثیت ماہر تعلیم:

حضرت صدرالشریعہ علم وفضل اور درس وتدریس میں یکتائے روزگار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم ماہر تعلیم بھی تھے۔

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی رقمطراز ہیں:

''مولانا عبدالعزیز امجدی مبارک پوری ابن جناب عبدالوہاب مبارک پوری علیہ الرحمہ (متوفی ۱۱رذی الحجہ ۱۴۰۳ھ مدفون شاہ کے پنجے محلہ حیدرآباد (مبارک پور) محلہ پورہ صوفی قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کے باشندے تھے جن کو صدرالشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ صدرالشریعہ جب مظہر العلوم بنارس میں صدرالمدرسین تھے اس وقت حضرت سے کچھ پڑھا تھا۔ آپ کے ذخیرۂ کتب سے ایک بوسیدہ نصاب تعلیم دستیاب ہوا جو حضرت صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے جس کا ثبوت نصاب کے سرے پر لکھی ہوئی اس عبارت سے ہوتا ہے:

نصاب تعلیم مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ مرتبہ حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ مولانا مولوی محمد امجد علی صاحب قبلہ مدظلہ الاقدس'' (ماہنامہ اشرفیہ: صدرالشریعہ نمبر ص ۲۵۸)

یہ نصاب تعلیم عالمیت کے دس سالہ کورس کے لیے مرتب کیا گیا تھا۔ تفصیل صدرالشریعہ نمبر میں چھپ چکی ہے۔

صدرالشریعہ بحیثیت سیاسی مدبر:

حضرت صدرالشریعہ نے ایک مدبر اور قائد کی حیثیت سے مسلمانوں کی سیاسی رہ نمائی کا بھی فریضہ انجام دیا۔

ہندوستان کی جنگ آزادی میں اہل سنت وجماعت کے علما اور دانشوروں کا اہم کردار رہا ہے مگر متعصب مورخین اور کل تک انگریزوں کے نمک خوار مگر پانسہ پلٹتے دیکھ کر کھدر دھاری بن جانے والے دیوبندی مولویوں نے علمائے اہل سنت کو یکسر نظر انداز کر دیا اور ان کے کارناموں کو نہ صرف چھپانے بلکہ مٹانے کی بھرپور سعی کی ہے۔ تحریک آزادی کو پروان چڑھانے والوں میں حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، حضرت برہان ملت مفتی برہان الحق جبل پوری، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی، حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، حضرت پیر مانکی شریف، حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلی، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان بریلوی اور حضرت صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم۔ پیش پیش تھے۔

حضرت صدرالشریعہ نے مسلمانوں کو سوراج کا بھاونا نعرہ دینے والوں نیز کانگریس کے دام فریب سے بچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی تقریروں نے مسلمانوں کے اندر اسلامی اسپرٹ بھردی اور انہیں سیاسی شعور عطا کیا۔

صدرالشریعہ اور آل انڈیا سنی کانفرنس:

اہل سنت و جماعت کا کوئی ایسا پلیٹ فارم نہیں تھا جس کے توسط سے مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، معاشی اور تعلیمی وتہذیبی شعبہ ہائے حیات کی نشاۃِ ثانیہ کی جائے اور خاص طور سے ان کے اندر سیاسی شعور بیدار کیا جائے اس کے لیے ۱۹، ۲۰ر شعبان المعظم مطابق ۳، ۴ ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو مراد آباد میں شاہزادۂ اعلیٰ حضرت۔حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی صدارت میں اجلاس منعقد ہوا اور ایک جماعت موتمر العلماء قائم کی گئی ۔ یہی جماعت بعد میں ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے نام سے موسوم ہوئی ۔

۱۹۲۵ء کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں صدر الشریعہ نے اہم کردار ادا کیا اور بہترین خطاب فرمایا۔

اپریل ۱۹۴۶ء کی بنارس سنی کانفرنس کے فقید المثال اجلاس میں بھی آپ موجود تھے جس میں تقریباً پانچ ہزار علما ومشائخ شریک تھے اور اسلامی حکومت کے لیے لائحۂ عمل مرتب کرنے کے لیے جلیل القدر علما کی ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے ممتاز ارا کین میں صدر الشریعہ شامل تھے ۔

تصنیفات وتالیفات:

حضرت صدر الشریعہ کا دور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصنیفات کی دھوم دھام کا دور تھا۔ فیض رضا سے اگر صدر الشریعہ اسی جانب متوجہ ہوجاتے تو ایک عظیم پیانے کا دار التصنیف قائم کر سکتے تھے اور خود اپنے زور قلم سے تصنیفات وتالیفات کا ایک انبار چھوڑ سکتے تھے لیکن آپ نے طالبان اسلام کی تعلیم وتربیت اور علوم دینیہ کے فروغ کو اولیت دی اور اگر آپ یہ فریضۂ درس وتدریس انجام نہ دیتے تو حافظ ملت کہاں سے پیدا ہوتے، محدث اعظم پاکستان کا وجود کہاں سے ہوتا، دنیا شیخ العلماء کو کہاں سے پاتی ۔ مجاہد ملت ،صدر العلما ،شمس العلما، امین شریعت جیسے صاحبان عظمت کہاں نصیب ہوتے ۔ بہر حال تمام تر دینی تبلیغی مصروفیات کے باوصف حضرت صدر الشریعہ نے دنیائے اسلام کو علمی وتحقیقی کتب کا بیش بیش بہا خزانہ عطا کیا ہے۔

(۱) بہار شریعت: فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف ۔صدر الشریعہ اس کے بیس حصے تیار کرنا چاہتے تھے لیکن سترہ حصے ہی تک لکھ پائے اور پھر کثرت غم واندوہ کے سبب معذور ہوگئے تو بقیہ حصوں کی تکمیل کے لیے اپنے تلامذہ کو وصیت کردی۔

بعد میں اٹھارہ واں حصہ۔ آپ کے صاحبزادے حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری صاحب، مفتی وقار الدین صاحب اور مفتی محبوب رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہم نے پاکستان میں بیٹھ کر مکمل کیا۔

انیسواں حصہ۔ مولانا سید ظہیر احمد صاحب زیدی علی گڑھی نے مکمل کیا۔

بیسواں حصہ۔ مفتی وقار الدین قدس سرہ نے ترتیب دیا۔

اس طرح اب اس کے بیس حصے ہوگئے ۔

(۲) فتاویٰ امجدیہ۔ چار ضخیم جلدوں میں

(۳) حاشیہ شرح معانی الآثار (عربی زبان میں)

چند مشاہیر تلامذہ:

(۱) شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیتی (۲) حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور (۳) محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد گورداسپوری ثم فیصل آبادی (۴) سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفےٰ مارہروی (۵) صدرالعلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی (۶) مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اڑیسوی (۷) شمس العلماء حضرت مولانا سید شمس الدین جونپوری (۸) امین شریعت حضرت مفتی رفاقت حسین (۹) حضرت مولانا غلام یزدانی اعظمی (۱۰) شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی (۱۱) حضرت مولانا سلیمان اشرفی بھاگل پوری (۱۲) حضرت مولانا عبدالمصطفےٰ (صاحبزادہ صدرالشریعہ) (۱۳) حضرت مولانا عبدالمصطفےٰ اعظمی (۱۴) حضرت مولانا مبین الدین امروہوی (۱۵) حضرت مولانا محمد الیاس (سیالکوٹ) (۱۶) حضرت مولانا وقار الدین کراچی (۱۷) حضرت مولانا اعجاز ولی خاں لاہور (۱۸) حضرت مولانا تقدس علی خاں پیر گوٹھ (۱۹) حضرت مولانا محبوب رضا کراچی (۲۰) حضرت مولانا سید ظہیر الدین (۲۱) حضرت مولانا وصی الدین مردان (۲۲) حضرت مولانا افضل الدین درگ (ایم، پی) (۲۳) حضرت مولانا غلام آسی بلیاوی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

حضرت صدرالشریعہ اور خانوادۂ رضویہ

اپنے مرشد اور مرشد زادوں سے محبت وعقیدت تو ہر مسترشد (مرید) میں ہونے چاہیے، مگر ایسے کچھ لوگ اس عقیدت ومحبت کا صرف زبان سے اظہار کرتے ہیں یا صرف دست بوسی اور قدم بوسی ہی تک یہ جذبہ محدود رہتا ہے۔ لیکن! حضرت صدراشریعہ اس طرح کی مصنوعی عقیدت ومحبت سے مبرا تھے۔ ان کے قول وعمل میں کوئی تضاد نہیں تھا۔ انہوں نے ہر موقع پر اپنی سچی محبت وعقیدت کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔ لاریب! صدرالشریعہ اعلیٰ حضرت کے جانثار تھے اور ان کے مسلک ومشن کے فروغ میں انہوں نے بڑا ہی اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔

حضرت صدرالشریعہ کو اپنے مرشد زادوں، امام احمد رضا کے خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہما سے بھی غایت محبت تھی اور ان کا ادب واحترام کرتے تھے اور خود یہ شاہزادگان رضا بھی صدرالشریعہ کو بہت چاہتے مانتے اور ان پر کامل اعتماد کرتے تھے اور ان کی علمی جلالت کے معترف تھے۔

عرس رضوی اور حضرت صدرالشریعہ:

۱۳۵۰ھ کے آس پاس کا واقعہ ہے کہ برسات میں عرس رضوی پڑنے کی وجہ سے دقت آتی تھی لہذا مولانا ابرار حسن خاں تلہری، مولانا محمد علی آنولوی اور جماعت رضائے مصطفےٰ کے چند اراکین نے سوچا کہ عرس رضوی کو اگلے ماہ کے لیے ہٹا دیا جائے۔ اس کے لیے ان حضرات نے مقامی اور بیرونی حضرات سے تائیدی دستخط لینے شروع کیے اور اکثریت

اس پر راضی تھی کہ عرس کو اگلے ماہ کے لیے ہٹا دیا جائے۔ لیکن ابھی چند ارباب بست وکشاد کے دستخط باقی تھے۔ اسی لیے یہ دونوں صاحبان حضرت صدرالشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تجویز کی زبردست وکالت کی لیکن حضرت صدرالشریعہ نے صاف فرما دیا: ''دوسرے مہینے اور دنوں میں عرس کو منتقل کر دیا جائے گا تو عرس نہیں ہوگا۔ ہاں ایک اجتماع اور مجمع ہوگا، مزار شریف پر حاضری کا فائدہ حاصل ہوگا مگر عرس شریف میں حاضری سے جو خاص فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ نہ حاصل ہوسکیں گے میں تو اسی ماہ صفر میں ان خاص تاریخوں میں بشرط استطاعت حاضری دیتا رہوں گا اور اس پر دستخط نہیں کروں گا''۔

اب حضرت صدرالشریعہ کے اس فیصلے کو جس نے بھی سنا ان کی رائے کی تحسین کی حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند نے بھی ان کی رائے کو بہ نظر استحسان دیکھا اور عرس رضوی اپنی اصل تاریخوں میں ہوا اور ہوتا آرہا ہے''۔ (ملخصا۔ مضمون حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ از مولانا غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ مشمولہ ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف بابت ماہ جنوری۔ فروری ۱۹۶۷ء)

(۲) عرس رضوی کا انتظام چندہ کے بغیر ہوتا تھا اور مصارف حجۃ الاسلام اور بعدہ مفتی اعظم اپنے پاس سے کرتے تھے۔ اس کا خاموش اور بہتر طریقہ حضرت صدرالشریعہ نے یہ نکالا کہ اپنے میمن مریدین اور مرید خاص حضرت مولانا پیر عبدالحق صاحب وغیرہ کو مالی مدد کا اشارہ کر دیا۔ ان حضرات نے سرکار مفتی اعظم کو نذرانے میں کثیر رقوم پیش کیں اور اس بات کا احساس بھی نہ ہونے دیا کہ یہ سب عرس رضوی کے مصارف کو دیکھتے ہوئے کیا جارہا ہے۔ (مضمون حضرت غلام جیلانی علیہ الرحمہ سے تلخیص۔ جو ماہ نامہ فیض الرسول براؤں شریف میں شامل ہے)

حجۃ الاسلام اور صدرالشریعہ:

حجۃ الاسلام سے بھی صدرالشریعہ کو بہت لگاؤ تھا اور دونوں کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ حجۃ الاسلام صدرالشریعہ کے علمی وقار کے معترف تھے۔ حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

''کچھ عرصہ ہوا کہ دارالعلوم منظر اسلام (بریلی) کے ارباب بست وکشاد نے اس امر پر غور کیا کہ اس درس گاہ کا صدرالمدرسین کس کو مقرر کیا جائے تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فوقانی طلبہ ایک سبق حامد رضا خاں اور امجد علی اور رحم الٰہی ان تینوں سے پڑھ لیں اس کے بعد دیکھیں جس کی طرف ان کا میلان زیادہ پایا جائے اسی کو صدرالمدرسین بنایا جائے۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ ان طلبہ نے فن معقول کی کسی اہم کتاب کے ایک مشکل مقام کو پوشیدہ طور پر کسی سے پڑھا بعدہ طلبہ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس پڑھے ہوئے حصے کو آپ سے پڑھنا شروع کیا۔ چوں کہ یہ لوگ خوب تیار ہو کر گئے تھے لہذا اعتراضات کی بوچھار شروع کر دی۔ استاذی حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے اس حصۂ کتاب کا مطالعہ بھی نہیں کیا تھا اور نہ آپ کو پہلے سے باخبر کیا گیا تھا کہ طلبہ فلاں کتاب کو فلاں جگہ سے

آپ سے پڑھیں گے مگر اس کے باوجود آپ نے ان کے ہر اعتراض کا ایسا شافی جواب دیا کہ ہر ایک کی تسلی ہوگئی اور ان میں کا ہر ایک بول اٹھا کہ اس سے بہتر تفہیم کیا ہوسکتی ہے چنانچہ دارالعلوم کے صدرالمدرسین آپ ہی مقرر ہوئے۔۔۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ طلبہ کے اعتراضات اور آپ کے جوابات کو ایک خاص جگہ چھپ کر سن رہے تھے جب وہاں سے واپس آئے تو لوگوں سے بیان فرمایا:

''مولانا امجد علی صاحب جوابات دے رہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک دریائے ذخار ہے جو موجیں مار رہا ہے'' (ایضا)

مفتی اعظم ہند اور صدرالشریعہ:

حضرت صدرالشریعہ اور مفتی اعظم میں برادرانہ اور دوستانہ تعلقات تھے۔روایت ہے کہ عرس رضوی کے موقع پر جب صدرالشریعہ بریلی شریف تشریف لاتے تو سرکار مفتی اعظم انہیں لینے کے لیے سواری لے کر بریلی جنکشن جایا کرتے تھے۔

حضور مفتی اعظم نے ایک بار فرمایا کہ صدرالشریعہ نے بریلی ہی کو اپنا گھر سمجھا۔ وہ صاحب اثر بھی تھے اور کثیر التعداد طلبہ کے استاذ بھی۔ وہ چاہتے تو بآسانی کوئی دارالعلوم ایسا کھول لیتے جس پر وہ یکہ وتنہا قابض رہتے مگر ان کے خلوص نے ایسا نہیں کرنے دیا'' (ایضا)

دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف (بانی مفتی اعظم علیہ الرحمہ) کا سارا خرچ سرکار مفتی اعظم اپنے طور پر چلاتے تھے۔ایک موقع ایسا بھی آیا کہ مدرسہ کے مصارف کے سلسلے میں مفتی اعظم مقروض ہوگئے مگر کسی کو اس کی خبر نہ ہونے دی۔صدرالشریعہ نے اس بات کو محسوس کرلیا تو اپنے مریدین سے حضرت کی بارگاہ میں اس طرح نذرانہ پیش کرایا کہ مفتی اعظم کو محسوس بھی نہ ہونے پائے کہ یہ سب کچھ قرض کی سبک دوشی کے لیے ہورہا ہے اور بالآخر کثیر رقم نذرانہ میں آگئی صدرالشریعہ نے مریدین کو یہ بھی اشارہ دیا کہ یہ نذر مفتی اعظم کی بارگاہ میں نہیں بلکہ بارگاہ امام احمد رضا میں پیش کی جارہی ہے۔سبحان اللہ! (ایضاً تلخیص)

تبصرہ:

یہ حقیقت ہے کہ سیدنا صدرالشریعہ نے اپنے لیے کچھ نہیں کیا نہ مدرسہ بنایا نہ مریدین کو آج کے پیروں کی طرح صرف اپنے فائدے کے لیے ریزرو کیا بلکہ ان کو بریلی شریف کا مخلص بنادیا۔

وصال پاک

حضرت صدرالشریعہ اور سرکار مفتی اعظم دونوں اپنی اپنی اہلیہ کے ساتھ حج وزیارت کے لیے بریلی شریف سے روانہ ہوئے۔راستے میں سخت بارش کے سبب صدرالشریعہ کو ٹھنڈک لگی اور نمونیہ ہوگیا۔ممبئی اسٹیشن سے قیام گاہ پر لائے

گئے۔مفتی اعظم اپنی قیامگاہ سے عیادت کے لیے تشریف لاتے رہتے۔جس روز بحری جہاز کے کھلنے کا وقت تھا اس سے ایک دن قبل مفتی اعظم صدرالشریعہ کی عیادت کو آئے۔ دونوں کا عجیب عالم تھا۔مفتی اعظم کے رخصت ہوتے ہی صدرالشریعہ کی حالت اورخراب ہوگئی۔۔۔۔ بالآخر آپ ممبئی ہی میں رحلت فرما گئے۔

وصال صدرالشریعہ کے آخری وقت علما اور نیاز کیشوں کا ایک مجمع تھا۔لوگوں نے اکھڑتی ہوئی سانسوں سے آپ کو ذکر کرتے ہوئے سنا۔

مادہ تاریخ: " اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِی جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ "

شاعر مشرق علامہ شفیق جونپوری نے چہلم کے موقع پر بطور ہدیہ عقیدت یہ قطع پیش کیا۔

سلامی جا بجا ارض وسما دیں   مہ وخورشید پیشانی جھکادیں
ترے خدام اے صدرشریعت   جدھر جائیں فرشتے پر بچھادیں

صدرالشریعہ کی کرامت:

(۱) ایک بار برسات میں پانی کے بہاؤ کی وجہ سے صدرالشریعہ کی قبر مبارک کا ایک حصہ کھل گیا تو جس باغ میں آپ مدفون ہیں وہ پورا باغ خوشبو سے معطر ہوگیا اور جو خوشبو یہاں سونگھنے کو ملی وہ دنیا کے کسی عطر وگلاب میں نہ ملی۔ موافق ومخالف سبھی نے اس خوشبو کومحسوس کیا۔ایک مخالف نے برملا یہ کہا کہ مولوی امجد علی مرنے کے بعد بھی اپنی کرامت سے باز نہ آئے۔(حوالہ صدرالشریعہ نمبر ص ۱۸۰،۱۹۶)

خلاصۂ کلام:

فقیہ اعظم حضور صدرالشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یقیناً ایک عہد کے مسیحا اور ایک دور کے مؤسس ہیں۔فعال اور حیات بخش!

عشق کی رہ میں فنا ہو گیا دیوانہ تھا   روش کش مکش دہر سے بیگانہ تھا
ہند کی خاک کا بے مثل خطیب اعظم   شمع محراب رسالت ترا پروانہ تھا
کس قدر سادہ و بے داغ ہیں اوراق حیات   روشنی بخش ہیں کس درجہ تیرے نقش قدم
سنت سرور عالم کے ہیں جلوے ظاہر   پیکر صدرِ شریعت ہے نہیں ساغر جم

حضرت حافظ ملت کے چند مشہور معاصرین:

یوں تو کسی شخص کے معاصرین میں اس کے اکابر کو بھی شمار کیا جاسکتا ہے کہ جن کی حیات تک وہ اپنی زندگی کا آغاز کر چکا ہو۔اسی طرح اس کے وہ اصاغر جو اس کی مدت حیات میں اپنی عملی زندگی کا آغاز کر چکے ہوں۔

اس روشنی میں حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے ان تلامذہ کا بھی شمار ان کے معاصرین میں ہوسکتا ہے جو اُن کی

زندگی ہی میں اپنی عملی زندگی کا آغاز کر کے کسی مقام ومرتبہ کے لائق ہو گئے تھے لیکن یہاں حضرت علیہ الرحمہ کے تلامذہ کو شامل نہیں کیا جائے گا البتہ اکابر میں ان کے مرشد برحق، استاذ معظم نیز دوسرے مشاہیر کو شامل رکھا جائے گا کہ جن کی حیات ہی میں انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز کر دیا تھا۔ چند مشاہیر علماء اور مشائخ کے اسماء پیش کیے جا رہے ہیں:

۱۔حضرت دیوان سید آل رسول علی خاں سجادہ نشین سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیر شریف

۲۔مرشد حافظ ملت حضرت شیخ المشائخ مولانا سید علی حسین اشرفی میاں قبلہ کچھوچھہ شریف (بھارت۔متوفی ۱۹۳۶ء)

۳۔حافظ ملت کے مرشد اجازت اور استاذ معظم حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی (م ۱۹۴۸ء)

(رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

مشائخ مارہرہ مطہرہ

۴۔حضرت مولانا سید اولاد رسول فخر العالم محمد مارہروی (م ۱۹۵۱ء)

۵۔تاج العلماء حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب قبلہ (م ۱۳۷۵ء)

۶۔حضرت سید العلماء مولانا سید آل مصطفےٰ میاں (م ۱۹۷۴ء)

۷۔حضرت احسن العلماء مولانا سید حسن میاں قبلہ (م ۱۹۹۵ء)

۸۔حضرت مولانا اولاد رسول اچھے میاں (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

مشائخ کچھوچھہ مقدسہ

۹۔حضرت محدث اعظم ہند مولانا سید محمد میاں اشرفی جیلانی (م ۱۹۶۳ء)

۱۰۔حضرت مولانا سید احمد اشرف شاہ زادۂ اشرفی میاں

مشائخ بریلی شریف

۱۲۔حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی (م ۱۹۴۲ء)

۱۳۔حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی (م ۱۹۸۱ء)

۱۴۔نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مفسر اعظم مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں (م ۱۹۶۵ء) (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

خلفاے اعلیٰ حضرت بریلوی:

۱۵۔حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب۔قطب مدینہ۔مدینہ منورہ (م ۱۹۸۲ء)

۱۶۔حضرت برہان ملت مولانا عبد الباقی برہان الحق جبل پوری (بھارت) متوفی ۱۹۸۴ء

۱۷۔حضرت ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین عظیم آبادی (بھارت) متوفی ۱۹۶۲ء

۱۸۔حضرت مولانا رحم الٰہی منگلوری۔(بھارت) متوفی ۱۹۴۴ء

۱۹۔حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری (لاہور۔پاکستان) متوفی ۱۹۷۸ء

۲۰۔ مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (بھارت) متوفی ۱۹۵۴ء

۲۱۔ حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی (بھارت) متوفی ۱۹۴۸ء

۲۲۔ حضرت مولانا مفتی غلام جان ہزاروی لاہور (پاکستان) متوفی ۱۹۵۷ء

۲۳۔ حضرت مولانا ابویوسف محمد شریف کوٹلی لوہاران (پاکستان) متوفی ۱۹۵۱ء

رفقاے درس:

۲۴۔ حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد گورداسپوری (لائل پور، پاکستان) متوفی ۱۹۶۲ء

۲۵۔ حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسوی (بھارت) متوفی ۱۹۸۱ء

۲۶۔ حضرت صدرالعلماء مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی (بھارت) متوفی ۱۹۷۸ء

۲۷۔ حضرت شمس العلماء قاضی شمس الدین صاحب جونپوری (بھارت) متوفی ۱۹۸۱ء

۲۸۔ حضرت امین شریعت مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب بھوانی پوری (بہار۔ بھارت) متوفی ۱۹۸۳ء

۲۹۔ حضرت خیرالاذکیاء مولانا غلام یزدانی صاحب اعظمی (بھارت) متوفی ۱۹۵۴ء

۳۰۔ حضرت رئیس المحققین مولانا سلیمان بھاگل پوری (بھارت) متوفی ۱۹۷۷ء

علماے گھوسی۔ (حال ضلع مئو):

۳۱۔ حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری (شہزادۂ صدرالشریعہ) کراچی۔ پاکستان (م۱۹۸۹ء)

۳۲۔ حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی (گھوسی، مئو) بھارت۔ (م۱۹۸۶ء)

۳۳۔ حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی (گھوسی، مئو) بھارت (م۱۹۷۷ء)

دیگر علماے ہند:

۳۴۔ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں۔ پیلی بھیت۔ متوفی ۱۹۶۰ء

۳۵۔ حضرت مولانا محبوب علی خاں لکھنوی

۳۶۔ حضرت مولانا مفتی مظہراللہ دہلوی (متوفی ۱۹۶۶ء)

۳۷۔ حضرت مولانا فضل حق رام پوری پرنسپل مدرسہ عالیہ لکھنؤ۔ (متوفی ۱۹۴۰ء)

۳۸۔ حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم سمستی پوری صدر مدرس شمس العلوم بدایوں

۳۹۔ حضرت مولانا ابرار حسین صدیقی تلہری۔ مدیر یادگار رضا بریلی شریف (رحمۃ اللہ علیہم)

ممالک بیرونی کے علما و مشائخ:

۴۰۔ امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (پاکستان) متوفی ۱۹۵۱ء

۴۱۔ حضرت مولانا سید احمد سعید کاظمی۔ ملتان (پاکستان) متوفی ۱۹۸۶ء
۴۲۔ حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں بدایونی۔ جامعہ غوثیہ گجرات۔ (پاکستان) متوفی ۱۹۶۰ء
۴۳۔ حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی پیش کار اعلیٰ حضرت۔ لاہور (پاکستان) متوفی ۱۹۷۰ء
۴۴۔ حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خان بریلوی صدر جمعیۃ علما پنجاب (پاکستان) متوفی ۱۹۷۳ء
۴۵۔ حضرت مولانا مفتی تقدس علی خاں پیر جوگوٹھ (پاکستان) متوفی ۱۹۸۸ء
۴۶۔ سراج الفقہاء حضرت مولانا مفتی سراج احمد خانپوری (پاکستان) متوفی ۱۹۷۲ء
۴۷۔ حضرت مولانا خواجہ محمد حسن جان سرہندی۔ سندھ (پاکستان) متوفی ۱۹۴۹ء
۴۸۔ چشم و چراغ خانوادۂ غوثیہ حضرت پیر سید طاہر علاء الدین گیلانی۔ کراچی پاکستان
۴۹۔ فخر دودمان غوثیہ پیر سید عبدالقادر جیلانی بغدادی سفیر عراق متعینہ سیلون و پاکستان
۵۰۔ حضرت مولانا مفتی عبدالحفیظ حقانی۔ مفتی آگرہ۔ شیخ الحدیث انوار العلوم۔ ملتان (پاکستان) متوفی ۱۹۵۸ء
۵۱۔ حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحامد بدایونی صدر جمعیۃ العلما پاکستان۔ متوفی ۱۹۷۰ء
۵۲۔ حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی، کراچی (پاکستان) متوفی ۱۹۶۶ء
۵۳۔ حضرت مولانا نبی بخش حلوائی مصنف تفسیر نبوی۔ لاہور (پاکستان) متوفی ۱۹۴۵ء
۵۴۔ حضرت مولانا پیر امین الحسنات مانکی شریف۔ پیشاور (پاکستان) متوفی ۱۹۶۰ء

حضرت حافظ ملت کے رفقائے درس

''شرکائے اسباق'' کے عنوان سے حضرت صدر العلماء علامہ غلام جیلانی صاحب قبلہ میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:
شرکائے اسباق میں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر یہ اصحاب ہیں بعض حضرات بعض کتب میں شریک تھے اور بعض سب میں۔

(۱) مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی (۲) رئیس المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین بہاری مدظلہ العالی۔ (۳) شمس العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین احمد صاحب جونپوری مدظلہ العالی (۴) حافظ الملت حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب بھوجپوری مدظلہ العالی (۵) فخر الاماثل حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگل پوری مدظلہ العالی (۶) رئیس الاذکیاء حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب (۷) رئیس الاتقیاء حضرت مولانا سردار احمد صاحب گورداسپوری مدظلہ العالی (۸) فخر العلماء حضرت مولانا محمد محسن صاحب فقیہ مدظلہ العالی (۹) راس المعقولین حضرت مولانا صدیق اللہ شاہ صاحب رنگین (۱۰) رئیس القراء حضرت مولانا اسدالحق خاں صاحب مدظلہ العالی۔ (بشیر القاری از صدر العلماء)

کچھ تذکرہ نویسوں نے حضرت حافظ ملت اور ان کے پانچ شرکائے اسباق (۱) حضرت صدر العلماء (۲) حضرت

محدث اعظم پاکستان (۳) حضرت شمس العلماء (۴) حضرت مجاہد ملت (۵) حضرت امین شریعت مفتی رفاقت حسین صاحب کو ملا کر ''شموس ستہ'' سے یاد کیا ہے۔

راقم حضرت حافظ ملت کے مندرجہ ذیل رفقائے درس کا تذکرہ کر رہا ہے:

۱۔ حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب گورداس پوری

۲۔ حضرت مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسوی

۳۔ حضرت صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی

۴۔ حضرت شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین جونپوری

۵۔ حضرت امین شریعت علامہ رفاقت حسین صاحب مظفر پوری

۶۔ حضرت علامہ غلام یزدانی صاحب

۷۔ حضرت علامہ محمد سلیمان بھاگل پوری

بشمول حافظ ملت۔ مملکت علم و فضل و تدریس کے فرماں روائے اعظم فقیہ اعظم، صدر الشریعہ حضرت علامہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کی بارگاہ کے آٹھ رتن یا ان کے نظام شمسی تدریس کے آٹھ سیارگان بھی کہہ سکتے ہیں اور لا ریب! صدر الشریعہ کے تلامذہ کی اس جماعت کے ہر فرد کو علم و حکمت و عرفان اور درس و تدریس کے شہرستان کی ایسی شہریاری حاصل ہے کہ آج پوری دنیا میں ان کی خسروی کا پرچم لہرا رہا ہے۔

(۱) حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:

حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ ۱۹۰۶ء بروز دوشنبہ اس جہان رنگ و بو میں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت قصبہ دیال گڑھ تحصیل بٹالہ ضلع گورداس پور (پنجاب) میں چودھری میراں بخش صاحب کے یہاں ہوئی جو اپنے علاقہ کے ممتاز اور دیندار زمیندار تھے۔ چودھری میراں بخش کے سات فرزندوں میں حضرت مولانا سردار احمد صاحب چوتھے نمبر پر تھے۔ آپ کے والدین نے آپ کا نام ''سردار محمد'' تجویز فرمایا لیکن بریلی شریف میں دوران تعلیم تمام بزرگ اور احباب آپ کو ''سردار احمد'' کے نام سے یاد کرتے تھے اور آپ خود ہمیشہ اپنا نام ''محمد سردار احمد'' لکھا کرتے تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ آپ کے بچپن میں فرماتی تھیں کہ ''میرا یہ بچہ آئندہ عظیم شخصیت کا مالک ہوگا۔''

(محمد اصغر: سیرت محدث پاکستان ص ۸)

تعلیم و تربیت:

حضرت محدث اعظم پاکستان نے پرائمری تک کی تعلیم اپنے آبائی قصبہ دیال گڑھ میں پائی پھر ۱۸ رسال کی عمر

میں اسلامیہ ہائی اسکول بٹالہ سے میٹرک پاس کیا بعدہ لاہور آکر ایف۔اے کی تیاری شروع کردی۔

آپ بچپن ہی سے بہت دیندار اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔

ایف۔اے کی تیاری ہی کے دوران لاہور میں دارالعلوم حزب الاحناف کی طرف سے حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اہتمام میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں متحدہ ہندوستان کے مشاہیر علماء ومشائخ شریک تھے۔جس وقت حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ جلسۂ عام سے خطاب فرمارہے تھے بریلی شریف سے شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں صاحب قدس سرہ کی آمد کا ٹیلی گرام موصول ہوا۔

حضرت صدرالافاضل نے حضرت حجۃ الاسلام کا ایسا زبردست تعارف پیش فرمایا کہ مولانا سردار احمد صاحب نے ان کی زیارت کا ارادہ فرمالیا۔

جب حضور حجۃ الاسلام تشریف لائے تو عوام وخواص کے ساتھ مولانا سردار احمد صاحب نے ان کی دست بوسی وقدم بوسی کی اور ان کا چہرۂ زیبا دیکھ کر ان کے دیوانے ہوگئے۔آپ کے دل کی دنیا بدل چکی تھی اور سر میں حصول علم دین کا سودا سماگیا۔ آپ نے بارگاہ حجۃ الاسلام میں حاضر ہوکر بریلی شریف میں دینی تعلیم کے حصول کی التجا کی ۔ حضرت حجۃ الاسلام کی نظر ولایت نے آپ کو پہچان لیا اور کرم فرمائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اپنے ہمراہ بریلی شریف لے آئے۔

دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں تعلیمی سلسلہ:

حضرت محدث اعظم پاکستان نے ابتدائی کتب حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ سے پڑھیں اور منیۃ المصلی وقدوری تک کی کتابیں حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز نے آپ کو خود پڑھائیں۔

حضرت صدرالشریعہ کے سایۂ کرم میں:

جس وقت حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں تعلیم دے رہے تھے حضرت محدث اعظم پاکستان بھی ان کی تدریسی شہرت سن کر اجمیر شریف چلے گئے اور حضرت صدرالشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوکر زانوے تلمذ طے کیا۔

آپ چھٹی کے بعد حضرت صدرالشریعہ کے دولت کدے پر حاضر ہوکر اپنی پیاس بجھاتے۔نماز عصر کے بعد جب حضور صدرالشریعہ سیر وتفریح کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ بھی ہاتھ میں کوئی کتاب لے کر ساتھ چلے جاتے اور سیر کے ساتھ ساتھ درس وتدریس بھی ہوتی رہتی۔

صدرالشریعہ کے حکم کا انتظار:

تقسیم ہند کے بعد جب حضرت محدث اعظم بریلی شریف سے اپنے وطن لوٹے تو وہاں کے کئی بزرگ علماء

ومشائخ نے خواہش کی کہ وہ ان کے اداروں میں کام کریں۔ کراچی کے رؤسا نے چاہا کہ وہ ان کے ذریعہ کسی مرکز تعلیم کا آغاز کریں مگر آپ نے جواباً ہر ایک سے یہی فرمایا:

''میں استاذی المحترم حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ مولانا شاہ علامہ حکیم محمد امجد علی اعظمی وسیدی سندی حضرت فیض درجت مفتی اعظم زیب آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کے حکم کا منتظر ہوں۔ جس جگہ وہ فرمائیں گے یا غیبی اشارہ ہوگا وہیں قیام کروں گا۔''

(ہفت روزہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ۲۵ر شعبان ۱۳۷۸ھ/۲۶ر مارچ ۱۹۵۹ء ص ۳، نوری کرن بریلی شریف، مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء ص ۲۰، محدث اعظم پاکستان ازمولانا جلال الدین صاحب جلد نمبر ا ص ۲۷۴، ۲۷۵)

محدث اعظم پاکستان سے صدرالشریعہ کی محبت:

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ اپنے مکان کی تعمیر نو میں مصروف تھے لیکن ان کا دل اجمیر مقدس اور پالی وغیرہ جانے کو بے قرار تھا اس لیے کہ وہاں کے احباب اور نیاز مندوں سے ملاقات کریں۔ ساتھ ہی ساتھ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ کو دیکھنے کے بھی ازحد مشتاق تھے۔ ملاحظہ کیجئے حضرت صدرالشریعہ کا مکتوب بنام محدث اعظم۔ تحریر فرماتے ہیں:

''تمہیں دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے اور یہاں کے سب لوگ تمہارے مشتاق ہیں۔ یہ تحریر کرو کہ تم کب یہاں آؤ گے۔ نہایت خلوص کے ساتھ دعا کرو کہ مولیٰ تعالیٰ افکار حاضرہ سے مجھے جلد اطمینان دے کر نجات بخشے۔ چھوٹے حضرت صاحب (شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا بریلی علیہ الرحمہ) کو میرا اسلام کہہ دو۔۔۔ فقط

(گھوسی سے بریلی محررہ ۱۳ار رجب ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۲ر مئی ۱۹۴۸ء'' (محدث پاکستان ص ۴۲)

(۲) حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کا یہ حال تھا کہ اپنے تلامذہ کو اولاد کی طرح چاہتے تھے۔ اور لائق وفائق تلامذہ سے زیادہ محبت فرماتے تھے۔ جن میں حافظ ملت اور محدث پاکستان مولانا سردار احمد لائل پوری کے اسماء ممتاز ہیں۔

تحریک آزادی ہند کے وقت ہندوستان کے مسلم اکثریت والے خطے فسادات سے متاثر ہوئے تھے خصوصیت کے ساتھ بریلی، بدایوں، مراد آباد میں کشت وخون ہوا تھا۔ حضرت کے شاگرد رشید حضرت مولانا سردار احمد لائل پوری ان دنوں بریلی شریف میں تھے اور فساد کے متاثرین کی مدد کر رہے تھے۔ نوجوان محافظین کی تربیت اور ہدایات کے ساتھ ساتھ لٹے پٹے مسلمان خاندانوں کی دوبارہ آبادکاری جیسے اہم امور میں مشغول تھے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت کا دولت کدہ اور مسجد وخانقاہ عین ہندو آبادی کے قلب میں ہے اس لیے اس کی پاسبانی بھی ضروری تھی۔ بریلی میں ہندو مسلم فساد کی خبریں ہندوستان میں پھیل رہی تھیں۔ اسی دوران ریاست رام پور کے مشہور اخبار ''دبدبۂ سکندری'' میں یہ خبر شائع ہوئی:

''فساد بریلی کے سلسلہ میں حضرت الحاج مولانا مولوی مفتی سردار احمد صاحب صابری چشتی قادری رضوی گورداس پوری صدرالمدرسین مدرسہ مظہر اسلام بریلی مسجد بی بی جی کی شہادت کا سانحہ سن کر ایسا صدمہ عظیم پہونچا ہے جس

کی تلافی ممکن نہیں ہے۔ ہم کمال خلوص ومحبت سے حضرت شبیہ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی روح پاک پر ایصال ثواب کر رہے ہیں۔ افسوس ہزار افسوس ع

ایک روشن چراغ تھا نہ رہا

(دبدبۂ سکندری رام پور ۱۰؍جون ۱۹۴۷ء)

فساد بریلی اور شہادت محدث پاکستان کی غلط خبر علمی حلقہ میں جہاں جہاں پہونچی ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ گھوسی میں حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو اپنے شاگرد رشید کی شہادت کا علم ہوا تو آپ پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ اس کی دوسری صبح آپ نے ان کی فاتحہ خوانی کے سلسلہ میں شاندار طریقہ سے قرآن خوانی کروائی۔ ان کے اوصاف حسنہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت کی آواز گلوگیر اور آنکھیں نم ہوگئیں۔ اسی تقریر میں صدرالشریعہ نے فرمایا ''میری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے، ایک مولوی سردار احمد صاحب تھے اور دوسرے حافظ عبدالعزیز صاحب ہیں''۔

صدرالشریعہ، حافظ ملت اور محدث اعظم پاکستان:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کو سرکار صدرالشریعہ نور اللہ مرقدہ کی بارگاہ میں ایسا رسوخ حاصل تھا کہ وہ اپنی اور اپنے احباب وغیرہ کی ضروریات کو ان کی بارگاہ میں پیش کیا کرتے تھے۔

چوں کہ حافظ ملت اور محدث اعظم صاحب صدرالشریعہ کے خصوصی تلامذہ میں تھے اور دونوں کو ایک دوسرے سے بڑا خلوص بھی تھا۔ اسی خلوص ومحبت کے مدنظر محدث اعظم علیہ الرحمہ کی کمزور حالت کے سبب حضور صدرالشریعہ کی بارگاہ میں تحریر کرتے ہیں:

''مکرمی جناب مولوی سردار احمد صاحب نے بریلی کی نازک حالت تحریر کی۔ امسال مالی نقصان بہت ہوا۔ آئندہ کے لیے بھی کوئی اطمینان نہیں۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں قیام دشوار ہے۔ حضور کی نظر کرم کے متمنی ہیں''

(مکتوب عزیزی: ۲۴؍رمضان ۱۳۵۷ھ)

دستار فضیلت:

حصول علم کے بعد علما واکابر نے حضرت محدث اعظم کا امتحان لیا تو آپ اول آئے۔ ممتحن حضرات میں بحر العلوم مولانا فضل حق رامپوری، حضرت صدرالافاضل، حضرت مولانا معین الدین اجمیری اور حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہم بھی شریک تھے۔

آغاز تدریس:

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے محدث اعظم صاحب کو مرکزی دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف کے لیے منتخب فرمایا اور آپ نے حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے زیر سایہ وہاں ۵؍سال تک تدریسی خدمات انجام دیے بعدہ دارالعلوم ''مظہر اسلام'' بریلی شریف (بانی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ) میں گیارہ برس تک تعلیمی خدمات سرانجام دیے۔

خاندان رضویہ سے عقیدت ومحبت:

حضرت محدث اعظم صاحب کو خانوادۂ رضویہ کے ہر ہر فرد سے بڑی عقیدت ومحبت تھی۔ آپ ہمیشہ اس تاک میں رہتے کہ حضرت حجۃ الاسلام مسجد میں تشریف لے جائیں تو یہ ان کا نعلین پاک اٹھا کر رکھیں اور واپسی میں پھر انہیں نعلین پہنائیں۔

حضور مفتی اعظم کے بھی آپ از حد معتقد تھے۔

حضور حجۃ الاسلام اور حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہما بھی آپ پر بہت ہی کرم وشفقت فرماتے تھے۔

بیعت وخلافت:

حضرت محدث اعظم پاکستان کو اعلیٰ حضرت کے خلف اکبر حضور حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں قبلہ علیہ الرحمہ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل تھا اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں حضرت شاہ محمد سراج الحق چشتی گورداس پوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھا۔

محدث اعظم پاکستان اور مناظرے:

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم محدث، استاذ ومعلم اور مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ فقید المثال مناظر بھی تھے۔

پہلا مناظرہ:

ابھی آپ کو فارغ التحصیل ہوئے صرف ایک ہی سال ہوا تھا اور دار العلوم منظر اسلام میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے کہ دیوبندی مولوی منظور سنبھلی سے ۱۳۵۴ھ میں ایک فیصلہ کن مناظرہ ہوا۔

مولوی منظور سنبھلی بوکھلاہٹ کے عالم میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی، حضرت صدر الشریعہ اور حضرت مفتی اعظم جیسے اکابر اہل سنت کو مناظرہ کا چیلنج دے رہا تھا۔

حضرت محدث اعظم پاکستان نے اس مناظرہ کو قبول فرمالیا اور مرزائی مسجد، شہ کہنہ، بریلی شریف، میں ۲۰ محرم الحرام تا ۲۳ محرم الحرام متواتر چار روز تک مناظرہ ہوا۔

جب مولوی منظور مولوی اشرفعلی تھانوی کے کفر کا الزام مٹا نہ سکا تو واہی تباہی بکنے لگا اور فاتحہ وایصال ثواب کی بابت بکواس کرنے لگا۔ اس سے مجمع میں اشتعال پیدا ہوگیا اور جب اسے توبہ کے لیے کہا گیا تو اپنا جبہ قبہ چھوڑ کر فرار ہوگیا۔ بریلی کے سیکڑوں دیوبندی بدمذہبیت سے تائب ہوئے۔ اس مناظرہ میں محدث اعظم کی جیت کی خوشی میں حضرت صدر الشریعہ نے ان کی دستار بندی فرمائی اور تاج الفتح پیش فرمایا۔

اس وقت حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ بدایوں میں تھے جب انہوں نے محدث اعظم کی مناظرہ میں فتح کی خبر سنی تو بذریعہ مکتوب انہیں مبارکباد دی۔

حضور مفتی اعظم بغرض علاج اس وقت علی گڑھ میں رونق افروز تھے۔ انہوں نے اس مناظرہ کی فتح کی خبر سن کر

مبارکپوری کے دوتار ارسال فرمائے، واپسی پر جلسہ منعقد کرایا اور محدث اعظم صاحب کی دستار بندی فرمائی۔

علاوہ ان کے دیگر اکابر علما نیز محدث اعظم کے رفقائے درس میں حضرت حافظ ملت قبلہ حضرت صدر العلما مولانا سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی اور مفتی اعظم کانپور حضرت مفتی رفاقت حسین صاحب نے مبارکپوری کے مکتوبات ارسال کیے۔

علاوہ اس مناظرہ کے احمد آباد (گجرات) اور جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی وغیرہ کے مناظروں میں مولویان دیوبند کو شکست فاش دی۔

حج وزیارت:

حضرت محدث اعظم پاکستان نے ۱۹۴۵ء میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ساتھ حج وزیارت کا شرف حاصل کیا۔ دوبارہ حج وزیارت کا شرف آپ کو ۱۹۵۶ء میں حاصل ہوا۔

حجۃ الاسلام کی نماز جنازہ:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلف اکبر حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لیے وصیت فرمائی کہ میری نماز جنازہ عزیزم مولانا سردار احمد صاحب پڑھائیں اور خاندان کا کوئی فرد اس پر معترض نہ ہو۔

اس طرح حجۃ الاسلام (وصال پاک۔ ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ) کی نماز جنازہ آپ ہی نے پڑھائی۔

ہجرت پاکستان:

۱۹۴۷ء میں آپ پاکستان ہجرت فرما گئے۔ پہلے لاہور پہنچے پھر وہاں سے وزیر آباد اور وزیر آباد سے ساروکی میں قیام فرمایا جہاں جمعہ کی امامت وخطابت پر آپ مامور ہوئے۔

لائل پور میں آمد:

ساروکی کے بعد آپ لائل پور (فیصل آباد) تشریف لے گئے اور محلہ سنت پورہ میں دورۂ حدیث شریف کا اجراء فرمایا۔ مولانا عبدالقادر شہید، مولانا معین الدین شافعی اور دوسرے تیرہ طلبہ نے اس دورۂ حدیث شریف میں شرکت کی اور اسناد حاصل کیں۔

دارالعلوم مظہر اسلام پاکستان کا قیام:

گول باغ۔ جھنگ بازار میں آپ نے ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر فرمائی اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد میں "دارالعلوم مظہر اسلام" کی بنیاد رکھی۔

حکومتی مدد سے گریز:

آپ دارالعلوم کے لیے اعلان چندہ کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ دسمبر ۱۹۵۳ء میں آپ انجمن غلامان مصطفےٰ کی

دعوت پر راولپنڈی، ایک اجلاس میں تقریر فرمانے کے لیے تشریف لے گئے۔ سامعین اجلاس میں حکومت کے اہم عہدے داران بھی تھے۔ دوران جلسہ منتظمین میں سے کسی نے حکومت کو جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی مالی مدد کرنے کے لیے متوجہ کیا۔ آپ نے سنا تو انہیں سختی سے منع کیا اور فرمایا:

''ہمیں مخلص عوام اہل سنت کا تعاون حاصل ہے۔حکومت کی امداد قبول کرنا ہمارا طریقہ نہیں۔ اگر آج ہم نے حکومت کی امداد قبول کر لی تو کل حکومت کے ہر جائز و ناجائز اقدام کی حمایت کرنا ہوگی۔ ایسا ہم سے نہیں ہوسکتا۔''
(محدث اعظم پاکستان از مولانا جلال الدین ص۴۹۴)

تلامذہ:

حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کے تلامذہ کی تعداد بہت کثیر ہے۔ صرف چند مشاہیر کے اسماء پیش کیے جارہے ہیں۔

(۱) شہزادۂ صدرالشریعہ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (۲) مفتی وقار الدین صاحب (۳) مولانا غلام رسول صاحب لائل پوری (۴) مفتی شریف الحق قبلہ (۵) علامہ تحسین رضا خاں صاحب بریلوی (۶) مفتی عبدالقیوم ہزاروی (۷) مولانا معین الدین شافعی (۸) مولانا محمد عبدالقادر صاحب ،شہید (۹) مفتی محمد حسین سکھروی (۱۰) مولانا فیض احمد اویسی (۱۱) مولانا ابراہیم خوشتر (تذکرہ جمیل از مولانا ابراہیم خوشتر)

وصال مبارک:

حضور محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ کا وصال پاک شب ۲۹ر رجب المرجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۹ر دسمبر ۱۹۶۲ء درمیانی رات ا ربج کر ۴۰ر منٹ پر ہوا۔

کراچی میں آپ کی نماز جنازہ شہزادۂ صدرالشریعہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ پھر جنازہ مبارکہ لائل پور لے جایا گیا۔

جنازہ میں شریک ہونے والوں کا بیان ہے کہ آپ کے تابوت مقدس پر ''محسوس نور'' کی جھما جھم بارش ہو رہی تھی اور دن کی روشنی میں سب اس نورانی پھوہار کو دیکھ رہے تھے۔ (محدث پاکستان از جناب محمد اصغر)

لائل پور میں نماز جنازہ آپ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالقادر شہید نے پڑھائی۔ اخباری اطلاعات کے مطابق نماز جنازہ میں تین لاکھ مسلمانان اہل سنت نے شرکت کی۔ آپ کی تعمیر کردہ سنی رضوی جامع مسجد کے پہلو میں آپ کو دفن کیا گیا۔

مادہ ہائے تاریخ وصال از سرکار مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ

مر گیا فیضان جس کی موت سے   ہائے وہ فیض انتما جاتا رہا ۱۳۸۲ھ

"یا مجیب اغفر لہ" تاریخ ہے کس برس وہ رہنما جاتا رہا
۱۳۸۲ھ
دیو کا سرکاٹ کر نوری کہو چاند روشن علم کا جاتا رہا

انہیں مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے حضرت محدث اعظم کے وصال پر "میرا چاند" کے عنوان سے تاثرات بھی پیش فرمائے تھے۔ (مفتی اعظم ہند از ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی)

اولاد امجاد:

(۱) صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی سجادہ نشین

(۲) صاحبزادہ غازی فضل احمد رضا

(۳) صاحبزادہ حاجی فضل کریم

ماخذ:

(۱) محدث اعظم پاکستان از مولانا جلال الدین نوری (۲) سیرت محدث پاکستان از جناب محمد اصغر (۳) ماہنامہ نوری کرن بریلی شریف (۴) ماہنامہ اشرفیہ: حافظ ملت نمبر (۵) ہفت روزہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ (۶) مفتی اعظم ہند از ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی۔

حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ:

شجرۂ نسب: حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کے جد اعلیٰ حضرت شاہ کمال بلخی قدس سرہ العزیز بندگان خدا کی فیضیابی کی خاطر بلخ سے ہندوستان تشریف لائے اور پٹاسپور ضلع مدنا پور (مغربی بنگال) کو اپنا میدان عمل بنایا۔ حضرت شاہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے پرپوتے حضرت مولوی محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ نے پٹاسپور کو خیرآباد کہہ کر بھدرک ضلع بالاپور اڑیسہ تشریف لے گئے اور بھدرک ہی کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔

حضرت شاہ کمال بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت عبداللہ بن حضرت عباس (رضی اللہ عنہما) سے ملتا ہے۔

حضرت مجاہد ملت کے دادا حضرت محمد مظہر الحق عرف ملا مظہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادگان تھے۔

(۱) حضرت عبدالسنان (۲) حضرت عبدالدیان ـــــ رحمۃ اللہ علیہما

حضرت عبدالسنان علیہ الرحمہ، حضور مجاہد ملت کے والد ماجد ہیں۔ حضرت عبدالسنان صاحب علیہ الرحمہ کی چار اولادیں ہوئیں۔

(۱) حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب

(۲) حضرت قاری مجیب الرحمٰن صاحب

(۳،۴) لڑکیاں

حضرت مجاہد ملت کے دادا حضرت محمد مظہر الحق صاحب کے ماموں منشی عبدالرؤف صاحب دھام نگری لاولد تھے لہذا انہوں نے محمد مظہر الحق صاحب کو گود لے کر اپنے رؤفیہ اسٹیٹ کا متولی مقرر کر دیا۔ اس طرح حضور مجاہد ملت کا خاندان ''دھام نگر'' میں آباد ہوا۔

حضور مجاہد ملت جاگیردار گھرانے کے چشم و چراغ تھے، بہت ہی رئیس اور امیر وکبیر۔ اسی لیے آپ کو ''رئیس اڑیسہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

ولادت اور تعلیم وتربیت:

حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب بمقام دھام نگر ضلع بالیسور (اڑیسہ) میں ۸/محرم الحرام ۱۳۲۲ھ /۲/مارچ ۱۹۰۴ء بروز شنبہ جلوہ افروز ہوئے۔ چار سال کی عمر میں آپ کے سر سے والد ماجد کا سایہ اٹھ گیا اور پرورش کی ذمہ داری آپ کے عم محترم حضرت عبدالدیان علیہ الرحمہ پر آئی۔

حضرت مجاہد ملت کے والد ماجد آپ کو عالم دین بنانا چاہتے تھے لیکن آپ کے چچا انہیں مروجہ تعلیم دلا کر اعلیٰ حکومتی عہدہ پر فائز کرانا چاہتے تھے لہذا اس غرض سے اسکول میں داخلہ کرایا اور آٹھویں کلاس میں پہنچ گئے۔ اسی اثناء میں آپ سخت بیمار ہوئے، علالت کا سلسلہ پورے ماہ رمضان تک جاری رہا۔ دماغی توازن بگڑ گیا۔ کافی علاج ومعالجہ کے بعد صحت یاب ہوئے اور پھر انگریزی تعلیم کا سلسلہ منقطع کرا دیا گیا۔ اور گھر ہی پر دینی تعلیم کی ابتداء ہوئی۔

ابتدائی اساتذہ کرام:

(۱) مولوی عبدالعزیز صاحب اجمیری ثم کلکتوی نے میزان سے کافیہ تک کی تعلیم دی۔

آپ کی دینی تعلیم کے لیے دھام نگر میں ''مدرسہ حمیدیہ'' کا قیام عمل میں آیا جہاں آپ نے متعدد علماء سے تعلیم پائی۔

شادی خانہ آبادی:

۹/رجب ۱۳۴۰ھ کو آپ کی شادی آپ کے چچا حضرت عبدالدیان صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔

مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں داخلہ:

۱۳۴۲ھ میں آپ نے مدرسہ سبحانیہ، الہ آباد میں داخلہ لیا اور وہاں ترمذی شریف تک کی تعلیم حاصل کی۔

درس گاہ صدر الشریعہ میں حاضری:

مزید علمی پیاس بجھانے کی خاطر آپ اس بحر زخار کے ساحل پر پہنچے جسے زمانہ فقیہ اعظم صدر الشریعہ کے نام نامی اسم گرامی سے جانتا مانتا اور پہچانتا ہے۔ آپ نے مدرسہ معینیہ اجمیر مقدس میں داخلہ لیا اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے میر زاہد، قاضی مبارک، امور عامہ اور توضیح تلویح وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

مولانا سید حامد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عربی ادب اور مولانا عبدالحی سرحدی سے معقولات کی تعلیم لی۔

بارگاہ صدرالافاضل میں باریابی:

دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف میں حصول علم کے بعد آپ نے جامعہ نعیمیہ مراد آباد جا کر حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے حدیث کی بقیہ کتابوں اور طب یونانی کی تکمیل فرمائی۔

درس وتدریس:

حضرت صدرالافاضل کے حکم پر حضور مجاہد ملت نے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا۔ اسی دوران حضرت مولانا عبدالکافی علیہ الرحمہ کا وصال ہوگیا لہذا مدرسہ سبحانیہ کی تعلیمی درستگی کی خاطر آپ نے ۱۹۳۴ء میں وہاں کی صدر مدرسی قبول فرمائی۔

بیعت وخلافت:

حضور مجاہد ملت کو حضرت مولانا عبدالکافی قدس سرہ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ نقشبندیہ مجددیہ میں شرف بیعت حاصل تھا۔
آپ کو مندرجہ ذیل حضرات سے بھی خلافت واجازت تھی۔

۱۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں بریلوی
۲۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی
۳۔ خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی
۴۔ حضرت مولانا حکیم محمد احسن معروف بہ حکیم بادشاہ (رحمۃ اللہ علیہم)

خانوادۂ رضویہ سے عقیدت ومحبت:

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کو خانوادہ رضویہ کے شاہزادگان سے عقیدت ومحبت تھی بالخصوص سیدنا حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے کہ جب کبھی حامد نام سنتے تو سر جھکا لیتے۔
مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفےٰ رضاں خاں قبلہ اور نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم ہند حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں قبلہ قدس سرہما کے بھی بہت نیاز مند تھے۔

حضرت حافظ ملت اور حضرت مجاہد ملت:

حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز اور حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہما کے بڑے ہی پرخلوص تعلقات تھے۔ حضور حافظ ملت نے کئی مرتبہ حضرت مجاہد ملت کو دارالعلوم اشرفیہ کے طلبہ کا امتحان لینے کے لیے بلایا اور اس کا سبب یہی تھا کہ حضرت حافظ ملت آپ کے علم وفضل سے خوب واقف تھے اور ان کی علمیت کے قدردان تھے۔ مجاہد ملت کے ایک بار بحیثیت ممتحن دارالعلوم اشرفیہ کے سالانہ جلسے میں تشریف آوری کا واقعہ اس طرح ہے:

حضرت مجاہد ملت طلبہ کے امتحان کے لیے اشرفیہ تشریف لائے اور سوال کا آغاز المقدمہ سے کیا اور پوچھا کہ اس میں حرف دال پر فتحہ ہے یا کسرہ۔ سوال و جواب اور تشریح و توضیح کا سلسلہ گھنٹوں چلتا رہا۔ اسی ایک سوال کے بال کی کھال اتارنے میں سب طلبہ کو شریک کرلیا اور دن کا آدھا حصہ صرف ہوگیا۔

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ اشرفیہ کے طلبہ کی استعداد سے بہت مسرور ہوئے۔

حضور حافظ ملت نے الجامعۃ الاشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر حضرت مجاہد ملت کو شامل رکھا تھا۔

حج وزیارت:

حضرت مجاہد ملت نے پہلا حج بعمر ۱۹ رسال ۱۳۴۱ھ میں کیا۔ دوسری بار حج وزیارت کا شرف ۱۹۵۵ء میں حاصل کیا۔ تیسری بار ۱۹۵۹ء میں حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ چوتھا حج ۱۹۷۳ء میں کیا۔ پانچویں بار آپ ۱۹۷۴ء میں حج وزیارت کو تشریف لے گئے۔ چھٹی بار ۱۹۷۹ء میں حج وزیارت کے لیے تشریف لے گئے مگر کچھ سنتوں کی تکمیل اس طرح کی کہ گرفتار ہوئے اور بغیر حج کے واپس کردیے گئے۔ آخری حج آپ نے ۱۹۸۰ء میں ادا کیا۔

سفر بغداد معلیٰ:

۱۹۵۴ء اور ۱۹۸۰ء میں آپ نے بغداد شریف کی حاضری دی۔

مجاہد ملت، واقعی مجاہد ملت تھے

حضور مجاہد ملت واقعی مجاہد تھے اور ایسے ہی مردان خدا کے لیے اقبال نے یہ شعر کہا ہے

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی　　　　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضور مجاہد ملت اللہ کے شیر تھے۔ وہ جہاں حق پرستوں اور مسلمانان اہل سنت کے لیے شاخ گل کی طرح نرم و نازک اور لچک دار تھے وہیں باطل پرستوں کے لیے تیغ آبدار تھے۔ آپ نے متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن باطل سے کبھی ہار نہ مانی اور ہر محاذ پر کامیاب و کامران اور سر بلند رہے۔

۱۹۷۹ء کے حج وزیارت کے موقع پر سنتوں کی تکمیل کے لیے نجدی حکومت سے تن تنہا ٹکرا گئے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرلیں مگر مومنانہ شان پر حرف نہ آنے دیا۔

آپ نے فرنگی حکومت کے وائرٹیکس کے خلاف احتجاج کیا، گرفتار ہوئے مگر فرنگی قانون کو تسلیم نہیں کیا۔ اسی طرح کئی بار مسلمانوں پر کیے جانے والے مظالم اور فرقہ وارانہ فسادات کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا، حکومت کے خلاف تقریریں کیں اور ہر موقع پر حق گوئی و بے باکی کا مظاہرہ کیا۔ آپ پر ''ڈی۔ آئی۔ آر'' اور ''میسا'' وغیرہ کا مقدمہ چلایا گیا۔ سلطان پور، غازی پور وغیرہ جیلوں میں رہے مگر ماتھے پر شکن نہ آئی۔ ہر بار سنت شبیری و عابدی (امام زین العابدین) پر عمل کیا۔

مناظرہ:

مناظرہ سرکار مجاہد ملت کا خاص میدان تھا۔ آپ کی حیات میں جتنے بڑے بڑے مناظرے ملک میں ہوئے آپ نے سب میں شرکت فرمائی اور سنی مناظرین کی رہنمائی کی اور الحمد للہ فاتح وکامران رہے۔

آپ نے آریہ سماجوں اور عیسائی پادریوں سے بھی مناظرے کیے اور کتنے گمراہوں اور غیر مسلموں کو آپ کی بدولت صراط مستقیم اور ایمان نصیب ہوئی۔

مجاہد ملت کے چند مشاہیر تلامذہ:

(۱) حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب بلیاوی (۲)۔ حضرت مولانا عبدالرب صاحب مراد آبادی (۳) حضرت مولانا نعیم اللہ خاں علیہ الرحمہ (۴) حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی (۵) حضرت مولانا عاشق الرحمٰن صاحب (۶) حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب وغیرہم

چند مشاہیر خلفا:

(۱) حضرت مولانا عبدالوحید صاحب حبیبی (۲) حضرت مولانا عبدالرب صاحب مراد آبادی (۳) حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب بلیاوی (۴) حضرت مولانا سید عباس علوی مالکی (۵) حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی (۶) حضرت مولانا عاشق الرحمٰن (۷) حضرت مولانا مدثر حسین حبیبی (۸) حضرت مولانا قاری نعمت اللہ (۹) حضرت مولانا محمد علی جناح حبیبی (وغیرہم)

آل انڈیا تبلیغ سیرت کی بنا:

سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کر کے اسلامیان ہند کی صلاح وفلاح اور وقار وکامرانی کے لیے سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے ۱۳۶۸ھ میں "آل انڈیا تبلیغ سیرت" کی بنیاد رکھی۔ ملک کے مختلف صوبوں میں اس کی شاخیں قائم ہوئیں اور بنگال واڑیسہ نیز ممبئی میں اس کے ذریعہ وسیع پیمانے پر اصلاحی کارنامہ انجام پذیر ہوا۔

خاکساران حق:

عنایت اللہ مشرق کی گمراہ کن "خاکسار تحریک" کے توڑ کے لیے حضرت مجاہد ملت نے "خاکساران حق" کی تشکیل فرمائی۔

خاکساران حق کے اغراض ومقاصد:

(۱) انسانی ضرورتوں کو حتی الوسع پورا کرنا اور سیاسی، معاشرتی، تعلیمی، اخلاقی، اور اقتصادی ٹھوس خدمت اور حفاظت کرنا۔

(۲) حقیقی جمہوریت کو عملی شکل دینے کے لیے جدو جہد کرنا۔

(۳) پسماندہ اقوام کو ان کے حقوق دلانے کے لیے جد و جہد کرنا۔
(۴) انسانی بنیادوں پر مساوات قائم کر کے تعصب و نفرت ختم کرنا۔
(۵) عالمی امن اور انسانی تحفظ کی خاطر جد و جہد کرنا۔
(۶) شرع مطہر کی روشنی میں ملک کے آئینی اور حکومت کے تعمیری کاموں میں تعاون کرنا۔
(۷) ملک کے جوان طبقہ کے اخلاق و کردار کو بلند کر کے ان کی جسمانی طاقت کو مستحکم کرنے نیز اطاعت گزار نظم پیدا کرنے کے لیے ایک صف میں کھڑا کر کے جسمانی ورزش پر آمادہ کرنا۔
(۸) برائیوں کو روکنا، بھلائیوں کو پھیلانا، مظلومین کی مدد کرنا، عبادت گاہوں اور مقابر کی حفاظت کے لیے عملی جد و جہد کرنا۔
(۹) تحریک کے غیر مسلم سپاہیوں کو اسلامی عبادات کے لیے مجبور نہ کیا جائے گا بلکہ ان کو جوا، شراب، بدکاری، بے حیائی خود ترک کرنے اور دوسروں کو ترک کرانے کی ترغیب دینا، اطاعت امیر بہر حال لازمی ہوگی۔
(۱۰) بلا معاوضہ خدمت خلق کرنا۔

وصال پاک:

حضور مجاہد ملت کا وصال مبارک ۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ/۱۳ رمارچ ۱۹۸۱ء کو ممبئی میں شام ۵ ربج کر ۴۵ رمنٹ پر ہوا۔

آخری آرام گاہ:

دھام نگر خانقاہ حبیبیہ کے وسیع احاطہ میں آپ کی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کی قبر مبارک کے بغل میں آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال ۵، ۶ رجمادی الاولیٰ کو منعقد ہوتا ہے۔

(ماخذ: نوائے حبیب، مجاہد ملت نمبر اور ماہنامہ اشرفیہ کے مختلف شمارے)

صدر العلما حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

شجرہ نسب:

صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی بن سید غلام فخر الدین بن مولانا سید سخاوت حسین (رحمۃ اللہ علیہم)

حضرت صدر العلماء کے والد ماجد حضرت سید غلام فخر الدین نے کچھ دنیوی پریشانیوں کے سبب شرح جامی تک پڑھ کر چھوڑ دیا تھا۔ نواب احمد سعید خاں شیروانی والی ریاست دادوں ضلع علی گڑھ نے استاد زادہ ہونے کے احترام میں کاشت کے لیے تقریباً تیس بیگھہ زمین عطا فرمائی نیز مسجد اندرون گڑھی کی امامت اور جمعہ وعیدین کی خطابت پر مامور کیا۔

صدر العلماء کے جد امجد حضرت مولانا سید سخاوت حسین رحمۃ اللہ علیہ جید عالم دین اور عارف باللہ تھے۔ اعلیٰ

حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی مجلس میں جب آپ کا ذکر ہوتا تو نام مبارک سن کر تعظیماً سینے پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔ آپ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھی شامل تھے۔ صرف ونحو کے امام تھے اور مناظرہ میں مہارت کاملہ تھی۔

(مقدمہ بشیر القاری از صدر العلماء)

ولادت مبارکہ:

صدر العلماء کی ولادت با سعادت ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ کو ریاست دادوں ضلع علی گڑھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت:

جب آپ چار برس چار ماہ چار دن کے ہوئے تو اسلامی طریقے سے آپ کی تسمیہ خوانی ہوئی۔ قرآن پاک ناظرہ گھر پر پڑھنے کے بعد مکتب میں داخل ہوئے۔ مکتبی نصاب کے تکمیل کے بعد پرائمری اسکول میں داخلہ لے کر وہاں سے درجہ چہارم پاس کیا، اس کے بعد آپ کے عم محترم حضرت مولانا قطب الدین برہمچاری علیہ الرحمہ نے آپ کو مدرسہ اہل سنت دیوان بازار، مراد آباد (جو اَب جامعہ نعیمیہ کی حیثیت حاصل کر گیا ہے) میں داخل کرایا۔ یہاں آپ نے کافیہ تک کی تعلیم پائی۔

ابتدائی اساتذہ:

۱۔ منشی فیض علی خاں مرحوم اترولوی

۲۔ منشی نتھو خاں مرحوم

حضرت صدر الافاضل سے بھی تعلیم پائی:

حضرت صدر العلماء رقمطراز ہیں کہ:

امام المفسرین، رئیس المناظرین، استاذ العلماء، حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہوا۔ گلستاں، قدوری، قال اقول کے ابتدائی حصے آپ سے پڑھے۔ طبیعت میں تفحص اور جستجو کا مادہ آپ ہی کی خدمت سے پیدا ہوا تھا۔ دوپہر کو بعد طعام قیلولہ فرماتے تو پائے مبارک دبانے کی خدمت میرے سپرد تھی۔ اس وقت کسی پڑھے ہوئے مسئلہ پر اعتراض کر کے فرماتے کہ جواب سوچو اور تلاش کر کے لاؤ۔ جواب تک فہم کی رسائی نہ ہوتی تو کتب متعلقہ کی چھان بین کراتے۔ کبھی جواب مل جاتا اور کبھی نہ ملتا تو جواب کی طرف اشارہ فرماتے۔ اس پر اگر ذہن کی رسائی ہوگئی فبہا ورنہ صراحتہً جواب بیان فرمادیا کرتے تھے۔ اس طرح مشکلات کے استخراج کی استعداد پیدا ہوگئی، عربی مکالمہ اور عربی انشاء کی تمرین بھی آپ ہی نے کرائی تھی۔" (مقدمہ بشیر القاری)

مدرسہ انجمن اہل سنت کے چند اساتذہ:

حضرت صدر الافاضل علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات بھی صدر العلماء کے اساتذہ میں شامل ہیں:

۱۔حضرت مولانا عبدالعزیز خاں صاحب فتح پوری
۲۔حضرت مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی (قدس سرہما)

دارالخیر اجمیر شریف کے لیے روانگی:

"جماعت رضائے مصطفےٰ" بریلی شریف کے پلیٹ فارم سے شدھی فتنہ کے انسداد میں صدرالا فاضل اور مفتی محمد اجمل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما کی مصروفیات کی وجہ سے تعلیم میں خلل واقع ہونے لگا لہذا صدرالعلماء نے دارالخیر اجمیر شریف کا رخ کیا جہاں حضور صدرالشریعہ علامہ مولانا محمد امجد علی قبلہ اعظمی قدس سرہ کا بحر ز خار موجزن تھا اور تشنگان علوم نبویہ کو سیراب کررہا تھا۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ، سالار قافلہ حافظ ضمیر حسین مراد آبادی، قاضی شمس الدین صاحب جونپوری، صدرالعلماء کے چچا زاد بھائی مولوی زین العابدین صاحب مرحوم، قاری اسدالحق صاحب، حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث مرادآبادی وغیرہ تھے۔

امتحان کے بعد دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں شرح جامی کے درجہ میں داخلہ ہوا۔ ابتدائی ایام بڑی کس مپرسی کی حالت میں گزرے۔ تقریباً دوماہ بعد ایک روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر ہوا تو اس پریشانی سے نجات ملی۔ ملاحسن کے امتحان میں آپ کے تحریری جواب پر ممتحن نے اس قدر تحسین فرمائی کہ مجلس شوریٰ نے چار روپے انعامی وظیفہ مقرر کردیا۔

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ میں (۱) مولانا عبدالمجید اور (۲) مولانا عبدالحی افغانی سے بھی اخذ علوم کیا۔ (۳) شرح تہذیب کی منطقی ترکیب حضرت مولانا عبداللہ افغانی اور (۴) اس کا تکملہ مولانا سید امیر پنجابی سے (۵) شرح جامی مولانا مفتی امتیاز احمد انبیٹھوی (۶) نفحۃ الیمن، سبع معلقات، دیوان متنبی و دیوان حماسہ اور علامہ ابن ہشام مصری کی قطرالندیٰ حضرت مولانا حافظ سید حامد حسین اجمیری سے اور بقیہ ۷/فوقانی کتابیں اور بہت سے مطبوعہ وغیر مطبوعہ حواشی حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے پڑھے۔

جب ۱۳۵۱ھ میں حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں تشریف لائے تو آپ بھی ان کے ہمراہ یہاں آگئے۔

دستار فضیلت:

۱۳۵۲ھ میں دارالعلوم منظر اسلام سے صدرالعلماء کی دستار بندی ہوئی۔

تدریسی خدمات:

بعد فراغت حضرت صدرالا فاضل علیہ الرحمہ نے آپ کو مدرسہ "تاج المدارس" قصبہ جائس، ضلع رائے بریلی بھیجا۔ ایک سال بعد نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کی دعوت پر "دارالعلوم جامعہ عظمت نشان" کرنال میں بحیثیت صدرالمدرسین تشریف لے گئے۔ پھر سوا سال بعد "مدرسہ احسن المدارس قدیم" کانپور کے صدرالمدرسین ہوئے۔ ۱۳۹۵ھ میں حضرت صدرالا فاضل کے حکم پر "مدرسہ اسلامیہ" اندرکوٹ میرٹھ تشریف لے گئے اور منصب صدارت

پر فائز ہوئے جہاں آپ نے اخیر عمر تک تدریسی خدمات انجام دیں ۔ (ملخصا بشیر القاری، ملخصا صدرالشریعہ حیات وخدمات)

تصنیف وتالیف:

(۱) البشیر شرح نحو میر (۲) البشیر الکامل شرح شرح ماۃ عامل (۳) بشیر الناجیہ شرح کافیہ (۴) بشیرالقاری شرح بخاری (زبان اردو میں بخاری شریف کی لاجواب شرح ہے لیکن صرف ابتدائی چند حدیثوں کی شرح ہے (۵) نظام شریعت وغیرہ

بیعت وخلافت:

حضرت صدرالعلما نے بریلی شریف میں عرس رضوی کے موقع پر ۱۳۴۱ھ میں حضرت شیخ المشائخ شاہ علی حسین اشرفی میاں صاحب قبلہ کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست بیعت کا شرف حاصل کیا اور ۱۲رذی الحجہ ۱۳۵۰ھ کو اجمیر شریف میں حضرت اشرفی میاں قبلہ نے آپ کو خلافت واجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ ایک کلاہ اور استعمالی جبہ بھی عطا فرمایا۔

وصال مبارک:

ایک مدت دراز تک علوم وفنون کے دریا بہانے والا یہ متبحر فاضل اور نادر زمن محدث وامام النحو ۲۹رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ مطابق ۸رمئی ۱۹۷۸ء بروز دوشنبہ سہ پہر چار بج کر دس منٹ پر دار فنا سے دار بقا کی جانب کوچ کر گیا۔

شمس العلما علامہ قاضی شمس الدین احمد جعفری جونپوری علیہ الرحمہ

ولادت باسعادت:

خانوادہ سادات جعفریہ کے فرد باکمال حضرت شمس العلماء علامہ مولانا قاضی شمس الدین احمد جعفری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ۲۸رذی الحجہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۵رمارچ ۱۹۰۵ء کو جونپور (یوپی) میں پیدا ہوئے ۔

تعلیم وتربیت:

حضرت شمس العلماء نے جونپور ہی میں پرورش پائی ۔آپ کی تعلیم وتربیت دینی وعلمی ماحول میں ذی علم اساتذہ اور بزرگوں کے سایۂ شفقت میں ہوئی۔ قدیم وجدید علوم وفنون جونپور ہی میں حاصل کیا بعدہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز (م ۱۳۶۷ھ) حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے درس کی شہرت سن کر اپنے کچھ ہم درسوں کے ساتھ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے ۔حدیث پاک اور امہات کتب کی تکمیل حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ سے کی ۔۱۳۵۲ھ میں جب صدرالشریعہ نے اجمیر مقدس چھوڑ کر بریلی شریف مراجعت فرمائی اور چالیس طلبہ کی جماعت (جو علوم وفنون میں کامل اور چنداں آفتاب وماہتاب تھے) انہیں

کے ساتھ دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف پہنچی۔ انہیں میں حضور شمس العلماء بھی تھے۔

بیعت وارادت:

حضرت شمس العلماء نے مجدد اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ سے دس سال کی کم عمر میں شرف بیعت حاصل کیا۔

علم وفضل:

آپ فقہ، تفسیر، حدیث میں تو مہارت تامہ رکھتے ہی تھے دوسرے علوم وفنون میں بھی آپ کو دسترس تھی۔ معقولات میں آپ کو خاص طور سے بہت دلچسپی تھی۔

درس وتدریس:

حضرت شمس العلماء علیہ الرحمہ نے دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف، جامعہ نعیمیہ مراد آباد، دارالعلوم منظر حق ٹانڈہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اور دارالعلوم حمیدیہ رضویہ بنارس میں مسند تدریس کو زینت بخشی اور موخر الذکر چاروں مدارس میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے مناصب پر فائز رہے۔ آپ جامعہ اشرفیہ میں دو سال تک رہے۔ حضرت حافظ ملت اور آپ میں بڑی ہم آہنگی تھی چوں کہ آپ دونوں ہم عمر بھی تھے اور ہم درس بھی لہذا آپس میں ایک دوسرے کے لیے بڑا خلوص تھا۔ حضرت شمس العلماء جس وقت اشرفیہ میں تھے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ساتھ اشرفیہ کی ترقی اور استحکام کے لیے کوشاں رہے۔

حضرت شمس العلماء جس زمانہ میں دارالعلوم منظر حق ٹانڈہ میں درس دے رہے تھے دارالعلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ کے اراکین نے اپنے مدرسہ میں آپ کی ضرورت محسوس کی اور سالانہ امتحان کے لیے بحیثیت ممتحن حضرت حافظ ملت اور شمس العلماء کی خدمت میں دعوت نامہ بھیجا۔

دونوں حضرات نے دعوت منظور کر لی اور وعدہ کے مطابق مقررہ تاریخ پر پہنچ گئے۔ اراکین مدرسہ نے موقع غنیمت دیکھ کر حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ سے عرض کیا کہ حضور ہم لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب قبلہ کو اپنے مدرسہ میں بحیثیت صدر مدرس رکھ لیں لہذا اگر حضور سفارش فرمادیں تو مدرسہ کے حق میں حضرت شمس العلماء بہت مفید ثابت ہوں گے۔

حضور حافظ ملت نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: جی ہاں! حضرت علامہ قاضی شمس الدین احمد صاحب قبلہ ''خیر الاذکیاء'' ہیں۔

بخاری شریف کا درس حضرت شمس العلماء ایسے عالمانہ اور والہانہ انداز میں دیتے کہ طلبہ آپ کی تحقیق اور نکتہ آفرینی سے جھوم جاتے۔ ادق سے ادق اعتراضات کے جوابات اس طرح بیان فرماتے جیسے سب کچھ ازبر اور نوک زبان پر ہو۔ طلبہ کے بے تکے اعتراض پر بھی بجائے اظہار برہمی کے مشفقانہ انداز میں سمجھاتے کہ اس طرح اعتراض نہیں

کرنا چاہیے۔ جس وقت بھی کوئی طالب علم اعتراض کرتا اسی وقت اس کے اعتراض کا جواب دیتے اور مطمئن کر دیتے۔
رب عظیم نے حضرت شمس العلما کو اعلیٰ ذہن عطا فرمایا تھا۔ آپ کے اساتذہ اور رفقائے درس بھی آپ کی خداداد ذہانت وقابلیت کے معترف تھے۔ فن مناظرہ میں بھی آپ کو زبردست مہارت تھی۔

مختلف زبان وادب میں مہارت:

حضرت شمس العلماء بیک وقت عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبان وادب پر یکساں دسترس رکھتے تھے۔ اچھے اچھے انگریزی داں، کالجوں کے پروفیسر، وکلاء کی مجالس میں جب انگریزی بولنے لگتے تو وہ حیرت سے آپ کا منہ تکتے تھے۔ جانے کتنے جدید یے اور فلاسفر آپ کے ہاتھ پر تائب ہوئے۔

تواضع اور سادگی:

شکل وصورت، وضع قطع، گفتگو، چال ڈھال غرض ہر زاویے سے آپ کی شخصیت بڑی دل آویز اور باوقار تھی۔ آپ کا باطن وظاہر یکساں تھا۔ آپ کبر ونخوت سے دور، انکسار وتواضع اور خلوص کے پیکر تھے۔ اپنا ہر کام خود کرلیا کرتے تھے یہاں تک کہ اپنا کپڑا خود اپنے ہاتھوں سے کاٹ کر سل لیا کرتے تھے۔ مہمانوں کو اپنے ہاتھ سے چائے یا شربت باعتبار موسم خود بنا کر پلاتے۔ طلبہ اگر آپ کا کوئی کام کرنا بھی چاہتے تو انہیں روک دیتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت ہم کو کس لیے دی ہے اس لیے کہ ہم اسے کام میں لائیں تو پھر طلبہ کو یا دوسروں کو کیوں پریشان کریں۔
فضول خرچی سے خود اجتناب کرتے اور دوسروں کو بھی اس سے باز رہنے کی تلقین فرماتے۔ درود شریف سے آپ کو بڑا شغف تھا۔

تصانیف:

آپ نے مختلف فنون پر کئی کتابیں لکھی ہیں جو بعض مدارس میں داخل نصاب ہیں۔ کئی زبانوں پر مشتمل ایک جامع نعت کی ترتیب دی جس کا نام ''کشکول'' منتخب فرمایا۔ قانون شریعت دو جلدوں میں فقہی مسائل پر بہت ہی جامع کتاب ہے۔ یہ کتاب عوام وخواص دونوں میں بہت مقبول ہے۔ اس کا ہندی اور انگریزی ایڈیشن بھی چھپ چکا ہے۔

خانوادہ رضویہ سے عقیدت:

حضرت شمس العلماء چوں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے شرف بیعت رکھتے تھے اس لیے خانوادہ رضویہ سے محبت وعقیدت فطری تھی۔ سیدنا مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کا تو مقام بہت ہی بلند وبالا تھا۔ پوری دنیائے سنیت اور اکابر علماء ومشائخ بھی ان کا ادب واحترام کرتے تھے اور ان کی عظمت علمی کے معترف تھے۔ لیکن اس خاندان کے جوان العمر شاہزادگان کا بھی ادب واحترام آپ اس طرح کرتے تھے جیسے وہ بھی آپ کے استاذ یا مرشد ہیں۔
ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹۷۹ء میں وہ بنارس میں حضرت علامہ مفتی اختر رضا خانصاحب

ازہری کی معیت میں شمس العلماء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شمس العلماء نے کھڑے ہوکر علامہ ازہری صاحب کا استقبال فرمایا اور اپنی مسند پر انہیں بٹھایا۔

حضرت شمس العلماء سرکار مفتی اعظم ہند کے بارے میں ارشاد فرماتے کہ "فقہ کا اتنا بڑا ماہر اس زمانے میں کوئی دوسرا نہیں۔ میں ان کی خدمت میں جب بھی حاضر ہوتا ہوں تو سر جھکا کر بیٹھا رہتا ہوں اور خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سنتا ہوں۔ ان سے زیادہ باتیں کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔"

مجاہد ملت اور شمس العلما:

حضرت شمس العلماء اور حضور مجاہد ملت (رحمۃ اللہ علیہما) چوں کہ ہم درس تھے لہذا ایک دوسرے سے بڑی بے تکلفی تھی۔ وصال سے ایک سال قبل حضور مجاہد ملت اور حضرت شمس العلماء سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو حضور مجاہد ملت نے فرمایا کہ بتاؤ قاضی صاحب پہلے آپ انتقال کریں گے یا میں؟ تو شمس العلماء نے فرمایا پہلے آپ پھر میں۔۔۔ آخر ایسا ہی ہوا۔ پہلے حضرت مجاہد ملت کا وصال ہوا بعد میں حضرت شمس العلماء کا۔

وصال مبارک:

حضرت شمس العلماء کا وصال یکم محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۳۰ راکتوبر ۱۹۸۱ء جمعہ کی رات کے آخری حصے میں ہوا۔

نماز جنازہ حضرت مولانا شاہ عبدالوحید صاحب فریدی سجادہ نشین خانقاہ نوریہ حمیدیہ نے پڑھائی۔ آپ کی نماز جنازہ میں سرکار کلاں حضرت علامہ مولانا سید مختار اشرف صاحب قبلہ بھی شریک تھے۔

امین شریعت مفتی محمد رفاقت حسین مظفر پوری علیہ الرحمہ

آپ کی ولادت ۱۳۱۶ھ بمقام اسلام آباد (بھوانی پور) ضلع مظفر پور، بہار میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام مولوی عبدالرزاق (رحمۃ اللہ علیہ) تھا۔

تعلیم وتربیت:

حضرت امین شریعت نے ایک مقامی اسکول میں درجہ چہارم تک کی تعلیم پانے کے بعد قریبی بستی عارض پور کے مولوی طاہر حسین صاحب مرحوم سے ابتدائی فارسی اور گلستاں بوستاں پڑھی بعدہ چھ ماہ تک مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اتوار پوری سے کچھ تعلیم پائی۔

مدرسہ عزیزیہ بہار شریف میں مولانا شاہ حبیب الرحمٰن بہاری سے شرح وقایہ اور مولانا عبدالمتین صاحب سے آثار السنن پڑھ کر بورڈ سے "ملا" کا امتحان پاس کیا۔ ۱۳۴۵ھ میں مدرسہ حنفیہ جونپور میں مشکوٰۃ شریف اور سراجی پڑھی۔

مدرسہ معینیہ عثمانیہ دارالخیر اجمیر شریف میں داخلہ:

۱۳۴۷ھ میں فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کی شہرت سن کر اجمیر معلی تشریف لے گئے۔ ''دار العلوم معینیہ عثمانیہ'' میں حضرت صدر الشریعہ، حضرت مولانا سید عبد الحی افغانی اور حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد امیٹھوی سے کتب درسیہ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور درسیات کی تکمیل فرمائی۔

تدریسی خدمات:

۱۳۵۲ھ میں صدر الشریعہ کی معیت میں بریلی شریف آئے اور یہاں ''دار العلوم منظر اسلام'' میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ایک سال بعد ''مدرسہ محمدیہ'' جائس (ضلع رائے بریلی) کے صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ بعد مدرسۂ مذکور سے علیحدگی اختیار کر کے محلہ قضیانہ میں مطب شروع کیا اور ساتھ ہی ساتھ درس بھی دیتے رہے۔ یہاں پر آپ نے روافض کا رد بلیغ فرما کر ان کے زور کو توڑ دیا۔

چند سال جامع مسجد سلطان پور (یوپی) کے خطیب رہے اور یہاں بھی اپنا تبلیغی مشن جاری رکھا اور اسلام دشمن عناصر کی بیخ کنی فرمائی۔

دوبارہ مدرسہ محمدیہ جائس کے لیے روانگی:

عقیدت مندان جائس کی گزارش پر آپ پھر مدرسہ محمدیہ جائس تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً سترہ برس تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور میں تقرری:

۱۶ر شوال المکرم ۱۳۶۹ھ میں ''مدرسہ احسن المدارس قدیم'' کانپور کے صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے۔

مفتی اعظم کانپور کا لقب:

۱۳۷۲ھ میں مجلس علمائے کان پور نے آپ کو ''مفتی اعظم'' کان پور کا لقب دیا۔

دار العلوم شاہ عالم احمد آباد کو روانگی:

۱۳۷۹ھ میں آپ نے ''دار العلوم شاہ عالم'' احمد آباد میں تین ماہ کے لیے بحیثیت شیخ الحدیث وصدر مدرس کے لیے تشریف لے گئے۔ لیکن وہاں کے اراکین کے اصرار پر آپ نے مدت قیام بڑھا دی اور لگ بھگ ڈیڑھ سال تک تدریسی فرائض انجام دیے۔

اس کے بعد پھر کانپور واپس ہوئے۔ کچھ دنوں کے لیے ''دار العلوم مسکینیہ'' دھوراجی (گجرات) میں آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔

مدرسہ احسن المدارس کی سرپرستی:

دھوراجی کے بعد آپ پھر کانپور تشریف لے آئے اور''مدرسہ احسن المدارس قدیم'' کے سرپرست رہے اور ملک کے طول وعرض میں سلسلہ رشد وہدایت کے لیے سیاحت فرماتے رہے۔

بیعت وخلافت:

۲۸رذی الحجہ ۱۳۷۰ھ بروز جمعرات حضرت شیخ المشائخ علامہ علی حسین اشرفی میاں قبلہ نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہوئے۔ حضرت شیخ المشائخ کو تمام سلاسل کی خلافت واجازت بھی مرحمت فرمائی۔

حضرت امین شریعت کو امام احمد رضا کے خلف اکبر حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا خاں بریلوی اور حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ سے بھی خلافت واجازت تھی۔

حج وزیارت:

۱۳۷۲ھ میں آپ کو حج وزیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اپنی علیحدہ جماعت بنا کر نماز پڑھنے کی وجہ سے نجدی قاضی القضاۃ سے آپ کی مناظرانہ گفتگو بھی ہوئی اور وہ خائب وخاسر ہوا۔

مدینہ منورہ کی زیارت کے موقع پر خلیفہ اعلیٰ حضرت، قطب مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سند حدیث اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت سے سرفراز فرمایا۔

دوسرا حج آپ نے ۱۹۷۵ء میں کیا اور بغداد شریف اور کربلائے معلیٰ وغیرہ کی زیارات سے بھی مشرف ہوئے۔

جماعتی سرگرمیاں:

(۱) آپ جماعت رضائے مصطفیٰ کے نائب صدر رہے۔
(۲) کل ہند تبلیغ سیرت کے ناظم اعلیٰ پھر نائب صدر اور پھر قائم مقام صدر منتخب ہوئے۔
(۳) آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے سرپرست رہے۔
(۴) آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت کے سربراہ، سرپرست بھی رہے۔
(۵) ادارۂ شرعیہ صوبہ بہار کے صدر اعلیٰ منتخب ہوئے۔

تصنیفات وتالیفات:

(۱) قادیانی کذاب (۲) طریقہ حنفیہ (۳) الیاسی جماعت (۴) عورتوں کی نماز (۵) فتاویٰ کی دو جلدیں (۶) تفسیر سورۂ بقرہ۔

چند مشاہیر تلامذہ:

۱۔ حضرت مولانا سید نعیم اشرف صاحب جائس (رائے بریلی)
۲۔ مولانا حکیم بشارت حسین صاحب سلطان پوری

۳۔ پروفیسر حکیم امور طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڈھ
۴۔ حضرت مولانا سعید احمد۔ احسن المدارس قدیم کے سابق صدر مدرس
۵۔ حضرت مولانا سید شاہ محمد اکبر صاحب صاحب سجادہ آستانہ عالیہ صمدیہ پھپھوند شریف (اٹاوہ)
۶۔ صاحبزادہ حضرت مولانا سید ظل حسین اشرفی کچھوچھوی
(تذکرۂ علمائے اہل سنت از علامہ محمود احمد صاحب)

وصال شریف:

۳ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ / ۱۹ جنوری ۱۹۸۳ء ۲ بج کر ۵۵ منٹ پر پردہ فرمایا۔ نماز جنازہ آپ کے خلف اکبر اور جانشین حضرت علامہ محمود احمد صاحب نے پڑھائی۔
(ماخذ: تذکرہ اکابر اہل سنت از مفتی شفیق احمد شریفی، تذکرہ علمائے اہل سنت از علامہ محمود احمد صاحب قادری)

رئیس الاذکیاء علامہ غلام یزدانی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

نسب وولادت:

حضرت رئیس الاذکیاء علامہ غلام یزدانی اعظمی علیہ الرحمہ کے والد ماجد حضرت علامہ محمد صدیق صاحب گھوسوی قدس سرہ سابق صدر مدرس مصباح العلوم مبارک پور حضرت علامہ ہدایت اللہ خاں علیہ الرحمہ (م ۱۳۲۶ھ) کے خاص تلامذہ میں تھے۔ آپ کا نسبی سلسلہ چوتھی پشت میں حضرت صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے جد اعلیٰ سے ملتا ہے۔

آپ کی ولادت قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڑھ (حال ضلع مئو) میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت:

ابتدائی تعلیم ایک مقامی مکتب میں ہوئی۔ فارسی عربی کی تعلیم کے لیے مدرسہ حنفیہ امروہہ تشریف لے گئے بعدہ مدرسہ عالیہ رام پور میں کچھ دنوں تک اخذ علوم کیا پھر مدرسہ معینیہ عثمانیہ دار الخیر اجمیر شریف تشریف لے گئے اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے معقولات ومنقولات کی منتہی کتابیں پڑھیں۔ پھر جب ۱۳۵۱ھ میں حضور صدر الشریعہ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف تشریف لے آئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ بریلی شریف آگئے اور ۱۳۵۲ھ میں حضرت حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خاں قدس سرہ کے دست مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی۔ آپ حضرت صدر الشریعہ کے بہت چہیتے شاگرد تھے۔

تدریسی ودیگر مذہبی خدمات:

بعد فراغت مدرسہ اشرفیہ (جو اس وقت پرانی بستی میں تھا) میں بحیثیت نائب صدر المدرسین آپ کا تقرر ہوا۔ یہاں تقریباً ڈیڑھ سال تک تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد مدرسہ نعمانیہ دہلی میں دینی وتعلیمی فرائض انجام دیے

رہے۔ جلد ہی ملازمت سے دل برداشتہ ہوکر وہاجیہ طبیہ کالج لکھنؤ میں داخلہ لے لیا اور طب کی تکمیل کے بعد گھر ہی پر مطب شروع کیا۔ بعد میں صدرالشریعہ کی تنبیہ پر پھر درس وتدریس پر آمادہ ہوئے اور مدرسہ قمرالمدارس میرٹھ میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔ اس کے بعد اشرفیہ جامع مسجد بھرت پور (راجستھان) میں آپ کا تقرر ہوا جہاں کئی برسوں تک آپ نے تعلیمی خدمات انجام دیں۔ تقسیم ہند سے قبل جب فرقہ وارانہ فسادات کا زور بڑھا تو آپ ۱۹۴۲ء میں وطن تشریف لے آئے اور مطب شروع کردیا اور یہ سلسلہ ۱۹۵۰ء تک جاری رہا۔

گھوسی میں مدرسہ شمس العلوم کا قیام:

گھوسی میں طبی پریکٹس کے دوران آپ نے محسوس کیا کہ یہاں مدرسہ کی سخت ضرورت ہے اس کے لیے آپ نے قصبہ کے سربرآوردہ حضرات کو ابھارا نیز عید میلاد النبی کے جلسہ وجلوس پر لوگوں کو آمادہ کیا۔ روافض اور غیر مسلمین کی لاکھ مخالفت کے باوجود آپ نے جلسہ وجلوس کا سلسلہ شروع کیا اور الحاج شکر اللہ مرحوم سے زمین حاصل کر کے دارالعلوم اہل سنت شمس العلوم قائم کیا۔ آج یہ مدرسہ ملک کے بڑے علمی مراکز میں شمار ہوتا ہے۔

دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں:

علامہ سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ کے پاکستان ہجرت کر جانے کے بعد دارالعلوم مظہر اسلام مائل بزوال ہونے لگا۔ سرکار مفتی اعظم ہند علامہ مصطفےٰ رضا خاں نور اللہ مرقدہ نے آپ کو مظہر اسلام کے منصب شیخ الحدیث کے لیے دعوت دی۔ آپ سرکار حافظ ملت اور حضرت شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی قدس سرہما کے مشورے کے بعد ۱۹۵۱ء میں مظہر اسلام تشریف لے آئے اور یہ دارالعلوم پھر سے ترقی کی منزلیں طے کرنے لگا۔

بیعت وخلافت:

آپ کو سرکار صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے بیعت وخلافت واجازت کا شرف حاصل تھا۔

چند تصانیف:

(۱) مصرف چرم قربانی (۲) تشکیل المذہبین فی حکم رفع الیدین۔ آپ نے بہار شریعت کے بقیہ تین حصوں کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا تھا اور پورا خاکہ بھی تیار کرلیا تھا مگر عمر نے وفا نہ کی اور یہ کام تشنہ رہ گیا۔

وصال مبارک:

آخری عمر میں ایک پیر پر فالج کا حملہ ہوا اور ۴؍ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ/۴؍اگست ۱۹۵۴ء بروز چہار شنبہ آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ بہت ہی ذہین وطباع، خوش خلق وخوش پوشاک تھے۔ نیز حق گو وحق پسند بھی۔

رئیس المحققین مولانا محمد سلیمان بھاگل پوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت صدرالشریعہ علامہ مولانا مفتی حکیم ابوالعلا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ کے شاگرد اور حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے استاذ بھائی ہیں۔

ولادت اور تعلیم و تربیت:

حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب قبلہ ایک رئیس خانوادہ کے چشم و چراغ تھے۔ مدارس سے بطور مشاہرہ جو کچھ ملتا خرچ کر ڈالتے۔

آپ کی ولادت علاقہ ماچھی پور ضلع بھاگل پور، بہار میں ۱۹۱۰ء یا ۱۹۱۲ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں پائی بعدہ مشائخ کچھوچھہ کی نگاہ انتخاب میں آگئے۔ ان حضرات اور سیدنا محدث اعظم ہند علامہ سید محمد میاں قبلہ کچھوچھوی نے آپ کو کچھوچھہ مقدسہ بلالیا۔ حضرت مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرح جامی تک تعلیم پائی اس کے بعد حضرت مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی قدس سرہ کے مشورے پر حضرت صدرالشریعہ نور اللہ مرقدہ کے سائبان علمی میں پہنچے۔ ان دنوں حضرت صدرالشریعہ اجمیر مقدس سے بریلی شریف منتقل ہوئے تو آپ بھی دارالعلوم منظر اسلام آگئے۔ اس طرح آپ کو شاہ درس و تدریس، فقیہ اعظم حضرت صدرالشریعہ سے علوم نقلیہ و عقلیہ کے حصول کا موقع نصیب ہوا۔ دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف سے آپ کی فراغت اور دستار بندی ہوئی۔

آپ کے رفقائے درس:

آپ کے رفقائے درس میں حضرت حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز قدس سرہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، حضرت صدرالعلماء علامہ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی، رئیس اڑیسہ حضرت مجاہد ملت علامہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، حضرت شمس العلماء علامہ مولانا قاضی شمس الدین احمد جونپوری۔ (علیہم الرحمہ) خاص ہیں۔

درس و تدریس:

بریلی شریف سے فراغت کے بعد حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے حکم پر انہیں پہلی بار ''مدرسہ اسلامی، اندرکوٹ، میرٹھ تدریس کا موقع ملا۔ اس مدرسہ میں کچھ دیوبندی مدرسین بھی تھے۔ انہوں نے مخالفت شروع کردی اور مدرسہ کے ناظم اعلیٰ بھیا بشیرالدین صاحب کے سامنے علمی نکتہ چینی کرنے لگے۔ ناظم اعلیٰ نے اس موقع پر یہ سوچا کہ کسی باہری عالم کو بلوا کر ان کا امتحان لیا جائے۔ تاکہ معترضین کی صداقت معلوم ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے دیوبند سے قاری طیب صاحب بلائے گئے۔ یہ بات حضرت مولانا سلیمان صاحب کو صرف ایک روز بیشتر معلوم ہوئی۔ انہوں نے اپنے دل میں ٹھانی کہ اگر میں اس امتحان میں ناکام ہوا تو میزان و منشعب سے از سرنو پھر تمام کتابوں کا درس لوں گا۔ صبح ہوئی تو آپ نے تفسیر بیضاوی کا درس شروع کیا۔ قاری طیب بھی موجود تھے۔ درس بیضاوی میں آپ نے ایسی جامع، پرمغز اور فاضلانہ نکات بیان فرمائے کہ ممتحن متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور اس نے آپ کی علمی گہرائی و گیرائی کا برملا اعتراف کیا۔

جامعہ نعیمیہ مراد آباد، دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور، جامعہ حمیدیہ بنارس، احسن المدارس کانپور، دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد (گجرات) میں مختلف اوقات میں تعلیم دی اور علماء کی ایک بڑی جماعت آپ سے مستفیض ہوئی۔

بیعت وخلافت:

آپ شیخ المشائخ حضرت مولانا سید علی حسین اشرفی میاں قبلہ نور اللہ مرقدہ سے مرید ومجاز تھے۔

وصال:

لے اڑی بادِ صبا ہر پھول کا حسن وشباب — اپنے گلشن میں کبھی دورِ خزاں ایسا نہ تھا

عمر بھر دین متین کی خدمت انجام دینے والا، چمنستان رسالت کا عندلیب ۲ر ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۳ر مارچ ۱۹۷۷ء کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی جانب پرواز کرگیا۔

بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھالیا

شخصیت:

آپ کے مزاج میں نفاست حد درجہ تھی، رہن سہن شاہانہ انداز کا تھا، سادات کرام سے نہایت محبت فرماتے اور ان کا حد درجہ ادب واحترام کرتے۔ آپ ایک عمدہ مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مقرر بھی تھے۔ آواز نہایت بلند اور باوقار، مضبوط قویٰ، وجیہ چہرہ پہ بھری بھری داڑھی۔ گو آپ حضور حافظ ملت کے استاذ بھائی تھے لیکن ان کی علمی گہرائی و گیرائی اور لافانی خدمات کے ہمیشہ معترف رہے۔ آپ الجامعۃ الاشرفیہ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اسے سنیت کا عظیم ومستحکم قلعہ فرماتے تھے۔

تلامذۂ حافظ ملت

درس وتدریس اور تعلیم وتربیت بہت ہی عظیم اور مقدس فریضہ ہے۔

طلبہ کو علم وعمل اور اخلاق وکردار سے آراستہ کرکے ان کی شخصیت کو اجالنا اور انہیں اس طور پر نکھارنا سنوارنا کہ وہ جدھر بھی جائیں، جہاں بھی جائیں علم وعرفان اور ایمان وایقان کی روشنی بکھیرتے اور پھیلاتے ہوئے جائیں۔ اور وہ خود اللہ کے احسان یافتہ بندے اور رسول اعظم، معلم کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب رہ کر لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن کردیں اور ان کی حیات کا لمحہ لمحہ غلبۂ اسلام کے لیے وقف ہو ان مذکورہ اوصاف سے طلبہ کو آراستہ کرنا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

جب ہم ۲۰رویں صدی عیسوی کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو شخصیت سازی کا ایسا اہم فریضہ انجام دینے والوں میں ایک تاباں ودرخشاں نام حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قبلہ۔ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا بھی نظر آتا ہے۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تعلیم وتربیت اور شخصیت سازی کے تعلق سے حضرت رئیس القلم علامہ ارشد

القادری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:
استاذ شاگرد کا تعلق عام طور پر حلقۂ درس تک محدود ہوتا ہے لیکن اپنے تلامذہ کے ساتھ حافظ ملت کے تعلقات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ پوری درسگاہ اس کے ایک گوشہ میں سما جائے۔ یہ انہی کے قلب ونظر کی ناپیدا کنار وسعت اور انہی کے جگر کا بے پایاں حوصلہ تھا کہ اپنے حلقۂ درس میں داخل ہونے والے طالب علم کی بیشمار ذمہ داریاں وہ اپنے سر لیتے تھے۔ طالب علم درس گاہ میں بیٹھے تو کتاب پڑھائیں، باہر رہے تو اخلاق وکردار کی نگرانی کریں، مجلس خاص میں شریک ہو تو ایک عالم دین کے محاسن واوصاف سے روشناس فرمائیں، بیمار پڑے تو نقوش وتعویذات سے اس کا علاج کریں، تنگدستی کا شکار ہو جائے تو مالی کفالت فرمائیں، پڑھ کر فارغ ہو تو ملازمت دلوائیں اور ملازمت کے دوران کوئی مشکل پیش آئے تو اس کی بھی عقدہ کشائی فرمائیں، طالب علم کی نجی زندگی، شادی بیاہ، دکھ سکھ سے لے کر خاندان تک کے مسائل میں دخیل وکارفرما! طالب علم زیر درس رہے یا فارغ ہو کر چلا جائے ایک باپ کی طرح ہر حال میں سرپرست اور کفیل۔ یہی ہے وہ جوہر منفرد جس نے حافظ ملت کو اپنے اقران ومعاصرین کے درمیان ایک معمار زندگی کی حیثیت سے ممتاز اور نمایاں کردیا ہے۔" (حافظ ملت نمبر ۱۲۴،۱۲۵)

لاریب! حضور حافظ ملت اپنے عہد کے ایک منفرد معلم، ایک منفرد مربی اور ایک باکمال شخصیت ساز تھے۔
ملک اور بیرون ملک حضور حافظ ملت کے تلامذہ کی تعداد پانچ ہزار سے زائد ہی ہوگی اور ان میں ایسے ایسے ذی علم، قابل قدر وفخر اور قائدانہ صلاحیت کے افراد ہیں جن پر مذہبی، سیاسی، سماجی، علمی، روحانی، اصلاحی اور تبلیغی دنیا کو فخر وناز ہے۔
باغ فردوس سے لے کر الجامعۃ الاشرفیہ تک۔ کوئی سال ایسا نہیں گزرا کہ طلبہ میں سے چند افراد کو امتیازی حیثیت نہ حاصل رہی ہو جنھوں نے اپنی تحریر وتقریر اور تدریس وخطابت کے ذریعہ اپنی پہچان نہ بنالی ہو۔
(ملخصا مقدمہ گردراہ از علامہ ممتاز احمد اشرف القادری)

حضور حافظ ملت کے تلامذہ میں مقدس خانوادوں اور خانقاہوں کے صاحبزادگان بھی رہے ہیں اور چند ایسے بھی ہوئے جنھوں نے روحانی مراتب حاصل کر کے، کارنامہ رشد وہدایت انجام دیے اور کرسی مشیخت پر براجمان ہوگئے۔
آپ کی درسگاہ سے فیض پانے والوں نے ایک طرف سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے آستانہ سے تعلق رکھنے والے مراکز علمی اور جامعات کو رونق بخشی تو دوسری طرف کچھوچھہ مقدسہ، پیلی بھیت، الہ آباد اور ہندوستان بھر کی متعدد خانقاہوں میں علم وعرفان کا اجالا برپا کیا، نہ صرف برصغیر ہندوپاک بلکہ ممالک بیرون میں بھی یہ مصباحی حضرات اسلام کا نور تقسیم کر رہے ہیں اور سیکڑوں درس گاہوں میں اپنے علمی چراغ روشن کیے ہوئے ہیں۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اپنے مرشد اجازت اور استاذ ومربی حضور صدرالشریعہ قدس سرہ کے فرزندان گرامی کے قلوب واذہان میں نہایت توقیر واحترام سے جہاں ان کے والد گرامی کی علمی امانت منتقل فرمائی وہیں محدث اعظم ہند حضرت سید محمد میاں اشرفی الجیلانی کچھوچھوی اور سرکار کلاں کے شاہزادوں نیز سادات کچھوچھہ مقدسہ کے شائقین علم کو اپنی چٹائی پر بٹھا کر نوازا۔ جن میں چند مشاہیر کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ کمیل اشرف، شہزادۂ سرکار کلاں حضرت علامہ سید اظہار اشرف، شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں، شیخ طریقت حضرت علامہ سید محمد جیلانی اشرفی، علامہ سید مجتبیٰ اشرف، علامہ سید حامد اشرف۔

دیگر خانقاہی حضرات میں مولانا سید رضوان الہدیٰ پنڈ شریف، علامہ سید شمیم گوہر الہ آبادی وغیرہم

حافظ ملت کے مشہور تلامذہ

(۱) حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف (۲) حضرت علامہ سید عبدالحق گجہڑوی (۳) حضرت علامہ محبوب اشرفی (۴) حضرت علامہ شاہ سراج الہدیٰ گیاوی (۵) حضرت علامہ غلام آسی (۶) حضرت علامہ محمد عثمان اعظمی (۷) حضرت علامہ محمد شفیع (۸) حضرت علامہ قاری محمد یحییٰ (۹) حضرت علامہ ارشد القادری (۱۰) حضرت مفتی شریف الحق امجدی (۱۱) حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی (۱۲) حضرت علامہ عبدالشکور اعظمی (۱۳) حضرت علامہ عبدالرسول باقر علی خاں (۱۴) حضرت علامہ سید مجتبیٰ اشرف (۱۵) حضرت علامہ سید حامد اشرف (۱۶) حضرت علامہ عبدالشکور گیاوی (۱۷) حضرت علامہ خادم رسول (۱۸) علامہ ظفر ادیبی (۱۹) حضرت علامہ محمد میاں کامل سہسرامی (۲۰) حضرت مولانا غلام مصطفیٰ کوثر امجدی (۲۱) حضرت علامہ محمد اعجاز خاں اوروی (۲۲) راقم بدرالقادری (۲۳) حضرت علامہ سید کمیل اشرف بسکھاروی (۲۴) حضرت علامہ سید اظہار اشرف کچھوچھوی (۲۵) حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی (۲۶) حضرت علامہ سید مقصود اشرف جائسی (۲۷) حضرت علامہ سید محمد جیلانی اشرفی (۲۸) حضرت علامہ بدرالدین گورکھپوری (۲۹) حضرت علامہ شمس الدین گھوسی (۳۰) حضرت علامہ صابر القادری نسیم بستوی (۳۱) حضرت علامہ مشاہد رضا خاں پیلی بھیتی (۳۲) حضرت علامہ مشہود رضا خاں پیلی بھیتی (۳۳) حضرت علامہ سخاوت علی بستوی (۳۴) حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی (۳۵) حضرت علامہ محمد نظام الدین بستوی (۳۶) حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ گھوسوی (۳۷) حضرت علامہ ثناء المصطفیٰ گھوسوی (۳۸) حضرت علامہ بہاء المصطفیٰ گھوسوی (۳۹) حضرت علامہ اسلم بستوی (۴۰) حضرت مولانا سید رکن الدین اصدق (۴۱) حضرت علامہ محمد احمد شاہدی غازی پوری (۴۲) حضرت علامہ غلام ربانی فائق اعظمی (۴۳) حضرت علامہ رحیم اللہ خاں بلیاوی (۴۴) حضرت مولانا امام الدین بسکھاری (۴۵) حضرت مولانا محمد اسلم مصباحی گورکھپوری (۴۶) حضرت حافظ قاری عبدالحکیم (۴۷) حضرت مولانا غلام محمد خاں عزیزی (۴۸) حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی (۴۹) حضرت علامہ نصیر الدین پلاموی (۵۰) حضرت علامہ محمد احمد بھیروی مصباحی (۵۱) حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی (۵۲) حضرت مولانا محمد عبدالمبین نعمانی (۵۳) حضرت علامہ سید محمد ہاشمی کچھوچھوی (۵۴) ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (۵۵) حضرت علامہ ڈاکٹر سید احمد حسن کچھوچھوی (۵۶) حضرت مولانا ڈاکٹر شکیل احمد گھوسوی (۵۷) حضرت مولانا عبدالقدوس مونگیری (۵۸) حضرت علامہ سید محمد قاسم اعظمی (۵۹) حضرت علامہ محمد نعمان خاں دیوگانوی (۶۰) حضرت مولانا صلاح الدین جہانگیر گنجوی (۶۱) حضرت مولانا مبین الہدیٰ گیاوی (۶۲) حضرت مولانا معین الحق علیمی (۶۳) حضرت مولانا اختر حسین دربھنگوی (۶۴) حضرت مولانا ڈاکٹر سید شمیم گوہر الہ آبادی (۶۵) حضرت علامہ انور

علی بستوی (۶۶) حضرت علامہ ڈاکٹر محمد طیب الدین بھاگل پوری (۶۷) حضرت محمد وارث جمال بستوی (۶۸) مولانا افتخار احمد قادری گھوسوی (۶۹) قاضی شہر مولانا غلام یٰسین بنارسی (۷۰) مولانا نصر اللہ رضوی بھیروی وغیرہم

خود حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے خلف اکبر اور جانشین موجودہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ، عزیز ملت بھی سرکار حافظ ملت کے تلمیذ ہیں۔ان کے علاوہ بہت سے حضرات ہیں جو حافظ ملت کے در کی گدائی کر کے علم وعرفان کے شہنشاہ ہوگئے۔

بیرون ممالک، تلامذہ حافظ ملت

(۱) حضرت علامہ قاری مصلح الدین قادری کراچی (۲) حضرت مولانا قاری رضاء المصطفےٰ کراچی (۳) حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی، کراچی (۴) حضرت علامہ عبدالغفار قبلہ بنگلہ دیش (۵) حضرت علامہ عبدالکریم۔ترکی (۶) حضرت علامہ قمرالزماں اعظمی ۔ برطانیہ (۷) حضرت مولانا قاری محمد اسمٰعیل۔ برطانیہ (۸) حضرت مولانا ممتاز اشرف القادری ۔برطانیہ (۹) حضرت علامہ مفتی احمد القادری ۔امریکہ (۱۰) حضرت مولانا قمرالحسن بستوی ۔امریکہ (۱۱) حضرت علامہ محبوب خدا بخش ۔ماریشش (۱۲) حضرت علامہ جلال الدین نوری (بغداد اوراب کراچی) (۱۳) حضرت علامہ مفتی محمد جیش قبلہ ،نیپال ۔(وغیرہم) اور راقم الحروف بدرالقادری

حافظ ملت کے چند مشاہیر تلامذہ کے تذکرے

یہاں صرف چند حضرات کے تذکرے پیش کیے جارہے ہیں۔حافظ ملت کے صرف چند مشاہیر ہی کے تذکروں کے لیے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے لہذا اسی پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

(۱) حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ (۲) حضرت سید شاہ عبدالحق گجہڑوی علیہ الرحمہ (۳) حضرت علامہ قاری مصلح الدین علیہ الرحمہ (۴) حضرت علامہ مفتی ظفر علی نعمانی (۵) حضرت مولانا قاری رضاء المصطفےٰ (۶) حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ (۷) حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (۸) حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ (۹) حضرت علامہ محمد شفیع اعظمی (۱۰) حضرت علامہ محمد محبوب اشرفی (۱۱) حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی (۱۲) حضرت علامہ ضیاء المصطفےٰ قادری (۱۳) حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں

نائب حافظ ملت علامہ عبدالرؤف بلیاوی (حافظ جی) علیہ الرحمہ

حضرت حافظ جی علیہ الرحمہ حافظ ملت قدس سرہ کے ان تلامذہ میں تھے جن کے بارے میں اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ انہیں حافظ ملت سے عشق تھا۔وہ اپنے دور میں دارالعلوم اشرفیہ کے اندر صرف ایک ماہر علوم استاذ ومعلم

کی حیثیت سے نہیں تھے۔ بلکہ ان کی ذمہ داریوں کو اگر عہدوں کی زبان میں بیان کرنا ہو تو یوں کہیے:

ناظم اعلیٰ: سنی دار الاشاعت

نگراں: شعبۂ افتاء و امتحان بورڈ

ناظم تعلیمات: دار العلوم اشرفیہ

جج: برائے مقدمات طلبہ و مسائل اساتذہ

تربیت دہندہ: اساتذہ و مدرسین

منصوبہ ساز: الجامعۃ الاشرفیہ

نائب مطلق: حافظ ملت

حق فرمایا شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قبلہ نے:

''جب تک وہ حیات رہے حضور حافظ ملت قدس سرہ نے اشرفیہ کا سارا نظم ونسق اور اصلاح و تربیت ان کے سپرد کر دی تھی۔ اس خصوص میں ان کے امتیاز اور تفرد کی دلیل وہ اجلہ علمائے کرام ہیں جو آج ملک ہی نہیں پوری دنیائے سنیت کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔

آج دار العلوم اشرفیہ جامعہ ہو گیا اسے دار العلوم سے جامعہ تک پہونچانے میں موصوف کی ذات گرامی کا اتنا دخل ہے جتنا انسان کو انسان بنانے میں دماغ کا ہوتا ہے۔ اشرفیہ کی تاریخ کے زرین عنوان ہیں حافظ عبد الرؤف (علیہ الرحمہ)

(تذکرہ مولانا عبد الرؤف بلیاوی از مولانا قمر بستوی ص ۵۵)

ولادت باسعادت:

حضرت علامہ عبد الرؤف صاحب قبلہ ملقب بہ لقب حافظ جی کی ولادت ۱۹۱۲ء میں موضع بھوج پور پوسٹ سکھ پورہ ضلع بلیا میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام محمد اسلام تھا۔

تعلیم و تربیت:

آپ نے ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن اپنے وطن ہی میں مکمل کیا۔ درس نظامی کی تکمیل کے لیے دار العلوم اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے اور اپنی ذہانت و فطانت، محنت اور لگن کی وجہ سے بہت جلد حضرت حافظ ملت کے ممتاز اور ارشد تلامذہ میں شمار کیے جانے لگے۔ جب چند اندرونی وجوہات کی بنا پر حضور حافظ ملت قدس سرہ ایک سال کے لیے ''جامعہ عربیہ'' ناگپور تشریف لے گئے تو آپ بھی ہمراہ تھے اور وہیں پر رسم دستار بندی بھی ادا کی گئی۔ چوں کہ درس نظامیہ کی تکمیل دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں کی اس لیے جامعہ عربیہ ناگپور کی سند نہیں لی۔

درس و تدریس:

فراغت کے بعد ابتداءً کچھ دنوں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں مسند تدریس پر فائز رہے۔ آپ وہاں طلبہ ومدرسین، خواص وعوام میں بہت ہی مقبول وہر دلعزیز تھے خصوصاً سرکار مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بے پناہ چاہتے تھے چنانچہ جب استاذ العلماء حضور حافظ ملت نے دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کی تدریسی خدمات کے لیے آپ کو بلالیا تو سرکار مفتی اعظم ہند بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ''مولانا عبدالرؤف کا جانا ہمارے مدرسہ کی موت کے مرادف ہے''۔

علمائے اکابر حضرت حافظ جی علیہ الرحمہ کے تبحر علمی سے بخوبی واقف تھے۔ آپ اگرچہ نہایت خاموش طبع تھے اور خصوصاً بزرگ علماء کی محفل میں بیحد مؤدب رہتے تھے۔ حتی کہ کسی بحث علمی میں بھی حصہ لینے سے گریز کرتے تھے، صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے عرس مبارک کے موقع پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اور متعدد اکابر اہل سنت تشریف فرما تھے کسی موضوع پر بحث وتمحیص کا سلسلہ جاری تھا، مگر حضرت حافظ جی علیہ الرحمہ خاموشی کے ساتھ صرف سن رہے تھے۔ کافی دیر بعد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ان کا سکوت توڑنے کے لیے ازخود فرمایا ''اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟''

سرکار مفتی اعظم کے اس فرمان سے حافظ جی کے علمی مقام کی شناخت ہوتی ہے۔

(روایت مولانا محمد اسلم گورکھپوری)

دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں تدریسی خدمات:

دارالعلوم اشرفیہ میں آپ نے تقریباً ۲۰ رسال تک تدریسی فریضہ انجام دیا۔ آپ اشرفیہ میں نائب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے۔ آپ کی ذات گرامی اشرفیہ کے لائق فخر اساتذہ میں شمار کی جاتی ہے۔

علم وفضل:

مولانا محمد اسلم صاحب مصباحی تحریر فرماتے ہیں:

''تلامذہ حافظ ملت میں ایک سے ایک لعل وگہر آج بھی موجود ہیں مگر کسی ایک کے بارے میں یہ کہنا کہ فلاں صاحب کو ہر فن پر یکساں دسترس اور مہارت حاصل ہے شاید درست نہ ہو مگر علامہ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ کی ذات گرامی حافظ ملت کے تلامذہ میں ایسی تھی کہ اگر کہا جائے کہ آپ کو تمامی فنون پر یکساں دسترس ہی نہیں بلکہ مہارت تامہ حاصل تھی تو شاید اس سے کسی کو انکار نہ ہوگا''

ایک امتیازی خدمت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا مجموعہ فتاویٰ مسمیٰ بہ ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' زبان اردو میں فقہ کا سب سے اہم سرمایہ ہے۔ اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ جوابات کو سوال کے مطابق کرنا عام علماء کی دسترس سے باہر تھا۔ سنی دارالاشاعت قائم کرکے یہ کام آپ نے سنبھالا تو یکے بعد دیگرے فتاویٰ رضویہ جلد سوم، چہارم، پنجم منصۂ شہود پر آتی گئیں۔ (حافظ ملت نمبر تحریر مولانا محمد اسلم صاحب مصباحی گورکھپوری)

شان فقاہت:

یہی مولانا محمد اسلم صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ مسائل جزیہ کے استخراج کا طریقہ بیان فرمارہے تھے، درمیان میں بطور تمثیل فرمایا کہ دارالافتاء میں کئی استفتاء ایسے آئے کہ اب تک میرے مطالعہ سے اس طرح کا جزیہ نہیں گزرا بالآخر کافی غوروخوض کے بعد میں نے اسے کلیہ کے تحت داخل کیا۔

ان حالات کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت کس معیار کی تھی، بلکہ مندرجات بالا سے یہ واضح ہورہا ہے کہ آپ کو اس بات پر بھی مہارت حاصل تھی کہ کون سا جزئی مسئلہ کس کلیہ کے تحت کیوں اور کس طرح داخل ہوگا۔

علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی گھوسوی نے علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد بلرامپور کے ایک تعزیتی جلسہ میں حضرت موصوف علیہ الرحمہ کی سند اداد صلاحیت اور فقہی بصیرت کا تاثر بایں طور پیش فرمایا تھا'' جب بھی مجھے کسی مسئلہ میں تردد ہوتا رہا تو میں حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ سے رجوع کرتا۔''

یہ ایک مسلم امر ہے کہ اگر کوئی شخص علم فقہ کے رموز واسرار اور جزئیات فقہیہ میں امتیاز حاصل کرنا چاہے تو صرف عالمگیری، درمختار، ردالمحتار وغیرہ کتب فقہیہ کا مطالعہ کافی نہیں ہوگا بلکہ علم حدیث، علم تفسیر کا سہارا لینا بے حد ضروری ہوگا اور قرآن وحدیث کے رموز کا سمجھنا علم ادب واصول وبلاغت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس طرح ایک فقیہ اگر علم فقہ کا ماہر ہوتا ہے تو حدیث وتفسیر، اصول وبلاغت وادب پر بھی اس کی گہری نگاہ ہوتی ہے اس بنیاد پر کسی استشہاد کے بغیر بلا جھجھک کہہ سکتا ہوں کہ حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب اپنے وقت کے ایک بے مثال فقیہ، احادیث نبویہ کے واقف کار، تفسیر کے رمز شناس، اصول فقہ، اصول حدیث، اصول تفسیر، علم کلام، علم بلاغت پر گہری نگاہ رکھنے والے تھے۔ (ایضا)

تدریسی خصوصیت:

تدریسی خصوصیت کے سلسلے میں غور کیا جائے تو ادنیٰ توجہ کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ تدریس کی اہم اور بنیادی خصوصیت تفہیم ہے۔ آج عموماً تدریس کی منزل میں عربی یا اردو شرح کا سہارا لیا جاتا ہے اور اس کی روشنی میں کتاب کی تفہیم کرائی جاتی ہے مگر علامہ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ کا موقف اس سلسلے میں بھی نرالا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

ایک مدرس کا کمال یہ نہیں ہے کہ اونچی شرح کی روشنی میں کتاب سمجھائے بلکہ تدریس کا کمال یہ ہے کہ جو کتاب سامنے ہے اس کتاب کی حیثیت سے اس کتاب کی تفہیم کرائی جائے۔ ایک مرتبہ نورالہدیٰ نامی ایک طالب علم جو جماعت کافیہ کا طالب علم تھا کافیہ کا سبق ہونے کے بعد کافیہ کی عبارت کے سلسلے میں حاضر بارگاہ ہوکر اپنی عرضی شروع کی تو فرماتے ہیں میں سمجھ رہا ہوں تم کیا کہنا چاہتے ہو، ابھی تمہارا منصب مالہ وما علیہ کو حاصل کرنا نہیں ہے ابھی تمہارا مذہب نفس مسئلہ کو ذہن نشین کرنا ہے جب اعتراض وجواب کی منزل آئے گی تو پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔ حضرت مفتی

عبدالمنان صاحب قبلہ کو ایک مرتبہ یہ فرماتے سنا کہ ”علامہ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ ہر چیز کا اصول رکھتے تھے“ چنانچہ تدریس میں علامہ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ اس اصول کے پابند تھے کہ متعلقہ کتاب کی تفہیم شروح کی روشنی میں نہ کرائی جائے۔ میں نے کسی کتاب کے سبق میں یہ محسوس نہیں کیا کہ استاذ محترم نے کبھی کتاب کی عبارت سے الگ ہوکر شروح کی روشنی میں کسی کتاب کو سمجھایا ہو۔ عبارت کی نہ اتنی طولانی تشریح فرماتے کہ مسائل ذہن میں الجھ کر رہ جائیں اور نہ اتنا اختصار کہ عبارت کا مفہوم مغلق ہوکے رہ جائے۔ اسی کا نام ہے تفہیم کا ملکہ!

ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ جب کوئی مشکل مسئلہ آتا اور حضرت اس پر تقریر فرمالیتے تو بعد میں تلامذہ سے فرماتے سمجھ گئے بابو! اس پر اگر کوئی طالب علم عرض کرتا کہ نہیں تو دوبارہ آسان تقریر فرماتے اور پھر دریافت فرماتے حتی کہ تمام طلبہ جب تک سمجھ لینے کا اقرار نہ کرتے سبق آگے نہ بڑھاتے۔ یہ خصوصیت بہت کم مدرسین میں پائی جاتی ہے۔ (حافظ ملت نمبر)

معقولات پر بھی آپ کی گہری نظر تھی۔ علم ہیئت اور توقیت میں بھی کمال حاصل تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے ملک العلماء علامہ ظفر الدین علیہ الرحمہ کو علم توقیت کے چند قاعدے سکھا کر اس فن کو دوبارہ زندہ فرمایا۔ ملک العلماء نے ”الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت“ کے نام سے علم توقیت کی امانت ہم تک پہنچائی مگر رونا اس بات کا ہے کہ اس کتاب کے ملنے کے بعد بھی نقشہ سحر وافطار اور اوقات نماز کے جداول جو ہمارے سامنے آرہے ہیں ان میں اکثر کا حال یہ ہے کہ کسی جگہ کا جدول اوقات سامنے رکھ کر طول بلد کی کمی یا بیشی سے اوقات مرتب کرلیا جاتا ہے حالانکہ اس طرح جداول کی ترتیب سوفی صد صحیح نہیں ہوتی۔ حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب نے اس کمی کا احساس کیا تو علم توقیت اس کتاب کے مطالعہ سے از خود حاصل کی۔ اس سلسلے میں ایک بات جو سننے میں آتی تھی کہ موصوف اس فن کو حاصل کرنے کے لیے مولانا ظفر الدین صاحب بہاری علیہ الرحمہ کی خدمت میں گئے تھے۔ راقم جس وقت توقیت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی معیت میں استاذ گرامی سے پڑھ رہا تھا اس وقت نصف النہار کا قاعدہ بیان فرماتے وقت حضرت نے بیان کیا کہ میں نے اس فن کو علم الافلاک اور علم حساب کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ نصف النہار کا قاعدہ تعلیم فرماتے وقت بیان فرمایا کہ اس کتاب کی بعض عبارتوں پر میرا کچھ اعتراض تھا انہیں اعتراضات کے دفعیہ کے لیے مصنف کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، ان اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ نصف النہار کے استخراج کا جو اصول بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ایک قاعدہ جو ہونا چاہیے وہ کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ اپنے اس اعتراض کو حضرت مصنف کی بارگاہ میں رکھا تو مصنف نے فرمایا کہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں میں نے اس قاعدہ کو اس لیے حذف کردیا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے مجھے یوں ہی املا کرایا تھا۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ حضور اعلیٰ حضرت نے جن حضرات کو یہ اصول زبانی بتادیا تھا وہ حضرات تو سمجھ لیں گے اور جنہیں یہ اصول نہیں بتایا گیا ہے وہ کیسے نصف النہار کا استخراج کرسکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ نے اس قاعدہ اور اس طرح کے دوسرے قواعد جو کتاب میں مذکور نہیں ہیں اپنی کتاب کے حاشیہ پر تحریر فرمادیے۔

جس فن میں کوئی استاذ نہیں اس میں آپ کی مہارت کا حال یہ ہے کہ ایک روز طلوع وغروب کے وقت کی مشق

بنا کے کاپی دکھانے لے گئے اتفاق کہ اسی وقت مدرسہ کے سلسلہ میں قصبہ کے کسی حصہ میں تشریف لے جانے والے تھے عجلت تھی اس لیے صرف یہ دیکھا کہ کس تاریخ کے طلوع وغروب کی مشق ہے اور مشق میں کتنے بجکر کتنے منٹ پر طلوع وغروب کا وقت ہے۔ استخراج وقت میں پندرہ منٹ کا فرق آگیا تھا صرف مبدا اور منتہیٰ دیکھنے کے بعد فرماتے ہیں غلط ہے اس تاریخ کا طلوع تقریباً پندرہ منٹ کم آنا چاہیے پھر حساب کا جائزہ لے کر فرمایا دیکھو! یہاں حساب میں غلطی ہوئی ہے اس طرح کی مثال کہ صرف مبدا اور منتہیٰ کو دیکھ کر غلط یا صحیح ہونے کا فیصلہ فرمادیا ہے علم میراث کے بعض فتاویٰ میں بھی ملتی ہے۔ان واقعات سے علم توقیت کی مہارت تامہ کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ علامہ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ علم الحساب میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ (ایضا)

جب یہ خبر شائع ہوئی کہ امریکہ کے سائنس داں چاند پر پہنچ گئے تو فرمایا کہ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جاسکتے ہیں ،کوئی مشکل نہیں اس سے اسلامی معتقدات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

تدبر اور دور بینی:

حضرت علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ کا تبحر علمی اور علوم وفنون میں مہارت تو مسلم آپ مدبرانہ شان کے بھی حامل تھے اور آپ کی نگاہیں موجودہ اور آنے والے حالات پر بہت گہری ہوتی تھیں۔

آپ کی مدبرانہ شان اور دور بینی کی بابت مولانا محمد اسلم صاحب فرماتے ہیں:

''حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے جب دارالعلوم اشرفیہ کے سلسلے میں اپنا خیال ظاہر فرمایا تھا کہ میرا خیال ہے کہ دارالعلوم اشرفیہ کو الجامعۃ الاشرفیہ کی شکل میں منتقل کروں اس وقت میں نے اس کے بہتر نتائج پر غور کیا ہی تھا راستہ کی دشواریوں اور رکاوٹوں کا بھی ایک خاکہ بنالیا تھا۔ حافظ ملت نے اپنے منصوبے کی تکمیل میں جتنی مسافت طے فرمائی ہے اتنی مدت میں جن رکاوٹوں کے حائل ہونے کا میرے ذہن نے فیصلہ کیا تھا وہ ساری باتیں یکے بعد دیگرے سامنے آتی گئیں مگر الحمد للہ کہ ان کے مدافعت کی صورت بھی میں نے سوچ رکھی تھی اس لیے ہمارے عزائم میں پستی نہ آسکی ۔مگر افسوس کہ جس نے جامعہ کی ذہنی تعمیر مکمل کر لی تھی اسے حیات مستعار نے اتنا موقع ہی نہ دیا کہ جشن سنگ بنیاد کا منظر بھی دیکھ سکے۔ (حافظ ملت نمبر)

بیعت وارادت:

حضرت علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ کے بڑے بھائی مولانا امین الدین حامدی کا بیان ہے کہ انھوں نے کم سنی ہی میں حافظ عبدالرؤف صاحب کو بریلی لے جاکر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں خلف اکبر امام احمد رضا علیہما الرحمہ سے مرید کرایا۔ (تذکرہ مولانا عبدالرؤف بلیاوی۔از مولانا قمرالحسن بستوی)

حافظ ملت اور حافظ جی علیہ الرحمہ:

حضرت علامہ عبدالرؤف رحمۃ اللہ علیہ حضرت حافظ ملت کے ایسے عاشق صادق اور جاں نثار تھے جس کی مثال

نہیں ملتی۔ وہ صحیح معنی میں حضرت حافظ ملت کے نائب اور مظہر تھے۔ انہوں نے عسرت و تنگ دستی کی زندگی گزاری مگر اشرفیہ اور حضرت حافظ ملت کا ساتھ چھوڑنا گوارہ نہ کیا حالانکہ وہ اگر چاہتے تو کسی بھی بڑے سے بڑے مدرسہ میں اونچے سے اونچے مشاہرہ پر جاسکتے تھے۔

حضرت علامہ عبدالرؤف کی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ ان کے زمانہ طالب علمی میں مولانا ثناء اللہ صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ یہ شخص تو طالب علمی ہی کی حالت میں علامہ معلوم ہوتا ہے نیز علامہ شمس الدین جونپوری علیہ الرحمہ نے علم فقہ ومعقولات میں ان کی مہارت کا اعتراف کیا، خود مفتی اعظم قدس سرہ ان کی شان فقاہت اور علمی صلاحیت کے معترف تھے لیکن واللہ انہوں نے خود کو حافظ ملت کا ایک ادنیٰ تلمیذ ہی سمجھا۔ اس کی صداقت کے لیے یہ واقعہ ملاحظہ کیجئے:

حافظ جی علیہ الرحمہ کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھے۔ چھٹی کی گھنٹی بجی اور حافظ ملت اپنی درسگاہ سے نکل کر قیام گاہ جانے کے لیے حافظ جی کی درسگاہ کے سامنے سے گزرنے لگے۔ حافظ جی کی نظر پڑی تو کتاب ہاتھ میں لیے ہوئے، حضرت کے پاس آگئے۔ حاظ ملت رک گئے۔ حافظ جی نے کسی عبارت پر اپنا کچھ اشکال ظاہر کیا۔ حافظ ملت نے جواب دینا شروع کیا چند جملے سننے کے بعد حافظ جی نے عرض کیا حضور اب سمجھ میں آگیا۔ حافظ ملت تشریف لے گئے اور حافظ جی درسگاہ میں لوٹ آئے۔

کچھ دور مولانا محمد اسلم گورکھپوری (جو اُن دنوں زیر تعلیم تھے) کھڑے سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ حافظ جی نے انہیں بلایا اور فرمایا:

''دیکھو یہ ہے استاذ کا مقام! ایک عبارت کے سلسلہ میں الجھا ہوا تھا ذہن میں اعتراض و جواب کی گردش چل رہی تھی حضرت نے ایک جملہ ارشاد فرمایا جس سے تمام شکوک زائل ہوگئے۔''

حضور حافظ ملت کی انتھک محنت دیکھ کر آپ کی یہی تمنا تھی کہ کسی طرح وہ خود تمام تدریسی امور سنبھال لیں اور حافظ ملت کو دیگر دینی امور میں تندہی سے کام کرنے دیں۔

حضرت حافظ ملت کے قدم قدم کے ساتھی:

حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب قبلہ بلا شبہ حضور حافظ ملت کے دست وبازو اور قدم قدم پر ان کے رفیق ومعاون تھے۔

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی تعمیر کا آغاز مئی ۱۹۷۲ء میں ہوا مگر ظاہر بات ہے کہ یہ سب کچھ یک بیک تو ہو نہیں گیا بلکہ تعمیری کام کی ابتداء تک بیشمار مراحل درپیش ہوئے ہوں گے۔ نہیں بلکہ ہوئے اور یہ جوئے شیر لانے میں جہاں اہل مبارک پور کے جذبات وایثار نے پیش قدمی کی وہیں اشرفیہ کے مدرسین واراکین نے بھی اپنی انتھک جدوجہد سے دریغ نہیں کیا بلکہ کسی منزل آشنا کارواں کی طرح سالار کارواں کے ہمراہ شب وروز کی مشقتیں برداشت کیں۔ اس میدان کے جیالوں میں ہم سر فہرست جس ذات کو پاتے ہیں وہ ہیں حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب علیہ الرحمہ نائب

شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مبارک پور جو حافظ ملت کے دست و پابن کر خاموشی سے ایک عظیم مقصد کی طرف پیش قدمی میں رواں دواں رہے۔ضعف و ناتوانی کے باوجود انہوں نے حافظ ملت کے فرمودہ ''زمین پر کام زمین کے نیچے آرام'' پر پوری جانکاہی سے عمل کیا۔(ماہنامہ اشرفیہ نومبر ۱۹۷۷ء)

وصال:

حضرت علامہ عبدالرؤف رحمۃ اللہ علیہ کا وصال مبارک ۱۳؍شوال المکرم ۱۳۹۱ھ مطابق ۲؍دسمبر ۱۹۷۱ء کو ہوا۔
نماز جنازہ حضرت حافظ ملت قدس سرہ نے پڑھائی۔

حافظ جی علیہ الرحمہ حافظ ملت کی نظر میں:

حضرت حافظ ملت نے حضرت علامہ عبدالرؤف قبلہ کے وصال پر اس طرح تعزیت پیش فرمائی:

(۱) ''وہ میرے دست و بازو تھے اس لیے ان کے انتقال کے بعد میں بہت مایوسی کا شکار ہوا لیکن قدرت الٰہی نے میری رہبری و یاوری فرمائی پھر ذہن میں آیا کہ یہ دنیا کارگاہ عمل ہے یہاں کتنے عظیم سے عظیم اور کتنے بڑے سے بڑے مدبر و منتظم آئے اور چلے گئے گویا ع

ہزار شمع بکشتند و انجمن باقیست

لیکن دین کا کام تائید الٰہی سے جاری رہا، مجھ کو مایوس ہو کر اس بڑے منصوبہ سے دستبردار نہیں ہونا چاہیے بلکہ ادارہ کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنی سعی و جدوجہد جاری رکھنا چاہیے'' (ماہنامہ اشرفیہ، جولائی ۱۹۸۵ء)

(۲) حافظ عبدالرؤف صاحب کے انتقال سے عبدالعزیز کے بازو ٹوٹ گئے۔ عبدالرؤف عبدالعزیز تھے اور عبدالعزیز عبدالرؤف تھے۔(ماہنامہ اشرفیہ نومبر ۱۹۷۶ء)

مولانا شاہ عبدالحق گھبڑوی:

شجرہ نسب:

مبارک پور سے متصل موضع گھبڑا میں شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کے دور حکومت میں خانوادۂ غوثیہ کے چشم و چراغ سید السالکین حضرت مولانا شاہ کمال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بغداد سے آکر سکونت اختیار کی جن کے صاحبزادہ عہد عالمگیری میں پورے ہندوستان کے چیف جسٹس تھے۔پیر طریقت حضرت مولانا عبدالحق علیہ الرحمہ اسی خانوادۂ مقدسہ کے چشم و چراغ کہے جاتے ہیں۔

آپ نے شروع سے آخر تک دارالعلوم اشرفیہ میں تعلیم حاصل کی اور ہمیشہ ممتاز رہے۔باوجودے کہ آپ شاگرد تھے لیکن حضور حافظ ملت آپ کا ادب و احترام ملحوظ رکھتے تھے۔

فی سبیل اللہ دینی خدمات:

فراغت کے بعد کچھ علماء کو ساتھ لے کر ایک تبلیغی انجمن قائم کی جس کے زیر اہتمام مدھیہ پردیش کے علاقہ میں دو سال تک فی سبیل اللہ دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد مدرسہ فیض الاسلام، دھوراجی (گجرات) میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔

درس و تدریس:

سیکڑوں تشنگان علوم نبویہ کو سیراب فرمایا۔ اس کے بعد حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے پیہم اصرار پر رانچی تشریف لائے۔ یہاں کے مدرسہ غریب نواز کا قیام اور اس کی ترقی آپ ہی کے خلوص اور بے لوث خدمات کا ثمرہ ہے۔ اس کے باعث رانچی اور مضافات میں تبلیغی امور میں تیزی آئی۔

بیعت و خلافت:

حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ سے آپ بیعت ہوئے اور خلافت واجازت بھی حاصل ہوئی۔ علاوہ ازیں سرکار مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی نور اللہ مرقدہ سے بھی آپ کو خلافت واجازت ہے۔

جب آپ حج وزیارت کے لیے گئے تو مدینہ منورہ میں خلیفہ اعلیٰ حضرت قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت واجازت مرحمت فرمائی اور مکہ معظمہ میں مقیم خانوادہ اشرفیہ کے ایک بزرگ حضرت اچھے میاں صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ کو خلافت حاصل ہوئی۔

دینی و تبلیغی اسفار:

آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور بزرگان دین سے آپ کو والہانہ لگاؤ تھا۔ آپ نے ہندوپاک، افغانستان، عرب شریف، عراق، شام، اردن اور فلسطین وغیرہ کے سفر کیے اور وہاں کے اولیاء کرام کے مزارات پر عمر کا ایک طویل حصہ گزارا اور ساتھ ہی ساتھ تبلیغ دین اور رشد و ہدایت کا بھی فریضہ انجام دیتے رہے۔

بیعت وارشاد:

آپ مرشد طریقت بھی تھے۔ آپ کا حلقۂ ارادت بہت وسیع ہے۔ بیرون ملک میں بھی آپ کے مریدین ومعتقدین موجود ہیں۔

وصال:

آپ کا وصال ۲۸ر شعبان ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۶ راپریل ۱۹۸۸ء میں ہوا۔ آپ نے اپنے مدفن کے لیے اجمیر شریف کی سرزمین کو منتخب کیا تھا اور بعد وصال وہیں مدفون ہوئے۔

چند تصانیف:

سلطان الاذکار، چراغ راہ، نغمات سید، بچیوں کی تعلیمی کتاب

مصلح اہل سنت علامہ قاری مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)

منزل حق کا نشاں ہیں مصلح الدیں قادری
رہبر پیرو جواں ہیں مصلح الدیں قادری
قاریِ قرآں ، خطیب بے بدل، روشن ضمیر
واقف سرّ نہاں ہیں مصلح الدیں قادری

نام ونسب:

مصلح اہل سنت حضرت مولانا قاری مصلح الدین قادری جنہیں گھر پڑوس کی بزرگ عورتیں "پیارے محبوب جانی" کہا کرتی تھیں۔ صبح صادق بروز پیر ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۷ء قندھار شریف ضلع نانڈیر، ریاست حیدرآباد دکن میں جلوہ افروز ہوئے۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمہ صوفی باصفا خطیب وعالم تھے پاکستان پہنچ کر ۲۵ نومبر ۱۹۵۵ء کو کراچی میں انتقال فرمایا اور میوہ شاہ قبرستان میں دفن ہوئے۔

حضرت مصلح اہل سنت کے آباء واجداد کو شاہان سلف نے جاگیریں دے رکھی تھیں، اس لیے "انعام دار" کہلاتے تھے۔

شجرۂ نسب اس طرح ہے:

حضرت قاری مصلح الدین قادری بن حضرت غلام جیلانی صدیقی بن حضرت محمد نورالدین صدیقی بن شاہ محمد حسین صدیقی بن حضرت شاہ غلام جیلانی صدیقی عرف سراستاد بن حضرت شاہ غلام محی الدین صدیقی بن حضرت شاہ محمد یوسف صدیقی بن حضرت شاہ محمد صدیق بن حضرت شاہ محمد یوسف صدیقی (رحمۃ اللہ علیہم)

(مصلح الدین نمبر کراچی۔ ناشر دارالکتب حنفیہ کھارادر کراچی ۱۴۰۵ھ)

مصلح اہل سنت پر حافظ ملت کی بارش کرم:

قندھار شریف (ریاست حیدرآباد دکن) کے ایک بزرگ حضرت مولانا سید شاہ محمد اسمٰعیل صاحب علیہ الرحمہ نے اجمیر شریف میں حضرت صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے یہاں رمضان المبارک میں تراویح پڑھانے کے لیے ایک اچھے حافظ کی فرمائش کی۔ حضرت صدرالشریعہ نے حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز قبلہ قدس سرہ کو نامزد فرمایا، اس طرح حضور حافظ ملت پانچ سال تک تراویح پڑھانے کے لیے برابر قندھار شریف جاتے رہے اور اسی مبارک ماہ میں ننھے

مصلح الدین کی داشت و پرداخت فرمایا کرتے۔

قاری مصلح الدین صاحب کی عمر ۸ یا ۹ سال رہی ہوگی کہ آپ کے والد ماجد کو حضرت حافظ ملت نے انہیں (قاری صاحب کو) تحفیظ قرآن کی تحریک دی۔ والد ماجد نے خود حفظ کا سلسلہ شروع کرایا۔ ہر سال جب رمضان میں حافظ ملت تشریف لاتے تو یہ (قاری صاحب) انہیں قرآن سناتے اور جو غلطیاں ہوتیں انہیں درست کرادیا کرتے۔ اس طرح ۵؍سال میں قاری صاحب نے قرآن کریم حفظ کرلیا۔ (ملخصا۔ ایضا ص ۲۱۷)

حضرت قاری مصلح الدین صاحب اس طرح ۱۴؍سال یا اس سے کم عمر میں حافظ قرآن بن گئے اور حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ان کے سر پر دستار باندھی۔

پرائمری اسکول میں داخلہ:

تکمیل حفظ کے بعد قاری صاحب پرائمری اسکول میں داخل کیے گئے۔ چوں کہ آپ اپنے والدین کے اکلوتے چشم و چراغ تھے لہذا وہ انہیں اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حضرت حافظ ملت نے ان کے سینہ و دل میں حصول علوم نبویہ اور حق شناسی کے جو بیج بوئے تھے انہیں بہر حال پروان تو چڑھنا ہی تھا۔ درجہ ہفتم تک پرائمری اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ کے علم دین کا سلسلہ شروع ہوا۔

مبارک پور میں آمد:

جب حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تحریک پر حضرت قاری صاحب کے والدین انہیں عالم بنانے کے لیے راضی ہوگئے تو وہ مبارک پور میں حضور حافظ ملت کے سایۂ کرام میں (۱۳۵۴ھ/۱۹۱۷ء) میں آگئے۔ حضرت قاری صاحب کے لیے سرکار حافظ ملت محض ایک استاذ ہی نہیں بلکہ وہ آپ کے مشفق و مربی بھی تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب محدث مرحوم کی غلامی میں تقریباً ۸؍سال تک رہا۔ ان سے میں زیادہ متاثر ہوا وہ اس وجہ سے کہ وہ شفیق بھی تھے اور ہمارے لیے سب کچھ تھے۔ ایک شفیق باپ سے زیادہ شفقت فرماتے تھے اور انہوں نے مجھے انگریزی تعلیم سے دینی تعلیم کی طرف مائل کیا تھا ان کا خصوصی برتاؤ میرے ساتھ ہوتا تھا بلکہ مجھے فخر ہے کہ انہوں نے بعض موقعوں پر یہ بھی فرمایا کہ: ''مصلح الدین تو میرا بیٹا ہے'' (مصلح الدین نمبر کراچی ص ۲۲۱ و ص ۲۲۲)

مصلح اہل سنت پر حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی شفقت اور کرم فرماتے تھے اور نوجوانی ہی میں ان کی نیکی سے متاثر تھے اور فرماتے تھے۔

''کسی کو نیک اور شریف طالب علم دیکھنا ہو تو مصلح الدین کو دیکھے'' حضرت مصلح اہل سنت ۸؍سال تک دارالعلوم اشرفیہ میں زیر تعلیم رہے۔ (ایضا ص ۲۶۳)

حافظ ملت کے ہمراہ جامعہ عربیہ ناگپور کو روانگی:

۱۹۴۳ء میں جب سرکار حافظ ملت علیہ الرحمہ مبارک پور سے جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے تو آپ بھی وہیں

منتقل ہوگئے۔ اسی جامعہ میں فارغ التحصیل ہوئے اور وہیں حضرت محدث اعظم ہند علامہ سید محمد میاں اشرفی الجیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی موجودگی میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔

دیگر اساتذۂ کرام:

حضرت مصلح اہل سنت نے حضرت حافظ ملت کے علاوہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمہ سے بھی علمی استفادہ کیا نیز مولانا محمد سلیمان بھاگل پوری اور مولانا ثناء اللہ اعظمی رحمۃ اللہ علیہم بھی آپ کے اساتذۂ کرام میں شامل ہیں۔ان حضرات سے بھی آپ نے تعلیم حاصل کی۔

بیعت وخلافت:

آپ کو حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔ علاوہ ازیں حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب بریلوی اور قطب مدینہ حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین صاحب مدنی (رحمۃ اللہ علیہما) سے بھی آپ کو خلافتیں عطا ہوئیں۔ (مصلح الدین نمبر ص ۵۷)

شادی خانہ آبادی:

حضرت مصلح اہل سنت کی پہلی شادی بعمر ۲۴ر سال فاروقی خاندان میں ہوئی۔ان سے آپ کی دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ دوسری شادی بعمر ۳۰ر سال جبل پور میں ایک سید گھرانے میں ہوئی جن سے ایک صاحبزادی اور تین صاحبزادے ہوئے۔

پاکستان میں:

۱۹۴۹ء میں آپ بھارت سے ہجرت کر کے کراچی تشریف لے گئے۔شروع میں کچھ عرصہ دارالعلوم امجدیہ آرام باغ میں مقیم رہے۔۱۹۵۰ء میں کھارادر کی آخوند مسجد میں امام وخطیب مقرر ہوئے جہاں آپ نے ۱۹ر سال تک خدمات سر انجام دیں۔اسی دوران تقریباً ڈیڑھ سال آپ نے مرکزی مسجد واہ کینٹ (راول پنڈی) میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۶۹ء میں آپ میمن مسجد مصلح الدین گارڈن کا نام آپ کے وصال کے بعد آپ ہی کے نام پر رکھ دیا گیا۔پہلے اس کا نام کھوری گارڈن تھا) اس میں امام وخطیب مقرر ہوئے جہاں آپ نے ۱۴ر سال خدمات سرانجام دیں اوراپنے وصال پاک تک اسی مسجد میں تبلیغ دین اور رشد وہدایت میں مشغول رہے۔

تدریس:

آپ نے امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ دارالعلوم امجدیہ کراچی میں تقریباً ۱۵ر برس بطور معلم ومدرس تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔

حج وزیارت:

آپ نے ۱۹۵۴ء میں پہلے حج وزیارت کا شرف حاصل کیا۔ ۱۹۷۰ء میں دوسری بار حج وزیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اس سفر مقدس کے دوران آپ نے تاجدار بغداد غوث اعظم دستگیر سرکار شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی المولیٰ عنہ کے مزار پر انوار پر بھی حاضری دی۔

خلفا:

آپ کے مریدین کی تعداد بہت کثیر ہے۔ مریدوں میں میمن صاحبان کی تعداد زیادہ ہے آپ نے مندرجہ ذیل حضرات کو خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔

(۱) حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری (۲) حضرت مولانا عبدالعظیم صاحب مدظلہ

مفتی اعظم ہند کے عرس چہلم میں شرکت:

حضرت مصلح اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کو خانوادۂ رضویہ سے بڑی محبت وعقیدت تھی۔ آپ کو سرکار مفتی اعظم ہند سے خلافت بھی تھی۔ سرکار مفتی اعظم کے عرس چہلم میں شرکت کے لیے آپ خاص طور سے (صفر ۱۴۰۲ھ / دسمبر ۱۹۸۱ء) کراچی سے بھارت آئے اور بریلی شریف میں حاضری دی اور عرس چہلم میں شرکت فرمائی۔

وصال پاک:

۷ / جمادی الآخر ۱۴۰۳ھ / ۲۲ / مارچ ۱۹۸۳ء بروز بدھ سہ پہر ساڑھے ۴ / بجے آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا انتقال اچانک ہوا۔ منگل بدھ کی درمیانی شب بعد نماز عشاء آپ نے حضرت حجۃ الاسلام علامہ مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے عرس پاک کی محفل میں میمن مسجد میں شرکت فرمائی۔ اس محفل میں تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں قبلہ بریلوی (ان کے ہمراہ رفیق سفر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی اور علامہ ازہری صاحب کے بہنوئی حضرت شوکت میاں بھی تھے) اور علامہ تراب الحق صاحب بھی شریک تھے۔ حضرت مصلح اہل سنت اور علامہ اختر رضا خان ازہری میاں قبلہ دونوں نے موت اور روح پر تقریریں کیں۔ اگلی صبح بدھ کو دن میں حضرت مصلح اہل سنت نماز ظہر کی امامت فرما کر اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور گیارہویں شریف کی ایک محفل میں جانے کی تیاری کرنے لگے کہ اچانک دل کا دورہ پڑا۔ بغرض علاج جاتے ہوئے راستہ ہی میں سہ پہر ساڑھے چار بجے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپ کے جانشین:

سوم کی فاتحہ کے موقع پر جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں قبلہ ازہری نے حضرت علامہ تراب الحق صاحب مدظلہ کو علماء واہل خاندان کی رائے سے مصلح اہل سنت کے جانشین کی حیثیت سے دستار بندی فرمائی اور قاری صاحب کے فرزند مصباح الدین صاحب کو شاہ تراب الحق صاحب کی سپردگی میں تعلیم وتربیت کے لیے دیا۔

مفتی ظفر علی نعمانی علیہ الرحمہ (کراچی)

ولادت اور تعلیم و تربیت:

حضرت مفتی ظفر علی نعمانی کی ولادت سید پورہ ضلع بلیا کے ایک معزز خاندان میں ۱۳۳۹ھ میں ہوئی۔ آپ بچپن سے ہی بہت ذہین وفطین اور تقریری صلاحیت کے حامل تھے۔

درس نظامیہ کی تکمیل کے لیے آپ نے دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا۔ آپ کا شمار حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ممتاز اور ارشد تلامذہ میں ہوتا تھا۔ جب حضرت علیہ الرحمہ مبارک پور سے جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے تو آپ بھی طلبہ کی جماعت کے ساتھ اس میں شامل تھے۔ رسم دستار بندی جامعہ عربیہ سے ہوئی لیکن آپ نے سند نہیں لی۔

آپ بحث ومباحثہ اور مناظروں میں اکثر حصہ لیتے۔ جس مسئلہ کے ثابت کرنے پر تل جاتے تو اسے تسلیم ہی کرا کے دم لیتے حتی کہ سینئر طلبہ اور اچھے اچھے ممتحنین بھی آپ سے متاثر ومرعوب ہوجاتے تھے۔ اساتذہ کرام کے منظور نظر اور رفقائے درس میں ہمیشہ ممتاز رہے۔

حضرت حافظ ملت قدس سرہ کے سامنے آپ کا ذکر ہوتا تو آپ بے پناہ مسرور ہوتے تھے اور آپ کی علمی لیاقت، فطری صلاحیت اور حاضر جوابی کی بہت تعریف فرماتے۔

درس وتدریس:

فراغت کے بعد بہت دنوں تک مدرسہ فیض الاسلام، دھوراجی (کاٹھیا واڑ۔ گجرات) میں تدریس وافتاء کے فرائض انجام دیتے رہے جہاں بہت جلد آپ نے تقریر وتحریر اور درس وتدریس کے ذریعہ عوام وخواص میں شہرت ومقبولیت حاصل کرلی اور قرب وجوار کے علاقہ میں دین وسنیت کی تبلیغ واشاعت کا اہم فریضہ انجام دیا۔

بیعت وارادت:

آپ کو حضرت فقیہ اعظم، صدرالشریعہ، بدرالطریقہ مولانا شاہ محمد امجد علی علیہ الرحمہ سے بیعت وخلافت واجازت کا شرف حاصل ہوا۔

پاکستان کے لیے روانگی:

حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ العزیز نے اپنی بے پناہ شفقتوں اور عنایتوں کے ساتھ خدمت دین کے لیے پاکستان روانہ کیا۔ وہاں آپ نے انتہائی جدوجہد اور جاں فشانی سے "دارالعلوم امجدیہ" کی بنیاد ڈالی اور عوام وخواص کے تعاون کے علاوہ خود اپنے صرفہ سے اسے ترقی کے مدارج عالیہ تک پہنچادیا۔ آج "دارالعلوم امجدیہ" کا شمار ہندو پاک کے ممتاز مدارس میں ہوتا ہے اور پاکستان میں ملک گیر پیمانے پر دینی وتعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ ہر سال اس دارالعلوم سے کثیر تعداد میں علماء فضلاء اور حفاظ وقراء فارغ ہوکر خدمت دین کے لیے نکل پڑتے ہیں۔ یہاں کے فارغین پاکستان

کے علاوہ بیرون ممالک میں بھی تبلیغی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

آپ کا شمار پاکستان کے صف اول کے علما صنعت کاروں اور مدبروں میں ہوتا۔ اور آپ وہاں کی با اثر اور معزز شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ سانگلہ ہل (پنجاب، پاکستان) میں آپ نے قالین کا کارخانہ بھی قائم کیا تھا۔ آپ کے یہاں کی تیار کردہ قالین ملک اور غیر ممالک میں بہت مقبول ہیں۔

آپ عربی اور اردو زبان وادب میں یکساں مہارت رکھتے ہیں۔ آپ کا ایک واقعہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اکثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ:

''ایک مرتبہ ایک شامی عالم کراچی تشریف لائے۔ آپ اردو سے بھی کافی واقفیت رکھتے تھے۔ ان کے اعزاز میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ جب وہ خطابت کے لیے کھڑے ہوئے تو فرمایا میں اردو بھی جانتا ہوں لیکن تقریر عربی زبان میں کروں گا اور میری خواہش ہے کہ کوئی ایسا ترجمان ہو جو میری تقریر کے ساتھ ساتھ اردو میں اس کی ترجمانی کرتا رہے۔ جلسہ میں چوٹی کے علماء شریک تھے مگر کسی نے بھی ترجمانی کے لیے ہامی نہیں بھری۔ بالآخر آپ ہی کھڑے ہوئے اور شامی عالم کی تقریر کی ان کے ساتھ اردو میں ترجمانی کرتے رہے۔ شامی عالم آپ کی اس ترجمانی سے ایسے متاثر ہوئے کہ دوران تقریر آپ کی پیشانی کو چوم لیا۔

مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی (کراچی)

ولادت اور تعلیم وتربیت:

حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی مدظلہ فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے تیسرے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۳۲۹ھ میں محلہ کریم الدین پور گھوسی ضلع مئو میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد گھر ہی پر ایک سال تک حفظ کیا، پھر حفظ ہی کے لیے دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور آئے اور تین ماہ بعد اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کے ہمراہ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں (ضلع علی گڑھ) چلے گئے اور وہیں حفظ مکمل کیا نیز فارسی وعربی کی ابتدائی کتابیں بھی وہیں پڑھیں۔ بعدہ حضرت صدر الشریعہ نے آپ کو درس نظامی کی تکمیل کے لیے دارالعلوم اشرفیہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیج دیا جہاں آپ نے حضور حافظ ملت کے لطف وکرم اور شفقت کے سائے میں درس نظامیہ کی تکمیل کی اور اس طرح ۱۳۶۶ھ میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔

درس وتدریس:

فراغت کے بعد دو سال تک مدرسہ عربیہ اندرکوٹ میرٹھ میں اور پھر آٹھ سال تک دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا ضلع گونڈہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد پاکستان تشریف لے گئے۔

قاری صاحب پاکستان میں:

پاکستان آنے کے بعد آپ نہ صرف کراچی بلکہ پاکستان کی سب سے بڑی مسجد ''نیومیمن مسجد'' میں خطیب مقرر ہوئے۔تب سے اب تک آپ ہی اس مسجد کے خطیب ہیں۔آپ کو جامع مسجد کی خطابت کے باعث پاکستان کے اعلیٰ حکام، عہدہ داران اور اونچے طبقہ میں دینی وعلمی خدمات کے عمدہ مواقع فراہم ہوئے، ساتھ ساتھ ''دارالعلوم امجدیہ'' کراچی کے شعبۂ تجوید میں تدریسی خدمات بھی انجام دینے لگے۔

آپ نے تجوید کی رعایت سے دو حصوں میں ایک قاعدہ بھی لکھا جس کا نام ''مدنی قاعدہ'' ہے۔آپ نے یہاں ''مکتبہ امجدیہ'' اور عظیم اشاعتی ادارہ بھی قائم کیا جس کے تحت دینی کتب ورسائل بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور صدرالشریعہ کی تصانیف کی اشاعت بھی وسیع پیمانے پر کی اور یہ کام مزید تیزی سے ہورہا ہے۔آپ نے اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان کو چھاپ کر پورے پاکستان میں عام کردیا اوراردو کے دیگر تراجم سے اس کے موازنہ پر مقالہ بھی لکھ کر شائع کیا۔

آپ زبردست خطیب ومقرر بھی ہیں اورعربی زبان پر اچھا عبور رکھتے ہیں خطابت اوراشاعت کے ذریعہ آپ نے دین وسنیت کی تبلیغ کا اہم فریضہ انجام دیا اوراب بھی اسی کام کو آگے بڑھانے میں مصروف ہیں۔آپ ''ورلڈ اسلامک مشن'' کی پاکستان شاخ کے صدر بھی ہیں۔

مدارس کا قیام:

آپ نے کراچی میں لڑکیوں کی دینی اورعصری تعلیم کے لیے ''کلیۃ البنات'' نیز ایک دینی تعلیمی ادارہ لڑکوں کے لیے بھی قائم فرمایا۔جہاں ہاسٹل اور مطبخ کا اچھا انتظام ہے۔کلیۃ البنات میں تعلیم پانے والی لڑکیوں کو گھر سے لانے اور لے جانے کے لیے ادارہ کی طرف سے سواری کا انتظام بھی ہے۔

ریڈیائی تقریریں اور غیر ملکی اسفار:

آپ جید عالم دین اور خوش الحان قاری ہیں، پاکستان ریڈیو سے آپ کی تقریریں اور قراءت اکثر نشر ہوتی رہتی ہیں۔آپ نے متعدد بار قرأت کے ملکی اور عالمی مقابلوں میں بھی شرکت کی ہے۔

آپ نے مختلف ایشیائی، یورپی اورافریقی ممالک کے تبلیغی دورے بھی کیے ہیں۔

حضرت حافظ ملت اور قاری صاحب:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے اورآپ کی بڑی قدر کرتے تھے۔جب بھی آپ پاکستان سے گھوسی تشریف لاتے تو خود حضرت حافظ ملت آپ کے استقبال کو گھوسی پہنچ جاتے اورآپ سے مل کر بہت مسرور ہوتے۔

آپ سے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے قلبی لگاؤ کا اندازہ آپ کے نام ان کے ایک مکتوب گرامی سے لگایا جاسکتا ہے جوانہوں نے آپ کو دوران تعلیم ارسال فرمایا تھا۔لکھتے ہیں:

''عزیز محترم! ماشاء اللہ آپ عقیل وفہیم ہیں۔آپ کو کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے مگر محبت قلبی اتنا عرض

کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ اپنے مقصد پر نظر رکھتے ہوئے حضرت والد ماجد صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کے طرز عمل کو اپنا معمول بنائیں۔

شخصیت:

حضرت قاری صاحب قبلہ بہت ہی بارسوخ، خوش اخلاق وخوش مزاج، خورده نواز انسان ہیں، مزاج میں بڑی نفاست ہے، خوش لباس بھی بہت ہیں۔

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ سرکار حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے اولین تلامذہ میں ہیں۔ یوں تو حافظ ملت کے شاگردوں میں ایک سے بڑھ کر ایک علمی شخصیات ہوئی ہیں اور آج بھی الحمد للہ موجود ہیں لیکن ان صاحبان علم وفضل میں جس علمی مقام ومرتبہ پر حضرت شارح بخاری فائز تھے بالخصوص تفقہ میں ان کو وہ مقام ومرتبہ حاصل تھا جو نہ صرف حافظ ملت کے تلامذہ بلکہ شارح بخاری کے معاصر علماء میں شاید ہی کسی کو حاصل رہا ہو اور یہی سبب ہے کہ آپ ہی کو سرکار مفتی اعظم ہند علامہ مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی نور اللہ مرقدہ کی نیابت کا شرف حاصل ہوا اور بجا طور پر ''نائب مفتی اعظم ہند'' تسلیم کیے گئے۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے بعد مشائخ مارہرہ مطہرہ نے اگر کسی اور مفتی کو ''اپنا مفتی'' یعنی ''برکاتی مفتی'' مانا تو صرف آپ ہی کو مانا اور بالاعلان ''برکاتی مفتی'' کے لقب سے نوازا۔

دوران تعلیم ہی سرکار حافظ ملت، شارح بخاری کے جذبۂ حصول علم اور ان کی صلاحیت سے اس قدر متاثر تھے کہ فرمایا کرتے تھے: ''میں جب تم کو پڑھانے لگتا ہوں تو میرے علم میں جوش آجاتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ جو کچھ صدر الشریعہ نے عطا فرمایا ہے سب تمہارے سینے میں انڈیل دوں'' (معارف شارح بخاری ص ۱۱۷)

حضرت صدر الشریعہ اور حضرت شارح بخاری ایک ہی خاندان سے تھے اور شارح بخاری رشتے میں صدر الشریعہ کے بھتیجے ہوتے تھے۔

ولادت اور تعلیم وتربیت:

قصبہ گھوسی ضلع مئو، یوپی کے ایک دیندار خاندان میں حضرت شارح بخاری ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد جناب عبد الصمد صاحب مرحوم بہت ہی پرہیزگار اور دیندار شخص تھے۔ آپ نے ناظرہ قرآن اور ابتدائی تعلیم قصبہ ہی کے مکتب میں پائی، بعدہ حضور صدر الشریعہ کے منجھلے بھائی حضرت حکیم احمد علی صاحب سے گلستاں بوستاں پڑھی۔

اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ:

ابھی ایک سال ہوا تھا کہ حضور حافظ ملت اپنے استاذ معظم ومرشد اجازت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے حکم پر مبارک پور تشریف لے آئے، دوسرے ہی سال ۱۰ / شوال المکرم ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء کو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے

ہمراہ شارح بخاری برائے حصول تعلیم اشرفیہ میں داخل ہوئے۔

آپ آٹھ سال تک حافظ ملت کے سایۂ کرم میں اشرفیہ میں رہے اور فارسی کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ابتدائی عربی سے لے کر ہدایہ اخیرین، ترمذی شریف، صدرا وحمد اللہ تک پڑھا۔

مدرسہ عربیہ میرٹھ کو روانگی:

آٹھ سال تک سرکار حافظ ملت کے سایۂ کرم میں رہنے کے بعد کسی سبب سے میرٹھ کی جانب مراجعت فرمائی اور وہاں مدرسہ عربیہ اندر کوٹ میں حضرت صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی علیہ الرحمہ سے شمس بازغہ، حاشیہ شرح جامی اور خیر الاذکیاء حضرت علامہ غلام یزدانی صاحب قدس سرہ سے خیالی وقاضی مبارک کا درس لیا۔ وہاں بمشکل ۷، ۸ ماہ رہے۔

دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں داخلہ اور دستار بندی:

۱۹۴۲ء میں آپ نے دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا جہاں حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے صحاح ستہ پڑھ کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور یہیں سے آپ کی فراغت ہوئی اور حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، حضرت صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی اور حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی رحمۃ اللہ علیہم ودیگر مشائخ اہل سنت نے اپنے مقدس ہاتھوں سے دستار فضیلت سے نوازا۔ اس موقع پر سرکار مفتی اعظم نے آپ کو دار العلوم کی عام سند کے علاوہ اپنی سند خاص سے بھی سرفراز فرمایا۔

فتویٰ نویسی:

درس نظامی کے علاوہ فتویٰ نویسی کی تعلیم وتمرین حضرت صدر الشریعہ سے ایک سال سے زائد عرصہ تک حاصل کی۔ سرکار مفتی اعظم قدس سرہ کی بارگاہ میں گیارہ سال تک رہ کر فتویٰ نویسی سیکھی۔ اس طرح آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مفتی اعظم اور حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہما بھی داخل ہیں۔

اساتذۂ شارح بخاری

(۱) حضرت صدر الشریعہ (۲) حضرت مفتی اعظم ہند (۳) حضرت حافظ ملت (۴) حضرت محدث اعظم پاکستان (۵) حضرت صدر العلماء (۶) حضرت علامہ غلام یزدانی اعظمی (۷) حضرت علامہ سلیمان بھاگل پوری (۸) مولانا سید شمس الحق گجھڑوی (۹) حضرت مولانا ثناء اللہ اعظمی (۱۰) حضرت قاری محمد عثمان اعظمی (۱۱) حضرت حکیم احمد علی اعظمی (۱۲) ماسٹر علیم اللہ خان اعظمی (۱۳) مولوی محمد شریف اعظمی (۱۴) مولوی غلام یاسین اعظمی (رحمۃ اللہ علیہم)

تدریسی خدمات:

(۱) مدرسہ بحر العلوم، مئو ۔۱۳ر دسمبر ۱۹۴۳ تا ۳۱ر مئی ۱۹۴۴ء (۲) مدرسہ خیر الاسلام حسین آباد جپلہ ضلع پلاموں

بہار ۷؍رجون ۱۹۴۴ء تا یکم اپریل ۱۹۴۵ء (۳) مدرسہ حنفیہ مالیگاؤں، ناسک ۶؍اپریل ۱۹۴۵ء تا ۱۷؍ستمبر ۱۹۴۵ء (۴) مدرسہ عین العلوم بیت الانوار، گیا، بہار۔ ۱۸؍ستمبر ۱۹۴۵ء تا ۲۶؍اگست ۱۹۴۷ء (۵) مدرسہ شمس العلوم گھوسی، مئو۔ یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء تا ۶؍جولائی ۱۹۵۴ء (۶) مدرسہ فضل رحمانیہ پچپڑوا ضلع گونڈہ۔ ۲۱؍جولائی ۱۹۵۴ء تا ۲۴؍مارچ ۱۹۵۶ء (۷) مدرسہ مظہر اسلام بریلی شریف۔ ۴؍جون ۱۹۵۶ء تا ۸؍اپریل ۱۹۶۷ء (۸) جامعہ عربیہ انوارالقرآن بلرام پور۔ ۸؍مئی ۱۹۶۷ء تا ۲۰؍اپریل ۱۹۷۵ء (۹) مدرسہ ندائے حق جلال پور ضلع امبیڈکر نگر۔ اپریل ۱۹۷۵ء تا نومبر ۱۹۷۶ء (۱۰) جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں بحیثیت صدر شعبۂ افتاء ۱۳؍دسمبر ۱۹۷۶ء۔

آپ نے کئی سال تک اعلیٰ حضرت کی مسجد ''رضا مسجد'' کی امامت کا فریضہ بھی انجام دیا اور سرکار مفتی اعظم کے نائب کی حیثیت سے ان کے دارالافتا ''رضوی دارالافتا'' بریلی شریف کے نائب مفتی بھی رہے۔

بیعت وخلافت اور اجازات واسانید:

(۱) حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کو سرکار صدرالشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی نور اللہ مرقدہ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔ علاوہ اس کے (۲) حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مولانا مصطفےٰ رضا خاں قبلہ نوری بریلوی قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ النور والبہا فی الاسانید وسلاسل الاولیاء میں مندرج ۳۹۔ سلاسل قرآن مجید واحادیث اور سلاسل اولیائے کرام کی اجازت مرحمت فرمائی نیز صحاح ستہ کی وہ خاص سند عطا فرمائی جو پوری دنیا میں سب سے عالی ہے اور بہت مختصر نیز سلسلۂ منوریہ معمریہ رضویہ کی بھی سند عطا فرمائی اور فتح الباری کے اخیر میں نسائی شریف کی حدیث جو مذکور ہے اس کی اپنی خاص سند کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی اور تمام سلاسل کی بھی اجازت مرحمت فرمائی (۳) حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ نے حدیث مسلسل بتحریک الشفتین کی اجازت عطا فرمائی۔ (۴) حضرت احسن العلماء علامہ سید شاہ حسن میاں صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام سلاسل برکاتیہ جدیدہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

تقریر وخطابت:

تقریر وخطابت کی قوت تاثیر وسرعت تاثیر دنیا کی ساری قوموں کے نزدیک مسلم ہے۔ معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے ''ان من البیان لسحرا وان من الشعر لحکمۃ'' بیشک بعض بیان جادو ہوتا ہے اور بعض اشعار حکمت ودانائی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ رب کائنات نے علم وقلم کی تب وتاب اور توانائی کے ساتھ ساتھ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کو زبان وبیان کی زبردست قوت وصلاحیت عطا فرمائی تھی۔ آپ نے ملک کے عظیم الشان جلسوں اور کانفرنسوں سے لے کر اعراس بزرگاں میں تقریریں فرمائی ہیں۔ آپ کی تقریر بہت ہی مدلل ومفصل ہوا کرتی تھی، علمی ومنطقی شان کے ساتھ اس میں شان ادبیت بھی ہوتی تھی۔ سامعین کو آپ کی تقریر سے کبھی بوریت محسوس کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

مناظرہ:

حضرت شارح بخاری ایک عظیم اور فقید المثال مناظر بھی تھے۔ آپ کے علم وفضل اور مناظرانہ شان کے تعلق سے حضرت احسن العلماء علامہ سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ” ہمارا مفتی۔ مفتی شریف الحق۔ علم کا پختہ۔ ٹھنکا ٹھنکا یا مفتی ہے۔ کسی بدمذہب کی کیا مجال کہ ان کے سامنے آنے کی ہمت کر سکے۔ (بروایت ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بریلوی)

زمانۂ طالب علمی میں مناظرہ:

حضرت شارح بخاری جب ۱۳۶۲ھ میں حضور محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد صاحب گورداس پوری علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کر دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں دورۂ حدیث کی تکمیل کر رہے تھے تو آپ نے بریلی اور رام پور کے قادیانیوں سے مناظرہ کیا اور مرزائیوں کا کفر وارتداد ثابت کر کے قادیانیوں کو شکست فاش دی اور ان کے دام میں پھنسنے والے متعدد سنیوں کو کفر وگمرہی سے بچالیا۔

اس مناظرہ میں آپ کی فتح اور زمانۂ طالب علمی ہی سے آپ کی عظیم علمی صلاحیت اور مناظرانہ شان سے حضرت محدث اعظم پاکستان بہت مسرور ہوئے۔ ڈھیروں دعائیں دیں۔ اس کے بعد کبھی کبھی وہ تفریح میں آپ کو ”مناظر صاحب“ بھی کہہ دیا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ بعد میں تو آپ جہاں جہاں بھی درس وتدریس کے سلسلے میں رہے بیشتر جگہوں پر چھوٹے بڑے مناظرے کیے۔ چند خاص مناظروں میں شرکت فرمائی وہ حسب ذیل ہیں:

(۲) ضلع گیا۔ دیوبندیوں سے مناظرہ (۳) رائے پور ضلع کھیری لکھیم پور (یوپی) زمانہ تدریس بریلی شریف۔ یہ مناظرہ کیا۔ (۴) کرالا۔ ضلع بدایوں۔ مودودیوں سے مناظرہ (بزمانہ تدرس بریلی شریف) (۵) موضع سکرولی متصل بھنگاواں ضلع گونڈہ (بلرامپور کے قیام کے زمانہ میں) (۶) باندو چترو ضلع پلاموں، بہار میں دیوبندیوں سے مناظرہ (بلرام پور کے قیام کے زمانہ میں) (۷) بجرڈیہہ بنارس۔ غیر مقلدین سے مناظرہ۔ (۸) کٹک (اڑیسہ) دیوبندیوں سے مناظرہ (۹) ضلع سیتاپور کے ایک گاؤں میں (۱۰) بدایوں میں مولوی خلیل احمد بجنوری سے مناظرہ (۱۱) جھریا ضلع دھنباد (بہار اب جھارکھنڈ) میں دیوبندیوں سے مناظرہ۔ (۱۲) کچنار ضلع لکھیم پور کھیری میں دیوبندیوں سے مناظرہ کیا اور مولوی ارشاد دیوبندی کو شکست دی۔

فتویٰ نویسی:

حضرت شارح بخاری کی فقہی بصیرت کو مد نظر رکھتے ہوئے مشائخ مارہرہ مطہرہ اور علمائے اہل سنت نے انہیں ”فقیہ اعظم ہند“ کا خطاب دیا۔ جزئیات پر آپ کی بہت گہری نظر تھی۔ آپ اختلافی مسائل میں ہمیشہ اعتدال برتتے۔

آپ کے فتاویٰ کی تعداد کتنی ہوگی یہ بتا پانا تو مشکل ہے البتہ اندازہ ضرور لگایا جا سکتا ہے، آپ خود فرماتے ہیں کہ ”میں نے بریلی شریف کے ایام قیام میں ۲۵ ہزار مسائل لکھے جن میں ۲۰ ہزار کے لگ بھگ وہ مسائل ہیں جن پر

حضرت (سرکار مفتی اعظم قدس سرہ) کی اصلاح ہے"۔(معارف شارح بخاری ص۸۲۴)

آپ نے قیام بلرام پور کے زمانہ میں تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ فتاوی بھی لکھے نیز الجامعۃ الاشرفیہ میں صدر شعبۂ افتا کی حیثیت سے برسوں رہے لہذا اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ لگ بھگ پچاس ہزار فتاوی لکھے ہوں گے آپ نے عربی میں بھی فتاوی لکھے ہیں۔

تصنیفات وتالیفات:

(۱) اشک رواں (۲) السراج الکامل (۳) تحقیقات (۴) اسلام اور چاند کا سفر (۵) اشرف السیر (۶) اثبات ایصال ثواب (۷) سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ (۸) مقالات امجدی (۹) فتنوں کی سرزمین کون؟ نجد یا عراق (۱۰) نزہۃ القاری شرح صحیح بخاری (۹ جلدیں)۔آپ کی سب سے عظیم تصنیف "نزہۃ القاری" ہے جسے آپ کی زندگی کی قیمتی کمائی اور عمر بھر کے مطالعہ کا نچوڑ کہنا چاہیے۔

چند مشاہیر تلامذہ:

(۱) حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی (۲) حضرت مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی (۳) حضرت مولانا غلام ربانی فائق اعظمی (۴) حضرت مفتی شفیق احمد شریفی (۵) حضرت مولانا ثناء المصطفیٰ گھوسوی مرحوم (۶) مولانا ڈاکٹر شکیل اعظمی گھوسوی (۷) حضرت مولانا افتخار احمد قادری (۸) حضرت مولانا رحمت اللہ بلرامپوری (۹) حضرت مفتی نظام الدین صاحب، مبارکپور (۱۰) حضرت مولانا عبدالحق رضوی (۱۱) حضرت مولانا بدر عالم مصباحی، مبارکپور (۱۲) حضرت مولانا معراج القادری، مبارکپور (۱۳) مفتی نسیم مصباحی (۱۴) مولانا علی احمد گھوسوی وغیرہم

چند مشاہیر خلفائے کرام:

(۱) حضرت علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری رحمۃ اللہ علیہ (لاہور پاکستان)(۲) حضرت مفتی مجیب اشرف، ناگپور (۳) حضرت مفتی شفیق احمد شریفی (۴) حضرت مولانا صغیر احمد جوکھن پوری (۵) حضرت مولانا عبدالحق، گونڈوی (۶) حضرت مولانا مفتی بدر عالم مصباحی (استاذ اشرفیہ)(۷) حضرت مولانا بشیر احمد برکاتی (اورئی۔جالون) وغیرہم

حج وزیارت:

(۱) پہلا حج ۱۹۸۵ء (۲) پہلا عمرہ ۱۹۹۶ء (۳) دوسرا عمرہ جنوری ۱۹۹۸ء (۴) دوسرا حج ۱۹۹۸ء

غیر ملکی تبلیغی اسفار:

کولمبو، (لنکا) دوبار ۱۹۹۲ء۔۱۹۹۵ء

(۲) افریقہ: ۱۹۹۶ء (۳) پاکستان ۱۹۹۶ء، ۱۹۹۸ء

خطابات واعزازات:

(۱) رضا اکیڈمی ممبئی کی جانب سے ۱۹۹۸ء میں امام احمد رضا ایوارڈ دیا گیا۔

(۲) اکتوبر ۱۹۹۹ء کے عرس قاسمی مارہرہ مطہرہ میں درجنوں علما و مشائخ اور ہزاروں زائرین کی موجودگی میں خانقاہ برکاتیہ کے صاحب سجادہ حضرت امین ملت قبلہ نے آپ کو ''فقیہ اعظم ہند'' کا خطاب دیا اور جشن شارح بخاری ممبئی جنوری ۲۰۰۰ء میں بھی اس کا اعلان فرمایا۔

(۳) آپ کی حیات میں آپ پر سیمینار منعقد ہوا اور ''شارح بخاری'' کے نام سے آپ کی حیات و خدمات پر کتاب شائع ہوئی (مصنفہ علامہ یٰسین اختر مصباحی)

(۴) جنوری ۲۰۰۰ء میں رضا اکیڈمی ممبئی کی طرف سے ''جشن شارح بخاری'' منایا گیا اور آپ کو چاندی سے تولا گیا۔ آپ نے اس چاندی کی دو تہائی قیمت الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کو اور ایک تہائی قیمت رضا اکیڈمی ممبئی کے لیے وقف فرما دی۔

شادی خانہ آبادی:

پہلی شادی کم عمری میں آپ کی ماموں زاد بہن سے ہوئی تھی ان سے ایک صاحبزادے ''محمد حبیب الحق'' تھے جن کا ۱۳۷۶ھ میں انتقال ہو گیا۔

دوسری شادی پہلی اہلیہ کی سگی بہن سے ہوئی۔ ان سے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔

(۱) مولانا ڈاکٹر محب الحق (۲) مولوی وحید الحق (۳) مولانا حافظ حمید الحق (۴) ظہیر الحق

ایک صاحبزادے جو ڈاکٹر محب الحق صاحب کے بعد ہوئے تھے ان کا چھ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا تھا (۵) صاحبزادی۔ شادی شدہ

حافظ ملت اور شارح بخاری

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کو حضرت شارح بخاری سے بڑی محبت تھی، جب کسی وجہ سے شارح بخاری برائے حصول تعلیم میرٹھ چلے گئے تو سرکار حافظ ملت کو بڑا افسوس ہوا اور فرمایا: ''شریف الحق چلا گیا''؟ جب حضرت شارح بخاری نے سیدنا حافظ ملت کی بارگاہ میں معذرت کا خط لکھا تو حضرت نے اس طرح جواب دیا:

''آپ کے چلے جانے کا بیحد افسوس ہے، میں ملاقات سے محروم ہوں مگر دعائے خیر کرتا ہوں۔ آپ جہاں کہیں رہیں حسب عادت محنت اور لگن سے پڑھیں'' (معارف شارح بخاری ص ۲۱۲)

حضرت حافظ ملت شارح بخاری کے علم و فضل اور ان کے فتاویٰ پر بڑا اعتماد کرتے تھے اور کبھی کبھی مستفتی صاحبان کو فتویٰ لینے کے لیے ان کی جانب رجوع کراتے۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ آپ کو مناظروں اور جلسوں میں بھی بھیجواتے۔

حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت حافظ ملت نے ان کی جگہ پر کام کرنے کے لیے شارح بخاری کا انتخاب فرمایا:

حضرت شارح بخاری کو سرکار حافظ ملت سے بڑی عقیدت تھی بلکہ یوں کہیے کہ ان کے دالہ وشیدا تھے۔

جب امریکی خلابازوں نے اپنے چاند پر پہونچنے کا دعویٰ کیا تو علماء کے ایک گروہ نے اسے خلاف شرع سمجھا اور اس کی تائید کرنے والوں کی تردید شروع کردی۔

حضرت شارح بخاری نے ''اسلام اور چاند کا سفر'' نامی کتاب میں اپنا یہ موقف ظاہر کیا تھا کہ امریکی یا روسی خلا باز چاند پر پہنچے یا نہیں یہ الگ بات ہے البتہ چاند پر انسان کی رسائی ممکن ہے اور اس میں شرعاً وعقلاً کوئی استحالہ نہیں۔

حضرت صدر العلما مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمہ کو آپ کے موقف سے سخت اختلاف تھا لہٰذا انہوں نے شارح بخاری کے موقف کے رد میں ''صحیح المسلک'' نامی ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس میں انہوں نے شارح بخاری کے ساتھ ساتھ حضور حافظ ملت قدس سرہ کو بھی نشانہ بنایا اور ان پر بھی تیر ونشتر برسائے۔ لہٰذا ''اسلام اور چاند کا سفر'' کے دوسرے ایڈیشن میں ''معذرت'' کے عنوان کے تحت جو تحریر فرمایا اس کا اقتباس ملاحظہ کریں اور حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ سے حضرت شارح بخاری کے والہانہ تعلق اور عقیدت کیشی کا اندازہ لگائیں۔ تحریر فرماتے ہیں:

''میرے اوپر جو عنایت ہوئی ہیں اس کا نہ تو جواب دینا ہے نہ دوں گا اور نہ وہ میرے لیے کسی تکلیف کا باعث البتہ جہاں جہاں جلالۃ العلم، استاذ العلما حضور حافظ ملت دامت برکاتہم العالیہ پر طعن کیا گیا ہے وہ میرے لیے ضرور انتہائی تکلیف دہ واذیت ناک ہے ان کی (صدر العلما کی) عدالت میں مجرم تھا تو میں تھا اس کی سزا مجھے ملنی چاہیے تھی اور میرے سرکار نے سزا دینے میں کوئی کسر نہیں رکھی مگر میرے جرم پر حضور حافظ ملت دامت برکاتہم القدسیہ کو مورد طعن بنانا ان کو غیض وغضب کا نشانہ ٹھہرانا کسی بھی منصف کے نزدیک لائق ستائش کام نہیں۔ (اسلام اور چاند کا سفر ص ۱۰)

حق گوئی وبے باکی:

حضرت شارح بخاری حق گو بھی تھے اور بے باک بھی ان کی بے باکی اعداء اسلام کے لیے تھی، اپنوں سے اختلاف میں انھوں نے اعتدال کی راہ اپنائی اور بزرگوں سے اختلاف میں احترام وادب پوری طرح ملحوظ رکھا جیسا کہ ''اسلام اور چاند کا سفر'' کے حوالے سے صدر العلما کی بابت لکھا گیا۔ حق گوئی تو ہے لیکن بانداز ملتجیانہ اسی طرح ''اشک رواں'' میں آپ کا موقف اور تحریری انداز!

لیکن جب ۱۹۵۶ء میں یوپی کے گورنر کے یم منشی نے اپنی کتاب ''لجسلیٹو لیڈرز'' میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع میں توہین کی تو آپ نے بڑی بے باکی کے ساتھ حق گوئی کا ثبوت دیا اور اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ بھنگا بازار ضلع بہرائچ یوپی کے ایک پنڈت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی جس کے جواب میں آپ نے تقریر فرمائی۔ سی، آئی، ڈی نے آپ کی تقریر پر فرقہ پرستی اور اشتعال کا لیبل لگا کر حکومت کو رپورٹ بھیج دی۔ آپ کی گرفتاری عمل میں آئی اور تین روز تک گونڈہ، جیل میں رہے مگر بے داغ رہا ہوئے۔

وصال پاک:

۶ رصفر ۱۴۲۱ھ / ۱۱ رمئی ۲۰۰۰ء بروز جمعرات صبح پانچ بج کر ۴۰ رمنٹ پر دل کا دورہ پڑنے سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں آپ کا وصال ہوگیا۔ نماز جنازہ حضرت حضور سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی دامت برکاتہم شہزادۂ سید العلماء نے پڑھائی۔

رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

تلامذۂ حافظ ملت میں حضرت رئیس القلم، علامہ ''ارشد القادری'' علیہ الرحمہ ایک ایسا اہم وعظیم اور تاباں ودرخشاں نام ہے جس کی عظمت وشہرت کا پرچم درس وتدریس۔ انتظام واہتمام، مناظرہ وتقریر، امامت وخطابت، تصنیف وتالیف وصحافت واشاعت، رشد وہدایت اور ملی رہبری وقیادت کے میدانوں میں آن بان کے ساتھ لہرا رہا ہے۔ اور یہ نام ہمیشہ کے لیے امر ہوکر رہ گیا ہے۔

خاندانی پس منظر اور ولادت باسعادت:

حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے جدامجد حضرت مولانا عظیم اللہ اور والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہما مدرسہ حنفیہ جونپور کے فاضلین میں تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبداللطیف صاحب عارف باللہ حضرت عبدالعلیم آسی غازی پوری کے مرید تھے۔

آپ کے والد ماجد نے سلسلۂ رشیدیہ سے اکتساب فیض کرتے ہوئے آپ کا نام ''غلام رشید'' تجویز کیا مگر شہرت دوام قلمی نام ارشد القادری سے ہوئی۔ علامہ ارشد القادری صاحب کی ولادت مقام سید پورہ ضلع بلیا یوپی میں ۱۹۲۴ء میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت:

ابتدائی تعلیم گھر ہی پر اپنے والد محترم سے حاصل کی اور پھر آٹھ سال تک دارالعلوم اشرفیہ میں بہت ہی محنت اور لگن سے تعلیم حاصل کی۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ آپ کے زمانۂ تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے اکثر فرمایا کرتے کہ: پوری زندگی میں ارشد القادری کی طرح بخاری شریف کی عبارت پڑھنے والا کوئی نہیں ملا۔ آپ کو حضور حافظ ملت سے ایسا قرب حاصل تھا کہ جب وہ ۱۳۶۰ھ میں جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ ناگپور چلے گئے۔ ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۴ء میں دارالعلوم اشرفیہ کے سالانہ اجلاس میں سند فراغ اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

عملی زندگی کا آغاز:

اشرفیہ سے فراغت کے بعد آپ بحیثیت مدرس ناگپور تشریف لے گئے اور ۱۹۴۴ء تا ۱۹۵۲ء وہاں مدرسہ شمس العلوم میں تدریسی فرائض انجام دیے۔

ناگپور سے جمشید پور روانگی:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے حکم پر آپ ناگپور سے جمشید پور تشریف لے گئے جمشید پور کی زمین دین وسنیت کے اعتبار سے بڑی بنجر تھی اور اسے زرخیزی عطا کرنے کی ہی خاطر سرکار حافظ ملت نے علامہ صاحب کو یہاں بھیجا تھا۔

جمشید پور میں مدرسہ کا آغاز:

علامہ علیہ الرحمہ نے محلہ دھتکی ڈیہ میں ضمیرالدین صاحب صابری کے باہری برآمدے سے مکتب کا آغاز کیا پھر کبیریہ میڈل اسکول کے طلبہ کو دینی معلومات اور تقریری مہارت عطا کر کے ایک ''جشن تعلیمی'' کا انعقاد فرمایا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے چھوٹے سے مکتب میں مسلمانان شہر کے بچوں کے داخلہ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ علامہ صاحب برآمدہ کے اندر، برآمدہ سے متصل شاہراہ کے کنارے اور کھلے مقام پر درخت کے سایہ میں ہاتھ میں چھتری لے کر چلچلاتی دھوپ میں چار سال تک طلبہ کو تعلیم دیتے رہے۔

علامہ کا دینی خلوص رنگ لایا اور ان کی انتھک مساعی سے دارالعلوم فیض العلوم کی عالی شان عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

آج وہی دارالعلوم ملک کے مشہور دینی تعلیمی اداروں میں شمار ہوتا ہے۔

کانفرنسوں کا انعقاد:

علامہ علیہ الرحمہ نے ملک کے اہم مقامات پر دینی وملی مسائل کے تعلق سے کل ہند پیمانے پر تاریخ ساز کانفرنسیں بھی منعقد کیں۔ جیسے: (۱) بہار صوبائی کانفرنس سیوان (۲) کل ہند سنی اوقاف کانفرنس دہلی (۳) کل ہند مسلم پرسنل لا کانفرنس، سیوان (۴) کل سنی ہند کانفرنس دہلی (۵) سنی کانفرنس پٹنہ وغیرہ۔

ادارہ شرعیہ بہار کی بنا:

حضرت علامہ نے ۱۲رمئی ۱۹۶۸ء میں ''ادارہ شرعیہ پٹنہ بہار'' کی بنیاد ڈالی اور حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ادارہ کے دستور کی ترتیب، ریاستی کابینہ کی تشکیل اور دار القضاء، مدرسہ شرعیہ، بیت المال کے افتتاح اور اغراض ومقاصد سے مسلمانوں کو روشناس کرانے کے لیے ۱۲، ۱۳ نومبر ۱۹۶۸ء کو پٹنہ میں ایک اجتماع بلایا گیا جس میں ملک کے مشاہیر اہل سنت کے علاوہ صوبہ بہار کے علماء وذمہ داران اہل سنت نے شرکت کی۔

ملک میں علامہ کے قائم کردہ ادارے اور مساجد:

حضرت علامہ ارشد القادری صاحب نے جمشید پور میں جامعہ ''فیض العلوم'' اور اس کے تحت ٹکنیکل کالج کے قیام کے علاوہ جمشید پور میں مڈل اسکول، ہائی اسکول نسواں اسکول اور مدارس بھی قائم کیے نیز رانچی، ہزاری باغ، کوڈرما، رام گڑھ وغیرہ صوبہ بہار وجھارکھنڈ۔ ہوڑہ (بنگال)، گوہاٹی (آسام)، بلیا (یوپی) اور نئی دہلی میں دینی تعلیمی ادارے قائم

فرمائے۔ جن کی تعداد تقریباً اٹھارہ ہے۔

آپ نے جمشید پور، ٹیلکو، راورکیلا، رانچی، کوڈرمہ وغیرہ میں مساجد تعمیر کرائیں جن کی تعداد آٹھ ہے۔

تحریک اشرفیہ اور علامہ ارشد القادری:

علامہ ارشد القادری صاحب دار العلوم اشرفیہ کے قابل فخر فرزند ہونے کی حیثیت سے ہمیشہ تحریک اشرفیہ کے سرگرم معاون اور پر خلوص مشیر رہے حضرت حافظ ملت اور ان کی تحریک اشرفیہ سے آپ کی وابستگی عشق کی حد تک تھی۔ آپ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے کہ میرے پاس فکر وشعور اور علم وفن کی جو بھی پونجی ہے وہ حافظ ملت کے علمی فیضان، روحانی توجہ اور ان کے مستجاب دعاؤں کی برکت سے ہے۔ مزید تحریر کرتے ہیں: ''یہ شرف بھی میرے لیے باعث افتخار ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور کی علمی تحریک کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ان کی حیات کے آخری لمحے تک میں ان کے معتمد اور ایک وفادار خادم کی طرح ان کے قدموں سے لگا رہا''

خود حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کو بھی علامہ پر بڑا فخر وناز تھا۔ ایک موقع پر جلسۂ عام میں حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ: ''اگر عبد العزیز کو اللہ تعالیٰ اتنی دولت عطا فرما دیتا تو میں اپنے ارشد کو سونے سے تول دیتا''۔

یہ تفصیل بتانی مشکل ہے کہ حضرت علامہ علیہ الرحمہ نے تحریک اشرفیہ میں کیا کیا رول ادا کیا۔ بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ آپ نے زمین کی فراہمی، جامعہ کے نقشے، تعمیری منصوبوں اور مالی تعاون کی مہم ہر ایک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے مربی واستاذ معظم کے قدم سے قدم ملا کر چلتے رہے۔

علامہ صاحب اور مناظرہ:

حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی بے پناہ صلاحیتوں اور گوناگوں اوصاف کے ساتھ عظیم خطیب اور بے مثیل مناظر بھی تھے اور اگر ہم انہیں ان کے عہد کا ''مناظر اعظم ہند'' کہیں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ جس مقام پر بھی آپ مناظرہ کے لیے قدم رکھ دیتے تو باطل پرستوں اور بد مذہبوں کی صفوں میں زلزلہ برپا ہو جاتا اور وہ دم دبا کر فرار کا موقع تلاش کرنے لگتے۔ بقول علامہ صاحب۔ انہوں نے سرکار مجاہد ملت جیسی عظیم علمی وروحانی شخصیت اور مناظر بے نظیر کے ساتھ بارہ مناظروں میں شرکت کا شرف حاصل کیا ہے جس میں آٹھ مناظروں میں حضرت مجاہد ملت قدس سرہ کی صدارت میں آٹھ کامیاب مناظرے کیے۔

جھریا دھنباد (بہار)، بھوابازار ضلع چھپرہ (بہار)، امراوتی (مہاراشٹر)، بولیا مندسور (راجستھان)، کٹک (اڑیسہ) وغیرہ جانے کن کن مقامات کے مناظروں میں آپ نے وہابیہ دیوبندیہ کو شکست فاش دی۔

بیرونی ممالک میں دینی خدمات:

حضرت علامہ ارشد القادری قدس سرہ نے متعدد ایشیائی، یوروپی، افریقی اور امریکی ممالک کے تبلیغی اسفار فرمائے ہیں اور ہر مقام پر اپنی دینی خدمات کی چھاپ چھوڑ کر آئے ہیں۔ آپ بیرونی ممالک کی درج ذیل کانفرنسوں میں

مندوب کی حیثیت سے شریک ہوئے۔

(۱) مؤتمر جمعیات وجماعت، تہران (ایران)(۲) مؤتمر الدعوۃ الاسلامیہ العالمیہ، طرابلس (لیبیا) (۳) حجاز کانفرنس۔ لندن (برطانیہ) (۴) امام احمد رضا کانفرنس۔ کراچی (پاکستان) (۶) مؤتمر مبلغ اعظم مولانا عبدالعلیم صدیقی۔ اسٹرڈم (برطانیہ)(۶) مؤتمر عالم اسلام۔ بغداد شریف (عراق)(۷) میلاد کانفرنس۔ کراچی (پاکستان)

آپ نے مندرجہ ذیل ممالک بیرون میں تعلیمی ادارے قائم کیے:

(۱) جامعہ مدینۃ الاسلام۔ڈین ہاگ (ہالینڈ) (۲) اسلامک مشنری کالج۔ بریڈفورڈ (برطانیہ) (۳) دارالعلوم علیمیہ۔ سوری نام (امریکہ) آپ نے جنوبی افریقہ کا بھی تبلیغی سفر کیا ہے۔ آپ نے اہل سنت کی مشہور تحریک "دعوت اسلامی" کی کراچی میں بنیاد رکھی اور مولانا محمد الیاس قادری کو اس تحریک کا امیر منتخب کیا۔

قائدانہ صلاحیت:

حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ زبردست قائدانہ صلاحیت کے مالک تھے۔آپ نے ملک میں فسادات کے انسداد کے لیے جدوجہد کی۔ مسلم پرسنل لاء، یکساں سول کوڈ، شہادت بابری مسجد اور دیگر ملی مسائل پر کھل کر اپنا موقف رکھا اور عملی اقدام کیے۔ آپ نے قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں مگر قومی وملی خدمات اور حق گوئی سے کبھی قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔

صحافتی خدمات:

حضرت رئیس القلم علامہ ارشد القادری صاحب نے "جام کوثر" اور "جام نور" دو موقر اور اہم ترین جرائد جاری کیے۔آپ کے ادبی وصحافتی کارنامے علم وادب وصحافت کی دنیا میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تصنیفات وتالیفات:

آپ نے جانے کتنے گرانقدر اور وقیع مقالات ومضامین لکھے اور ایک سے ایک نادر نایاب دینی وعلمی کتب تصیف فرمائیں۔ ان میں چند کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

زلزلہ، زیروزبر، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، رسالت محمدی کا عقلی ثبوت، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن میں، پالن حقانی کی کتاب شریعت یا جہالت کا جواب، لالہ زار، مصباح القرآن اول دوم سوم علم غیب، نقش کربلا، تعزیرات قلم، وغیرہ۔

حج وزیارت:

حضرت علامہ ارشد القادری قبلہ نے دوبار حج وزیارت کا شرف حاصل کیا۔

بیعت وخلافت:

ایک بار خود علامہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بچپن میں وہ پٹنہ کے کسی بزرگ سے مرید ہوئے تھے۔ بعدہ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے طالب ہوئے اور انہیں سے خلافت واجازت بھی تھی۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق ڈیڑھ ہزار کے قریب ہے۔ آپ کے شاگردوں میں حضرت مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ ایک بہت ہی مشہور نام ہے۔ مولانا مفتی صفی اللہ بناری، مولانا حبیب اللہ امجدی چریاکوٹی بھی آپ کے شاگردوں میں ہیں۔

وصال پاک:

آپ کا وصال مبارک دہلی میں بتاریخ ۱۹/اپریل ۲۰۰۲ء شام ۴/بج کر ۳۵/منٹ پر ہوا۔

جمشید پور میں نماز جنازہ آپ کے بھانجے محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ نے پڑھائی اور دارالعلوم فیض العلوم کے مغربی حصے میں مین گیٹ کے جنوب میں دفن ہوئے۔

حضرت رئیس القلم صاحب طرز ادیب، مصنف، صحافی اور شیوہ بیان شاعر بھی تھے۔

مولانا قاری محمد یحییٰ علیہ الرحمہ

ولادت اور تعلیم وتربیت:

حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں ۸/محرم ۱۳۴۳ھ ۹/اگست ۱۹۲۴ء کو متولد ہوئے۔ بسم اللہ میاں جی ولی صاحب مرحوم نے کرائی اور ابتدائی تعلیم انہیں کے مکتب میں حاصل کرنے کے بعد کافیہ تک کی تعلیم دارالعلوم اشرفیہ میں حاصل کی بعدہ امام معقولات حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب گھوسوی علیہ الرحمہ کے ہمراہ مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ، میرٹھ جاکر حضرت ممدوح علیہ الرحمہ ہی کی نگرانی میں دو سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔

تدریسی فرائض:

۱۹۴۳ء میں دوبارہ درس نظامیہ کی تکمیل کے لیے دارالعلوم اشرفیہ تشریف لائے۔ دوران تعلیم حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ کی ایماء پر مدرسہ سبحانیہ، الہ آباد جاکر فن قراءت وتجوید کی تکمیل کی اس کے بعد دارالعلوم اشرفیہ کے شعبۂ قرأت میں تدریسی خدمات بھی انجام دیتے رہے اور تعلیمی سلسلہ بھی جاری رکھا اور ۱۹۴۶ء میں درس نظامیہ مکمل کیا اور درجۂ تجوید اور درجۂ عالمیت کی تدریسی خدمات پر یہیں مامور ہوئے۔ تقریباً ۱۷/سال تک اسی دارالعلوم میں تدریسی فرائض انجام دیئے اور سیکڑوں علما وقراء نے آپ سے اکتساب علم کیا۔

نظامت کی ذمہ داری:

۴؍نومبر ۱۹۶۲ء کو اشرفیہ کی کمیٹی نے ادارہ کی نظامت کے لیے نامزد کیا۔ آپ کی تنخواہ دوسو روپئے ماہانہ مقرر ہوئی۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اس وقت قاری صاحب سے فرمایا: ''آپ کو تنخواہ ۲۰۰ روپئے ملے گی لیکن آپ سے گزارش ہے کہ اس میں سے ہر ماہ ۲۵؍روپئے ادارہ کو دے دیا کریں۔''

قاری صاحب قبلہ نے اپنے مربی ومقتدا کی بات سر آنکھوں پر لی اور باضابطگی سے ہر ماہ ۲۵؍روپئے ادارہ کو دیتے رہے۔

دارالعلوم کی نظامت اعلیٰ کے لیے حافظ ملت اورارکان نے حضرت قاری صاحب کا انتخاب کر کے جس باصلاحیت شخص کو ذمہ داری دی تھی مستقبل کا جائزہ لینے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اگر چہ انتظامی امور کا بار پڑ جانے کے باعث حضرت قاری صاحب اپنی علمی وفنی اور خصوصا فن تجوید وقرأت کی دولت تلامذہ میں تقسیم نہ کر سکے۔ مگر انہوں نے اپنی نظامت عظمیٰ کی ذمہ داریوں کو جس حسن وخوبی دیانت ومحنت سے پورا کیا وہ الجامعۃ الاشرفیہ کے تاسیسی استحکام کی حیثیت رکھتی ہے۔

نظامت کا چارج لیتے وقت جس دارالعلوم کا بجٹ اکتالیس ہزار ایک سو روپئے تھا۔ سبکدوشی کے وقت وہ پندرہ لاکھ تک پہونچ چکا تھا۔ اس پورے عرصہ میں کام کی نوعیت میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ دفتری امور کے لیے اسٹاف بڑھتا رہا۔ مگر ان کی شبانہ روز انتظامی مشغولیات ومصروفیات میں اخیر وقت تک کوئی کمی نہیں آئی۔ حافظ ملت کو قاری صاحب پر اتنا اعتماد تھا کہ اپنی عدم موجودگی میں نیابت کی ذمہ داری بھی انہیں پر ڈالتے تھے۔

حضرت قاری صاحب نے ۱۹۷۵ء میں سفر حج کا ارادہ کیا تو ناظم اعلیٰ کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے۔ واپسی پر اپنا کام سنبھالا۔ دوسرا حج ۱۹۷۸ء میں کیا۔ کچھ عرصہ نائب صدر رہے۔ حافظ ملت کے وصال کے بعد عزیز ملت قبلہ نے سربراہ اعلیٰ کی ذمہ داری سنبھالی تو قاری صاحب کو ناظم تعلیمات بنایا اور جناب محمد سعید صاحب کو نائب صدر مقرر کیا۔

حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ نے حضور حافظ ملت کے سایۂ کرم میں اس اہم ذمہ داری کو سنبھالا اور دن دونی رات چوگنی ترقی دی۔

آپ باصلاحیت عالم ہونے کے باوصف بہترین اور خوش الحان قاری بھی تھے۔ آواز میں بے انتہا کشش تھی چنانچہ حضور حافظ ملت اکثر وبیشتر فرمایا کرتے تھے کہ: ''میں نے قاری محمد یحییٰ جیسا قاری ہندوستان میں نہ پایا''۔

حضور حافظ ملت آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے اور محبت کرتے تھے جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب آخری ایام میں آپ کی نقاہت وکمزوری بہت بڑھ گئی تو مبارک پور کی جامع مسجد میں جہاں حضرت خطیب تھے، اعلان فرما کر آپ کو بحیثیت خطیب مقرر فرمایا۔

بیعت وارادت:

حضرت قاری محمد یحییٰ صاحب کو حضرت صدرالشریعہ نوراللہ مرقدہ سے بیعت وارادت کا شرف حاصل تھا۔

دوسرے حج وزیارت کے لیے حضرت صدر الشریعہ براہ بریلی ممبئی روانہ ہوئے تو آپ بھی حضرت کی زیارت کے لیے مئو حاضر ہوئے۔ شاہ گنج کے جس ڈبہ میں حضرت صدر الشریعہ سفر کر رہے تھے اسی میں علماء اشرفیہ کے ہمراہ آپ بھی تھے۔ دوران سفر دل میں خیال ہوا کہ بیعت ہو جاؤں لہذا حضرت سے عرض کیا اور آپ نے انہیں بیعت فرمالیا۔ آپ حضرت صدر الشریعہ کے آخری مرید ہیں۔

حج وزیارت:

حضرت قاری صاحب کو مولا قدیر نے دوبارہ حج وزیارت کے شرف سے مشرف کیا۔ پہلا حج آپ نے ۷۶ء میں اور دوسرا حج ۸۷ء میں ادا فرمایا۔

وصال:

آپ کا وصال ۱۵ ر مئی ۱۹۹۶ء کو اچانک ہوا جب کہ آپ وضو بنا کر نماز فجر کے لئے مسجد جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ مبارک پور کے مشہور قبرستان (نوگزے پیر) میں حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ کے قریب مدفون ہوئے۔

مولانا قاضی محمد شفیع اعظمی ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

ولادت اور تعلیم و تربیت:

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب ۱۳۴۴ھ میں قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔
آپ نے ابتدائی تعلیم محلہ کے ایک حافظ صاحب کے پاس حاصل کی، مگر وہ ابتدائی تعلیم کے بعد کامیاب نہیں ہوئے۔ پھر آپ نے دار العلوم اشرفیہ میں داخلہ لے لیا اور یہاں پرائمری تک تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۲ر جمادی الآخرہ ۱۳۵۵ھ میں درس نظامیہ میں داخل ہوئے۔ ۱۳۶۰ھ میں جب حضرت حافظ ملت (علیہ الرحمہ) جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے تو آپ دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف چلے گئے۔ یہاں فاضل معقولات مفتی وقار الدین صاحب سے قطبی اور شیخ المفسرین حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب ازہری سے نفحۃ الیمن وغیرہ پڑھیں نیز محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد صاحب کی تربیت سے فیض یافتہ ہوئے۔

برائے تعلیم دوبارہ مبارک پور واپسی:

۱۳۶۱ھ میں جب حضور حافظ ملت ناگپور سے دوبارہ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے تو آپ بھی بریلی شریف سے مبارک پور چلے آئے۔ ۱۳۶۵ھ میں منقولات و معقولات کی تکمیل کر کے دستار فضیلت حاصل کی۔

تدریس و تنظیم:

فراغت کے بعد ۱۳۶۶ھ میں مدرسہ انوار العلوم تلسی پور ضلع گونڈہ میں بحیثیت مدرس آپ کا تقرر ہوا۔ تقریباً سات سال تک آپ نے اس مدرسہ میں بڑی خوش اسلوبی سے تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۳۷۳ھ میں آپ دارالعلوم شمس العلوم گھوسی ضلع اعظم گڈھ (موجودہ ضلع مئو) میں بحیثیت صدرالمدرسین تدریسی خدمات پر مامور ہوئے پھر تین سال بعد دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کی مسند تدریس پر فائز ہوئے اور تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کے امور بھی انجام دیتے رہے۔

جب دارالعلوم اشرفیہ کے نظام عمل میں تبدیلی ہوئی تو آپ کو ادارہ کا ناظم تعلیم اور نائب ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ آپ نے اپنے دونوں عہدوں کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی نبھایا۔ بعد میں آپ ناظم اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہو گئے۔

علم وفضل:

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب بہترین تدریسی صلاحیت کے مالک اور درس نظامیہ کے جملہ فنون پر دسترس رکھتے تھے۔ خصوصاً عربی ادب میں بڑا کمال تھا۔

قلمی کاوش:

تمام تر مصروفیات کے باوجود آپ کی قلمی کاوش بھی جاری رہی ملک کے متعدد موقر رسائل وجرائد میں آپ کی نگارشات شائع ہو چکی ہیں۔

آپ کی تصنیف "الوسیلة السنیة الی حضرة رب البریه" عوام وخواص میں کافی مقبول ہوئی۔ زیر نظر تصنیف مسئلہ توسل پر ایک مختصر مگر جامع تحریر ہے جس میں قرآن وحدیث کے متفقہ حقائق بیان کیے گئے ہیں اور جس پر قرنہا قرن سے مسلمانان عالم کا تعامل رہا ہے۔

زیر نظر تصنیف سے حضرت علیہ الرحمہ کی زبان وبیان پر قدرت، علمی وقار، وسعت مطالعہ اور قوت استدلال کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آپ کی تحریروں میں ادب کا بانکپن بھی ملتا ہے اور فکر کی گہرائی بھی، ملت کا سوز وگداز اور اہل سنت کی ترجمانی بھی۔

ملی بدحالی اور تہذیب مغرب کے رد میں آپ کے قلم کی کاٹ اور تیور ملاحظہ کیجئے۔

"تہذیب جدید کا یہ کرشمہ ہے کہ قوم ہو یا فرد اخلاقی گراوٹ میں اس طرح مبتلا ہے کہ شریف انسان کو دیکھ کر گھن آتی ہے۔ شرم وحیا، محبت ورحم دلی، مخلوق پروری وغمگساری اور عدل وانصاف وغیرہ اعلیٰ اخلاقی قدروں سے پورا معاشرہ خالی ہو چکا ہے۔ حالانکہ انہیں صفات سے انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ مغربی تہذیب کے دلدادہ لوگوں کے دلوں میں اس تہذیب نے ایسا بیج بویا ہے کہ خدا کے تصور اور مذہب کی قیدو بند سے آزاد ہو گئے۔

فساد قلب ونظر ہے فرنگ کی تہذیب — کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف

پہلا حج وزیارت: ۱۹۷۱ء ۔ دوسرا حج وزیارت: ۱۹۸۴ء

بیعت وارادت:

آپ کو حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی نوراللہ مرقدہ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔

آپ کی عقیدت کے دومراکز:

اپنے عہد کی دو عظیم شخصیات (۱) حضور مفتی اعظم (۲) حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہما سے آپ کی عقیدت عشق و وارفتگی کی حد تک بڑھی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے سرکار مفتی اعظم آپ کے مرشد طریقت تھے جن کی نگاہ کیمیا اثر نے آپ کے دل کی دنیا میں انقلاب پیدا کیا اور تزکیہ نفس کا سامان فراہم کیا۔ اور سرکار حافظ ملت وہ تھے جن کی تعلیم وتربیت نے اس ذرہ خاک کو ہم دوش ثریا کیا اور علم وفکر وفن اور بصیرت کی بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا۔

آپ سرکار مفتی اعظم ہند سے متعلق فرماتے ہیں:

''دنیائے اہل سنت آپ سے اس لیے عقیدت ومحبت رکھتی ہے کہ آپ علم شریعت کے عامل اور عشق رسالت کے حامل تھے۔ خشیت اور تقویٰ وورع کی بنیاد پر آپ کو ہر شخص اپنی روح سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ تقویٰ وطہارت کی شان دیکھ کر اغیار بھی گرویدہ ہوجاتے تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند اس لیے بڑے نہیں تھے کہ آپ اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے تھے بلکہ آپ کو اپنے علم وفن، خشیت الٰہی، عشق رسالت، عبادت وریاضت اور تقویٰ واحتیاط کے کمال نے یہ عظمت مرحمت فرمائی''۔

حضرت حافظ ملت سے متعلق یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

''اس دور میں بھی حق پسند، حق گو بندگان خدا کی کمی نہیں گو ان کے افعال وکردار سے دنیا کما حقہ آشنا نہ ہو مگر تجسس کی نگاہ سے اوجھل بھی نہیں۔ انہیں بندگان خدا میں حافظ ملت کی ذات تھی جن کی پوری زندگی اخلاق فاضلہ ملکات نفسانیہ کی ایک انجمن تھی۔ کسی نے زہد وتقویٰ کو دیکھا تو ریجھ گیا، کسی نے توکل وشان استغنا دیکھی تو گرویدہ ہوگیا، کسی نے سادگی میں سطوت شاہانہ دیکھی تو دامن سے وابستہ ہوگیا، کسی نے اخلاص وللّٰہیت کا مطالعہ کیا تو اسیر ہوگیا، کسی نے خوردوں پر شفقت دیکھی تو فدائی بن گیا۔ الغرض آپ کی کتاب زندگی کا ایک ایک ورق اور حیات کا ایک ایک گوشہ اس قابل ہے کہ اس پر سیر حاصل بحث کی جائے اور قوم کے لیے آپ کے کردار کی ایک دستاویز مہیا کی جائے''۔

وصال:

حضرت علامہ مولانا شفیع اعظمی کا وصال ۱۹۹۱ء میں ہوا۔

مولانا مفتی محمد محبوب اشرفی مصباحی مبارک پوری علیہ الرحمہ

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی درسگاہ سے اولین دور میں اکتساب فیض کرنے والوں میں ایک مشہور نام مولانا محمد

محبوب اشرفی کا بھی ہے مبارک پور کے نواحی قریہ نوادہ میں اندازاً ۱۹۱۷ء میں جناب عبداللہ بن فرید کے گھر اس ہونہار فرزند کی ولادت ہوئی۔ ناز و نعم کے ساتھ پالے گئے۔ صحت و توانا مضبوط جسم، باوقار عالمانہ لباس، شیروانی، علی گڑھی پاجامہ، سلیم شاہی جوتا، خوبصورت پھولدار دوپلی ٹوپی، گلے میں رومال، آنکھوں میں سرمہ کی رنگت، لبوں پر پان کی سرخی، ہاتھ میں نفیس چھڑی، حضرت محبوب العلماء کا یہ وہ خاکہ ہے جو راقم الحروف کے حافظہ پر مرتسم ہے۔ اسی سج دھج کے ساتھ وہ گھر سے باہر نکلتے اور عمر بھر یہی نفاست و پاکیزگی ان کے کردار، اخلاق، خدمات، اور وضع کا جز بن کر رہی۔

ابتدائی تعلیم محلّہ کے مکتب میں میاں جی عبدالغفار صاحب سے پائی اور پھر مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم میں داخل ہو کر حضرت مولانا شمس الحق گجہڑوی علیہ الرحمہ سے فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم پائی۔ اس وقت تک مبارک پور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے قدوم میمنت لزوم سے مشرف نہیں ہوا تھا۔ اراکین مدرسہ نے ان کی ذہانت اور حصول علم کے خداداد ذوق کو دیکھا تو اپنے خرچہ سے انہیں بریلی شریف حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے پاس پڑھنے کے لیے بھیج دیا۔ مولانا موصوف نے کچھ روز وہاں پڑھنے کے بعد، میرٹھ کا رخ کیا۔ مگر چوں کہ اب مبارک پور خود مرکز علم و ادب بن رہا تھا اور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے علمی فیضان کا غلغلہ متلاشیان علم کو اپنی جانب متوجہ کر رہا تھا۔ لہذا مولانا موصوف بھی انہی کے دامن کرم سے وابستہ ہوگئے اور دار العلوم اشرفیہ ہی میں آکر درس نظامیہ کی تکمیل کی۔ افتا بھی سیکھا، محسن قوم حافظ ملت علیہ الرحمہ محبوب العلماء پر خصوصی نگاہ کرم رکھتے تھے۔ مبارک پور میں دیوبندی مولویوں سے آویزش کے دور میں آپ نے اپنی عظیم الشان کتاب ''العذاب الشدید'' اپنے اسی محبوب تلمیذ کے نام طبع کروائی۔

تدریس کے میدان میں قدم رکھا تو حافظ ملت علیہ الرحمہ نے انہیں سب سے پہلے کلکتہ بھیجا۔ مگر آپ وہاں زیادہ دن کام نہ کر سکے باصلاحیت تھے اس لیے ان کے لیے جگہوں کی کمی نہ تھی۔ متعدد مدارس میں آپ نے درس دیا۔ جن میں کے چند نام یہ ہیں:

مدرسہ بحر العلوم مئو، جامعہ فاروقیہ بنارس، احسن المدارس کانپور، دار العلوم غوثیہ اشرفیہ کانپور، مدرسہ ضیاء العلوم خیراباد، نوادہ کے دار القضاء میں بھی آپ نے اخیر عمر میں کچھ خدمات سرانجام دیں۔ افادیت کے لحاظ سے آپ کا طویل ترین زمانۂ قیام کانپور کا تھا۔ جس میں بہت سے قیمتی تلامذہ پیدا ہوئے۔ مشہور تلامذہ کے اسماء یہ ہیں: مولانا عبدالجلیل فتح پوری، مولانا قاری عبدالسمیع کانپوری قاضی شہر، مولانا عبدالرحیم گونڈوی، مولانا جہانگیر بھاگل پوری، مولانا محمد حنیف گورکھپوری، مولانا حافظ معین الدین گونڈوی، مولانا احمد علی گونڈوی، مولانا معین الدین گھوسوی، مولانا خلیق احمد گھوسوی، مولانا نصیر الدین پاکستانی، مولانا تمیز الدین بنگلہ دیشی، مولانا عنایت احمد پاکستانی، مولانا نجم الدین کانپوری۔

حضرت محبوب العلماء اپنے اساتذہ کرام اور مرشد برحق محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ سے قلبی محبت رکھتے تھے، سلف صالحین کے انداز میں زندگی گزارتے تھے، مرشد برحق نے کئی بار آپ کو خلافت دینا چاہی مگر آپ نے یہ کہہ کر معذرت خواہی کی کہ مجھے صرف حضور کی غلامی چاہیے۔ اپنے مرشد حضور محدث اعظم ہند کے علاوہ حضور صدر الشریعہ، مفتی اعظم ہند، صدر الافاضل، علامہ غلام جیلانی گھوسوی، علامہ غلام یزدانی گھوسوی، حضرت حافظ ملت علیہم الرحمہ کی پاکیزہ نفسی اور علمی

وفکری عظمت کا آپ پر بیحد اثر تھا۔آپ کی نظامت میں سرزمین کانپور پر ۱۹۶۳ء میں جو اسلامی کانفرنس ہوئی تھی اس کے روح پرور اثرات اب تک موجود ہیں۔آپ شریعت کے پابند اور خاص طور سے تلاوت قرآن مجید کے شائق تھے۔شنبہ ۳رشوال ۱۴۱۳ھ ۲۷رمارچ ۱۹۹۳ء کو نوادہ مبارک پور میں انتقال فرمایا۔خلف اکبر مولانا محمد احمد اشرفی نے نماز جنازہ پڑھائی۔حضرت عزیز ملت، حضرت بحرالعلوم، علمائے اشرفیہ اور علمائے مبارک پور نے جنازہ میں شرکت کی۔مجبوب العلما نے بشمولیت مولانا محمد احمد اشرفی ۴رصاحبزادے اور دو صاحبزادیاں چھوڑیں۔اللہ تعالیٰ ان پر کروٹ کروٹ رحمت فرمائے۔آمین (ماہنامہ اشرفیہ اگست ۱۹۹۳ء ص ۳۴ر۳۷)

بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی دامت برکاتہم

تلامذہ حضور حافظ ملت میں دو حضرات کو بحیثیت مفتی بہت ہی شہرت ملی ہے۔

ایک حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کو اور دوسرے حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان کو (رب جلیل انہیں تادیر ہم سنیوں کے سروں پر سلامت رکھے۔آمین!)

حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ بیک وقت محدث و مفتی، معلم و مدرس، خطیب و مقرر اور ادیب و شاعر ہیں۔ آپ بھی سیدنا حافظ ملت علیہ الرحمہ کے خاص شاگردوں میں ہیں نیز حضرت حافظ ملت سے آپ کو شرف بیعت بھی حاصل ہے۔آپ کی ولادت باسعادت قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں ۷رربیع الثانی ۱۳۴۴ھ کو ہوئی۔

ابتدائی تعلیم کے لیے کم عمری ہی میں دارالعلوم اشرفیہ میں داخل ہوئے اور ۱۳۶۶ھ میں وہیں سے درس نظامی کی تکمیل کی اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

سلسلۂ درس و تدریس

بعد فراغت ۱۳۶۶ھ ہی میں مدرسہ ''ضیاء الاسلام'' گورکھپور میں صدر مدرس کے عہدہ پر تقرر ہوا۔آپ نے یہیں سے ایک رسالہ ''ایضاء'' بھی جاری کیا۔

ایک سال بعد مدرسہ ضیاء الاسلام سے مستعفی ہوکر کچھ دنوں ''دارالعلوم اشرفیہ'' مبارک پور میں تعلیم دی، اس کے بعد گھر ہی پر مقیم رہے۔ ۱۳۶۸ھ میں آپ ''مدرسہ انوارالعلوم'' تلشی پور (ضلع گونڈہ۔اب ضلع بلرام پور) میں تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً سات سال تک تدریسی فرائض انجام دیئے۔

دوبارہ اشرفیہ میں آمد:

۱۳۷۵ھ میں احباب کے اصرار اور سرکار حافظ ملت علیہ الرحمہ کے حکم پر ''دارالعلوم اشرفیہ'' مبارک پور تشریف لے آئے۔آپ کو درس و تدریس کے ساتھ افتاء کی ذمہ داری بھی سونپی گئی جسے آپ نے بہت ہی حسن وخوبی کے ساتھ

تقریباً ۱۹ سال تک انجام دیا اور ملک و بیرون ملک سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات ارسال فرمائے اور اس طرح آپ نے اپنی فقاہت اور فتوی نویسی کا عمدہ ثبوت پیش فرمایا۔

۱۳۹۶ھ میں آپ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور ایک سے بڑھ کر ایک لائق وفائق تلامذہ پیدا کیے۔

آپ کے تلامذہ میں بہت سے علماء اپنے نام کے ساتھ مصباحی کے ساتھ منانی بھی لگاتے ہیں۔

اس وقت آپ "دارالعلوم شمس العلوم" گھوسی ضلع مئو میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں اور درس وتدریس نیز افتاء کا مقدس فریضہ جاری ہے۔

تصنیفات وتالیفات:

حضرت بحرالعلوم ایک بہترین ادیب ومصنف ہیں بلکہ یہ کہا جائے کہ صاحب طرز ادیب اور انشاء پرداز ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا، ان کے بہت سارے مضامین ومقالات جو ہندوپاک کے مختلف رسائل میں چھپ چکے ہیں اس سچائی کے مظہر ہیں۔آپ کی چند تصانیف کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

(۱) الشاہد (۲) جوابات حاضر وناظر (۳) انوکھی لڑائی (واقعات کربلا سے متعلق) (۴) مسئلہ آمین بالجہر (۵) فتاوٰی بحرالعلوم (زیر طبع) (۶) مضامین بحرالعلوم (چند مضامین کا مجموعہ)

آپ نے امام احمد رضا کے فتاوٰی، "فتاوٰی رضویہ" کے جلدوں کی تدوین فرمائی۔ نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی عربی تصنیف "شمائم العنبر" کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے۔

چند مشاہیر تلامذہ:

(۱) حضرت علامہ مولانا عبداللہ خاں عزیزی (۲) حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی (۳) حضرت علامہ محمد احمد مصباحی بھیروی (۴) حضرت علامہ افتخار احمد (۵) حضرت مولانا صغیر احمد جوکھن پوری (۶) حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی (۷) راقم بدرالقادری (۸) حضرت مولانا محمد حنیف بریلوی (۹) مفتی محمد نظام الدین (۱۰) ڈاکٹر غلام یحیٰی انجم (۱۱) علامہ نصیر الدین پلاموی (۱۲) علامہ محمد اسلم مصباحی گورکھپوری وغیرہم۔

حج وزیارت:

حضرت مفتی صاحب قبلہ کو دوبار حج وزیارت کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

غیر ملکی تبلیغی اسفار:

آپ پاکستان کے تبلیغی دورے پر بھی جا چکے ہیں نیز دو تین بار ہالینڈ کا بھی سفر کیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ شاعر بھی ہیں۔آپ کی چند نعتیں رسائل میں چھپ چکی ہیں۔اس وقت جماعت کے اکابر علماء ومفتیان کرام نیز اساتذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔رب عظیم آپ کو ہم مسلمانان اہل سنت کے سروں پر تادیر قائم رکھے۔آمین!

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم

ولادت اور تعلیم وتربیت:

آپ فقیہ اعظم حضرت صدرالشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور جانشین ہیں۔ آپ کی ولادت قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ (موجودہ ضلع مئو) میں ۲ر شوال المکرم ۱۳۵۸ھ میں ہوئی۔ حضرت صدرالشریعہ قدس سرہ نے آپ کا نام ''ضیاء المصطفیٰ محمد واجد علی'' رکھا۔

ابتدائی تعلیم حضور صدرالشریعہ سے حاصل کی۔ ابتداء سے ہی آپ کی ذہانت وفطانت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ پارۂ عم پڑھتے وقت سورۂ فیل کے سبق میں دریافت کیا کہ یہ ''ابابیل'' یہی تو نہیں جسے ہم دیکھتے ہیں اور ''سجیل'' کا کیا مطلب؟ جب حضرت صدرالشریعہ نے یہ سمجھایا تو آپ نے کہا کیا یہ انہیں ابابیل کا واقعہ ہے جنہوں نے ہاتھیوں کو مار گرایا غالبًا آپ کی والدہ ماجدہ نے کبھی یہ واقعہ سنایا تھا اور وہ اب تک حاشیۂ ذہن میں محفوظ رہ گیا تھا۔ اس پر حضرت صدرالشریعہ بہت ہی مسرور ہوئے اور فرمایا کہ میرا یہ بچہ آئندہ بہت بڑا عالم ہوگا۔ پھر دوسرے سفر حج وزیارت کی روانگی سے قبل حضرت مولانا غلام آسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آپ کو ناگپور بھیج دیا جہاں آپ نے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ہی حضور صدرالشریعہ کے آخری شاگرد ہیں۔

دارالعلوم اشرفیہ میں داخلہ:

شوال المکرم ۱۳۶۹ھ میں درس نظامیہ کی تکمیل کے لیے دارالعلوم اشرفیہ، مبارک پور تشریف لائے اور اپنی محنت اور ذہانت کی وجہ سے ہمیشہ تمام رفقائے درس میں ممتاز رہے۔

حضرت حافظ ملت اور محدث کبیر:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اپنی خصوصی توجہ اور عنایات سے آپ کی تعلیم وتربیت فرمائی چنانچہ ''امور عامہ'' وغیرہ بغیر کسی ساتھی کے آپ کو تنہا پڑھایا اور ۱۳۷۷ھ میں دستار فضیلت حاصل کرنے کے بعد بھی مزید دو سال تک آپ کی تعلیم جاری رکھی اور آپ کی ذہانت کی تعریف فرماتے ہوئے حضرت مولانا سید عبدالحق اعظمی علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ انہیں تنہا امور عامہ پڑھانے میں اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ سو طلبہ بھی ہوتے تو وہ خوشی نہیں ہوتی۔ آپ کے بارے میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کچھ بھی حضرت صدرالشریعہ سے حاصل کیا وہ سب ضیاء المصطفیٰ کو دے دیا چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ۲۲ر سال کی عمر میں ''دارالعلوم فتحیہ'' فرفرہ شریف ضلع ہگلی (بنگال) بحیثیت شیخ الحدیث آپ کو بھیجا۔ وہاں آپ کی عمر کو دیکھتے ہوئے لوگ بہت شکستہ خاطر ہوئے کہ بھلا یہ کیا اس منصب کو سنبھال پائیں گے مگر دوسرے روز بغیر مطالعہ جلالین شریف، مقامات حریری اور بخاری شریف وغیرہ کا جب درس دیا تو سب دنگ رہ گئے اور آپ کے گرویدہ ہوگئے۔ تقریباً دس سال تک وہاں بحیثیت شیخ الحدیث تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، اس کے بعد بنگال کی سنیت کی حیات تازہ کے لیے آپ نے بے پناہ

جدوجہد کے بعد ہوڑہ میں "دارالعلوم ضیاء الاسلام" قائم کیا جو آج بھی دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔

اشرفیہ میں تقرری:

۱۳۹۲ھ میں حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی جگہ پر آپ کو بلا کر مقرر فرمایا۔ آپ کو درس نظامیہ کے جملہ فنون پر مہارت تامہ حاصل ہے خصوصاً فن حدیث میں ایسا ملکہ ہے کہ علمی حلقوں میں آپ محدث کبیر کے خطاب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ علمی صلاحیت اور تحقیقی امور میں اکابر علما نے بھی آپ کا لوہا مانا چنانچہ جب امریکی خلا بازوں نے چاند پر پہنچنے کا دعویٰ کیا تو بریلی شریف میں اس کی شرعی تحقیق کا کام آپ کے ذمہ سپرد کیا گیا اس سے آپ کی علمی لیاقت اور تحقیقی قوت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ کا انداز تدریس حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا جلتا ہے اور آپ زبردست تدریسی صلاحیت کے مالک ہیں۔ آپ عرصہ دراز تک الجامعۃ الاشرفیہ کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہنے کے بعد اب اس سے دست بردار ہو کر اپنا قائم کردہ ادارہ الجامعۃ الامجدیہ چلا رہے ہیں۔ اور اسی میں شیخ الحدیث بھی ہیں شعبۂ بنات پورے ہندوستان میں انقلابی انداز کا مدرسہ نسواں ہے جس کی عالمات وفاضلات سے ملک بھر میں خواتین کے اندر علمی وفکری بالیدگی اور دینی حرارت پیدا کیے ہوئے ہے۔ یہ شعبہ حضور ثانی جان علیہا الرحمہ (اہلیہ حضور صدرالشریعہ) کے حکم پر قائم ہوا۔

تقریر وخطابت اور تحریری صلاحیت:

آپ کی خطابت کی دھوم نہ صرف پورے ملک بلکہ پاکستان سے لے کر متعدد یورپی اور افریقی ممالک میں بھی ہے آپ کی تقریر علمی تقریر ہوتی ہے اور عوام وخواص دونوں کے دلوں میں اتر جاتی ہے۔ گو تحریری کام کا آپ کو مختلف مصروفیات کی وجہ سے موقع نہیں ملا تاہم آپ تحریری صلاحیت کے بھی مالک ہیں۔ ملک کے موقر جرائد میں آپ کے متعدد علمی مقالات ومضامین شائع ہو کر داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

بیعت وارادت:

آپ کو حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہ سے بیعت وخلافت اور صحاح ستہ ودیگر کتب میں اجازت حاصل ہے۔

آپ ایک مرشد طریقت بھی ہیں۔ ہندوپاک، افریقہ وچند یورپی ممالک میں آپ کے مریدین کا اچھا خاصہ حلقہ بھی ہے۔

حج وزیارت اور غیر ملکی تبلیغی دورے:

حضرت محدث کبیر کو حج وزیارت کا کئی بار شرف حاصل ہو چکا ہے۔ آپ نے دوبئی، کویت، پاکستان، برطانیہ، ہالینڈ، افریقہ وامریکہ کے تبلیغی دورے بھی کیے ہیں اور اب بھی غیر ممالک کے تبلیغی دوروں کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

مدارس کی سرپرستی:

آپ ملک کے متعدد مدارس کی سرپرستی بھی فرمارہے ہیں خاص طور سے دارالعلوم ضیاء الاسلام آپ کی زیر سرپرستی

پروان چڑھ رہا ہے۔ علاوہ ازیں گھوسی میں ''جامعہ امجدیہ رضویہ'' اورلڑکیوں کے مدرسہ ''کلیۃ البنات الامجدیہ'' کے بانی اورسرپرست بھی آپ ہی ہیں۔

آپ کے تلامذہ کا سلسلہ ملک اور بیرون ملک کثیر تعداد میں پھیلا ہوا ہے۔

رب عظیم آپ کو ہم سنیوں کے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔ آمین!

حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی

ولادت اور تعلیم وتربیت:

حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں صاحب کی ولادت شب یکم رجب المرجب ۱۳۵۷ھ میں کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد (موجودہ ضلع امبیڈکرنگر) میں ہوئی۔ آپ حضور محدث اعظم حضرت مولانا سید شاہ محمد اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے ہیں۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہ العزیز سے حاصل کی بعدہ ۱۳۷۱ھ میں تحصیل علوم کے لیے دارالعلوم اشرفیہ، مبارک پور تشریف لائے اور فارسی کی کتابوں سے تعلیم شروع کی۔ جلد ہی اپنی محنت وجانفشانی اور ذہانت وفطانت کی وجہ سے طلبہ میں مقبول اور اساتذہ کے منظور نظر ہوگئے۔ آپ نے تیزی کے ساتھ تمام تعلیمی مراحل طے کرکے ۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ میں درس نظامیہ کی تکمیل کی۔

آپ کا شمار اشرفیہ کے مشہور فارغین اور حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔

دورۂ انگلستان:

آپ نے ۱۹۷۴ء میں انگلستان کا پہلا دورہ کیا اور مسلسل چار ماہ تک ۳۵ر شہروں میں وعظ وتقریر نیز بیعت وارشاد کے ذریعہ اہم دینی تبلیغی خدمات انجام دیں۔ دوبارہ ۱۹۷۶ء میں پھر بہت ہی مؤثر انداز میں اسلام کا تعارف پیش کیا۔ انگلستان کی جمودی کیفیت اور سنیت کی اشاعت کے لیے ''مرکزی جماعت رضائے مصطفیٰ یو۔کے'' نام سے ایک تنظیم قائم کی جس نے اپنے اشاعتی پروگرام کی ابتدا آپ کے خطبات کے مجموعہ بنام ''خطبات برطانیہ'' سے کی۔

برطانیہ کے علاوہ دیگر یورپی اور افریقی ممالک کے بھی دورے کیے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ملک اور بیرون ملک آپ کے مریدین کی کثیر تعداد ہے۔

بیعت وارادت:

آپ کو اپنے والد ماجد حضرت محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ سے بیعت وخلافت واجازت کا شرف حاصل ہے۔

تصنیفی خدمات:

آپ مصنف وادیب وانشا پرداز اور اچھے شاعر بھی ہیں۔ ملک وبیرون ملک کے رسائل وجرائد میں آپ کے مضامین

ومقالات شائع ہوکر مقبول ہوئے ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ چند تصانیف کے اسما یہ ہیں:

(۱) اسلام کا تصور الٰہ اور مودودی صاحب (۲) اسلام کا نظریۂ عبادت اور مودودی صاحب (۳) دین اور اقامت دین (۴) اسلام کا نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس (۵) مسئلہ حاضر وناظر (۶) فریضۂ دعوت وتبلیغ (۷) اشترا کی سوالات کے اسلامی جوابات (۸) التحقیق البارع فی حقوق الشارح کی مکمل شرح الاربعین الاشرفی، وغیرہ۔

آپ بہت ہی عالی ظرف اور اعلیٰ خاندان، خانوادۂ اشرفیہ کے چشم وچراغ ہیں۔ علم وتحقیق کے میدان کے شہسوار اور جماعت اہل سنت کی ایک معروف ومشہور ومقبول شخصیت ہیں۔

☆☆☆



دوسرا باب

حافظ ملت عادات و اخلاق کے آئینے میں

پابندی اخلاق میں چہرہ متبسم
خوں ناب ہے دل امتِ مرحومہ کے غم میں
اللہ رے پابندی سنت کا توازن
جھڑتے ہیں تبسم کے گہر شدت غم میں

(بدر)

حافظ ملت عادات واخلاق کے آئینے میں

حافظ ملت اخلاق کا پیکر تھے ۔ یہ بات غلط نہیں کہ اچھے اخلاق کے بغیر انسان قبولیت عام نہیں پاتا۔صفات حمیدہ اور خصائل حسنہ سے انسان کے ہر کام میں استحکام ،پختگی اور اثر انگیزی دو چند ہو جاتی ہے ۔ حافظ ملت ایک عالم ربانی، ایک مرشد طریقت ،ایک مدرس، ایک خطیب، ایک عظیم اسلامی دانشگاہ کے سربراہ اعلیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی فلاح و بہبود کے لیے انتھک کام کرنے والے سماجی کارکن بھی تھے ،ان کا رابطہ انسانی طبقات میں سے ہر طبقہ سے رہتا تھا اور اپنی حاجات وضروریات کے لیے ان سے دوست ودشمن ہر طرح کے لوگ ملتے تھے ۔اور جو بھی ان سے مل لیتا وہ ان کی صحبت کا اثر قبول کیے بغیر نہ رہتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود اس شعر پر عامل تھے ۔

اخلاق سب سے کرنا تسخیر ہے تو یہ ہے
خاک آپ کو سمجھنا اکسیر ہے تو یہ ہے

وہ اسلامی اخلاق وآداب کے معلم بھی تھے اور اس پر عامل بھی، اسلامی اخلاق انسانی زندگی کے تمام گوشوں کو محیط ہے جو انسان اس سانچے پر ڈھل جائے اس کی عادتیں، اطوار، مہذب ہو جاتے ہیں۔ اور وہ صداقت ودیانت کا نمونہ بن جاتا ہے ۔حافظ ملت کی تحریری یادگاروں میں اخلاقیات کے متعدد موضوعات پر نہایت جاندار مضامین پائے جاتے ہیں جن میں انہوں نے قوم کو مخاطب کیا ہے مگر جب ہم بغور جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں ان کی تحریروں کے اندر خود ان کی زندگی کی تصویر نظر آتی ہے اور اہل صفا خدمت خلق ہی کو طریقت کا نام دیتے ہیں۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادۂ و دلق نیست

حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری فرماتے ہیں:

”حضرت کی رفعت اخلاق کا یہ عالم تھا کہ ہر کس وناکس اپنے آپ کو حضرت کا مقرب ومقبول شمار کرتا۔ جو لوگ آپ کی ایذاء رسانی میں کسر نہ اٹھا رکھتے جب ان سے بھی ملاقات ہوتی تو آپ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے ۔

(المصباح ص ۱۳)

حافظ ملت کے اخلاق واوصاف سے متاثر ہو کر حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا تھا۔

”بعض لوگوں نے انہیں استاذ العلما جلالۃ العلم ہی سمجھا۔لیکن وہ میری نظر میں عارف باللہ اور اللہ کے ولی ہیں۔ علم ظاہر وباطن کے ایسے سنگم جہاں ہر پیاسے کو پانی ملے ۔ وہ استاذ العلما کی ذات گرامی ہے، ایک ایسا عابد شب زندہ دار کہ زہد وتقویٰ وپارسائی جس کے دامن کی حسین جھالریں ہیں“

”زمین پر آنکھیں بچھائے اس طرح گزر جائیں کہ فرش وعرش کی کائنات انہیں دیکھے، لیکن ان کی خدا شناس نگاہوں کو کوئی کچھ نہ کہہ سکے“

''لباس میں ایسی سادگی جس سے عالمانہ وقار پھوٹ پھوٹ کر برستا ہو''
''گفتار میں ایسی نرمی اور مٹھاس گویا ہونٹوں سے پھول جھڑ رہے ہوں''
''ایسے کریم وشفیق کہ بچے انہیں پاکر ماں کی گود بھول جائیں''
''اپنے بزرگوں کے ایسے ادب شناس کہ اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا وصدرالشریعہ حضرت مولانا امجد علی علیہاالرحمۃ والرضوان کا نام سنتے ہی اپنی گردن جھکالیں۔ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند ودیگر اکابر اہل سنت کے تذکرہ پراپنی والہانہ مسرت کا اظہار، یہ حافظ ملت کی خصوصی ادائے محبت تھی''۔

اپنائیت:۔

حافظ ملت کے تلامذہ اور اہل ارادات میں بیشمار ایسے خوش نصیب لوگ بھی ہیں جن کے گھر کو حافظ ملت اپنا گھر سمجھتے تھے اوراس گھر اور گھر والوں کی خوشی اورغم ہر ایک میں برابر شریک ہوتے تھے۔ کبھی ان علاقوں میں دورہ ہوتا تو کبھی پہلے سے اطلاع فرماکراوراگرناگہانی سفر درپیش ہوتا تو یک بیک تشریف لے جاتے۔ اور یہ تخصیص محض بڑے شہروں اور بادسائل قصبات تک نہیں تھی بلکہ بعض نہایت پسماندہ دیہاتوں تک حافظ ملت بلا تامل اپنے اخلاق کریمانہ کے قدموں سے چل کرتشریف لے جاتے تھے۔

ازخودعنایت:۔

مولانا عبداللہ خاں عزیزی، حافظ ملت کے شاگرد بھی ہیں اور نہایت عقیدت کیش مرید بھی وہ بیان کرتے ہیں:

''میرا غریب خانہ ضلع گونڈہ بھانبھر کے اس حصہ میں واقع ہے جہاں سے نیلے آسمان سے پہاڑ (ہمالیہ) کی چوٹیاں گویاسرگوشی کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ اس پہاڑی علاقے میں آمدورفت کی سہولتیں ہندوستان جیسے ترقی پذیر ملک میں اب تک معدوم ہیں۔ لیکن حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ بارہا غریب خانے پرتشریف لے گئے اوراپنی نوازشوں کی بارش کی۔ بعض اوقات کسی اطلاع سابق کے بغیر ہمارے گاؤں کواپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے موسم برسات میں حضرت پیدل پچپڑوا اسٹیشن سے تقریباً ۴رمیل کا راستہ طے کرکے ہمارے گاؤں ناؤڈیہہ تشریف لائے۔ میں نے عرض کی کہ حضرت پیدل چلنے کی زحمت فرماتے ہیں اگرآپ اطلاع دیتے تو خادم کم ازکم بیل گاڑی کا انتظام کردیتا۔

ارشاد ہوا۔ گھر آنے کے لیے اطلاع دینے کی چنداں ضرورت نہیں محسوس کرتا۔ آپ کا گھر میرا گھر ہے''

محبّ گرامی مولانا احمد رضا صاحب آفس انچارج الجامعۃ الاشرفیہ جو دارالعلوم اشرفیہ سے سند فراغ پانے کے بعد ہی سے ادارہ کی خدمت پر مامور ہیں اور بفضلہ تعالیٰ پابندی وقت، احساس ذمہ داری، اور ادارہ کی بہی خواہی اور محبت کے جذبہ سے سرشار ہیں بیان کرتے ہیں:

''وصال سے ایک روز قبل حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ادارہ کے تمام اسٹاف کو اپنے دولت کدہ پر مدعو فرمایا۔ خورد و نوش کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ کے تمام مدرسین اور ملازمین کو اپنی اپنی ذمہ داریاں بحسن وخوبی نبھاتے رہنے کی تلقین بھی کی نیز سابقہ حسن کارکردگی پر حوصلہ افزا کلمات سے نوازا اور دعائیں دیں۔

سب لوگ مصافحہ کر کر کے رخصت ہوئے۔ میں نے سوچا کئی روز سے میں نے حاضری نہیں دی ہے۔ لہذا سب سے آخر میں مصافحہ کروں گا۔ خیریت دریافت کر کے پھر جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ مصافحہ کرنے کے لیے میں نے جب حضرت کا دست مبارک پکڑا تو حضرت دیر تک خود میرا ہاتھ تھامے رہے فرمایا۔ ماشاء اللہ! آپ ہیں۔؟

پھر خود ہی دریافت کرنے لگے ''فاطمہ تبسم کیسی ہے؟ (مولانا محترم کی بڑی صاحبزادی حضرت فخر القراء مولانا قاری محمد یحیٰ صاحب علیہ الرحمہ کی نواسی جس کو حافظ ملت بیحد پیار فرماتے تھے) مولانا کو بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور صاحبزادی کے لیے از خود ایک تعویذ لکھ کر عنایت کیا۔ پھر رخصت کیا۔ اسی کے دوسرے دن یہ خبر غم ملی کہ حضرت کا انتقال ہو گیا''

یہ میرے روز کے ہیں:۔

سفر بمبئی فرماتے تو عام طور پر جناب سیٹھ شمس الحق علیمی صاحب مرحوم کے مکان پر قیام ہوتا۔ الجامعۃ الاشرفیہ کے چندہ کا وفد بمبئی پہونچا تو بکل صاحب نے خواہش کی کہ حضرت کسی اعلی ترین علاقہ میں قیام پذیر ہوں جہاں بڑے بڑے اہل ثروت آنے میں کراہت نہ محسوس کریں حضرت نے فرمایا: وہاں یہ مخلص لوگ کہاں ملیں گے؟ مالدار لوگ تو آئیں گے چلے جائیں گے۔ یہ میرے روز کے ہیں''

ایک نئی راہ بن گئی دل میں
تم نے اپنا جو کہہ کے یاد کیا
بدر

حافظ ملت کے اخلاق عالیہ کی ایک طویل داستان بیان کرنے کے بعد حضرت کے ہم درس، استاذ بھائی اور معاصر عالم دین، رئیس الواعظین حضرت علامہ محمد عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ نہایت بیباکانہ دوٹوک فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔

''میری نگاہ نقد و نظر میں یہ حقائق حافظ ملت کی کتاب زندگی کے اتنے زرین اور تابناک اوراق ہیں کہ ان کی چمک دمک کے مقابل کشف و کرامات کے سیکڑوں دفتر اوراق پارینہ کے بنڈلوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اور میرے خیال میں یہ حقائق حافظ ملت کی وہ ممتاز خصوصیات ہیں جو ان کے آسمان زندگی میں ستاروں کی طرح چمکتی اور ان کے چمنستان حیات میں پھولوں کی طرح مہکتی رہیں گی۔ اور در حقیقت ان حقائق سے چشم پوشی قاضی قلم کی منصف مزاج کچہری میں اتنا ہی بڑا اور سنگین جرم ہے جتنا کہ آنکھیں بند کر کے آفتاب عالمتاب کی روشنی کا انکار کرنا۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۹۰)

محب گرامی حضرت مولانا محمد احمد مصباحی لکھتے ہیں:

''اب ان کے اخلاق گرانمایہ کو دیکھئے، علم وفن کی گہرائی، تحقیق وتدقیق کی گیرائی اور تعلیم وتدریس کی جولانی صرف اہل نظر کو متاثر کرتی ہے لیکن اخلاق ومروت کی شمیم جاں فزا ہر خاص وعام کے دل میں گھر کرتی ہے۔ اخلاق وکردار ہی وہ آئینہ ہے جس میں انسان کے باطن کا عکس بہت صاف دکھائی دیتا ہے۔ حافظ ملت ہمدردی وغمگساری، تواضع و انکساری، بلند ہمتی وعالی ظرفی، چشم پوشی ورواداری، صاف دلی وقدر افزائی، سخاوت وفیاضی، شجاعت وپامردی وغیرہ ہر وصف میں اس درجۂ کمال پر تھے کہ اس کمال کا ایک وصف بھی کسی میں اتر آئے تو اسے امتیاز واختصاص کے آسمان پر پہونچانے کے لیے کافی ہو'' (انوار حافظ ملت ص۱۲)

رفیق محترم حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی بانی ''دارالقلم'' دہلی رقمطراز ہیں:

''آپ کے اندر قوت اخلاق کی بے پناہ کشش تھی۔ اور ہر عالم وعامی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ تمام سہولتیں ہوتے ہوئے بھی انکسار نفس کا یہ عالم تھا کہ چائے خود اپنے ہاتھ سے بنایا کرتے تھے۔ بوقت ضرورت کپڑے بھی سل لیا کرتے تھے۔ اور اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں بڑی فرحت ومسرت محسوس کیا کرتے تھے''

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۳۹۷)

معاصر علما میں سے ایک صاحب پس پشت شکایات کر کر کے حافظ ملت کو ایذا دیتے رہتے تھے ایک بار کا واقعہ ہے آپ ٹرین سے سفر کر رہے تھے کہ کسی نے آکر انہی صاحب کے بارے میں خبر دی کہ وہ بھی اسی ٹرین سے محو سفر ہیں۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ اگلے اسٹیشن پر اپنے ڈبہ سے اتر کر ان کے پاس گئے۔ ملاقات کی اور پورا سفر انہی کے ساتھ رہے۔ اور ان میں اس بات کا شائبہ بھی نہ گزرنے دیا کہ ان کی کوئی بات حضرت تک پہونچی ہے۔

صبر وتحمل:۔

حافظ ملت کو ان کی پرخار زندگی میں قدم قدم پر کانٹے ہی ملے مگر انہوں نے صبر وتحمل سے کام لے کر ہر سختی کو آسان کرلیا۔ بقول شاعر

غم سے جب خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے غم
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

صبر کے بارے میں حافظ ملت کی نوک قلم نے کیا انمول موتی بکھیرے ہیں ذرا انہیں بھی ملاحظہ فرمائیے۔

''صبر کا اجر بے شمار ہے، بے حساب ہے، صبر کامیابی اور نصرت الٰہی کا سبب ہے۔ اسی لیے بہت مرتبہ صابرین کی تھوڑی تعداد بھی غالب ہوئی اور صابرین کو سرداری وپیشوائی ملی۔ غور تو کرو صبر پر بے حساب اجر کا وعدہ ہے۔ صبر پر نصرت الٰہی اور امداد غیبی کا وعدہ ہے۔ صبر پر فتح دینے کا وعدہ ہے۔ (ارشاد القرآن ص۱۶)

یہ کہنا درست ہوگا کہ حضرت حافظ ملت کے صبر وتحمل، شکیبائی وبردباری نے ہی ان کی راہ سے ہر روڑے کو ہٹادیا

اورانہیں ان کے مقصد میں کامیاب کیا۔

رفیق گرامی مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی فرماتے ہیں:

مخالفتوں کی پیہم یلغار میں بھی صبر وشکیب اور ضبط وتحمل کا دامن کبھی نہیں چھوڑا، اوراپنے کسی عمل سے بھی ناشکیبائی کا کبھی اظہار نہیں کیا۔ مشکل رکاوٹوں کے درپیش آنے پر بھی ایفائے عہد کرنا اپنا اولین فرض تصور کرتے اور عہد و پیان کو غفلت وکوتاہی کی نذر نہ ہونے دیتے۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۳۹۷)

آپ خود صبر وتحمل کے پیکر تھے اور لوگوں کو بھی اس کا درس دیتے تھے۔ جناب شیخ مزمل اللہ صاحب کو تلقین صبر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بندہ کا کام معبود کی یاد ہے۔ اسی سے دعا کرنا ہے یہی شان بندگی ہے۔ نماز دعا وظیفہ، یہ رائگاں نہیں جاتے۔ فائدہ ہوتا ہے اورضرور فائدہ ہوتا ہے۔ کسی ہمدرد کا ملنا اور گردش کے وقت ذرا بھی سہارا دینا بڑی بات ہے۔ رب العالمین ارحم الراحمین ہے۔ اس کے حبیب رحمۃ للعالمین ہیں۔ ان کی یاد اوران سے دعا لغو اور بیکار نہیں۔ البتہ بندہ کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ رب کریم اوراس کے حبیب رؤف ورحیم پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ دنیا تنگ ہو۔ ہوسکتا ہے۔ لیکن آخرت کشادہ ہے۔ میری دعا ہے خداوند کریم آپ کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"۔

(مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ۔ آسام، یکم ربیع الاول ص ۹۴ھ)

موصوف ہی کو ایک اور مکتوب میں رقمطراز ہیں:

"آپ نے خود ہی لکھا ہے کہ مشیتِ ایزدی میں چارہ نہیں ہے۔ بات حق ہے اس پر صبر وشکر کرنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ لڑکا ہو یا لڑکی وہ اپنی قسمت ساتھ لاتا ہے۔ خداوند کریم کا ہر حال میں شکر ہی کرنا چاہئے۔

(مکتوب حافظ ملت ۱۶ ذوالحجہ ۸۷ھ)

تواضع اورانکساری:۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "من تواضع للہ رفعہ اللہ" اللہ کے لیے انکساری کرنے والے کو خدا سر بلند کرتا ہے۔

آج کل کے زمانے میں لوگ اونچے تعارف اور مبالغہ آمیز تعریف سے خود کو متعارف کرانے کی کوشش کرتے ہیں حضور حافظ ملت قدیم اصول تواضع وانکسار کے پورے پابند تھے بلکہ ان کی انکساری کا تو یہ حال ہے کہ اپنے خردوں کو خود سے بڑھا دیتے بعض تلامذہ کے بارے میں فرماتے "میاں یہ مجھ سے بھی قابل ہیں" محبّ محترم جیسے القاب جو عام طور سے لوگ اپنے دوستوں کو لکھتے ہیں حضرت اپنے تلامذہ اور چھوٹوں کو تحریر فرماتے۔

حیا:۔

حیا مومنانہ زندگی کا زیور ہے۔ حافظ ملت اس حلہ ایمانی سے آراستہ تھے راستہ چلتے تو نگاہیں نیچی رکھتے۔ فرماتے

ہیں لوگوں کے عیوب نہیں دیکھنا چاہتا، اپنے گھر میں ہوتے پھر بھی حیادارانہ انداز ہوتا۔ بچیاں جب بڑی ہوگئیں تو اپنے گھر میں بھی بڑے احتیاط سے رہتے ایک مخصوص کمرہ تھا جس میں قیام فرماتے۔ نکلتے اور جاتے وقت نظر محتاط رکھتے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت چھڑی زمین پر زور سے مارتے تاکہ آواز پیدا ہو اور گھر کے لوگ خبردار ہو جائیں۔ غیر محرم عورتوں کو کبھی سامنے نہ آنے دیتے کسی کو داخل سلسلہ فرماتے تو اپنے رومال کا ایک حصہ پردے کی اوٹ میں دیدیتے، بمبئی میں سیٹھ عبدالمجید صاحب مرغی محلہ کے مکان میں قیام پذیر تھے بلڈنگ میں رہنے والی عورتوں نے مشہور کردیا کہ مولانا صاحب عورتوں سے پردہ کرتے ہیں لوگوں سے شدہ شدہ یہ بات حضرت تک پہونچی۔ فرمایا۔

کیا کیا جائے یہ ایک اچھی چیز ہے عورتوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے اپنا لیا۔

ایفائے عہد:۔

وعدہ کرکے نبھانا مومن کامل کی ایک اہم نشانی ہے فرمان رسول ''اذا وعد وفا'' کے مطابق مسلمان کا طرۂ امتیاز ہے۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ مریض ہوں یا باصحت نزدیک ہوں یا دور اپنے وعدہ کی پابندی کو اولین ذمہ داری کے طور پر ادا کرتے تھے۔

حافظ ملت کو قوم وملت کا درد دے کر نہیں بلکہ درد بنا کر بھیجا گیا تھا۔ انہیں کروٹ کروٹ اپنی قوم کی ترقی، اپنے مذہب کے ارتقاء کا درد بے آرام کیے رہتا۔ وہ ہر حال میں غلبۂ اسلام اور فلاح ملت کے خواہاں تھے۔

ایک بار کا واقعہ ہے۔ آپ نے گورکھپور کے جلسہ کی دعوت قبول کرلی مگر وقت پر طبیعت ایسی علیل ہوئی کہ سفر مشکل ہوگیا۔ بخار سے تپتا ہوا بدن، بس کا دشوار گذار سفر۔ لوگوں نے منع کیا کہ حضور بخار شدید ہے، سفر سے مزید تکلیف بڑھ جائے گی، آرام فرمائیں مگر قوم وملت کا درد رکھنے والے اس محسن نے کسی کی بات نہیں مانی اور ارشاد فرمایا: ہاں رک جانا چاہیے مگر میں نے وعدہ کرلیا ہے، نہیں پہنچوں گا تو غریبوں کا دل ٹوٹ جائے گا، مذہب کا نقصان ہوگا۔ ہاں، ہاں یہ ایفائے وعدہ ہی تھا۔ آخر حضرت نے اس عالم میں بھی جلسہ نہیں چھوڑا۔

ایک بار نوادہ میں ایک میلاد شریف کے لیے دعوت قبول کرلی اس سے پہلے دن کہیں باہر جلسے میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے بھیڑ بہت زیادہ تھی ٹرین اور پلیٹ فارم پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی حضرت نے جب دیکھا کہ ٹرین میں جگہ ملتی نظر نہیں آتی تو اپنا بستر اور ناشتہ دان کھڑکی کی سلاخوں میں رومال سے باندھ دیا اور خود کسی طرح ڈبہ میں گھس پڑے مئو تک کا سفر کھڑے کھڑے کٹا رات کو تقریبا ساڑھے نو بجے سٹھیاؤں اسٹیشن پر اترے تو سواری ندارد بستر اور سامان لیے ہوئے پیدل ہی مبارکپور چل پڑے اور سوا دس بجے تک اندھیری رات میں گھر پہونچے اور طلبہ کے ساتھ لالٹین کی روشنی میں فورا نوادہ پہونچے میلاد شریف ہو رہا تھا آپ سیدھے اسٹیج پر پہونچے اور شاندار تقریر فرمائی۔ باوجودیکہ صبح سے اس وقت تک کچھ نہ کھایا تھا چوں کہ ناشتے سے قبل چل پڑے تھے دوپہر کا کھانا ٹرین کے رش نے لے لیا اور نوادہ ایسے وقت پہونچے کہ لوگوں نے سمجھا کہ کھا ہی کر آئے ہوں گے مگر زور تقریر میں بھوک کی شدت کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔

ملک کے اندر متعدد ایسے سالانہ اجلاس تھے جن میں حافظ ملت کی تشریف ارزانی ہوتی تھی۔ جمشید پور مدرسہ فیض

العلوم کے جلسۂ سالانہ میں شرکت کا وعدہ فرمایا تو ہر حال میں اس کی پابندی فرماتے رہے علامہ ارشد القادری صاحب جو اس سلسلہ میں حضرت کے داعی ہیں خود جمشید پور میں موجود رہے یا نہ رہے حافظ ملت اپنے عہد کی زنجیر تھامے علالت ہو یا بے فرصتی ہر رکاوٹ عبور کر کے تشریف لے جاتے ۔حضرت مولانا نعمان خاں اعظمی کے وطن دیوگاوں کا جلسہ میلادالنبی اس میں بھی حضرت ہر سال تشریف لے جاتے تھے ۔جن جلسوں کے لیے آپ وعدہ فرمالیتے اپنی بیماری، علالت اور کمزوری کا لحاظ کیے بغیر وہاں جانا ضروری سمجھتے ۔جناب حکیم محمد یوسف صاحب بستوی بیان کرتے ہیں ۔

ایک بار حضرت بیماری کی حالت میں دارالعلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ ضلع بستی کے جلسہ میں تشریف لے گئے تھے ۔صدرالمدرسین حضرت مولانا اعجاز احمد خاں صاحب نے بخار کی شدت کی وجہ سے حضرت کی قیام گاہ پر ایک آدمی کا پہرہ لگا دیا تھا کہ کوئی مل نہ سکے ۔اور حضرت کو آرام مل سکے ۔ میں حسب عادات بسڈیلہ پہونچا تو معلوم ہوا حضرت کو سخت بخار ہے آرام کی سخت ضرورت کے پیش نظر کسی کو ملنے نہیں دیا جارہا ہے ۔میری بےچینی بڑھی اور حضرت کی قیام گاہ پہونچ گیا۔ دروازہ کھولنا چاہا تو موجود پہرہ دار نے روکا۔ میں نے اس کو ڈانٹ دیا اور اندر داخل ہو گیا۔سلام عرض کیا۔اور دست بوسی کے وقت حیرت میں پڑ گیا کہ حضرت کا ہاتھ تپ رہا تھا۔اور بخار ۱۰۲ ڈگری سے کم ہرگز نہیں تھا۔(انوار حافظ ملت ص ۶۸)

باب اخلاق میں ایفائے عہد کی بڑی اہمیت ہے ۔ایفائے احد سیرت نیک اور کردار بندہ کا امر جز ہے ۔قرآن مجید کا ارشاد ہے ۔واوفو بعهد ان العهد كان مسؤلاه ،اور عہد پورا کرو ۔ بیشک عہد سے سوال ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فلاح یافتہ لوگوں کے جو اوصاف بیان فرمائے ان میں ایفائے عہد بھی ہے ۔(قرآن مجید سورہ مومنون پارہ ۱۸ آیت ۱ تا ۹)

اس ضمن میں حدیثیں بھی آئی ہیں ۔اسلاف کرام وعدے کی اہمیت سمجھتے تھے اور حتی المقدور اس کو پورا کرنے کی کوشش فرماتے ۔یہاں پر استاذ الاساتذہ جلالۃ العلم ومخدومی حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایفائے وعدہ کا ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جو یقیناً ہمارے لئے موجب عبرت ونصیحت ہے ۔اس واقعہ کے راوی جناب ملاجی مشتاق احمد صاحب کے پیڈیا نگلہ ضلع مرادآباد ہیں ۔آپ حضور حافظ ملت کے مرید ہیں ۔انھوں نے یہ واقعہ مجھے ۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ کو اپنے دولت خانہ پر سنایا تھا۔پیڈیا نگلہ قصبہ بھوجپور ضلع مرادآباد سے شمال میں واقع ہے ۔مرادآباد سے کاشی پور کو جو ریلوے جاتی تھی وہ اس کے قریب گزرتی ہے ۔ٹرین کے ذریعہ سفر کریں تو یہ بستی (پیڈیا نگلہ ہالٹ) اتر کر مغرب میں معمولی فاصلہ پر ہے لیکن بس کے راستے سے جائیں تو سلطان پور اتر کر جانب مشرق پانچ کلومیٹر تک پیدل چلنا پڑتا ہے ۔درمیان میں ڈھیلا نام کی ایک ندی بھی پڑتی ہے ۔

ملاجی بیان کرتے ہیں کی ٹھیک ٹھیک تو یاد نہیں آتا ۔اندازہ یہ ہے کہ ۴۰۔۴۵ سال پہلے کی بات ہوگی کہ حضور حافظ ملت بھوجپور تشریف فرما تھے ۔میں نے حاضر بارگاہ ہو کر غریب خانہ پر دعوت کی درخواست پیش کی ۔حضور حافظ ملت میرے غریب خانے پر دو بار تشریف لائے ۔یہ دوسری مرتبہ کا واقعہ ہے ۔بالفاظ ملاجی: حضرت حافظ ملت دعوت رد نہیں فرماتے تھے ۔آپ بلاشبہہ بزرگوں کے حسن واخلاص کا اعلیٰ نمونہ تھے ۔

حضور حافظ ملت نے میری دعوت کو شرف قبول بخشا، اور ایک معین دن میں دو پہر والی ٹرین سے تشریف لانے کا وعدہ فرما لیا۔ میں اور کچھ دوسرے معتقدین وقت معین پر اسٹیشن پہونچے لیکن حضور حافظ ملت تشریف نہ لائے۔ محرومی کا احساس تو ہوا لیکن الحمد للہ ہمارے دل میں آپ کی طرف سے کوئی ناگواری یا شکایت پیدا نہ ہوئی۔ ہم سمجھ گئے کہ ضرور کوئی مجبوری پیش آئی ہوگی جس کی وجہ سے ہم دیدار سے محروم رہے۔

اسی دن عصر کے بعد کا وقت تھا۔ گھر کے بچے بستی سے باہر کھیل کود میں مشغول تھے۔ انھوں نے گھر آکر شور مچایا کی بڑے مولوی صاحب آرہے ہیں۔ اس وقت بھوجپور اور قرب جوار میں آپ کو عام طور پر بڑے مولوی صاحب ہی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ پہلے تو اسے بچوں کی بڑ سمجھا گیا لیکن جب کئی بچوں نے یہی بات کہی تو ان سے پوچھا گیا کہ کہاں آرہے ہیں؟ انھوں نے ندی کی سمت نشاندھی کی جس طرف سے آپ تشریف لارہے تھے۔ ہم نے آگے بڑھ کر سامان لیا اور مصافحہ اور دست بوسی کی سعادت حاصل کی۔

ہوا یہ تھا کہ حضور حافظ ملت گھر سے نکلنے میں کچھ تاخیر ہوگئی اور اسٹیشن پر پہونچتے پہونچتے ٹرین روانہ ہوگئی گھر کو واپس ہونے کے بجائے آپ بس اسٹینڈ پر تشریف لے گئے اور بس کے ذریعہ سفر فرمایا جس بس میں سوار ہوئے اس میں رش بہت تھا جس کی وجہ سے بڑی پریشانی اٹھانی پڑی۔ آپ بس سے سلطان پور اترے، یہاں سے پیڈیا نگلہ جیسا کہ مذکور ہوا پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر راستہ کچا اور ناہموار۔ پھر اسوقت گندم کے کھیت سینچے جارہے تھے لہذا راستہ میں جگہ جگہ کیچڑ سردی کا موسم مزید برآں درمیان میں ڈھیلا ندی یعنی سلطان پور سے پیڈیا نگلہ تک پہونچنے میں ایک نہیں بلکہ کئی دشواریاں حائل تھیں اور حضور حافظ ملت کی شخصیت کے اعتبار سے یہ کوئی معمولی دشواریاں نہیں تھیں۔ لیکن اس مرد خدا نے ایفائے وعدہ کی راہ میں ان غیر معمولی دشواریوں کی کوئی پرواہ نہ فرمائی۔ رات کو کھانے سے فارغ ہوکر جب ہم خدمت اقدس میں بیٹھے تو فرمایا میں جیسے ہی اسٹیشن پہونچا ٹرین چل پڑی۔ بھاگ کر پکڑ نہیں سکتا تھا، لہذا بس کے ذریعہ آنا پڑا اور راستہ کی دقتوں کا ذکر بھی فرمایا میں نے عرض کی حضور اس قدر پریشانی اٹھانے کی کیا ضرورت تھی میں کل حاضر ہوجاتا اور آپ کسی دوسرے دن کے لئے یہ پروگرام طے فرمادیتے۔ ارشاد فرمایا اگر میں نہ پہونچتا تو تم لوگوں کو تکلیف ہوتی نیز تمہیں میری حالت کا علم تو تھا نہیں لہذا بدگمانی کے وبال میں بھی مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا۔

ملا جی یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد آب دیدہ ہوکر کہتے ہیں، اب ایسی ہستیاں نظر نہیں آتیں جو اپنے مریدین ومتوسلین کے لئے اس قدر شفیق ومہربان ہوں۔

یہ تو ایک واقعہ ہے ایسے بہت سارے واقعات ہونگے لیکن ان کو معلوم کرنا اور تحریر میں لانا ایک دشوار کام ہے کاش وہ حضرات جن کے علم میں ایفائے وعدہ کے واقعات ہوں وہ قلم بند کردیتے تو حیات حافظ ملت کا یہ ایک باب بھی مکمل ہوجاتا۔

استغنا:۔

حافظ ملت کو پروردگار عالم نے استغنا کی دولت سے سرفراز کیا تھا قدم قدم پر اس کی علامتیں ظاہر تھیں۔ آپ کے

بھائی جناب مولانا حکیم عبدالغفور صاحب کا بیان ہے کہ

جب میں مبارکپور میں زیر تعلیم تھا تو اس وقت طلبہ ومدرسین کے لیے مدرسہ سے مٹی کا تیل ملتا تھا۔ اور کھانے کے لیے جاگیروں کا انتظام تھا مگر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ میرے اور اپنے کھانے کا انتظام خود کرتے اور فرماتے کہ جب ہم اپنا کھا سکتے ہیں تو جاگیر کیوں کھائیں اور جب ہم اپنا تیل جلاکر مطالعہ کرنے کے لائق ہیں تو مدرسہ کا تیل کیوں خرچ کریں حضرت کبھی مدرسہ کے تیل کی روشنی میں مطالعہ نہیں فرماتے'' یونہی شروع دور تدریس سے اخیر حیات تک کبھی اضافہ تنخواہ کی درخواست نہیں دی۔

خدا کے نیک بندوں کو حکومت میں غلامی میں
زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا

جمعہ مبارکہ بتاریخ یکم اگست ۷۵ء تقریبا ۵ ربجے برادر گرامی مولانا عبدالمبین نعمانی اور ہم چند لوگ حافظ ملت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا نعمانی صاحب ہوڑہ سے الجامعۃ الاشرفیہ کی خدمت کے لیے۔ بعہدۂ لائبریرین بلائے گئے تھے۔ ان کو کون کون سا کام سرانجام دینا تھا۔ کمیٹی اس پر باتیں کر رہی تھی۔ اور انہیں کام سمجھا رہی تھی۔ مولانا محسوس کر رہے تھے کہ ایسا نہ ہو آج میں کمیٹی کے تمام مطالبات تسلیم کرلوں اور کل کام پورا نہ کر پاؤں اس لیے جتنے کام کو وہ اپنی قدرت کے اندر سمجھتے تھے اتنا ہی لینے پر غور کر رہے تھے۔ اسی الجھن کو ذہن میں لیے ہم لوگ حافظ ملت کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت نے اس موقع پر نہایت قیمتی نصیحتیں فرمائیں آپ نے ارشاد فرمایا:

''دینی مدارس کی ملازمتیں اصل میں خدمت دین ہوتی ہیں انہیں ملازمت سمجھنا ہی غلطی ہے آدمی کو خدمت سے نہیں گھبرانا چاہئے''۔

میں جب حضور صدرالشریعہ بدرالطریقہ علیہ الرحمہ کے حکم سے مبارکپور آیا، اس وقت میری تنخواہ ۲۵ روپئے تجویز کی گئی۔ میں نے قبول کرلیا اور اس روز سے آج تک کبھی اضافہ تنخواہ کی درخواست نہیں دی۔ اور کبھی یہ بھی نہیں کہا کہ مدرسہ کا فلاں کام میں نہیں کروں گا بلکہ جو بھی کام سامنے آیا۔ کیا۔ اور ایسا ہی ہونا بھی چاہئے۔ کہ آدمی کام سے بھاگے نہیں۔ جو کام سے بھاگتا ہے وہ کام نہیں کرتا، اس لیے بھی کہ انسان دنیا میں کام ہی کرنے کے لیے آیا ہے۔ صرف آرام کرنے نہیں آیا۔

ہمارے یہاں (الجامعۃ الاشرفیہ میں) کمیٹی کے اندر، جب لوگوں نے یہ فیصلہ کیا، کہ کوئی ملازم عہدہ دار نہیں ہوسکتا۔ تو میں نے فوراً تدریس سے استعفیٰ لکھ دیا۔ لوگوں میں بہت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ مجھ سے کہا گیا کہ اب یونیورسٹی کا کام کیسے چلے گا۔ میں نے کہا۔ میں کروں گا۔ ''میں نے ملازمت تدریس سے استعفیٰ دیا ہے خدمت سے نہیں''

اس پر کمیٹی نے میرے لیے تنخواہ کی برقراری کا فیصلہ کیا۔ مگر میں نے تنخواہ لینے سے انکار کردیا۔ اس پر کمیٹی نے مجھے رضامند کرنے کے لیے بہت دیر تک گفتگو کی، مگر جب انہوں نے یہ یقین کرلیا کہ اب میں تنخواہ واقعی نہیں لوں گا۔ تو

اخیر میں لوگوں نے مجھ سے ایک سوال کیا۔ اور وہ یہ کہ تو پھر آپ کا کام کیسے چلے گا؟ اس پر میں نے کہا کہ آج تک تو میں نے کبھی یہ سوچا بھی نہیں کہ میرا کام کیسے چلے گا؟ جواب تک کام چلاتا رہا وہی آئندہ بھی چلائے گا؟ اور بفضلہٖ تعالیٰ تقریبا تین سال ہوگئے میں مدرسہ سے ایک پیسہ نہیں لیتا۔ مگر کام چلتا ہے آج کل لوگ پڑھتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے کیا قرآن میں نہیں ہے۔

"ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ" جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اس کو اللہ ہی کافی ہے۔

سادگی:۔

آج کا تمدن، زندگی اور لوازمات زندگی میں بہت تنوع پیدا کر چکا ہے زندگی کی ضرورتیں بڑھتی جارہی ہیں۔ باوجودیکہ حافظ ملت عام غریب مسلم ماحول سے لے کر اونچی سوسائٹی (بلحاظ زمانہ) کے لوگوں سے تعلق رکھتے تھے اور ایسا نہیں کہ ان میں کھو گئے بلکہ آپ کی عالمانہ شان نے اس ماحول میں بھی اپنا ایسا تشخص برقرار رکھا کہ سوسائٹی کی عائد کردہ پابندیوں کے خوگر، حافظ ملت کے دلدادہ بن گئے اندرون خانہ آپ کی سادگی اور قناعت کا یہ حال کہ

''آپ کی بڑی صاحبزادی جمیلہ خاتون نے شب کے کھانے میں حضرت کے سامنے ڈلیا میں روٹی رکھی اور دوبارہ لاکر بغل میں دال کا پیالہ رکھ دیا۔ روشنی دور اور کم تھی۔ حضرت نے دال کو نہیں دیکھا اور صرف سوکھی روٹی کھا کر پانی پی لیا۔ اور دعا مانگنے لگے۔

"الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وکفانا وجعلنا من المسلمین"

آپا جان نے پوچھا ابا آپ نے دال نہیں کھائی۔ حضرت نے تعجب سے پوچھا اچھا دال بھی ہے میں نے سمجھا آج صرف روٹی ہی ہے''

حضرت کی سادگی اور انکساری کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ مبارکپور یا گرد ونواح میں دور دور تک جانے کے لیے کبھی سواری کا اہتمام پسند نہیں فرماتے جناب حاجی عبد العلی ساکن موضع سکٹھی نے بیان کیا کہ'' میں ایک بار حضرت کو کھانے کے لیے دعوت دینے گیا یہ ۱۹۷۵ء کی بات ہے جب وہ کافی بیمار اور کمزور رہتے تھے۔ میں پیدل ہی حضرت کی قیام گاہ پر گیا تھا۔ حضرت نے دعوت منظور فرمالی۔ میں نے عرض کی حضور وقت پر رکشہ بھیج دوں گا آپ علیل ہیں پیدل چل کر جانے میں کافی تکلیف ہوگی۔

حضرت نے فرمایا حاجی صاحب یہ کیسے ہوسکتا ہے؟۔ آپ مجھ سے حج میں بھی مقدم، عمر میں بھی مقدم، آپ تو میرے پاس پیدل آئیں اور میں آپ کے پاس سواری سے آؤں۔ نہیں۔ میں بھی پیدل ہی آؤں گا چنانچہ پیدل ہی تشریف لے گئے۔

حضرت حافظ ملت کی پوری زندگی معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا نمونہ تھی۔ آپ نے بہت ہی سادہ اور درویشانہ زندگی گزاری ہے۔ لباس جو زیب تن فرماتے وہ موٹا سوتی کپڑے کا ہوتا، کرتا لمبا، پائجامہ شرعی، ٹوپی دوپلی، عمامہ ہر موسم میں، شیروانی بھی ہمیشہ زیب تن فرماتے، جوتا ناگرہ، عصا دست مبارک میں لے کر چلتے، چلتے وقت

نگاہ نیچی رکھتے۔

پرانا مدرسہ جہاں آپ سکونت پذیر تھے وہ کھپریل کا مکان تھا، کسی آرائش وزیبائش سے عاری، بجلی کا بھی بندوبست نہیں، آپ کے جانثاروں نے ہر چند کوشش کی کہ الکٹرک کا انتظام کردیا جائے مگر آپ نے پسند نہیں فرمایا۔ اندر داخل ہونے کے بعد چند مٹی کے برتن، معمولی بوسیدہ دری، جاڑوں میں نصف چارپائی تک بچھنے والا گدا، بس گھر کا یہی اثاثہ تھا۔کوئی کروفر نہیں!

ایک بار کا واقعہ ہے چند جانثاروں نے عرض کیا کہ حضور موسم گرما میں بغیر ہوا کے آپ کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ ہم لوگوں کی خواہش ہے کہ بجلی لگوا کر روشنی کے ساتھ ساتھ پنکھے کا بھی انتظام کردیں تاکہ حضرت کو گرمیوں میں آرام ملے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ فقیر کو اس طرح کی کسی شی کی حاجت نہیں، جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر پنکھے سے ایک سے زیادہ آدمیوں کو آرام ملے وہ اچھا ہے یا صرف ایک شخص کا آرام اچھا ہے ان لوگوں نے کہا کہ حضور زیادہ لوگوں کو آرام ملے وہ اچھا۔ اس پر آپ نے فرمایا جو پنکھا میرے لیے لگانا چاہتے ہیں اسے مسجد میں لگوادیجئے تاکہ زیادہ لوگوں کو یعنی نمازیوں کو ہوا اور آرام ملے۔

درویشانہ ومومنانہ شان:

کسی موقع پر حضرت کا رہائشی مکان جو خستہ تھا اس کا تذکرہ ہوا تو فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے مسلمانوں کے لیے جنت کے محل تعمیر کرائے ہیں، اب ہم چند روز کے لیے دنیا کے گھر کی فکر میں پریشانی کیوں مول لیں؟

صعوبت سفر:۔

حافظ ملت اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کے لیے شاندار، قیمتی سواری کا انتظام کیا جائے۔ دوران سفر سامان سفر بھی بہت معمولی ہوتا ایک بار گونڈہ اور بستی کا سفر درپیش تھا راقم خادمانہ ساتھ تھا۔ علما کا ایک بھاری قافلہ ہمراہ تھا۔ ایک جگہ حضرت کے لیے لوگوں نے ہاتھی کی سواری کا انتظام کیا۔ مگر حضرت ہاتھی پر سوار نہیں ہوئے۔ پیدل ہی سفر ہوا۔ اور آٹھ دس میل باوجود ضعف ونقاہت کے تشریف لے گئے۔ ایک جگہ مولانا محمد حنیف صاحب بستوی کے ساتھ ٹرک پر میں اور مولانا پیچھے کھڑے ہوئے۔ اور حضرت کو بمشکل آگے جگہ ملی۔ بیل گاڑی کا سفر بھی اسی موقع پر ہوا۔ حضرت جس وقت جہاں پہونچنے کا عزم کرلیتے بہر صورت وہاں پہونچنے کو ہر حال میں ترجیح دیتے۔

پردہ پوشی:۔

جناب حکیم محمد یوسف بستوی اپنے ضلع اور اطراف واکناف میں اہل سنت کے اکثر دینی کاموں میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ خصوصاً حافظ ملت جب ان کے علاقے میں تشریف لے جاتے تو حکیم صاحب ان کے ساتھ رہا کرتے۔

ایک بار حضرت *پچپڑوا کے جلسہ میں تشریف لے گئے ۔ حکیم صاحب ساتھ تھے ۔ میز بانوں نے ناشتہ وغیرہ کرایا۔ اور کچھ دیر بعد کسی کے گھر جانے کے ارادے سے حضرت اور ایک صاحب اٹھے ۔ حکیم صاحب بھی خادمانہ ساتھ چلے ۔ راستے میں حضرت نے حکیم صاحب سے سرگوشی میں فرمایا۔ حکیم صاحب آپ ہمارے ساتھ نہ آیئے ۔ حکیم صاحب وہیں سے واپس قیام گاہ پر لوٹ گئے ۔ حکیم صاحب کو بعد میں اس بات کا پتہ چلا کہ حضرت کو ایک صاحب اپنے گھر داخل سلسلہ ہونے کے لیے لے گئے تھے ۔ اور وہ دراصل ایک بہت غریب آدمی تھے ۔ حضرت نہیں چاہتے تھے کہ کوئی اور ساتھ جائے اور وہ بیچارا زیر بار ہو۔

طلبہ سے حسن سلوک :۔

حضرت الاستاذ مولانا محمد شفیع الاعظمی سابق ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ طلبہ پر حافظ ملت کی مہربان فطرت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ہر استاذ صرف اپنے ذہین، محنتی اور وفا شناس شاگردوں پر شفیق ہوتا ہے لیکن حافظ ملت کی خصوصیت یہ ہے کہ غبی سے غبی، بدھو سے بدھو اور بیگانہ سے بیگانہ شاگرد بھی انہیں اتنا ہی عزیز تھا جتنا ذہین سے ذہین، قابل سے قابل اور قریب سے قریب شاگرد۔

اور وہ مقام جہاں ہم حافظ ملت کو ایک "منفرد شفیق استاذ" کے پیکر میں دیکھتے ہیں یہ ہے کہ دنیا میں کوئی شخص بھی اپنے باغی، نافرمان اور بدخواہ کے حق میں اپنی محبت وشفقت کے توازن کو برقرار نہیں رکھ سکتا لیکن حافظ ملت کی کتاب زندگی کا آپ مطالعہ کریں ورق ورق پر جہاں آپ انہیں نیاز مندوں اور وفا شناسوں کو خلعت کریمانہ سے شاد کام کرتے ہوئے دیکھیں گے وہیں وہ نافرمانوں اور ناعاقبت اندیشوں پر بھی پھول برساتے ہوئے آپ کو نظر آئیں گے۔

اور اسے بھی ہم جذبۂ شفقت ومحبت ہی کا داعیہ کہیں گے کہ بڑے سے بڑے قصور پر مدرسہ سے طلبہ کا اخراج حضرت کی طبیعت پر بہت شاق گزرتا تھا۔ فرماتے تھے مدرسہ سے طلبہ کا اخراج بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی باپ اپنے کسی بیٹے کو عاق کردے یا جسم کے کسی بیمار عضو کو کاٹ کر الگ کردیا جائے ۔ فرماتے:

"انتظامی مصالح کے پیش نظر اگر چہ یہ شرعا مباح ہے لیکن میں اسے بھی ابغض مباحات سے سمجھتا ہوں"

ایک بار ارشاد فرمایا" نیکوکار، صلاح پذیر اور اچھے طلبہ کو چاہنا استاذ کا کمال نہیں بلکہ شاگرد کا کمال ہے کہ اس نے اپنے آپ کو چاہے جانے کے قابل بنایا۔ استاذ کا کمال تو یہ ہے کہ جو چاہے جانے کے قابل نہ ہو اس کی اصلاح کر کے اسے چاہے جانے کے قابل بناوے" (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۲۴)

رفیق محترم مولانا یٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

طلبہ اور بچوں سے شفقت ومحبت کا برتاؤ عام تھا۔ بے جا خشونت وسختی اور رعب وداب سے کوسوں دور رہتے ۔ علما ومشائخ کرام کے ساتھ توقیر واحترام سے پیش آتے ۔ اور ان کی عادلانہ مدح وستائش کرتے ۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۳۹۷)

عیادت وتعزیت:۔

انسانیت محض یہ نہیں ہے کہ اپنی زندگی آراستہ وپیراستہ کرنے اور فکر خویش ہی میں ساری صلاحیتیں خرچ کردی جائیں بلکہ ایک شریف انسان کا اخلاقی فریضہ ہے کہ اپنی طرح کے دوسرے انسانوں کی بھلائی اور خیر خواہی کے لیے بھی کوشش کرے۔ بلکہ اعلیٰ ظرف لوگوں کا تو یہ کردار ہے کہ اپنی فکر چھوڑ کر دوسروں کے لیے ہی خود کو وقف کردیتے ہیں بلکہ دوسروں کے لیے خود کو مشقت میں ڈالتے ہیں۔اہل قرابت، اہل خانہ اور مسلمان معاشرہ کی ہمدردی وغمگساری تعلیم نبوی کا لازمی حصہ ہے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ چونکہ سچے نائب رسول تھے اس لیے یہ جذبات ان میں بھی موجود تھے۔ اپنی تمام تر مشغولیات کے باوجود مبارکپور کے اندر اور اطراف وجوانب میں نہ صرف علماء، تلامذہ، متوسلین ومخصوصین کی عیادت کے لیے۔ بلکہ معمولی سا تعلق رکھنے والے مسلمان کی علالت سنتے تو اس کی عیادت کے لیے وقت نکال کر تشریف لے جاتے۔ مبارکپور کا تو شاید کوئی سنی خانوادہ حضرت کی کرم نوازی سے محروم ہو۔گھوسی، ادری، بھیرہ، محمد آباد، ولید پور، مئو، اعظم گڈھ تک دیندار مسلمانوں میں سے جوان سے برائے نام تعلق رکھنے والا شخص ہوتا وہ بھی حافظ ملت کی عیادت سے بہرہ ور ہوتا تھا۔ دارالعلوم کے مدرسین وطلبہ، اراکین ومعاونین کی عیادت کرتے۔

دور طالب علمی میں جب میں مدرسہ قدیم میں رہتا تھا، ہمراہ لے کر جناب حاجی محمد عمر صاحب سابق ناظم اشرفیہ کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ حاجی صاحب کے صاحبزادگان نے دیکھا تو پہلے باہری بیٹھک میں حضرت کو عزت واحترام سے بٹھایا پھر اندرون خانہ لے جاکر حاجی صاحب سے ملاقات کرائی۔

ایک مرتبہ برسات کی اندھیری رات میں بعد عشا سکٹھی ایک حاجی صاحب کی عیادت کے لیے جانا ہوا۔ میں ہاتھ میں ٹارچ لیے آگے آگے چل رہا تھا اور حضرت عصا سنبھالے ہوئے جارہے تھے مبارکپور آبادی سے باہر نکلنے کے بعد کھیتوں کے کنارے مینڈ سے گزرتے ہوئے بارش کی وجہ سے بھیگی ہوئی مٹی سے پاؤں پھسلتا تو عصا کے سہارے حضرت فوراً خود کو سنبھال لیتے میں خود پھسل کر گرنے کے ڈر سے بغور آگے کا راستہ بھی دیکھتا تھا اور پیچھے حضرت کو روشنی بھی دکھا رہا تھا، پھسلن کی جگہ میری رفتار سست ہوتی تو فرماتے میری فکر نہ کرو آگے چلو۔ اس تکلیف دہ راستے سے گزر کر حضرت جس اہم کام کے لیے سکٹھی جارہے تھے۔ وہ ایک مسلمان کی عیادت تھی۔

اسی دور میں ہم لوگ جب کبھی بیمار ہوتے تو حضرت ہماری خبر گیری فرماتے، دوا علاج کے لیے ہدایات فرماتے۔ اور دعا فرماتے۔

مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی لکھتے ہیں: دور طالب علمی میں ایک بار میں اشرفیہ میں بیمار پڑا۔ کسی طرح حضرت کو معلوم ہوگیا۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ حضرت خلاف معمول نیچے میرے کمرے میں تشریف لا رہے ہیں۔ قریب آئے۔

حال پوچھا۔ ہدایت کی اور دعا دے کر تشریف لے گئے۔(انوار حافظ ملت ص ۱۴۳)

اہل تعلق کی علالت کا حال سنتے تو ان کے حق میں دعا فرماتے اور حتی الامکان خود جا کر عیادت کرتے۔ بعض اوقات اس سلسلے میں طویل سفر بھی فرماتے۔ اگر چہ خود علیل ہوتے۔

ایک مکتوب کا جز ملاحظہ کریں۔

''برخوردار حافظ ممتاز حسین صاحب کی علالت کا تار پا کر ۳ ر ستمبر اتوار کی شام کو بھوجپور پہونچا....... میری طبیعت مبارکپور ہی سے کچھ خراب تھی، صعوبت سفر سے بخار کھانسی کی شکایت ہوگئی۔ جلد صحت ہو تو واپس مبارک پور جاؤں۔(مکتوب حافظ ملت بنام بکل اتساہی ۱۰ ر ستمبر ۸۶ء از بھوجپور)

مولانا سید عزیز احمد شاہ سجادہ نشین خانقاہ حلیمیہ ابو العلائیہ الہ آباد لکھتے ہیں:

''چند سال پہلے میری شدید بیماری کے موقع پر حافظ ملت خاص طور سے عیادت کو الہ آباد تشریف لائے تھے۔ جنہیں دیکھ کر میں نے بے پناہ تقویت کا احساس کیا تھا۔ میری صحت کامل کے لیے ان کی دعاؤں کا بھر پور فیض جاری رہا تھا''۔(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص   )

مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی بیان فرماتے ہیں:

حافظ ابراہیم صاحب مبارکپوری مرحوم رشتے میں والد صاحب کے بھائی ہوتے ہیں۔ اکثر ہمارے گھر ان کی آمد ہوتی۔ بڑی محبت رکھتے تھے۔ ایک بار والد صاحب بیمار ہوئے، اور حافظ ابراہیم صاحب سے کہا کہ مبارکپور جا کر حافظ ملت سے دعائے شفا کرائیں۔ اور ہو سکے تو حضرت سے ایک تعویذ لے کر بھیج دیں۔ موصوف نے حضرت سے پیغام عرض کیا اور تعویذ بھیج دیا اس کے چند دنوں بعد حضرت کا محمد آباد گوہنہ ایک اجلاس میں شرکت کے لیے تشریف لانا ہوا۔ (مبارکپور سے براہ ابراہیم پور، محمد آباد جانے کے لیے راستہ میں خیر آباد سے پہلے دھرہرا گھاٹ پڑتا ہے جہاں سے اتر کر ٹونس ندی پار کر کے ہمارے وطن بھیرہ تک رسائی ہوتی ہے۔ ندی سے بھیرہ تک پیادہ تقریباً ۲۰ ر منٹ کا راستہ ہے) اس دن اچانک حافظ ملت اور حضرت مولانا سید حامد اشرف صاحب غریب خانہ پر پہنچے میں اس وقت خیر آباد مدرسہ ضیاء العلوم میں زیر تعلیم تھا۔ آواز دی تو ننگے سر باہر نکلا۔ حضرت کو ناگہاں دیکھ کر سخت تعجب ہوا ملاقات کی۔ اور حضرت اندر تشریف لائے۔ فوراً والد صاحب بھی ملے۔ والد صاحب کو دیکھ کر فرمایا آپ کو صحت یاب دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ عیادت کے لیے محمد آباد کا رکشہ چھوڑ کر یہاں آ گیا۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۸۷)

مولانا محترم ہی نے بیان فرمایا کہ ربیع الآخر ۱۳۹۵ھ کا مہینہ تھا۔ جمشید پور مدرسہ فیض العلوم کے طلبہ شام کو کسی محلّہ میں قرآن خوانی کر رہے تھے۔ گھر کے باہر سے غیر مسلموں کا ایک جلوس گزرا۔ جلوس والوں نے طلبہ پر الزام لگایا کہ ان لوگوں نے ہمارے جلوس پر پتھر پھینکے۔ نتیجۃً پولیس نے صاحب خانہ اور طلبہ کو تھانے لے جا کر زدوکوب کیا اور بند رکھا۔ رات گئے اراکین ادارہ کو پتہ چلا تو وہ طلبہ کو تھانے سے چھڑا کر لائے۔ مدرسہ ہی میں زخمی طلبہ کی مرہم پٹی ہوئی اور علاج ہونے لگا۔ اس وقت حافظ ملت علیہ الرحمہ جمشید پور محلہ جکسلائی میں مجلس گیارہویں کے سلسلہ میں تشریف

فرماتے۔ خبر ملی تو تقریباً آٹھ میل دور سے طلبہ کی عیادت کے لیے فیض العلوم تشریف لائے اور انہیں تسلی تشفی دے کر کارآمد نصیحتیں فرمائیں۔

اسی طرح جلسے اور تقاریر کے سلسلہ میں جہاں بھی جاتے۔ بیماروں کی مزاج پرسی اور عیادت فرماتے۔ تقریر وجلسہ کی لازمی مصروفیات کے علاوہ خارج وقت آپ اسی قسم کے اخلاقی وہمدردانہ کاموں میں صرف فرماتے۔ اور بعض اوقات اس کے لیے کئی کئی کلومیٹر پیدل چلے جاتے۔

مکتوبات حافظ ملت کا ایک بڑا حصہ عیادت، تعزیت، مبارکبادی، نصیحت اور ہدایت پر مشتمل ہے۔

اسی سلسلہ میں بنام مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب علیہ الرحمہ چند مکتوبات کے تراشے ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت موصوف کی پہلی زوجہ کا وصال ہوا تو حضرت حافظ ملت تحریر فرماتے ہیں:

''مرحومہ مغفورہ غفر لہا المولیٰ الغفور الرحیم کے انتقال سے سخت صدمہ ہوا مشیت ایزدی وقضاء الٰہی میں چارہ نہیں "ولہ ما اعطی و ما اخذ و کل شی عندہ باجل مسمیٰ فلتصبر ولتحتسب'' خداوند کریم مرحومہ کو اپنے جوار رحمت اور آغوش کرم میں جگہ دے، جنت الفردوس میں بہترین مقام عطا فرمائے آپ کو صبر جمیل اور اجر جزیل مرحمت فرمائے برخوردار مبین الہدیٰ سلمہ کو صبر دے بجائے آغوش مادری کے آغوش رحم وکرم میں پرورش فرمائے۔

(اشرفیہ نمبر ص ۳۰۰)

محب محترم جناب چھوٹے صاحب کی علالت سے بہت افسوس ہوا مگر مژدۂ صحت بھی ساتھ ہی تھا جس سے اطمینان ہوا خداوند کریم ان کی یہ صحت دوامی صحت قرار دے اور بہ صحت وسلامتی آپ سب حضرات کو اپنی حمایت وحفاظت میں پناہ گزیں فرمائے آمین۔

حضرت بڑے صاحب زید مجدہم کی تکلیف دورہ کی شدت معلوم ہو کر صدمہ ہوا ان کی علالت سے بے حد افسوس ہے خداوند کریم شفائے عاجل وکامل عطا فرمائے اپنا خاص فضل فرمائے جلد صحت دے اور اطمینان بخشے آمین ثم آمین۔

آج آپ کا خط ملا اور اسی کے ساتھ حضرت بڑے صاحب علیہ الرحمہ کے انتقال کا تار ملا استرجعہ، حضرت موصوف کے انتقال سے بہت صدمہ ہوا مولائے نعیم وغافر اپنے جوار کرم میں مغفور ومقبول فرمائے جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے آپ صبر فرمائیں جملہ متعلقین کو صبر کی تلقین فرمائیں۔

حضرت سراج العلما علیہ الرحمہ کے والد گرامی حضرت مولانا شاہ نور الہدیٰ علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت صدر الشریعہ کو لکھا۔

حضرت شاہ نور الہدیٰ صاحب قدس سرہ العزیز ۱۷ ر جمادی الاولیٰ یوم پنجشنبہ ساڑھے پانچ بجے بوقت عصر راہی ملک بقا ہوئے موصوف کی وفات سے سخت افسوس ہے مولیٰ تعالیٰ غریق رحمت کرے۔

اتباع سنت حضور حافظ ملت کی زندگی کا سب سے نمایاں وصف ہے اور وہ صرف عیادت اور تعزیت تک ہی محدود نہیں بلکہ انہوں نے ہر گام پر اسے مدنظر رکھا وہ ایک ایسے متبع سنت ہیں کہ جس کی نظیر دور حاضر میں مشکل سے نظر آتی

ہے۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۳۰۱)

اہل سنت کے مشہور عالم مصنف اور شاعر حضرت مولانا صابر القادری نسیم بستوی تحریر فرماتے ہیں:

۱۹۴۹ء یا ۱۹۵۰ء میں میں نے دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور میں داخلہ لیا اس وقت کافیہ اور شرح تہذیب وغیرہ زیر درس تھیں۔ حضور حافظ ملت پرانے مدرسہ کی عمارت میں سکونت پذیر تھے۔ کم وبیش ایک سال میں بھی پرانے مدرسہ کے بیرونی کمرہ میں حضرت مولانا شاہد رضا خاں صاحب پیلی بھیتی اور حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب بھاؤپوری وغیرہم کے ساتھ رہا اس مدت میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا نظام زندگی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ حافظ ملت ایک وضعدار، بااصول اور عبادات ومعاملات میں بہت پابند عالم وبزرگ تھے۔ اکثر غریب ونادار طلبہ کی خاموشی کے ساتھ امداد واعانت فرمایا کرتے۔

میری طبیعت خراب ہوئی، کھانسی اور نزلہ کی شکایت تھی حضرت کو جب اس کا علم ہوا تو نہایت شفقت اور بے پناہ ہمدردی کے ساتھ پیش آئے اور معجون شاہی جو کھانسی کے لیے بیحد مجرب اور سریع الاثر دوا ثابت ہوئی ہے مجھے اس کی پوری شیشی عنایت فرما کر کہنے لگے۔

اس کو پابندی کے ساتھ استعمال کیجئے کھانسی اور نزلہ کی شکایت دور ہوجائے گی اور اس میں کھٹی اور بادی چیزوں سے پرہیز بھی ضروری ہے۔ اگر جاگیر پر اس کا انتظام نہ ہوسکے تو بلا تکلف کہہ دیجئے گا۔

حافظ ملت کی یہ شفقت وہمدردی دارالعلوم اشرفیہ کے تمام طلبہ کے لیے عام تھی۔ اس قسم کے ایک دو نہیں ہزاروں واقعات ہیں جن سے حضرت کی اخلاقی جامعیت اور حسن سلوک کی ہمہ گیری ثابت ہوتی ہے۔

(ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۷۷ء ص ۳۰)

جناب بیکل اتساہی کی والدہ ماجدہ سخت علیل تھیں اور انہی دنوں بیکل صاحب کو پروگرام کے سلسلہ میں حضرت کے پاس ممبئی پہونچنا تھا حافظ ملت کو خبر ہوئی تو۔ انہیں تلقین لکھی۔

"بلاشبہ ایسی حالت میں سفر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ وقت ان کی خدمت گزاری کا ہے آپ جیسے فرزند سعید کا ایک لمحہ جدا رہنا بھی کسی طرح مناسب نہیں، ہم لوگ مخدومہ کے لیے دعا گو ہیں خداوند جل وعلیٰ اپنے محبوب علیہ الصلوۃ والتسلیم کے صدقہ میں ان کو شفا عطا فرمائے آمین"۔ (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی یکم محرم ۹۳ھ)

مگر افسوس اسی کے چند روز بعد موصوفہ خدا کو پیاری ہوئیں۔ حضرت کو پتہ چلا تو لکھتے ہیں:

"آج اخبار بینوں سے یہ خبر ملی کہ آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا۔ اس حادثہ سے سخت صدمہ ہے (استرجعہ) خداوند کریم مرحومہ کو مغفور فرمائے۔ اپنے جوار رحمت خاص میں جگہ دے۔ جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آپ کو اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بیکل صاحب آپ صبر کریں۔ متعلقین کو صبر کی تلقین کریں۔ حکم ربی اور مشیت ایزدی میں بجز صبر چارہ نہیں۔ بلا

شبہ آپ کے سر سے یہ سایہ کرم ایک نعمت عظمیٰ (اٹھ گئی) لیکن دنیا میں آدمی ایک متعین عمر لے کر آتا ہے جس کو پورا کرنے پر جانا ضروری ہے۔ یہ وہ منزل ہے کہ یہاں ایسی مجبوری ہے جس کا کوئی بدل نہیں، علاج نہیں بجز صبر چارہ نہیں۔ میری طرف سے مخدومہ مرحومہ کو... (غیر واضح) قرآن مجید کا ہدیہ ایصال ثواب ہے مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے۔

(مکتوب حافظ ملت بنام بکیل اتساہی ۶ رمحرم ۱۳۹۳ھ از مصطفیٰ بازار ممبئی)

اس کے دو سال بعد حضرت بکیل اتساہی کے سر سے ان کے والد ماجد کا سایہ بھی اٹھ گیا۔ حضرت کو اطلاع ہوئی تو فوراً لکھا۔

''آج تار ملا حضرت والد صاحب کے انتقال سے صدمہ ہوا (استرجعہ) ''لہ ما اعطی ولہ ما اخذ و کل شی عندہ باجل مسمی فلتبصر ولتحتسب'' دنیا میں ہر شخص معین وقت لے کر آتا ہے پورا ہونے پر جانا ضروری ہے۔ مرحوم کا وقت پورا ہو گیا۔ مشیت ایزدی میں مجال دم زدن نہیں۔ آپ صبر کیجئے۔ متعلقین کو تلقین صبر، میں دعا کرتا ہوں۔

مولائے کریم حضرت مرحوم کو مغفور فرمائے۔ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ کو اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ سب متعلقین کو تعزیت وسلام مسنون'' (مکتوب حافظ ملت بنام بکیل اتساہی ۷ رشعبان ۹۵ھ)

۱۷ ر جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ کو مولانا عبد اللہ خان صاحب کی والدہ ماجدہ فوت ہوئیں۔ بذریعہ خط مولانا نے حافظ ملت کو اس المناک واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت کو مولانا کا خط درسگاہ میں موصول ہوا۔ پڑھ کر بعد درس فوراً ناوڈیہہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ اپنی والدہ ماجدہ کی مختصر علالت کے بعد یک بیک انتقال سے مولانا موصوف نہایت غمگین تھے حضرت نے ایک شب قیام کیا۔ میلاد شریف ہوا۔ صبر وشکیب کی تلقین فرمائی۔ مرحومہ کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی۔ دوسرے روز وہاں سے مبارکپور کے لیے لوٹے۔

استاذ القرا حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب سابق ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ ارشاد فرماتے ہیں:

حافظ ملت کے کردار کی جزئیات میں سے ہر ایک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کا عکس جھلکتا ہوا نظر آئے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں ہر ایک کی دلی خواہش ہوا کرتی کہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کاش رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھا دیں تو سکون وطمانیت کا بہت بڑا ذریعہ ہوگا اور رحمت الٰہی آغوش میں لے لے گی۔ کیوں نہ ہو خود خالق کائنات نے فرمایا ہے۔ ''وصل علیھم ان صلاتک سکن لھم'' اے حبیب اپنے فدا کار صحابہ کی نماز جنازہ پڑھایئے آپ کا نماز جنازہ پڑھانا ان کے لئے راحت وسکون کا باعث ہے۔

ایک مرتبہ ایک صحابی رسول کا انتقال ہوا۔ رات کا وقت تاریکی پورے طور پر مسلط تھی۔ لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ اس وقت اگر سرکار کو اطلاع دی جائے تو ضرور تشریف لائیں گے مگر تشریف لائیں تو تکلیف ہوگی اس بنا پر بغیر اطلاع دیئے ہوئے تجہیز وتکفین کردی گئی صبح کو رحمت مجسم سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو بے حد تکلیف ہوئی

بار بار فرماتے مجھے کیوں نہیں اطلاع دی گئی۔ اس کے بعد ان صحابی کی قبر پر تشریف لے گئے۔ فاتحہ پڑھی اور دعائے مغفرت فرمائی۔

اپنی علالت میں نماز جنازہ پڑھائی:۔

اس خصوص میں حافظ ملت کے کردار کا جائزہ لیجئے خواہ تکلیف ہو یا آرام۔ دن کا اجالا ہو یا رات کی تاریکی، اپنی تکلیف کی پرواہ کیے بغیر ہر شخص کی خواہش کی تکمیل آپ کی زندگی کا معمول تھا۔ محلّہ پورہ باغ کے ایک شخص حاجی سلامت صاحب کا انتقال ہوا۔ جاڑے کا موسم جاڑے کی سخت تاریک رات تھی۔ آپ شدت بخار میں مبتلا کروٹیں بدل رہے تھے۔ کچھ لوگ تقریبا ایک بجے رات کو آئے اور بتایا کہ حاجی صاحب موصوف کا انتقال ہوگیا ہے اورانہوں نے نماز جنازہ پڑھانے کے واسطے حضرت کے لیے وصیت کی ہے۔ یہ سننا تھا کہ گویا ساری تکلیف کا فور ہوگئی۔ اسی عالم میں لوگوں کے ہمراہ تشریف لے جا کر نماز جنازہ پڑھائی۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۳۶)

شدت گرما میں املو جا کر نماز جنازہ پڑھائی:۔

مبارکپور محلّہ پرانی بستی، قیامگاہ حافظ ملت سے ایک کلومیٹر کی دوری پر موضع املو میں ایک شخص کا انتقال ہوا مرحوم نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازے کی نماز حافظ ملت (علیہ الرحمہ) پڑھائیں سخت گرمی، چلچلاتی دھوپ کا موسم تھا۔ اوردوپہر کا وقت۔ اس دور میں قصبہ کے اندر سواری کا تو نام ونشان بھی نہیں تھا۔ خبر پاتے ہی ایک مسلمان کی وصیت پوری کرنے کے لیے پیادہ پا املو تشریف لے گئے۔

نماز جنازہ کے بعد میت کے اہل خانہ کو گھر جا کر تسلی تشفی دیتے۔۔۔ اور اگر کسی مسلمان کے جنازہ میں شرکت نہ ہو پاتی، بعد میں اطلاع پاتے تو بھی تعزیت کے لیے تشریف لے جاتے۔ برادر مکرم مولانا محمد احمد مصباحی جن کا آبائی وطن بھیرہ ہے۔ ان سے قبل ان کے آٹھ نو بھائی بہنوں کا کمسنی میں انتقال ہوا۔ اور ہر بچہ کی خبر رحلت سن کر حافظ ملت ان کے گھر تشریف لے گئے اور والدین کو تسلی وتشفی دی۔

خوشیوں کے شریک:۔

حافظ ملت صرف اپنے اہل خانہ وخانوادہ، رشتہ داروں، تلامذہ اور پڑوسیوں کے غم اور خوشی کے شریک وسہیم نہیں تھے بلکہ ان کا دائرہ اخلاق نہایت وسیع تھا آپ سے جو بھی تعلق رکھتا آپ اس کے اہل خانہ کی شادی بیاہ نیز تقریبات پر پیغامات ومبارکبادیاں پیش کرتے تحفے دیتے ملاقاتیوں سے اس کے گرد وپیش کے علما، تلامذہ اور بزرگوں کی خیریتیں دریافت کرتے۔ کسی کی علالت کا علم ہوتا تو عیادت کو حتی الامکان خود جاتے یا عیادت نامہ تحریر کرتے۔ کسی کے انتقال کی خبر ملتی تو تعزیت کو جاتے۔ علماء کرام اکابر ملت میں سے کسی کے وصال کی خبر پاتے تو بیقرار ہوجاتے۔ اس وقت ان کی کیفیت کسی ایسے انسان جیسی ہوجاتی جس کا کوئی قیمتی سرمایہ چھن جائے۔ چہرہ زرد، جبیں پر تفکر، آنکھیں پرنم۔

اسی طرح اہل تعلق کی خوشیوں پر مبارکباد پیش کرتے۔

بیکل صاحب کے گھر فرزند کی ولادت پر مبارکبادی کا خط ان الفاظ مبارکہ پر مشتمل ہے۔

''آج تہنیت نامہ حاضر ہے فرزند سعید کی ولادت مبارکباد۔ مولائے کریم کا بے شمار شکرو احسان۔اس کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے آپ کو فرزند عطا فرمایا۔ خداوند قدوس اس نور چشم کو عمر خضری وطالع اسکندری عطا فرمائے۔علم وعمل کی لازوال دولت سے سرفراز فرمائے۔آپ کے گھر کا چراغ بنائے، اپنی حفاظت وحمایت کے ظل کرم میں پروان چڑھائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم'' (انوار حافظ ملت ص ۹۶)

راقم الحروف کی شادی والدین کریمین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے جناب علیم الدین بن صوفی علی رضا کی صاحبزادی سے ۷رمئی ۱۹۷۴ء کو طے کی اور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں نکاح پڑھانے کی درخواست لکھی۔ حضرت ان دنوں سفر میں تھے۔ واپسی کے بعد والد مرحوم کو تحریر فرمایا۔

مکرم ومحترم جناب حافظ محمد رمضان صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمتہ۔ مزاج شریف! طویل سفر کی واپسی پر آج ۱۴رمئی کو شادی کا کارڈ نظر نواز ہوا۔ ۸،۹رمئی ٹاٹا کے سفر میں گزری۔ بعدہ بالا بالا گھوسی وغیرہ کے پروگرام پر رہا۔آج ۱۴رکو واپسی پر ڈاک دیکھی تو عزیز مکرم مولانا بدر عالم صاحب سلمہ کی شادی کا دعوت نامہ پڑھا۔ مسرت ہوئی۔ وقت گزر گیا۔ میری مخلصانہ دعا ہے کہ خداوند کریم محب محترم جناب مولانا بدر عالم وعزیز مکرم جناب ارشاد احمد صاحب سلمہ کی شادی خانہ آبادی ہمیشہ کی خوشی ومسرت کا باعث ہو۔انجام بخیر ہو۔ مولیٰ تعالیٰ اس سنت کریمہ کے برکات وحسنات سے طرفین کو مستفیض فرمائے۔ (آمین)

آپ کو اور جملہ احباب واعزا کو مبارکباد   والدعا والسلام   عبدالعزیز غفرلہ

(مکتوب حافظ ملت بنام حافظ محمد رمضان مرحوم گھوسی ۱۴رمئی ۷۴ء)

جن سے تعلق رکھتے انہیں تو انہیں ان کے متعلقین کی بھی خبر گیری فرماتے۔ مولانا محمد احمد مصباحی فرماتے ہیں:۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ جمشید پور تشریف لے جاتے تو علامہ ارشد القادری کے بچوں کو کم وبیش ایک ایک دو دو روپیہ ہر ایک کو ضرور دیتے۔ اس معمول میں کبھی فرق نہیں آیا۔ مولانا محمد احمد مصباحی کے بیان کے مطابق کئی سال علامہ موجود نہیں تھے۔ (ملک کے باہر دینی کاموں میں مصروف تھے) مگر حضرت کا سلوک اپنی جگہ برقرار رہا۔ ایک بچی جو ذرا ہوشیار ہوگئی تھی ڈر کی وجہ سے سامنے نہیں آئی تو حضرت اسے بھولے نہیں۔ چلتے چلتے اسے بلوایا اور دیا۔ واپسی پر اس نے قدم پر ہاتھ رکھ کر چومنا چاہا۔ تو حضرت نے سخت ناگواری ظاہر کی۔ اور اس کے بڑے والد (حضرت مولانا غلام آسی ابوالعلائی قادری مدظلہ) کا نام لے کر فرمایا۔ کہ تم لوگوں نے یہ وہیں سے سیکھا انہوں نے تمہاری عادت بگاڑ دی۔

(انوار حافظ ملت ص ۱۵)

کفایت شعاری اور سخاوت:۔

فضول خرچی بھی آج کل داخل تہذیب ہے وہ بھی بایں طور کہ اپنی ذات کے آرام و آسائش کے لیے تو جتنا بھی صرف ہو جائے کم ہے۔ مگر کسی دوسرے اہل حاجت کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔

حضور حافظ ملت کا یہ عالم تھا کہ ان کے ذاتی وشخصی اخراجات وہی نپے تلے تھے جو شروع سے متعین تھے۔ مگر حضرت اپنے اہل خانہ، متعلقین کے علاوہ حاجت مندوں (طلبہ، علما، ہمسایہ وغیرہ۔کے لیے) دست سخا ہمیشہ دراز رکھتے۔ اکثر دوسروں کو آرام پہونچانے کے لیے خود کو تکلیف میں ڈال دیتے، مصائب وآلام کے سائے میں گزری ہوئی حیات حافظ ملت ہی ان کی پختگیٔ کردار کی علامت ہے۔

تری نگاہ مصائب کی دھوپ میں تپ کر خود اپنے رنگ میں دنیا کو ڈھال سکتی ہے
کچھ اور دیر بھڑک جائے گر یہ پیاس تری پہاڑ کاٹ کر چشمے نکال سکتی ہے

حضرت اپنی ذات پر خرچ کرنے کے بجائے دوسروں پر خرچ کرکے خوشی محسوس کرتے تھے۔ وہ حضرات جن پر حافظ ملت کا ابر کرم برستا تھا، ان کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ حضرت کے وصال کے بعد، شہزادۂ گرامی حضرت عزیز ملت قبلہ کی مہربانی سے راقم الحروف کو حضرت کی پرانی ڈاک کی ایک گھڑی ملی تھی۔ جس میں ملک بھر کے اہل تعلق کے خطوط تھے۔ ان میں متعدد سفید پوش علما اور خدام دین کی ایسی تحریریں اور تشکر نامے تھے حافظ ملت جن کی مدد فرمایا کرتے تھے۔

جو شخص غیروں کا اتنا غمگسار، ہمدرد اور مددگار ہو۔ اپنوں کے ساتھ اس کے حسن اخلاق کا کیا عالم ہوگا بتانے کی ضرورت نہیں۔

حضرت کے چھوٹے بھائی جناب حافظ عبدالرشید صاحب مرحوم کا بیان ہے:

حافظ ملت کی عادت ہے کہ گھر پر ہم لوگوں کو کوئی سامان یا کھانے پینے کی چیز لاکر دیا کرتے ہیں اور انکار کرنے پر اصرار کرکے فرماتے ہیں کہ

"ملتے کو انکار نہیں کرتے"

انہوں ہی نے یہ بھی فرمایا:

"انہوں (حافظ ملت) نے کبھی کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے دی۔ خدا ان کا سایہ دراز فرمائے ہمیں ان کا صدمہ نہ دکھائے۔ ہمارے بہت بعد تک انہیں باقی رکھے"۔ (انوار ص۵)

ایک روز حافظ ملت کے سامنے دستر خوان پر ایک ہی روٹی تھی۔ دروازہ پر سائل نے صدا لگائی۔ "خدا کے نام پر روٹی کھلا دو بابا" آپ نے آدھی روٹی فقیر کے حوالے کردی اور آدھی روٹی کھا کر شکر ادا کیا۔ پاس کھڑا ایک طالب علم حیرت سے دیکھنے لگا۔ تو فرمایا۔ شیخ سعدی نے لکھا ہے۔

نیم نانے گر خورد مرد خدا
بذل درویشاں کند نیم دگر

تو بتایئے ہم لوگ تو اسے پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ اگر ہمارا ہی عمل اس کے خلاف ہوگا تو عمل کون کرے گا؟
خود تحریر فرماتے ہیں: ”الٰہی عظمتوں اور خدا کی رفعتوں کے سامنے سر نیاز جھکانا ہی شان بندگی ہے اس مالک و مولا تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی نیاز مندی اور قربانی پیش کرنا ہی سرمایۂ عبودیت ہے عبد ومعبود کا رشتہ وعلاقہ وہ ہے کہ جان ومال عزت وآبرو ہر چیز کی قربانی کی جاسکتی ہے معبود حقیقی کی رضا وخوشنودی کے لیے قربانی بندہ کی سرفرازی وسربلندی ہے۔
(معارف حدیث ص۱۳۴)

مسیحائے مبارکپور:۔

اہل مبارکپور پر جب بھی کوئی پریشانی کا وقت آتا حافظ ملت ان کے غمگسار، دکھ کے ساتھی اور ہمدرد ہوتے۔ وبائی امراض کے زمانے میں جب کہ ہیضہ، طاعون، اور اسی قسم کی دیگر متعدی بیماریوں کا حملہ ہوتا تو آبادیوں میں موت کا سناٹا چھاجاتا۔ ایسے موقعوں پر مبارکپور کے سن رسیدہ بزرگوں سے یہ روایتیں سنی گئیں کہ جب بھی مبارک پور یا اس کے قرب وجوار میں کسی وبائی مرض کا زور ہوا۔ لوگوں نے انہیں ایک بجے۔ دو بجے رات میں آبادی کے گرداگرد آتے جاتے دیکھا۔
مولانا اسلم صاحب عزیزی بیان کرتے ہیں کہ ان کی طالب علمی کے زمانہ میں ایک بار کالرہ کا وبائی مرض محلہ کٹرہ وغیرہ میں شروع ہوگیا تھا تو اس وقت حضرت حافظ ملت نے وبائی امراض کے تعویذات خود لکھ کر اور دوسرے اساتذہ سے لکھوا کر متاثرہ علاقوں میں تقسیم کرایا تھا۔
تعلیمی کانفرنس ۱۹۷۲ء کے موقع پر جب کہ مسلمانان اہل سنت آبادی سے باہر میدان کانفرنس میں ہوں گے۔ اس وقت قصبہ کی حفاظت کے لیے کوئی بھی انتظام کرنا چاہئے۔ یہ بات کانفرنس کی تیاری کے دوران ایک میٹنگ میں درپیش ہوئی۔ مگر کانفرنس کا کام خود اتنا وسیع اور متنوع تھا کہ اس جانب لوگوں کو خیال کرنے کا وقت نہیں ملا۔ مگر حافظ ملت کو مبارکپور کی آبادی کی حفاظت کا پورا خیال تھا، چنانچہ کانفرنس سے چند روز قبل لوگوں نے آپ کو آدھی رات کے بعد قصبہ کے باہر تنہا حصار کرتے ہوئے دیکھا۔
جناب قاری محمد حسین صاحب اعظمی خطیب جگسلائی مسجد جمشید پور جن دنوں حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ساتھ طلب علم کے سلسلہ میں قیام کرتے تھے ان دنوں کا ذکر کرتے ہیں:۔
”ایک بار مبارکپور میں کاروبار پر سخت انحطاط آیا۔ یوں تو کساد بازاری ہوتی رہتی تھی، لیکن اس وقت مندا اتنا زیادہ تھا کہ بہت سے گھروں میں فاقہ کی نوبت آگئی تھی۔ لوگ طرح طرح کی پریشانیوں سے دوچار تھے۔ کچھ لوگ حضرت کے گھر تنہائی کے وقت آتے۔ حضرت ان کی سقیم حالت دیکھ کر سمجھ جاتے۔ اور کچھ کہے بغیر اندر سے دال چاول وغیرہ اور کچھ نقد لاکر چپکے سے دے دیتے۔ یہ معاملہ میں نے بہت سے لوگوں کے ساتھ دیکھا، اور بارہا دیکھا۔۔۔ حافظ ملت کا یہ سلوک ایسا تھا جس سے پاس پڑوس کے لوگ اور لینے والوں کے قریبی آشنا بھی واقف نہیں ہوسکتے تھے۔ اس لیے کہ حافظ ملت تو اسے کبھی زبان پر لا ہی نہ سکتے تھے ہر طرح اخفاہی کی کوشش کرتے اور لینے والے بھی اپنی عزت

کے خیال سے اس کا ذکر نہیں کر سکتے تھے ۔ خود میں اگر گھر کے ایک فرد کی طرح وہاں قیام پذیر نہ ہوتا تو مجھے بھی اس کی کوئی خبر نہ ہوتی ۔ (انوار حافظ ملت ص ۱۴، ۱۵)

بلا وجہ ناراض نہ ہوئے:

احباب واہل تعلق سے دینی وشرعی اوراخلاقی وجوہات کے علاوہ کسی وجہ سے اظہار ناراضگی نہ فرماتے ۔ ایک بار کافی عرصہ تک حضرت کا کرمنامہ نہ ملنے پر کسی خط میں میں نے لکھ دیا کہ شاید حضرت مجھ سے ناراض ہیں۔ فوراً جواب آیا اوراپنی مصروفیت تحریر فرمانے کے بعد لکھا کہ

''آپ جیسے لوگوں سے ناراضگی کا خیال بھی خواب وخیال ہے''

حضرت بیکل اتساہی کو کسی ایسی ہی صورت حال کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''آج آپ کا خط ملا جس میں لکھنؤ کا ذکر کرتے ہوئے میری ناراضگی کا شبہ ظاہر کیا ہے ۔ آپ قطعاً مطمئن رہیں۔ آپ جیسے پیکر اخلاص سے نہ میں کبھی ناراض ہوا نہ ہوں نہ ہو سکتا ہوں ۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ہمارے میزبان خاں صاحب بڑے ہی نفیس نہایت قابل قدر شخص ہیں مولا تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ ہمیشہ بصحت وسلامتی مع متعلقین کے شاد وآباد رکھے ۔ ان کی اہلیہ محترمہ کو صحت عطا فرمائے ۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین'' (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۲ ربیع الآخر ۸۶ھ)

مظلومین کی امداد:۔

ہندوستان انگریزوں کے تسلط سے آزاد ہونے کے بعد متواتر باہمی آویزشوں کا شکار ہے ۔ اور ملکی سالمیت کے دشمن، شرپسند فاسسٹ جماعتیں ہمیشہ یہاں مذہبی منافرت انگیزی اور علاقائی تعصب خیزی کے ذریعہ بالخصوص مسلمانوں پر ظلم وستم کر رہی ہیں آئے دن مسلم کش فسادات ہوتے ہیں جن میں مسلمانوں کا زیادہ تر جانی ومالی نقصان ہوتا ہے ۔ اور اب تو ہندوستان کا مسلمان ان مظالم کا عادی ہو چکا ہے ۔ بھاگلپور، ملیانہ، احمد آباد، سورت وغیرہ کے فسادات نے تو بین الاقوامی سطح پر ہندوستان میں مسلم کشی کو مشہور کر دیا ہے۔ حافظ ملت کے دور میں بھی فسادات ہوتے تھے ۔ اور جب بھی کہیں ایسا ہوا۔ حافظ ملت اور ان کے تلامذہ نے مظلوم مسلمانوں کی باز آباد کاری اور مسلمانوں کی داد رسی کے لیے اپنی مساعی صرف کیں۔ جمشید پور وغیرہ کے فسادات کے لیے حضور حافظ ملت نے خود اپنے قریبی حلقوں کو خطوط کے ذریعہ مظلومین کی امداد پر کمر بستہ کیا۔ چنانچہ اپنے ایک شاگرد رشید حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب سجادہ نشین آستانہ بیت الانوار گیا کو تحریر فرماتے ہیں:

''آپ سے گزارش ہے کہ اس طرف توجہ فرمائیں اوراپنے حلقہ اثر میں احباب کو مظلومین کی امداد کی طرف مناسب طریقہ سے متوجہ فرمائیں اگر چہ یہ تکلیف دہی آپ کے شایان شان نہیں۔ اسی لیے اب تک عرض نہیں کیا تھا۔

(حافظ ملت نمبر ماہنامہ اشرفیہ ص ۳۰۲)

سیلاب زدگان کی مدد:۔

اسی طرح ۱۹۵۵ء/ ۵۶ء کے تباہ کن سیلاب کے موقع پر حافظ ملت، ان کے رفقا مدرسین اور اراکین اشرفیہ نے سیلاب سے متاثر ہو کر تباہ و برباد ہونے والوں کی جس طرح مدد کی وہ خدمت خلق کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ اس سیلاب کی تباہ کاریوں کی داستان ہزاروں چھوٹی بڑی دیہی بستیوں کی بربادی کی صورت میں ظاہر ہوئی حافظ ملت اور دارالعلوم اشرفیہ کے مدرسین و متعلقین نے اس موقع پر بلا امتیاز مذہب و ملت ہر انسان کی، غلے، کپڑے اور ضروریات زندگی کی لازمی اشیاء سے دل کھول کر مدد کی۔ مدرسین اور طلبہ نے کشتیوں کے ذریعہ خطرناک مقامات پر پھنسے ہوئے لوگوں کی جانیں بچائیں۔ اور شب و روز محنت کر کے نشیبی علاقوں کے باہر باندھ تیار کرنے میں مدد دی۔ اس موقع پر محلّہ کٹرہ کی صورتحال پر علامہ شرر مصباحی روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

’’۱۹۵۵ء کے ہولناک سیلاب کو کون بھلا سکتا ہے۔ آج بھی اس کے تصور سے کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے، اور موت سر پر منڈلانے لگتی ہے محلّہ کٹرہ چاروں طرف سے پانی میں گھر گیا تھا۔ اور یہ خطرہ تھا کہ اگر پانی فٹ دو فٹ اور اونچا ہوا تو پورا محلّہ جل تھل ہو جائے گا۔ اثاثے تباہ ہو جائیں گے۔ اور اس میں دیر بھی کیا تھی۔ جو پانی ٹونس ندی سے پھیلتا ہوا قصبہ تک آ چکا تھا۔ گھر کی دیواروں سے ٹکرانے لگا تھا۔ اس کو فٹ دو فٹ اور بڑھنے میں کیا مانع تھا۔ اس قیامت خیز اور نفسی نفسی کے عالم میں قریب تھا کہ اہل محلّہ کسی محفوظ مقام پر منتقل ہونے کا ارادہ کرتے۔ یکا یک یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلی کہ حافظ ملت آ گئے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ لوگوں کی آنکھیں اشک برسانے لگیں اور دلوں میں ایک غیر شعوری اطمینان جنم لینے لگا۔ حافظ صاحب میرے غریب خانے پر آئے شیروانی اتار کر مولوی مشاہد رضا (ابن شیر بیشۂ اہل سنت) کو دی اور والد محترم سے کہا۔ عبدالسمیع صاحب پھاوڑا ہو تو مجھے دے دیجئے۔ اتنا سننا تھا کہ موقع پر موجود لوگ خود پر قابو نہ پا سکے۔ اور زار و قطار رونے لگے۔ گھگھیاں بندھ گئیں۔ لوگوں نے بندھی آوازوں میں کہا۔ حضور آپ آ گئے ہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ دعا فرماتے رہیں۔ شاید حافظ ملت نے گھر پر آتے ہوئے دیکھ لیا تھا کہ صحن کو پاٹ پاٹ کر اونچا کیا گیا ہے۔ وہ خود بھی ہاتھ بٹانا چاہتے تھے۔ بہر حال سیلاب کا زور اسی دن ٹوٹ گیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ پانی دریا کے پیٹ میں چلا گیا ایسی نازک گھڑی میں جب کہ اہل محلّہ کی جان کے لالے پڑے تھے۔ اور قریب تھا کہ لوگ محلّہ چھوڑنے پر مجبور ہوتے۔ حافظ ملت اپنی جان عزیز کی پرواہ کیے بغیر موت کے منہ میں چلے آئے تھے۔ (حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۱۰۵)

مولانا محمد احمد مصباحی راوی ہیں:۔

مولانا قاری محمد حسین اعظمی امام جامع مسجد جکسلائی جمشید پور نے فرمایا:

’’جب میں اشرفیہ میں زیر تعلیم تھا، ایک وقت والد صاحب نے خانگی پریشانیوں کی وجہ سے، مجھے تعلیم چھوڑنے کے لیے کہا۔ لیکن حافظ ملت کو معلوم ہوا تو انہوں نے تکمیل کا حکم دیا۔ اور میری کفالت خود اپنے ذمہ کر لی بعد میں والد صاحب نے میری شادی کر دی کہ شاید اس وجہ سے ترک تعلیم پر مجبور ہو، مگر حافظ ملت نے میرے ساتھ میری اہلیہ کے

اخراجات کا بھی ذمہ لے لیا۔ اور کئی سال یہ سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ میری فراغت ہوگئی۔ (انوار حافظ ملت ص ۱۴)

ہر شخص سمجھتا کہ میں ہی مقرب ہوں:۔

حاجی محمد حسین مبارکپوری سے سنئے۔

''حضرت کے وصال کے بعد بہت ایسے مواقع آئے۔ جب خلوت وجلوت میں ان کا سراپا تصور کے آئینے میں ابھرا۔ اور میں نا معلوم احساس سے بلک پڑا۔ دل میں اک درد اٹھا آنکھ میں آنسو بھر آئے۔ بیٹھے بیٹھے مجھے کیا جانے کیا یاد آیا کیا میں یتیم ہوگیا۔؟ یتیم تو کئی سال پہلے ہو چکا تھا۔ مگر حافظ ملت کی شفقت اور پدرانہ محبت نے مجھے یتیمی کا احساس نہ ہونے دیا۔ ان کی محبت اور پیار میرے ساتھ اور میرے بڑے بھائی حاجی غلام حسین کے ساتھ ہی نہیں گھر کے ایک ایک فرد کے ساتھ بالکل گھریلو اور مشفقانہ تھا۔ حضرت نے ہمیشہ اپنی خصوصی توجہات سے نوازا۔ میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں کہ صرف میں ہی وہ خوش نصیب ہوں جسے حضور حافظ ملت کا سب سے زیادہ پیار ملا۔ ان کا اخلاق اور ان کی محبت تو اپنے پڑوسیوں میں سے ہر ایک کے لیے عام تھی اور ہر شخص انہیں اپنے گھر کے افراد میں سب سے اہم فرد سمجھتا تھا۔ وہ اکیلے تھے مگر ہزاروں انہیں اپنوں میں کا ایک سمجھتے تھے۔ اور لوگوں کے ساتھ ان کے ظاہری و باطنی تعلقات نہایت مخلصانہ اور ہمدردانہ تھے۔ جس کی تفصیل ہر پڑوسی خود بتا سکتا ہے۔ مگر مجھے ان کی ذات سے جتنا کرم جتنی مہربانی اور جتنی محبت ملی وہ نا قابل بیان ہے ... حضور حافظ ملت جب مبارک پور تشریف لائے تو وہ میرے بچپن کا زمانہ تھا جب ہوش سنبھالا تو حضرت کو جانا پہچانا۔ ابتدائی دور میں کھیلتے کودتے بچوں کے جھنڈ میں میں بھی ہوتا۔ اتنا یاد ہے کہ حضرت کا گزر جب ہم لوگوں کے پاس ہوتا تو ہم لوگ اپنا کھیل تماشا چھوڑ چھاڑ کر ایک طرف کھڑے ہوجاتے اور سب کی زبان سے نکلتا۔ مولانا ابا! السلام علیکم۔ حضرت ہم لوگوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر شفقت فرماتے۔ بچپن میں حضرت کو سلام کرنا اور ایک طرف کھڑے ہوجانا۔ اپنے ساتھی بچوں کو دیکھا دیکھی تھا یا اور کسی لاشعوری طور پر یہ کام ہم سے سرزد ہوتا تھا۔ مگر جب ہوش کی آنکھیں کھلیں تو دیکھا کہ حضرت جس راہ سے گزرتے ہیں لوگ راستہ دینے کے لیے خود کنارے ہوجاتے ہیں''۔

(حافظ ملت میری نگاہ میں ص ۱۸، ۱۹)

دوستوں کی پریشانی سے پریشان ہوتے:۔

حافظ ملت اپنے احباب اور اہل تعلق کی خوشیوں کے ساتھی ہی نہیں تھے بلکہ ان کی ہر تکلیف اور پریشانی میں غمگسار بھی تھے۔ جناب بیکل صاحب ایک بار ایک کار میں سفر کر رہے تھے۔ کنارے پر بیٹھے تھے۔ چلتی کار کا دروازہ کھل گیا۔ مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان کہ بیکل صاحب کو کوئی زیادہ جسمانی گزند نہیں پہونچا۔ حافظ ملت کو اطلاع ہوئی تو تحریر فرماتے ہیں۔

'' آپ کی صحت سے بے اندازہ مسرت ہے آپ کو اور آپ کے تمام احباب کل متعلقین کو مبارکباد۔ مولائے کریم کا ہزار بلکہ بے شمار شکر واحسان کہ اس نے آپ کی حفاظت فرمائی اور صحت بخشی۔ خداوند قدوس ہمیشہ اپنی حفاظت میں

رکھے۔ دین متین کی ممتاز ونمایاں بیش از بیش خدمات انجام دلائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ آج مبارکبادی کا تار بھی حاضر کیا ہے، ملا ہوگا۔ اشرفیہ کے پورے اسٹاف وارا کین ومسلمانان مبارکپور کی طرف سے مبارکباد۔

سواری کے خطرہ سے محفوظ رہنے کے لیے، یہ دعا نہایت مجرب ہے۔ گویا خطرات سے تحفظ کی ضمانت ہے۔ اور بلا شبہ کلام حق کا ضرور ضرور یہی اثر ہے شرط یہ ہے کہ ہر سواری پر سوار ہوتے وقت اس کو ضرور پڑھے۔ صرف ایک ہی بار پڑھنا کافی ہے سواری خواہ رکشہ ہو، یکہ ہو، کار ہو، موٹر ہو، ریل ہو، ہوائی جہاز ہو، بحری جہاز ہو، پالکی ہو، جس قسم کی سواری ہو جب سوار ہو ایک بار ضرور پڑھے۔ دعا یہ ہے: "بسم اللہ الرحمن الرحیم اٰمنت باللہ و توکلت علی اللہ سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الیٰ ربنا لمنقلبون"

(مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ)

ایک نرم خو، با اخلاق انسان کی فطرت سلیمہ سے دنیا اور دنیا والوں کو جو خیر وخوبی نصیب آسکتی ہے۔ وہ قوم وملت کو حافظ ملت سے بھی ملی۔ اس بارے میں بڑے دلنشین پیرائے میں شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی کے صاحبزادے مولانا ڈاکٹر محب الحق قادری اظہار خیال فرماتے ہیں:

اسلام کی فطرت سلیمہ کے مانند اس بندۂ مومن میں رب کائنات نے اتنی لچک دی تھی کہ اس کے عزم وحوصلوں کو جتنا دبایا گیا وہ اتنا ہی ابھرتا گیا اور اس قدر ابھرا کہ خاکدان گیتی پر ایک ایسا مبارک گوشہ بنا گیا جو رشک جہاں ہے، ایسا جہانِ رنگین کہ اس کے شب وروز اور شام وسحر کا ہر لحہ قال اللہ وقال الرسول کی صدائے دلنواز سے گونج رہا ہے۔ اور دیدۂ کور کے لیے وہاں کا ذرہ ذرہ سرمہ بصارت ہے کہ حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد، خویش واقرباء کے لیے کچھ نہیں کیا۔ بلکہ اس سچے شیدائی اسلام نے عمر عزیز اور عزیز اولاد کو اس قلعہ معلّی کی بھینٹ چڑھا دیا۔ اس مرکز میں مہمانان رسول شائقین نونہالوں کی انجمن صدا بہار، وارثین انبیاء کا ہجوم۔ وہ درسگاہ جس سے تلقین غزالی اور درس حنفی کا رس گھلتا ہوا نظر آتا ہے اور کیوں نہ ہو؟

ولایت، بادشاہی، علم اشیا کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں فقط اک نقطۂ ایماں کی تفسیریں

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

ہر طبقہ فیض یاب:۔

استاذ محترم حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ جنھوں نے کم از کم سال کی تین دہائیاں حافظ ملت کی صحبت میں گزاری تھیں موصوف نے ان کے فیضان عام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

"موجودہ صدی میں مسند علم ودانش سے کتاب وسنت کی نقیب ایک ایسی شخصیت ابھری جو ابھرتی ہی گئی یہاں

تک کہ آسمان سنیت پر چھاگئی ۔ پھر وہ وقت آیا کہ اس ہستی کی عبقری شان دن کے اجالے کی طرح دنیا کے سامنے اجاگر ہوگئی ۔ اور قوم نے حافظ دین وملت کا موقر خطاب دے کر اعتراف حقیقت کیا۔ آپ کی فیض بخش ذات بابرکات اگر چہ مجمع کمالات تھی لیکن ان تمام کمالات کا تجزیہ کیا جائے، تو دین کے فروغ کے لیے تمام تر جدو جہد اور اتباع سنت آپ کا مرکزی کردار ٹھہرے گا۔ اور سارے کمالات اسی محور پر گردش کریں گے ۔

واقعات کی روشنی میں دیکھنے والی نگاہیں اس دعوے کی تصدیق کریں گی، آپ کی متنوع شخصیت سے ہر طبقہ کے لوگ فیض یاب ہوتے ۔ فیض حاصل کرنے والے ، طلبا کی جماعت رہی ہو یا عوام الناس کا ہجوم' طبقۂ خواص رہا ہو یا ارادت مندوں کی انجمن، حاجت مند محتاج آیا ہو یا صاحب ثروت ، ہر ایک کے ساتھ مہر و مروت وحسن اخلاق کا یکساں برتاؤ رہتا۔ طلبہ کو احساس ہوتا حافظ ملت کی محبت ومہربانیاں صرف ہمارے لیے ہیں ۔ عوام سمجھتے حافظ ملت کی زندگی صرف ہمارے لیے وقف ہے ۔ خواص و مخلصین کو خیال گزرتا کہ حافظ ملت کی ساری توجہات صرف ہمارے حصہ میں ہیں۔

ہر کس بہ خیال خویش خوش است (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۳۵)

دل آویز:

جناب ڈاکٹر محمد عرفان صاحب پروفیسر صدر شعبہ اردو شبلی کالج لکھتے ہیں:

مولانا کی تعلیم وتربیت پرانے طریقوں پر پرانے استاذوں اور بزرگوں کے سایۂ شفقت اور پرانی فضاؤں میں ہوئی تھی، جدید علوم وفنون میں براہ راست انہوں نے کسی سے استفادہ نہیں کیا تھا مگر کہیں وہ اجنبی نہیں معلوم ہوتے تھے، چاہے وہ اہل علم کا حلقہ ہو، چاہے ارباب سیاست کی مجلس خواہ طالب علموں کی جماعت ہو خواہ عامۃ الناس کا اجتماع جدید افکار اور رجحانات سے کوئی کتنا آشنا کیوں نہ ہوتا مولانا سے تبادلۂ خیال کرتے وقت اسے کبھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ وہ ایک ایسے شخص سے گفتگو کر رہا ہے جس کی معلومات روایتی ہیں یا جس کا ذہن بندھے ٹکے خانوں میں اسیر ہے ۔ یا جس کی فکر ونظر کا دائرہ تنگ ہے۔ شکل وصورت، وضع قطع، چال ڈھال، بات چیت ہر اعتبار سے مولانا کی شخصیت بڑی دل آویز اور قابل احترام تھی ان کو دیکھ کر اور پا کر ایک طرح کی تقویت محسوس ہوتی تھی کہ وہ شفقت کریں گے، رسوا نہ کریں گے اور جب تک ساتھ رہیں گے زندگی میں بڑائی اور حلاوت محسوس ہوگی جیسے وہ اپنی طرح طرح کی ذمہ داریوں کا احساس رکھتے ہیں اپنی ہی نہیں ہماری ذمہ داریوں کا بھی احساس رکھیں گے ۔ وہ ہمیشہ صاف ستھرے رہتے تھے ظاہری اور باطنی دونوں اعتبار سے ہر کام خود کر لیا کرتے تھے"۔

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفٰی قادری لکھتے ہیں:

"حلم وعفو میں آپ کو وہ کمال حاصل تھا کہ بعض اشخاص غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ۔ لیکن نا قابل اصلاح حالات میں آپ کی گرفت لرزہ خیز ثابت ہوتی۔ ایک بار (ایسی ہی) کسی صورت حال کا برہمی کے ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لوگ سمجھتے ہیں کہ حافظ صاحب سیدھے ہیں، ان سے جو کام چاہے لے لو، میں سیدھا تو ضرور ہوں مگر بیوقوف نہیں ہوں۔ انکساری اور تواضع میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔ پھر بھی وقار وہیبت کی یہ شان تھی کہ کسی کو آنکھیں ملانے کی جرأت نہ ہوتی تھی، ہمیں یاد ہے کہ علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی صاحب نے آج سے ۱۸/سال قبل فرمایا تھا کہ وقار وطمانیت میں حافظ صاحب بے مثال فرد ہیں'' انکسار نفس کی وجہ سے آپ اپنے تلامذہ کو شاگردی کی نسبت سے نہیں یاد فرماتے، بلکہ کبھی حضرت، کبھی مولانا فرماتے۔ اور ان کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے بہت محظوظ ہوتے۔'' (المصباح ص ۱۴)

ہمسفروں کا خیال:

حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنے ہمسفروں کا بہت خیال فرماتے۔ ساتھ میں اگر کوئی طالب علم بھی خدمت کے لیے ہوتا تو اس کی ضرورت، کھانے، اور شوق تک کا لحاظ فرماتے۔ ٹرین اسٹیشنوں سے پھل فروٹ اور کھانے کی چیزیں خرید کر عنایت فرماتے۔ کسی دعوت میں اگر کوئی حضرت کے ساتھ ہوتا تو جب تک وہ نہ ہوتا آپ اکیلے کھانا ناپسند فرماتے۔ خورد نوازی کا ایک واقعہ مولانا محمد احمد مصباحی بیان فرماتے ہیں:

''جمشید پور محلہ آزاد نگر کے اجلاس میں شرکت کے لیے حضرت تشریف لے گئے تھے۔ قیام دھتکی ڈیہہ مدرسہ فیض العلوم میں تھا۔ دونوں محلوں میں قریبا آٹھ کلو میٹر فاصلہ ہوگا۔ جلسہ میں شرکت کے لیے ایک سامع کی طرح میں بھی پہونچ گیا۔ اختتام کے بعد روڈ کی طرف آیا کہ کوئی سواری ملے تو دھتکی ڈیہہ جاؤں۔ رات ایک بجے کا وقت تھا۔ سواری ملنے میں پریشانی لازمی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک ٹیکسی جانے والی ہے، اس کی طرف بڑھا، قریب پہونچا تو یہ دیکھا کہ اس ٹیکسی میں حافظ ملت اور دوسرے بزرگ علما تشریف لے جارہے ہیں۔ اس وقت میں فیض العلوم میں سینئر مدرس تھا، مگر کم عمری کی وجہ سے میری حیثیت ایک طالب علم سے زیادہ نہ تھی۔ اس لیے معزز مہمانوں نے پہچاننے کے باوجود التفات کی کوئی ضرورت نہ سمجھی۔ میں بھی مطمئن تھا کہ اور بھی سامعین (وہاں سے) آئے ہیں، کسی ٹیکسی والے کو تیار ہی کرلیا جائے گا۔ اتنے میں حافظ ملت نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا، بیٹھ جاؤ میں نے عرض کیا، اس میں تو جگہ نہیں ہے فرمایا:

''جگہ تو دل میں ہوتی ہے''

حضرت کی زبان سے یہ سننا تھا کہ بزرگ ہمنشینوں کو خیال ہوا اور آسانی سے میرے لیے جگہ نکل آئی۔''

(انوار حافظ ملت ص ۱۶)

ضلع بستی کے ایک پروگرام میں جناب حکیم محمد یوسف صاحب حضرت کے ساتھ تھے۔ میزبانوں کے پاس پہونچ کر حکیم صاحب تھوڑی دیر کے لیے کہیں چلے گئے۔ اس کے بعد کیا ہوا، خود انہی کی زبانی سنیں۔

حضرت کے ناشتہ کے لیے مٹھائیاں نمکین چائے وغیرہ کا انتظام کردیا گیا اور حضرت خاموش بیٹھے ہیں، کسی صاحب نے عرض کیا حضور! ناشتہ حاضر ہے۔

حضرت نے فرمایا: حکیم صاحب؟

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر کسی نے کہا حضرت شروع فرمائیں۔ حضرت نے کہا حکیم صاحب؟ تیسری بار جب حضرت سے پانی پینے کے لیے گزارش کی گئی تو فرمایا:

''ایک حکیم صاحب میرے ساتھ ہیں ان کو بلاؤ وہ کہاں ہیں؟ ایک صاحب پکارتے ہوئے باہر نکلے۔ ارے بھائی کون حکیم صاحب حضرت کے ساتھ آئے ہیں؟ حضرت ان کا انتظار کررہے ہیں اور انہوں نے ابھی تک پانی نہیں پیا۔

حکیم صاحب وہاں پہونچ کر حاجی امراؤ شاہ سے دوسرے کمرے میں محو گفتگو تھے۔آواز سن کر حضرت کے پاس پہونچے۔اس کے بعد حضرت نے ساتھ ناشتہ کیا۔ (انوار حافظ ملت ص ۵۸)

خود راقم الحروف حضرت کے ساتھ دوران سفر ان کی خصوصی عنایات اور توجہات کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ کسی اسٹیشن پر ٹرین رکی، خوانچے والوں نے آوازیں لگانی شروع کیں۔ حضرت نے خود ان میں سے ایک کوروکا، مونگ پھلی خریدی اور مجھے عنایت کی۔ میں حیران رہ گیا کہ حضرت یہ کیا کررہے ہیں۔اور پھر بار بار کہہ کر کھلایا۔

چڑیوں اور کتوں کا خیال:

حافظ ملت اپنے گھر میں اکیلے ہوتے تو چھوٹی چھوٹی چڑیاں ان کے اردگرد بے خوفی سے آتیں جاتیں۔آپ ان چڑیوں سے بیحد محبت فرماتے تھے اور ان کی خوراک کا خیال بھی رکھتے تھے۔ جتنے روز کے لیے باہر جانا ہوتا اسی مناسبت سے دانے پانی مہیا کرکے سفر پہ جاتے اور جب آپ طویل سفر سے اپنے دولت کدہ میں لوٹتے اور دن کا وقت ہوتا تو چڑیوں کی پر مسرت نغمہ سنجی سے پورا آنگن گونج اٹھتا۔آپ ان کی شادمانی سے خوش ہوتے۔

آپ کی قیامگاہ کی چھت کھپریل کی تھی جن میں ان چڑیوں کے پچاسوں گھونسلے تھے۔ زمین پر ان کی بیٹ بکھری رہتی۔مگر کیا مجال کہ کوئی ان چڑیوں کے گھونسلوں کو غلط نگاہ سے دیکھ لے۔ واقعتا آپ کو ان سے، اور ان چڑیوں کو آپ سے بیحد پیار تھا۔

اسی طرح محلہ کے کتوں کا حال تھا، رات کو کافی دیر بعد بھی حافظ ملت اگر گھر لوٹتے تو محلے کے کتے دیکھتے ہی دُم ہلا ہلا کر آپ کے آگے پیچھے کلیلیں کرتے۔ بعض لوگ جو ان کتوں کے مزاج سے ناآشنا ہوتے انہیں ہنکانے کی کوشش کرتے۔مگر حضرت انہیں ایسا کرنے سے باز رکھتے۔ حضرت اپنے دروازے پر پہونچ کر قفل کھولنے میں مشغول ہوتے تو کتے آپ کی طرف منہ کرکے بیٹھ جاتے آپ کھانا کھانے کے بعد کتوں کو لقمہ ڈالتے۔

حضرت مولانا سید شاہ اخلاص حسین پھپھوندوی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۴۸ھ جو حضرت شاہ عبدالصمد پھپھوندوی کے فیض یافتہ تھے۔ ان کے احوال میں ہے کہ چڑیاں عام طور پر ان کے شانوں اور ہاتھوں پر آکر بیٹھ جایا کرتی تھیں لوگ دیکھتے تو پوچھتے کہ حضرت یہ چڑیاں آپ سے اس قدر مانوس ہیں؟ فرماتے میری آدمیت غائب ہوچکی ہے، جانور

ہوگیا ہوں۔اس لیے یہ آجاتی ہیں۔حضرت موصوف نے قدیم صوفیا کی طرح سخت ریاضت ومجاہدہ فرمایا تھا"

یہی حال حافظ ملت کا تھا۔گھر میں پرورش پانے والی چڑیاں، بلیاں، اور کتے حافظ ملت کو خوب پہچانتے تھے ایک بار مولانا علی احمد بسمل عزیزی بستوی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت نے انہیں بیٹھنے کو فرمایا اور خود ان کے لیے شربت تیار کرنے لگے۔مولانا نے سوچا جب تک میں بھی حضرت کے گھر کا کوئی کام کر ڈالوں انہوں نے دیکھا کہ ایک ڈول میں کچھ ناصاف سا پانی بھرا ہے۔بلاضرورت سمجھ کر پانی گرادیا اور بالٹی صاف کردی۔خالی ڈول پر حضرت کی نظر پڑی تو فرمایا:

"ارے جنّتی! یہ کیا کیا؟ یہ پانی چڑیوں کے لیے رکھا تھا۔چڑیاں اتر کر اسے پیتی ہیں اور پھر خود ہی دوسرا پانی بھر کر رکھ دیا۔مولانا فرماتے ہیں:

"کمرے سے تھوڑا سا اناج نکال کر آنگن میں بکھیرنے لگے۔اور فرماتے تھے "یہ چڑیوں کی خوراک ہے" باہری دروازے کے پاس آکر ایک طاقچہ سے ایک روٹی اور آدھا پیالہ گوشت اتارا کتوں کے سامنے ڈال دیا۔ایک کتا ذرا بیمار تھا اسے زیادہ دیا" (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۵۰۸)

اوصاف ذاتی:۔

چہرہ میں جاذبیت، شب زندہ داری کی نورانیت۔خاموشی میں وقار وطمانیت نمایاں، پیشانی چمکدار، جبہ ودستار زیب تن فرمالیں تو لطافت روحانیت پورے پیکر کو محتوی۔مقام درس اور مسند ارشاد پر بیٹھیں تو جلالت علمی کا ترشح۔عام بات چیت میں نرم روی۔سنجیدگی اور محبت ورافت کی جھلملاہٹ، ملاقاتیوں سے ہمدردانہ انداز میں زیادہ سننے اور اپنی جانب سے کم بولنے کی عادت۔مناظرہ ومباحثہ میں مخالف کی حرکت پر چیتے جیسی نگاہ۔شکرے جیسی جھپٹ۔اور شیر جیسی گھن گرج۔مبہوت کن حملہ۔درس گاہ میں باوقار۔محققانہ انداز کلام۔عام نشستوں میں بار حیا سے نظریں جھکائے آگے کو قدرے سرخمیدہ۔مگر مجلس بھر میں نمایاں۔راستہ چلنے میں نگاہیں نیچی۔چلتے وقت جسم آگے کو مائل۔

رفتار سیدھی تیر کی طرح پرسکون۔لمبے قدم سے ہمیشہ دائیں چلتے۔بات چیت کے دوران کسی بات پر تائید کے لیے سر کو جنبش دیتے۔اور فرماتے "جی ہاں" الفاظ کی ادائیگی میں پورا زور ہوتا۔بہت خوشی میں بھی قہقہہ نہ لگاتے بلکہ مطابق سنت دانت کی سفیدی نظر آجاتی۔اور کبھی ہنسی ضبط کرنے میں آنکھیں نمناک ہوجاتیں۔گرمی کے موسم میں بھی پسینہ میں کسی طرح کی بو نہ ہوتی، فرماتے۔یہ قرآن عظیم کی برکت ہے۔

رفیق گرامی حضرت مولانا افتخار احمد القادری (مقیم مدینہ منورہ) حافظ ملت کے اخلاق عالیہ کو استفہام اقراری کے حسین ودلنشین پیرائے میں رقم طراز ہیں:۔

کیا عبادت آپ کی زیبائش وآرائش نہ تھی؟ کیا فقر آپ کا اعزاز نہ تھا؟ کیا طاعت آپ کی شیرینی نہ تھی؟ کیا اللہ کی محبت آپ کی حقیقی لذت نہ تھی؟ کیا تقویٰ آپ کا توشہ نہ تھا؟۔کیا ہدایت آپ کی سواری نہ تھی؟ قال اللہ آپ کا سخن خاص نہ تھا؟۔کیا ذکر الٰہی آپ کی زینت نہ تھی؟ قناعت آپ کا غنا نہ تھا؟ عبادت آپ کا کسب نہ تھا؟، شیطان آپ کا دشمن

نہ تھا؟ اس کو دشمن تو سبھی کہتے ہیں لیکن کیا شیطان کی دشمنی کو سب برت بھی پاتے ہیں۔ کیا حق آپ کا نگہبان نہ تھا، کیا دن آپ کے لیے سامانِ عبرت نہ تھا، کیا شب آپ کے لیے لمحۂ فکریہ نہ تھی؟ کیا آپ کی زندگی مکمل سفر نہ تھی؟ اور اس حدیث "کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل" (تم دنیا میں مسافر رہو یا رہگزار کی طرح) کی کھلی تصویر نہ تھی؟۔

کیا موت آپ کی منزل نہ تھی، اس نے آپ کو چین وسکون بہم نہ پہونچایا ہوگا قبر آپ کا قلعہ اور جنت الفردوس آپ کا ٹھکانہ نہ ہوا ہوگا اور کیا رب العالمین کا دیدار آپ کی سب سے بڑی اور آخری آرزو نہ تھی؟ حافظ ملت کی حیات جن جن کے سامنے ہے وہ سب کہیں گے ہاں اور ہاں اور یقیناً ہاں۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۴۷۹)

شبلی کالج اعظم گڑھ کے صدر شعبۂ اردو جناب ڈاکٹر عرفان صاحب لکھتے ہیں:

"آپ نہایت نرم خو، نرم جو اور نرم گفتار تھے ہر ایک سے محبت فرماتے۔ ہر ایک کے ساتھ حسن خلق سے پیش آتے۔ ہر ایک کی عزت کرتے اور کبھی کسی کی دل شکنی نہ فرماتے تھے آپ نہایت خلیق، منکسر المزاج اور مہمان نواز تھے بایں ہمہ دین کے معاملہ میں اور اللہ جل وعلا اور اس کے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات کے بارے میں ایک مومن کامل کی طرح بڑے حساس اور نازک مزاج تھے کسی ادنیٰ سی ادنیٰ بدعقیدگی کو برداشت کرلینا ان کی قوت ایمانی کے لیے ناممکن تھا۔ مبدأ فیاض نے آپ کو حسن تدبیر کا جوہر خاص بھی عطا فرمایا تھا۔ معاملات دین ودنیا میں اللہ جل وعلا نے آپ کو وہ بصیرت خاص بھی ارزاں فرمائی تھی جس کی طرف حدیث میں اشارہ ہے کہ "**اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله**" مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

آپ نے اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ مبارک پور میں گزارا اور اسی بستی کو اپنی آخری آرام گاہ ہونے کا بھی شرف بخشا۔ اہل مبارک پور نے آپ کی صبح وشام بھی دیکھی اور روز وشب بھی۔ انہوں نے آپ کو خلوت میں بھی دیکھا اور جلوت میں بھی، آپ کو انجمن آراء بھی دیکھا اور گوشۂ عزلت میں بھی۔ مسند تدریس پر بھی دیکھا اور سجادۂ عبادت پر بھی۔ بازار میں بھی دیکھا اور گھر بار میں بھی غرض انہوں نے آپ کو ہر حیثیت، ہر حالت اور ہر کیفیت میں دیکھا لیکن آپ کے کردار میں کہیں داغ نظر نہ آیا آپ کا ظاہر وباطن ہم آہنگ تھا۔ اتباع اسوۂ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام میں آپ نے ابتدا ہی سے جس سادہ زندگی کو اپنایا تھا آخر تک آپ کی زندگی میں وہی سادگی رہی۔ سادہ لباس، سادہ غذا، سادہ رہن سہن آپ کا طریقہ تھا"۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

انسانی اخلاق ہی کے مطابق اس کے عادات واطوار بھی ڈھلتے چلے جاتے ہیں۔ ایک اعلیٰ اخلاق کے حامل انسان کی ہر عادت سے انسانی اقدار کی شعاعیں مچلتی اور خوشبوئیں پھوٹتی رہتی ہیں۔

اخلاق ہی سے مومن کی پہچان ہوتی ہے اور حق یہی ہے کہ اعلیٰ اخلاق اور عظمت کردار کا حامل ایک مومن ہی ہوتا ہے۔ وہ مومن ایک عالم ربانی اور نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے اس کی تو خو بو ہی نرالی ہوتی ہے، اس کی تو ہر ہر ادا سنت مصطفےٰ ہوتی ہے۔

انسانیت کے محسنِ اعظم، معلمِ کائنات، رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق وکردار سے ہی دلوں کو

مسخر کیا۔
خود خدائے لم یزل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کی تعریف ''وانك لعلیٰ خلق عظیم'' فرما کر کی ہے۔ (سورۂ قلم:۴)
اور بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔ (کنزالایمان)
ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ''سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہے''۔ یعنی قرآن کریم پر عمل کر کے اور عمل کرا کر حضور معلم کائنات علیہ التحیۃ والثنا نے خلق عظیم کا نمونہ پیش فرمایا اور یہی سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم ہے۔
حدیث پاک ہے: خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق ومحاسن افعال کی تکمیل وتمیم کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ اور لاریب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی سب سے بہتر ہے اور اسی پیروی میں بہتری ہے۔
"لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة" (احزاب:۲۱)
بیشک تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بہتر ہے۔ (کنزالایمان)
اسلامی اخلاق پوری زندگی اور لوازمات زندگی کو حاوی ہے۔
دائرۂ اخلاق میں، حیا، رحم دلی، نرم خوئی، حسن سلوک، انکسار وتواضع، صبر وتوکل، استغنا، وعدہ وفائی، حق گوئی وثبات قدمی وغیرہ سبھی شامل ہیں۔
حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان سراپا اخلاق تھے آپ کی زندگی ایک آئیڈیل زندگی تھی اور خود ان کے اپنے عہد سے لے کر عہد موجود تک کے مسلمانوں نیز آنے والی نسلوں کے لیے ان کی سیرت مقدسہ ایک نمونہ ہے۔
مولانا سید ظہیر الدین صاحب زیدی علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
''آپ (حافظ ملت) نہایت نرم خو، نرم جو اور نرم گفتار تھے۔ ہر ایک سے برابر محبت فرماتے، ہر ایک کے ساتھ حسن خلق سے پیش آتے، ہر ایک کی عزت کرتے اور کبھی کسی کی دل شکنی نہ فرماتے تھے، آپ نہایت خلیق، منکسر المزاج اور مہمان نواز تھے۔ بایں ہمہ دین کے معاملہ میں اور اللہ جل وعلا اور اس کے حبیب پاک علیہ التحیۃ والسلام کی ذات کے بارے میں ایک مومن کامل کی طرح بڑے حساس اور نازک مزاج تھے۔ کسی ادنیٰ بد عقیدگی کو برداشت کر لینا ان کی قوت ایمانی کے لیے ناممکن تھا۔۔۔ (حافظ ملت نمبر ص ۱۰۴)
مولانا محمد اسلم مصباحی غازی پوری تحریر کرتے ہیں:
''مزاج میں جرأت وبے باکی تھی اور اخلاق میں درویشی کا توازن تھا'' (حافظ ملت نمبر ص ۵۱۶)
حضرت رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں:
''تحمل، ایثار، اخلاص، بلند ہمتی، حلم ودرگزر، استقامت واستقلال، ہمدردی وغمگساری، احسان وکرم، سخاوت

وفیاضی، بے غرضی واستغنا، مشقت وپرسوزی، خیر خواہی وخوش اندیشی اور صبر وضبط یہ کل کے کل شفقت ومحبت ہی کی انجمن کے حاشیہ نشین اور ارکان مجلس ہیں۔ اس لیے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ حافظ ملت اپنے دور کے ایک بے مثال شفیق استاد تھے تو اسی کے ذیل میں ہم اس کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ ان محاسن میں بھی وہ اپنے عہد کے ایک منفرد معلم تھے، ایک منفرد مربی تھے اور اسی کے ساتھ ایک منفرد مرشد ومزکی بھی تھے۔ (حافظ ملت نمبر ص ۱۲۵)

حضور حافظ ملت عظمت علمی، شہرت ومقبولیت اور عزت وتکریم کے باوجود حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ ان کا عالم ایسا ہی تھا کہ درخت جس قدر ثمر بار ہوجاتا ہے اسی قدر جھک جاتا ہے اور لچکدار ہوجاتا ہے۔

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''جب انسان غرور علم میں مبتلا ہوجاتا ہے خاص کر جب اسے قبول فی الخلق مل جائے تو غرباء ومساکین کس گنتی میں ہیں، بڑوں بڑوں کو خاطر میں نہیں لاتا مگر حافظ ملت جس دن مبارک پور تشریف لائے اس دن سے لے کر دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت تک چھوٹے بڑے امیر وغریب، عالم وجاہل، تلمیذ وغیر تلمیذ سے اس طرح ملتے تھے کہ ہر ملاقاتی یہ محسوس کرتا کہ مجھے سب سے زیادہ مانتے ہیں'' ۔ (ماہنامہ اشرفیہ، فروری ۱۹۹۱ء ص ۳۶)

اسی سلسلے میں حضرت مفتی عبدالمنان الاعظمی صاحب قبلہ سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ مکارم اخلاق کی اس بلندی پر فائز تھے۔ جس کو بلاشبہ انبیاء اور اولیاء کی اتباع کبریٰ کا مقام دیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اگر مستثنیات سے قطع نظر کرلی جائے تو آپ سے تعلق رکھنے والے ہزار ہا شاگردوں، کئی ہزار مریدوں اور بے شمار معتقدوں اور متعلقین میں یہ ایک عام خیال ہے کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ جس سے بھی ملتے وہ یہ سمجھتا کہ حضرت مجھ سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں اور جناب والا مجھ پر خاص نظر کرم فرماتے ہیں۔

لیکن میرے خیال میں اس خیال کی خاص وجہ یہ تھی کہ آپ ہر شخص سے اس کے منصب کے موافق برتاؤ کرتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں واقعہ بیان فرماتے ہیں:

''مولانا عبداللہ صاحب سلمہ ربہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں آپ (راقم الحروف) کے ساتھ حضور حافظ ملت کی خدمت میں گیا تو آپ کو کرسی پر بیٹھایا اور مجھے فرش پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا.........اور جب میں مولانا غلام حسین سلمہ کے ساتھ گیا تو مجھے کرسی پر اور انہیں فرش پر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ راقم الحروف کا خیال یہ ہے کہ ایسا موقع بھی ضرور آیا ہوگا جب مولانا غلام حسین صاحب زید مجدہ کو کرسی پر بیٹھایا ہو اور ان سے کم درجہ کوئی آدمی ان کے ساتھ رہا ہو تو اس کو فرش پر بیٹھنے کا حکم دیا ہو۔ یعنی ہر شخص کی قرار واقعی تکریم حضرت کا وطیرہ تھا'' ۔ (انمول موتی، ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۵۳)

حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ نے جو واقعہ بیان فرمایا ہے، اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک سے مطابقت بھی ہوتی ہے۔

حدیث پاک ہے: ابو داؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو ان کے مرتبہ میں اتارو یعنی ہر شخص کے ساتھ اس طرح پیش آؤ جو اس کے مرتبے کے مناسب

ہو۔سب کے ساتھ ایک سا برتاؤ نہ ہو مگر اس میں یہ لحاظ کرنا ہوگا کہ دوسرے کی تحقیر وتذلیل نہ ہو۔

☆ اس سلسلے میں رئیس القلم علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان بھی سننے کے لائق ہے۔

فرماتے ہیں:

”جہاں تک شفقت کا تعلق ہے، حافظ ملت تلامذہ پر باپ سے زیادہ شفیق تھے، باپ کی محبت بھی کبھی کبھی چند بیٹوں کے درمیان غیر متوازن ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ باپ کے خلاف بعض اولاد کو امتیازی سلوک کا شکوہ ہونے لگتا ہے، لیکن اپنے ہزاروں تلامذہ کے ساتھ حافظ ملت کا مشفقانہ سلوک اتنا عجیب تھا کہ ہر شخص اس خیال میں مگن رہتا کہ حضرت مجھی کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ محبت کی متوازن تقسیم یوں بھی ہوسکتی تھی کہ ہر شخص یہ محسوس کرتا کہ حضرت سب کو مساوی طور پر چاہتے ہیں لیکن ہر شخص کی یہ خوش عقیدگی کہ حضرت مجھی کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں، بلاشبہ شفقت ہی کا نہیں ذہانت وتدبر کا بھی کمال ہے“۔ (انوار حافظ ملت ص۴۴)

غرباء نوازی:

یتیموں کے ماویٰ، غریبوں مسکینوں کے ملجا، مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی سنت جمیلہ پر عمل کرتے ہوئے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے بھی غرباء نوازی کا حسین مظاہرہ فرمایا ہے:

حضرت نادار طلبہ پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ طلبہ کو تو وہ مثل اولاد سمجھتے تھے، عام غرباء کی بھی امداد فرماتے رہتے تھے۔ البتہ معاملہ ایسا تھا کہ اِس ہاتھ سے دیا اس ہاتھ کو خبر نہیں یعنی کبھی دکھاوے کے طور پر اس طرح کا مظاہرہ نہیں فرمایا۔

حسن سلوک:

اپنا ہو یا پرایا ہر ایک سے نرمی کا برتاؤ رحم دلی، دل جوئی وغیرہ بھی حسن سلوک میں شمار ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں عیادت بھی اس ضمن میں آتی ہے اور مہمان نوازی بھی۔ حضور حافظِ ملت طلبہ، مریدین، پڑوسیوں اور عامۃ المسلمین وغیرہ سے بڑے ہی اچھے انداز میں پیش آتے تھے۔

عیادت:

حاجی محمد عمر صاحب جو پہلے دارالعلوم اشرفیہ کے ناظم اعلیٰ تھے۔ نظامت سے سبکدوش ہونے کے بعد لوگ انہیں حضور حافظ ملت کا حریف خیال کرنے لگے تھے مگر خود حضور حافظ ملت کے دل میں حاجی صاحب کی بڑی قدر تھی۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ حضرت اپنے دولت کدے سے برآمد ہوئے اور مجھے اپنے ہمراہ چلنے کا اشارہ کیا۔ میں فوراً چل پڑا۔ بازار طے کرکے آپ پورہ صوفی میں داخل ہوئے۔ کچھ دیر چلنے کے بعد حضرت حاجی محمد عمر صاحب کے دولت کدے پر پہنچے میں نے گھر والوں کو حضرت کے آنے کی خبر دی۔ حاجی صاحب کے صاحب زادے نے بیٹھک کا دروازہ کھولا اور حضرت کو عزت سے بٹھایا حضرت نے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حاجی صاحب علیل ہیں اس لیے عیادت کے لیے حاضر ہوگیا ہوں۔

(۲) شاگرد کی عیادت:

مولانا محمد اسلم صاحب عزیزی مصباحی تحریر کرتے ہیں:

"راقم کے ہم سبق مولانا عبدالستار صاحب پرولیاوی کی علالت کی خبر درسگاہ میں ملی، قیامگاہ جاتے وقت مولانا عبدالستار صاحب کے کمرہ میں تشریف لے گئے، خیریت پوچھی، دعا دی اور تسکین کے کلمات سے تسلی دی اس کے بعد قیام گاہ تشریف لے گئے۔ (معارف حافظ ملت ص ۹۸)

مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی علیہ الرحمہ حضور حافظ ملت کے انکسار و اعلیٰ ظرفی کے تعلق سے بیان کرتے ہیں:

جب حضرت حج وزیارت کے بعد تشریف لائے تو عجب اتفاق کہ میرے محبوب شاگرد مولوی اعجاز احمد صاحب مبارک پوری نے محمد آباد مجھے اپنے اجلاس میں مدعو کیا۔ اسی اجلاس میں حافظ ملت بھی مدعو تھے۔ میں حضرت سے پہلے ہی پہنچ گیا اور حضرت عین اس وقت جلسہ میں رونق افروز ہوئے جب کہ میں پورے جوش وخروش کے ساتھ تقریر کر رہا تھا اور مولانا سید مختار اشرف محمد میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین صدر اجلاس تھے۔ حضرت حافظ ملت سیدھے اسٹیج پر تشریف لائے اور بھرے مجمع میں ہم دونوں بغل گیر ہوگئے۔ میں نے احتراماً تقریر ختم کردی اور حضرت سے تقریر فرمانے کی استدعا کی چنانچہ حضرت نے پرجوش تقریر فرمائی۔ تقریر کے بعد حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور اسی حالت میں قیام گاہ پر تشریف لائے اور نماز فجر تک گفتگو کا سلسلہ دراز قائم رہا۔

اہل محلّہ اور پڑوسیوں سے برتاؤ:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنے اہل محلّہ اور پڑوسیوں کا حد درجہ خیال فرماتے تھے۔

الحاج محمد حسین صاحب مبارک پوری لکھتے ہیں:

"حضرت اپنے پڑوسیوں، محلّہ والوں اور اپنی مسجد کے مصلیوں کا گھر کے افراد کی طرح خیال فرماتے تھے، ان کے دکھ درد، خوشی اور غم میں برابر شریک رہتے۔ کسی کے بارے میں خبر مل جاتی کہ بیمار ہے تو نماز کے بعد عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ آپ جاتے تو ساتھ ساتھ مصلیان مسجد بھی جاتے کیفیت پوچھتے، دعا کرتے اور مفید علاج کے سلسلہ میں مشورہ دیتے تھے۔ یہ اخلاق صرف محلّہ والوں اور پڑوسیوں کے لیے مخصوص نہ تھا بلکہ آپ ہر اس شخص کی عیادت کو تشریف لے جاتے جس سے مدرسہ یا کسی اور طرح سے آپ کا رابطہ ہوتا۔

برائی کے عوض بھلائی:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے کبھی کسی کی برائی کی نہ غیبت۔ وہ اپنے جانی دشمن سے بھی انتقام نہ لیتے تھے اور نہ ہی حق کے معاملے میں اپنے دوستوں سے مداہنت برتتے۔ وہ طعن وتشنیع، بغض وحسد، عناد وعداوت سے کوسوں دور تھے۔

مولانا عبدالحلیم صاحب نوری بھیروی رقم طراز ہیں:

''یونیورسٹی کی بنیاد کے سلسلے میں اور اس کے بعد بھی مخالفین کی خود رائی کے سبب حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کو جو روحانی اذیت اور تکلیف پہنچی ان پر سب وشتم اور عتاب وبدگوئی تو درکنار کسی ملاقات میں رنج کا اظہار بھی نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ ان سے مہربانی ونرمی کے ساتھ ملتے رہے اور کف اللسان من القول بالسوء پر عامل رہے۔ ایک دفعہ میں خدمت میں حاضر ہوا۔ حافظ نثار احمد صاحب مدرس مدرسہ ضیاء العلوم خیر آباد بھی حاضر تھے ایک شخص نے عرض کیا حضور مخالفین آپ کو دشنام دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ! میں سنت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عامل ہوں پھر میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ مولانا مجھے اس وقت بڑی خوشی ہوتی ہے جب کوئی میری بدگوئی کرتا ہے کیوں کہ میرے رسول کی سنت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی کسی کو برا نہیں کہا اس لیے حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ بھی مخالفین کی ادائے بد کے مقابلہ میں خصائص حسنہ پیش فرماتے اور مخالفین کے کلمات بد سن کر اس کا جواب قول بد سے نہ دیتے بلکہ اس سے اعراض فرماتے، ساتھ ہی ساتھ اس آیت مبارکہ پر بھی عمل فرماتے۔

"وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ......الجاهلين (پارہ ۲۰ سورۃ القصص، آیت ۵۵)

اور وہ بھلائی سے برائی کو ٹالتے ہیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جب بے ہودہ بات سنتے ہیں اس سے تغافل کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے عمل اور تمہارے لیے تمہارے عمل۔ بس تم پر سلام ہم جاہلوں کے غرضی نہیں۔ (کنز الایمان، حافظ ملت نمبر ص ۵۱۵)

(۲) مولانا محمد اسلم صاحب عزیزی مصباحی رقمطراز ہیں:

''ایک مرتبہ ایک صاحب حاضر بارگاہ ہوئے۔ حضرت نے پوچھا کیسے آنا ہوا۔ عرض کیا حضور بڑی خاص بات ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ طلبہ کو ہٹا دیا جائے تو عرض کروں مگر طلبہ سے کچھ کہنا تو درکنار فرمایا میں کسی کی ایسی بات نہیں سنتا کہ اگر کہیں اس کا ذکر آجائے تو اس میں آپ کا نقصان ہو۔ اگر ایسی بات ہو تو نہ کہیے۔

(۳) حضرت قاری عبدالحکیم صاحب قبلہ نے بیان کیا کہ تلشی پور کے ایک معتقد بلرامپور بغرض ملاقات تشریف لائے اور حاضر بارگاہ ہوئے۔ درمیان گفتگو عرض کرنے لگے مولانا عتیق الرحمٰن صاحب حضرت کو ایسا ایسا کہتے ہیں۔ فرمایا جی ہاں مولانا عتیق الرحمٰن صاحب قبلہ ایک جید عالم دین ہیں، سنیت کے خادم ہیں، حضرت مولانا بہت بڑے عالم ہیں، بڑوں کو حق ہے کہ چھوٹوں کو جو چاہیں کہہ لیں مگر چھوٹوں کو حق نہیں کہ بڑوں کا جواب دیں۔

(۴) اسی طرح کا واقعہ ۱۹۷۱ء میں پیش آیا جب اہل مبارک پور نے حافظ ملت کے خلاف ایک پمفلٹ کے جواب کی اجازت چاہی تو فرمایا: یہ مخدوم زادوں کی طرف سے ہے۔ خادم کو حق نہیں کہ مخدوم زادوں کا جواب دے اس لیے میری طرف سے جواب دینے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر ایسا کیا گیا تو مجھے بے حد تکلیف ہوگی۔

(۵) حضرت مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی نے بیان فرمایا، بلکہ ایک موقع پر جب عقیدت مندوں نے جوابی

کارروائی پر اصرار کیا تو سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: جو میری طرف سے جواب دے گا وہ میرا نہیں، میرا نہیں، میرا نہیں۔۔۔۔(معارف حافظ ملت ص ۸۵ ص ۸۶)

بے سبب دخل اندازی سے پرہیز:

حضور حافظ ملت جن کمیٹیوں کی سرپرستی فرماتے ان کے فیصلوں میں بلاوجہ کی دخل اندازی کو ناپسند فرماتے چنانچہ دارالعلوم انوارالقرآن بلرامپور کے بارے میں بکل صاحب کو لکھتے ہیں:

''مولوی غلام محمد صاحب کے متعلق کمیٹی نے جو تجویز کیا بہر حال کمیٹی مختار ہے، ذمہ دار ہے میں ان کے لیے کمیٹی کے لیے دعا کرتا ہوں'' (مکتوب بنام بکل اتساہی)

بڑوں کا ادب واحترام:

ادب واحترام اخلاق عالیہ کا حصہ ہے اس خزانہ سے حضور حافظ ملت کو وافر حصہ ملا تھا۔حافظ ملت اپنے والدین کریمین کے تو حد درجہ ادب شناس تھے کیوں کہ آپ نے جن والدین کی آغوش میں پرورش پائی تھی وہاں تعلیم سے زیادہ تربیت پر زور دیا جاتا تھا۔

جب حضور حافظ ملت نے تعلیمی میدان میں قدم رکھا تو اپنے ہر استاد کا اس درجہ ادب واحترام کیا کہ اس کا دل جیت لیا۔اوراپنی خدمت گزاری اور نیاز مندی کے سبب اس کی کامل توجہ، ہمدردی اورعلم بخشی کے مستحق ہوئے۔

حکیم محمد شریف صاحب مرادآبادی جن کا مطب شہر مرادآباد میں تھا وہ مرادآباد سے بھوج پور (وطن حافظ ملت) آیا کرتے تھے۔حکیم صاحب آتے تو حافظ ملت کی اقتدا میں نماز پڑھتے۔امام مسجد ہونے کے باوجود حافظ ملت حکیم صاحب سے اس طرح ادب واحترام سے ملتے کہ ان کے دل میں از خود یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اس باصلاحیت اور باادب نوجوان میں اپنا علم طب منتقل کردیں۔

خود حضور حافظ ملت بیان فرماتے ہیں:

''میرے اوپر ان کی نظر عنایت ہوئی۔فرمایا حافظ صاحب! میں آپ کو طب پڑھاؤں گا۔میں نے کہا حکیم صاحب! میں غریب آدمی، میرے والد کثیر العیال، گھر کا دارومدار مجھی پر ہے میں باہر نہیں جاسکتا۔حکیم صاحب نے فرمایا ٹرین سے مرادآباد آؤ سبق پڑھ کر واپس آجایا کرو تمہارا نقصان نہیں ہوگا، آمدورفت کا کرایہ بھی میں دوں گا۔۔۔'' (حافظ ملت نمبر ص ۶۶)

وہ جوہر ادب ہی تھا جس نے حکیم صاحب کے دل میں جگہ بنائی اور وہ اپنی طرف سے کرایہ دے کر بلانے اور پڑھانے پر آمادہ ہوگئے۔

صدرالشریعہ کا ادب واحترام:

یوں تو حافظ ملت اپنے تمام اساتذہ، مشائخ اور اکابرین اہل سنت کا بیحد ادب کرتے تھے مگر جس شخصیت کے علم وفضل نے حافظ ملت کی ذات پر سب سے زیادہ اثر ڈالا تھا وہ تھے حضرت صدرالشریعہ مولانا شاہ امجد علی القادری رحمۃ اللہ علیہ!

جب حضرت صدرالشریعہ اپنے وطن گھوسی تشریف لاتے تو آپ سے نیاز حاصل کرنے کے لیے علما،فضلا، رؤسا اورزائرین کی بھیڑ جمع رہتی اور آپ کی نشست گاہ ہر وقت بھری رہتی۔ اگر صدرالشریعہ بیٹھک سے کسی کام کے لیے اٹھ کر اندر جاتے تو تمام اہل مجلس سروقد کھڑے ہوجاتے اور واپس تشریف لاتے تو دوبارہ کھڑے ہوجاتے اور آپ کے بیٹھنے پر سب لوگ بیٹھتے مگر اس مجلس میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو اس وقت تک سروقد برابر کھڑا رہتا جب تک حضرت خود اسے بیٹھنے کے لیے نہ کہتے اور وہ بیٹھتا بھی تو باادب، دوزانو..........

یہ تھا حضرت صدرالشریعہ کا چہیتا شاگرد عبدالعزیز جسے دنیا نے آگے چل کر حافظ ملت، محدث مبارکپوری اور محدث مرادآبادی کے القاب سے پہچانا۔ سچ ہے:

باادب بانصیب، بےادب بےنصیب

حافظ ملت خود باادب تھے اور یہی جوہر انہوں نے اپنے فرزندوں اور تلامذہ میں منتقل فرمایا۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ کو اپنے استاذ ومرشد اجازت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے دلی محبت تھی جب بھی نام نامی لیتے نہایت ادب واحترام سے ''حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ'' فرماتے۔ سیدی اعلیٰ حضرت یا اکابر اہل سنت میں جب کسی کا ذکر فرماتے تو تعظیم واحترام سے آپ کی گردن خم ہوجاتی اور ان کی محبت میں آپ کی آنکھیں نمناک ہوجاتیں ،دور طالب علمی میں راقم الحروف نے سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے متعلق ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی میں ایک مضمون لکھا۔ جب وہ چھپ کر آیا تو لے کر حافظ ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف فرما تھے۔ تخت پر بیٹھے کچھ تحریر فرمارہے تھے.......... میں نے رسالہ پیش کیا اور دعا چاہی۔ حضرت نے میرے مضمون کو پڑھنا شروع کیا، پھر میں نے دیکھا کہ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ''عشق رسول'' کی باتیں پڑھ کر حافظ ملت کی آنکھوں سے اشک جاری ہوگئے۔ حافظ ملت علم ومعرفت اور عادات واخلاق میں حضور صدرالشریعہ کے مظہر تھے۔ آپ اپنے استاذ ومرشد کی شخصیت ہی نہیں بلکہ ان کی ایک ایک صفت سے محبت فرماتے تھے۔ ان کے عزیز واقارب اور ان سے تعلق رکھنے والی ہرشی حافظ ملت کو محبوب تھی۔

ایک دور میں حضرت مولانا علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری بن صدرالشریعہ علیہما الرحمہ دارالعلوم اشرفیہ میں مدرس تھے۔ حافظ ملت دارالعلوم کے صدرالمدرسین تھے اس کے باوجود استاد زادے کا بیحد ادب واحترام کرتے تھے۔ اور ان کے شایان شان تکریم فرماتے تھے۔

علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری فرماتے ہیں:

''حافظ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی چند خصوصیات میں سے ایک یہ خصوصیت تھی کہ وہ اپنے اساتذہ اور اپنے تمام مشائخ اور ان کے متعلقین کا پورا پورا ادب کرتے تھے کسی فعل یا قول سے یا ترکیب سے وہ ایسا ظاہر نہیں کرتے تھے کہ کسی بزرگ سے تعلق میں کوئی کمی ظاہر کریں۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۸۴)

حافظ ملت اپنی محسن شخصیات کے متعلقین اور اساتذہ ومشائخ کی اولاد کا بھی حد درجہ احترام فرماتے تھے۔ حضرت علامہ ازہری کا بیان ہے:

''میں جب ۱۹۶۱ء میں ہندوستان حاضر ہوا تو حافظ صاحب خود میرے مکان پر ملنے کے لیے تشریف لائے۔ اتفاق سے میں دوسری جگہ تھا تو وہاں تشریف لائے اور ملاقات کی اور نہایت ہی محبت سے پیش آئے۔ اور یہ میری آخری ملاقات تھی''۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۸۸)

حافظ ملت، قوم وملت کے بہی خواہ تھے ان کی شفقتیں عام تھیں وہ اپنے ماتحت مدرسین علما کی علمی ترقی اور کمال کی راہیں بھی استوار فرماتے تھے۔ جس کا احساس عالی ظرف علما واساتذہ کو تھا۔ حضرت علامہ ازہری بن صدر الشریعہ علیہما الرحمہ لکھتے ہیں:

''جب میں دارالعلوم اشرفیہ میں مدرس تھا تو حافظ صاحب نے مسلم شریف میرے متعلق کی تھی۔ اور کئی سال تک جب تک میں مبارک پور رہا دورہ کے طلبہ کو مسلم شریف پڑھایا کرتا تھا۔ بعد میں جب بحیثیت شیخ کے جامعہ محمدی شریف آیا تو مجھے بخاری پڑھانے میں کسی قسم کی خاص دشواری پیش نہیں آئی''۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۸۸)

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی زوجہ محترمہ علیہا الرحمۃ (المتوفیہ ۲۹ رجب ۱۴۱۵ھ/یکم جنوری ۱۹۹۵ء) کا حافظ ملت عمر بھر ماں کی طرح ادب ولحاظ فرماتے رہے۔

ان کی ہر بات حافظ ملت کے لیے حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ گھوسی اور اس کے مضافات کے لوگ مخدومہ نانی جان صاحبہ کی وساطت سے حافظ ملت کی خدمت میں اہم سے اہم مسئلہ کو بھی پیش کرنا آسان سمجھتے تھے۔ دارالعلوم اشرفیہ میں طلبہ کے داخلے عموماً نصف شوال سے پہلے ہوا کرتے تھے۔ اور اس کے لیے بھی مجلس انتظامیہ کی طرف سے ایک تعداد مقرر کی جاتی تھی۔ مگر وقت گزر جانے کے بعد اور مقررہ کوٹہ پورا ہو چکنے کے باوجود اگر کسی طالب علم کے لیے مخدومہ علیہا الرحمۃ سفارش فرمادیتیں تو کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اسے مبارک پور سے واپس جانا پڑا ہو۔ قصبہ خاص گھوسی سے حاجی عظیم اللہ مرحوم بالکل اسی اندا میں شوال کی تاریخیں گزر جانے کے بعد حافظ محمد عین الدین وحافظ محمد انوار الحق کو دارالعلوم اشرفیہ شعبۂ حفظ میں داخل کرانے کے لیے لے گئے تھے۔ راقم الحروف ان دنوں مبارک پور ہی میں زیر تعلیم تھا۔ طلبہ کا معینہ کوٹہ پورا ہو چکا تھا۔ مگر حاجی صاحب مرحوم نے حافظ ملت کے سامنے مخدومہ نانی جان صاحبہ کا رقعہ پیش کیا تو حافظ ملت علیہ الرحمہ نے درخواست پر تحریر فرمایا کہ ان لوگوں کا داخلہ حضور مخدومہ ملت کی سفارش پر کیا گیا۔

شوال ۱۳۹۲ھ کا پر بہار مہینہ تھا جب الجامعۃ الاشرفیہ ''درسگاہ کی سینٹرل بلڈنگ کا جشن افتتاح ہوا۔ شہزادۂ امام احمد

رضا، حضور مفتی اعظم ہند بخاری شریف کا درس آغاز کرنے کے لیے تشریف فرما تھے۔ علما، مشائخ، مفسرین، شیوخ الحدیث کا اجتماع تھا۔ مسلمانان اہل سنت بھی بڑی تعداد میں موجود تھے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ اس وقت کھڑے ہوتے ہیں اور مفتی اعظم ہند کی شخصیت کا تعارف کراتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے:

حضور مفتی اعظم ہند قبلہ بلا شبہ ولی کامل ہیں۔ آج جو ان سے ایک سبق پڑھے گا وہ آئندہ اس پر فخر کرے گا۔ جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ اس پر فخر کرے گا۔ جو ان کی دست بوسی کرے گا وہ اس پر فخر کرے گا۔ اور جو ان کی زیارت سے مشرف ہوگا وہ اسے بھی فخر یہ بیان کرے گا کہ میں نے حضور مفتی اعظم کی زیارت کی ہے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ مذکورہ باتیں کہتے جاتے تھے اور الجامعۃ الاشرفیہ کے شیخ الحدیث شمس العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین جعفری علیہ الرحمہ ایک ایک بات کی تصدیق کرتے جاتے تھے۔

جن لوگوں نے حضور مفتی اعظم ہند شہزادۂ اعلیٰ حضرت محمد مصطفےٰ رضا خاں قدس سرہ سے حافظ ملت کے حصول نیاز اور ملاقات کا منظر دیکھا ہے وہ گواہی دیں گے کہ حافظ ملت ہمیشہ دست بوسی کی کوشش فرماتے اور سرکار مفتی اعظم انہیں سینے سے لگاتے، اپنے پاس بٹھانے پر اصرار فرماتے مگر حافظ ملت کچھ فاصلہ پر نہایت مؤدب بیٹھتے۔

حضور مجاہد ملت کی شانِ درویشی کا تو حال ہی الگ تھا یہ دونوں واقفان راز جب باہم ملتے تو ایک دوسرے کا حد درجہ احترام فرماتے ایک دوسرے کی دست بوسی وقدم بوسی کی کوشش فرماتے۔ یہی ادب ولحاظ حافظ ملت اپنے جملہ معاصرین اور صاحبانِ سنیت کا فرماتے۔

حافظ ملت کے دم قدم کی برکت سے دار العلوم اشرفیہ نے اپنا مقام بنالیا تو اراکین اور ارباب حل وعقد نے ملک کے مشاہیر علماء اور ماہرین علوم کو یہاں لانے کا پروگرام بنایا۔۔۔ ایک بار یہ بات سامنے آئی کہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلیفۂ ارشد، اور شاگرد رشید ملک العلما علامہ ظفر الدین احمد بہاری علیہ الرحمہ کو لایا جائے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے سنا تو بہت خوش ہوئے۔۔۔ اور اپنی عادت مبارکہ کے مطابق فرمایا:

”یہ تو بہت خوشی کی بات ہے کہ حضرت تشریف لائیں، میں خادم ہوں خدمت کرتا رہوں گا، میں نے دس سال حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمہ کی کفش برداری کی ہے، حضرت مولانا تشریف رکھیں گے اور میں ان کے سامنے درس دوں گا۔

مہمان نوازی:

مہمان نوازی معلم کائنات، محسن انسانیت حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جمیلہ ہے۔

(۱) الجامعۃ الاشرفیہ کے سنگ بنیاد اور تعلیمی کانفرنس کی تیاریوں کا زمانہ ہے۔ روزانہ علما، اکابرین، مشائخ اور تلامذہ ومریدین کی آمد تھی۔ حضرت سے ملنے جو بھی آتا حضرت بدست خود اس کی مہمان نوازی فرماتے۔ اس کے لیے

شربت یا چائے بناتے، مہمان کو چارپائی یا تخت پر بٹھاتے اور خود باورچی خانہ میں آگ جلاکر چائے بناتے یا شربت بنا کر ضیافت کرتے۔

مولانا علی احمد بسمل عزیزی مصباحی۔ دھرم سنگھوا بازار بستی تعلیمی کانفرنس میں تعاون کے لیے قبل از وقت مبارک پور آگئے تھے۔ ایک روز بعد عصر ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد یحییٰ علیہ الرحمہ نے انہیں حافظ ملت کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ حضرت کو نوادہ جانے کے لیے قاری صاحب کا پیغام دیں۔ حضرت نے پیغام سننے کے بعد پہلے مولانا کو چارپائی پر بٹھایا، خود اٹھ کر سِل پر بادام اور شکر پیس کر شربت تیار کیا۔ مولانا کی ضیافت کی اس کے بعد نوادہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۵۰۸)

(۲) مہمان کی خاطر وتواضع:

مولانا محمد احمد صاحب بھیروی صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور رقمطراز ہیں:

''بارہا سیکڑوں اور ہزاروں افراد کو حافظ ملت کی قیام گاہ مدرسۂ قدیم میں حاضری کا شرف حاصل ہوا ہوگا۔ وہاں جانے والے مہمانوں کے لیے حضرت بنفس نفیس خود چولہا جلاتے، چائے بناتے، اور پلاتے، گرمی کا موسم ہوتا تو شربت کا اہتمام کرتے۔ چاہے یہ حاضر ہونے والا، اپنا مرید وشاگرد ہی کیوں نہ ہو۔ اور کمال تو یہ ہے کہ مہمان اگر ان کے کام میں ہاتھ بٹاتا، یا کوئی خدمت کرنا چاہتا تو ہرگز گوارانہ کرتے۔ مولوی عبدالحلیم صاحب بھیروی کے والد عبدالشکور صاحب جو حضرت کے مرید ہیں ایک بار حاضر خدمت ہوئے، چاہا کہ پنکھا جھلیں، گوارا نہ کیا اور فرمایا ''آپ مہمان ہیں''

(۳) مرید حافظ ملت عاصم گونڈوی ایڈیٹر تاجور۔ گورکھپور لکھتے ہیں:

''آپ کی مہمان نوازی کا یہ حال کہ ایک دفعہ میں دارالعلوم اشرفیہ پہنچا، حضرت سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت ایک میزبان کی حیثیت سے جس خندہ پیشانی، جس خلوص ومحبت اور جس شفقت وعنایت کا مظاہرہ فرمایا میں اس کے بیان سے قاصر ہوں۔ مجھے وہاں سے مہراج گنج ضلع گیا جانا تھا۔ دوسرے دن صبح میں قاری عبدالحکیم صاحب کے کمرے میں تھا کہ حافظ ملت اپنے ہاتھ میں ایک بنڈل لیے ہوئے تشریف لائے اور میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ لیجیے راستہ کا توشہ ہے۔ یہی حسن سلوک ان کا ہر ایک کے ساتھ تھا۔ (حافظ ملت نمبر ص ۲۱۷)

اخوت ومساوات:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اخوت ومساوات کے علمبردار تھے۔ آپ نے اخیر دم تک مساوات اسلامی کی تبلیغ فرمائی اور اخوت ایمانی کا درس دیا۔ خود تحریر فرماتے ہیں:

''آئی ہے میرے ساتھ مساوات کی شعاع
یہ آفتاب وقت کی پہلی کرن نہیں

''مذہب اسلام کی خشت اول سے لے کر اس کی تعمیر ثریا تک مساوات کی تعلیم ہے۔ حقیقی مساوات صرف اسلام کا طغرۂ امتیاز ہے۔ اسلام سے قبل مساوات کا لفظ دنیا نے بہت سنا تھا مگر تاریخ شاہد ہے کہ اس کا صحیح مفہوم بھی دماغوں میں نہ آیا تھا۔

دنیا وحشت وبربریت کے بحرانی دور سے گزر رہی تھی۔ درندگی اور گزندگی ہی کو مساوات تصور کرلیا تھا۔ ارحم الراحمین نے فضل فرمایا کہ اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ جن کی تعلیم نے دنیا کو درسِ انسانیت دیا، مساوات سکھائی، صحیح اور حقیقی مساوات کا عامل بنایا جس نے غلامی اور آقائی کا فرق اٹھادیا، شاہی وگدائی کا امتیاز مٹادیا۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

(معارف حدیث ص۸۳)

آگے چل کر فرماتے ہیں:
''مسلمانو! غور کرو تمہارے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم ہے کہ غلاموں کے ساتھ اس درجہ مساوات ہے کہ لباس اور غذا میں برابری ہے، سوار اور پیدل چلنے میں برابری ہے تو اپنے اعزا واقربا بھائیوں برادروں کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے۔

بلاشبہہ اسلامی تعلیم یہی سبق دیتی ہے کہ بھائی کو کم از کم اپنے برابر اپنی بلند سطح پر ضرور رکھنا چاہیے۔ اپنے آرام کی فکر ہو تو اپنے بھائی کے آرام وراحت کو بھی ضرور یاد رکھے۔ خود تکلیف سے بچے تو اپنے بھائی کو بھی تکلیف سے بچائے۔ نوکروں، ملازموں اور مزدوروں کے ساتھ بھی نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے ان کے راحت وآرام کا بھی ضرور ضرور خیال رکھے''۔ (ایضا ص۸۵)

خردنوازی:

(۲) مولانا مبین الہدیٰ صاحب نورانی گیاوی لکھتے ہیں:
''اپنے شاگردوں کی دینی خدمات کو سراہنا، ان کے کارناموں پر ان کی حوصلہ افزائی کرنا، انہیں اپنی دعاؤں سے نوازنا، اور ان کی قابلیتوں کا برملا اعتراف کرنا حافظ ملت کی ایسی دلنواز ادائیں ہیں جن کا جواب نہیں۔

جانوروں اور پرندوں کا خیال:

ایک مومن بے وجہ شرعی اللہ کی کسی بھی مخلوق کو گزند نہیں پہنچاتا بلکہ اپنے رب کی ہر مخلوق کے ساتھ اپنے مومنانہ

برتاؤ کو روا رکھتا ہے۔

آقائے دو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی جانوروں اور پرندوں وغیرہ کا خیال فرمایا ہے۔ چڑیوں نے ان کی بارگاہ میں فریاد پیش کی ہے، جانوروں نے ان سے داد چاہی ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب حضور حافظ ملت نے بھی آقائے نامدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حسین وجمیل سنت پر عمل کیا ہے۔

کفایت شعاری اور سخاوت:

آج فضول خرچی بھی فیشن اور تہذیب میں داخل ہے وہ بھی بایں طور کہ اپنی ذات کے آرام وآسائش کے لیے تو جتنا بھی صرف ہو جائے کم ہے مگر کسی دوسرے اہل حاجت کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔

حضور حافظ ملت کا یہ عالم تھا کہ ان کے ذاتی وشخصی اخراجات وہی نپے تلے تھے جو شروع سے متعین تھے۔ مگر حضرت اپنے اہل خانہ، متعلقین کے علاوہ حاجت مندوں (طلبہ، علما وہمسایہ وغیرہ کے لیے) دست سخا ہمیشہ دراز رکھتے۔ اکثر دوسروں کو آرام پہونچانے کے لیے خود کو تکلیف میں ڈال دیتے، مصائب وآلام کے سائے میں گزری ہوئی حیات حافظ ملت ہی ان کے کردار کی پختگی کی علامت ہے۔

تری نگاہ مصائب کی دھوپ میں تپ کر
خود اپنے رنگ میں دنیا کو ڈھال سکتی ہے
کچھ اور دیر بھڑک جائے گر یہ پیاس تری
پہاڑ کاٹ کے چشمے نکال سکتی ہے

(۲) بلاوجہ مدرسہ کے پیسے کیوں خرچ کیے جائیں:

۱۹۷۳ء میں ضلع بستی کے قصبہ مہندوپار کے مدرسہ شمس العلوم کا جلسہ تھا۔ مہنداول سے مہندوپار ۸؍میل تک ناپختہ ناہموار راستہ تھا جس پر پیدل یا بیل گاڑی اور سائیکل کے علاوہ کسی سواری سے جانا دشوار ہوتا تھا البتہ ناگزیر حالات میں جیپ آتی جاتی تھی مگر اس کا خرچ زیادہ لگتا تھا۔ اس آٹھ میل کے راستے کو طے کرنے میں کتنے مضبوط اعصاب والوں کی بھی ہمتیں جواب دے جاتی تھیں۔ لوگوں نے حضرت کو بتایا کہ جیپ والا پچاس روپے مانگ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا:

''میں سائیکل کے پیچھے سیٹ پر بیٹھ کر چلوں گا بلاوجہ مدرسہ کے پچاس روپے کیوں خرچ کیے جائیں؟''

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور حضرت اپنی ضعیفی اور نقاہت کے باوجود سائیکل کے پیچھے بیٹھے اور لہراتی بل کھاتی، ہچکتی، ہچکتی دو پہیوں کی اس سواری پر ہی آٹھ میل کا راستہ طے فرمایا اور آپ کی جبین مبارک پر بل تک نہ آیا۔ ناہموار اور نشیب وفراز سے بھرے راستے پر سائیکل کے پیچھے بیٹھنے والے بخوبی جانتے ہوں گے کہ ایسے سفر میں سائیکل چلانے والے سے زیادہ بیٹھنے والے کو بار بار شدید جھٹکوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس سے پورا جسم جھنجھنا اٹھتا ہے۔ مگر قربان جائیے اس ملت کے حافظ کی ثبات قدمی اور مشقت برداری پر کہ خود اپنی جان پر تکلیفیں اٹھالیں اور مدرسہ کے پچاس روپے خرچ

نہ ہونے دیجئے۔

اسی سفر میں واپسی کے وقت حضرت نے مدرسہ احمدیہ معراج العلوم کا معائنہ فرمایا۔ اس کے بعد جناب مولانا محمد ادریس صاحب (نائب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور) نے حضرت کو جیپ میں بٹھایا اور روانگی ہوئی۔ کچھ ہی راستہ طے ہوا تھا کہ جیپ کا ڈرائیور اتر کر دست بستہ کھڑا ہوگیا کہ خراب راستہ کی وجہ سے گاڑی نے پٹرول ضرورت سے زیادہ کھالیا۔ اب یہ اس سے آگے نہیں جاسکتی۔ یہ سن کر سب لوگوں کو پریشانی ہوئی۔ حافظ ملت نے اس وقت پر اعتماد انداز میں فرمایا: لے چلو! گاڑی چلے گی۔ انشاء اللہ

حضرت کے فرمانے پر ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ خدا کا شکر کہ مہنداول پہونچنے تک کہیں گاڑی نہیں رکی۔ اور خیر وخوبی سے سفر پورا ہوا۔ شامہ اعظمی نے سچ کہا:

کردار تو اے حافظ ملت مرا سو فات
پُر عزم وجواں حوصلہ، بیگانہ خدشات
بر عالم اسلام تو احسان نمودی
تو آبجور، آوردہ از پردۂ ظلمات

حافظ ملت کا یہ فرمانا کہ ''لے چلو! گاڑی چلے گی۔ گاڑی چلی جب کہ ڈرائیور گاڑی کے چلنے کی امید چھوڑ چکا تھا''۔ اس سے حضرت کی کرامت بھی ظاہر ہے۔

اسراف سے احتراز

کسی موقع پر معتقدین نے مبارک پور واپسی کے لیے فرسٹ کلاس کا ٹکٹ منگانے کا ذکر کیا تو فرمایا جب میں تھرڈ کلاس سے سفر کرسکتا ہوں تو فرسٹ کلاس کا ٹکٹ منگانا فضول خرچی ہوگی۔ (معارف حافظ ملت از مولانا محمد اسلم عزیزی مصباحی ص ٦٦)

چلنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہ دیکھا گویا زمین آپ کے لیے لپٹی جارہی تھی۔ ہم اپنی پوری طاقت صرف کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے تکلف چلتے''۔ (انوار غوثیہ شرح شمائل ص ۱۷۷)

مولائے کائنات سیدنا علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی رفتار کا تعارف کراتے تو فرماتے:۔

''جب حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم چلتے تو زمین سے پاؤں زور کے ساتھ اٹھاتے گویا آپ اوپر سے نیچے کی طرف اتر رہے ہوں''۔ (انوار غوثیہ شرح شمائل ص ۱۷۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت اس طرح ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب چلتے تو بلا رکاوٹ آگے کو جھکے ہوئے چلتے تھے جیسے نشیب کی طرف قدم اٹھا رہے ہوں'' (ایضاً)

حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب قدم اٹھاتے تو مضبوط قدم اٹھاتے اور آگے کو جھک کر چلتے اور باوقار چلتے اور جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ بلندی سے پستی کی طرف جا رہے ہیں اور جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو آپ کی نظر نیچی ہوتی''۔ (ایضاً)

حضرت مولانا افتخار احمد مصباحی رقم طراز ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مضبوطی سے قدم اٹھاتے آگے کو جھک کر باوقار چلتے، تیز رفتاری سے چلتے جیسے آپ فراز سے نشیب کی طرف اتر رہے ہوں نظریں آپ کی جھکی ہوتیں۔

کیا ہمارا اور تمام مشاہدین کا یہ مشاہدہ نہیں کہ حافظ ملت اسی سنت کریمہ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش فرماتے آپ زمین پر وقار اور سکینت کے ساتھ چلتے۔ آپ کی رفتار تواضع وخاکساری کی آئینہ دار ہوتی نگاہیں نیچی ہوتیں ایسے چلتے، جیسے نشیب کی طرف اتر رہے ہوں اور اپنی پیرانہ سالی میں بھی اتنی تیزی سے چلتے کہ جوانوں کا ساتھ چلنا مشکل ہو جاتا۔

ادری کا ایک واقعہ ہے صدیق مکرم مولانا یٰسین اختر اعظمی اس کے راوی ہیں:

آج سے کئی سال پہلے خالص پور ادری مئو کے ایک جلسے میں حافظ ملت تشریف لے گئے مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ، مولانا ابوالوفا فصیحی مرحوم اور بیکل اتساہی بھی شریک اجلاس تھے اختتام تقریر کے بعد یہ حضرات اپنی ٹرین کے لیے اندارا اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے بیکل صاحب وغیرہ کی ٹرین گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے تھی اس لیے وہ بہت پہلے اسٹیشن پہنچ چکے تھے تقریباً ۴۵ منٹ یا پونے ایک گھنٹہ بعد حافظ ملت اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے اسٹیشن پہونچانے والے عقیدت مندوں بالخصوص جناب لعل محمد، جناب احمد علی، جناب محمد سلیمان وغیرہم کا بیان ہے کہ حضرت حافظ ملت اتنی تیزی سے چل رہے تھے کہ بعض اوقات ہم لوگوں کو دوڑنا پڑتا اور بڑی مشکل سے حضرت کا ساتھ دے پاتے تھے۔ ادری جب پہونچے تو لوگوں نے بتایا کہ حضرت کی ٹرین کا وقت ختم ہو چکا ہے اب اس کے ملنے کی کوئی توقع نہیں اس کے باوجود حافظ ملت چلتے رہے اور یہ فرمایا انشاء اللہ ضرور ملے گی۔ اسٹیشن پہونچے تو بیکل صاحب ابھی موجود تھے اور حافظ ملت کی ٹرین ابھی آئی ہی نہ تھی حافظ ملت کو دیکھتے ہی بیکل صاحب اور دیگر علمائے کرام نے ان کے قدم چوم لیے۔ ایسا نہیں کہ حافظ ملت اس طرح کے مخصوص حالات ہی میں تیز رفتاری سے چلتے تھے بلکہ عام حالات میں بھی آپ کی رفتار سنت کے مطابق تیز ہوا کرتی تھی۔

جوتے بھی سنت کے مطابق:

حافظ ملت کے جوتے بھی سنت کے مطابق ہوتے۔ جن میں دائیں اور بائیں کا امتیاز نہیں ہوتا تھا۔ تلامذہ اور اہل عقیدت انہیں سیدھے کرنے کے وقت بعض اوقات ردو بدل کرتے کہ داہنا کون ہے اور بایاں کون۔ اس موقع پر آپ فرماتے جوتے میرے پیروں کے تابع ہیں میرے پاؤں جوتوں کے تابع نہیں، مولانا محمد اسلم گورکھپوری اپنے ہم جماعت مولوی عبدالرحمٰن کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ وہ جوتے سیدھے کرتے ہوئے داہنے کو بائیں اور بائیں کو داہنے کرنے لگے۔ حافظ ملت نے یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا:

''میں ایسا جوتا نہیں پہنتا جس کی پابندی پیر کو کرنی پڑے''۔

جوتا یا چپل پہن کر وضو کرنے میں اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ وضو کرتے وقت پیروں کے دھلنے میں اکثر لوگ دائیں پیر کا جوتا نکا کر دایاں پیر دھل کر دائیں پیر میں جوتا پہن لیتے ہیں اس صورت میں پیروں سے جوتا اتارنا خلاف سنت ہوا پھر بائیں کا جوتا نکال کر بایاں پیر دھلتے ہیں اس صورت میں بائیں پیر کا جوتا نکالنا اور پہننا دونوں خلاف سنت ہوا۔ مگر حضور حافظ ملت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ پہلے بائیں کا جوتا اتارتے پھر دائیں کا اتارتے اور جوتوں پر پیر رکھ کر وضو کے لیے اس پر پیر رکھ کر بیٹھ جاتے پھر پیروں کے دھلنے میں پہلے دایاں پیر دھل کر دائیں پیر کا جوتا پہن لیتے پھر بایاں پیر دھل کر بائیں کا جوتا بائیں پیر میں پہنتے اس صورت میں جوتوں کا اتارنا سنت کے موافق ہے اور پہننا بھی سنت کے موافق ہے۔

(بروایت مولانا محمد اسلم عزیزی مصباحی)

ضیافت اور عمل بالسنہ:

گرمیوں کے موسم میں ایک بار دوپہر کے بعد حکم ہوا اور ساتھ چل پڑا۔ حضرت نے داعی کے گھر تشریف فرما ہوتے ہی ضیافت کے انتظام کو محسوس کرلیا تو فرمایا: پہلے وہ کام جس کے لیے آیا ہوں چائے وغیرہ بعد میں''۔ (ملخصا معارف حافظ ملت از مولانا محمد اسلم مصباحی)

یہی مولانا محمد اسلم صاحب فرماتے ہیں:

''پہلے وہ کام جس کے لیے آیا ہوں ذہن کے نہاں خانے میں موجود تھا۔ بخاری شریف یا مسلم شریف میں مندرجہ ذیل حدیث پڑھا تو سمجھ میں آیا کہ حضور حافظ ملت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عناہ کا فرمان'' پہلے وہ کام جس کے لیے آیا ہوں چائے وغیرہ بعد میں'' رسول پاک کی سنت پر عمل تھا۔

صحابی رسول حضرت عتبان ابن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری خواہش ہے کہ سرکار غریب خانہ پر تشریف فرما ہو کر گھر کے کسی حصہ میں نماز ادا فرمادیں تو میں اس جگہ کو اپنے نماز پڑھنے کی جگہ بنا لوں اللہ کے رسول نے منظور فرمایا۔ تشریف لے گئے اور حضرت عتبان کے گھر میں پہلے نماز ادا فرمائی اس کے بعد صحابہ کرام کے ساتھ ماحضر تناول فرمایا۔ (معارف حافظ ملت ص ۴۷)

خلوص وایثار:

حضور حافظ ملت کے خلوص کا یہ عالم تھا کہ زندگی میں کوئی بھی کام اپنی کسی ذاتی غرض کی خاطر نہیں کیا۔ پوری زندگی اللہ کے لیے جینے اور اللہ کے لیے مرنے کی تفسیر تھی۔ ایثار وقربانی آپ کی زندگی میں ایسا رچا بسا تھا کہ وہ اس کی عملی تفسیر تھے۔ اس ضمن میں شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''فراغت کے بعد شاہی جامع مسجد آگرہ کے مرکزی دارالافتاء کا عہدہ قبول کرنے کے لیے حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ جہاں اس وقت سو روپے مشاہرہ تھا۔ یعنی آج کے سات ہزار۔ مگر معذرت فرمادی۔ اور مبارک پور صرف ۳۵ رروپے خشک مشاہرے پر تشریف لے آئے۔ آپ حضرات ذرا ذہن کی گرہ کھول کر سوچیں۔ کہاں مبارکپور کہاں آگرہ۔ کہاں سو روپے کہاں ۳۵ رروپے کہاں ایک عظیم عہدے سے سرفرازی اور کہاں مبارکپور کا معمولی مکتب۔ آگرہ ایک مرکزی شہر ہے جو برسوں شاہان ہند کا دارالسلطنت رہ چکا ہے وہاں مقامی طور پر بھی میلاد شریف کے اجلاس بکثرت ہوتے تھے اور اس وقت تو بہت زیادہ ہوتے تھے اور وہاں ہر جلسے میں کچھ نہ کچھ نذرانے کا رواج عام تھا۔ علاوہ ازیں وہاں کے لوگ مفتی شہر کو مختلف اوقات میں نذرانے پیش کیا کرتے تھے۔ پھر دور دراز کے شہروں میں بھی وہاں رہ کر تعارف لازمی تھا۔ جس کا نتیجہ کم منفعت بخش نہیں تھا، رہ گیا مبارک پور یہ ایک گمنام قصبہ تھا جہاں اس وقت آمدورفت کے ذرائع محدود تھے جہاں کی اکثر آبادی مزدور تنگ دست مفلوک الحال افراد کی تھی۔ مدرسے کی ایک مختصر سی خام سفالہ پوش عمارت تھی۔ قصبے کے باہر کوئی اس مدرسہ کو جانتا بھی نہ تھا مگر ایثار وقربانی کے اس سلطان بے کلاہ نے مبارک پور کو ترجیح دی۔ ان کی کشفی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ مبارک پور کی بظاہر اس بنجر زمین کی تہ میں قسام ازل نے روز اول ہی آب حیات کا وہ چشمہ ودیعت کردیا جو اپنے خضر کا انتظار کررہا ہے۔ جو اسے حاصل کرکے خود بھی زندہ جاوید ہوجائے گا اور نہ جانے کتنوں کو پلا پلا کر زندہ جاوید بنادے گا۔ (ماہنامہ اشرفیہ فروری ۱۹۹۱ء ص ۴۷)

حضور حافظ ملت ایثار وخلوص کا پیکر تھے۔ آپ کی حیات کا لحہ لحہ خدمت دین متین اور خدمت خلق کے لیے وقف تھا۔ ایک بار خلوص کے ساتھ خدمت دین کی تعلیم دیتے ہوئے بیان فرمایا:

گورکھپور کے ایک وکیل صاحب نے میلاد شریف کے لیے ایک بار مدعو کیا، گیا، تقریر ہوئی اور واپسی ہوگئی۔ اس کے بعد ہر سال دعوت آتی رہی بخوشی منظوری دیتا اور حاضر ہوتا کہ نہ جانے میں دنیاوی منفعت کے دخل کا شائبہ تھا۔ گویا وکیل صاحب بھی مخلص ہی تھے جن کے نزدیک نہ سفرخرچ کی حاجت تھی اور نہ نذر ونیاز کی ضرورت۔ (معارف حافظ ملت ازمولانا محمد اسلم عزیزی مصباحی ص ۵۵)

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے خلوص وایثار کے تعلق سے محدث کبیر مولانا ضیاء المصطفےٰ صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

''حافظ ملت اپنی اجتماعی زندگی میں جدوجہد اوراخلاص وایثار کا مرقع تھے ان کی زندگی کے اس رخ کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں تعلیم دینی اور خدمت خلق۔ (حافظ ملت نمبر ص ۱۵۹)

مزید تحریر فرماتے ہیں:

''آپ نے مبارک پور تقریبا نصف صدی کا عرصہ گزار دیا لیکن کسی دور میں بھی آپ کا مشاہرہ دوسو پچاس تک نہ پہنچا اور اس بیچ میں نہ تو آپ نے کبھی اضافۂ تنخواہ کی درخواست گزاری اور نہ کبھی کوئی خواہش ہی ظاہر کی۔ اس ضمن میں حضرت کے وہ زریں عطیات بھی شمار کیے جاسکتے ہیں جو الجامعۃ الاشرفیہ کی تاسیس وفراہمی زر کے لیے راہبر ثابت ہوئے۔ بات یہیں پر بس نہیں ہوئی بلکہ قربانیوں کا ایک گوشہ یہ بھی ہے کہ جب اہل مبارک پور نے باتفاق رائے آپ کو دارالعلوم اشرفیہ کی باگ ڈور سپرد کردی اور آپ سربراہ اعلیٰ کی حیثیت سے منتخب کرلیے گئے تو اس کے بعد ۷۲ء سے آپ نے اشرفیہ سے مشاہرہ لینا بھی موقوف کردیا۔

ایام مرض میں شاہزادہ گرامی قدر مولانا عبدالحفیظ صاحب سے فرمایا: لوگ الاؤنس کے لیے مجھ سے اصرار کرکے کامیاب نہیں ہوسکے لیکن تم خیال رکھنا کہ کہیں تم کو کچھ نہ دے دیں۔

حافظ ملت کے بعد جب مولانا عبدالحفیظ صاحب کو باتفاق رائے اشرفیہ کا سربراہ اعلیٰ چن لیا گیا تو سمجھا گیا کہ حضرت کا اشارہ کس مستقبل کی طرف تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ لائق فرزند نے قربانیوں کی وراثت باقی رکھی اور آپ نے بھی مشاہرہ والاؤنس کا قضیہ نہیں پالا۔ انکار کی قوت اصرار پر بھاری ثابت ہوئی۔

زندگی بھر تو حافظ ملت اشرفیہ کے لیے قربانیاں دیتے ہی رہے اس پر بھی قرار نہ آیا تو خون کا آخری قطرہ بھی اشرفیہ کے لیے نچوڑ دیا اور اپنا مدفن بھی اشرفیہ کو سونپتے گئے۔

مقدر سے ملا کرتی ہے دولت عشق وعرفاں کی

(حافظ ملت نمبر ص ۱۵۷ص ۱۶۰)

اپنے کام کی فکر کرنی چاہیے:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کا جذبہ ایثار ملاحظہ کیجیے۔ مولانا شمس ضیائی خیرآبادی رقم طراز ہیں:

''ایک بار ایک جلسہ کے منتظمین نے حضرت کو تقریر کے لیے بلایا اور حضرت گئے تو تقریر کرائی اور رات محلہ کی مسجد کے فرش پر گزارنی پڑی صبح کو واپسی کے وقت کوئی نہ ملا اس بدخلقی پر میں نے اظہار ناراضگی کیا۔ تو حضرت نے فرمایا۔ انسان کو دوسروں کی ذمہ داریوں کے بجائے اپنے کام کی فکر کرنی چاہیے۔ الحمدللہ! ہم لوگوں نے اپنا کام کردیا۔

(حافظ ملت نمبر ص ۵۰۹)

دنیا طلبی سے بے نیازی:

حضرت حافظ ملت نے خود کو دین وملت کے لیے وقف کردیا تھا۔ انہوں نے مالی منفعت یا دنیاوی شان وشوکت کو دل میں داخلہ کی اجازت ہی نہ دی۔

اس سلسلے میں مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی لکھتے ہیں:

''آج کے اس دور انحطاط میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ دین کے نام پر ادارہ بناتے ہیں اور پھر اس سے سستی شہرت، دنیاوی منفعت اور کنبہ پروری وغیرہ گھٹیا مقاصد کے پیش نظر اپنی کوششوں کا گھوڑا آگے بڑھاتے ہیں۔ مگر حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اخلاص کا کیا کہنا کہ کبھی بھی آپ نے اس قسم کے معمولی اور دنیاوی مقاصد کو اپنے کام کی بنیاد نہیں بنایا۔ ایک مرتبہ فرمایا:

میں نے کبھی اضافہ تنخواہ کی درخواست نہیں دی، جو ملا لے لیا۔ اور اب تو کئی سال سے بلا تنخواہ ہی کام کر رہا ہوں۔ پھر بھی اللہ کا فضل ہے کہ مجھ میں کوئی فرق نہیں آیا اور سارا کام بدستور چل رہا ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ خدا کا وعدہ ہے "اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ" اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا''۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے بلکہ آج کل عام ماحول ہے کہ کام کرنے کے بعد ستائش وصلہ اور شہرت کی فکر ہوجایا کرتی ہے اور آدمی زیادہ سے زیادہ اپنا نام اجاگر کرنا چاہتا ہے۔ مگر حافظ ملت علیہ الرحمہ نے کبھی اشارے کنائے میں بھی اس کی خواہش نہیں کی آپ اکثر فرمایا کرتے۔

''آدمی کو کام کرنا چاہیے، شہرت اور ناموری کی فکر میں نہیں پڑنا چاہیے کام کرو خود ہی اس کے صدقہ میں نام اور شہرت حاصل ہوجائے گی اور جو شہرت کی فکر میں پڑتا ہے وہ اصل میں کام نہیں کرتا نام کرتا ہے۔ (حافظ ملت نمبر ص ۴۱۰)

خدمت خلق سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

خدمت خلق عبادت ہے رضائے الٰہی اور رضائے رسالت پناہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

حضرت حافظ ملت نے خالص دینی رخ پر جو کارنامہ انجام دیا وہ تو آپ اپنی نظیر ہے ساتھ ہی ساتھ عوام الناس کی خدمت کا بھی فریضۂ احسن انجام دیا۔ اپنے محلہ اور پڑوسیوں کے دکھ درد کا خیال، ان کی حفاظت، پریشان حالوں کو دعا وتعویذ دینا۔ یہ سارے کے سارے امور جو آپ نے انجام دیئے سب خدمت خلق ہی تو ہے۔

انسان تو انسان آپ نے چڑیوں اور کتوں کی خوراک اور ان کے بھی آرام کا خیال رکھا۔

توکل:

توکل کے بارے میں قوم کو یوں خطاب فرمایا ہے:

''بندہ جب اپنے رب پر ایمان لایا ہے اور مسلمان ہے تو اس کو اپنے رب پر توکل کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ اگر بندہ کو اپنے رب پر بھروسہ نہیں تو اس کا ایمان ہی کیا ہے اسی لیے تو فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو اللہ پر توکل کرو کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرو وہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تم اپنے سب کاموں میں اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہو یا اس کے غیر پر۔ اگر تم نے اپنے ہر کام میں اپنے رب پر بھروسہ کیا تو واقعی تم اپنے رب کے فرمانبردار بندے ہو اور اس کے اکرام وانعام کے مستحق ہو۔ اگر تم نے اپنے کسی کام میں بھی اپنے رب کے غیر پر بھروسہ کیا تو تم مجرم ہو۔ اپنے رب پر ایمان لانے کے بعد غیر پر بھروسہ کرنا بڑا جرم ہے۔ (ارشاد القرآن ص ۱۱،۱۲)

توکل پر خاص زور دیتے ہوئے یوں فرماتے ''تَوَکُّلْ ہی تو، کُل ہے''

آپ اس باب میں اکثر یہ شعر بھی پڑھتے :

سب کام اپنے کرنا تقدیر کے حوالے
نزدیک عاقلوں کے تدبیر ہے تو یہ ہے

ثبات قدمی وحق گوئی:

ثبات قدمی، حق گوئی، جرأت و بے باکی مردمومن کی پہچان اور اس کی شان ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جب حق کا کہنا جرم قرار دے دیا جائے اس وقت حق کا ایک کلمہ بھی زبان سے ادا کر دینا بہت بڑی بہادری ہے۔

ثبات قدمی تو یہ ہے کہ جب بندۂ مومن کے قدم صراط مستقیم پر اٹھ جائیں تو کوئی بھی خوف یا لالچ اس کے پائے استقلال میں لغزش نہ لا سکے۔ ہمالیہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے لیکن بندۂ مومن کے قدم صراط مستقیم اور راہ حق سے کبھی بھی نہیں ہٹتے۔

بس حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی ہی شان تھی۔

وہ ایک بے خوف، نڈر، جری، بہادر انسان تھے، انہیں کسی کا خوف نہ تھا اس لیے کہ وہ خدا سے اس طرح ڈرتے تھے جو ڈرنے کا حق ہے۔ مسلمانوں کو بھی زندگی بھر خوف خداوندی کی تعلیم فرمائی۔ یہ اس لیے تا کہ وہ خوف دنیا سے بے نیاز ہو جائیں۔ خدا سے ڈرنے والا کسی اور سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ حافظ ملت کی ذات اس کا زندہ ثبوت ہے۔

مسلمانوں کو مخاطب کر کے جس مجاہدانہ طمطراق کے ساتھ عالم سے بیخوف ہونے کا سبق دے رہے ہیں وہ انہیں کا حق ہے۔

''مسلمان خدا سے ڈریں اور پورا ڈریں، صرف خدا سے ڈریں، خدا کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ غیرت خداوندی کو یہ ہرگز گوارہ نہیں کہ اس کا بندہ ہو کر، اس کا پرستار ہو کر اس کے سوا کسی سے ڈرے'' (ارشاد القرآن ص ۷،۸)

حافظ ملت کو رب تعالیٰ پر ایسا ایمان محکم ہے کہ اس کے علاوہ وہ سب سے بے نیاز ہیں اور دوسروں کو اسی بے نیازی کی تعلیم دیتے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں:

''کائنات عالم کے تمام تصرفات اسی مالک حقیقی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ وہی خالق اور مالک ہے، وہی زندہ کرنے والا ہے اور وہی مارنے والا ہے۔ جس کو وہ مارے کوئی جلا نہیں سکتا اور جس کو وہ زندہ رکھے کوئی مار نہیں سکتا اور جس کو وہ عزت دے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا، جس کو وہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا مسلمان کا ایمان تو یہی ہے''۔ (ارشاد القرآن)

توحید تو جب ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

ثبات قدمی وجرأت مومنانہ:

(۱) مولانا محمد اسلم عزیز مصباحی راوی ہیں:

''محمد آباد یا خیر آباد کے ایک جلسہ میں علمائے اہل سنت اسٹیج پر موجود تھے تقریر کا سلسلہ جاری تھا اسی وقت دیوبندیوں، وہابیوں نے اینٹ پتھر پھینکنے شروع کردیئے۔ یہ حالت دیکھ کر شور مچ گیا۔ لوگ اٹھ اٹھ کر بھاگنے لگے۔ علما سے اسٹیج خالی ہوگیا۔ مگر حافظ ملت اسٹیج پر اپنی جگہ جیسے تشریف فرما تھے ویسے ہی رہے۔ اس وقت آپ کی ثبات قدمی، بے خوفی، اور مومنانہ جرأت دیکھ کر لوگ دنگ رہ گئے۔۔۔ تھوڑی دیر بعد حضرت کے گرد علما اور پھر جلسہ گاہ میں سامعین آکر جم گئے۔ اور پھر کامیاب تقریریں ہوئیں''۔ (معارف ص ۷۰)

(۲) مومنانہ جلال:

بانسی ضلع سدھارتھ نگر کے رہنے والے محمد شفیع نامی ایک شخص حضور حافظ ملت کے مرید تھے۔ ایک جلسہ میں حضرت سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور میلاد شریف کی دعوت بھی خدمت میں عرض کیا۔ منظوری مل گئی اور حضرت تشریف لے گئے چوں کہ تنہا محمد شفیع صاحب پورے محلہ میں سنی تھے اس لیے تقریر سننے والوں میں اکثر دیوبندی ہی تھے۔

حضرت کا بیان شروع ہوکر ختم بھی ہوا۔ مگر تقریر کے کسی حصہ پر کچھ کہنے کا کسی کو موقع نہ مل سکا جب کہ سب کے سب بدنیتی کے ساتھ آئے تھے۔ تقریر کے بعد حضرت کی قیام گاہ پر مجمع سا لگ گیا، اکثر کے ہاتھوں میں لاٹھی اور بعض کے ہاتھوں میں دوسرے ہتھیار بھی تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے حضور حافظ ملت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ حضور حافظ ملت نے اپنے انداز کے نرم لہجہ میں فرمایا جو خیال ہے'' ہے'' مجمع سے پھر وہی آواز آئی۔ حضرت نے دوبارہ پھر اپنا وہی جواب دہرادیا جو خیال ہے '' ہے'' اب ایک شخص نے انداز بدلتے ہوئے کہا آپ صاف صاف اپنا خیال کیوں نہیں ظاہر کرتے۔ اب حضور حافظ ملت نے اپنی گرجدار آواز میں فرمایا جب پوچھتے ہی ہو تو لو سنو اپنے کفریات اور شان رسالت میں گستاخی کی وجہ سے کافر تھا۔ مرتد تھا اور کیا تھا اس کے بعد کسی کو کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی اور سب کے سب الٹے قدم واپس چلے گئے۔

محمد شفیع صاحب نے بیان کیا کہ ان سبھوں کی نیت خراب تھی میں تو گھبرایا ہوا تھا اور عزم بھی کر چکا تھا کہ جان دیدوں گا مگر حضرت کی ذات پر آنچ تک نہ آنے دوں گا''۔ (معارف حافظ ملت ص ۷۹ بروایت قاری عبدالحکیم صاحب)

(۳) دبدبۂ مومن:

''مولانا حکیم محمد نعیم الدین صاحب برادر حضرت مولانا بدرالدین صاحب علیہ الرحمۃ گورکھپوری بیان کرتے ہیں

کہ ایک بار حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان مرادآباد سے تشریف لا رہے تھے۔ ایک اسٹیشن پر نماز کے وقت اتر کر وضو کے لیے نل کے پاس جارہے تھے۔ غیر مسلموں نے ایک مسلمان کو دیکھا تو اپنے اپنے ہاتھوں میں ہتھیار لیے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ وہ ایام ایسے ہی تھے جس میں مسلمان کاٹے اور مارے جارہے تھے۔ جب حضرت کے قریب پہنچے تو اپنی گرجدار آواز میں فرمایا ''خبردار قریب نہ آنا ورنہ خیر نہیں'' یہ سنتے ہی سب کے سب پیچھے ہٹنے لگے۔ حضرت حافظ ملت نے اطمینان کے ساتھ وضو فرماکر مصلیٰ بچھایا اور اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہوگئے اور کسی غیر مسلم کی ہمت نہ ہوئی کہ دوبارہ ادھر کا رخ کر سکے''۔ (ایضاً ص ۷۹ بروایت قاری عبدالحکیم صاحب)

(۴) ہولی اور حافظ ملت کا گزر:

ایک بار ہولی کے موقع پر اشرفیہ کے تعلیمی ایام چل رہے تھے۔ حضور حافظ ملت اس دن صبح دارالعلوم تشریف لائے اور درس دیا گیارہ بجے قیام گاہ تشریف لے گئے دوسرے وقت مدرسہ آنے کا وہی ٹائم تھا جو مدرسہ کے قریب اگجنٹی پر ہولی کھیلنے والوں کا وقت تھا۔ بڑے طلبہ کے ذہنوں میں یہ بات گردش کر رہی تھی کہ حضرت سے دوسرے وقت نہ آنے کے لیے عرض کیا جائے تو وجہ بتانا ہوگا پھر روکنے کی کوئی صورت نہ ہوسکے گی اسی کش مکش میں وہ وقت بھی آ گیا کہ ہولی کھیلنے والے اگجنٹی پر پہنچ کر ہولی کھیلنے لگے۔ اور اسی وقت حضرت حافظ ملت پورب سے آتے دکھائی پڑے۔ اب تو یہ تھا کہ اگر حضرت کے اوپر رنگ پڑ گیا تو کیا ہوگا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان عادت کے مطابق قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے نظریں نیچے جھکائے چلے آرہے تھے۔ جیسے ہی ہولی کھیلنے والوں کی نگاہیں حافظ ملت پر پڑیں سب کے سب یک لخت کنارے ہوگئے، اگجنٹی پر سناٹا سا چھا گیا۔ حضرت حافظ ملت کے گزر جانے کے بعد وہ لوگ اپنے کام میں مصروف ہوگئے''۔ (معارف حافظ ملت ص ۸۰)

(۵) آئین جوانمردی:

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اعظمی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں:

''تقسیم ہند کے بعد جب پاکستان کا قیام عمل میں آ گیا تو جمعیۃ العلماء ہند جو ہمیشہ سے گورنمنٹ کی نمک خوار جماعت رہی ہے جس کے پاس کبھی تعمیر ملت کا کوئی پروگرام نہیں رہا، اس کا صرف یہ کام رہ گیا کہ غلط یا صحیح مسلم لیگیوں کی نشاندہی کرتی اور ان کی گرفتاری عمل میں آتی۔ اس صورت حال سے بچنے کے لیے عام طور پر سیاسی بازیگر جمعیۃ العلماء کا سہارا ڈھونڈتے اور اس کے ممبر بنتے۔ اسی خیال کے پیش نظر مبارک پور کے کچھ سیاسی لوگوں نے مولانا شاہد فاخری، مولوی ابو القاسم، مولوی ابوالوفا شاہجہانپوری کو مبارک پور آنے کی دعوت دی۔ یہ لوگ مبارک پور آئے تو ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بساط سیاست کے مہرے اول الذکر دو صاحبان کو دارالعلوم اشرفیہ میں لاکر دارالعلوم کا معائنہ کرایا اور رات کو وہیں ٹھہرایا۔

دوسرے روز جمعہ کا دن تھا۔ مولانا شاہد فاخری سنیوں کی جامع مسجد راجہ مبارک شاہ میں نماز ادا کرنے گئے۔ بعد

نماز دارالعلوم کے دوتین طالب علموں نے دارالعلوم کو سیاسی داؤں پر لگانے اور توہین رسالت کے مرتکب اکابر دیوبند کو پیشوا ماننے والے مولوی ابوالقاسم کو دارالعلوم میں ٹھہرانے پر اپنی بیزاری اور اس کے خلاف غم وغصہ کا اظہار کیا۔ اخیر میں ایک طالب علم نے اپنی تقریر میں نہایت تلخ لب ولہجہ میں مولانا شاہد فاخری صاحب کو خطاب کیا۔ چوں کہ انداز بیان شائستگی سے گرا ہوا تھا پھر مہمان کے ساتھ اس طرح کا انداز کلام کسی طرح مناسب نہیں تھا اس لیے حافظ ملت نے برہمی کا اظہار کیا اور اس کو ڈانٹا۔ اسی درمیان کچھ لوگ مجمع سے کھڑے ہوئے اور کہا کہ مولوی صاحب تہذیب سے بات کیجیے۔ اس پر شور وغوغا ہوا جس کے نتیجے میں تمام لوگ مسجد سے نکل آئے۔

دوسرے روز کچھ لوگوں نے کلکٹر ضلع کے وہاں شکایت پہنچائی کہ مولانا عبدالعزیز صاحب، حاجی محمد عمر و مولوی باقر علی لیگی ہیں ان لوگوں کی وجہ سے مبارک پور کا امن وامان درہم برہم ہونے کا سخت اندیشہ ہے اس لیے ان کو حراست میں لینا ضروری ہے تاکہ امن و امان قائم رہے چنانچہ شکایت کے نتیجے میں کلکٹر کی طرف سے ان حضرات کی گرفتاری کا پروانہ جاری ہوا۔

قصبہ میں اس خبر کا مشتہر ہونا تھا کہ پورے قصبہ میں بھونچال آ گیا۔ ارادت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھانے پہنچ گیا جہاں پولیس والے حیلہ بہانہ بنا کر آپ کو لے گئے تھے اور وہاں پہونچنے پر وارنٹ دکھایا۔ جب جیپ پر بٹھا کر اعظم گڑھ روانہ ہونے لگے اس وقت تک تھانے پر ہزاروں مسلمان پہنچ چکے تھے۔ آپ نے جیپ ہی پر کھڑے ہو کر لوگوں کو امن وامان برقرار رکھنے کی نصیحت فرمائی، سب کو صبر وضبط کی تلقین کی اور فرمایا سنت سجاد پر عمل باقی رہ گیا تھا اس کی ادائیگی کے لیے جا رہا ہوں۔ آپ لوگ اطمینان رکھیں، اللہ تعالیٰ حافظ وناصر ہے۔ (حافظ ملت نمبر ص ۱۲۹، ص ۱۳۰)

بالآخر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کو جیل جانا پڑا۔ وکلا نے کلکٹر سے ملاقات کی اور کہا کہ حضرت کی گرفتاری سے قصبہ میں سخت ہیجان ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مبارک پور کا امن وامان قائم نہ رہ سکے۔ کلکٹر نے کہا کہ مجھے آپ لوگوں کی باتوں پر اعتماد ہے لیکن چھوڑنے کے لیے کوئی وجہ ہونی چاہیے۔

بالآخر کلکٹر نے ایک مضمون بنا کر اس کی درخواست لانے کو کہا وکلا نے کہا کہ اس طرح کی تحریر پر حضرت دستخط کرنے کو ہرگز تیار نہ ہوں گے۔ جب درخواست دستخط کے لیے حضرت کے پاس گئی تو پڑھ کر فرمایا اس کا یہ مطلب ہوا کہ میں نے کچھ کیا ہے اور اب ضمانت دوں کہ آئندہ ایسا کچھ نہیں کروں گا۔ حضرت نے فرمایا میں رہا ہوں یا نہ ہوں مگر خلاف واقعہ درخواست پر دستخط نہیں کروں گا۔

جب وکیل صاحبان جیل کے گیٹ سے باہر ہوئے تو صلاح الدین صاحب نے لوگوں سے کہا کہ وکیل ہونے کی حیثیت سے میرا سابقہ ہر طرح کے لوگوں سے پڑتا رہتا ہے لیکن میں نے اپنی زندگی میں اتنے بلند کردار کا انسان نہیں دیکھا۔ (ملخصا حافظ ملت نمبر ص ۱۳۰، ۱۳۱)

یہی حضرت مولانا محمد شفیع علیہ الرحمہ مزید فرماتے ہیں:

”دارالعلوم کا داخلی مسئلہ رہا ہو یا خارجی جو مسئلہ بھی سامنے آیا آپ نے حسن تدبیر سے اس کی گتھی سلجھائی اور کسی

مسئلہ میں بھی حق پسندی وحق گوئی کے موقف سے سر مو پیچھے نہیں ہٹے۔ اس سلسلہ میں متعلقہ لوگوں کی طرف سے خواہ ستائش وحمایت کی سوغات ملی ہو یا مخالفت کی تلخی۔

ایک معزز طالب علم کا خارجہ:

ابھی چند برسوں کی بات ہے، ایک معزز خاندان کے طالب علم کی وجہ سے قصبہ میں زبردست ہیجانی کیفیت پیدا ہوگئی۔ آپ نے خاندانی وجاہت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے سرپرست کو لکھا کہ ان کی وجہ سے قصبہ کے امن وامان اور خود دارالعلوم کو سخت خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ اس لیے دارالعلوم میں موصوف کا قیام مناسب نہیں ہے۔ آپ انہیں فوراً بلالیں۔

چوں کہ قصبہ کی فضا نہایت گرم ہو چکی تھی۔ طالب علم مذکور کے مکان چلے جانے کے باوجود مخالف جماعت کا جوش انتقام ٹھنڈا نہیں ہوا۔ جلسہ کا اعلان کر کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر سب وشتم کی بارش کی۔ اس جماعت کی اس حرکت سے پورا قصبہ شعلۂ جوالہ بن گیا۔ مشتعل سنی نوجوانوں کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ بلاغت کا تقاضا یہ ہے کہ انھی طالب علم سے تقریر کا جواب دلایا جائے بالآخر کمیٹی کا اعلان ہوا۔ کمیٹی کے ارکان کے علاوہ قصبہ کے نوجوانوں کا طبقہ کمیٹی میں شرکت کے لیے امنڈ پڑا۔ کمیٹی کی کارروائی شروع ہوئی۔ تو نوجوانوں نے طالب علم مذکور کے داخلہ کا مطالبہ کیا نوجوانوں کے جوش کے سامنے کمیٹی کے ارکان نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ مگر حافظ ملت نے فرمایا ان کا داخلہ دارالعلوم کے حق میں زہر قاتل ہے۔ میں داخلہ کی صورت میں دارالعلوم کی تباہی دیکھتا ہوں، اس لیے داخلہ کرنے سے معذور ہوں اساتذہ کے علاوہ تقریباً پوری کمیٹی داخلہ کے لیے زور لگاتی اور اصرار کرتی رہی اور حضرت ہر ایک کی تفہیم کرتے ہوئے بار بار داخلہ سے معذوری ظاہر فرماتے۔ اسی طرح تقریر کے جواب کے سلسلہ میں فرماتے۔ آپ حضرات اطمینان رکھیں ہمارے اساتذہ میں آل انڈیا سطح کے مقرر ہیں انشاء اللہ مدلل اور بھرپور جواب دیں گے۔

سوال وجواب کا سلسلہ ایک بجے تک قائم رہا جب داخلہ کی کوئی سبیل پیدا نہیں ہوئی تو ایک محلّہ کے لوگ یہ کہتے ہوئے طیش میں کھڑے ہوگئے کہ داخلہ نہیں ہوتا تو ہم لوگ جارہے ہیں۔ یہ وارننگ تھی کہ دارالعلوم کی امداد سے ہم لوگ دست کش ہوجائیں گے۔ چوں کہ طلبہ کی بہت بڑی تعداد کی جاگیر اسی محلّہ سے وابستہ تھی۔ جاگیریں بند ہونے سے دارالعلوم کی مالیات پر بہت بڑا بار پڑے گا جس کا متحمل دارالعلوم نہ ہوسکے گا۔ لازمی طور پر مالیات کا توازن برقرار نہیں رہ سکے گا۔ اس سنگین صورت حال میں بھی حافظ ملت کے پائے ثبات میں لغزش پیدا ہوئی نہ آپ کی حق گوئی ذرہ برابر متاثر ہوئی۔ فرمایا آپ حضرات داخلہ کے حق میں ہیں تو کمیٹی کو اختیار ہے داخلہ کرے۔ لیکن اس کے جواثرات مرتب ہوں گے ان کی ذمہ داری کمیٹی پر ہوگی۔ عبدالعزیز ذمہ دار نہیں ہوگا۔

مبارک پور کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ حافظ ملت کا تدبر یا آپ کی دوربین نگاہیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں وہ حرف بحرف پورا ہوا۔ جس ذات شریف کے داخلہ کا اصرار تھا بالآخر کیا گیا، طرفین سے اشتعال انگیز تقریروں کا تبادلہ ہوا۔ تین آدمیوں کا قتل ہوا۔ لوگ بھیڑ بکریوں کی طرح پکڑ پکڑ کر جیلوں میں بھر دیئے گئے۔ کچھ لوگوں نے سزائیں کاٹیں بے پناہ سرمایہ

خرچ ہوا۔ مگر الحمد للہ دارالعلوم کے اسٹاف اور دارالعلوم پر کوئی آنچ نہیں آئی۔

چاقو مارنے کی دھمکی:

اس باب میں یہ واقعہ بھی آپ کے اس وصف خاص کا بہت بڑا آئینہ دار ہے جسے حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی ناظم اشرفیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نکاح پڑھانے کے لیے آپ کو لے گئے۔ آپ نکاح پڑھا کر فارغ ہوئے مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے کہ قابل اعتماد ایک شخص نے بتایا کہ حضرت لڑکی سنی گھرانے کی ہے مگر لڑکا دیوبندی مسلک کا ہے۔ اس علم کے بعد افسوس کیا اور پلٹ کر فرمایا نکاح نہیں ہوا۔ اس بات کا دیوبندی حلقہ میں چرچا ہوا تو ان لوگوں میں بہت زیادہ برہمی پیدا ہوئی۔

ایک نوجوان نے اپنی دولت کے زعم میں یہاں تک کہا کہ میں حافظ ملت کو چاقو ماردوں گا۔ اس کی اطلاع جب ہمارے دارالعلوم کے اہم رکن جناب سیٹھ حاجی محمد عمر صاحب کو ہوئی تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضرت اس وقت آنے جانے میں ذرا احتیاط برتیں یا کسی کو ساتھ لے لیا کریں۔ حضرت نے دریافت فرمایا ایسا کیوں کروں۔ حاجی صاحب نے ماجرا بیان کیا۔

آپ نے فرمایا حاجی صاحب مومن کی شان ہونی چاہیے کہ اپنے رب پر بھروسہ کرے اس کا ارشاد ہے" وھو معکم اینما کنتم" الحمد للہ مجھے اپنے رب پر کامل اعتماد ہے کہ وہ میرا حافظ وناصر ہے۔ میں جس حال میں جہاں بھی رہوں۔ انشاء اللہ اس کی مرضی کے بغیر کوئی میرا بال بیکا نہیں کرسکتا۔ (حافظ ملت نمبر ص ۱۳۱، ۱۳۲)

مجاہدانہ زندگی کا ایک جائزہ:

حضرت مولانا محمد یٰس اختر مصباحی مبارکپور میں حضور حافظ ملت کی مجاہدانہ زندگی کا جائزہ پیش کرتے ہیں:

"یہ ادارہ بنتے وقت اور اس کے بعد کتنی مشکلیں پیش آئیں۔ کتنے خطرات سے دوچار ہونا پڑا۔ ہوا خیزی کی کتنی کوشش کی گئی۔۔۔ یہ ایک بڑی تکلیف دہ داستان ہے۔۔۔ جس کی تفصیل کی گراں باری ان مختصر صفحات کی وسعت سے باہر ہے۔

آپ کے عزم وعمل اور استقلال وپامردی کا کارواں تدبر ودانائی کے جلو میں آگے بڑھتا رہا، صبر وتحمل، ضبط نفس، ایثار وقربانی کے بے شمار واقعات سامنے آتے رہے۔ آپ گردش روزگار سے بے پرواہ ہوکر اپنے مقاصد کی تکمیل میں مصروف رہے۔ اس دوران مایوسیاں آگے بڑھیں تو امیدوں نے بڑھ کر ان کا گلا گھونٹ دیا۔ تیرگیوں نے اپنا بسیرا کرنا چاہا تو ضیا بار کرنوں نے ان کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ مشکلات ومصائب کے حملے ہوئے تو صبر وضبط تدبر ودانائی نے ان کا سرقلم کردیا۔ دشمنوں نے دست وبازو آزمانا چاہا تو نصرت الٰہی اور آپ کی قوت بازو نے ان کا پنجہ مروڑ کر رکھ دیا۔ اگر کبھی قدم ڈگمگاتے نظر آئے تو توفیق الٰہی نے بڑھ کر انہیں سہارا دیا۔ الزام تراشیوں نے ان کے وقار وآبرو پر خاک ڈالنا چاہی تو عزت وعظمت خدا داد نے انہیں ہباءً منثورا بنادیا۔ اور شکست وریخت کی گرم بازاری ہوئی تو تاسیس

وتعمیر کی قطاریں کھڑی نظر آئیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ کبھی نہ بھلائی جانے والی حقیقتیں ہیں۔ جن کی گواہی مبارک پور کے درو دیوار بھی دے سکتے ہیں۔ آپ نے بہت سے ناگفتہ بہ حالات پر جس طرح قابو پایا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ کسی دوسرے کے بس کی بات نہ تھی۔ ہر موڑ پر آپ عزیمت واستقلال کا پہاڑ بنے کھڑے رہے۔ علوم اسلامیہ سے بے رغبتی اور بے اعتنائی، زندگی کے میدان سے کنارہ کشی ملت اسلامیہ ہند کی زبوں حالی، انتشار وخلفشار باہمی تباغض وتحاسد یہ اور ان جیسی متعدد خرابیوں کی اصلاح، اور ان کے حملوں کے دفاع کی مہم آپ کی زندگی کے آخری ایام میں ایک سوالیہ نشان بن کر کھڑی ہوگئی۔ جس کی کامیاب تدابیر اور منصوبوں کے غور وخوض میں آپ کی صلاحیتوں کا بہترین حصہ صرف ہونے لگا۔ ایک نجات دہندہ نتیجہ تک پہونچنے کے بعد جب اسے عملی شکل دینی چاہی تو پورا ہندوستان اس کی تحسین وتائید میں پیش پیش نظر آنے لگا۔ ہر طرف سے ہمت افزائی کی گئی۔ لیکن اس کے ساتھ مخالفتوں کا بھی اتنا طوفان اٹھا کہ کتنے رفقاء کار ہراساں وسراسیمہ نظر آنے لگے۔ کتنوں کی امیدوں کے چراغ بجھتے نظر آئے۔ پھر بھی آپ اپنی جگہ پہاڑ کی طرح اٹل اپنے تکمیل مقصد کی دھن میں اس طرح محو کہ تعمیر کے علاوہ تخریب کا لفظ بھی سننا گوارہ نہیں۔

الجامعۃ الاشرفیہ کی تاسیس کے وقت اور اس کے بعد جو کچھ ہوا اور جتنے روڑے اٹکائے گئے۔ اس کا جواب آپ نے جس صبر وضبط، استقلال وخموشی اور پامردی سے دیا وہ ہر خاص وعام پر روشن ہے۔ (حافظ ملت نمبر)

اسی ضمن میں حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"دار العلوم اشرفیہ کی صدر مدرسی سے لے کر سربراہ اعلیٰ کے منصب پر فائز ہونے تک آپ کی زندگی میں بہت سے نشیب وفراز آئے اور آزمائش کی راہ سے گزرنا پڑا۔ لیکن ہر منزل میں وہی کیا جسے حق سمجھا۔ اور اسی موقف پر ہمالیہ کی طرح جمے رہے"۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۲۹)

موقف پر ثبات قدمی:

یہ حقیقت ہے کہ: حافظ ملت علیہ الرحمہ رزم گاہ عمل میں سیدنا خالد وطارق رضی اللہ عنہما مجاہدین اسلام کی طرح بیباکانہ داد شجاعت دیتے تھے۔ ہر مسئلہ میں نہایت تدبر وتفکر کرتے، اور پھر جو موقف اختیار کر لیتے اس پر پامردی سے قائم رہتے۔ اس وقت حالات اور عوامی بے چینی، کے کسی سرد وگرم کا آپ پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ آپ اپنے فیصلہ پر جبل شامخ کی طرح ڈٹے رہتے اور وقتی طوفان تھم جانے کے بعد پھر ہر ذی فہم کہنے پر مجبور ہوتا کہ یقیناً وہی حق پر تھے۔

اور یہی طرز عمل تمام علمائے سلف کا رہا ہے۔ خود مجدد عصر سابق سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو بھی "تحریک خلافت" اور "ندوہ تحریک" کے معاملات میں ایسے ہی حالات سے گزرنا پڑا تھا اور انہوں نے بھی اپنے شرعی موقف کی تائید میں ہر مخالف طوفان کا نہایت پامردی سے مقابلہ فرمایا تھا۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ اس امام دہر کے نائب تھے .... اور آپ کو بھی اپنی عملی زندگی میں اسی صبر وضبط کا ثبوت دینا پڑا تھا۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ کے کارناموں کا تجزیہ کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ ان کی پامردی، اور ثبات قدمی کی صفات

نے ہی انہیں علمائے عصر میں ممتاز کیا۔

کردار کا جادو:

حضور حافظ ملت نے مبارک پور آکر اپنی علمی و عملی زندگی کی کتاب کا آغاز کیا تو لوگوں نے ملاحظہ کیا کہ وہ فضل وکمال طہارت فکر وکردار کی عظیم بلندیوں پر فائز ہیں۔ وہ زہد وورع میں منفرد ہیں۔ ایثار واخلاق کا پیکر ہیں۔ خوش خلقی اور غمگساری ان کے ضمیر میں شامل ہے۔ وہ محض ایک معلم اور مدرس کی حیثیت سے نہیں بلکہ اہل مبارک پور کی نگاہوں میں سچے نائب رسول کی طرح رچ بس گئے۔ مبارک پور کے مسلمانوں کی پریشانی پر وہ سب سے زیادہ رنجیدہ ہوتے اور مسلمانان مبارک پور کی خوشیاں سب سے زیادہ ان کی مسرت کا سبب بنتیں۔ لوگ حافظ ملت کے پاس اپنے ذاتی شخصی ،سماجی اور ملی غموں کو لے کر جاتے اور ان کا یہ طریقہ تھا کہ ہر آنے والے سے اس کی حیثیت کے مطابق نہایت عزت اور وقار کے ساتھ پیار اور ہمدردی فرماتے۔ یوں اہل مبارک پور کے دلوں میں حافظ ملت نے مقام عزت حاصل کر لیا۔ حافظ ملت نے رونے والوں کے آنسو پونچھے، پریشاں حالوں کی غمگساری کی۔ بیماروں کی عیادت کی، مصیبت زدوں کو تسلی دی، دولت مندوں اور غرباء کے ساتھ یکساں برتاؤ رکھا بلکہ مسکینوں پر زیادہ توجہ فرمائی۔ جنازوں میں بھی شرکت کرتے اور شادیوں کی دعوتیں بھی قبول کرتے اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں کئی کئی میل پیدل چل کر جانا حافظ ملت نے اپنا معمول بنایا۔ پھر کیوں نہ ہو کہ مبارک پور کا بچہ بچہ حافظ ملت کے نام کا دیوانہ بن جائے۔ اور ایسا ہی ہوا۔

تحفظ اوقات:

ہر بااصول اور باکردار شخص وقت کا بڑا قدر دان ہوتا ہے۔ جو وقت کی قدر نہیں کرتے وہ ناکام رہتے ہیں اور انہیں وقت نکل جانے کے بعد پچھتانا پڑتا ہے۔

وقت کی اہمیت:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان طلبہ کے اوقات کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ''**اعظم المصائب فوت الوقت بلا فائدۃ**'' اپنے وقت کو بیکار گزار دینا سب سے بڑی مصیبت ہے۔

اس ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں: جمعرات اور جمعہ کی چھٹیاں ہفتہ بھر میں پڑھے ہوئے اسباق کو دیکھنے کے لیے ہوتی ہیں۔

ایک مرتبہ فرمایا: ''ہر سبق اس طرح پڑھنا چاہیے کہ اسی سبق کا امتحان دینا ہے''

طلبہ پر حافظ ملت کی نصیحتوں کا اثر یہ تھا کہ حضرت حافظ ملت کے تلامذہ میں اکثر جماعتیں ایسی ہوتیں جن میں دو چار طلبہ بہت اچھے اور قابل ہوتے اور نسبتاً جو اچھے نہیں ہوتے وہ بھی آج کے لائق ذکر طلبہ سے اچھے ہوتے۔

(معارف حافظ ملت از مولانا محمد اسلم عزیزی مصباحی ص ۵۴)

حافظ ملت وقت کے قدر داں:

ہمارے سلف صالحین میں اوقات کی پابندی کا جوہر بھی وافر موجود تھا۔ اس کا خوبصورت نمونہ ہم حضور حافظ ملت کی زندگی میں دیکھ سکتے ہیں۔ مدرسہ کا نظام الاوقات ہو یا مسجد میں وقت جماعت، جلسہ، جلوس اور کانفرنسیں ہوں یا شورائی میٹنگیں، مشاغل و معمولات ہوں یا نجی دعوتیں اور ملاقاتیں ہر جگہ حافظ ملت وقت کی پابندی کرتے تھے

حافظ ملت اپنے متعینہ وقت پر صبح خیزی فرماتے تھے، استنجاء اور وضو سے فراغت کے بعد نماز فجر کے لیے مسجد کے لیے نکلتے۔ ہر زمانے میں مدرسہ قدیمہ (پرانے مدرسے) میں طلبہ کا قیام رہتا۔ جو حضرت کی اتباع میں صبح بر وقت بیدار ہو کر مساجد میں منتشر ہو جاتے۔ کوئی جامع مسجد راجہ مبارک شاہ میں کوئی قاضی کی مسجد میں اور کوئی کھجوا تالاب کے کنارے بنی ہوئی حافظ ملت کی مسجد میں نماز کے لیے پہونچتا۔ پرانے مدرسہ کے بیشتر طلبہ حافظ ملت ہی کی مسجد میں ادائے صلوٰۃ کو فوقیت دیتے۔ نماز کے بعد حافظ ملت علیہ الرحمہ گھر لوٹ کر اپنا ناشتہ خود تیار کرتے۔ وہ کیا تھا۔ چند بادام اور مغزیات پتھر کی سل پر خود پیستے، پھر پکاتے، چائے تیار کرتے، حضرت کے آخری وقت تک غالباً حضرت کے آنگن میں ہینڈ پائپ ہی فٹ تھا۔ ٹنکی کا پانی نہیں تھا اور حضرت کے ہینڈ پائپ کا پانی ہمیشہ گدلا آتا تھا اس لیے حضرت پینے کا پانی کبھی ماسٹر محمد نذیر صاحب کے کنویں اور کبھی خلیل احمد رنگ والے صاحب کے ہینڈ پائپ سے لیتے۔ صبح نماز کے بعد کے کاموں میں ایک کام پینے کا پانی لینا بھی تھا۔ گرمی کے دنوں میں کبھی یہ کام شام کو بھی ہوتا۔

صبح کے وقت کبھی کبھی حضرت اپنے ہاتھ میں گوشت رکھنے کا جھولا لیے طلبہ کے کمروں کی طرف نکلتے اور ان سے گوشت منگوا کر حاجی سلامت اللہ صاحب کے گھر بھیجواتے۔ جنہیں زمانہ دراز تک حضرت حافظ ملت کی ضیافت کا شرف حاصل ہوا۔

نماز فجر پڑھ کر چلت پھرت کی ان مصروفیات کے دوران آپ کی زبان تلاوت میں مشغول رہتی۔ تا آنکہ دارالعلوم جانے کا وقت آجاتا۔ کبھی فجر کی نماز کے بعد مطالعہ بھی فرمایا کرتے تھے۔

گھر سے چل کر دارالعلوم تشریف لے جانے کے اوقات اتنے نپے تلے ہوتے کہ راستے کے دوکاندار حضرت کا گزرنا دیکھ کر اپنی گھڑیاں درست کیا کرتے تھے۔ آپ درسگاہ میں ہمیشہ وقت سے پیشتر پہونچتے مدرسین کی حاضری کا رجسٹر آپ کی درسگاہ میں ایک طرف ٹیبل پر رکھا ہوتا۔ کئی مدرسین حضرت کے رعب و وقار کے سبب وقت سے پہلے ہی پہونچ کر دستخط کر آتے۔

درس کی گھنٹی بجنے کے بعد طلبہ کو حکم تھا کہ بلا تاخیر درسگاہ میں حاضر ہو جایا کریں۔ ذرا بھی تاخیر کرنے پر حضرت اظہار برہمی فرماتے۔ اور وقت کی قدر و قیمت سمجھاتے۔

درس کا قت کسی دوسرے کام میں لگانا حضرت کو پسند نہیں تھا، وہ مدرسہ کے مدرسین و ملازمین کے علمی اوقات کو مدرسہ کی امانت خیال فرماتے تھے اور اسے مدرسہ ہی کے کام میں لگانا روا جانتے تھے۔

دوران درس اگر کوئی آجاتا تو اس کے لیے آپ درس کو ہرگز موقوف نہ کرتے ۔ بلکہ درس جاری رہتا آنے والا بھی اس طرح قال اللہ وقال الرسول کی اس بزم میں شرکت سے فیضیاب ہوتا۔ درس ختم کرکے آپ ملاقات کرتے ۔ دارالعلوم سے دوپہر قریب چھٹی کے بعد گھر آکر کھانا تناول فرماتے ۔ اس کے بعد قیلولہ کرتے ۔ قیلوہ خواہ مختصر ہوتا۔ مگر اس کی عادت گرمی، سردی، بارش ہر موسم میں تھی ۔ فرماتے ۔ قیلولہ سحر خیزی کو آسان بنادیتا ہے۔ ظہر کے وقت مسجد پہنچ کر نماز پڑھاتے ۔۔۔ اگر کوئی ضروری ڈاک ہوتی تو ظہر سے قبل ہی اس کا جواب لکھتے تعلیم اگر دونوں وقت کی ہوتی تو ظہر بعد فوراً دارالعلوم جاتے ۔ ورنہ نماز ظہر کے بعد کا وقت مطالعہ کرنے ،خط لکھنے یا ملاقاتیں کرنے میں صرف فرماتے ۔

عہد کہولت سے قبل تک عصر کی نماز کے بعد تفریح کے لیے طلبہ کے جلو میں آبادی کے باہر مشرقی جانب تشریف لے جاتے ۔ بعد میں چل کر تفریح کے لیے کوئی وقت نہیں تھا۔ بلکہ عصر کی نماز پڑھ کر کوئی مریض ہوتا تو اس کی عیادت کے لیے جاتے ۔ چنانچہ راقم الحروف کو ساتھ لے کر دارالعلوم اشرفیہ کے سابق ناظم اعلیٰ حاجی محمد عمر صاحب کی عیادت کے لیے، عصر بعد ہی تشریف لے گئے تھے ۔ لکھنے پڑھنے کا کام عصر بعد نہ کرتے ۔ مغرب کی نماز کے بعد کھانا تناول فرماتے ۔ اس وقت اگر کوئی ملنے آتا تو ملاقات کرتے ۔ کھانا کھا کر گھر کے آنگن ہی میں چہل قدمی کرتے ۔ کہا جاتا ہے کہ حافظ ملت اپنی جوانی کے عہد میں ورزش کے بھی عادی تھے ۔ جس کی وجہ سے آپ کے اعصاب مضبوط تھے ۔ عشا سے قبل اور کبھی فوراً بعد طلبہ سر پر مالش کرنے اور پاؤں دبانے کے لیے حاضر ہوتے ۔ اس خدمت کے دوران بھی حضرت انہیں قیمتی علمی باتوں سے بہرہ ور فرماتے رہتے ۔ عشاء کے بعد مطالعۂ کتب کا وقت تھا۔ جس کے دوران کبھی کبھی پرانے مدرسہ میں مقیم طلبہ کی نگرانی کے لیے دولت کدہ سے باہر نکلتے ۔ ۱۱ ربجے استراحت کے لیے بستر پر لیٹتے ۔ شب کے آخری حصے میں تہجد کے لیے بیدار ہوجاتے ۔ انہیں شب خیزی کے لیے کبھی کسی الارم کی ضرورت نہیں ہوتی ۔

وقت کی پابندی:

دنیا میں اعلیٰ مقاصد سے وابستہ ہستیاں ہر دور میں وقت کی پابندی ملحوظ رکھتی ہیں ۔ حافظ ملت اپنے عہد میں اس کی اعلیٰ مثال تھے سردی ہو یا گرمی، آندھی ہو یا برسات، صعوبت سفر سے چور چور ہوں خواہ اور کوئی دشواری، حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنا ہر ضروری کام وقت پر کیا کرتے تھے ۔ مشغولیات اور کام میں اضافہ ضرور ہوتا گیا۔ مگر اصل معمول میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا ۔ دارالعلوم درس دینے کے لیے پہنچنے کا آپ کا جو وقت تھا۔ اس میں کیا مجال جو منٹ دو منٹ کی تاخیر ہوجائے۔ بلکہ آٹھ بجے صبح اگر تعلیم شروع ہونے کا وقت ہے تو آپ ہمیشہ ۵ر منٹ پیشتر اپنی درسگاہ میں پہنچ چکے ہوتے تھے۔ قیامگاہ سے نکلنے، اور راستہ طے کرنے میں آپ کتنے قدم چلتے تھے ۔ گھڑی کی سوئیوں کے مانند وہ بھی متعین تھا۔ لوگ آپ کی آمد سے اپنی گھڑیاں درست کرنا چاہتے تو کرلیا کرتے ۔

سفر درپیش ہوتا تو ٹرین اسٹیشن ہمیشہ وقت سے کچھ پہلے پہنچتے ، اور ٹکٹ حاصل کرکے رفقاء سفر کے ساتھ کسی

درخت کے سائے میں یا گھاس پر تشریف رکھتے۔ایک بار راقم الحروف نعال برداری کے لیے ساتھ تھا۔ سٹھیاؤں اسٹیشن پر بھیڑ زیادہ تھی اور دھوپ چمک رہی تھی سورج ڈھل چکا تھا لوگ سائے کی جگہوں میں سمٹے ہوئے تھے۔ حضرت نے دھوپ میں ایک خالی تپائی پر تشریف ارزانی کی۔اور فرمایا:

علما کو اتنا نازک مزاج نہیں ہونا چاہیے بلکہ سختی اور مشقت برداشت کرنے کی عادت رکھنی چاہیے نہ ہم لوگ موم کی طرح ایسے نرم ہیں کہ اتنی سی دھوپ میں پگھل جائیں اور نہ ہی ہمارا جسم بتاشے کی طرح ہے کہ پانی کے چند چھینٹے پڑیں تو گھل جائیں۔

وقت کی قدر:

مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی فرماتے ہیں:

''ایک بار مدارک شریف کے سبق میں ہم لوگ تین چار منٹ تاخیر سے پہنچے تو سخت برہم ہوئے اور باز پرس فرمائی کہ دیر کیوں کی؟ جواب کسی کے پاس نہ تھا۔ اس لیے کہ کسی ضروری کام میں مصروفیت یا کوئی معقول عذر تو تھا نہیں، جسے پیش کر سکتے۔ چار منٹ کا وقفہ ان کی درسگاہ کے سامنے ہی بیکاری میں گزرا تھا۔ میں نے سمجھ لیا کہ کوئی اس سوال کا جواب دے گا۔ اور نہ اس کے بغیر حضرت سبق پڑھائیں گے اور آج یونہی واپس جانا ہوگا۔۔۔ خیر ہمارے رفیق درس مولانا نصیر الدین صاحب کو آخر بات سمجھ میں آگئی۔عرض کیا: معاف فرمائیں آئندہ ایسا نہ ہوگا'' اتنا سننے کے بعد حضرت کا چہرہ بدل گیا۔''ہاں'' کہا اور سبق شروع کرادیا''۔(انوار حافظ ملت ص ۲۷،۲۸)

''ایسے ہی ایک بار ملا حسن کے درس میں مولانا حافظ عبد الرؤف علیہ الرحمہ کے یہاں تاخیر ہوگئی تھی انہوں نے بھی اس کا بہت سخت نوٹس لیا۔ بس یہی دو اتفاق ایسا ہوا۔ اور سخت تنبیہ سے دوچار ہونا پڑا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان ذمہ دار اساتذہ کو نہ اپنے وقت کا ضیاع گوارہ تھا نہ طلبہ کے وقت کی بربادی وہ دیکھ سکتے تھے۔ ان حضرات کا بڑا زبردست مجاہدہ یہ تھا کہ ادارہ کے غیر تعلیمی کاموں کو ہمیشہ غیر درسی اوقات میں ہی نپٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ خواہ اس کے لیے جو بھی مشقت جھیلنی پڑے۔ مگر اسباق کا ناغہ گوارہ نہ تھا''۔

(بروایت مولانا محمد اسلم مصباحی ،انوار حافظ ملت ص ۲۹)

زہد و تقوی:

تقوی کیا ہے؟ اپنے رب جل جلالہ سے ڈرنا یعنی خشیت الٰہی۔ اور جب بندہ اپنے رب سے ڈرتا ہے تو اس کے احکامات وفرامین پر عمل پیرا رہتا ہے۔ یہی خشیت ربانی اسے مرد کامل اور حقیقی مومن بنائے رکھتی ہے۔ وہ اپنے اور رب کے حبیب لبیب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی یعنی شریعت وسنت کی پیروی کو اپنی زندگی کا اولین مقصد بنالیتا ہے۔

قرآن کریم میں رب عظیم نے مسلمانوں کو خوف الٰہی کی تعلیم دی ہے اور اس کے فائدے بھی بیان فرمائے ہیں:

رب ذوالجلال کا ارشاد ہے: "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ" (آل عمران:۱۲)

یعنی: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور اخیر دم تک اسلام پر قائم رہو۔

اللہ سے ڈرنے ہی میں فلاح ونجات ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"فَاتَّقُوا اللّٰہَ یَا اُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ" (المائدہ:۱۲)

یعنی: اے عقلمندو! اللہ سے ڈرو تاکہ فلاح پاؤ۔

خود حضور حافظ ملت ارشاد فرماتے ہیں:

''خوف الٰہی سے قلب آراستہ ہوتا ہے.........قلب کی زندگی ذکر وفکر ہے۔ یاد الٰہی سے مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کا تقرب ونزدیکی حاصل ہوتی ہے''۔ (معارف حدیث از حافظ ملت ص ۸۵)

حضرت حافظ ملت خلوص وایثار کے بھی پیکر تھے اور زہد وتقویٰ کے بھی مرقع تھے۔

مولانا نصر اللہ صاحب حضرت حافظ ملت کی عبادت وریاضت اور تقویٰ وپرہیزگاری کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

''وہ انتہائی متقی پرہیزگار، شعائر اسلامی کے پابند، اور فرائض وواجبات کی ادائیگی پر سختی سے عامل ہونے کے ساتھ ساتھ سنن ومستحباب کا بھی خیال رکھتے تھے۔ سفر وحضر، تندرستی وبیماری، سکون والجھن کے دنوں میں بھی ارشادات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعمیل کا التزام رکھتے تھے۔ آپ کے پاس دنیوی دولت تو نہ تھی لیکن زہد وورع استغنا اور دینداری اور خودداری کی عظیم دولت ونعمت سے مالا مال تھے۔ اپنے رب کی ریاضت وعبادت میں خاص لذت پاتے۔ یہاں تک کہ سفر وحضر میں تہجد پر بھی پابندی برتتے۔ ریاضت ومجاہدات کے ذریعہ طہارت قلب اور تزکیہ نفس کے بلند مقام پر فائز تھے، ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہا کرتے کہ ذکر ہی قلب کی زندگی ہے''۔ (انوار حافظ ملت ص ۲۹)

حضرت مولانا عبد اللہ خاں عزیزی بڑی دل لگتی بات کہتے ہیں:

''دنیوی امور سے قطع نظر صرف دینی امور پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت زیادہ آشکارا ہوکر سامنے آئے گی کہ اگر کوئی شخص علم حدیث، فقہ وتفسیر، کلام واصول میں عبقری شخصیت کا حامل ہو لیکن ان علوم سے اس کی روح متاثر نہ ہوئی ہو، دینداری، دیانتداری، تقویٰ وخشیت الٰہی اس میں نہ پیدا ہوئی ہو تو اس کے یہ سارے کمالات ادنیٰ درجہ کی وقعت وحیثیت رکھتے ہیں پس ثابت ہوا کہ انسان کے اندر لازوال عظمت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کمالات انسانی کے ساتھ ساتھ طہارت نفس ونکوکاری کا جذبہ غالب ہوجائے۔ شمائل کریمہ وخصائل حمیدہ کے انوار وتجلیات سے اس کا ظاہر وباطن جگمگا اٹھے۔ اِس نقطۂ نظر سے جب میں غور کرتا ہوں تو مرشد کامل، آقائے نعمت، نائب رسول، مولانا وماؤنا حضرت حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کی ذات ستودہ صفات کو میں ایک عظیم انسان قرار دیتا ہوں۔ وہ اعلیٰ درجہ کے ایک ایسے محدث تھے جنہوں نے ۴۰ رسال کی طویل مدت تک درس حدیث دیا اور اس کے نکات اور باریکیوں سے اپنے سینکڑوں تلامذہ کو مستفیض فرمایا۔ وہ قرآن حکیم کے معارف وحقائق کے ایسے محرم اسرار تھے جنہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ اس کی تلاوت

وتفسیر وبیان میں صرف کیا وہ بڑے پرخلوص خطیب ومقرر تھے جن کے خطبہ وتقریر کے اثرات عرصہ تک دلوں کو گرماتے رہیں گے۔ وہ اگر چہ اہل تصوف کے ایسے گروہ میں نہیں شمار کیے جاتے تھے جنھوں نے حیات کے ہنگاموں سے قطع تعلق کر کے تجرد کی زندگی اختیار کر لی ہوتا ہم ان کا باطن یاد الٰہی اور رضائے حق میں مصروف عمل تھا۔

دیگر کمالات انسانی کے ساتھ ان میں طہارت نفس، تقویٰ وخشیت ربانی کے پاک عناصر غالب تھے۔ ان کا ظاہر عام انسانوں جیسا ظاہر نہیں تھا بلکہ شریعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا ان کا باطن معمولی انسانوں جیسا نہیں تھا بلکہ اس میں خلوص وللہیت کا بحر بیکراں تلاطم خیز تھا، ان کے اطوار وعادات کے آئینے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی جھلکیاں صاف دیکھی جاسکتی ہیں''۔ (حافظ ملت نمبر ۱۷۰)

حضرت مولانا قمر الزماں خان صاحب اعظمی (برطانیہ) حضور سید العلماء مولانا سید شاہ آل مصطفےٰ میاں مارہروی قدس سرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''حضرت سید العلماء مولانا سید آل مصطفےٰ رحمۃ اللہ علیہ نے سنی جمعیۃ العلما کے آفس میں علما کبار کی موجودگی میں ارشاد فرمایا: میں نے زمانۂ طالب علمی میں اجمیر مقدس کے دوران حافظ ملت سے زیادہ کسی کو عابد وزاہد نہیں پایا'' (حافظ ملت نمبر ص ۳۴۵)

نماز کی پابندی:

مولانا مرغوب حسن صاحب قادری تحریر کرتے ہیں:

''حافظ ملت جس قدر نماز کے پابند تھے اور خاص کر جماعت کے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ حضرت علامہ ارشد القادری صاحب فرماتے تھے کلکتہ کی جانب کئی بار سفر میں جب کہ ہم لوگوں کو بیٹھنے کی جگہ بعض دفعہ نہیں ملتی ہم لوگ کھڑے ہوکر سفر کر رہے تھے لیکن اس عالم میں بھی حافظ ملت نے اپنے لیے جگہ بنالی اور چلتی ہوئی ٹرین میں پنج وقتہ نماز کی تو اور بات ہے نماز تہجد ادا کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

''نماز کے بارے میں اکثر تاکید کرتے اور فرماتے: بندۂ مومن کو سب سے زیادہ اپنے خالق کی قربت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ وہ سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔ اسی قربت کے یقین نے انہیں سفر وحضر ہر مقام پر نماز کا پابند رکھا تھا''۔ (ایضاً ۳۱۰)

پابندی نماز کا معیار:

بہت سے لوگ نماز تو پڑھتے ہیں مگر پابندی کے ساتھ نہیں پڑھتے۔ ایسے لوگوں کو یوں تنبیہ فرماتے: ایک وقت کی نماز نہ پڑھنے والا بھی بے نمازی ہے۔ (معارف حافظ ملت ص ۹۶)

نماز کی اہمیت اور فرضیت:

میلاد شریف کے ایک جلسہ میں نماز کی اہمیت اور فرضیت کا بیان کرتے ہوئے فجر کے وقت نیند نہ کھلنے کے عمومی

عذر کو پیش کر کے فرمایا: بتاؤ ایسا انسان جو کئی راتوں کا جگا ہو، تھکا ہارا ہو، کسی اچھے کمرہ میں اس کے لیے اچھے سے اچھا آرام دہ بستر لگا دو اور ہر طرح کے آرام کا سامان مہیا کر دو اب اس تھکے ہارے انسان سے اس کمرے میں سونے کے لیے کہہ دو اور ساتھ میں یہ بھی کہہ دو کہ کمرہ میں ایک سانپ رہتا ہے تو بتاؤ اس تھکے ماندے اور کئی راتوں کے جگے ہوئے انسان کو اس آرام دہ کمرہ میں نیند آئے گی۔

مجمع میں سے کسی نے کہا نہیں! تو فرمایا کیوں نیند نہیں آئے گی اسی لیے تو کہ اس انسان کے دل میں سانپ کا ڈر سما گیا، سانپ کا خوف پیدا ہو گیا تو اب اس کی نیند غائب ہو گئی۔ جب سانپ کے خوف سے نیند اڑ سکتی ہے تو خدا کا خوف دل میں ہو اور نماز کے وقت نیند آجائے یہ کیسے ہو سکتا ہے''۔ (معارف حافظ ملت ص ۶۹)

شب بیداری اور نماز فجر:

وقت پر نماز کی ادائیگی تو حضر میں آسان ہے مگر سفر میں وقت نماز میں نماز پڑھنا آج کے دور میں انتہائی مشکل امر ہے مگر حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان سفر میں بھی نماز کا وقت ہو جانے کے بعد جس اسٹیشن پر بھی ہوتے وہیں نماز کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتے نہ ٹرین چھوٹنے کا خیال ہوتا نہ کسی اور پریشانی کا وہم۔ یہ اور بات ہے کہ ٹرین نے کبھی حضرت حافظ ملت کو نہیں چھوڑا۔ منزل پر پہونچنے کے بعد نہ تکان کا احساس فرماتے اور نہ کبھی مسجد سے غیر حاضری ہوتی بلکہ تا وقت قیام نماز جماعت کی پابندی فرماتے۔

نماز تہجد کی پابندی:

مولانا افتخار احمد مصباحی رقمطراز ہیں:

''حافظ ملت دن کے مجاہد تھے تو رات کے زاہد شب زندہ دار عابد اور تہجد گزار تھے۔ عالم شباب میں بھی اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔

آپ کی زندگی کے آخری ایام مصروف سے مصروف تر ہوتے چلے گئے تھے۔ مسلسل تبلیغی سفر اور تعمیری دورے فرماتے، سفر و حضر دونوں میں متوسلین و معتقدین کا ہجوم ہوتا لیکن آپ کے معمولات کی پابندی میں کوئی فرق نہ پڑتا نوافل و تہجد گزاری کا اہتمام والتزام بدستور رہا۔

''مشہور روایت ہے کہ زمانہ طالب علمی سے ہی حافظ ملت نماز تہجد کے پابند رہے''۔ (حافظ ملت نمبر ص ۴۸۱،۴۸۲)

کم سنی ہی سے نماز کی پابندی:

حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے حوالے سے طیش صدیقی صاحب تحریر کرتے ہیں:

''میرے والد ایک باخدا درویش تھے، ان پر دین غالب تھا۔ والدہ بھی صوم وصلوٰۃ کی پابند اور تہجد گزار تھیں۔ والد صاحب کا نماز سے عشق کا یہ عالم تھا کہ نمازی مہمان کی تو اضع خوب کرتے اور بے نمازی کو کھانا تو کھلا دیتے لیکن ٹھہراتے نہیں تھے۔

۷؍سال کی عمر ہی سے مجھ کونماز پڑھنے کی تاکید اور کھیل، تماشوں، میلوں ٹھیلوں سے دور رہنے کی تلقین اور دیندار بنانے کی مساعی کی جانے لگی یہاں تک کہ جب میری عمر ۱۲؍سال کی پہنچی تو میں اگر چہ پکا نمازی بن چکا تھا لیکن والد صاحب فجر کی نماز کو جاتے ہوئے حسب عادت مجھے جگاتے ضرور اور اگر اتفاق سے کسی دن نیند کے غلبہ سے مغلوب ہو کر میں کروٹ بدل کر سو جاتا تو نماز سے واپس آکر مجھے آواز دیتے نہ ہاتھ پکڑ کر جگاتے بلکہ کان پکڑ کر سیدھا کھڑا کر دیتے۔(حافظ ملت نمبر ص ۴۶۰)

سب چھوٹ جائے نماز نہ چھوٹے:

ٹرین کا سفر ہو یا بس کا حضرت حافظ ملت نماز کی پابندی کرتے تھے۔

راقم کا مشاہدہ ہے کہ حضرت علیہ الرحمہ نے بس کے سفر میں بھی نماز کی پابندی فرمائی ہے۔اسی طرح ٹرین کے تھرڈ کلاس ڈبہ میں بے پناہ رش کے باوجود باہر نکل کر وضو کیا ہے اور پھر پلیٹ فارم پر نماز پڑھی ہے۔ٹرین جائے یا رہے اس کی فکر نہیں۔

ایسا چند بار ہوا ہے کہ حضرت پلیٹ فارم پر نماز میں مصروف ہیں ٹرین چالو ہو گئی مگر کوئی فکر نہ کی اور نہ ہی خشوع وخضوع میں فرق آیا۔اب یہ تو حضرت کی کرامت ہے کہ ٹرین دو ڈھائی میل چل کر پھر اسی مقام پر لوٹ آئی ہے جس مقام پر حضرت نماز پڑھ رہے تھے۔

اس طرح کے چند واقعات ’’کرامت کے باب‘‘ میں آچکے ہیں لہذا انہیں تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

خلاصۂ کلام:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

"احب الاعمال الی الله ادومها" اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہیشگی ہو۔

حضرت حافظ ملت فرائض وسنن کے بچپن سے پابند تھے۔ جب سے بالغ ہوئے نماز تہجد شروع کر دی جس پر آخری عمر تک عمل رہا۔صلوٰۃ الاوابین ودلائل الخیرات شریف وغیرہ روزانہ بلا ناغہ پڑھتے۔آخری ایام میں پڑھنے سے معذور ہو گئے تو دوسروں سے پڑھوا کر سنتے تھے۔صبح کو ہر روز سورۂ یٰسین وسورۂ یوسف کی تلاوت کا التزام رکھتے اور جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کا بھی معمول تھا۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’اے غافل انسان! تجھے اپنا کردار درست کرنا چاہیے۔نیک عمل ہی تیرے ساتھ جائے گا، تیرا ساتھ دے گا، تیرے کام آئے گا۔تو اپنے عزیزوں، قریبی رشتہ داروں، دوستوں کی خوشنودی، رضا جوئی میں منہمک ہے، مال ودولت کی تحصیل میں سرگرداں ہے، ان کو اپنا مونس وغمخوار اور خیر خواہ سمجھا ہے یہ تیری نادانی وغفلت ہے۔تیرا خیر خواہ وغم خوار تیرا نیک عمل ہے، یہ وہاں کام آئے گا جہاں تیرے کوئی کام نہ آئے گا۔(معارف حدیث ص ۱۳)

اِتقا:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں سے جن میں الکحل یا اسپرٹ کا جز ملا ہو، سختی سے احتراز فرماتے، بعض مرتبہ تو جان پر بن آئی مگر ایسی دوا کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ (انوار حافظ ملت ص۳۴)

رات کے باسی کھانے کو صبح ناشتہ میں پسند کرتے۔ وجہ دریافت کرنے پر بتایا کہ اس کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قریب ہے اس لیے مجھے پسند ہے۔

حج وزیارت کے لیے بغیر فوٹو کے تشریف لے گئے یہ شریعت وسنت پر عمل کے ساتھ ساتھ آپ کے تقویٰ کی بھی ایک زبردست مثال ہے۔

دوران حج حجاز مقدس میں بازار کا سالن نہیں کھایا، کبھی بازار کا گوشت نہیں کھایا۔ فرماتے سالن میں وہ گھی ہوتا ہے جس میں شاید خنزیر کی چربی ہوتی ہے۔ (حافظ ملت نمبر ص۲۳۶)

☆☆☆



(تیسرا باب)

حافظ ملت کا تاریخی سفر حجاز

قانون حکومت ہو کہ دستور زمانہ
مذہب کا مخالف ہو تو مومن نہیں پابند
اس دور میں کس مرد مجاہد نے کیا فاش
او ہام سے آزاد ہے اسلام کا فرزند
(بدر)

حافظ ملت اور عشق مدینہ

محبوب اور محبّ کے راز و نیاز مخفی ہوتے ہیں۔ظاہر نہیں کئے جاتے۔عاشق آشفتہ حال عنفوان شباب کی امنگوں کے دور سے لے کر زمانۂ کہولت تک اور کہولت سے گزر کر عہد شیخوخت تک شب و روز جس محبوب گرامی وقار، عروس بزم خوباں، آئینۂ حسن لازوال کے قیل وقال کے چمنستان کی آبیاری کرتا رہا......اس کی بارگاہ ناز میں حاضری کے لئے کس کس انداز میں جسم کے لہو کو اشک آرزو بنا کر نہ بہایا ہوگا......بیشمار راتیں نذر اشتیاق ہوئی ہوں گی، بیشمار سجدوں نے ہچکیوں میں ہچکولے کھائے ہوں گے......ہر سال قافلۂ حجاز کو رقت بھری دعاؤں کے ساتھ سوئے مدینہ بھیجتے......اور خود پلٹ کر اپنے کنج خمولی کی چٹائی پر رات بھر اشکوں کے موتی رولتے......دن کے اجالے میں پھر اسی محبوب مدنی ﷺ کی چاکری میں لگ جاتے......زمانہ جوں جوں آگے بڑھتا گیا۔۔عشق کی آگ چنگاری سے انگارہ اور انگارہ سے آتش فشاں بنتی گئی آرزوئے مدینہ......شوق مدینہ......اور پھر جذب مدینہ کا رنگ اختیار کرتی گئی......خود فرماتے ہیں۔

انسانی تمناؤں اور آرزوؤں کی دنیا بڑی وسیع وعریض ہے۔مختلف الخیال لوگوں کی مختلف الانواع آرزوئیں ہوتی ہیں......کسی کا مطمح نظر دین ہے کسی کا دنیا۔کسی کے دل میں آل و اولاد کی خواہش پرورش پاتی ہے......تو کوئی مال و دولت چاہتا ہے، کوئی جاہ وحشمت کا طالب ہے تو کوئی عزت وعظمت کا جویاں، اور ہر ایک اپنے مقصود ومطلوب کے حصول میں کوشاں اور سرگرداں ہے۔مگر ایک مسلمان کے نزدیک سب سے بڑی قلبی آرزو بارگاہ رسالت کی حاضری ہے۔ایک مرد مومن کا یہی جذبۂ ایمانی بھی ہونا چاہئے۔اور یہی جذبۂ ایمانی مجھے بھی بیچین کر رہا تھا۔حاضری حرمین طیبین کا والہانہ جذبہ بیتاب کر رہا تھا۔اور مدت دراز سے یہی دعا کرتا رہا۔

دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولا تری رحمت برستی ہے

اور کبھی اس طرح دعا کرتا۔

وہ دن خدا کرے کہ مدینے کو جائیں ہم
خاک در رسول کا سرمہ لگائیں ہم

حافظ ملت ہمیشہ رخصتوں پر عمل کے بجائے عزیمتوں کے دلدادہ رہے۔آپ کی مکمل کتاب زندگی کا بغور مطالعہ کر جایئے آپ اس میں ناہموار سنگلاخ چٹانوں کو روندنے کا عزم رواں دواں پائیں گے۔ان کی حاضری حرمین بھی عشق و عرفان اور جذب ومستی کی ایک ایسی داستان بننے والی تھی جس سے اسلامیان ہند، عالم اسلام میں خود کو سر بلند کرسکیں۔

مبارک پور کے گوشۂ گمنامی میں بیٹھا ہوا، مدنی تاجدار کا یہ قلندر اپنی خلوت سے روحانی لاسلکی زیر غور کے ذریعہ ہر شب تار میں نہ جانے اپنے آقا و مولا کو کیا کیا پیغام بھیجتا رہا۔اور کرامت نواز آقا سے سرگوشیوں میں نہ معلوم کیا کیا سنتا رہا۔دنیا کو صرف اتنا پتہ ہے کہ اس نے اپنے اس سربستہ راز کا ایک صفحہ اپنے محبوب مرید جناب بیکل اتساہی کے حوالے کر دیا تھا قرائن سے ہم نے تو یہ سمجھا ہے کہ سلطان دارین کے حضور سے حافظ ملت کو اذن حضوری پہلے ہی عطا ہو چکا تھا

مگر سرفرازیِ عشق کی اس داستان کو منصۂ عالم پر لانے کے لئے ظاہری اسباب کا کام بکل صاحب کے ذریعہ شروع ہوا۔

محرم راز:

جناب بکل اتساہی عزیزی کو حافظ ملت کی بارگاہ میں بڑا قرب نصیب تھا جسے وہ خود بایں الفاظ بیان کرتے ہیں

''سفر حرمین میں کفش برداری کا شرف حاصل کر چکا ہوں جسے ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر میں مولانا اسلم بستوی نے پیش کر دیا ہے۔ میں حضرت کی خدمت اقدس میں اکثر رہا ہوں''

بہت سی باتیں ہمیں حضرت نے لکھنے اور کہنے سے روکا تھا۔ اب اگر ہمارے علما اور فقہا اجازت دیں تو (انہیں) کاغذ پر لایا جائے۔ (انوار حافظ ملت ص ۹۵)

ایک بار فرمایا:

''میری زندگی کی تمام کامیابیاں حضور حافظ ملت کی رہین منت ہیں'' (انوار حافظ ملت ص ۹۳)

جناب بکل اتساہی حافظ ملت کے مرید صادق اور محبّ بھی ہیں اور راز دار بھی، بارگاہ رسول میں حاضری کی مساعی کا آغاز ہوا۔ اور حافظ ملت نے بکل صاحب کو حکم دیا کہ میرے سفر حج کے لئے بلا فوٹو پاسپورٹ بنانے کی درخواست حکومت ہند کو دو۔ جناب بکل صاحب نے تعمیل حکم میں کارروائی کا آغاز کیا۔ تاریخی چھان بین سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ۱۳۸۴ھ یا ۸۵ھ کا سال تھا۔ حافظ ملت کے اہل خانہ، برادران، فرزندان، نیز مبارکپور میں شب و روز ساتھ رہنے والے علمائے اشرفیہ، مدرسین وطلبہ اور اراکین اشرفیہ میں سے بھی کسی کو ابھی کانو کان خبر نہیں تھی۔ پاسپورٹ آفس کے چیف آفیسر جناب وراثت حسین قدوائی کے سامنے جب حافظ ملت کے پاسپورٹ (بلا فوٹو) کی درخواست پیش ہوئی تو اولاً وہ خود بھی اس بات پر حیران و سرگردان ہوئے۔ مگر جناب بکل اتساہی نے جب ان کے سامنے علم وتقویٰ کے اس جبل شامخ کا تعارف کرایا۔ تو پھر انہوں نے اس درخواست کو نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ وزارت خارجہ تک پہونچایا۔ درخواست دینے کے بعد مرید صادق نے مرشد کامل کو اس کی خبر دی تو انہوں نے دعاؤں کی سوغات کے ساتھ انہیں جوابی خط میں لکھا:

''پاسپورٹ کے متعلق خوشخبری ملی آپ کی محبت قابل قدر و لائق تحسین ہے مولائے قدیر کامیاب فرمائے۔ اس خصوصی کامیابی میں امتیازی سہرا آپ ہی کے سر ہوگا۔ آمین و بہ نستعین۔ (مکتوب حافظ ملت بنام بکل اتساہی ۱۳/محرم ۸۵ھ)

حافظ ملت کے پاسپورٹ کا مسئلہ چونکہ عام انداز کا نہیں تھا اس لئے اس میں تاخیر ہونا لازمی بات تھی۔ ادھر اس محسن قوم وملت کے عشق وعرفان کی خوشبوؤں کے متوالے ملک تو ملک بیرون ہند سے بھی حصول فیضان کی درخواستیں پیش کر رہے تھے۔ خود پاکستان میں حافظ ملت کے تلامذہ اور اہل محبت کا ایک وسیع حلقہ تھا جو انہیں پاکستان بلانا چاہتا تھا۔ انہی اہل محبت میں سے ایک جناب سیٹھ عبدالمجید صاحب کراچی والے بھی تھے۔ وہ اپنے گھر کو حافظ ملت کے قدوم میمنت

لزوم سے نوازنا چاہتے تھے۔اور برابراس بات کی گزارش کرتے رہتے تھے۔حافظ ملت جناب بکل صاحب سے ان کے اسی قسم کے ایک عریضہ کا ذکر فرماتے ہیں۔

"کراچی سے سیٹھ عبد المجید صاحب کا خط آیا ہے ....انہوں نے مزید اصرار کے ساتھ بلایا ہے۔داخل سلسلہ ہونا چاہتے ہیں۔مگر میرے لئے بڑی دشواری ہے آپ ہی اس کا کوئی حل نکال سکتے ہیں۔اگر کسی طرح بھی میں اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے پہونچ سکوں تو ارادہ ضرور ہے" (۳جمادی الاولیٰ ۸۵ھ)

حرمت تصویر کی احادیث مبارکہ:

اسلام میں جاندار کی تصویر بنانا بنوانا خواہ چھوٹی ہو یا بڑی،عکسی ہو یا قلمی آدھی ہو یا پوری حرام و ناجائز ہے۔ علماء اسلام نے ہر ذی روح کی صورت گری کو سخت حرام،اور عتاب ربانی کا موجب فرمایا ہے۔اس بارے میں ارشادات رسول ملاحظہ ہوں۔

کل مصور فی النار یجعل الله له بکل صورة صورها نفسا فتعذبه فی جهنم.

(بخاری و مسلم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

ہر مصور دوزخ میں ہے۔ہر تصویر کے بدلے جو اس نے بنائی ہے،اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرے گا جو اسے عذاب دے گی۔

ان اشد الناس عذابا یوم القیمة المصورون (صحیحین عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

بیشک قیامت کے دن تصویر بنانے والوں پر نہایت سخت عذاب ہے

قال الله تعالیٰ و من اظلم ممن ذهب یخلق لخلقی فیخلقوا ذرة او لیخلقوا حبة او لیخلقوا شعیرة. (صحیحین عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

اللہ عزوجل فرماتا ہے اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو میرے بنائے ہوئے کی طرح بنانے چلے۔بھلا کوئی چیونٹی یا گیہوں یا جو کا دانا تو بنادے۔

ان الذین یصنعون هذه الصور یعذبون یوم القیمة یقال لهم احیوا ماخلقتم .

(صحیحین و سنن نسائی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

بیشک یہ لوگ جو تصویریں بناتے ہیں قیامت کے دن عذاب کئے جائیں گے ان سے کہا جائے گا یہ صورتیں جو تم نے بنائی تھیں ان میں جان ڈالو۔

یخرج عنق من النار یوم القیمة له عینان یبصر بهما و اذنان یسمعان و لسان ینطق یقول انی وکلت بثلثة بمن جعل مع الله الها آخر و بکل جبار عنید وبالمصورین.

(مسند احمد و جامع ترمذی عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

روز قیامت جہنم سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی دیکھنے والی،دو کان سننے والے،ایک زبان

کلام کرتی۔وہ کہے گی میں تین فرقوں پر مسلط کی گئی ہوں،(۱)جو اللہ کا شریک بنائے (۲)ظاہر ہٹ دھرم پر (۳)اور تصویر بنانے والے پر۔

ان اشد الناس عذابا یوم القیمة من قتل نبیا او قتله نبی او قتل احد والدیه والمصورون و عالم لم ینتفع بعلمه . (بیہقی شعب الایمان عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

بیشک روز قیامت سب سے زیادہ عذاب میں وہ ہوگا جو کسی نبی کو شہید کرے یا کوئی نبی جہاد میں اسے قتل فرمائے یا جو اپنے ماں یا باپ کو قتل کرے اور تصویر بنانے والے اور وہ عالم جو اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھائے (یعنی بے راہ)

امام مالک،امام بخاری،امام مسلم ونسائی وابن ماجہ حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں

رسول اللہ ﷺ سفر سے تشریف فرما ہوئے تھے۔میں نے ایک دروازے پر تصویر دار پردہ لٹکایا تھا۔جب حضور اقدس ﷺ واپس تشریف لائے اسے ملاحظہ فرمایا تو چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا۔اندر تشریف نہ لائے۔ام المؤمنین فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اللہ کی طرف اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں۔مجھ سے کیا خطا ہوئی۔حضور اقدس ﷺ نے وہ پردہ اتار کر پھینک دیا۔اور فرمایا اے عائشہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت تر عذاب روز قیامت ان مصوروں پر ہے جو خدا کے بنائے ہوئے کی نقل کرتے ہیں۔ان پر روز قیامت عذاب ہوگا ان سے کہا جائیگا یہ جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو،جس گھر میں یہ تصویریں ہوتی ہیں اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

رسول اللہ صلی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

انا لا ندخل بیتا فیه کلب او صورة ۔ہم ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

(رواہ البخاری عن ابن عمر ومسلم عن السیدۃ عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہم)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جبریل امین نے عرض کی تین چیزیں ہیں کہ جب تک ان میں سے ایک بھی گھر میں ہوگی کوئی فرشتۂ رحمت اس گھر میں داخل نہیں ہوگا کتا یا جنبی یا جاندار کی تصویر۔

لا تدخل الملائکة بیتا فیه صورة و لاکلب ولا جنب

(رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ عن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ)

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لا تدخل الملئکة بیتا فیه کلب و لا صورة . رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔(رواہ احمد والبخاری ومسلم عن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ)

حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں:

میں نے حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کی دعوت کی۔حضور تشریف فرما ہوئے۔پردے پر کچھ تصویریں بنی دیکھیں واپس تشریف لے گئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان۔کس سبب سے سرکار

واپس ہوئے؟ فرمایا گھر میں ایک پردے پر تصویریں تھیں اور ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے ہیں جس میں تصویریں ہوں۔ (النسائی وابن ماجہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

ان النبی ﷺ لم یکن یترک فی بیته شیئا فیه تصاویر الا نقضه.

بیشک نبی کریم ﷺ گھر کے اندر جس چیز میں تصویر دیکھتے اسے بے توڑے نہ چھوڑتے۔

(صحیح بخاری وسنن ابی داؤد عن ام المؤمنین رضی اللہ عنہا)

"مولائے کائنات علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حبان بن حصین سے فرمایا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا وہ یہ کہ

ان لا تدع صورة الا طمستها ولا قبرا مشرفا الا سويتـــــــه.

جو تصویر دیکھو اسے مٹا دو اور جو قبر حد شرع سے اونچی دیکھو اسے (حد شرع کے) برابر کر دو۔

(مسلم و ترمذی عن حبان بن حصین)

واضح رہے کہ بلندی قبر میں حد شرع ایک بالشت ہے۔

امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں۔رسول اللہ ﷺ ایک جنازے میں تھے۔فرمایا تم میں سے کون ایسا ہے جو مدینہ جا کر ہر بت کو توڑ دے اور ہر قبر کو برابر کر دے اور ہر تصویر کو مٹا دے۔ایک صحابی نے عرض کی میں یا رسول اللہ! فرمایا تو جاؤ۔وہ جا کر واپس آئے اور عرض کی یا رسول اللہ میں نے سب بت توڑ دیئے اور سب قبریں برابر کر دیں اور سب تصویریں مٹا دیں۔سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من عاد الی صنعة شیئ من هذا فقد کفر بما انزل علی محمد

اب جو یہ سب چیزیں بنائے گا وہ کفر و انکار کرے گا اس چیز کے ساتھ جو محمد (ﷺ) پر نازل ہوئی۔(العیاذ باللہ)

(امام احمد عن امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ)

ان احادیث مبارکہ اور آثار طیبہ کی روشنی میں قرون اولیٰ سے تا امروز علماء حق تصویر بنانے، بنوانے اور رکھنے کی حرمت بیان کرتے آئے ہیں۔

حضرت ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

قال اصحابنا و غیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم و هو من الکبائر لا نه یتوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث۔ (مرقاۃ ص ۴۸۳ جلد ۴)

ہمارے ائمہ اور دیگر علما نے بیان فرمایا کہ جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے سخت حرام اور یہ گناہ کبیرہ ہے اسلئے کہ اس پر بہت سخت وعیدیں آئی ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں جاندار کی صورت گری کو مطلقاً حرام فرمایا۔اور یہ واضح کیا کہ

ذی روح کی تصویر سازی یا دوسروں سے بنوانا۔اعزاز و احترام سے پاس رکھنا سب حرام ہے اس پر سخت وعیدوں کا ذکر فرمایا۔اور فرمایا کہ حرمت تصویر کی احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں ۔اور تصویر کی حرمت یقینی ہے۔

اور علامہ نووی نے شرح مسلم شریف میں اسے حرام شدید حرام اور گناہ کبیرہ بتایا۔البتہ صاحب درمختار نے لکھا کہ اگر کسی جاندار کی تصویر کے کسی ایسے عضو کو کاٹ دیا جائے یا مٹا دیا جائے جس کے بغیر زندگی ممکن نہ ہو تو باقی حصہ جماد محض کے قسم میں ہے تصویر اس طرح بنانا رکھنا جائز ہے لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے عطایا القدیر فی حکم التصویر میں درمختار کی اس تعمیم کو غیر صحیح ثابت کیا ہے اور اس پر دلائل قاہرہ لائے ہیں ۔آپ نے اپنے اس عالی شان فتوے میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ تصویر کی حرمت صرف اسلامی شریعت ہی میں نہیں بلکہ ہر شریعت نے اپنے دور میں اسے حرام ہی بتایا ہے۔

حکم اباحت اور حافظ ملت کی عزیمت:

سلطنت عثمانیہ کا زوال ہوا۔اور اسلام دشمن قوتوں نے فروغ پایا۔یہود و نصاریٰ کی سیاسی ملی بھگت نے دوسری عالمی جنگ کے بعد دنیا کے تمام ممالک پر پاسپورٹ ،باتصویر کا قانون پیش کیا مسلم ممالک میں سربراہان مملکت کے اندر اتنا دم خم باقی نہیں رہ گیا تھا کہ اس کی مخالفت کریں یا کم ازکم اپنے مقدس اسفار ہی کو اس قانون سے مستثنیٰ قرار دلالیں۔مسلمانوں کے بہت سے ممالک میں یہود و نصاریٰ نواز لیڈروں کی حکومتیں تھیں ۔لہٰذا یورپ و امریکہ کے یہود و نصاریٰ جو کچھ طے کرتے رہے وہی ان کے لئے قانون ہو جاتا علما اور مفکرین اسلام اپنی رسائی کے مطابق ایک وقت تک احتیاط سے عمل کرتے رہے۔مگر تا کجے؟

بالآخر ایک وقت آیا کہ مسلمانان عالم کے حج فرض کے لیے انہوں نے پاسپورٹ اور ویزے کے لئے تصویر لازم کر دی۔حافظ ملت علامہ مفتی عبد العزیز محدث مبارکپوری اس عالمی پریشانی سے غافل نہیں تھے ۔مگر رب تعالیٰ نے انہیں تفقہ کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور نظافت باطنی کی جو دولت عطا فرمائی تھی وہ اسے تصویر برائے حج کھینچوا کر داغدار کرنے پر تیار نہیں تھی فرماتے ہیں۔

’’میں سفر حج اور حاضری بارگاہ رسالت کے لئے بیقرار ہوں ۔تصویر کھینچوانے کو ناجائز سمجھتا ہوں اگر بغیر تصویر کے مجھے اجازت مل گئی تو میں ضرور جاؤں گا اور میری یہ دیرینہ آرزو امید کہ ضرور پوری ہوگی۔

(آداب حج وزیارت ازمولانا اسلم بستوی ص۵۳)

اپنے تلمیذ مولانا تجمل ہدیٰ گیاوی کو ایک خط میں رقمطراز ہیں:

’’کسی طرح فوٹو کی لعنت اٹھ جائے یا مجھ پر کسی طرح مسئلہ کا انکشاف ہو جائے۔

روداد سفر حج میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

’’اس قانونی پابندی سے سخت مجبوری تھی اگر چہ علماء کرام اور مفتیان اسلام نے فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے فوٹو کے جواز کا فتویٰ دے دیا تھا لیکن میری سمجھ میں مسئلہ نہیں آیا تھا اس لئے بلا فوٹو کے حاضری کا طالب تھا‘‘

(آداب حج وزیارت ازمولانا اسلم بستوی ص۸۳)

حافظ ملت ہندوستان میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے اکابر علما میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔اس لئے یہ بعید نہیں کہ لکھنؤ پاسپورٹ آفس سے لے کر وزارت خارجہ دہلی تک اس سفر کی درخواست کے دوران ہی مخالفین اہل سنت کے سرغنوں کو خبر ہوگئی درخواست گزاری کے بعد ان کی طرف سے منفی متعدد مساعی کی گئیں۔کئی ماہ شدید انتظار میں گزر گئے۔اس عرصہ میں حافظ ملت کی بے چینی ان کے اس مکتوب گرامی میں محسوس کی جاسکتی ہے۔

''اگر فضا پر سکون ہوتی توجہ کے متعلق آپ ضرور کامیاب ہوتے لیکن اس پر آشوب دور میں ناممکن ہے بہر حال امسال اور دیکھ لیں ورنہ آئندہ سال بہر حال حاضر ہونا ضروری ہے۔کیونکہ یہ فریضہ اہم ہے اور بتقاضائے عمر انحطاط روز افزوں ہے'' (مکتوب حافظ ملت بنام بکیل اتساہی ۱۰ جمادی الثانی ۸۵ھ)

ایک طرف مدینہ طیبہ کی حاضری کا اشتیاق حافظ ملت کے رگ و پے میں آتش سیال بن کر دوڑ رہا تھا دوسری طرف ملکی انتشار سیاسی بد حالی اور تیسری جانب مخالفین حافظ ملت اور معاندین سنیت کی لابی کے دوررس اثرات کا زور ایسے میں عاشق مہجور کی بے چینی اور اضطراب کا کیا حال رہا ہوگا کون اندازہ کرسکتا ہے؟

بارگاہ رسول میں درخواست:

اپنے تلامذہ اور اہل روابط میں سے کسی کو سفر حرمین کے لئے روانہ کرتے تو اس کے ذریعہ بارگاہ ناز میں اپنی درخواست پیش فرماتے۔

مولانا تجمل ھدیٰ القادری گیاوی کے نام ان کے سفر حج و زیارت کے وقت جو گرامی نامہ آپ نے تحریر فرمایا ہے اس میں حافظ ملت کے بیقرار دل کی کیفیت نمایاں ہے۔

۷۸۶

''محب محترم ذوالمجد والکرم زیدت مکارمکم ادعیہ وافرہ وسلام مسنون! خط ملا حاضری حرمین طیبین کا مبارک قصد تو بہت ہی مبارک قابل صد مبارکباد ہے مولائے کریم اپنے دربار اور اپنے حبیب کی سرکار میں باریابی نصیب کرے اور حرمین طیبین کے برکات وحسنات سے بھرپور حصہ دے حج و زیارت قبول فرمائے اور فیوض و برکات ظاہری و باطنی عطا فرمائے بلاشبہ حرمین طیبین، کی حاضری زندگی کی معراج ہے کیسا خوش نصیب ہے عازم حرمین طیبین! کہ ہر قدم پر اس کو دربار الٰہی و دربار مصطفوی کا قرب نصیب ہوتا ہے بالآخر بیت اللہ اور بیت الرسول کی حاضری سے مشرف ہوتا ہے۔ مولائے قدیر آپ کو اپنی حفاظت میں بعافیت لے جائے اور بہ سلامتی بامقصد واپس لائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔ بہزار ادب میرا سلام بارگاہ رسالت میں پیش کرنا اور حاضری کی درخواست بھی۔کسی طرح فوٹو کی لعنت اٹھ جائے یا مجھ پر کسی طرح مسئلہ کا انکشاف ہوجائے بہر حال کسی طرح حاضری نصیب ہو۔قوی امید ہے کہ آپ اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یاد رکھیں گے ساری ہدایتوں اور تمام آداب کی روح، میلان قلب اور مخلصانہ جذبات میں اللہ ورسول ہی کی طرف خیال و دھیان ہو انہیں کی یاد ہو اسی طرف توجہ رہے۔''

حسان الہند بیکل اتساہی بلرام پوری کے ذریعہ ایک طرف حکومت ہند سے بلا فوٹو پاسپورٹ کی درخواست پر کوشش جاری تھی دوسری طرف اپنے خصوصی نمائندوں کے ذریعہ سلطان کونین مالک دارین حضور محمد رسول اللہ ﷺ کے حضور بھی درخواستوں کا سلسلہ جاری تھا۔ چنانچہ آپ کے استاذ زادے اور تلمیذ ارشد حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ القادری امجدی (جانشین صدر الشریعہ) کے ذریعہ سرکار مدینہ میں عرضی پیش کرائی خود تحریر فرماتے ہیں۔

''سالہا سال مختلف ذرائع سے اس مقصد کے حصول میں کوشش بھی کی مگر کامیابی نہ ہوسکی۔ بڑی پریشانی نہایت مایوسی تھی کہ میرے مخدوم زادے حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب خلف الرشید حضرت صدر الشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ ایک سال قبل حاضر بارگاہ رسالت ہوئے ان کے ذریعے میں نے سرکار کی بارگاہ میں درخواست بھیجی''

(آداب حج و زیارت از مولانا محمد اسلم بستوی ص ۵۴)

ربط روحانی:

عاشقان مصطفیٰ کو باد نسیم سے بھی بڑی رسم و راہ ہے کیوں کہ اس کا رخ اس مقدس سرزمین کی جانب ہوتا ہے جو آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز ہے۔ اہل تعلق اسی کو اپنا پیامبر اور دل پر گزرنے والی واردات بھیجنے کے لئے قاصد بناتے ہیں حضور حافظ ملت بھی کبھی یوں ترنم ریز ہوتے۔

صبا حضور سے کہنا مرے سلام کے بعد
تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

اور نسیم سبک خرام کبھی ان کے پاس سے ہوکر گزرتی تو محسوس ہوتا کہ محبوب دلنواز کا پیامی کچھ سنا گیا۔ اس وقت کی اندرونی کیفیات زبان پر اس طرح برآمد ہوتیں۔

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کھنچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور کبھی تو ایسا ہوتا کہ ہوا کا کوئی جھونکا آتا اور جسم و روح کی پوری صلاحیت کے ساتھ محبوب دل آرا کے تصور میں کھو جاتے۔ اردگرد کا ماحول ان کے واردات قلبی سے نا آشنا ہوتا مگر وہ کسی اجنبی خوشبو سے خوب خوب لذت اندوز ہوتے اور گنگنا اٹھتے۔

باد نسیم آج بہت خوشگوار ہے
شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلف یار ہے

مدینے جانے والوں کو تاسف بھری نگاہوں سے دیکھتے، آہیں بھرتے، آنسو بہاتے اور اپنے جانے کے لمحات کا انتظار کرتے رہتے۔ ہر جانے والے سے کہتے دیار پاک میں پہنچ کر میرا غلامانہ سلام عرض کیجئے اور عرض کیجئے کہ سرکار اپنے اس بندۂ عاجز کو کب طلب فرمارہے ہیں؟ مشایعت سے لوٹتے تو یہ شعر زبان پہ ہوتا۔

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے یہ پہونچا میں رہا جاتا ہوں

(آداب حج وزیارت از مولانا محمد اسلم بستوی ص ۵۴)

عشق حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شخصیت کو خوب خوب نکھار دیا تھا۔ درحقیقت عشق مصطفیٰ کا امانت دار دامن زیست کو تار تار رکھتا ہے مگر ہزاروں تعمیریں ان کی گدڑیوں کے خستہ دھاگوں سے وابستہ ہوتی ہیں اس بحر سلسبیل و کوثر کا غوطہ خور کبھی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ یہ دولت لازوال ہاتھ سے جائے بلکہ خواہش ہوتی ہے کہ لذت درد میں مست و بیخود رہیں۔ جذب و عشق کی ہزار سالہ بیخودی اس ایک لمحہ کی آرزو پر قربان۔ اللہ اللہ، جل رہے ہیں بھن رہے ہیں۔ تڑپ رہے ہیں، بلک رہے ہیں کسی کے ہجر میں کسی کی یاد میں کسی کے تصور میں مگر سوزش کا علاج درد کی دوا تپش کا مداوا سامنے آتا ہے تو اس کی ناز برداری بھی گوارا نہیں۔ کیونکہ وہی سوز و تپش تو عشق کا سرمایہ اور محبت کا انعام ہے۔ لیجئے امام احمد رضا کا وہ قول حافظ ملت کی زبان سے ملاحظہ فرمایئے اور تصور کیجئے کہ ایک درویش خرقہ پوش شب تار میں اشکوں کے دیپ جلائے گریہ وزاری کے ساز پر کیا کہہ رہے ہیں۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ دنیا اور اہل دنیا کے در پر نیاز مندی اور امید و رجا کا دامن پھیلانا توہین عشق ہے مگر ان کی بارگاہ کی گداگری اور کاسہ لیسی معراجِ عشق۔

ان دنوں حضرت کی عجیب کیفیت تھی اکثر دیار پاک بطحا کا ذکر فرماتے ہر رات ان کا جذبۂ عقیدت دل کے نہاں خانے میں تصویر جاناں کی زیارت سے مشرف ہوتا صبح ہوتی تو منتظر نگاہیں وادیٔ حجاز کی طرف امید و آس میں اٹھی رہتیں کہ

دیار طیبہ سے کاش لے کر صبا نوید بہار آئے
مہک اٹھیں میرے دل کی کلیاں گلوں کے رخ پر نکھار آئے

یہ کسی حرماں نصیب سودائی کی آہیں نہ تھیں جو برباد ہو جائیں۔ یہ کسی شوریدہ سر کے نالے نہ تھے جو صدا بصحرا ثابت ہوتے اور وہ زبان حال سے یہ کہنے پر مجبور ہوتا۔

گلشن یاس سے کچھ پھول اکٹھا کرکے اے غم دوست میں اک ہار بنا لیتا ہوں
اور ہر رات یونہی صبح سے پہلے پہلے اپنی ناکام تمنا کو پنہا دیتا ہوں

بلکہ یہاں دل کے پھپھولے پھوٹے وہاں دو عالم کے طبیب روحانی نے دست شفا بڑھایا یہاں آنکھوں کے پر نالے بہے وہاں مونس بیکساں کا دامن کرم اشک شوئی کے لئے لپکا۔ یہاں صبر و ضبط کی کشتی نے ہچکولے کھائے وہاں سے کشتی دو عالم کے کھیون ہار کا دست ناخدائی دراز ہوا۔ حضور حافظ ملت کا جذبۂ حب رسول اس بلند منزل پر تھا کہ دستور

زمانہ اور قانون حکومت جس جگہ پہونچ کر جبین سائی کریں۔

قانون حکومت ہو کہ دستور زمانہ مذہب کا مخالف ہو تو مومن نہیں پابند
اس دور میں کس مرد مجاہد نے کیا فاش اوہام سے آزاد ہے مذہب کا گلو بند

عشق کا آتش فشاں صبر و شکیب کا سارا اثاثہ پھونک چکا تھا رحمۃ للعالمین کے فضل خاص کی طرف سراپا نیاز متوجہ تھے آنسو کا ہر قطرہ یہی صدا لگا رہا تھا۔

ہند میں بیٹھ کر دے رہا ہوں ندا، ہے یقین سن رہے ہیں مرے مصطفیٰ
یہ سلامت رہے عشق کا رابطہ میں نے مانا مدینہ بہت دور ہے

سچ ہے محبت کی تپش بعد مسافت کے باوجود لذت قرب سے سرفراز کر دیتی ہے۔زمین کے فاصلے، سمندر کی موجیں، آبادیوں کے سلسلے، دشت وجبل کی فصیلیں حائل نہیں ہوتیں۔

کسی شب پچھلے پہر ٹوٹی ہوئی چٹائی پر سر جھکائے محو ناز و نیاز رہے ہوں گے کہ نسیم سحری کا مقدس جھونکا آیا ہوگا مدینہ والے کا پیامی بن کر دل کی امنگیں آنکھوں میں عود کر آتی ہوں گی، عمر عزیز کی متاع گراں بہا جس کے جلووں کی تمنا میں لٹائی، فکر و عمل کی ساری توانائیاں جس نورانی گنبد والے کے لئے صرف کیں، جس کے در کے منادی بن کر سالہا سال بایں حال گزار دیئے گویا

ع صدا دے رہا ہوں کہ آواز آئے

اہل عشق و وفا کو فراق و جدائی کے لمحات میں اپنے محبوب کی ناز برداری کی گھڑیاں بھی ان کی معراج سے کم نہیں ہوتیں۔ ہر آہٹ پر کان، ہر دستک پر التفات اور ہر آنے والے پر پیامی محبوب کا گمان ہوتا ہے۔قلب و روح کی اس گوش برآوازی کو اہل محبت ہی جانیں۔

روح کیوں گوش بر آواز ہوئی جاتی ہے
مجھ کو سرکار دوعالم نے پکارا تو نہیں

ادھر عاشق صادق اپنے محبوب دلنواز کی نیاز مندیوں میں مشغول اپنی کشتی اسی کی مرضی پر ڈال کر لنگر اٹھا چکا ہے دوسری طرف حاسدین اور معاندین عشق کی ان سرفرازیوں سے جل بھن کر نت نئے روڑے سرراہ لانے کی ترکیبوں میں مشغول ہیں۔

بالآخر حکومت ہند نے حافظ ملت کا بلا فوٹو پاسپورٹ ایشو کرنا بایں شرط منظور کر لیا کہ سعودی حکومت بھی راضی ہو اور اسے کوئی اعتراض نہ ہو۔کام آخر جذبہ بے اختیار آہی گیا رفتہ رفتہ ان کی رحمت کو بھی پیار آہی گیا۔

بات الفت کی عام ہو کے رہی:

جناب بیکل اتساہی نے اپنے مرشد کے اس راز کو راز ہی رکھا مگر تا کجے۔آخر بات ہونٹوں سے نکلی اور کوٹھوں چڑھی۔

بات کہاں سے نکلی اور کیسے پھیلی اس سلسلہ میں حافظ ملت کی روداد سفر حج اور مکتوب سے روشنی ملتی ہے۔

بلرام پور اور وطن بھوجپور میں لوگوں کو اس کا سراغ کیسے لگا اس سلسلہ میں جناب بکل صاحب کو لکھتے ہیں

میں نے پہلے بھی آپ کو لکھا تھا کہ جب تک پاسپورٹ نہ بن جائے اظہار مناسب نہیں مگر مکان سے مولوی عبدالحفیظ کا خط آیا کہ حافظ محمد حنیف صاحب نے یہ سب کچھ ظاہر کر دیا مگر یہ قبل از مرگ واویلا ہے۔ بے نتیجہ بلکہ مضر ہے۔ (مکتوب حافظ ملت بنام بکل اتساہی ۲۹ ربیع الاول ۸۶ھ)

مبارکپور میں لوگوں کو یہ خبر کیسے پہونچی خود حافظ ملت روداد سفر حج میں رقم طراز ہیں:

''بکل صاحب نے میرے اس خصوص میں کوشش کی تو حالات سے مجھے مطلع کرتے رہے میں نے اس کو صیغۂ راز میں رکھا۔ میں خوب سمجھتا تھا کہ اگر یہ راز فاش ہوا تو مخالفین نیش زنی کریں گے اور پوری طاقت کے ساتھ رخنہ اندازی کر کے مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کی کوشش کریں گے اس لئے میں نے کسی سے ذکر تک نہیں کیا مگر عجیب اتفاق ہوا کہ بکل صاحب کا خط دارالعلوم اشرفیہ کے دفتر میں آگیا دفتر میں خط کا آنا تھا گویا آل انڈیا ریڈیو پر اعلان ہوگیا ہر طرف خبر پہنچ گئی سب کو معلوم ہوگیا اب کیا تھا مخالفین تیار ہوگئے طاقتوں ریشہ دوانیوں اور منظم سازشوں سے میری مخالفت شروع کر دی مبارک پور سے دہلی اور بمبئی تک ساری طاقتیں پوری قوتیں خرچ کر دیں''

(آداب حج وزیارت مولانا محمد اسلم بستوی ص ۵۵)

جلال عشق کا ایک منظر:

دارالعلوم اشرفیہ کے دفتر میں حافظ ملت کے بلا فوٹو پاسپورٹ کے ساتھ سفر حج کی کوششوں کی بات پہنچی۔ چہ می گوئیاں شروع ہوگئیں بات دارالعلوم کی حدود سے نکل کر مبارک پور کے قہوہ خانوں تک پہنچی۔ اور پھر ہندوستان بھر میں شور مچ گیا انہی دنوں کی بات ہے ایک روز نیازمندوں میں سے کسی نے عرض کیا۔ 'حضور! یہ تو ایسے ہی ہے جیسے مشرق کے بجائے مغرب سے سورج کا طلوع ہونا''

اس جملہ پر حضرت کے چہرہ پر جلال محبت کی طغیانی دیکھی گئی اور آپ نے فرمایا: ''کیا پورب کے بجائے پچھم سے سورج کا نکلنا محال ہے؟ اب تو سب لوگ خاموش ہوگئے آپ نے فرمایا ناممکن ومحال نہیں بلکہ ایسا واقعہ ہو چکا ہے اور دنیا جانتی ہے کہ ایک بار پچھم سے سورج بلند ہوا تھا کیا یہ بھی کوئی غیر معروف حقیقت ہے کہ مقام صہبا میں حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے زانو پر سر رکھ کر اللہ کے پیارے حبیب سید عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے تھے اور حضرت علی کی نماز عصر قضا ہو رہی تھی سورج غروب ہو رہا تھا مگر احترام مصطفیٰ پر شیر خدا نے اپنی نماز نچھاور کر دی اور حضور کے آرام میں ذرہ برابر خلل نہ آنے دیا سرکار کی چشم مبارک اس وقت کھلی جب سورج ڈوب چکا تھا۔ سرکار نے حضرت علی کا اضطراب دیکھا حضور کو معلوم ہوا کہ علی نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی اور سورج ڈوب گیا تو مالک کونین نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی کہ الٰہ العالمین! علی تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے تو ان کے لئے سورج کو لوٹا دے''

چنانچہ اس روز مشرق کے بجائے مغرب سے سورج ابھرا، بلند ہوا۔اور نماز عصر کا وقت ہوگیا تو جس مالک کونین کے اشارہ پر ایک بار مغرب سے سورج نکلا اگر وہ چاہیں تو ایک ہزار مرتبہ اور یہی واقعہ رونما ہوسکتا ہے یہ سن کر مجلس پر سناٹا چھا گیا اور لوگ رخصت ہو گئے۔

مخالفین اہل سنت میں حضور حافظ ملت کے بلا فوٹو سفر کی تیاری کا حال سن کر ایک عجیب منفی جوش وخروش کا عالم تھا۔ دہلی کے جمعیت آفس سے لیکر حکومتی ایوان تک رسائی رکھنے والے تمام کھدر پوش دیوبندیوں تبلیغیوں اور وہابیوں نے مل کر اس کو اپنی انا کا مسئلہ قرار دے لیا اور حافظ ملت کے سفر میں رخنہ اندازی کرنے لگے۔ سرزمین حجاز پر ان کے نمائندوں نے بھی ادھر سعودی حکومت تک اپنے رسوخ استعمال کئے تا کہ حافظ ملت کو بایں اعزاز واکرام سعادت حج و زیارت نہ مل سکے۔مگر ع وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

سعودی سفارت خانے کی منظوری:

ادھر حکومت ہند نے بھی اس دیوانۂ رسول کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے بلا فوٹو پاسپورٹ کی درخواست کو منظور کیا۔اور دوسری طرف حکومت حجاز نے بھی اس کا لحاظ رکھا اور کوئی احتجاج نہیں کیا مگر ایسے معاملات میں زبانی رضا مندی کو قانونی شکل اس وقت ملتی ہے جب کوئی تحریری ثبوت ہو اسی دوران جناب بیکل صاحب کے ایما پر حافظ ملت علیہ الرحمہ نے سعودی سفارت خانے میں ایک اور درخواست بھی بھجوائی جس کا ذکر ایک خط کے اندر ہے۔

جناب بیکل صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:

''سفر حج سے متعلق آپ کی ہدایت کے مطابق درخواست ٹائپ کرا کے دہلی روانہ کردی تھی۔آج دہلی سے مراسلہ آیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آپ کی درخواست بسلسلہ حج موصول ہوئی جو زیر غور ہے۔جو فیصلہ ہوگا فوراً مطلع کیا جائے گا اگر اس وقت کسی مزید کوشش کی ضرورت ہو تو ضرور کی جائے'' (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۱۱ محرم ۸۶ھ)

دہلی سے اس کے بعد درخواست کی منظوری کا خط پا کر حافظ ملت جناب بیکل کو رقم طراز ہیں:

''خط ملا منظوری سے مسرت ہوئی، مولائے کریم تمام مراحل بحسن وخوبی طے کرادے اور حاضری نصیب کرے۔آپ بھی ساتھ ہوں فریضہ کی ادائیگی تو ضروری ہے امسال ہی ہوجائے آپ تیار ہوجائیں تو حاضری بڑی پر کیف ہو خدا کرے ایسا ہی ہو آمین آمین !! (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۲۲ ربیع الاول ۸۶ھ)

غالباً یہ انہی ایام کا ذکر ہے کہ حافظ ملت کی درخواست حج کی منظوری کا پروانہ ملنے پر حلقۂ عزیزی اور حلقۂ اشرفیہ میں ہر طرف چرچے تھے۔لوگ حافظ ملت کی بارگاہ میں تہنیت پیش کرنے پہنچ رہے تھے۔حضور حافظ ملت ان تمام کامیابیوں کو محض اور محض سرکار دوعالم مختار کونین ﷺ کا کرم فرمایا کرتے تھے۔احباب کے اظہار مسرت پر خوش ہو کر فرمایا۔

ان کے دریا ے کرم میں موج اٹھتی ہے ضرور
مانگنے والا کوئی دل سے پکارے تو سہی

حصول پاسپورٹ:

حافظ ملت کے سفرِ حج کے لئے سعودی ایمبیسیڈر نے درخواست تو منظور کر لی۔ مگر پاسپورٹ کا تکمیلی کام ہنوز تشنہ ہی رہا جس کے لئے حافظ ملت لحہ لحہ بے چین نظر آتے ہیں بکل صاحب کو لکھا۔

''آج کاٹھمنڈو نیپال کا روانہ کردہ آپ کا خط ملا.....................

میری درخواست کا ابھی کوئی جواب نہیں آیا پاسپورٹ کی اخیر منزل تک آپ کی توجہ ضروری ہے خدا کرے امسال حاضری نصیب ہو اور آپ کی معیت ہو آپ تیار ہو جائیں زیادہ وقت نہ مل سکے تو فضائی سفر ہو بہر حال میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ (مکتوب بنام بکل ۲۹ ربیع الاول ۸۶ھ)

اپنے پیرو مرشد کے ارشاد پر جناب بکل نے پاسپورٹ کی تکمیل پر اپنی مزید کوششوں کا آغاز کیا لکھنؤ دہلی اور بمبئی ہر جگہ بار بار سفر کیا حکام، وزراء اور سفارت خانے سے روابط کئے۔ مخالفین کی دسیسہ کاریوں اور رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کی بالآخر خدا خدا کر کے پاسپورٹ مل گیا لکھتے ہیں:

''آج کے خط سے مسرت ہوئی آپ کی مخلصانہ کوشش اور جناب قدوائی صاحب کی کرم فرمائی کا شکریہ! مولائے کریم آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے، دارین کی برکتوں نعمتوں سے مالا مال فرمائے، تمام الجھنیں دور کر کے اطمنان قلب نصیب کرے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین!

اب بفضلہ تعالیٰ مرحلہ طے ہوگیا اطمنان ہے۔ لیکن ضابطہ اور قانون کے تحت میرے پاس ایسی تحریر ضروری ہے جس سے کہیں بھی کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو اس کا آپ ضرور خیال رکھیں مغل لین سے ابھی منظوری نہیں آئی ہے۔

(بنام بکل اتساہی ۱۱ رجب ۸۶ھ)

اسی سلسلہ کے دوسرے مکتوب میں جناب بکل کو اپنی قلبی دعاؤں سے نوازتے ہوئے لکھتے ہیں

''میرے اس نیک مقصد میں آپ کی یہ سعی قابل تحسین اور لائق صد شکریہ ہے "فجزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء فی الدنیا والاخرۃ"

مولائے نعیم وغافر آپ کو دونوں جہان کی نعمتوں، دولتوں سے سرفراز فرمائے، مقاصد دارین میں کامران و سرفراز فرمائے، ہر ہر منزل پر مظفر و منصور فرمائے، اپنی حفاظت وحمایت کے ظل کرم میں بصحت وسلامتی شاد وآباد رکھے، جان و مال، اہل وعیال کی پوری پوری حفاظت فرمائے، اپنی رضا اور اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خوشنودی خاص عطا فرمائے، آپ کو اور آپ کے احباب و متعلقین کو حرمین طیبین کی حاضری نصیب کرے، حج وزیارت سے مشرف فرمائے اور قبول فرمائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین!

حکومت ہند اور حکومت سعودیہ دونوں نے حافظ ملت کے سفر بلا فوٹو کی منظوری دے دی اب مرحلہ رہا حصول ویزا اور حکومت ہند کی طرف سے بحری جہازوں کے ذریعہ حجاج کو لانے لے جانے والے ادارۂ مغل لائن کی منظوری کا

ہندوستانی حجاج کے لئے حج کمیٹی مغل لائن کا طریقہ کار یہ ہے کہ کمیٹی درخواست دہندگان کے ناموں کا قرعہ اندازی کرکے قرعہ میں نکلنے والے حجاج کو سفر کا موقع دیتی ہے ورنہ نہیں۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کو جب دونوں حکومتوں کی اجازت کا علم ہوا تو انہوں نے بحری جہاز میں جگہ حاصل کرنے کے لیے درخواست بھیجوائی جو نامنظور ہوئی۔ نامنظوری کی اطلاع ملتے ہی بیکل صاحب نے کوشش کرکے خاص حکومتی کوٹے میں سے حافظ ملت اور ان کے بھائی مولانا حکیم عبد الغفور صاحب کے لیے دو سیٹیں منظور کروائیں۔

منظوری کے کاغذات سمیت جب دوبارہ حج کمیٹی مغل لائن میں حافظ ملت کی درخواست گئی تو وہاں سے پھر نامنظوری ملی اب بات سمجھ میں آگئی کہ مخالفین اہل سنت اور معاندین حافظ ملت کی نیش زنی ہے جو سارے کام کو خراب کررہی ہے۔ تفصیل خود حافظ ملت سے سماعت فرمائیں۔

''میرے بلا فوٹو سفر حجاز کی اطلاع پورے ہندوستان کے طول وعرض میں تھی ہندوستان کے باشندے ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی وغیرہ کثیر التعداد مذاہب کے ہیں۔ سیاسی حیثیت سے کانگریسی، جن سنگھی، مہا سبھائی وغیرہ کافی پارٹیوں کے لوگ ہیں مگر نہ کسی ہندو نے میری مخالفت کی، نہ کسی عیسائی نے، نہ کسی یہودی نے اسی طرح کسی سیاسی جماعت یا پارٹی نے میری مخالفت نہ کی بلکہ غیر مسلموں نے تو تائید بھی کی۔ ہاں میرے حج بیت اللہ کو بغیر فوٹو جانے کی مخالفت کی تو ایک مخصوص مکتب فکر کے مولویوں نے اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے اور اسلام کے سب سے بڑے دشمن اسی مکتب فکر کے لوگ ہیں جنہوں نے اخیر دم تک پوری قوت سے مجھے روکنا چاہا اور اس نشہ میں ایسے مدہوش ہوئے کہ مسئلہ شرعیہ کی نوعیت بھی بھول گئے۔

ادائے فریضۂ حج کیلئے علما کرام نے فوٹو کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس کی وجہ تو صرف یہی ہے کہ حج فرض ہے اور اہم فرض ہے فوٹو اگرچہ حرام ہے لیکن قانونی مجبوری ہے کہ بغیر فوٹو کے حج ادا نہیں کیا جاسکتا لہٰذا اس مجبوری کی بنا پر ادائے حج فرض کیلئے فوٹو جائز ہے۔

لیکن جو شخص اس قانون سے مستثنیٰ کیا جارہا ہے، دونوں حکومتیں بغیر فوٹو کے اجازت دے رہی ہیں وہ تو مجبور نہیں ہے۔ اس کے لئے فوٹو قطعاً بے ضرورت ہے، حرام ہے، اس پر یہ فتویٰ کہاں لاگو ہے، مگر اس مکتب فکر کے مولوی لوگ اس کو بھی فوٹو کھینچوانے پر مجبور کرتے ہیں اور اس سے بلا ضرورت ارتکاب حرام کروارہے ہیں، ان کی یہ کوشش مسئلہ شرعیہ کے تحت حرام ہے۔

جب حکومت ہند، حکومت حجاز نے میرا اسپیشل کیس بلا فوٹو منظور کرلیا اور کاغذات مرتب ہوکر میرے پاس آگئے تو میں نے برادر عزیز مولوی حکیم عبد الغفور صاحب کی درخواست کے ساتھ اپنی درخواست مغل لین روانہ کی مغل لین نے ہماری دونوں درخواستوں کو نامنظور کرکے کینسل کردیا اور مجھے واپس بھیج دیا یہ خیال ہوا کہ جس طرح دوسرے حجاج کی درخواستیں نامنظور ہوکر واپس ہوئی ہیں ویسے ہی ہماری درخواست بھی نامنظور ہوئی ہوگی، سیٹوں کا انتظام نہ ہوسکا ہوگا، اس لئے درخواست کینسل کردی گئی۔

اس پر بیکل صاحب نے دہلی سے کوشش کی تو حکومت ہند نے اپنی مخصوص سیٹوں میں مظفری جہاز کی دوسیٹیں ہمیں دیدی۔ اس منظوری کے ساتھ ہم نے پھر مغل لین کو دوبارہ درخواستیں بھیجیں، بھائی صاحب کی درخواست فوٹو کے ساتھ تھی میری درخواست بلافوٹو تھی۔

اس مرتبہ مغل لائن نے میری درخواست پھر کینسل کر کے واپس کردی اور اس پر لکھ دیا کہ ''آپ فوٹو بھیجئے تب درخواست منظور ہوگی اور مطلوبہ سیٹ مل سکے گی''مغل لین کا یہ جواب مخالفین کی بھرپور کوششوں کا نتیجہ تھا۔

(آداب حج وزیارت ص ۵۶/۵۷)

دوبارہ درخواست مسترد ہونے کے بعد حافظ ملت نے پھر از خود کوئی درخواست حج کمیٹی کو نہیں لکھی بلکہ جناب بیکل صاحب کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد بیکل صاحب خود بمبئی گئے۔ وہ بھی حضرت کے قلم سے ملاحظہ کریں۔

''بیکل صاحب بمبئی پہونچے اور مغل لین کے کارکنوں سے مطالبہ کیا کہ جب حکومت ہند نے بلافوٹو درخواست منظور کی ہے تو آپ کو فوٹو طلب کرنے کا کیا حق ہے؟ آپ کس قانون سے فوٹو مانگتے ہیں؟ آپ نے درخواست کینسل کر کے کیوں واپس کردی؟ آپ کو صرف جہاز کی سیٹوں کا اختیار ہے اور وہ بھی اپنی سیٹوں کا حکومت ہند نے جب کہ مخصوص سیٹیں دی ہیں تو آپ روکنے والے کون ہوتے ہیں؟ تو مغل لین کا دفتر مجبور ہوا اور فورا میرا پاسپورٹ مکمل کر کے بیکل صاحب کو دے دیا بیکل صاحب نے بذریعہ رجسٹری میرے نام روانہ کردیا۔ وصول ہوگیا، بات ختم ہوگئی، اطمنان ہوگیا۔

(آداب حج وزیادرت ص ۵۸/۵۹)

دیو بندیوں اور وہابیوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود حج کمیٹی مغل لائن کو حافظ ملت کے لئے جہاز کی منظوری دینی پڑی۔ اس شکست فاش کے بعد وہ زخمی سانپ بن گئے۔ اور ''کہاں پاؤں کہاں ڈسوں'' کے انداز میں اپنا آخری حربہ آزمانے کیلئے استمداد اور توسل کو شرک و بدعت گرداننے والے نجدی حکمرانوں سے مدد مانگنے پر متوجہ ہوئے۔ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ کے مرکزی سفارت خانے سے وہاں کے سفیر نے تو حافظ ملت کو بلافوٹو سفر کی اجازت لکھ کر دیدی۔ اب اسی کی بنیاد پر بمبئی کے کونسلٹ کو ویزے کی مہر لگانی تھی اس مختصر سی فرصت نے دشمنان حافظ ملت کو پھر مستعد کردیا حافظ ملت تحریر فرماتے ہیں۔

''اعلان کے بموجب جہاز کی روانگی سے پانچ روز قبل ہم لوگ بمبئی پہنچے بیکل صاحب میرا پاسپورٹ بلافوٹو لے کر حکومت سعودیہ کے سفیر کے پاس ویزا کیلئے پہنچے اس نے پاسپورٹ دیکھا کہ بلافوٹو منظوری کے کاغذات ہمرشتہ تھے ویزا دینے سے انکار نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ آپ کل آیئے میں ویزا دے دونگا۔ دوسرے روز پہنچے تو تیسرے روز پر ٹالا۔ تیسرے روز پہنچے تو چوتھے روز پر ٹالا۔ اسی طرح ٹالتا رہا یہاں تک کہ جہاز کی روانگی میں چند گھنٹے باقی رہ گئے تو ویزا دینے سے انکار کردیا کہ میں بلافوٹو کے ویزا نہیں دوں گا پوری دنیا میں یہی ایک شخص ہیں جو فوٹو کو حرام کہتے ہیں ساری دنیا فوٹو کیساتھ حج کیلئے آرہی ہے حج کے لئے فوٹو جائز ہے۔ بیکل صاحب نے جواب دیا کہ حکومت ہند و حکومت سعودیہ نے

بلافوٹو اسپیشل کیس منظور کیا ہے یہ کاغذات موجود ہیں سفیر نے کہا میں کاغذات نہیں دیکھتا مجھے اوپر سے آرڈر نہیں ہے جب تک اوپر سے آرڈر نہیں ہوگا میں ویزا نہیں دونگا یعنی سفیر حکومت سعودیہ جس کا ہیڈ کوارٹر دہلی ہے اسی کا یہ بمبئی میں نائب ہے اس کا آرڈر نہیں مانتا اب مظفری جہاز کی روانگی میں چار گھنٹے باقی ہیں یہی اخیر جہاز ہے حجاج کرام جہاز پر سوار ہو چکے ہیں میرے لیئے یہ رکاوٹ ہے کہ میں بلافوٹو نہیں جاسکتا اور میں فوٹو کھنچوا نہیں سکتا یہ ایسی مایوسی کا وقت تھا کہ کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی اپنے لوگ بے حد پریشان تھے نہایت مایوس تھے اور کسی کی جرأت تو نہیں ہوسکی مگر حاجی حفیظ اللہ صاحب کلکتہ والے جو بمبئی میری ملاقات کو آئے تھے انہوں نے مجھ سے دبے لہجے میں کہا حضور اب تو فوٹو کھنچوالینا چاہئے بڑی مجبوری ہے میں نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا اپنے رب کو یاد کیا اور اس کے حبیب اکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ عالی میں عرض کیا۔

یا رسولَ اللّٰہ اُنظُر حالَنا	یا حبیبَ اللّٰہ اِسمَع قالَنا
اِنَّنِی فی بحرِ ھَمٍّ مُغرَقٌ	خُذْ یَدی سھِّل لَنا اِشکالَنا

(آداب حج وزیارت ص ۵۹/۶۰)

''یہ امر ضرور قابل غور ہے کہ بمبئی والے سفیر نے پہلے دن بلافوٹو ویزا دینے سے انکار نہیں کیا، نہ دوسرے دن، نہ تیسرے دن، نہ چوتھے دن، بلکہ ٹالتے ٹالتے اخیر وقت تک لے گیا تب انکار کیا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سفیر کی ذاتی رائے نہیں تھی ورنہ پہلے ہی روز فوٹو طلب کرتے بلافوٹو ویزا دینے سے انکار کرتے پہلے سے ویزا کا وعدہ کرتے چلے آئے اور عین وقت روانگی انکار کردیا۔

یہ تمام کارروائی مخالفین کی سازش اور اسکیم کے ماتحت تھی معلوم نہیں کن اثرات سے سفیر حجاز کو اپنایا اور تیار کیا تھا سوچا یہ تھا کہ عین وقت پر کوشش کامیاب نہ ہوسکے گی مجبوراً فوٹو کھینچانا ہی پڑے گا یا سفر ملتوی کریں گے کیونکہ اس کے بعد کوئی جہاز بھی نہیں ہے۔ مگر ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مختار دوعالم مالک کونین حضور پر نور رسول اللہ ﷺ جب بلافوٹو بلائیں تو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ (ایضاً ص ۶۱)

عشق کی سرفرازی:

عقل عیار اس مقام پر پہنچ کر دم توڑ دیتی ہے جہاں سے عشق حقیقی کا میدان عمل شروع ہوتا ہے۔ عشق وعرفان کی ایک ایسی ہی آویزش کا دن ۲۵/ ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ/۷ مارچ ۱۹۶۷ء بھی تھا۔ جب اختیار مصطفیٰ اور توسل بامصطفیٰ علیہ التحیۃ والسلام کے منکرین کی چال بازیوں اور شاطرانہ حربوں نے ایک دیوانۂ رسول، ایک عاشق نبی اور ایک شیفتہ رحمت عالم کے عقیدہ واعتماد کو چیلنج کیا تھا۔ اور اپنے جیسوں کی دنیاوی حکومتوں کو ہمنوا بنا کر اس کے پندار عشق کو رسوا کرنا چاہتے تھے۔ اغیار تو اغیار حافظ ملت کے احباب بھی دل شکستہ ہونے لگے تھے۔ جہاز کی روانگی میں محض چند گھنٹے باقی رہ گئے تھے

اس وقت اس درویش محمد نے تخلیہ کیا۔اور نہایت اعتماد و یقین کے ساتھ اپنے مرید خاص کو پھر کونسلٹ بھیجا۔قربان جایئے اس غیرت مند آقا کی عظمت وغیرت کے جس نے ڈوبتے ڈوبتے کشتی کو ساحل مراد عطا فرمادیا۔

حافظ ملت کا راستہ روکنے والوں نے ٹیلی فون کی لائن کے ذریعہ بمبئی، جدہ اور ریاض ایک کر کے رکاوٹوں کے جو پہاڑ کھڑے کئے تھے حافظ ملت نے اپنی خداداد روحانی قوت سے ان پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے اڑایا۔یقیناً وہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کا اپنے اور ساری کائنات کے آقا سیدنا محمد رسول اللہ،مختار دو عالم ﷺ کے ساتھ حسن اعتقاد اور اعتماد کلی تھا۔حضور نے جس کا بھرم رکھ لیا۔حافظ ملت کی روداد سفر حجاز کے مرتب حضرت مولانا محمد اسلم بستوی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''جس دن کے جہاز سے روانہ ہونا تھا اس کی صبح ہی حضرت بیکل اتساہی سفیر حجاز کے پاس ویزا لینے کے لئے گئے سفیر پہلے تو ویزا دینے میں لیت ولعل کرنے لگا اور جب دن کے ۱۲ بج گئے اور جہاز کی روانگی میں صرف چند گھنٹے باقی رہ گئے تو اس نے حسب سازش یہ کہہ کر صاف انکار کردیا کہ''میں بلا فوٹو کے ویزا نہیں دوں گا''اس پر بیکل صاحب نے ہر چند سمجھانے کی کوشش کی کہ تمہیں ویزا روکنے کا کوئی حق نہیں ہے لیکن وہ ایک نہ مانا اس کی ہٹ تھی کہ جب تک اوپر سے آرڈر نہیں ہوگا میں ویزا نہیں دونگا بیکل صاحب کا بیان ہے کہ میں بڑی مایوسی کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حالات بیان کئے اس وقت حضرت کے چہرے پر میں نے ایک خاص رنگ دیکھا ارشاد فرمایا بیکل صاحب ایک بار پھر جایئے اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''آپ حضرات برائے کرم تشریف لے جائیں میں تھوڑی دیر تخلیہ چاہتا ہوں اندر سے کمرے کا دروازہ بند کرلیتا ہوں اور خبردار!اس وقت تک کوئی دروازہ نہ کھلوائے جب تک بیکل صاحب ویزا لے کر واپس نہ آجائیں۔''

بیکل صاحب آگے کہتے ہیں متعلقہ حاکم سے پہلی گفتگو کی روشنی میں میں جانے کی ہمت تو نہیں کرتا لیکن حضرت کا حکم واجب التعمیل تھا ایک بار پھر چلا گیا لیکن اس بار کچھ اسباب و وسائل ایسے مہیا ہوگئے (جن کا پہلے ذکر آچکا ہے) کہ میں ناکام واپس آنے کے بجائے اپنے ساتھ ویزا لیکر کامیاب و کامران واپس لوٹا تو میں نے حضرت کے کمرے کا دروازہ بدستور بند پایا میں نے دروازے پر دستک دے کر باہر ہی سے جذباتی لہجہ میں عرض کیا''حضور دروازہ کھولیں ویزا مل گیا'' اندر سے گریہ کے لہجے میں آواز آئی۔الحمد للہ!دروازہ کھلا حضرت پسینے میں شرابور داڑھی آنسوؤں سے تر تھی اس کے بعد کے واقعات خود صاحب واقعہ کے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔ (ایضاً ص ۷۱/۷۲)

مخالفین کا یہ آخری حربہ بڑا سنگین تھا مگر سردار مدینہ کے بے پایاں کرم کی موسلا دھار بارش میں ہر حربے اور مکر و فریب خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتے ہیں یہاں بھی سرکار کا خاص کرم ہوگیا بیکل صاحب جس وقت ویزا لے کر کامیاب واپس ہوئے ہیں اسی وقت حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کی گئی۔ (آداب حج وزیارت ص ۷۲)

واقعہ حج اور ایک غیر مسلم:

پرانے مدرسہ سے بازار کی طرف آتے ہوئے ایک مشہور غیر مسلم حلوائی منو کا مکان اور دوکان ہے جو ایسے مقام پر ہے جہاں سے حافظ ملت روزانہ کم از کم چار بار گزرتے تھے دار العلوم جانا ہو جامع مسجد راجہ مبارک شاہ جانا ہو یا ریلوے اسٹیشن جانا ہو۔ بہر حال وہاں سے گزرنا ضروری تھا۔ منو حلوائی اور اس کے ماں باپ اور اس کی اولاد نے عرصۂ دراز تک حافظ ملت کو نہایت خاموش انداز میں نگاہیں نیچی کیے اپنے گھر اور دوکان کے سامنے سے گزرتے دیکھا تھا۔

جن دنوں حافظ ملت کے بلا فوٹو سفر حج کی بات شروع شروع میں اہل مبارک پور کا موضوع گفتگو بنی۔ تو کچھ لوگ حلوائی کی دکان پر بھی اس پر بحث کرنے لگے کہ یہ ایک انٹرنیشنل قانون ہے۔ جب بلا تصویر کے پاسپورٹ نہیں بن سکتا تو کوئی سفر کس طرح کر سکتا ہے؟

حلوائی نے لوگوں کی باتیں سنیں تو پوچھا۔ کون بلا فوٹو حج کرنے جا رہا ہے۔؟ لوگوں نے جواب دیا۔ "حافظ صاحب"

حضرت کا نام سننے سے پہلے تو وہ بھی بین الاقوامی قانون کی راگ میں آواز ملا رہا تھا۔ مگر جب سنا کہ یہ حافظ ملت کا کیس ہے تو کہنے لگا۔

"میں انہیں تیس برس سے اسی راستے سے آتے جاتے دیکھ رہا ہوں۔ کبھی بھی انہیں سر اٹھا کر چلتے نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی دائیں بائیں نگاہ کرتے دیکھا وہ اگر جا رہے ہیں تو جا سکتے ہیں۔ ان کی بات ہی الگ ہے"

راقم الحروف نے مدتوں حلوائی کے بوڑھے باپ کو دیکھا ہے کہ گھر کے باہر چبوترے پر معذور بیٹھا کھانستا رہتا اور جب وہاں سے حافظ ملت علیہ الرحمہ کا گزر ہوتا اٹھ کر ہاتھ جوڑ لیتا تھا۔

عشق کی فتح مبین:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کے سفر حج کو مسلمانان اہل سنت کی فتح مبین اور معاندین اہل سنت کی شکست فاش کی ایک کھلی ہوئی کتاب کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ ہندوستانی مسلمانوں کے تمام ذی علم حلقوں میں علما و مشائخ اور ہندو پاک کی خانقاہوں میں اس واقعہ کو نہایت اہمیت و وقعت سے بیان کیا جاتا۔ اور خوش عقیدہ مسلمانوں کے قلوب اس سے طمانیت حاصل کرتے۔ مناظرین و واعظین علما اس واقعہ کو اپنی دلیل حقانیت کے طور بیان کرتے ہیں۔ ایک طرف حافظ ملت کے بلا فوٹو سفر حج کی منظوری نے سنیوں کو خوشی اور مسرت سے سرفراز کیا تھا۔ تو دوسری طرف معاندین اہل سنت دیوبندیوں وہابیوں میں صف ماتم بچھا دی تھی۔ انہوں نے اسے اپنی عزت وانا کا مسئلہ بنا لیا۔ اور اولین دور سے تا ہنوز کانگریس کی وفاداری میں جو جو کارنامے انجام دیئے تھے۔ اور سیاسی قربان گاہ پر اپنے جن جن دینی حقائق کی بلی چڑھائی تھی اس موقع پر ہر ایک کی دہائی دے دے کر اس منظوری کو منسوخی میں بدلوانے کی کوششیں کیں۔ مگر حضور مختار دو عالم ﷺ کے دربار سے مہر اجازت لگ جانے کے بعد وہی ہوا جو حافظ ملت نے چاہا۔

بندہ نواز رسول نے اپنے دیوانے کی سن لی دریائے رحمت کی بیقرار موجیں امنڈیں۔ فیض رسالت کا سحاب کرم

اٹھا اور کشت زار محبت کو سرسبز و شاداب کر گیا۔اب وادی ام القریٰ میں پہونچتا ہے تصور ہی میں میزاب رحمت تلے پہونچ کر رحمت کے چھینٹوں سے جیب و گریباں تر کر رہے ہیں مدتوں کا سلگتا دامن قرار پا رہا ہے۔

ع مانگی مراد مل گئی بزم حبیب سے

آہیں اثر انداز ہوئیں، نالۂ شبینہ عرش سے انعام اجابت مانگ لایا اور آقائے نعمت حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کو دیار پاک بطحا سے حاضری کا پروانہ مل گیا، دل کی کلیاں کھل گئیں آرزوؤں کے چمنستان میں بہار آگئی، اب تصور محبوب و دیار محبوب کچھ اور ہی لطف دینے لگا ہر آن آنے والے لمحوں کے کیف میں ڈوب ڈوب کر ابھرتے اور شاد کام ہوتے ہوئے بھی سنئے تو پڑھ رہے ہیں۔

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاک در رسول کو سرمہ بنائیں ہم

جذب و شوق کی طغیانی جب سبز گنبد کے جلووں کی یاد میں بڑھتی اور دل و دماغ وہاں کے فردوس بداماں مناظر کے لئے تڑپتے تو زبان پر یہ شعر ہوتا۔

مدینے دل و روح و جاں لے کے جاؤں
محبت کا سارا جہاں لے کے جاؤں

کبھی بہت سادے اور صاف لہجے میں یوں بھی کہتے سنا گیا۔

دکھادے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولا تری رحمت برستی ہے

حافظ ملت:

محبت رسول کے رشتۂ محکم کو بنیاد بنا کر رحمت کونین کے در سے طلب کرم کا سبق عمر بھر دیتے رہے اور خود بھی اسی پر کاربند تھے۔

مانگنے والے نے جس خلوص و وارفتگی کے جذبہ سے مانگا عطا فرمانے والے رحمت کونین نے اسی کے مطابق بخشش و کرم اور جود و نوال کا برتاؤ فرمایا۔ بلا لیا اپنے دیار میں، اپنے حرم میں۔ روانگی کے ایام میں زبان سے یہ شعر بھی سنا گیا۔

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ جو درحقیقت ترجمان حقیقت تھے حافظ ملت کے سفر حج کو ان کی کھلی ہوئی کرامت سے تعبیر کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔

"حافظ ملت کا سفر حجاز خود ان کی ایک زندہ کرامت ہے مدتوں کی آرزو تھی کہ دیار مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) میں

حاضر ہوں، لیکن فوٹو کا مسئلہ سد راہ تھا دل کی لگن رنگ لا کے رہی ۔ بغیر فوٹو کے پاسپورٹ بن گیا۔ دنیائے توہب میں صف ماتم بچھ گئی ۔ ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن مادی طاقتوں نے روحانیت کے سامنے سر جھکا دیا پھر دنیا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی رہی ۔ وہ گئے ۔ اور آئے لیکن دشمن ان کی گرد راہ تک نہ پاسکا ۔ (ماہ نامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۲۱۸)

اور کیوں نہ ہو کہ حافظ ملت نے کسی اور در کی جبہہ سائی نہیں کی تھی کسی اور کے بن کے نہیں رہے تھے ۔ کسی اور کی غلامی پہ نازاں نہیں تھے ۔ انہیں اگر ناز تھا تو صرف اپنے آقا و مولا حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے کرم پر ۔ انہوں نے محبت و عقیدت کے ساتھ اپنے عقیدہ وایمان کی جان رحمت عالم ﷺ کے در سے ہی آس لگائی تھی ۔ عمر بھر انہی کی غلامی کرتے رہے ۔ انہی کے دین وشریعت کی ترویج، انہی کے علم پاک کی اشاعت انہی کی عظمت وعفت کی نگہبانی کو اپنا مقصد زندگی قرار دیا تھا ۔ پھر بھلا ان کا ایسا وفادار غلام، غداران مصطفیٰ کے بالمقابل نا کام ہو جائے حضور کو کیسے گوارہ ہوتا؟ ۔ وہ تو ایسے سخی داتا دیالو ہیں جو اپنے عام منگتوں کو بھی اس انداز سے نوازتے ہیں ۔

ع خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

معاندین حافظ ملت نے دنیا اور دنیا والوں کا سہارا لیا ذلیل ہوئے اور حافظ ملت نے اپنے آقا و مولا پر کامل اعتماد کیا کامیابی سے نوازے گئے ۔ خاص طور سے اس درویش محمد کو سرکار ابد قرار کی بارگاہ میں حاضری کے سلسلہ میں آقا و مولا کی کن کن عنایتوں سے سرفرازی ملی وہ تو خود دینے والے اور لینے والے جانیں ۔ مگر ہم ظاہر بینوں کے لئے جتنا کچھ حافظ ملت نے لکھ کر چھوڑا ہے انہی میں غوطہ زنی کیجئے تو ایک عالم اکرام وفضل ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

"میرے اس سفر حجاز میں سرکار کے کرم کا کیا اندازہ کیا جائے میں نے جو درخواست کی، منظور فرمائی جو مانگا وہ عطا فرمایا میں نے بلا فوٹو حاضری طلب کی عطا فرمائی ۔ اخیر جہاز مظفری طلب کیا وہی دیا ....."

حج کے بعد میں نے مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت نہیں کی ۔ بلکہ عرض کیا کہ سرکار جلد مدینہ طیبہ بلایئے تو جلدی ہی بلا لیا ۔ اور گیارہ روز حاضری کا شرف بخشا بارہویں دن واپس کر دیا .....

آمد و رفت کا پورا سفر مبارکپور سے جانا اور واپس مبارکپور آنا آغوش رحمت ہی میں رہا ۔ کسی جگہ کسی مقام پر کوئی تکلیف نہیں ہوئی ۔ نہ ریل میں ۔ نہ جہاز میں نہ اس کے بعد ۔ آمد و رفت کا پورا سفر، سفر معلوم ہی نہ ہوا ہر جگہ نہایت راحت وآرام سے رکھا ۔ شاہی مہمان کی حیثیت عطا فرمائی ۔ یہ سب سرکار کی بندہ نوازی ہے جس کا شکریہ ادا نہیں ہوسکتا ۔

(آداب حج وزیارت ص ۶۲)

مبارکپور سے روانگی:

سفر حج وزیارت کے لئے حافظ ملت کی مبارکپور سے روانگی کا منظر دیکھنے والے کبھی فراموش نہیں کر سکتے کیوں کہ یہ ایک عاشق رسول، دیوانہ مصطفیٰ کی سرفرازی محبت کا سفر تھا ۔ ایسا لگتا تھا حافظ ملت نے روانگی مدینہ کے وقت اہل مبارکپور اور مشتاقان زیارت کے لئے اپنا نافۂ روحانی کھول دیا ہو عجیب عالم تھا عجیب کیفیت تھی ۔ عجیب کشش، اور

مقناطیسیت تھی اس روز سرکار حافظ ملت کے روئے زیبا میں سفر حج کے موقع پر ایک تو یہ کہ ہندوستان کے اہل تعلق دور دراز سے کھنچ کھنچ کر مبارکپور، بلرام پور، بھوجپور، بمبئی میں جمع ہوگئے تھے ۔ان کے علاوہ حافظ ملت کا یہ قافلہ روحانی جن مقامات سے گزرا، ٹرین کو جس اسٹیشن پر رکنا ہوا لوگ پروانہ وار ابوالفیض کے فیضان سے دامن بھرنے کے لئے جمع ہوتے گئے ۔ یہی کیفیت جہاز کے اندر رہی ، جہازی عملے، حجاج کرام کو اس مرد حق کے لیے گویا مسخر کردیا گیا تھا۔ عدن میں جہاز رکتے رکتے بھی پروانوں کا ٹوٹ پڑنا، جدہ پہونچ کر مشتاقان زیارت کی بھیڑیں لگ جانا اور حرمین طیبین میں متعدد عباد الرحمٰن کا موقع بموقع حافظ ملت سے ملنا ۔ یہ الگ ایک عنوان جمیل ہے جس کی کسی صاحب نظر اور صاحب دل کی زبان و قلم سے تشریح ہوسکتی ہے ۔

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روح قرآنی

جمعہ ۱۳ رذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ ۲۳ رفروری ۱۹۶۷ء مبارک پور سے حافظ ملت دربار رسول میں حاضری کے لئے اپنے ہزاروں اہل عقیدت ومحبت کی بھیڑ، نغمات تہنیت اور پھولوں کی بارش میں اپنے دولت کدے سے روانہ ہوئے ۔ پرانے مدرسہ سے چل کر یہ جلوس سب سے پہلے دارالعلوم اشرفیہ پہونچا جہاں آپ نے علماء اشرفیہ مدرسین وطلبہ سے مختصر خطاب فرمایا۔

''آپ حضرات پوری توجہ اور ذوق وشوق کے ساتھ تعلیم وتعلم میں مصروف رہیں اپنے فرائض منصبی کا پورا پورا خیال رکھیں کوئی شکایت نہ ہونے پائے طلبا پورے طور پر تحصیل علم میں منہمک رہیں اساتذہ و اراکین کا احترام کریں ان کے احکام کی پوری پابندی کریں ۔مدرسین پابندی اوقات کے ساتھ محنت سے تعلیمی فرائض انجام دیں طلبا پر شفقت کریں ان کی تربیت کا خاص لحاظ رکھیں، میری عدم موجودگی میں ان پر اورزیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کا بھی خیال کریں (اخیر میں دارالعلوم اشرفیہ کے استحکام و بقا کی دعا کرتے ہوئے فرمایا) مولائے کریم اس دینی درسگاہ کو استحکام بخشے اس کی حفاظت فرمائے عروج وترقی عطا فرمائے ۔آمین بجاہ حبیبہ سیدالمرسلین۔'' (آداب حج وزیارت ص ۶۳)

دارالعلوم سے نکل کر آپ کو ایک کھلی ہوئی کار میں بٹھایا گیا اور کار روانہ ہوئی لوگوں کی عقیدت ومحبت کا یہ حال تھا کہ حضرت سے مصافحہ و دست بوسی کے لئے ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے تھے قوی ہیکل جوانان مبارک پور کے ایک جتھے نے اگرچہ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر حافظ ملت کے گرداگرد ایک حلقۂ زنجیر سا بنا رکھا تھا اور ملاقاتیوں کے لئے راہ کھلی رکھی تھی مگر مشتاقان دید سمندری لہروں کی طرح بار بار اس حلقہ کو توڑ دیتے، اس طرح اہل محبت کی کشاکش نے کار کے ایک دروازے کو بھی توڑ ڈالا ۔مبارک پور کی آبادی سے باہر تشریف لاکر آپ نے ایک خطاب فرمایا جس میں اس سفر مبارک کی اہمیت بیان کی ۔لوگوں سے معذرت چاہی، اشرفیہ کو اپنا مقصد زندگی بتایا اور اس دینی وملی سرمایہ کو اہل مبارک پور کے سپرد فرمایا۔متن خطبہ حسب ذیل ہے ۔

''امابعد! عزیزان گرامی! اللہ عزوجل اور اس کے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضری کے لئے جارہا ہوں حکومت ہند حکومت حجاز نے میرا اسپیشل کیس بلا فوٹو جانا منظور کرلیا ہے ۔

یہ میرے رب کا احسان عظیم ہے کہ مجھے قباحت شرعیہ سے بچادیا اور بلافوٹو حج وزیارت کی اجازت دیدی فلہ الحمد و المنۃ والصلوۃ والسلام علی حبیبہ المصطفیٰ۔

عزیزان گرامی! یہ وہ منزل ہے جس میں صرف جانا ہے اور جانے ہی کے لیے جانا ہے یہ وہ سفر ہے جس میں واپسی کا ارادہ نہیں۔

مجھ سے بہت سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کب واپس آئیں گے میں نے یہی جواب دیا کہ زندگی کے ہر سفر سے پہلے ہی میں واپسی کا وقت متعین کرتا تھا اگر اس سفر میں متعین کروں تو ساری زندگی کے دوسرے سفر اور سفر حجاز میں کیا فرق ہوگا لہٰذا مجھے جانا ہے اور صرف جانا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مختار ہیں جو چاہیں کریں مجھے صرف جانا ہے۔ اور صاف ہو کر جانا ہے۔ میں ایک گنہگار انسان ہوں مبارکپور کے طویل دوران قیام میں ہوسکتا ہے کہ کسی کو مجھ سے کوئی تکلیف واذیت پہونچی ہو میں اس کی معافی چاہتا ہوں اللہ معاف کردے میں اپنی طرف سے معاف کر چکا۔ (حاجی محمد عمر صاحب نے بھی صفائی کرلی اب میرے اور ان کے درمیان کوئی خلش باقی نہیں، حاجی صاحب کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں، خداوند کریم ان کو صحت دے تندرست کردے۔ آمین)

برادران اسلام! میری زندگی کا اہم مقصد دار العلوم اشرفیہ ہے میں نے اس کو اپنا مقصد زندگی قرار دیا ہے ۳۵ رسالہ زندگی کا بڑا قیمتی وقت اس کی خدمت میں صرف کیا ہے۔ آپ حضرات کی مخلصانہ خدمات اور بے مثال قربانیوں سے یہ دار العلوم اس منزل پر پہنچا کہ اپنی خصوصیات میں امتیازی شان رکھتا ہے پورے ہندوستان میں اس کی خدمات کا سکہ ہے۔ ملک کے طول وعرض سے خراج تحسین وصول کرتا ہے۔ یہ مذہب وملت کا قلعہ ہے۔ بڑی وزنی اور شاندار درسگاہ ہے۔ اب یہ خادم جارہے آپ کے اشرفیہ کو آپ کے سپرد کرتا ہے۔ آپ اس کو اپنا مقصد زندگی قرار دیں اور اپنی زریں خدمات سے ہمیشہ اس کی آبیاری کرتے رہیں، پورا خیال رکھیں کہ اشرفیہ کے کسی شعبہ میں تنزل وانحطاط نہ ہونے پائے بلکہ آپ کی خدمات سے یہ آگے بڑھتا رہے، ترقی کرتا رہے، خداوند کریم آپ حضرات کو جزائے خیر دے شاد وآباد رکھے آمین!۔"

(آداب حج وزیارت ص ۶۴/۶۶)

مبارکپور کی تاریخ میں اس سے قبل کسی موقع پر بھی اتنا بڑا مجمع آبادی سے نکل کر سٹھیاؤں نہیں گیا جتنا حافظ ملت کی مشایعت حج وزیارت کے موقع پر تھا۔ اس انبوہ کثیر کو دیکھ کر کسی اجنبی غیر مسلم نے کہا

"اس کا یہ مطلب ہے کہ مبارکپور ایک بہت بڑا شہر ہے"

اسٹیشن پہونچنے سے ٹرین آنے تک برابر ملاقاتیوں اور زائرین کے مصافحہ معانقہ اور دست بوسی کا سلسلہ جاری رہا۔ ٹرین آئی تو اہل عقیدت نے پھر حافظ ملت کو گھیر لیا۔ بمشکل تمام حضرت مولانا علی احمد مبارکپوری، (دفتر انچارج دار العلوم اشرفیہ) حضرت مولانا کاظم علی بستوی اور حضرت مولانا نعمان خاں دیوگانوی نے مل کر حافظ ملت کو بھیڑ سے نکال

کر ٹرین پر سوار کیا۔ٹرین سٹھیاؤں سے چل کر محمد آباد اسٹیشن پر رکی تو وہاں بھی محمد آباد اور خیر آباد وغیرہ کے مسلمانان اہل سنت نے حافظ ملت کا استقبال کیا اور گلہائے عقیدت واحترام پیش کیے ٹرین مئو، جنکشن پر پہونچی تو وہاں مئو، ادری، گھوسی اور گردونواح کے اہل عقیدت سے پلیٹ فارم کا دامن بھرا ہوا تھا نماز مغرب کی امامت حافظ ملت نے کی تو عجیب پر کیف منظر تھا غیر مسلم مسافر تعجب سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

شہر بیکل میں ورود:

مئو سے روانہ ہونے کے بعد حافظ ملت کو گلشن عزیزی ،شہر بیکل یعنی بلرام پور اترنا تھا۔اسے حافظ ملت کی راجدھانی بھی کہتے ہیں۔جناب بیکل اتساہی کے علاوہ یہاں کئی قابل قدر شخصیتیں اور ادارے ہیں جن کا تحریک حافظ ملت اور تاریخ الجامعۃ الاشرفیہ میں نمایاں کردار رہا ہے یعنی ڈاکٹر عبدالمجید عزیزی، جناب وکیل مظفر حسین، حافظ محمد حنیف عزیزی خلیفۂ حافظ ملت ،مولانا غلام محمد عزیزی اور ادیب شہیر علامہ محمد اسلم بستوی ،وغیرہم بلرام پور اور اہل بلرام پور نے بھی حافظ ملت کا نہایت شاندار خیر مقدم کیا۔ٹرین اسٹیشن سے جامعہ انوار القرآن اور کاشانہ بیکل تک مشام جان مشک عزیزی سے مہک مہک اٹھا۔

نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کی گونج، ہار پھول اور خوشبوئیات کی مہک اور ہزار ہا اہل عقیدت و محبت کے جذبات عقیدت تلے گل پوش کار میں،سوار ہو کر شاہراہ بلرام پور پر بنے ہوئے خوشنما شاندار اور دیدہ زیب قادری گیٹ ،رضوی گیٹ ، امجدی گیٹ اور عزیزی گیٹ سے گزر کر یہ قافلہ عزیزی نور برستا ہوا جامعہ انوارلقرآن پہونچا............. بلرام پور میں حافظ ملت کا ورود ۷ ربجے صبح ہوا۔پورے دن ملاقاتیوں اور زائرین کا سلسلہ رہا شب میں اعزازی جلسہ ہوا جس میں خود حافظ ملت اور جامعہ کے شیخ الحدیث شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی قبلہ نے تقریریں فرمائیں۔

یک شنبہ ۱۵/ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ۲۵/فروری ۱۹۶۷ء صبح حافظ ملت اپنے خادم خاص حضرت مولانا غلام محمد عزیزی علیہ الرحمہ کے ساتھ بھوجپور کے لئے روانہ ہوئے لکھنؤ اسٹیشن پر امام القرا قاری محب الدین صاحب قبلہ اور ان کے صاحبزادے قاری احمد ضیا ازہری کے ساتھ ایک جماعت اہل محبت نے استقبال کیا امام القرا نے اپنے گھر لے جا کر ضیافت کی اور سیالدہ اکسپرس سے مراد آباد کے لیے رخصت فرمایا۔مراد آباد اسٹیشن پر شہر مراد آباد اور خود وطن عزیزی کے اعزہ نے حضرت کو ٹرین سے اتارا اور بھوجپور لے گئے۔

وطن عزیز میں:

حافظ ملت نے اپنے وطن عزیز بھوجپور میں ۳روز قیام فرمایا اس دوران اہل قصبہ اور متعلقین نے جلسے اور تہنیت کے کئی پروگرام کیئے ۔چوتھے روز جناب بیکل صاحب بھی بھوجپور پہنچ گئے اسی دن حضرت کے برادر زادہ محمد قاسم نعیمی کا عقیقہ تھا شب میں میلاد شریف ہوا جس میں حضرت مولانا غلام آسی رامپوری اور حضرت مولانا محمد رفیق صاحبان کی تقریریں اور اخیر میں حافظ ملت کا خطاب ہوا جناب واصف بھوجپوری اور بیکل صاحب نے نعتیں پیش کیں حضرت بیکل

نے ایک منقبت پڑھی جس کا مطلع یہ تھا۔

مدینے جانے کا عزم سفر مبارک ہو
طواف کعبہ حسیں رہ گزر مبارک ہو

اسی کی صبح ۹ ربجے مسلمانان بھوجپور نے اپنے لعلِ جہاں تاب کو خراج محبت گزارتے ہوئے بذریعہ ٹرین نہایت شاندار طریقہ سے سفر حجاز کے لئے روانہ کیا مراد آباد میں حضرت علامہ نذیر الاکرم صاحب ان کے والد بزرگوار حاجی ظہور احمد صاحب اور متعدد مقتدر علما اور احباب نے استقبال کیا اور حافظ ملت کے ساتھ ساتھ تمام عازمین حرمین مولانا حکیم عبدالغفور صاحب اور جناب بیکل اتساہی کی گل پوشی کی نہایت عقیدت ومحبت سے شب میں دعوت کی اور بمبئی کے لئے روانہ کیا۔

عروس البلاد بمبئی میں:

حافظ ملت اور ان کے ساتھ قافلہ حجاج کا ممبئی میں استقبال کرنے کے لئے شہر ممبئی کے ہزاروں اہل محبت کے علاوہ ، جمشید پور، ہوڑہ، کلکتہ، مبارکپور، گونڈہ، اور بلرام پور سے بہت سے لوگ جمع تھے۔ انہی میں جناب الحاج حفیظ اللہ صاحب، قاری محمد حنیف صاحب، خلیفہ حافظ ملت بھی تھے ٹرین رکتے ہی نعروں سے پلیٹ فارم گونج اٹھا اور اتنے ہار پھول پیش کئے گئے کہ کئی بار ہاروں سے چہرہ مبارک چھپنے لگا تو انہیں اتارنا پڑا۔ ممبئی میں حافظ ملت جناب سعید احمد سعید وسیٹھ کی گلپوش کار پر بیٹھ کر متعینہ وسیع قیام گاہ پر پہونچے۔ سینکڑوں علما، صوفیا، حفاظ اور ائمہ کرام نے آکر نیاز حاصل کیا، سینکڑوں خوش نصیب لوگ داخل سلسلہ ہوئے، کئی استقبالیہ جلسے ہوئے جن میں مصطفیٰ بازار کا جلسہ زیر اہتمام الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی نہایت اہم رہا اس میں حضور مجاہد ملت قبلہ علیہ الرحمہ، پیر طریقت حضرت مولانا سید طفیل اشرف صاحب، حضرت مولانا خلیل شافعی اور حضرت مولانا تجمل ہدیٰ گیاوی وغیرہ علما نے شرکت کی وہاں کے اہل عقیدت ومحبت کے پر خلوص جذبات کا ذکر حافظ ملت نے بایں الفاظ فرمایا ہے۔

”احباب خوشی ومسرت سے شاداں فرحاں تھے خوشی میں بڑے بڑے قیمتی اور وزنی ہار پیش کئے گئے اس سلسلہ میں جناب سیٹھ سعید احمد صاحب وجناب سیٹھ عبدالمجید صاحب ساکنان بمبئی وجناب سیٹھ الحاج حفیظ اللہ صاحب ساکن کلکتہ وجناب ماسٹر ریاض احمد صاحب اعظمی حال مقیم بمبئی وجناب مولانا خلیل صاحب خطیب جامع مسجد ماہم شریف و جناب مولانا تجمل ہدیٰ صاحب گیاوی وجناب مولانا صاحب حسین صاحب بہاری وجناب الحاج سیٹھ حیات محمد صاحب خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جناب ممتاز حسین صاحب واصف نے منقبت اور کامیاب نعت پیش کی حضرت بیکل صاحب نے بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا بڑا ہی پر کیف و پر لطف سماں تھا۔

(آداب حج وزیارت ص۷۲،۷۳)

اس سے قبل ذکر آچکا ہے کہ ایک طرف مسلمانان اہل سنت ممبئی میں حافظ ملت کے استقبال اور اعزاز کی محفلیں کر

رہے تھے دوسری طرف معاندین سنیت و حافظ ملت ،ان کے سفر میں رکاوٹ کی کوشش میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے مگر ہوا یہ کہ

عشق کی اک جست نے طے کردیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

حافظ ملت کا تاریخی سفر حج وزیارت آئینہ تقویم میں :۔

جمعہ	۲۳رفروری ۱۹۶۷ء	۱۳رذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ	مبارکپور سے سفر حج کے لئے روانگی
شنبہ	۲۴رفروری ۱۹۶۷ء	۱۴رذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ	بلرام پور میں ورود
یکشنبہ	۲۵رفروری ۱۹۶۷ء	۱۵رذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ	بلرام پور سے بھوجپور کے لئے روانگی
دوشنبہ	۲۶رفروری ۱۹۶۷ء	۱۶رذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ	بھوجپور میں تشریف ارزانی

پنجشنبہ یکم مارچ ۱۹۶۷ء ۱۹رذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ — صبح بھوج پور سے روانگی مرادآباد میں استقبال وضیافت شب میں ممبئی کے لئے روانگی۔

جمعہ ۲رمارچ ۱۹۶۷ء ۲۰رذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ — بمبئی میں شایان شان استقبال اہل عقیدت کا ہجوم اور جلسہ ہائے تہنیت تا ۶رمارچ۔

سہ شنبہ ۷رمارچ ۱۹۶۷ء ۲۵رذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ —
☆۳ربجے ویزا ملا اس کے بعد محفل تشکر فاتحہ غوثیہ ہوئی۔
☆۴ربجے بمبئی قیام گاہ سے بندر گاہ کے لئے روانگی ہوئی
☆۵ربجے جہاز پرسوار ہوئے پانچ بجکر تیس منٹ پر نماز عصر ادا کی اس کے بعد عرشہ سے لوگوں کوالوداع کہا۔
☆۶/۴۵ بجے پر نماز مغرب پڑھی کھانا تناول فرمایا
☆نماز عشا کے بعد امیر حج اورعملہ نے حاضر ہوکر جہاز کی امامت حافظ ملت کے سپرد کی۔

چہارشنبہ ۸رمارچ ۱۹۶۷ء ۲۶رذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ —
☆۶/۳۰ بجے بالائی منزل پر وسیع جگہ جماعت فجر قائم ہوئی اور حافظ ملت نے امامت فرمائی جس کا سلسلہ اخیر تک جاری رہا۔
☆۷ربجے صبح جہاز ساحل بمبئی سے روانہ ہوا۔
☆۱۰ربجے دن میں جہاز کے لاؤڈ اسپیکر پر اعلان ہوا کہ تبلیغی جماعت کے استاذ صاحب جہاز میں گم ہوگئے۔
☆ظہر بعد حضور مجاہد ملت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن صاحب

ملاقات کے لئے تشریف لائے تفویض امامت پر اظہار مسرت کیا اور بطور تشکر فاتحہ غوثیہ کا اہتمام کیا۔

☆ ۳/۳۰ بجے شرفا و معززین دکن ملاقات کے لئے تشریف لائے اور کچھ مسائل دریافت کر کے مطمئن ہوئے۔

☆ بعدِ عشا قیام گاہ حافظ ملت پر محفل میلاد شریف ،نعت خوانی اور صلوٰۃ وسلام کی رونق رہی۔

پنجشنبہ ۹/مارچ ۱۹۶۷ء ۲۷/ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ

☆ نماز فجر کے بعد سے باقاعدہ پوری جماعت کے ساتھ شان و شوکت سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا آغاز ہوا۔

☆ ۹ تا ۱۰ بجے ملاقات وزیارت کے لئے آنے والوں کا سلسلہ رہا لوگوں نے اجلاس عام کی خواہش کی۔

☆ بعدِ عشا اجلاس عام ہوا جس میں حضور مجاہد ملت اور حضور حافظ ملت کی تقریریں ہوئیں۔

☆ جہاز کیپٹن عبدالمجید خاں نے حاضر ہوکر درخواست کی کہ حضرت کے لئے کل سے فرسٹ کلاس کا کھانا پیش کرنا چاہتے ہیں جسے حافظ ملت نے بادل ناخواستہ ان کی خوشی کے لئے منظور کیا جو صبح سے جاری ہوا۔

جمعہ ۱۰/مارچ ۱۹۶۷ء ۲۸/ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ

☆ بعد فجر پوری جماعت نے نہایت جوش والحان سے صلوٰۃ وسلام پڑھا۔

☆ ناشتہ کے بعد رامپور کے وفد نے جو جہاز کی نچلی منزل میں سفر کر رہے تھے آکر گزارش کی کہ نیچے کی منزل میں بھی اوپر ہی کی طرح اہتمام جماعت فرمایا جائے چنانچہ حافظ ملت نے وہاں کے لئے مولانا حکیم عبدالغفور صاحب کو مقرر کیا جو پورے سفر یہ فریضہ انجام دیتے رہے یوم جمعہ بعد ظہر بڑے جذبہ اور عقیدت سے صلوٰۃ وسلام ہوا۔

شنبہ ۱۱/مارچ ۱۹۶۷ء ۲۹/ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ

☆ بعد ظہر حافظ ملت نے احکام احرام پر تقریر فرمائی۔

☆ بعد عشا فرسٹ کلاس حال میں میلاد شریف ہوا حضور مجاہد ملت نے تقریر فرمائی حکومت حجاز کے لحاظ سے ذوالحجہ کا چاند آج ہی ثابت ہوا اس لحاظ سے یکشنبہ کو ۸/ذوالحجہ قرار پائی۔

یکشنبہ ۱۲/ مارچ ۱۹۶۷ء یکم ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

بعد عصر حافظ ملت نے احکام احرام پر تقریر فرمائی اور افادہ فرمایا کہ احرام کی خلاف ورزی خواہ کسی طرح ہو کفارہ بہر حال ضروری ہے اس سے معلو ہوا کہ رب تعالیٰ کو یہ حج کیسی عزیز ہے۔

دوشنبہ ۱۳/ مارچ ۱۹۶۷ء ۲/ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

☆ بعد فجر سلام وقیام کی گونج سے پورا جہاز متاثر ہوا۔

۹/ بجے جہاز عدن پہونچا جہاں حاجی خلیل مبارکپوری ایک جماعت احباب ومخلصین کے ساتھ زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔

☆ ۱/ بجے جناب عبد الغفور صاحب عدن سے زیارت کے لئے آئے اور چند منٹ کے لئے اترنے کی درخواست کی مگر وقت کم تھا بعد ظہر لوگوں کی آمد و رفت اور دریافت مسائل کا سلسلہ رہا۔

سہ شنبہ ۱۴/ مارچ ۱۹۶۷ء ۳/ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

☆ بعد فجر ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' کی گونج کے بعد حیدرآباد کے شافعی حجاج نے عربی میں سلام پڑھا بعد عصر حافظ ملت، مجاہد ملت اور حکیم عبد الغفور صاحب نے احرام وطواف کے احکام پر تقریریں کیں۔

بعد عشا امیر الحج صاحب مع اہلیہ حافظ ملت کے پاس طلب دعا کے لیے حاضر ہوئے ان کی اہلیہ نے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا کی درخواست کی حافظ ملت نے صرف دعا کردی اور روانہ فرمایا۔

رات بھر جہاز ہوا کی تندی کے باعث حرکت کرتا رہا تیز سمندری جھونکے اندر تک محسوس ہوتے رہے۔

چہارشنبہ ۱۵/ مارچ ۱۹۶۷ء ۴/ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

صبح ۵/ بجے سے احرام کی تیاری کے لئے میٹھا پانی جہاز میں عام کر دیا گیا۔

بعد ظہر احرام پہنا۔

۳/ بجے جہاز ہندوستان کی میقات یلملم پہونچا امیر الحج نے حجاج کو ضروری ہدایات دیں اور حب رسول سے بھر پور تقریر کی۔

پنجشنبہ ۱۶/ مارچ ۱۹۶۷ء ۵/ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

عصر کے وقت جہاز جدہ بندر گاہ پر لنگر انداز ہوا۔ نماز مغرب جہاز ہی میں ادا ہوئی امیگریشن سے فارغ ہوتے ہوتے عشا کا وقت آن پہونچا۔

جدہ میں جناب بنگل اتساہی، مولانا محمد حنیف عزیزی مبارکپور اور

معلم سید احمد شیخ جمال اللیل استقبال کو موجود تھے ۔نماز عشا پڑھ کر سب سے پہلے معلم صاحب اپنے جدہ آفس لے گئے مختصر آرام ہوا اور پھر اپنی کار پر مکہ مکرمہ لائے ۔

جمعہ ۱۷/ مارچ ۱۹۶۷ء ۶/ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

اول وقت حرم شریف پہونچے اپنی جماعت فجر ادا کی ۔عمرہ کیا۔ اور معلم صاحب کے دولت کدہ پر قیام فرمایا جو حرم شریف کے بالکل قریب اور وسیع ترین مکان تھا۔ صبح ہوتے ہی ملاقات اور زیارت کے لئے آنے والوں کا تانتا لگ گیا۔

بعد عصر مولانا سید اظہار اشرف صاحب کچھوچھوی تشریف لائے اور اپنا مدینہ طیبہ میں حافظ ملت سے ملاقات کا خواب بیان فرمایا نماز مغرب کے بعد تلمیذ حافظ ملت حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین حیدر آبادی (مقیم کراچی) تشریف لائے ان کے ہمراہ کراچی سیلون وغیرہ کے مشتاقان زیارت بھی تھے ۔علمی بحثیں رہیں قراءت ونعت خوانی ہوئی ۔

شنبہ ۱۸/ مارچ ۱۹۶۷ء ۷/ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

۹/ بجے دن طواف فرمایا ۔۲/ گھنٹے بھیڑ میں چکر لگایا مگر ذرا تکان کا احساس نہیں ہوا ۔رفقا میں سے ایک بار حاجی خلیل صاحب دوسری بار حکیم عبد الغفور صاحب بچھڑ گئے جو دیر میں واپس آئے ۔

یکشنبہ ۱۹/ مارچ ۱۹۶۷ء ۸/ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

منیٰ پیدل روانگی ہوئی ۔خیمہ میں اجتماع ہوا جس میں بیکل صاحب کی نعت خوانی ،مولانا محمد حنیف صاحب کی تقریر اور حافظ ملت کا بیان ہوا ۔مولانا محمد سالم گھوسوی وغیرہ نے مسائل دریافت کئے جن کو جواب دیا صلوٰۃ وسلام پر اختتام ہوا۔

دوشنبہ ۲۰/ مارچ ۹ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

بعد فجر عرفات کے لئے بس سے روانگی ،خیمہ میں قیام ،ذکر و تلاوت اور درود میں مشغولیت ۔

اذان کے بعد اپنے خیمہ کے باہر جماعت ظہر کرائی ۔بعد نماز وقوف میں مصروف ہوئے جو عصر تک رہا ۔عصر کی نماز مولانا محمد اسماعیل صاحب نے پڑھائی اور پر خلوص دعا کی ،مجمع پر گریہ طاری تھا ،بعدہ صلوٰۃ وسلام ہوا۔ غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ میں نماز مغرب وعشا با جماعت ادا ہوئی پھر مشغول ذکر رہے ۔

سہ شنبہ ۲۱/ مارچ ۱۰/ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

نماز فجر اول وقت پڑھی۔ بذریعہ بس منیٰ روانگی ہوئی راستے میں بس سے اتر کر پیدل چلے۔ ۹/ بجے منیٰ پہنچ گئے، قیام گاہ منیٰ میں چند ثانیہ رک کر رمی جمار کے لیے نکلے، دس بجے فراغت ہوئی بعد ظہر منحر پہونچے، بکرے خرید کر اپنے ہاتھ سے قربانی کی۔

چہار شنبہ ۲۲/ مارچ ۱۱/ ذوالحجہ
پنج شنبہ ۲۳/ ۱۲/ //
جمعہ ۲۴/ ۱۳/ //
شنبہ ۲۵/ ۱۴/ //
یکشنبہ ۲۶/ ۱۵/ //
دوشنبہ ۲۷/ ۱۶/ //
سہ شنبہ ۲۸/ ۱۷/ //
چہار شنبہ ۲۹/ مارچ ۱۸/ ذوالحجہ

حضور حافظ ملت کی حج ڈائری میں ۱۱/ ذوالحجہ سے ۱۸/ ذوالحجہ تک کی کسی مشغولیت کا ذکر درج نہیں۔ ممکن ہے کسی الگ کاغذ پر لکھا ہو جو دوبارہ ڈائری میں نقل نہ ہوسکا۔

پنج شنبہ ۳۰/ مارچ ۱۹/ ذوالحجہ

جنت المعلیٰ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، مقابر مقدسہ کی زبوں حالی دیکھ کر خون کے آنسو روئے، فاتحہ پڑھ کر لوٹے۔ اسی روز مسجد الجن اور مولد النبی ﷺ کی زیارت کی۔

جمعہ ۳۱/ مارچ ۲۰/ ذوالحجہ

یہ دن ادائیگی جمعہ مبارکہ اور ملا قاتوں میں صرف ہوا۔

شنبہ یکم اپریل ۲۱/ ذوالحجہ

تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ کیا ملاقاتیوں سے ملے، مسائل کے جوابات دیئے۔

یک شنبہ ۲/ اپریل ۲۲ ذوالحجہ

ناشتہ کر کے، مسجد خیف، منیٰ میں خیمہ گاہ رسول کی زیارت کی خاک پاک آنکھوں سے ملی، جبل عرفات گئے مسجد نمرہ میں دوگانہ ادا کیا جبل رحمت پر چڑھے۔ بلند پہاڑ پر جاتے ہوئے خسروے عزیزی جناب بیکل نے شعر پڑھا۔

راہ دشوار نہیں ہے در جاناں کے لیے
ہاں مگر عزم و عقیدت بھی ہو انساں کے لیے

جس سے متاثر ہو کر اپنی کبرسنی ضعفِ بدن اور ذوق محبت کی ترجمانی حافظ ملت نے یوں کی۔

دو قدم بھی نہیں چلنے کی ہے طاقت مجھ میں
شوق کھینچے لیے جاتا ہے میں کیا جاتا ہوں

جبل نور پر جا کر بھی دو رکعت نماز پڑھی۔غار حرا شریف میں داخل ہو کر دوگانہ گزارا، دشوار گزار پہاڑی عبور کرتے وقت ابھرنے والی حرارت جسدی کو برکات و انوار کی شبنم نے ٹھنڈا کردیا۔ بعد ظہر عزیز ملت مولانا عبدالحفیظ بھائی کی والدہ ماجدہ مرحومہ کے لئے عمرہ کیا۔

دوشنبہ ۳راپریل ۱۹۶۷ء ۲۳رذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

اس دن کو حضور حافظ ملت اپنی زندگی کا سب سے عجیب وغریب دن قرار دیتے ہیں۔فقیر بدر القادری عرض گزار ہے کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ روانگی کی تاریخ یعنی دوشنبہ ۳راپریل کو حضرت نے ۲۴رذوالحجہ غالباً سہواً تحریر فرمادیا ہے جب کہ ادائیگی حج کے لحاظ سے وہ ۲۳رذوالحجہ بنتی ہے۔فرماتے ہیں مدینہ طیبہ کی روانگی ہوئی اس دن کعبہ معظّمہ کی جدائی نے رلایا اور مدینہ طیبہ کے سفر نے مسرور کیا طواف وداع فرمایا۔حطیم میں اخیر نماز ادا کی قلب کی عجیب کیفیت تھی، کعبۃ اللہ پر نظر تھی، آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ مکہ مکرمہ سے بذریعہ کار مولانا حکیم عبدالغفور صاحب اور بکیل صاحب کے ساتھ مدینۃ النبی کے لئے روانگی ہوئی۔۱۱بجے جدہ پہونچے۔کچھ دیر بعد مدینہ طیبہ کے لئے چل پڑے، راستے میں نماز ظہر ادا کی۔بدر پہونچ کر نماز عصر پڑھی، شہدائے بدر کے حضور نذرانۂ عقیدت گزارا اور مدینہ طیبہ کے قریب پہونچ کر نماز مغرب ادا کی۔حرم نبوی کے قریب کار پہنچی تو عشا کی نماز ہونے والی تھی قیام گاہ سامان رکھ کر استنجا وضو کرکے سب سے پہلے دربار رسالت میں حاضری دی اپنی جماعت سے ریاض الجنۃ میں عشا ادا کی اور صلوٰۃ وسلام عرض کیا۔

سہ شنبہ ۴راپریل ۱۹۶۷ء ۲۴رذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

نماز فجر اپنی جماعت سے مسجد نبوی میں ادا کی صلوٰۃ وسلام ادا کرتے رہے، سرہانے نماز اشراق پڑھ کر قیامگاہ آئے۔محبین، متوسلین اور تمام عرض گزاروں کا صلوٰۃ وسلام اسی روز حضور اقدس میں پیش فرمایا

۹ ربجے مولانا قاری مصلح الدین صاحب حاضر ہوئے اور پیغام دیا کہ قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین المدنی سراپا اشتیاق ہیں۔ حضرت کی خدمت میں حاضری ہوئی اور ان کی نوازشات سے سرفرازی ملی۔ بیکل صاحب نے ۳ نعتیں مجلس ضیائی میں پیش کیں۔ حضرت اور تمام حاضرین نے خوب دعاؤں سے نوازا۔ حضرت ضیاء الملۃ نے دارالعلوم اشرفیہ کی خدمات جلیلہ پر اظہار مسرت فرمایا۔ فتاوی رضویہ کی اشاعت پر تبریک دی۔ حضور انور کی خصوصی کرم نوازی سے مجلس میں موجود جناب سیٹھ عبدالرؤف صاحب نے اشرفیہ کے لئے ڈھائی ہزار کا چندہ دیا جسے حافظ ملت نے تاجدار مدینہ کی رحمت خاص فرمایا۔

حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ اظہار محبت فرمایا۔ ساتھ ہی سب لوگوں نے مسجد نبوی شریف میں جاکر ریاض الجنۃ میں ظہر کی جماعت کی۔

قبا شریف کی زیارت کی، احد شریف حاضر ہوئے، فاتحہ خوانی کی، سید الشہدا کے آستانہ کی خاک آنکھوں سے لگائی، مدینہ طیبہ کی تاریخی مساجد، مسجد ذوالقبلتین وغیرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

نماز عصر ریاض الجنۃ میں با جماعت پڑھائی، صلوٰۃ وسلام عرض کرکے قیامگاہ آئے۔ قاری مصلح الدین صاحب مغرب تک حاضر خدمت رہے مغرب و عشا بھی مسجد شریف ریاض الجنۃ میں جماعت سے پڑھی بعد عشا ماریشش کے جناب ابراہیم داؤد پریٹوریا کے جناب قاسم موسیٰ، یوسف، عبدالکریم شرف ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔

چہارشنبہ ۵ راپریل ۲۵ رذوالحجہ

۹ ربجے ایک صاحب نسبت شامی عالم دین الشیخ بدرالدین دمشقی زیارت کے لیے آئے۔ نہایت ذاکر و شاغل تھے۔ ذکر کے انوار چہرے سے نمایاں تھے انہوں نے اجازت حدیث طلب کی حافظ ملت نے سند اجازت عطا فرمائی۔

حضرت قطب مدینہ کے دربار میں تشریف لے گئے۔ سیدنا اعلی

حضرت کا ذکر جمیل نہایت محبت سے ہوا۔ حافظ ملت نے حضرت ضیاء الملۃ سے دربار رسالت کی حاضری کے آداب دریافت کیے اس پر انہوں نے فرمایا اعلیٰ حضرت نے یہ رہنمائی فرمائی ہے۔

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

پنج شنبہ ۶/اپریل ۱۹۶۷ء ۲۶/ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

حضرت ضیاء الملۃ کی خدمت میں ۹ بجے حاضری دی۔ بیکل صاحب نے نعت شریف پڑھی۔

مرحوم مولوی حاجی ابو بکر صاحب کے گھر تعزیت کے لئے گئے مرحوم حافظ ملت سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ لوگوں سے کہتے "ہمارے مولانا بغیر فوٹو کے آرہے ہیں" (رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ) بیت سیدنا ابوایوب انصاری کی زیارت کی وہاں دوگانہ پڑھا روز ہجرت سرکار کی اونٹنی جس جگہ بیٹھی تھی اس کی زیارت کی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تاریخی کمان کی زیارت کی جو انہوں نے احد میں استعمال کی تھی۔ ایک صندوق میں سیدہ خاتون جنت کا قفل چوبی قرآن مجید بشکل حمائل، اور کمان یہ تینوں تبرکات بند تھے اوپر شیشہ لگا تھا جس سے زیارت کی جاتی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کی زیارت کی۔ جو بشکل دیوار بند کر دیا گیا ہے۔ مزار مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ جو اب ایک مکان میں بند کر دیا گیا ہے۔ بعد عشا حاجی ابراہیم داؤد افریقی کی جانب سے معلم غازی بافقیہ کے مکان پر مجلس ذکر رسول کی دعوت ہوئی۔ خصوصیت سے بیکل صاحب کی نعت خوانی اخیر میں حافظ ملت کی تقریر ہوئی۔

جمعہ ۷/اپریل ۱۹۶۷ء ۲۷/ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

ادائیگی جمعہ اور ملاقات زائرین

شنبہ ۸/اپریل ۱۹۶۷ء ۲۸/ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

بعد فجر بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام کے بعد زیارت جنت البقیع کے لیے گئے، سیدنا عثمان غنی، دائی حلیمہ سعدیہ حضرت ابراہیم بن رسول اللہ اہل بیت سیدہ خاتون جنت امام مالک وغیرہم کی بارگاہ

نذر محبت گزاری اور آثار مبارکہ کے ساتھ نجدیوں کے مظالم پر آنسو بہائے۔ بعدہ حضرت ضیاء الملۃ علیہ الرحمہ کے گھر خصوصی بزم خیر میلاد شریف کا شاندار اجتماع ہوا۔ علماومشائخ کی حضوری میں جناب بیکل صاحب کی نعت خوانی اور حافظ ملت کی تقریر فضائل مدینہ منورہ اور بارگاہ رسول میں حاضری کے متعلق ہوئی۔

یکشنبہ ۹/اپریل ۱۹۶۷ء ۲۹/ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

دوشنبہ ۱۰/۷/۱۹۶۷ء ۳۰/ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

سہ شنبہ ۱۱/اپریل ۱۹۶۷ء یکم محرم ۱۳۸۸ھ

حافظ ملت کی حج ڈائری میں ۸/اپریل کے بعد کوئی تحریر نہیں ملتی، البتہ اجمالا یہ موجود ہے کہ مدینہ منورہ میں قیام ۱۱/روز رہا۔ ۳/اپریل دوشنبہ کا دن گزار کر عشا کے وقت آپ مدینہ طیبہ پہونچے اس کے بعد گیارہ روز شمار کرنے پر آپ کی مدینہ طیبہ سے رخصتی ۱۵/اپریل کو بنتی ہے۔

چہارشنبہ ۱۲/اپریل ۱۹۶۷ء ۲/محرم ۱۳۸۸ھ

پنجشنبہ ۱۳/اپریل ۱۹۶۷ء ۳/محرم ۱۳۸۸ھ

جمعہ ۱۴/اپریل ۱۹۶۷ء ۴/محرم ۱۳۸۸ھ

شنبہ ۱۵/اپریل ۱۹۶۷ء ۵/محرم ۱۳۸۸ھ — شام کو مدینہ طیبہ سے جدہ پہونچے۔

یکشنبہ ۱۶/اپریل ۱۹۶۷ء ۶/محرم ۱۳۸۸ھ — صبح جدہ سے بذریعہ مظفری جہاز ممبئی کے لیے واپسی ہوئی۔

جہاز میں جس طرح جاتے وقت عشق ومستی کی محافل کا انعقاد ہوتا تھا۔ امامت نماز اور مسائل دریافت کرنے کا سلسلہ تھا۔ اسی طرح واپسی میں بھی تمام حجاج کرام اور عملہ فیض یاب ہوتا رہا۔

۲۴/اپریل ۱۹۶۷ء کو مظفری جہاز حضور حافظ ملت اور دیگر حجاج کرام کو لیکر ممبئی کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ اہل ممبئی نے نہایت تزک واحتشام کے ساتھ حضرت کا استقبال کیا۔ حافظ ملت ممبئی سے وطن مالوف بھوجپور تشریف لے گئے۔ چند روز وہاں قیام فرمانے کے بعد مبارکپور کا چاند مبارکپور کے مطلع پر جلوہ گر ہوگیا۔

سفرِ حجاز اور علمی مصروفیات:

مبارک پور سے نکلتے نکلتے مدرسین وطلبائے اشرفیہ کو خطاب، قصبہ کے باہر مسلمانان مبارک پور سے خطاب اس

طرح رشد وہدایت اور تقسیم علم وروحانیت کرتے ہوئے بلرامپور، لکھنؤ، بھوجپور، مراد آباد پھر ممبئی میں ورود ہوا وہاں سینکڑوں لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ متعدد ذکر وفکر کی محفلیں افادۂ عام کے لیے ہوئیں۔ جہاز کے اندر سینکڑوں حجاج اور عملہ جہاز کے سینے میں اپنی روحانی گرمی سے بذریعۂ امامت وخطبہ ونصائح حب رسول کی شمع جلاتے رہے۔ مسائل دریافت کرنے والوں کو اپنی حکیمانہ قوت استدلال اور عقلی دلیلوں سے اطمینان بخشتے رہے۔

جہاز کے اندر ایک شخص نے نماز میں سترہ کو بلا وجہ قرار دیا تو اسے آپ نے اپنے جواب سے مطمئن فرمایا خود رقمطراز ہیں:

''نماز میں سترہ قائم کرنے پر ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ عقلی طور پر سترہ بے فائدہ معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ سترہ قائم کرنے کے بعد بھی نمازی گزرنے والے کو ایسا ہی دیکھتا ہے جیسے بغیر سترہ کے لہذا سترہ بے کار، بے فائدہ ہے۔ میں نے جواب دیا کہ سترہ نمازی کے لیے حد نماز ہے۔ سترہ سے جب حد بندی ہوگئی تو حد نماز اور خارج نماز میں فرق ہوگیا۔ اب اگر سترہ کے باہر گزرنے والا نمازی کو نظر آئے تو اس کا دوسرا حکم ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ غیر محرم نے عورت پر نظر کی۔ ایک تو اپنے قصد وارادہ سے غیر محرم عورت پر نظر ڈالنا ہے۔ یہ حرام ہے۔ دوسرے بلا قصد وارادہ نظر پڑ جانا ہے یہ جائز ہے کوئی حرج نہیں۔ نمازی نے سترہ قائم کر کے حد بندی کردی کہ وہ گزرنے والے کو دیکھنا نہیں چاہتا یوں دکھ جائے تو اور بات ہے۔ اس جواب کو سب نے پسند کیا اور خوش ہو کر واپس ہوئے''۔ (ایضا ص ۷۵،۷۶)

۱۲ مارچ کو جہاز میں احرام کے احکام بیان فرماتے وقت ممنوعات احرام کا ذکر کرتے ہوئے عظمت ومقبولیت کا عجیب وغریب انکشاف ہوا فرماتے ہیں:

''ممنوع احرام کا ارتکاب بالقصد ہو یا بلا قصد، عذر سے ہو یا بلا عذر، دانستہ ہو یا نا دانستہ ہو، سوتے میں ہو یا جاگتے میں اس کا جرم ہونا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بہر حال کفارہ دینا ہے۔ مثلا مرد کو بحالت احرام سر ڈھکنا منع ہے اگر ایک دن کامل یا ایک رات کامل یا اس سے زائد سر ڈھکا رہا اور کوئی عذر نہ ہو تو خاص حرم میں ایک قربانی واجب ہوگی۔ اس کے سوا اور کوئی کفارہ نہیں۔ اور اگر کسی عذر سے ہو تو اسے اختیار ہے ایک قربانی کرے خواہ حرم میں ہو خواہ کہیں اور، یا تین صاع گیہوں یا چھ صاع جَو صدقہ دے یا تین روزے رکھے اور اگر ایک دن کامل یا ایک رات کامل سے کم چھپا رہا اور بلا عذر ہو تو کفارہ صدقہ فطر کی مقدار واجب ہے، دوسرا اور کوئی کفارہ نہیں اور اگر عذر کے سبب ہو تو اختیار ہے۔ صدقہ فطر کی مقدار غلہ دے یا ایک روزہ رکھے بہر حال اس محرم کو کفارہ دینا ہے۔ اس حکم سے ثابت ہے کہ محرم کی اس عاشقانہ سج دھج کی مقبولیت اور بارگاہ الٰہی میں اس کی عظمت کس بلندی پر ہے کہ احرام کی اس خصوصی سج دھج کو بہر حال رکھنا ہے۔ یہاں کوئی عذر عذر ہی نہیں کسی طرح بھی اس کے خلاف گنجائش نہیں، یہ ہیأت معبود حقیقی کو کس درجہ پیاری اور محبوب ہے کہ اس کو بہر حال باقی رکھنا ہے اس میں ذرا بھی فرق نہ آئے'' (ص ۷۸)

منیٰ میں نماز قصر کا مسئلہ:

منیٰ میں حضرت مولانا محمد سالم صاحب گھوسوی نے سوال کیا کہ اگر عرفات میں حنبلی امام مقیم ہو اور وہ قصر کرے تو حنفی کو اس کی اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ مولانا محترم نے جواز کی دلیل یہ بیان کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں قصر فرمایا تھا۔ اور صحابہ مقیم تھے۔ انہوں نے بھی قصر کیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ عرفات میں مقیم ومسافر کے لیے بہر حال قصر ہی ہے...... حافظ ملت نے جواباً ارشاد فرمایا:

''اول تو یہ صحیح نہیں کہ مقیم صحابہ نے قصر کیا تھا اور اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قصر کا حکم دیا تھا یہ ان کا اپنا فعل ہے جو خلفا راشدین اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عمل کے خلاف ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتمام کرتی تھیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ شریف اور منیٰ اور عرفات میں اتمام کرتے تھے چار رکعت فرض پڑھتے تھے ان کا یہ عمل اس پر دلیل ہے کہ عرفات میں مقیم کے لیے اتمام ہے لہذا چار رکعت کی نماز چار رکعت ہی پڑھنا ہے۔ لہذا اگر مقیم قصر کرے گا تو مسلک حنفی پر اس کی نماز نہیں ہوگی لہذا اقتدا صحیح نہیں۔ اس پر مولوی سالم نے کہا کہ حرم شریف میں اس مسئلے پر بہت زور دیا گیا ہے اور حدیث مذکورہ سے ثابت کیا گیا ہے اس لیے میں نے منیٰ کے احکام بیان کرتے ہوئے یہ بھی بیان کیا کہ حدیث پر حضرت اما اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی عمل کرتے ہیں۔ رمی جمار، قربانی، حلق میں حنفیہ کے نزدیک ترتیب واجب ہے حالانکہ بے ترتیبی کے سوال پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لا حرج فرمایا ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان افعال میں ترتیب واجب نہیں اور خلاف ترتیب عمل پر دم لازم نہیں لیکن حنفیہ کا مسلک ہے کہ دم لازم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے "مَنْ قَدَّمَ فاخر فليهرق لذالك دما" اس حدیث کی روشنی میں لاحرج کے معنی یہ ہیں کہ حج میں کوئی حرج نہیں مگر دم لازم ہے دم دیا جائے تو حج بدستور صحیح ہے حنفیہ کا دونوں حدیثوں پر عمل ہے لیکن اگر دم لازم نہ کیا جائے تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل نہ ہوگا''۔ (ص ۸۶،۸۵)

اہانت گروں کے اعتراضات کا جواب:

حرم شریف میں وہابی دیوبندی مولوی سعودی حق نمک ادا کرتے ہوئے اپنی ایمان سوز تقریریں کر کے حجاج کو بہکاتے رہتے ہیں حضرت مولانا محمد حنیف مبارک پوری نے ایسے ہی چند نمونے حافظ ملت کو سنائے۔ جس کا حافظ ملت نے جواب ارشاد فرمایا۔ خود ہی رقمطراز ہیں:

''مولوی محمد حنیف صاحب مبارکپوری نے حرم شریف کے ایک تبلیغی مولوی کی تقریر کا یہ حصہ بیان کیا کہ وہ حاضرین کو خطاب کر رہا تھا کہ اذان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تعلیم کی ہے۔ "اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامـــــة والصلوة القائمة أت محمد ن الوسيلة والفضيلة والدرجة الرفيعة وابعثه مقاما محمودن

الذی وعدتہ'' اس میں حضور اپنی امت سے اپنے لیے دعا کرا رہے ہیں۔ جب حضور خود ہی ضرورت مند ہیں طالب دعا ہیں تو حضور سے مانگنا عبث ہے خدا ہی سے مانگو وہی سب کو دیتا ہے میں نے مولوی محمد حنیف صاحب سے کہا کہ اس کا ایسا مسکت جواب دیجئے کہ اس کے منہ میں پتھر ہو جائے پھر سانس ہی نہ لے سکے۔ پھر برجستہ جواب دیا کہ قرآن مجید میں ہمیں حضور پر درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے ہم کو حضور نے درود شریف کی تعلیم دی ہے۔ "اللهم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد وبارك وسلم" یعنی اے اللہ! تو درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور ہمارے درود کے محتاج ہیں ہم حضور کے لیے اللہ تعالیٰ سے درود طلب کریں تب تو وہ درود بھیجے ورنہ نہیں کیوں کہ قرآن مجید میں "اِنَّ اللّٰہ وَمَلٰئکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِی" پہلے ہے یعنی بیشک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے بعد ہمیں حکم دیا۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور کثرت سے سلام۔ لہذا آیت سے ثابت ہے کہ خداوند کریم کا درود بھیجنا ہماری طلب پر موقوف نہیں وہ تو حضور پر درود بھیجتا ہی ہے پھر ہمیں حکم کیوں دیا؟ اس لیے حکم دیا کہ ہم بھی مستحق رحمت ہو جائیں اسی طرح اذان کی دعا میں ہے ہمیں طلب وسیلہ وفضیلت کا حکم اس لیے دیا ہے کہ ہم بھی مستحق رحمت ہو جائیں۔ میں نے کہا دعا کے الفاظ ہمیشہ طلب ہی کے لیے استعمال نہیں ہوتے بلکہ کبھی اعتراف نعمت واظہار نعمت کے لیے بطور شکریہ استعمال ہوتے ہیں جیسے " ربّنا لاتُواخِذْنا اِن نسِیْنا اَوْاَخْطَانا ربّنا ولَاتَحْمِل علیناإِصرًا کَمَاحَمَلْتَہ عَلَی الَّذِیْنَ مِن قَبلِنا " (الآیۃ) حالانکہ نسیان اور خطا اور اصر سب اس امت سے پہلے ہی سے دور کردیے گئے پھر دعا کے کیا معنی وہی اعتراف نعمت واظہار نعمت ہے ایسے ہی دعائے اذان ہے وسیلہ اور فضیلت اور مقام محمود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی مل چکے ہیں دعائے اذان میں خود ہی اظہار ہے "الذی وعدتہ " وہ جس کا تو نے وعدہ فرمالیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان عظیم نعمتوں کا جب حضور سے وعدہ فرمالیا ہے تو وہ حضور ہی کی ہیں اب یہ کیسے متصور ہوسکتا ہے کہ حضور ہماری طلب کے محتاج ہیں؟ ہم طلب کریں تو وہ نعمتیں حضور کو ملیں ورنہ نہیں؟ ایسا خیال اسی شخص کا ہوسکتا ہے جو امکان کذب کا قائل ہے یعنی خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ (نعوذ بالله من ذالك)

واپسی میں تبلیغیوں کے اس بیان کا تذکرہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے "ما انا بقاریٔ" فرمایا ہے یعنی حضور پڑھے ہوئے نہیں ان پڑھ ہیں میں نے کہا "ما انا بقاریٔ" کے یہ معنی لے کر کہ میں پڑھا ہوا نہیں پڑھنا نہیں جانتا پوری دنیا کے وہابی مولوی اس حدیث میں لفظ اقرأ کا جوڑ نہیں بٹھا سکتے "ما انا بقاریٔ" حضور نے حضرت جبریل کے لفظ اقرأ کے جواب میں فرمایا ہے لہذا "ما انا بقاریٔ" کے معنی لفظ اقرأ کے مناسب ہوں گے اور اقرأ کے معنی "ما انا بقاریٔ" کے مناسب ہوں گے اگر "ما انا بقاریٔ" کے معنی یہ ہیں کہ میں بے پڑھا ہوں پڑھنا نہیں جانتا تو اقرا کے معنی یہ ہوئے کہ آپ پڑھ کر سنائیے جس کا مطلب یہ ہوا کہ جبریل حضور سے پڑھنے کے لیے آئے تھے حضور سے کوئی قصیدہ کوئی مقالہ سننے کے لیے آئے تھے یہ کہہ رہے تھے کہ حضور آپ کوئی کتاب سنائیے کوئی قصیدہ پڑھیے اس کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ میں کیسے سناؤں میں پڑھا لکھا نہیں ان پڑھ ہوں تو

کیا دیوبندیوں وہابیوں نے یہی سمجھا ہے کہ حضرت جبریل حضور سے پڑھنے کے لیے آئے تھے۔ نادانو! تم خوب جانتے ہو کہ حضرت جبریل سورہ اقرأ لے کر آئے تھے۔ یہ کلام الٰہی پڑھانے کے لیے آئے تھے تو اقرأ کے کیا معنی ہوئے یہی ہوئے اور صرف یہی معنی ہوئے کہ حضور اس کو پڑھئے اب اقرأ نے بتایا کہ "ما انا بقاریٔ" کے معنی ہیں میں نہیں پڑھتا۔ یہ اس لیے فرمایا کہ اس وقت حضور منصب "لی مع الله" پر فرمائز تھے اسی لیے جبریل علیہ السلام نے آپ کو پوری طاقت سے دبایا پھر عرض کیا اقرأ وہی جواب دیا پھر دبایا وہی جواب پایا تیسری بار دبایا اب حضور اپنے اس مقام سے ادھر متوجہ ہوئے تو سنادیا۔ "اقرأ باسم ربك الذى خلق خلق الانسان من علق "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھ لیا وہابی دیوبندی اپنے عقیدہ کے مطابق ہر جگہ شان رسالت کو گھٹاتے ہیں اس لیے "ما انا بقاریٔ" کے معنی میں تحریف کرتے ہیں۔ (آداب حج وزیارت ص ۹۱،۹۴)

شہدائے احد کی زیارت کے دوران سید الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے پاس سے خاک اٹھا کر حافظ ملت نے آنکھوں سے لگائی تو نگرانی کرنے والا وہابی سپاہی حرام کہتا ہوا لپکا۔ حافظ ملت نے پر جلال آواز میں فرمایا "لا بل حلال طيب ،لا حلال صرف بل حلال طيب" سپاہی یہ سن کر سٹپٹا گیا۔ اور خاموش ہو گیا۔

حافظ ملت دربار رسول میں حاضر ہوئے تو ان کے ادب و نیاز، ذوق وشوق، وارفتگی و فریفتگی کی عجیب ہی کیفیت تھی زندگی بھر شوق زیارت کے خواب آنکھوں میں سجاتے رہے اب جو موقع میسر آیا تو انہوں نے لمحہ لمحہ اور ساعت ساعت کو نہایت جتن سے گزارا کوئی وقت ایسا نہیں تھا جب وہ سراپا انقیاد نظر نہ آتے ہوں رات گئے تک تلاوت وذکر اوراد، درود وسلام اور علما وصلحا سے ملاقاتوں میں مصروفیت رہتی۔ خاص طور سے جب وہ مواجہہ شریف میں حاضر ہوتے اس وقت ان کی کیفیت وحالت دیدنی ہوتی۔ بس یوں سمجھئے ان ابیات کی سراپا تصویر ہوتے۔

سر کو قدم بنایئے اس آستانے پر   اس بارگاہ ناز پہ قربان جایئے
خون جگر کو اشک کے سانچے میں ڈھال کر   ہر گام پہ چراغ محبت جلایئے

ایک نجدی کو مسکت جواب:

ہندوستان میں رہ کر جو آداب و نیاز، درود وسلام اور نذر غلامانہ ہمیشہ بھیجتے رہتے تھے اب وہ سب روبرو، حضوری میں پیش کرنے کا سنہرا موقع ملا تو سرتاپا احترام بن کر پیش کرتے ایک روز اسی جگہ محو نیاز مندی تھے کہ نجدی پولیس کے ایک آدمی نے دست بستہ دیکھ کر شرک شرک کہنا شروع کر دیا اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہہ مبارکہ سے رخ پھیر کر مکہ معظمہ کی طرف منہ کرنے کو کہا خاص دربار اقدس میں آپ نے اس سے مباحثہ مناسب نہیں سمجھا۔ مگر وہ پیچھے لگا لگا کچھ دور آیا۔

نجدی پولیس مین: خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے دعا کرنی چاہئے۔ اس (روضۃ النبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات) کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرک ہے۔

حافظ ملت: حضور اقدس ﷺ خدا کی بارگاہ میں میرے وسیلہ ہیں۔
قرآن کا ارشاد ہے۔وَابْتَغُوا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (المائدہ) اوراس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔
نجدی: وسیلہ اعمال صالحہ، نماز روزہ وغیرہ ہیں۔
حافظ ملت: کیا مسلمان کا ہر نیک عمل مقبول ہی ہوتا ہے۔
نجدی: (یہ سن کر خاموش رہا)
حافظ ملت: اعمال صالحہ کی قبولیت کا یقین کسی کو ہے اور نہ ہوسکتا ہے، بندہ صرف امید قبولیت پر عمل کرتا رہتا ہے۔اور آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات شریفہ خدا کی بارگاہ میں یقیناً مقبول ہے، اس بات میں شک کی گنجائش نہیں۔اور وسیلہ مقبول کو ہی بنایا جاتا ہے لہذا بقول تمہارے اگر اعمال صالحہ وسیلہ ہیں تو مقبولان بارگاہ الٰہی بدرجہ احسن وسیلہ ہیں۔

اس کے بعد وہ خاموش ہوکر چلا گیا۔اور پھر کسی حاضری کے وقت مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔

(معارف حافظ ملت، ص ۲۹، ۳۰)

پوری دنیا سنی ہے:۔

روضۃ النبی ﷺ پر حاضری کے وقت حافظ ملت نے چند ایسے لوگوں کو دیکھا جو خاص دربار رسول میں اس طرح کھڑے ہوکر دعا کررہے تھے کہ ان کے چہرے کعبہ معظمہ کے رخ پر تھے اور حضور قبلہ کونین ﷺ کے روضۂ مبارک کی طرف پشت کئے ہوئے تھے۔فرمایا ''روضۂ اقدس کی طرف پیٹھ کرکے دعا کرتا ہے، محرومی کے سوا کیا پائے گا۔؟
پھر فرمایا ''مسلمان دنیا میں حنفی ہیں یا شافعی، مالکی اور حنبلی یہی مقلدین ہیں جو حج پر جاتے ہیں روضۂ اطہر کے پاس پوری دنیا کے مسلمانوں کو دیکھا سب کے سب سرکار کی طرف رخ کرکے انہی کے وسیلہ سے خدا کی بارگاہ میں دعا کررہے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ پوری دنیا سنی ہے۔(معارف حافظ ملت، ص ۳۰)

اہل محبت کے درود کی رسائی:۔

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ القادری راوی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران حافظ ملت کی خدمت میں ایک عرب عالم دین تشریف لائے دوران گفتگو انہوں نے دریافت کیا کہ حضور انور ﷺ صلوٰۃ وسلام اور درود پاک پڑھنے والوں کی عرض کو بہ نفس نفیس سماعت فرماتے ہیں۔اس مفہوم کی حدیث میں نے حدیث شریف کی کئی کتابوں میں تلاش کی مگر کامیاب نہیں ہوا۔اس بارے میں مشکوٰۃ المصابیح سے لے کر متعدد بڑی کتابیں بھی میں نے دیکھیں مجھے کسی کتاب میں ایسی حدیث نہیں ملی

حافظ ملت نے ارشاد فرمایا حوالہ نوٹ کیجیے۔
''مطالع المسرات شریف میں یہ حدیث پاک اس طرح مذکور ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول

اللہ! ﷺ "ارأیت صلوٰۃ المصلین علیك ممن غاب عنك او یأتی بعدك ما حالهما عندك؟فقال اسمع صلوٰۃ اهل محبتی واعرفهم وتعرض علی صلوٰۃ غیر هم عرضا"

جولوگ آپ سے دور رہ کر آپ پر درود وسلام بھیجتے ہیں کیا آپ انہیں ملاحظہ فرماتے ہیں ۔یا وہ آپ کو پیش کیا جاتا ہے۔آپ کے پاس ان کے پہونچنے کی کیا صورت ہے؟ارشاد فرمایا میں اپنے اہل محبت کا درود وسلام خود سماعت کرتا ہوں اور انہیں پہچانتا ہوں اور ان کے علاوہ لوگوں کا درود وسلام مجھ پر پیش ہوتا ہے۔

بار کرم سے آنکھ ہے نم شرمسار کی
سنتے ہیں وہ صدائیں دل بے قرار کی

خاک در رسول کا سرمہ:۔

حضرت مولانا محمد نصیر الدین پلاموی نے بیان کیا۔

''حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ مسجد نبوی شرف میں حاضر ہوئے تو باب جبرئیل کے قریب بڑی مشکل سے کچھ گرد (خاک پاک)ہاتھ آئی جسے آنکھوں میں لگایا۔اور اس کی توجیہ یہ فرمائی کہ یہ دن نصیب ہونے سے پہلے میں دعا میں یہ شعر بھی پڑھا کرتا تھا۔

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاک در رسول کا سرمہ لگائیں ہم

لہذا مدینہ طیبہ پہونچ کر میں نے اپنی یہ آرزو تو پوری ہی کر لی اور (اس عمل سے)اس کی تصدیق بھی ہوگئی کہ مذکورہ بالا شعر میرا دعا میں پڑھنا ،محض شاعری نہیں تھا''

تعمیر جامعہ اشرفیہ سرکار کی مرضی ہے:۔

الجامعۃ الاشرفیہ کو حافظ ملت نے اپنا مقصد زندگی قرار دے لیا تھا اس لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنی اس عظیم کمائی کو دربار رسول میں نذر کر کے،آقاؤں کے آقا اور سرکاروں کے سرکار سے اسے منظور نہ کرواتے ۔حضور حافظ ملت نے ''الجامعۃ الاشرفیہ کو دربار میں اپنے نذرانۂ حیات کے طور پر پیش فرمایا۔اور سید کونین ﷺ نے اسے قبول ومنظور بھی فرمالیا ۔اسی کے بعد کی بات ہے کہ ،قطب مدینہ حضرت ضیاء الملۃ والدین علامہ شاہ ضیاء الدین مدنی خلیفہ امام احمد رضا (قدس سرھما) کی مجلس خاص میں قطب مدینہ کی زبان سے خدمات اشرفیہ کو سراہا گیا۔خصوصا اشاعت فتاویٰ رضویہ پر مبارک باد دی گئی ۔اور جناب الحاج سیٹھ عبد الرؤف صاحب نے فوراً ڈھائی ہزار کا نذرانہ دار العلوم اشرفیہ کے لیے پیش کیا۔

(روداد سفر حج ص ۹۷۔۹۸)

اس واقعہ کو حافظ ملت نہایت رقت انگیز شادمانی کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے اور فرماتے

''یہ الجامعۃ الاشرفیہ کی بارگاہ رسول میں مقبولیت کی دلیل ہے کہ میرے سرکار نے اشرفیہ کے لئے سب سے پہلا

چندہ دلوایا تو اب یہ تعمیر ہو کر رہے گی۔ اسکو کوئی طاقت نہیں روک سکتی اس لئے کہ اب یہ میرے مدینے والے سرکار کی مرضی ہے۔ اور یہ ان کا کرم اس کی تعمیر، ترقی اور بقا کا ضامن ہے"

ہزار برق گریں لاکھ آندھیاں آئیں
وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں

عاشق رسول شہر رسول میں :۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے اب عشق وعرفان کی معراج کا وقت قریب تھا اعلیٰ حضرت کی زبان میں گویا ہوئے۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

مدینہ طیبہ کے دلکش اور جانفزا نورانی مناظر تصور کے کینوس پر ابھرنے لگے۔ صحاح ستہ کے اوراق پر چالیس سال تک جن پر نور وادیوں بیابانوں اور کہستانوں کا تذکرہ پڑھتے پڑھاتے رہے جن راہوں میں اونٹوں کی لمبی لمبی قطاروں میں صدیق اور فاروق، عثمان وحیدر، صہیب وعمار بلال ویاسر کی جلو میں ایک ماہ تاباں کا سفر پڑھتے پڑھاتے آئے تھے جن رہگزاروں کی مقدس جھاڑیوں کے عشق آشنا کانٹوں نے دامن مصطفےٰ کا بوسہ لیا تھا اور اس کے بعد انہیں جھاڑیوں میں ابن عمر نے اپنی چادر از خود الجھا کر عشق رسول کی چنگاریوں کو کریدا تھا۔ انہیں برکت وعظمت وسطوت ومرتبت والی راہ سے چلتے ہوئے تصور نے قبا کا سماں کھینچا تو کہہ اٹھے۔

اجالی رات ہوگی اور میدان قبا ہوگا
زبان شوق پر یا مصطفےٰ یا مصطفےٰ ہوگا

اور جب خلد بداماں سرزمین مدینہ طیبہ پر پہونچے تو نہ پوچھئے۔ زبان گنگ، آنکھیں جاری اور چہرے کا رنگ متغیر لگتا ہے سارے جذبات نے آنکھوں کی شکل اختیار کر لی۔ حسرت ویاس کے سارے فسانے اشک وآہ میں ڈھل گئے۔ گویا۔

سوچا تو بہت کچھ تھا پر کچھ بھی نہ کام آیا
ہم نطق ہی کھو بیٹھے جب وقت کلام آیا

جناب بیکل صاحب کے بیان کے بموجب حرم مدینہ میں جب تک قیام رہا کھانا بہت ہی قلیل تناول فرماتے۔ میں نے اس پوری مدت میں رفع حاجت کے لیے جاتے نہیں دیکھا کہ کب جاتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں اکثر ایسا ہوتا کہ رات کے اخیر لمحات میں جگاتے اور فرماتے۔ اٹھئے نصیبہ بیدار ہے اور آپ سو رہے ہیں۔

مواجہہ شریف میں حضرت جس طرح مؤدب اور فدویانہ انداز میں حاضر ہوتے وہ قابل تقلید ہے۔

حرم میں ایک روز بیکل صاحب سے متوجہ تھے اس وقت کہا۔ بیکل صاحب آپ نے درست فرمایا۔

یہ کعبہ ہے یہاں دیوانگی توعین ایماں ہے

اگر طیبہ میں دامن ہوش کا چھوٹا تو سب چھوٹا

حضرت مولانا محمد حنیف الاعظمی اور الحاج بکل اتساہی کی روایت کے مطابق آپ نے اس دیار مقدس میں قدم رکھا تو زیادہ تر خاموشی کی کیفیت دیکھی گئی ۔ رات کا بیشتر آخری حصہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی خلیفہ اعلیٰ حضرت کی معیت میں کسی نا معلوم جگہ گزرتا۔ زمین حرم اور مدینہ طیبہ میں کبھی جوتا پہن کر نہیں چلے ہمیشہ ننگے پاؤں چلتے محبین نے کنکریلی زمین کی وجہ سے تکلیف کا اندیشہ ظاہر کیا تو رو کر فرمایا۔عزیز و ممکن نہیں ہے۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

قطب مدینہ اور حافظ ملت :۔

قطب مدینہ، حافظ ملت کی مدینہ طیبہ حاضری کے گویا منتظر تھے۔ ایسا لگتا تھا وہ شہنشاہ مدینہ کی طرف سے اس مہجور مدینہ کی پیشوائی فرما رہے ہیں ۔ ضیاء الملۃ والدین حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین مدنی وہ بزرگ ہیں جنہیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے مدنی ہونے کا شرف عطا ہوا۔ آپ کی ولادت ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء کلاس والا ضلع سیالکوٹ میں ہوئی ۔ والد کا نام شیخ عبد العظیم ہے ۔ سلسلۂ نسب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، آپ کے اجداد کرام میں مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی (محشی خیالی، قطبی) مشہور عالم دین ہوئے ہیں ابتدائی تعلیم حضرت مولانا محمد حسین نقشبندی سیالکوٹی سے لی، پھر گھر سے چل پڑے لاہور میں مولانا غلام قادر بھیروی خطیب بیگم شاہی مسجد سے ڈیڑھ سال اخذ علوم کیا پھر راہی دہلی ہوئے ۔ وہاں چار سال قیام کیا۔ پھر پیلی بھیت میں حضرت شیخ وصی احمد محدث سورتی سے ۴ رسال رہ کر علم حدیث پڑھا، فراغت پھر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ہاتھوں سے دستار بندی ہوئی، امیر ملت پیر سید جماعت علی کے صاحبزادے مولانا سید خادم حسین اور پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری آپ کے ہمدرس تھے ۔ ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۷ء میں اعلیٰ حضرت سے شرف بیعت و خلافت حاصل کیا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت کے علاوہ آپ نے شیخ سید حسین الحسنی الکردی حضرت شیخ احمد الشمس المالکی القادری المراکشی المدنی، علامہ سیدی عبد الرحمٰن سراج مکی مفتی حنفیہ، علامہ محدث بدر الدین حسنی شامی، شیخ سید احمد شریف السنوسی لیبی، شیخ العالم علامہ شاہ عبد الباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی، شیخ الدلائل علامہ شاہ عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی، علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی، شیخ المشائخ علامہ شاہ سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی، حضرت شیخ ابو الخیر، شیخ احمد الحریری، شیخ سیدی الصباغی علیہم الرحمۃ والرضوان جیسے اعاظم علما و مشائخ سے علمی و روحانی استفادہ کیا۔

حضرت ضیاء الملۃ علیہ الرحمہ کے خمیر میں عشق و معرفت کی آمیزش تھی، وہ راہ حق کے مسافر تھے ۔ امام احمد رضا سے شراب معرفت پی کر راہی بغداد ہوئے ۔ آپ نے ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء میں سرکار غوث اعظم کے دیار مقدس کا سفر کیا۔ اور مئے قادری سے سرشار ہو کر مدینہ طیبہ کی راہ لی آپ نے ۱۳۲۷ھ/۱۹۱۰ء میں بغداد سے بذریعہ ٹرین شام دمشق کا سفر کیا۔ وہ دور سلطنت عثمانیہ کی برکتوں کا دور تھا۔ تمام معمولات اہل سنت سرکاری اہتمام سے ہوتے تھے میلاد و قیام صلوٰۃ و سلام سے حرمین کی فضائیں آباد تھیں۔ بعد میں انگریزوں کی دسیسہ کاری نے عرب قومیت کے جراثیم پھیلا کر شریف مکہ کو

ابھارا۔اس نے ترک حکومت سے بغاوت کی ۔ بعد میں خاص انگریزوں کی مدد سے آل سعود نے شریف مکہ کو ختم کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا۔آپ نے اپنی آنکھوں سے حرمین طیبین میں کئی ادوار کا مشاہدہ کیا۔ مگر دنیاوی سیاست سے بے نیاز رہ کر آپ نے در رسول کی پاسبانی کو مقصد زندگی بنایا۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوکر جنت البقیع میں جگہ پائی ۔آپ نے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں علامہ یوسف نبہانی سے شرف ملاقات پایا۔ ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء میں مرشد ومربی کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ سے بریلی شریف گئے ۔آپ کا وصال ۱۴۰۱/۱۹۸۱ء میں ہوا۔ دائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں آسودہ خاک ہوئے ۔ حافظ ملت حاضری مدینہ منورہ کے عرصہ میں مواجہہ مبارکہ کی حاضری کے بعد سب سے زیادہ جس شخصیت کی ہمنشینی کو محبوب رکھتے تھے وہ حضرت ضیاء الملۃ ہی ہیں ۔

ہوتی ہے کیسی نسبت کیا جانے اس کو دنیا
اک درد آشنا کو اک درد آشنا سے

واپسی کے بعد ان ہر دو بزرگوں کا یہ حال تھا کہ موقع بموقع ایک دوسرے کی یادوں کے چراغ اپنی اپنی محافل میں روشن فرمایا کرتے تھے اسی کا اثر تھا کہ شہزادۂ ضیاء الملۃ الشیخ فضل الرحمٰن المدنی نے ہندوستان کا عزم سفر کیا تو اپنے والد گرامی کی تحریک پر رحلت حافظ ملت سے صرف سوا ماہ قبل مبارک پور آئے ۔گرمی پڑ رہی تھی ۔ دشوار گزار سفر کر کے اور دھول کا مقابلہ کرتے ہوئے الجامعۃ الاشرفیہ میں تشریف ارزانی فرمائی ۔ جیسا کہ ماہنامہ اشرفیہ میں ہے ۔

''۱۱ ربیع الآخر ۱۳۹۶ھ بروز دوشنبہ شام کو حضرت الشیخ مولانا فضل الرحمٰن القادری، شہزادہ حضرت الشیخ مولانا ضیاء الدین المدنی ،(خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی) حضور حافظ ملت قبلہ دامت برکاتہم العالیہ اور الجامعۃ الاشرفیہ کی زیارت کے لیے تشریف لائے ۔ شب میں حضرت نے قیام فرمایا اور صبح کو ان کے استقبال میں ایک جلسہ استقبالیہ جامعہ کے زیریں ہال میں منعقد کیا گیا، افتتاح تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد نعت سرور کائنات پیش کی گئی ۔حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری نے ان کا تعارف پیش کیا۔ اور حضرت شیخ نے اپنے تأثراتی کلمات پیش کیے اور انہیں کی نیک دعاؤں کے ساتھ جلسہ کا اختتام ہوا'' ۔(ماہنامہ اشرفیہ مئی ۷۶ ص ۱۹)

وصال حافظ ملت سے صرف سوا مہینہ پیشتر مدینہ طیبہ کا نمائندہ حافظ ملت کو کون سی نوید سنانے آیا تھا۔ اللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔

علالت یا تطہیر:

حافظ ملت عاشق مدینہ بھی تھے اور عارف مدینہ بھی ۔ انہیں شہر رسول کی عظمتوں ،کرامتوں اور فضیلتوں کا بخوبی علم بھی تھا اور عرفان بھی عاشق وعارف کی یہی شان ہے کہ وہ لمحوں میں ہزاروں ،صدیوں کے مرحلے طے کرتا ہے۔ قطروں سے سمندر حاصل کرتا ہے، حضور حافظ ملت کی مدینہ طیبہ میں ۱۱ روزہ حاضری بھی بلا وجہ نہیں بلکہ ان کی نسبت قادری کی مظہر ہے۔ ارض وسما کو اپنے انوار سے چمکانے والے مدینہ طیبہ میں حافظ ملت علیل بھی ہوئے ، یہ کیسے معلوم کہ ان کی مدینہ

طیبہ کی مختصر سی علالت کتنی فضیلتوں، برکتوں اور روحانی عظمتوں کا ذریعہ ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ہم قارئین کرام کو فضائل شہر رسول کے نورانی جھروکوں سے گزارتے ہوئے، علالتِ حافظ ملت کا واقعہ سنائیں۔

مدینہ طیبہ ہجرت گاہ رسول ہے۔ نبی مکرم کا دارالخلافہ، حرم نبوی، مدخل صدق ہے۔

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمائی تھی کہ:

''اے میرے رب! تو نے مجھے میرے پیارے شہر سے نکالا تو اب مجھے اپنے محبوب ترین شہر میں آباد فرما۔''

اسی شہر پُرنور کے لیے ارشاد ہے:

''مجھے روئے زمین پر اس ٹکڑے سے زیادہ کوئی جگہ محبوب نہیں، جس میں میری قبر ہوگی۔'' (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین بار فرمائی)۔ (عن یحییٰ بن سعید)

''ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے باشندوں کے لیے دعا کی اور بے شک میں نے مدینہ طیبہ کو حرم بنایا جس طرح انہوں نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے پیمانوں میں دوگنی برکت کے لیے دعا کی۔ (مسلم ۴۴۰)

''اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ مکرمہ میں رکھی ہیں، اس سے دوگنی برکت مدینہ منورہ میں فرما۔'' (عن انس)

"المدینة خیر من مکة" ۔ مدینہ منورہ مکہ سے بہتر ہے''۔ (وفاء الوفاء ج ا ص ۲۶)

خود رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بجائے مدینہ میں وفات کی دعا فرماتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مدینۃ الرسول میں شہادت کی دعا مانگی۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے شہر رسول میں موت کی آرزو کے باعث حج فرض کے بعد مدینۃ النبی سے باہر قدم نہیں نکالا۔ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز جب کبھی مدینہ طیبہ آتے تو واپس جاتے ہوئے زار و قطار روتے اور فرماتے:

''میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں ان میں سے تو نہیں جنہیں مدینہ نکال دیتا ہے''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر مبارک کے غبار کو شفا فرمایا ہے۔ اور ہر بیماری کی دوا قرار دیا ہے۔

اے مدینہ طیبہ! تیرے بارے میں دو عالم کے مختار، سید و سرکار نے فرمایا ہے:

''جو مدینہ طیبہ کی سختیوں اور تکلیفوں کو برداشت کر کے یہاں رہے تو میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا''۔ (مسلم شریف، ص ۴۴۰)

''جس نے اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ اسے اس طرح گھلادے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے''۔

''جو مدینہ طیبہ کے باشندوں کو ظلماً ڈرائے، دھمکائے اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے دھمکائے گا۔ اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور سب کی لعنت ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عمل قبول نہیں فرمائے گا''۔

''جس نے اہل مدینہ کو تکلیف دی، اللہ تعالیٰ اسے تکلیف دے گا'' (وفاء الوفاء)

''جس نے اہلِ مدینہ کو ڈرایا بیشک اس نے مجھے ڈرایا''۔ (وفاء الوفاء)

''مدینہ میری ہجرت کی جگہ اور میری خواب گاہ ہے اور میں یہیں سے اٹھوں گا، اس لیے میری امت پر میرے

ہمسایوں کے حقوق کی حفاظت ضروری ہے، جب کہ وہ گناہ کبیرہ سے بچیں جس نے ان کے حقوق کی حفاظت کی، میں روز قیامت اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا اور جس نے یہ نہیں کیا اسے پیپ اور خون پلایا جائے گا"۔

(وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۳)

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مدینہ سے برے اور بدکار نکل نہ جائیں"۔

"ہر شہر میں دجال کا گزر ہوگا مگر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں وہ داخل نہیں ہوسکے گا"

"مدینہ طیبہ پاک ہے اور گناہوں سے اس طرح پاک کردیتا ہے، جیسے سنار کی بھٹی چاندی کے میل کو صاف کرتی ہے"۔

حافظ ملت کو مدینہ طیبہ میں اتنا تیز بخار آیا کہ احباب و مخلصین ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صاحب بیان فرماتے ہیں کہ جن دنوں حافظ ملت علیل تھے حضرت ضیاء الملۃ کا یہ حال تھا کہ نہایت بیقرار رہتے اور کئی کئی بار مزاج پرسی کرتے مجھے اور اپنے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن المدنی کو حافظ ملت کی خدمت میں بھیجتے حضرت ضیاء الملۃ عام حالات میں اپنے مکان سے بہت کم نکلتے تھے۔ ہفتہ میں معمول کے مطابق صرف مواجہہ شریف میں عرض صلوٰۃ وسلام کے لیے جاتے۔

مگر حافظ ملت کی علالت کے زمانے میں حضرت خلاف معمول کئی بار مواجہہ شریف تشریف لے گئے۔ اور حافظ ملت کی عیادت کے لیے بھی تشریف لے گئے۔

حضور حافظ ملت کو اس چند یوم کی علالت کے ذریعہ سرکار ابد قرار، نور ورحمت کے مالک ومختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روحانیت وولایت کے کس آسمان تک پہونچایا، اس کا ظاہری اشارہ ہمیں حضرت قطب مدینہ کے، اس دوران فرمودہ اس جملہ سے ہوتا ہے۔ جو انہوں نے حافظ ملت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "حضرت آپ بہت خوش نصیب ہیں"

حافظ ملت کی اس علالت سے تمام احباب سخت بے چین تھے۔ جناب الحاج بیکل اتساہی بیان کرتے ہیں کہ قطب مدینہ نے حافظ ملت کو خوش نصیبی کی نوید سنائی تو، وہ (بیکل صاحب) اسے حضرت کا وقت اخیر سمجھ کر بیقرار ہوگئے۔ فوراً بارگاہ رسول میں حاضر ہوئے۔ مواجہہ شریف میں کھڑے ہو کر سرکار سے رو رو کر اپنے پیر ومرشد کی زندگی اور شفا کی بھیک مانگی استغاثہ میں یہ شعر بھی پڑھا۔

بھیک میں صدقۂ فاطمہ دیجیے
میرے مرشد کو آقا شفا دیجیے

بیکل صاحب عرض معروض کے بعد واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ طبیعت سنبھل چکی ہے۔ اور دمشق کے ایک عالم ومحدث سے عربی زبان میں تبادلہ خیالات فرما رہے ہیں۔ بعد میں ان ہی محدث صاحب نے حضرت سے سند طلب کی جو حضرت نے انہیں عطا فرمائی۔

تطہیر روح کرنا بھی شانِ رسول ہے
لازم ہے یہ سلاح بھی تعمیر کے لیے

فخر دیں فخر وطن:

سفارت خانہ ہند کی جانب سے ہر سال حج میں جانے والے معززین اور حکومتی نمائندوں کا استقبالی جلسہ کیا جاتا ہے۔ ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء کے حج پر بھی ایسا ہی ہوا۔ مکہ مکرمہ کے اندر اس اعزازی تقریب میں حافظ ملت علیہ الرحمہ اور جناب بیکل اتساہی بھی مدعو ہوئے۔ اس مجلس میں ہندوستانی سفیر نے حافظ ملت کا تعارف کراتے ہوئے ان کی شخصیت کو ملک ووطن کے لیے باعث فخر قرار دیا جناب بیکل صاحب نے سفیر محترم کے الفاظ کو محفوظ رکھا ہے۔

''حضرات! ہمارا سر آج فخر سے بلند ہے۔ اس لیے کہ آج ہمارے ملک کو جو مذہبی برتری حاصل ہے۔ وہ اس حیثیت سے شاید دنیا کے کسی ملک کو حاصل نہیں۔ اس لیے کہ اس مذہب بیزاری کے دور میں، جب تصویر کھنچوانا ایک فیشن بن چکا ہے۔ ایک ایسا خداترس اور دیندار بزرگ بھی موجود ہے، جس نے پاس شرع کو اس احتیاط کے ساتھ ملحوظ خاطر رکھا، کہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے بھی تصویر نہیں کھنچوائی، اور جس کے لیے بین الاقوامی قانون کے بندھن کو بھی ڈھیلا ہونا پڑا۔ وہ ہیں حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی، جو آپ کے درمیان ہیں۔ اور خوش بختی سے ہمارے ملک کے باشندے ہیں، اس لیے ہمارے ملک کو بجا طور پر آپ کی ذات پر فخر ہے''۔

ہر شخص جانتا ہے کہ حکومتی یا سفارتی بنیادوں پر منعقد کی جانے والی تقریبات اور محافل میں اخباری نمائندوں اور فوٹو گرافرس ضرور آجاتے ہیں۔ اور شرکا کی تصاویر کھینچ کر رپورٹ کو مزین کرتے ہیں اس مجلس میں بھی ایسا ہی ہوا۔ سفیر محترم کی تقریر سے قبل ہی کئی فوٹو کھینچنے والوں نے اہل مجلس کی تصاویر بنائیں۔ حافظ ملت مجالس میں ہمیشہ سر جھکائے نیچی نگاہ کیے بیٹھنے کے عادی تھے۔ انہیں مصوروں کی ان حرکتوں کا کیا پتہ تھا۔ کیمرے فلیش کی چمک ہوئی تو آپ نے اپنا رومال چہرے کے سامنے کرلیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ تصویر بنانے والوں نے انجانے میں جو تصویریں کھینچ لی تھیں۔ ان میں تمام شرکا کے فوٹو تھے مگر حافظ ملت کا فوٹو نہیں آیا۔ سچ ہے۔

''جو لوگ ممنوعات شرعیہ سے بچنے کا پورا اہتمام کرتے ہیں، آڑے وقت پر اللہ تعالیٰ انہیں خود بچالیتا ہے''

قانون حکومت ہو کہ دستور زمانہ مذہب کا مخالف ہو تو مومن نہیں پابند
اس دور میں کس مرد مجاہد نے کیا فاش اوہام سے آزاد ہے مذہب کا گلو بند

محسن ملت علامہ شاہ محمد علی فاروقی رائے پوری سفر حج میں اسی جہاز میں تھے آپ نے حافظ ملت کے لیل ونہار دیکھ کر فرمایا کاش! حافظ ملت جیسی شخصیت پہلے مل جاتی تو آج دیوبند ہم سے بہت پیچھے ہوتا (حافظ ملت افکار وکارنامے بحوالہ مولانا محمد علی فاروقی ص ۲۰)

دار المصنفین ،شبلی منزل اعظم گڈھ کے رفیق کار، مولانا عبدالباری اعظمی ، سفارت ہند کی اسی دعوت کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''جس سال مولانا (حافظ ملت) حج وزیارت کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے، اسی سال حکومت سعودیہ کی

دعوت پر دارالمصنفین سے شاہ معین الدین ندوی، ایڈیٹر معارف جواپنی والدہ کی طرف سے آٹھویں صدی کے مشہور بزرگ شاہ عبدالحق ردولوی کے خانوادۂ رشد و ہدایت سے تعلق رکھتے تھے، جن کا مزار پر انوار اب تک مرجع خلائق ہے اور ہر سال ان کا بہت ہی شاندار عرس ہوتا ہے۔ (بھی شریک حج تھے)۔

اور ندوۃ العلما لکھنؤ سے مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی معتمد تعلیم ندوہ بھی حج کے لیے گئے تھے۔ وہیں مؤخر الذکر نے مولانا کو پہلی بار دیکھا۔ اور ان کے زہد وتقویٰ سادگی واحتیاط پسندی سے بہت متاثر ہوئے۔

وصال حافظ ملت کے بعد قدوائی صاحب نے معارف کے شذرہ میں لکھا:

''راقم الحروف نے مکہ معظمہ میں ۱۹۶۷ء کے حج کے زمانے میں ہندوستانی سفارت خانے کی ایک تقریب میں پہلی بار انہیں دیکھا تھا۔ اور ان کی سادگی احتیاط، زاہدانہ اور مرتاضانہ زندگی سے متاثر ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی طویل دینی علمی تدریسی خدمات کے طفیل ان کے ساتھ رحمت ومغفرت کا معاملہ فرمائے اور اہل وعیال تلامذہ اور عقید تمندوں کو صبر جمیل اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے''۔ (ماہنامہ اشرفیہ جنوری ۱۹۸۹ء ص ۶۴، ۶۵)

نگاہ مفتی اعظم ہند میں حافظ ملت کی قدر و قیمت:۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس تاریخی سفر حجاز کے تعلق سے شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت حضرت مفتی اعظم ہند نوری بریلوی قدس سرہ العزیز کا یہ تاثر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

۱۹۷۱ء میں جب سیدنا مفتی اعظم نوراللہ مرقدہ اپنے تیسرے اور آخری سفر حج وزیارت کے لیے بریلی شریف سے روانہ ہونے والے تھے تو انہوں نے اپنے مریدین ومعتقدین کے مجمع میں فرمایا۔ سب سے پہلے بغیر فوٹو کے مولوی عبدالعزیز صاحب کو حج وزیارت کا شرف حاصل ہوا اور اب الحمدللہ یہ سعادت (بغیر فوٹو) فقیر کو حاصل ہونے جاری ہے''

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے تقویٰ اور اتباع شریعت کی سختی کی بڑی قدر تھی۔ ساتھ ہی ساتھ اس سے حضور حافظ ملت سے حضرت مفتی اعظم کی محبت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

☆☆☆



چوتھا باب

حافظ ملت بحیثیت معلم

علم والوں کے امام، اہلِ نظر کے دل بند
دردمندوں کی دوا ٹوٹے دلوں کے پیوند
اک ہی ذات تو تھی حافظِ ملت کی فقط
ہرکجا می نگری انجمنے ساختہ اند
(بدر)

حافظ ملت بحیثیت معلم

یوں تو دنیا کے ہر علم وفن تکنیک اور کاریگری سکھانے والے کو ''استاذ'' کہا جاتا ہے لیکن اگر لفظ استاذ کو اس کی عظمت وتقدیس اور تہذیبی علامت کے پس منظر میں دیکھا جائے تو اس کا اطلاق صحیح معنیٰ میں صرف علم دین سکھانے والے عالم ربانی، نائب رسول ہی پر ہوتا ہے۔ یہی عالم ربانی امت مسلمہ کے افراد کو علم دین کے نور سے مستنیر کر کے ان مردان خدا اور عاشقان مصطفیٰ کی فوج تیار کرتا ہے جو علم وقلم کے جہان سے لے کر شمشیر وسنان کے میدان تک ہر محاذ پر باطل قوتوں کو شکست فاش دے کر حق وصداقت اور توحید ورسالت کی حکمرانی قائم کرتے ہیں۔

علم دین اور علمائے کرام کی عظمت وفضیلت پر قرآنی آیات اور احادیث معلم کائنات ناطق ہیں اور حق یہ ہے کہ قرآن واحادیث بذات خود تمام نقلی اور عقلی علوم وفنون کے منبع وماخذ ہیں۔

قرآن وحدیث اور اقوال بزرگاں سے علم اور علما کی فضیلت وعظمت ملاحظہ کیجئے۔

دینی علم کی عظمت:

اللہ جل مجدہ نے اپنے محبوب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، غار حرا میں جو سب سے پہلی وحی نازل فرمائی وہ باتفاق مفسرین سورۂ اقرا کی ابتدائی پانچ آیتیں ہیں۔ اولین وحی میں جو باتیں فرمائی گئیں یقیناً اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک وہ اہم تر ہیں غور فرمائیں۔

☆ وحی کا پہلا لفظ اقرأ یعنی پڑھنے کا حکم ہے

☆ پھر اللہ رب العالمین کی ربوبیت وخلاقیت کا بیان ہے۔ جس کی معرفت ہی علم کا مقصد ہے۔

☆ اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ انسان کو تخلیق فرما کر اللہ نے کتنا بڑا کرم فرمایا کہ اسے علم سکھایا اور لکھنا۔ گویا لکھنے پڑھنے کی دولت گراں مایہ سے بہرہ ور فرمایا۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ٥ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ٥ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ٥ (العلق)

ایمان اور اس کے بعد درجۂ علم پر فائز ہونے والے لوگ ارفع واعلیٰ اور بلند وبالا ہوتے ہیں

"یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ٥ (المجادلہ)

جسے رب تعالیٰ کی طرف سے علم وحکمت عطا ہو وہ عظیم خوبیوں کا مالک ہے۔

"وَمَن یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا" (البقرہ)

خشیتِ الٰہی مومن کا وہ عظیم سرمایہ ہے جو قرآنی تصریحات کے بموجب قبول ہدایت، مغفرت، اجر کریم اور

رضائے خداوندی کا ذریعہ ہے۔ اور خشیت کو اللہ تبارک وتعالیٰ علما کے ساتھ خاص فرماتا ہے۔

کتنا عظیم ارشاد ہے:

"اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُ" (فاطر)

علوم قرآن انسان کے لیے انکشاف، بلند فکری، بینائی، روشنی، سایہ اور حیات ہیں اور جہل، کورچشمی، ظلمت، تاریکی اور موت۔ آیات مندرجہ ذیل پر غور فرمائیں۔ سورہ فاطر کی آیات سورہ زمر کی تشریح کرتی ہیں۔

"قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ط اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابُ" (زمر)

"وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ" ط وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ط (فاطر)

قرآنی قصص پر غور فرمائیں تو ان سے بھی علم کی فضیلت آشکار ہوتی ہے۔ انسان کی پیدائش کا بیان ہوتا ہے۔ جو خلافت الٰہیہ سے سرفراز کیا جائے گا۔ فرشتے انسان کی مفسدانہ فطرت سامنے لاتے ہیں اور عرض گزار ہوتے ہیں۔ اے رب کریم! کیا ایسی ہی مخلوق نیابت وخلافت حاصل کرے گی؟

جواباً حضرت آدم علیہ السلام کا علم لایا جاتا ہے۔ اور یہی علم نورانی مخلوق پر شرف انسانی کی وجہ قرار پاتا ہے اس واقعہ میں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ انسان اپنے اندر فساد اور خرابی کی قدرت رکھنے کے باوجود جب علم کا شرف پالے تو فرشتوں سے بلند ہو جاتا ہے اور خالق کائنات اس کے لیے ساری دنیا مسخر فرما دیتا ہے۔

وَسَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی لْاَرْضِ جَمِیْعا ط (جاثیہ)

قرآن ہی میں ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا علیہ السلام صاحب کتاب رسول ہونے کے باوجود ایک ربانی علم رکھنے والے کی مصاحبت اختیار فرماتے ہیں۔ شاگردی اختیار فرماتے ہیں۔ وہ عالم ربانی حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ سورۂ کہف میں ان دونوں کے قرآنی مکالمات پڑھیے تو علم کی عظمت عالم کے آداب، استاذ کی قدر ومنزلت، اور اس کی تند وترش پر صبر کے آداب خود بخود حاصل ہو جائیں گے۔

آگے بڑھیے اور ملاحظہ کیجیے اس منظر کو جب بنی اسرائیل اپنے نبی سے اپنے لیے سردار طلب کرتے ہیں، جس کی سربراہی میں وہ دشمن کا مقابلہ کریں۔ پیغمبر طالوت کو ان کی سرداری کے لیے پیش کرتے ہیں۔ مگر بنی اسرائیل اپنے نسبی تفاخر کی بنیاد پر معارضہ پیش کرتے ہیں کہ ان سے زیادہ سرداری کے حقدار ہم ہیں۔ طالوت مال دار بھی نہیں، قرآن مجید نے حضرت طالوت کی سرداری کے لیے جن خوبیوں کا ذکر فرمایا۔ وہ ہیں علم اور جسمانی قوت جس کی وجہ سے طالوت فاتح ہوئے۔ قرآن نے ان کا وصف بتایا۔ "بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ"

اس قرآنی واقعہ نے ظاہر کر دیا کہ علم اور قوت جسمانی۔ سیادت قومی کے لیے مال اور نسب پر فائق ہیں۔

یہ تمام قرآنی معالم ہیں جن سے علم کی فضیلت وبرتری واضح ہوتی ہے۔ اب آیئے حدیث پاک کے مقدس

ذخیروں سے اکتساب نور کریں۔

تعلیم وتعلم کے فضائل:۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔جس علم وہدایت کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کی مثال تیز بارش جیسی ہے۔ جو برسی، اسی سے ایک زمین سیراب ہوئی، اوراس میں بہت سے سرسبز پودے اگے، دوسری زمین بھی سیراب ہوئی اوراس نے پانی کو جمع کرلیا جس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فائدہ پہونچایا، کہ لوگوں نے اسے پیا، اس سے کھیتی کی آب پاشی کی، لیکن ایک زمین ایسی رہی جس نے نہ سبزہ پیدا کیا نہ پانی جمع کیا، یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنھوں نے دین میں مہارت حاصل کی اور میری لائی ہوئی ہدایت سے فائدہ اٹھایا، انہوں نے خود فائدہ حاصل کیا، اس پر عمل پیرا ہوئے اور دوسروں کو سکھایا، اور تیسری مثال ان لوگوں کی ہے جنھوں نے نہ میری ہدایت قبول کی اور نہ اس سے فائدہ اٹھایا۔

حضرت زر بن حبیش راوی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرخ چادر اوڑھے ٹیک لگائے مسجد میں تشریف فرماتھے کہ قبیلہ مراد کا ایک شخص صفوان بن عالی حاضر ہوا، اورعرض کرنے لگا ، یا رسول اللہ! تلاش علم میں حاضر ہوا ہوں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے علم کے طالب مرحبا! فرشتے طالب علم کو اپنے پروں کے سائے میں احاطہ کرلیتے ہیں ایک پر ایک جمع ہوتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ محبت علم میں سب سے نچلے آسمان تک آجاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس امت کے عالم دو قسم کے ہیں ،ایک وہ جسے خدا نے علم بخشا ،اوراس نے بے دریغ لوگوں کو سکھایا اس کے عوض نہ سونا چاندی لیا نہ کوئی بدلہ چاہا، ایسے عالموں کے لیے فضا کے پرند، زمین کے چرند، پانی کی مچھلیاں اور کراماً کاتبین بھی دعا کرتے ہیں، اوردوسرا وہ ہے جسے خدا نے علم عطا فرمایا مگر اس نے خدا کے بندوں سے بخل کیا اس پر سونا چاندی لیا اور دنیاوی نفع کا خواہشمند ہوا تو ایسا عالم قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے منہ میں آتشیں لگام چڑھی ہوگی۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ص ۴۸)

حضرت انس راوی ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اورعرض گزار ہوا یا رسول اللہ! سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: معرفت الٰہی، اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا معرفت الٰہی، اس نے تیسری بارعرض کیا یا رسول اللہ! میں عمل کے بارے میں سوال کررہا ہوں اورسرکار علم کے بارے میں جواب ارشاد فرمارہے ہیں، اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"علم کے ساتھ تھوڑا عمل بھی نفع بخش ہے مگر جہل کے ساتھ ڈھیر سا عمل بھی غیر مفید ہے"۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے جانشینوں پر خدا کی رحمت، میرے جانشینوں پر خدا کی رحمت، میرے جانشینوں پر خدا کی رحمت، صحابہ نے عرض کیا حضور کون جانشین؟ فرمایا جو میری سنت سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ص ۴۹)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد کے ساتھ ۹۳ھ میں حج کرنے گئے اس وقت ان کی عمر سولہ سال تھی فرماتے ہیں میں نے ایک ضعیف شخص کو دیکھا جسے لوگ گھیرے میں لیے ہوئے تھے، میں نے اپنے والد سے دریافت کیا یہ کون صاحب ہیں؟ والد گرامی نے بتایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں، ان کا اسم گرامی عبد اللہ بن حارث ہے۔ میں نے والد سے گزارش کی کہ مجھے بھی ان کے پاس لے چلیں تاکہ میں بھی ان سے کوئی حدیث شریف سنوں، چنانچہ والد صاحب آگے بڑھے اور لوگوں کو ہٹاتے ہوئے بڑھتے گئے، میں صحابی (رضی اللہ عنہ) کے قریب جا پہونچا وہ فرما رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے دین کا تفقہ حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے رزق سے اس طرح بے نیاز کردے گا۔ جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوگا۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ص ۴۹)

امام اعظم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت حماد بن ابراہیم آیت "وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ" (روز قیامت ہم صحیح تولنے والی ترازوئیں لگائیں گے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قیامت کے روز انسان کا عمل ترازو کے ایک پلے میں رکھا جائے گا اور وہ اونچا ہو جائے گا بعد ازاں ابر جیسی ایک شی لائی جائے گی اور ترازو کے دوسرے پلے میں رکھ دی جائے گی اور وہ جھک جائے گا اس شخص سے پوچھا جائے گا تجھے پتہ ہے یہ کیا ہے؟ وہ کہے گا نہیں، پھر اسے بتایا جائے گا ''یہ اس علم کی فضیلت ہے جو تو، لوگوں کو سکھاتا تھا'' (ص ۵۰)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ ''میں علیم ہوں اور ہر علم والے سے محبت کرتا ہوں'' (ص ۵۱)

''علم حدیث کے شائقین کی ایک جماعت حضرت شیخ محمد بن مصعب عرقسانی کے دروازہ پر جمع تھی، ان کے ساتھ ایک عراقی جوان بھی تھا جو فن شعر میں مہارت رکھتا تھا، ہم لوگ اس بات کے آرزومند تھے کہ حضرت شیخ دولت کدہ سے برآمد ہوں اور ہم لوگوں کو ایک دو حدیث سنائیں، اتنے میں شیخ باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے، میرے ذہن میں ایک شعر ہے، جو شخص بتادے کہ شعر کس کا ہے میں اسے تین حدیثیں سناؤں گا، یہ بات سن کر عراقی جوان بولا آپ پر اللہ کی رحمت ہو بھلا شعر کون سا ہے شیخ نے شعر پڑھا۔

العلم فیہ حیـــــــــاۃ للقلوب ۔۔۔ کمـا یـحیـی البلاد اذا ما مسها المطر

علم کے اندر دلوں کے لیے اسی طرح زندگی ہے ۔۔۔ جس طرح بارش سے زمین زندہ ہوجاتی ہے

جوان بولا یہ شعر سابق بربری کا ہے شیخ نوجوان کا جواب سن کر خوش ہوگئے اور پوچھا اس کے بعد کا شعر کیا

ہے؟ نوجوان نے سنایا۔

العلم یجلو العمیٰ عن قلب صاحبہ ۔۔۔ کَمَا یُجلی سَوادَ الظّخیۃ القمر

دل کے اندھے پن کو علم اسی طرح مٹا دیتا ہے ۔۔۔ جس طرح چاند گھٹا ٹوپ تاریکی کو

شیخ بہت مسرور ہوئے اورانہوں نے علم حدیث کے مشتاقوں کو چھ حدیثیں سنائیں۔

حضرت عبید اللہ بن ابی جعفر کہا کرتے تھے۔

''علما دنیا کے واسطے روشنی کا مینار ہیں ، انہی سے وہ نور ظاہر ہوتا ہے جس سے گم گشتگان راہ ہدایت یاب ہوتے ہیں'' (ص ۵۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے :

''کیا خوب ہے وہ مجلس جہاں حکمت کی اشاعت ہوتی ہے اور رحمت کی امید کی جاتی ہے''

حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمہ کا فرمان ہے :

''صرف خدا کے واسطے حدیث سیکھنا، دنیا کی نعمتوں سے بہتر ہے''

امام زہری کہتے ہیں:

''علم سے بہتر کوئی طریقہ نہیں جس سے رب تعالیٰ کی اطاعت ممکن ہو''

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان کا وقت اخیر آیا تو کنیز سے پوچھنے لگے کیا صبح ہوئی؟ کنیز نے بتایا ابھی نہیں۔ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا۔ اب دیکھ صبح ہوئی۔ کنیز نے جواب دیا، جی ہاں صبح ہوگئی۔ یہ سن کر فرمانے لگے۔

''ایسی صبح سے میں پناہ مانگتا ہوں جو دوزخ کی جانب لے جانے والی ہو...

مرحبا! اے موت! اے وہ مہمان جو فاقے کے گھر میں آیا۔ جو شخص نادم ہوا ہلاک ہوا۔ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ معاذ دنیا میں کبھی اس لیے رہنے کا شائق نہیں تھا کہ نہریں نکالے، باغ لگائے، وہ تو محض اس لیے زندہ تھا کہ لمبی راتیں مشقت میں گزارے، دن کی سخت گرمی کے اندر حلقوم میں کانٹے ڈال دینے والی پیاس برداشت کرے اور علمی حلقوں کے اندر حلقۂ علما میں رہے''۔ (ص ۵۲)

حضرت معاذ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا'' عالم روئے زمین پر خدا کا امین ہے'' حضرت امام حسن بصری کے نزدیک آیت مبارکہ میں فی الدنیا حسنۃ سے مراد علم وعبادت اور فی الآخرۃ حسنۃ سے مراد جنت ہے۔ سفیان ثوری اول سے مراد رزق حلال اور علم اور ثانی سے مراد جنت فرماتے ہیں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''علم کا ایک باب سیکھنا اور اس پر عمل کرنا دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے''

حدیث پاک میں ہے:

وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا، بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور علما کا حق نہیں پہچانتا'' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''علم حاصل کرو کیوں کہ اللہ کے لیے علم سیکھنا خشیت ہے۔ علم کی طلب عبادت ہے علم کا مذاکرہ تسبیح ہے، علم کی تلاش جہاد ہے، بے علموں کو علم سکھانا صدقہ ہے حقداروں پر علم کے دروازے کھولنا تقرب ہے۔ علم حلال وحرام کی علامت ہے، جنت کے راستوں پر روشنی کا ستون ہے، علم تنہائی میں مونس ہے، پردیس میں رفیق ہے، خلوت میں ندیم ہے، آرام اور مصیبت کو بتانے والا ہے، دشمن کے بالمقابل اسلحہ ہے، دوستوں میں زینت ہے، علم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو اٹھاتا ہے اور نیکی کا ایسا رہبر اور امام بنا دیتا ہے کہ ان لوگوں کے نقوش قدم پر لوگ چلنے لگتے ہیں۔ ان کی سیرت کو نمونہ بنا دیا جاتا ہے۔ ان کے قول پر سرخم کیا جاتا ہے۔ فرشتے ان کی خدمت پر راغب ہوتے ہیں۔ اپنے پروں سے انہیں مس کرتے ہیں۔ ان کی مغفرت کے لیے ہر چیز یہاں تک کہ پانی کے اندر کی مچھلیاں، زمین کے کیڑے مکوڑے، خشکی کے درندے اور چرندے دعا کرتے ہیں۔ جہالت کی موت میں علم دلوں کے لیے حیات ہے اور ظلمت میں علم آنکھوں کے لیے روشنی ہے علم ہی کے باعث بندے دنیا و آخرت میں اخیار کے مراتب اور بلند درجات حاصل کرتے ہیں علم میں غور وفکر روزے کے برابر ہے، علم کی مشغولیت قیام کے برابر ہے۔

علم ہی سے رشتے جڑتے ہیں، اسی سے حلال وحرام کا امتیاز ہوتا ہے، علم عمل کا رہنما ہے اور عمل علم کا پیر ہے۔ خوش نصیبوں ہی کو علم کی توفیق میسر آتی ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ص۵۳،۵۴)

حضرت سفیان ثوری نے ایک عرب کو مخاطب کر کے فرمایا! اے قوم عرب علم حاصل کرو ورنہ مجھے ڈر ہے کہ علم تم سے نکل کر اوروں میں چلا جائے گا۔ اور تم ذلیل ہو کر رہ جاؤ گے، علم حاصل کرو، کیوں کہ علم دنیا میں بھی عزت ہے اور آخرت میں بھی عزت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سے خالد بن خداش بغدادی رخصت ہونے لگے تو نصیحت کی درخواست کی فرمایا: ظاہر و باطن میں اللہ سے ڈرو، ہر مسلمان کا بھلا چاہو اور اہل علم سے علم حاصل کرو۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ص۵۴)

حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''سینے میں علم کی مثال اس طرح ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ''

خلیفہ عبد الملک بن مروان نے اپنے لڑکوں کو نصیحت کی۔ علم حاصل کرو اگر تم مالدار ہو گئے تو علم تمہارا جمال ہوگا۔ اور اگر غریب ہو گئے تو علم تمہاری ثروت ثابت ہوگا۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ص۵۵)

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''علم مال سے بہتر ہے کیوں کہ مال کی حفاظت تمہیں کرنی پڑتی ہے مگر علم تمہاری حفاظت کرتا ہے مال خرچ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے مگر علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ علم حاکم ہے اور مال و دولت محکوم۔ مالدار مر گئے، لیکن علم والے زندہ

ہیں اور رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے بیشک ان کے جسم مٹ گئے ہیں مگر ان کے کارنامے کبھی مٹنے والے نہیں"

حضرت عون بن عبد اللہ کا کہنا ہے:

"کمال تقویٰ یہ ہے کہ نیا علم حاصل کرتے رہو۔ یہ علم پر ظلم ہے کہ اس میں اضافے کا خیال نہ ہو۔ علم کو ترقی دینے سے غفلت اس بات کا ثبوت ہے کہ آدمی اپنے موجودہ علم سے استفادہ نہیں کر رہا ہے۔

کہا جاتا ہے "علما رحمت کی بارش ہیں۔ جہاں بھی رہیں گے فائدہ پہنچائیں گے"

لقمان حکیم سے پوچھا گیا۔ سب سے افضل کون ہے۔ جواب دیا مومن عالم، اس کے پاس ہمیشہ بھلائی رہتی ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ص ۵۶)

یہ علم دین ہی کی برکات تھیں جنہوں نے مسلمانوں کو فتح وکامرانی اور عظمت ووقار عطا کیا اور سارا زمانہ ان کے سامنے سرنگوں رہا۔

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز علم دین کی عظمت اور اس کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"سب سے زیادہ سب کی جان، سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی کو مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا، چار دانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اسی کے چھوڑنے سے پچھلوں کو یوں چاہ مذلت میں گرایا۔ "فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِی العَظِیم" (تدبیر فلاح ونجات واصلاح)

قرآن وحدیث اوراقوال بزرگان سے علم دین کی اہمیت وعظمت وفضیلت کے ساتھ ساتھ علمائے کرام کی شان وعظمت بھی ظاہر ہوئی۔ اب انہیں صاحبان عظمت میں ان علما کے مقام ومرتبہ کا بھی اندازہ لگائیں جنہوں نے وعظ وپند ونصیحت، رشد وہدایت، مناظرہ وتحریر وتصنیف وغیرہ کے علاوہ درس وتدریس کا بھی فریضہ انجام دیا اور علم کی روشنی تقسیم کرتے رہے، نائبین مصطفیٰ کی جماعت در جماعت نکالتے رہے۔

حضرت حافظ ملت ایسے ہی علما ربانیین اوراساتذۂ ماہرین میں ایک ہیں۔

آپ نے میدان عمل میں قدم رکھتے ہی وعظ وتبلیغ، مناظرہ وتقریر، تصنیف وتحریر، بیعت وارشاد، اہتمام وسربراہی اور تعمیر الجامعۃ الاشرفیہ کے ساتھ ساتھ اپنی آخری سانس تک درس وتدریس وتربیت اور شخصیت سازی کا فریضہ انجام دیا۔ آج دنیا کے گوشے گوشے میں آپ کے تلامذہ در تلامذہ دین وسنیت کی تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور علم وعمل کے نور سے امت مسلمہ کو مستنیر کر رہے ہیں۔ آپ کا یہ کارنامہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

استاذ کے فرائض:۔

والدین اپنے بچوں کو بولنا اور ان کی انگلی پکڑ کر چلانا سکھاتے ہیں، ان پر شفقت بھی لٹاتے ہیں اور ان کی غلط

روی پر انہیں سزائیں بھی دیتے ہیں، ان کی خوشی اور اچھے مستقبل کے لیے دھن دولت بھی خرچ کرتے ہیں۔ لیکن استاذ انہیں بچوں کو علم کی دولت لازوال سے مالا مال کرتا ہے، ان کی بھلائی کے لیے ان کی سرزنش بھی کرتا ہے اور شفقت کا اظہار بھی۔ ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ ان کی صلاحیتوں کو ابھارتا ہے، جلا بخشتا ہے، عقیدہ واعمال کی پختگی ودرستگی کرتا ہے، ان کے اخلاق وکردار کو نکھارتا ہے، شخصیت سازی کرتا ہے غرض کہ زندگی اور بندگی کا سلیقہ عطا کرتا ہے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان ایسے ہی اساتذہ میں ایک تھے۔

حافظ ملت کی استاذانہ شان:

جلالۃ العلم، استاذ العلما حضور حافظ ملت نے تو ایسے ایسے ہیرے تراشے، ایسے صاحبان علم وحکمت ودانش وقلم پیدا کیے جو آج دنیائے دین وسنیت کی شان اور آن بان ہیں اور جن کا شمار اعاظم اہلسنت اور قائدین ملت میں ہوتا ہے۔

حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی (برطانیہ) تحریر فرماتے ہیں:

''حضور حافظ ملت کی آغوش تربیت میں پروان چڑھنے والے طلبہ نے زندگی کے جس میدان میں قدم رکھا کامیابیوں نے ان کے قدم چومے۔ دار العلوم اشرفیہ کے علما نے ملت کو حقیقی اسلام کی طرف دعوت دی۔ ان کے خطبات اور تقریر ایک طرف رسول کے نظام رحمت کی طرف دعوت کا آئینہ دار ہیں تو دوسری طرف ان تمام حریف قوتوں کا دندان شکن جواب بھی ہیں جو صدیوں سے مسلمانوں کی بیخ کنی میں مصروف ہیں۔ وہ اگر ایک طرف اسلام کا نظام عبادت واطاعت پیش کرتے ہیں تو دوسری طرف اسلام کا ثقافتی و مدنی نظام، ایک طرف ان کی تقریروں اور تحریروں سے اسلام کے معاشی نظام کے حقائق سامنے آتے ہیں تو دوسری طرف اسلام کا اخلاقی اور روحانی نظام۔ اگر ایک طرف سیاست اسلامیہ عصر جدید کی زندہ حقیقت بن کر نمودار ہوتی ہے تو دوسری طرف وہ اسلام کے ماضی کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ وہ صرف مرثیہ نہ بن جائے بلکہ مستقبل کی راہوں میں امیدوں کے چراغ روشن کرے۔ ان کا شعور تنقید اسلام کی مخالف قوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔ وہ اگر ایک طرف قرون اولیٰ کے معتزلہ اور خوارج کی خبر لیتے ہیں تو دوسری طرف عصر جدید کے مستشرقین یورپ کی تحریریں ان کی زد میں ہیں۔ عصر جدید کے ملحدین، مرتدین مادیین نے بار بار برملا اعتراف کیا ہے کہ علمائے اشرفیہ کی موجودگی میں ہمارا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ یہ سب حضور حافظ ملت کے طریقۂ تعلیم وتربیت کا اثر ہے۔ (حافظ ملت نمبر ص ۳۳۵)

(۲) یہی علامہ قمر الزماں صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں:

''خدائے قدیر وجبار نے اس محسن ملت کو اس قدر جوہر شناس نگاہ بخشی تھی کہ وہ مٹی میں ملے ہوئے ناتراشیدہ پتھروں کے اندر پوشیدہ جواہر کو پہچان لیتے تھے وہ انہیں زمین سے اٹھا کر اس تربیت گاہ میں لے جاتے تھے جہاں سے نکلنے والے ہمیشہ ارباب علم وفضل سے خراج تحسین وصول کرتے رہیں گے''۔ (ایضاً ص ۳۳۵)

ہر فن میں طاق:۔

یوں تو حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ فن حدیث و تفسیر میں خصوصیت سے کامل و اکمل تھے لیکن حق تو یہ ہے کہ تمامی مروجہ علوم کی تمام کتابوں پر آپ قابو یافتہ تھے۔

اگر آپ نے کسی کتاب کو برسہا برس بعد بھی پڑھایا تو اس شان سے پڑھایا کہ اپنے طلبہ کو بھی اس کتاب کا ماہر بنادیا۔

حضور حافظ ملت کی اشرفیہ میں تشریف آوری کے بعد مبارک پور مرجع طلبہ بن گیا۔اور دور دور سے شائقین علم کھنچ کر یہاں آنے لگے۔

معقولات میں مہارت:۔

ا۔محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت مولانا قائم صاحب فرنگی محلی سے مولوی عبد السبحان نامی ایک ذہین طالب علم نے معقولات پڑھی پھر مبارک پور یہی ذوق لے کر آئے ۔ امور عامہ، شمس بازغہ وغیرہ کتابیں حافظ ملت کے پاس شروع ہوئیں۔ دقیق سے دقیق مسئلہ کی ایسی تفہیم فرماتے کہ مولوی صاحب کبھی کبھی جوش مسرت میں کھڑے ہوجاتے اور کہتے یہ مسئلہ آج سمجھ میں آیا۔ (ایضا)

ب۔حافظ ملت کے ایک ہم عصر جناب فیروز الدین کشمیری نے حضرت مولانا عبد الحی صاحب قبلہ ملقب بہ معقولی سے منطق پڑھی تھی ۔ حافظ ملت کے بریلی تشریف لانے کے بعد وہ بھی بریلی شریف آگئے اور ۱۳۵۲ھ میں حافظ ملت سے صدرا پڑھی بہتیرے مقامات پر تقریر درس سے متاثر ہوتے تو کہہ اٹھتے : واہ آج نفس مضمون آشکار ہوگیا۔

ج۔حضور حافظ ملت کو معقولات و منقولات میں نہ صرف دستگاہ کامل حاصل تھی بلکہ دقیق سے دقیق مسئلہ طلبہ کے ذہن میں اتار دیتے تھے اسی لیے حضرت کے تلامذہ میں ان کی جلالت علمی آج بھی نظر آتی ہے۔

د۔سند المحققین حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ ایک بار دار العلوم اشرفیہ کے سالانہ امتحان کے لیے مدعو کیے گئے ۔مسلم الثبوت کا امتحان ہورہا تھا۔طلبہ میں مولانا نصیر الدین پلاموی (موجودہ استاذ الجامعۃ الاشرفیہ) مولانا صوفی عبد الرحمٰن پورنوی، مولانا محمد اسلم گورکھپوری، مولانا عبد الستار پورلیاوی وغیرہم کی جماعت تھی ۔ صبح اول وقت سے امتحان شروع ہوا اور گیارہ بجے دن تک لفظ ''اما بعد فهذا'' پر سوالات وجوابات کا سلسلہ چلتا رہا۔چھٹی کی گھنٹی کے بعد حافظ ملت اپنی درس گاہ سے نکل کر قیام گاہ جاتے ہوئے، حضرت میرٹھی صاحب علیہ الرحمہ جہاں امتحان لے رہے تھے، اس کمرہ میں تشریف لائے اور نہایت خاموشی سے طلبہ کے ساتھ آبیٹھے۔

اسی نشست میں جب حضرت علامہ میرٹھی علیہ الرحمہ سے تخاطب ہوا تو حافظ ملت نے فرمایا:

''حضرت! اب پڑھنے والے طلبہ نہیں رہ گئے''

اس پر علامہ میرٹھی صاحب نے فرمایا:''آج پچیس سال بعد یہ کتاب سامنے آئی ہے، امتحان لیتے ہوئے بڑی

مسرت ہورہی ہے کہ آپ کے بچوں نے کتاب کو سمجھا ہے۔امتحان دینے والی ایسی جماعت عمر میں پہلی بار ملی ہے''۔
حافظ ملت نے فرمایا:''حضور! میں نے بھی اس کتاب کو ایک مدت کے بعد پڑھایا ہے''
(معارف حافظ ملت از مولانا محمد اسلم گورکھپوری ص ۱۸)

استحضار علم:۔

علامہ محمد احمد صاحب مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ تحریر فرماتے ہیں۔

حافظ ملت کے درس میں ابتدائی دور ہی سے ممتاز مدارس کے باصلاحیت طلبہ آنے لگے تھے، اجمیر مقدس میں تعلیم کے آخری مراحل تھے کہ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ وہاں سے بریلی شریف تشریف لے گئے، ان کے ساتھ حافظ ملت اور بہت سے منتہی طلبہ بھی بریلی شریف پہونچے، اور وہیں حافظ ملت کی دستار بندی ہوئی۔ حافظ ملت مبارکپور تشریف لائے تو منظر اسلام بریلی شریف کے ہم مدرسہ کئی طلبہ نے بھی مبارکپور کا رخ کیا جن میں ایک قاری اسد الحق صاحب بھی تھے۔ موصوف اپنی جماعت کے ساتھ حافظ ملت سے ترمذی شریف کا سبق لیتے تھے نہایت زیرک، محنتی اور باصلاحیت تھے۔ کثرت کار اور شب میں مناظرہ کی مشغولیات کے باعث حافظ ملت ان دنوں بہت سے اسباق بے مطالعہ بھی پڑھاتے تھے۔ مگر حسب سابق انہیں درس میں کبھی تشنگی محسوس نہیں ہوئی بلکہ اسی طرح تقریر درس، استخراج مسائل، تائید حنفیت اور اعتراضات کے تشفی بخش جوابات کا سلسلہ جاری رہتا۔ حافظ ملت نے ایک روز ازخود جب مطالعہ کے لیے وقت نہ ملنے کی بات فرمائی تو وہ حیران و ششدر رہ گئے۔ اور عش عش کرنے لگے۔ کہ حضور! ہمیں تو ذرا بھی فرق محسوس نہیں ہوا۔ آپ بغیر مطالعہ بھی اسی مجتہدانہ شان سے درس دیتے ہیں، جیسے مطالعہ کے بعد۔ (انوار حافظ ملت نومبر، دسمبر ۱۹۹۲ء)

متعلقات تعلیم کی اہمیت:۔

قبل اس کے کہ حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے طریقۂ درس اور تعلیم و تربیت وغیرہ کے انداز کا جائزہ پیش کیا جائے یہ بھی ضروری ہے کہ استاذ اور شاگرد کے رشتہ کو بھی دیکھا جائے اور استاذ و کتاب کے احترام و ادب پر مختصراً روشنی ڈال دی جائے۔

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا موقف یہ ہے کہ استاذ جس نے شاگرد کو ایک لفظ بھی سکھایا آقا ہے اور شاگرد بمنزلہ غلام۔

فرماتے ہیں:۔

''ناسپاسی استاذ کہ بلائے است ہائل و دائیست قاتل و برکات علم را مزیل و مبطل۔ العیاذ باللہ

یعنی:۔ استاذ کے احسان کو فراموش کردینا ایک مصیبت ہے، ایک قاتل بیماری ہے اور علم کی برکات کو زائل اور باطل کرنے والی بیماری ہے۔ اللہ کی پناہ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۱۹)

مزید فرماتے ہیں:

''علما فرمودہ اندازحق استاذ بر شاگرد آنست کہ بر فراش او نہ نشیند اگر چہ استاذ حاضر نہ باشد''

یعنی:۔علما فرماتے ہیں کہ شاگرد پر استاذ کا حق یہ ہے کہ اس کی نشست گاہ پر نہ بیٹھے اگر چہ استاذ حاضر نہ ہو اور نشست گاہ خالی ہو۔(فتاوئی رضویہ جلد دہم ص ۲۱)

مزید فرماتے ہیں:۔

اپنے استاذ بلکہ شاگردوں کے لیے بھی تواضع کا حدیث میں حکم ہے۔

جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لیے تواضع کرو اور جسے سکھاتے ہو اس کے لیے تواضع کرو اور گردن کش عالم نہ بنو۔
رواہ الخطیب عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (عجب العوار عن مخدوم بہار ص ۱۳، ۱۴)

آداب کتب کی بابت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

''ہمارے علما تصریح فرماتے ہیں کہ نفس حروف قابل ادب ہیں اگر چہ جدا جدا لکھے ہوں جیسے تختی یا وصلی پر خواہ ان میں کوئی برا نام لکھا ہو جیسے فرعون، ابو جہل، وغیرہما تاہم حروف کی تعظیم کی جائے اگر چہ ان کافروں کا نام لائق اہانت وتذلیل ہے۔

اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی صندوق یا الماری میں کتابیں رکھی ہوں تو ادب یہ ہے کہ اس کے اوپر کپڑے نہ رکھے جائیں .... تو کیوں کر ادب ہوگا کہ کتابیں نیچے رکھی ہوں اور آپ اوپر بیٹھیں۔کیا ایسے لوگوں کو بے ادبی کی شامت سے خوف نہیں۔(فتاوئی رضویہ جلد دہم ص ۲۵)

اسی حقیقت کو اس طرح زور دار الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''حروف خود معظم ہیں۔کما بیناہ فی فتاوانا''(الکشف شافیا فی حکم فونو جرافیا ص ۵۲)

حافظ ملت خود ایک باادب شاگرد تھے اور اپنے تلامذہ کو بھی استاذ کا ادب سکھاتے تھے نیز کتاب کے ادب کی بھی تعلیم فرماتے تھے۔

باادب شاگرد:۔

ا۔حضور حافظ ملت نے اپنے استاذ معظم حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ کا جس طرح ادب کیا ہے اس کی مثال اس دور میں ملنی مشکل ہے۔

مولانا محمد اسلم مصباحی تحریر فرماتے ہیں:

حضرت قاری عبد الحکیم صاحب قبلہ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ جامعہ غازیہ سید العلوم بڑی تکیہ بہرائچ شریف میں گھوسی کے ایک صاحب نے بیان کیا (جن کا نام قاری صاحب کو یاد نہیں رہ گیا) کہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں ہمیشہ دوزانو بیٹھتے۔حضور صدر الشریعہ کسی ضرورت سے کچھ

دیر کے لیے کہیں تشریف لے جاتے تو سب لوگ بیٹھ جاتے مگر حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی واپسی تک ہاتھ باندھے کھڑے ہی رہتے جب حضرت صدر الشریعہ واپس آ کر تشریف فرما ہو جاتے اس کے بعد حافظ ملت پھر دوزانو بیٹھتے۔(معارف حافظ ملت ص۷۳)

۲۔مبارک پور تشریف لانے کے بعد حضرت حافظ ملت کو جب بھی یہ خبر ملتی کہ حضور صدر الشریعہ رضی المولیٰ عنہ وارضاہ عنا سٹھیاؤں اسٹیشن سے فلاں دن فلاں ٹرین سے گذرنے والے ہیں تو کھانا لے کر اسٹیشن ضرور جاتے۔

(معارف حافظ ملت ص۲۹)

۳۔استاذ زادہ کا ادب:۔

حضرت قاری عبدالحکیم صاحب کے حوالے سے مولانا محمد اسلم صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب اپنے ابتدائی دور میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ بلرامپور کے ایک جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔وقت واپسی سے پہلے حافظ محمد حنیف صاحب نے ٹکٹ ایک منگائیں یا دو،کا تردددور کرنے کے لیے حضور حافظ ملت سے عرض کیا:حضور!مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب آپ کے ساتھ جائیں گے؟تو ارشاد فرمایا:حافظ جی آپ نے کیا کہہ دیا؟مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب میرے مخدوم زادے ہیں۔میں ان کے ساتھ جاؤں گا وہ میرے ساتھ نہیں جائیں گے۔(معارف حافظ ملت ص۷۳،۷۴)

استاذ کے ادب کی تعلیم:۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ استاذ کے ادب کی تعلیم بھی فرماتے تھے:

آپ نے اپنے صاحبزادہ کو استاذ کے ادب کی تعلیم دے کر تمام شاگردوں کو استاذ کے ادب کا سلیقہ عطا کیا ہے اور تعلیم فرمائی ہے۔

صاحب''معارف حافظ ملت'' لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا تجمل ہدیٰ گیاوی نے جامعہ مسعود العلوم بہرائچ شریف میں ایک بار بیان فرمایا کہ صاحبزادہ گرامی مرتبت مولانا عبد الحفیظ صاحب کو ابتدائی درجوں کی کچھ کتابیں پڑھاتا رہا انہیں ایام میں ایک بار عزیز ملت قبلہ حضرت کے پاس تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔اسی درمیان میں حاضر بارگاہ ہوا تو ارشاد فرمایا،،عبد الحفیظ یہ تمہارے استاذ ہیں،استاذ کا ادب ضروری ہے۔''(ایضا۔ص۷۴)

کتابوں کا ادب:۔

حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ خود بھی کتابوں کا ادب کرتے تھے اور طلبہ کو بھی کتابوں کے ادب کی تلقین فرماتے۔

صاحب''معارف حافظ ملت'' لکھتے ہیں:۔

''حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے نزدیک حصول علم کے اسباب میں کتابوں کاادب بھی داخل تھا۔قیام گاہ پر ہوتے یا درس گاہ میں کبھی کوئی کتاب لیٹ کر یا ٹیک لگا کرنہیں دیکھتے بلکہ تکیہ یا ڈسک پر کتاب رکھ کر دیکھتے اور پڑھاتے ۔قیام گاہ سے مدرسہ یا مدرسہ سے قیام گاہ کبھی کتاب لے کر آنا جانا ہوتا تو کتاب داہنے ہاتھ میں لے کر سینے سے لگا لیتے۔کبھی کسی طالب علم کو ہاتھ میں کتاب لٹکا کر چلتے دیکھتے تو فرماتے:کتاب جب سینے سے لگائی جائے گی تو کتاب سینے میں اترے گی اور جب کتاب کو سینے سے دور کیا جائے گا تو کتاب سینے سے دور ہوگی۔''(ایضاص ۴۷)

جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے تصریح فرمائی کہ استاذ کو اپنے شاگردوں کے لئے بھی تواضع برتنا چاہئے تو اس امر میں بھی حضور حافظ ملت یکتا ویگانہ تھے۔

آپ اپنے شاگردوں کو آپ کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔اگر کوئی شاگرد آپ کے دولت کدے پر حاضر ہوتا تو مہمان کی طرح اس کی خاطر داری کرتے ۔اگر کبھی کوئی شاگرد آپ کا کوئی کام کرنا چاہتا تو اسکی طاقت سے زیادہ اس سے کبھی کوئی کام نہ لیتے ۔چند مثالیں ملاحظہ کریں:۔

تواضع:۔

(۱) حضرت علامہ عبداللہ خاں صاحب عزیزی اپنا واقعہ اس طرح تحریر کرتے ہیں:۔

''حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کی طلبی پر الجامعۃ الاشرفیہ میں خدمت کے لئے میں ۱۹۷۳ء میں مبارکپور حاضر ہوا تھا۔ان کے حکم وارشاد سے سرتابی کی مجال نہیں تھی ۔پھر انہوں نے بخشنے اور نوازنے کے لئے طلب فرمایا تھا۔اس لئے جب پہلی فرصت میں ان کی قیام گاہ پر شرف ملاقات و نیاز کے لئے حاضر ہوا تو ایسا محسوس ہو رہا تھا۔آج آپ کا ابر کرم جھوم جھوم کر برس رہا ہے ۔جیسے ہی آپ کی نگاہ میرے اوپر پڑی۔آپ کی زبان فیض ترجمان سے ''مرحبا مرحبا'' کی صدا بلند ہوئی۔میں نے حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ سے خدا جانے کتنی مرتبہ خلوت وجلوت میں شرف ملاقات حاصل کیا تھا لیکن آج آپ سے ملاقات کچھ نرالی شان کی تھی ۔میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ ایسی پذیرائی اس بارگاہ بلند میں اس ادنی کفش بردار کی ہوسکتی ہے ۔ابھی ابھی مرحبا مرحبا کی صداؤں سے میری روح وجد میں تھی ۔اور میں تیزی کے ساتھ آگے بڑھ کر قدم بوسی کرنا چاہتا تھا کہ آپ نے خود ہی مصافحہ و معانقہ کے شرف سے نوازا۔اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا آپ تشریف رکھیں ۔اور اپنا وہ کمبل جس کو میری نگاہوں نے بارہا آپ کے جسم مبارک پر دیکھا تھا ،اسی کو ایک تخت پر بچھا دیا۔اور اس پر بیٹھنے کا حکم صادر فرمایا۔مجھ کو حیرانی کے ساتھ سوء ادبی کا احساس ہو رہا تھا کہ وہ کمبل جس کو عصر حاضر کی ایک بڑی عظیم شخصیت کے جسم مبارک پر دیکھا ہے وہ آج اس حقیر ذرہ ناچیز کے پیروں تلے رہے اس احساس سے بیٹھنے کی جرأت نہیں کر رہا تھا لیکن پیہم اصرار اور الامر فوق الادب کے بموجب چارو نا چار تخت پر بیٹھ گیا ۔اور کمبل کو اٹھا کر اپنے اوپر رکھ لیا۔پھر حضرت نے خود چائے بنا کر پلائی''(حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۳۶)

بہی خواہی وخردنوازی:۔

(۲) مولانا مبین الہدی صاحب نورانی تحریر کرتے ہیں:۔

''مجھے اس کا اعتراف ہے کہ میں ان (حافظ ملت) کا ایک ادنیٰ شاگرد ہوں۔ حافظ ملت کے قابل فخر تلامذہ کے سامنے میری حقیقت ہی کیا ہے۔ من آنم کہ من دانم لیکن ہاں اس خوش بختی پر نازاں بھی ہوں کہ مجھ بے مایہ پر حافظ ملت کی جو خاص نوازش رہی ہے وہ کم ہی لوگوں کو حاصل ہے۔ یقین نہ ہو تو مکتوبات حافظ ملت کے ان اقتباسات کو پڑھ ڈالیے جو میرے والد اور میرے نام ہیں۔

میرے نام ایک مکتوب کا اقتباس حاضر ہے:۔

''آپ کی تو بڑی خصوصیت ہے آپ حضرت سراج الملت دامت برکاتہم کے چشم وچراغ ہیں آستانہ عالیہ کے نونہال ہیں محض آپ ہی کی وجہ سے میں نے ابتدائی کتابیں پڑھائیں اور کافی محنت کی ...... میں آپ کا مخلص بہی خواہ ہوں آپ کو بہتر سے بہتر اور قابل سے قابل تر دیکھنا چاہتا ہوں دعا کرتا ہوں مولائے قدیر آپ کی عمر میں برکت علم و فضل میں وسعت عطا فرمائے عالم دین خادم دین اور آستانہ عالیہ کا روشن چراغ اور اپنے وقت کا آفتاب بنائے۔''

(حافظ ملت نمبر ص ۳۰۳)

طاقت سے زیادہ کام نہیں لیا:

اولا تو حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنا سارا کام خود کرتے تھے اور اگر کبھی کوئی شاگرد اپنی سعادت مندی کے طور پر آپ کا کوئی کام کرنا بھی چاہتا تو اس کی طاقت سے زیادہ کام اس سے کبھی نہیں لیتے۔

محدث کبیر حضرت ضیاء المصطفیٰ صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''حافظ ملت علیہ الرحمہ ان انسانوں میں سے تھے جو اپنا کام خود کرنے میں کبھی عار نہیں سمجھتے تھے۔

خود راقم الحروف کے ساتھ جو واقعہ ہوا وہ بھی ملاحظہ کیجئے:

ایک بار کی بات ہے تعلیمی سال کا آغاز۔ شروع شوال کی تاریخیں چل رہی تھی، میں وطن سے آکر حضرت کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ حضرت بھی غالباً اسی دن مرادآباد سے تشریف لائے تھے۔ پہونچا تو دیکھا حضرت آنگن میں صفائی کررہے ہیں۔ سلام ومصافحہ کے بعد میں نے صفائی کا کام پورا کیا۔ اور حضرت کا پلنگ جو آنگن میں تھا برآمدہ میں لے جانے کے لئے اٹھایا۔ حضرت اس وقت اپنے تخت پر بیٹھے کسی کام میں مصروف تھے، پلنگ میری اوقات سے بھاری تھا جانہ سکا۔ حضرت کی نظر پڑگئی وہیں سے بولے نہیں نہیں نہیں نہیں اور آنگن میں پلنگ کے قریب آکر فرمایا ''خبردار! یہ بات ہمیشہ یاد رہے کہ اپنی بساط سے زیادہ وزن کبھی نہیں اٹھانا چاہئے۔ ایسا کرنے سے بعض اوقات سخت جسمانی نقصان ہوتا ہے۔''

طلبہ کی خیر خواہی :۔

حضور حافظ ملت کو طلبہ اولاد کی طرح عزیز تھے وہ ہمہ وقت ان کی بھلائی اور خیر خواہی کے متمنی رہا کرتے تھے۔وہ طلبہ کی کوتاہی پر ان کی سرزنش بھی فرماتے نصیحت بھی کرتے اور ان پر شفقت بھی لٹاتے ۔

حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ۔

''ایک دن مجلس درس میں ارشاد فرمایا کہ استاذ شاگردوں کے فکر و ذہن کا معمار اور ان کی سیرت و کردار کا معالج ہوتا ہے اور ایک معالج کی بہتریں جگہ بیماروں کا حلقہ ہے،تندرستوں کی انجمن نہیں ہے ۔'' (حافظ ملت نمبر ص ۱۲۵)

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان ہمیشہ اور ہر حال میں علما وطلبہ،عوام وخواص کی خیر خواہی ملحوظ رکھتے گویا آپ ''النصح لکل مسلم'' ہر مسلمان کی خیر خواہی کا نمونہ تھے۔(مسلم شریف)

آپ درسگاہی نصیحتوں کے علاوہ التزام کے ساتھ سال میں دو تین بار اساتذہ اشرفیہ کی موجودگی میں تمام طلبہ کو مفید نصیحتوں سے نوازتے طلبہ الجامعۃ الاشرفیہ سے آپ کے خطاب کے ایسے ہی حسب ذیل دو نمونے پیش ہیں۔

طلبہ سے خطاب

مرتبہ: مولانا محمد عبدالمبین مصباحی نعمانی

☆☆☆

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے یہ خطاب اس وقت فرمایا جب کہ حضرت شمس العلما علامہ مولانا شمس الدین صاحب جونپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشرفیہ سے مستعفی ہوکر حافظ ملت کی عدم موجودگی میں تشریف لے جاچکے تھے اور طلبہ میں ایک ہنگامی کیفیت پیدا ہوگئی تھی ۔

آپ نے یہ خطاب ۹ر مئی ۱۹۷۶ء مطابق ۸ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ بروز یک شنبہ الجامعۃ الاشرفیہ کے شاہ ہال میں فرمایا:

خطبہ کے بعد ارشاد فرمایا:

وقت بہت قیمتی چیز ہے، گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں، وقت کا ضائع کرنا بہت بڑی بے وقوفی ہے اور خاص کر تعلیم کے اوقات کو تو بالکل ضائع نہیں کرنا چاہئے اس لیے کہ یہ سب سے قیمتی اوقات ہوتے ہیں تعلیم کے سلسلے میں طلبہ کو تین دور سے گذرنا پڑتا ہے پہلا درجہ مطالعہ کا ہے کہ کتاب پہلے خود سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے ۔

دوسرا یہ کہ استاذ جو سمجھا جائے اس کو غور سے سنا اور سمجھا جائے اور جو سمجھ میں نہ آئے دیانت کا تقاضا ہے کہ اس کو استاذ سے پوچھا جائے نہ سمجھنے کی صورت میں خاموش رہنا بڑی بد دیانتی ہے ۔

تیسرا درجہ ہے تکرار کا اس سے تدریس کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور پڑھانے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔اب جو

طالب علم ان تینوں دور سے گذر کر تعلیم حاصل کرے گا۔ وہ یقیناً با صلاحیت ذی استعداد اور قابل ہوگا اور جس نے اس طریقے کو نہیں اپنایا وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

بعض طلبہ سمجھتے ہیں کہ طالب علمی کا دور آزادی کا دور ہے اس میں جتنا چاہو کھیل کود لو حالانکہ یہ زمانہ انتہائی پابندی کا زمانہ ہے اس وقت جس چیز کی پابندی کی عادت پڑ جائے گی وہ ہمیشہ باقی رہے گی لہذا اس وقت طلبہ کو نہایت پابندی کے ساتھ اپنے اوقات کو کام میں لانا چاہئے تاکہ جب آپ یہاں سے فارغ ہو کر نکلیں تو ہر جگہ کامیاب ہوں اور آپ کا قول ہی نہیں آپ کا فعل و کردار بھی ہدایت کا کام کرے لوگ آپ کے کردار کو نمونہ بنائیں اور اس سے ہدایت حاصل کریں اور یہ اسی وقت ہوگا جب آپ پہلے یہاں ہر چیز میں پابندی کی عادت ڈال لیں گے، پڑھنے کے اوقات میں پڑھنے میں پورے انہاک کا ثبوت دیں گے اور اس کی پوری پابندی کریں گے، نماز میں جماعت کی پابندی کریں گے اور حقیقت میں نماز تو جماعت ہی کی نماز ہے ورنہ صرف فرض کی ادائیگی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

"اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْ مَعَ الرّٰکِعِیْن" (پ۱، ۵)

نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

یعنی جماعت سے نماز پڑھو تو جماعت کی تاکید آئی ہے اس کے علاوہ احادیث میں بھی جماعت کی بہت تاکید آئی ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز بغیر جماعت کی نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے اور ایک حدیث میں تو ہے کہ حضور نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے گھر جلانے کا ارادہ فرمایا تھا۔

آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آنا چاہئے بڑوں کی تعظیم کرنی چاہئے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا"

جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے، بڑے کی تعظیم و توقیر نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

کیا مطلب یعنی سرکار اس کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک رہے ہیں اور اپنی جماعت سے الگ فرما رہے ہیں بہت سخت لفظ ہے۔ "فلیس منا" کا یہ سرکار کا قول صرف پڑھنے کے لیے نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اور تعلیم کا دین کا اور اسلام کا بھی حاصل یہی ہے کہ سرکار کے اقوال کو پڑھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور اسی کے مطابق زندگی گزاری جائے ورنہ پڑھنا بیکار ہے۔

یہ عام باتیں تھیں جن کو میں اکثر کہا کرتا ہوں پھر دوہرا دیا ہے۔ بہر حال یہ آپ حضرات کی ذمہ داری ہے کہ نظام تعلیم و تعلم میں کسی قسم کا فرق نہ آئے۔ اشرفیہ کو بہر حال اس حال پر چلنا ہے پھولنا ہے اس کی پستی کو میں کسی طرح برداشت نہیں کرسکتا اس کے لیے "عبد العزیز" اپنی جان کھپا سکتا ہے اپنے کو مٹا سکتا ہے مگر آخری دم تک اس کی

پستی کو نہیں دیکھ سکتا۔

اشرفیہ برابر بڑھ رہا ہے، ترقی کر رہا ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ اشرفیہ نے جو اتنی ترقی کی ہے اور ترقی کرے، اس کا تعلیمی نظام بہتر سے بہتر ہو۔ آپ حضرات (طلبہ) محنت سے پڑھیں۔ اصل مقصد تعلیم ہے عمارت نہیں، عمارت تعلیم ہی کے لیے بنائی گئی اور ماشاء اللہ میں نے ایک نظر میں یہ اندازہ لگا لیا ہے کہ اس وقت کے ہمارے اساتذہ سب کے سب نہایت ذی استعداد شفیق اور مہربان ہیں اور ہمیشہ سے ہمارے اساتذہ طلبہ پر شفقت کرتے رہے ہیں۔ ان سے ہمیں کچھ نہیں کہنا ہے ہمیں آپ سے ہی کہنا ہے کہ ان کا پورا پورا ادب ولحاظ کریں، ان کے وجود کو غنیمت جانیں، جی لگا کر پڑھیں، اپنے اوقات کو ضائع نہ کریں" (ماہنامہ اشرفیہ جنوری ۱۹۸۳ء ص ۱۱، ۱۲، ۲۳)

خلاصۂ خطبات:۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے خطبات سے طلبہ کی خیر خواہی اور اساتذہ کو ان کے فرائض منصبی کی یاد دہانی نیز باہمی آداب وشفقت سے متعلق حسب ذیل نظریات سامنے آتے ہیں:۔

۱۔ وقت کی اہمیت

۲۔ زمانۂ تعلیم طلبہ کے لئے مجاہدہ وریاض کا زمانہ ہے۔ انہیں اپنی ساری توجہ حصول علم کی طرف مبذول کرنی چاہیے۔

۳۔ نماز با جماعت کی پابندی کا دور طالب علمی ہی میں عادی بن جانا چاہئے

۴۔ اساتذہ کا ادب واحترام، ان کے احکام کی پابندی نیز اراکین ادارہ (جامعہ) کا بھی ادب واحترام کرنا چاہئے۔

۵۔ اساتذہ اپنے فرائض منصبی یعنی طلبہ کی تعلیم وتربیت کی طرف بھرپور توجہ دیں نیز ان سے شفقت ومحبت سے پیش آئیں۔

(۱) وقت کی اہمیت:۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان طلبہ کے اوقات کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے۔ "اعظم المصائب فوت الوقت بلا فائدۃ" "اپنے وقت کو بیکار گذار دینا سب سے بڑی مصیبت ہے" اس ضمن میں ارشاد فرماتے جمعرات اور جمعہ کی چھٹیاں ہفتہ بھر میں پڑھے ہوئے اسباق کو دیکھنے کے لئے ہوتی ہیں۔ ایک مرتبہ فرمایا ,,ہر سبق اس طرح پڑھنا چاہئے کہ اسی سبق کا امتحان دینا ہے،،

طلبہ پر حافظ ملت کی نصیحتوں کا اثر یہ تھا کہ حضرت حافظ ملت کے تلامذہ میں اکثر جماعتیں ایسی ہوتی جن میں دو چار طلبہ بہت اچھے اور قابل ہوتے اور نسبتا جو اچھے نہیں ہوتے وہ بھی آج کے لائق ذکر طلبہ سے اچھے ہوتے۔

(معارف حافظ ملت ص ۶۴)

(ب) طلبہ کبر و نخوت سے بچیں:۔

محنت سے پڑھنے والے طلبہ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کبھی رشک کی منزل سے نکل کر حسد کی حد میں داخل ہو جاتی ہے اور کبر و نخوت کے ذہن میں ہم چنیں دیگرے نیست کا ظہور ہونے لگتا ہے۔

اس طرح کی ذہنیت کے خاتمہ کے لئے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے قول کی روایت حضرت مولانا تفسیر القادری صاحب استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی سے سن کر راقم کو بھی یاد آیا کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے۔

''ہر کہ داند کہ کل داند او ہیچ نداند، و ہر کہ داند کہ ہیچ نداند او کل داند''

جو اس گمان میں رہتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے وہ کچھ نہیں جانتا ہے اور جو اپنے بارے میں یہ خیال رکھتا ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا ہے وہ کل جانتا ہے۔(معارف حافظ ملت ص ۶۴۔۶۵)

(ج) وضع علما:۔

حضرت حافظ ملت طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ''انسان اپنے معاشرے کے لباس و کردار میں رہتا ہے تو اس کی عزت ہوتی ہے اور جب انسان اپنے معاشرے کا لباس اور کردار چھوڑ دیتا ہے تو لوگوں کی نگاہوں سے گر جاتا ہے۔

''الناس باللباس'' کے مقولہ کو قدرے ترمیم سے فرماتے ''العلماء باللباس ''علما'' علما کے لباس میں رہیں تو ان کی عزت ہوگی۔اس سلسلہ میں فرماتے، پنجابیوں کا طریقہ سر پر پگڑی باندھنا ہے ہاتھ میں کڑا پہننا ہے پنجابی اپنے اس شعار کے ساتھ دنیا میں جہاں بھی چلا جائے اس کی عزت ایک پنجابی کی حیثیت سے ہوگی۔اور اگر وہی پنجابی اپنی پگڑی اتار دے، بال کٹوا لے، ہاتھ سے کڑا نکال دے تو اس کو اس نگاہ سے نہیں دیکھا جائے گا جس نگاہ سے پنجابی کو دیکھا جاتا ہے۔(معارف حافظ ملت ص ۶۶)

(د) راقم الحروف کو ایک بار کسی جلسہ میں جانے کا حکم دیا ساتھ ہی ارشاد فرمایا شیروانی ضرور پہن لیجئے گا ورنہ کون سمجھے گا کہ مولانا بدرالقادری یہی ہیں اسی طرح بمبئی میں عاشورا کے موقع پر شہید اعظم کانفرنس ہوتی تھی۔حضرت پہلے تشریف لے گئے مجھ سے فرمایا آج آپ کو تقریر کرنی ہے۔وقت پر شیروانی وغیرہ پہن کر پہونچ جایئے گا۔

(ہ) فارغ شدہ تلامذہ کی خیر خواہی:۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی خیر خواہی کا عنصر طلبہ کے دور طالب علمی ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ ہر ملاقات میں مفید نصیحتوں سے نوازتے، خطوط کے جواب میں خیر خواہی کا عنصر غالب رہتا، کسی کو کہیں خدمت دین کے لیے بھیجتے تو خلوص و للٰہیت کے ساتھ کام کرنے کی تلقین کے ساتھ اس نوع خدمت میں بہتر کارکردگی کی صورتیں ضرور بیان فرماتے۔

راقم الحروف کو جامعہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف غالبا ۱۹۷۲ء کے اواخر میں جانے کا حکم دیا تو فرمایا۔''انسان کتنا ہی قابل ہو اگر پہلے سبق میں کامیاب ہو گیا تو کامیاب مدرس شمار کیا جائے گا''

حضرت حافظ ملت کی اس نصیحت پر عمل کا ثمرہ جو ظاہر ہوا وہ آج بھی مسعود العلوم کے بام و در سے پوچھا جا سکتا ہے۔اسی طرح ہر ایک کو مفید نصیحتوں کے ساتھ ہی کہیں بھیجتے۔اب ان خیر خواہی کی نصیحتوں پر عمل کرنا ہمارا اپنا کام تھا۔ کسی کو کہیں بھیجتے وقت خیر خواہانہ کبھی یہ نصیحت بھی فرماتے''طلبہ سے خدمت لینا کچھ عیب کی بات نہیں ہے مگر خدمت کے ایسے انداز سے پرہیز ضروری ہے جس سے کسی کو شکایت اور فتنہ انگیزی کا موقع ملے۔

کبھی فرماتے بہرہ اور گونگا بن کر کام کرنے سے کام ہوتا ہے۔یعنی کس نے کیا کہا گویا ہم نے سنا ہی نہیں یہ بہرہ پن ہوا۔اور فتنے کی باتیں جب نہ سننے کی منزل میں ہیں تو زبان سے جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں یہ گونگا پن ہوا۔(معارف حافظ ملت ص ۶۷)

طلبہ کو خدمت دین کی تلقین:

حافظ ملت نے اپنے تلامذہ کے لئے خدمت علم کو ریاضت و مجاہدہ کی حیثیت دیدی تھی۔غیر مدرس علما کو وظائف و اوراد بھی تعلیم فرماتے۔روحانی ورزش بھی کراتے اور بزرگان دین اور مشائخ سلاسل کے اعمال و اشغال بھی عطا کرتے مگر اوراد و وظائف طالب کی حیثیت کے لحاظ سے ہی ہوتے۔

دارالعلوم اشرفیہ کے ایک فاضل فراغت کے ایک سال بعد تدریسی خدمت کے زمانے میں حضرت کے پاس آئے حصول برکت اور طلب دعا کے ساتھ ساتھ دعائے گنج العرش اور درود اکبر پڑھنے کی اجازت طلب کی۔حضرت نے اجازت دیدی۔انہوں نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ حضور دلائل الخیرات شریف کی بھی اجازت عطا ہو۔فرمایا صوفی (۱) نہیں بننا ہے خدمت دین کے لیے پڑھایا ہے۔(معارف حافظ ملت ص ۵۷)

ہر جہت سے طلبہ کی خیر خواہی:

حضرت حافظ ملت اپنے طلبہ کے لئے صرف ایک مثالی معلم ہی نہیں تھے،وہ ان کے مربی و کفیل اور معالج و مسیحا بھی تھے۔انہیں دور طالب علمی میں کس طرح رہنا ہے،عملی میدان میں اترنے کے بعد کس طرح کامیابی حاصل کرنی ہے وغیرہ ہر جہت سے نصیحت کرتے،کامیابی کا گر سکھاتے۔

تندرستی کی اہمیت:

کہاوت ہے''تندرستی ہزار نعمت ہے''اگر انسان صحت مند نہیں ہوگا تو نہ تو دنیا کے کام کر سکتا ہے نہ دین کے۔

(۱) حضرت حافظ ملت اپنے شاگردوں کو صحت کا خیال رکھنے کی خصوصی تاکید فرماتے تھے۔مولانا محمد اسلم صاحب اس سلسلے میں اپنا ایک واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

’’راقم الحروف ایک بار جمشید پور جاتے وقت طلب دعا کے لیے حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا: مروجہ کھانے سے جسم میں جان تو باقی رہے گی مگر کام کرنے کی طاقت نہیں ملے گی۔تادم آخر کام کرنے کے لیے صحت ضروری ہے اس لیے کچھ طاقت کی چیزوں کا استعمال ضرور رکھو اور مختصر تنخواہ میں ہوگا بھی کیا کم از کم دو ایک چھوہارا اور ایک پاؤ دودھ کا استعمال رکھو۔‘‘ (معارف حافظ ملت ص ۵۹)

(ب) راقم الحروف کو بھی حضرت حافظ ملت نے صحت اور قوت جسمانی کی طرف خیال کرنے کی تلقین فرمائی۔ایک بار حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے جسمانی قویٰ کی طرف مجھے ان الفاظ میں متوجہ فرمایا۔

’’اپنی صحت ،اور جسمانی قوت کی طرف خیال کیجیے، دین اور دنیا کا ہر کام تندرستی چاہتا ہے۔دین کی اچھی خدمت بھی اچھی صحت اور تندرستی پر موقوف ہے۔اس لئے صحت اور تندرستی کا اہتمام کرنا چاہیے‘‘

(ج) دانتوں کی حفاظت کا عمل:

دانتوں کی موجودگی میں انسان کی زبان سے صاف اور شستہ انداز میں کلمات کا ظہور ہوتا ہے اور متکلم کی پوری بات مخاطب بڑی آسانی سے سمجھ لیتا ہے لہذا تدریس وتقریر نیز نعتیہ ومنقبتیہ کلام سے خدمت دین اور تبلیغ میں دانتوں کی حفاظت اور صحت کا لحاظ بھی ناگزیر امر ہے۔

حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مصباحی عزیزی کے سامنے ایک بار حضرت حافظ ملت نے دانتوں کی حفاظت کا عمل اس طرح بیان فرمایا:۔

’’وضو کرتے وقت کلی کرنے کے بعد اوپر کے سامنے والے دانتوں پر شہادت کی انگلی رکھ کر "ایاك نعبد" پڑھتے ہوئے شہادت کی انگلی کو دائیں طرف مسوڑے تک لیجائے پھر اوپر کے سامنے والے دانتوں پر شہادت کی انگلی رکھ کر "ایاك نستعین" پڑھتے ہوئے بائیں طرف مسوڑے تک شہادت کی انگلی لے جائے پھر اسی ترتیب سے نیچے کے سامنے والے دانتوں پر شہادت کی انگلی رکھ کر "ایاك نعبد" پڑھتے ہوئے دائیں طرف شہادت کی انگلی لے جائے پھر نیچے کے سامنے والے دانتوں پر شہادت کی انگلی رکھ کر "ایاك نستعین" پڑھتے ہوئے بائیں طرف شہادت کی انگلی لے جائے۔تیسری مرتبہ نیچے اور اوپر کے دانتوں کو ملا کر شہادت کی انگلی اس طرح سامنے والے دانتوں پر رکھے کہ نیچے اور اوپر کے دانتوں پر شہادت کی انگلی پڑے اور "ایاك نعبد" پڑھتے ہوئے دائیں طرف شہادت کی انگلی لے جایئے پھر بائیں طرف "ایاك نستعین "پڑھتے ہوئے شہادت کی انگلی لے جائے۔

پھر ارشاد فرمایا: اس ترکیب پر عمل کرنے سے انشاء المولیٰ تعالی عامل کے دانت عامل کے ساتھ قبر میں جائیں گے یعنی تادم آخر دانت محفوظ رہیں گے‘‘۔(معارف حافظ ملت ص ۵۹۔۶۰)

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ اس عمل سے دانتوں کے ساتھ بے احتیاطی کے باوجود ان کے دانت آج تک محفوظ ہیں۔(ایضا ص ۶۰)

تقریر کے سلسلے میں نصیحت :

حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ اپنے طلبہ کو وعظ وتقریر کے سلسلے میں بھی نصیحت فرماتے تھے۔

چونکہ وعظ وتقریر بھی تبلیغ اور اصلاح کا ایک ذریعہ ہے لہذا موثر تقریر سے عوام کے دل و دماغ پر اثر ہوتا ہے اور وہ حق قبول کر کے اپنے عقائد واعمال پختہ و درست کرتے ہیں لہذا مقرر کو چاہئے کہ تقریر کا ایسا انداز اختیار کرے جسے عوام وخواص سبھی پسند کریں اور جو ہر ایک کو متاثر کر سکے۔

اس سلسلے میں راقم الحروف اپنا ایک واقعہ نقل کر رہا ہے:۔

وعظ وتقریر کا مقصد :۔

مبارکپور محلہ پرانی بستی میں حاجی رحمت اللہ صاحب کے آنگن میں میلاد شریف کی مجلس آراستہ تھی ،حافظ ملت میر مجلس تھے۔مبتدی طلبہ مشقی تقریریں کر رہے تھے ۔حضرت کا اشارہ پا کر میں بھی کھڑا ہوا۔اور رٹی رٹائی ہوئی ایک دس منٹ کی تقریر کر ڈالی تقریر کا ابتدائیہ کچھ اس طرح تھا۔

''نقش، نقاش کے وجود پر دلیل ،تصویر، مصور کے وجود پر برہان ،اور مصنوع ،صانع کے وجود پر حجت ناممکن ہے کہ نقش کو دیکھیں اور نقاش کے وجود کا یقین نہ ہو۔

ہم لوگوں کی یہ عادت تھی کہ تقریر وغیرہ کرنے میں سامعین سے زیادہ حضرت کے ردعمل پر دھیان دیتے تھے۔میری تقریر پر حضرت سرخمیدہ ،رومال منہ پر رکھے ہوئے تبسم فرماتے رہے۔میلاد شریف ختم ہوا ،تو حضرت نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''ایک نواب صاحب کی حکایت ہے کہ وہ ایک بار اپنی زمینداری کا دورہ کرنے گئے۔ بہت سے کسان مزدور یہ سن کر کہ نواب صاحب آئے ہیں ۔حاضر ہوئے نواب صاحب نے ان پڑھ، گنوار مزدوروں سے ان کی زبان میں مخاطب ہونے کے بجائے فارسی زبان میں بایں الفاظ گل افشانی کی ۔امسال برکشت گندم تقاطر امطار شد کہ نہ شد۔وشد تو چنداں شد۔؟ دہقان مزدوروں نے نواب صاحب کا کلام بلیغ سنا تو باہم یہ کہتے ہوئے ان کے پاس سے چلتے بنے ۔کہ بھیا لوگو !چلو نواب صاحب ابھی قرآن شریف پڑھ رہے ہیں ۔وہی حال آپ کا ہے ۔بھلا بتایئے ان لوگوں میں ، برہان وحجت کو کون سمجھے گا؟ ہر بات مخاطب کے لحاظ سے کہی جاتی ہے وعظ اور تقریر کا مقصد لوگوں کو دینی اسلامی مفید باتیں بتانا ہے جن باتوں کو لوگ سمجھیں گے ہی نہیں ،ان سے فائدہ کس طرح اٹھائیں گے؟

اسی طرح مضامین تقریر کے انتخاب کا ذکر کرتے ہوئے ایک بار فرمایا۔

''وعظ اور تقریر میں ایسے مضامین ہوں ،جن سے پہلے خود مقرر کا دل متاثر ہوا ہو۔ایسی باتیں سننے والوں کو بھی متاثر کرتی ہیں۔

ع ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد

تقریر اور تردید کا موثر طریقہ:۔

حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز نے طلبہ میں پختہ صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کے ساتھ تقریر و تردید سے بھی دینی خدمت کا فریضہ انجام دیا ہے۔ آپ طلبہ کو یہ ذہن دیتے تھے کہ تردیدی تقریر کا موثر طریقہ یہ ہے کہ اپنے مسلک کو قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ سے ثابت کردیا جائے اس میں یہ بھی خیال رکھا جائے کہ مجمع میں کچھ لوگ پڑھے لکھے ہوتے ہیں کچھ لوگ کم پڑھے لکھے ہوتے ہیں اور کچھ بالکل ناخواندہ لہذا تقریر ایسی ہونی چاہئے کہ سب لوگ اپنے اپنے معیار اور سمجھ کے مطابق کچھ لے کر جائیں۔

اس کا خاطر خواہ اثر بھی ہوا اور آپ کے طلبہ نے آپ کی نصیحت پر عمل کر کے ہمیشہ بد مذاہب کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کی۔

درس حق گوئی:۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ایک نائب رسول، ایک عالم ربانی وہ مرد مومن اور شیر خدا ہوتا ہے جو سخت سے سخت ابتلا و آزمائش کے ماحول میں بھی کسی مصلحت سے سمجھوتہ نہیں کرتا۔ وہ ہر حال میں حق کا پرچم بلند رکھتا ہے چاہے اسے دار و رسن کی منزل سے ہی کیوں نہ گزرنا پڑ جائے۔

طالبان علوم دینیہ ہی مستقبل کے قومی و ملی قائد ہوتے ہیں، ملت کی صلاح و فلاح کی اہم ذمہ داری انہی کے سر ہوتی ہے لہذا حضرت حافظ ملت اپنی تربیت گاہ سے ایسے علما نکالتے تھے جو علم و قلم کے دھنی بھی ہوں اور سبھی شعبہ ہائے حیات انسانی میں جرأت و بے باکی کا مظاہرہ کر کے غلبۂ اسلام کا کارنامہ انجام دیں۔

حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی تحریر کرتے ہیں:

''حضور حافظ ملت نے ہمیشہ طلبہ کو اس بات کا درس دیا کہ حق بات ضرور کہو خواہ اس کے لیے کتنے ہی ابتلا و آزمائش کے مرحلوں سے گزرنا پڑے۔" افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر " آپ نے ہمیشہ طالبانِ علم نبوت کے جائز موقف کی حمایت کی اور مصلحتوں کے سامنے سرنگوں نہ کر کے ہمیشہ ان کی علمی انا اور جذبۂ حق گوئی کو مجروح ہونے سے بچایا۔ اشرفیہ کی زندگی میں بارہا ایسے مقامات آئے جب طلبہ نے ایسی حق بات برملا کہہ دی جس سے بعض حضرات کے پندار کو ٹھیس پہونچتی تھی۔ بعض مصلحت اندیشوں نے طلبہ کے اقدامات کو نقصان دہ قرار دیا۔ مگر حضور حافظ ملت نے ہمیشہ مسرت کا اظہار فرمایا۔ اس لیے کہ ان کی مدبرانہ فراست یہ پسند نہیں فرماتی تھی کہ جن طلبہ کے کاندھوں پر

مستقبل قریب میں ملت کی قیادت وامامت کا بوجھ پڑنے والا ہے۔ان کو مصلحتوں کا پابند بنادیا جائے۔
(حافظ ملت نمبر ص ۳۳۶)

استعداد کے ساتھ اخلاص:۔

حضور حافظ ملت اپنے طلبہ کو ہر اچھائی اور سچائی کی نصیحت فرماتے تھے۔آپ خلوص کے ساتھ دین کی خدمت انجام دینے کی بابت فرماتے تھے۔

مسلمان کو دنیا میں زیادہ آرام کی تلاش میں نہیں پڑنا چاہئے کام زندگی ہے اور آرام موت۔الجامعۃ الاشرفیہ کے اہل انتظام کے اندر کئی بار میری جگہ کسی اور کو شعبہ نشریات میں رکھنے کی گفتگو اٹھائی گئی۔شدہ شدہ ایک بار اس کی خبر مجھے بھی ہوئی اتفاق سے اسی روز حضرت کی خدمت میں جانا ہوا۔دوران گفتگو آپ نے فرمایا میاں! کام کرنے کے لیے صلاحیت اور استعداد کے ساتھ ساتھ اخلاص بھی بہت ضروری ہے۔

طلبہ پر شفقت:۔

طلبہ، حضور حافظ ملت کے بوستان تدریس وتربیت کے گل بوٹے تھے۔ان گل بوٹوں اور چمنستان اشرفیہ کو بہاروں کا شباب عطا کرنے کے لیے آپ نے اپنا خون جگر تک لٹا دیا۔طلبہ پر آپ باپ کی طرح شفیق تھے۔

ایک باپ بھی بعض اوقات اپنے چند بیٹوں کے درمیان اپنی محبت وشفقت کا توازن قائم نہیں کر پاتا اور کسی کے ساتھ امتیازی شفقت کرتا ہے اور دوسرے کے ساتھ کم التفاتی کرتا ہے۔مگر یہ عجیب بات ہے کہ حافظ ملت کے تلامذہ میں کوئی ایک بھی تو ایسا نہیں ملتا جسے ان کی عدم التفاتی کا شکوہ ہو۔

علامہ ارشد القادری لکھتے ہیں۔

”حافظ ملت کا مشفقانہ سلوک کتنا عجیب وغریب تھا کہ ہر شخص اس خیال میں مگن رہتا تھا کہ حضرت مجھ ہی کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔محبت کی متوازن تقسیم یوں بھی ہو سکتی تھی کہ ہر شخص یہ محسوس کرتا کہ حضرت سب کو مساوی طور پر چاہتے ہیں۔لیکن ہر شخص کی یہ خوش عقیدگی کہ حضرت مجھی کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں بلا شبہہ شفقت ہی کا نہیں بلکہ ذہانت وتدبر کا بھی کمال ہے۔اور حیرت دو چند ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ تلامذہ کی یہ خوش عقیدگی عارضی نہیں تھی جسے کسی وقتی التفات کا نتیجہ قرار دیا جائے اور پھر نئے تجربات کے بعد ان کا احساس بدل جائے۔بلکہ یہ خیال ایک بار جس کے دل میں جاگزیں ہوا رگ جاں کی طرح زندگی بھر کا رفیق ہو گیا“ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۲۳)

اس باب میں حافظ ملت علیہ الرحمہ اولیاے کبار کے مظہر نظر آتے ہیں جن کو رب تعالیٰ نے شان محبوبیت سے نوازا تھا جن کا ہر اہل ارادت یہی خیال کرتا تھا کہ آقائے نعمت سب سے زیادہ مجھ پر کرم فرماتے ہیں۔حافظ ملت پر یہ خصوصی فیضان غوثیت ہے کہ ان کا ہر تلمیذ و مرید اس بادۂ احساس سے سرشار ہے۔

یہی علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ مزید فرماتے ہیں:

''استاذ شاگرد کا تعلق عام طور پر حلقۂ درس تک محدود ہوتا ہے لیکن اپنے تلامذہ کے ساتھ حافظ ملت کے تعلقات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ پوری درسگاہ اس کے ایک گوشے میں سما جائے ۔ یہ انہی کے قلب ونظر کی ناپید اکنار وسعت اور انہی کے جگر کا بے پایاں حوصلہ تھا کہ اپنے حلقۂ درس میں داخل ہونے والے طالب علم کی بیشمار ذمہ داریاں وہ اپنے سر لے لیتے تھے۔ طالب علم درسگاہ میں بیٹھے تو کتاب پڑھائیں، باہر رہے تو اخلاق وکردار کی نگرانی کریں، مجلس خاص میں شریک ہو تو ایک عالم دین کے محاسن واوصاف سے روشناس فرمائیں، بیمار پڑ جائے تو نقوش وتعویذات سے اس کا علاج کریں ،تنگدستی کا شکار ہو جائے تو مالی کفالت فرمائیں پڑھ کر فارغ ہو جائے تو ملازمت دلوائیں اور ملازمت کے دوران کوئی مشکل پیش آئے تو اس کی بھی عقدہ کشائی فرمائیں۔ طالب علم کی نجی زندگی شادی بیاہ دکھ، سکھ سے لے کر خاندان تک کے مسائل میں دخیل وکار فرما۔ طالب علم زیر درس رہے یا فارغ ہو کر باہر چلا جائے ایک شفیق باپ کی طرح ہر حال میں سر پرست اور کفیل ۔ اس طرح کی ہمہ گیر اور ہمہ وقت شفقت ایک باپ سے تو ضرور متوقع ہے لیکن آج کی دنیا میں ایک استاذ سے ہرگز متوقع نہیں ہے ۔ یہی ہے وہ جو ہر منفرد جس نے حافظ ملت کو اپنے اقران ومعاصرین کے درمیان ایک معمار زندگی کی حیثیت سے ممتاز اور نمایاں کر دیا ہے۔

اور یہ لطیف نکتہ بھی ملحوظ رہے کہ دل کے کسی ایوان میں شفقت ومحبت تنہا سکونت پذیر نہیں ہوتی بلکہ اپنے بے شمار اعوان وانصار کے جھرمٹ میں رہتی ہے تحمل، ایثار، اخلاص، بلند ہمتی، حلم و درگزر، استقامت واستقلال، ہمدردی وغمگساری، احسان وکرم، سخاوت وفیاضی، بے غرضی واستغنا، مشقت وپرسوزی، خیر خواہی وخوش اندیشی، اور صبر وضبط یہ کل کے کل شفقت ومحبت ہی کی انجمن کے حاشیہ نشین اور ارکان مجلس ہیں۔ اس لیے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ حافظ ملت اپنے دور کے ایک بے مثال شفیق استاذ تھے تو اسی ذیل میں ہم اس کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ ان محاسن میں بھی وہ اپنے عہد کے ایک منفرد معلم تھے، ایک منفرد مربی تھے'' (حافظ ملت نمبر ص ۱۲۴، ۱۲۵)

لاریب مدرسین اور طلبہ ہی حافظ ملت کے دبستان عمل کے گل بوٹے تھے ۔ علما میں مدرسین کی آپ بہت قدر کرتے تھے، مقررین کا درجہ ان کے بعد تھا۔ جب اپنے کسی شاگرد کو کہیں مدرس کی حیثیت سے روانہ فرماتے تو خاص ہدایتیں دیتے۔ اور وہاں کے ماحول اور ضرورت دینی کی جانب متوجہ کرتے ۔ تقریری دورہ پر جاتے تو جس علاقہ میں پہونچتے وہاں کے مدرسہ اور علما سے مل کر بیحد خوش ہوتے اور مفید مشوروں سے نوازتے، ترقی کی راہ بتاتے اور ضرورت محسوس کرتے تو اپنے اہل محبت وابستگان سلسلہ سے اس مقامی ادارہ کا تعاون کرنے کی خصوصی اپیل کرتے ۔ طلبہ پر بیحد شفقت فرماتے ۔ جب بھی کسی طالب علم کو مخاطب فرماتے تو اس کے درجہ کا لحاظ فرماتے ہوئے مولوی صاحب ! حافظ صاحب یا قاری صاحب کہہ کر بلاتے ۔ طلبہ کی حوصلہ افزائی کے طور پر انہیں شاباشی دیتے تعریف کرتے اور انعام سے نوازتے ۔ غریب طلبہ کی خفیہ طور پر مالی امداد کرتے ۔ اور اگر کوئی طالب علم اپنی خانگی تنگ حالی کے سبب ترک تعلیم کا قصد

کرتا تو آپ اس کی خاص طور پر مدد کرتے اور اس کے اخراجات اپنے ذمہ کرم پر لے کر اس کی تعلیم مکمل کراتے۔

حضور حافظ ملت اپنے طلبہ کے لیے صرف استاذ ہی نہیں تھے بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر ان کی راہنمائی اور ہر طرح کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فراغت کے بعد میدان عمل کا انتخاب بھی حضور استاذ العلما ہی فرمایا کرتے تھے اور میدان عمل کے نشیب و فراز اور راہ کی دشواریوں میں ان کا کرم ہمیشہ شامل حال رہا کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اشرفیہ سے جدا ہونے کے بعد بھی ان کے طلبہ ان کی شخصیت کو مرکز ثقل تصور کرتے تھے۔ اور ان کے قدموں سے وابستگی میں اپنی نجات تصور کرتے تھے۔ (حافظ ملت نمبر ص ۳۳۹)

طلبہ اور ان کے اہل و عیال تک کی کفالت:

مولانا محمد احمد مصباحی راوی ہیں: مولانا قاری محمد حسین اعظمی امام جامع مسجد جگسلائی جمشید پور نے فرمایا:

''جب میں اشرفیہ میں زیر تعلیم تھا، ایک وقت والد صاحب نے خانگی پریشانیوں کی وجہ سے، مجھے تعلیم چھوڑنے کے لیے کہا۔ لیکن حافظ ملت کو معلوم ہوا تو انہوں نے تکمیل کا حکم دیا۔ اور میری کفالت خود اپنے ذمہ کر لی بعد میں والد صاحب نے میری شادی کردی کہ شاید اس وجہ سے ترک تعلیم پر مجبور ہو، مگر حافظ ملت نے میرے ساتھ میری اہلیہ کے اخراجات کا بھی ذمہ لے لیا۔ اور کئی سال یہ سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ میری فراغت ہوگئی۔ (انوار حافظ ملت ص ۱۴)

ایک منفرد شفیق استاذ:۔

طلبہ پر شفقت و کرم نوازی کا جذبہ کسی خارجی محرک کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ یہ آپ کی پاکیزہ فطرت ہی میں داخل تھا دیکھا گیا ہے کہ عام طور سے اساتذہ اپنے محنتی ذہین اور وفا شناس شاگردوں ہی پر شفقت کے پھول برساتے ہیں اور انہیں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں لیکن حضرت کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ کند ذہن سے کند ذہن طلبہ کو بھی اسی طرح عزیز رکھتے تھے جس طرح ذہین سے ذہین اور لائق و فائق شاگردوں کو رکھا جاتا ہے۔

آپ کا دربار آغوش پدر کی طرح شفقتوں سے معطر اپنے ہر بچہ کے لیے کھلا ہوا تھا۔ ستھرا ہو یا میلا ہر کسی کو شفقت پدری کے ساتھ سینے سے لگاتے تھے۔ آپ کو کسی بھی طالب علم کو بڑے سے بڑے قصور پر مدرسہ سے اخراج ایسا لگتا تھا جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کو عاق کر دے یا جسم کے کسی بیمار عضو کو کاٹ کر جدا کر دیا جائے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ نیکوکار، صلاح پذیر اور اچھے طلبہ کو چاہنا استاذ کا کمال نہیں بلکہ یہ کمال تو شاگرد کا ہے کہ اس نے خود کو چاہے جانے کے قابل بنا لیا۔ استاذ کا کمال تو یہ ہے کہ جو چاہے جانے کے قابل نہ ہو اس کی اصلاح کر کے، اسے چاہے جانے کے قابل بنا دے۔

ع   مزہ تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

مگر آج افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ عام طور سے کمزور طلبہ کو دودھ کی مکھی کی طرح مدرسہ سے نکال پھینکا جاتا ہے، اور یہ نہیں سوچا جاتا کہ بعض کم استعداد طلبہ ہی دین کے لیے بڑے مفید ہوتے ہیں جب کہ بعض قابل

ناکارے نکلتے ہیں۔ حضور حافظ ملت اس سے خوب خوب واقف تھے۔ اور اسی پر عمل پیرا بھی۔

بچوں سے عزیز طلبہ:۔

علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی تحریر فرماتے ہیں:

''مگر حضور حافظ ملت نے طلبہ کے اندر احساس برتری پیدا فرمایا۔ قوم کے اندر مہمان رسول کی حیثیت سے ان کا تعارف کرایا۔ اور عوام سے مطالبہ فرمایا کہ وہ طلبہ کا احترام کریں۔ چنانچہ مبارکپور کے عوام نے طلبہ کو اس قدر احترام کی نگاہ سے دیکھا کہ اس کی مثال کہیں سے نہ مل سکے گی۔ ہندوستان کی تمام درسگاہوں میں اساتذہ اور طلبہ کے درمیان خادم و مخدوم کا رشتہ ہوتا ہے۔ لیکن الجامعۃ الاشرفیہ کے مخدوم گرامی وقار نے اپنے طلبہ کو اپنے بچوں سے زیادہ عزیز تصور فرمایا۔ اور طلبہ کو اتنی محبت عطا فرمائی کہ وہ اپنے حقیقی والدین کی محبت ان کی عنایتوں پر قربان کردیں۔ اپنے ہی شاگردوں کو مولانا کہہ کر یاد فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی اشرفیہ کے جملہ اساتذہ اپنے طلبہ کو اسی طرح یاد کرتے ہیں۔ جس طرح حضور حافظ ملت یاد فرمایا کرتے تھے''۔ (حافظ ملت نمبر ص ۳۴۷)

راقم پر کرم فرمائی کا ایک واقعہ:

ایک دن کی بات ہے چار بجے چھٹی ہوتے ہی ہم دونوں (جناب عبدالقادر بھائی اور راقم الحروف) پرانے مدرسہ پر پہونچ کر کھیل میں مصروف ہوگئے۔ اس بات سے بے خبر کہ کون آرہا ہے اور کون جارہا ہے۔ حضرت دیر سے تشریف لائے، ہم نے انہیں آتے ہوئے نہیں دیکھا، ہم تو اس وقت چونکے جب محلّہ کے ایک لڑکے نے کہا۔ السلام علیکم، مولانا ابا! ہم بوکھلاہٹ میں کھیل سے ہاتھ جھٹک کر کھڑے ہوگئے۔ حضرت نے نزدیک آکر پوچھا۔ کیا آج مدرسہ نہیں گئے (مخاطب ہم دونوں تھے) جیلانی بھائی بول پڑے۔ گیا کیوں نہیں تھا؟ ابھی تو آرہا ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ ''ہم لوگ چھٹی ہوتے ہی فوراً چلے آئے''۔

حضرت نے اپنی رہائش گاہ کا دروازہ کھولا، اور ہم لوگوں کو آنے کے لیے فرماکر اندر تشریف لے گئے۔ ڈبہ سے حلوا نکالا اور ہم لوگوں کو عنایت کیا۔

شاہزادگان صدر الشریعہ اور حافظ ملت کی نیازمندانہ عنایات:

تلامذہ پر حافظ ملت کی کرم نوازی سے تاریخ عزیزی لبریز ہے، مگر استاذ محترم حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے شہزادگان کے ساتھ یہ عنایات وکرم کا بادل موسلا دھار برستا تھا۔ فرزندان صدر الشریعہ میں سے بعض کو گودوں میں کھلا کر بڑا کیا اور وہی شعور کو پہونچے تو احترام وعقیدت کی کامل رعایت کے ساتھ ان کی تعلیم وتربیت فرمائی۔ اور انہیں تاعمر تاج سر بنا کر رکھا۔

حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ امجدی بن صدر الشریعہ علیہ الرحمہ انہی خوش نصیبوں میں سے ہیں۔

فرماتے ہیں:

''انہوں نے مجھے گود کھلایا۔ جب مبارکپور جامعہ اشرفیہ میں صدرالمدرسین ہوکر تشریف لائے تو میری عمر سات سال تھی میں درجہ حفظ میں داخل تھا مگر میری رہائش اور طعام کا حضرت سیدی حافظ ملت قدس سرہ نے اپنے پاس انتظام فرمایا تھا۔ اور یہ تخصیص محض حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم کی نہیں تھی بلکہ حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے تمام شہزادگان اور پوتوں کے ساتھ جنہوں نے مبارکپور میں تعلیم پائی حافظ ملت کا یہی برتاؤ تھا۔ چنانچہ مولوی قمرالہدیٰ صاحب (صدرالشریعہ کے پوتے) کی تعلیم اور خوردونوش کے سلسلہ میں حضور صدرالشریعہ کے نام مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا۔

''ان کا خوردونوش میرے ساتھ ہے۔ اور میں حضور ہی کا کھاتا ہوں اس لیے حضور اس کا قطعاً خیال نہ فرمائیں۔ حضور کی دعا کافی ہے'' (مکتوب حافظ ملت محررہ ۲ رصفر المظفر ۱۳۶۹ھ)

محترم قاری رضاء المصطفیٰ صاحب ۷ رسال کے تھے کہ حافظ ملت کے سایۂ تربیت میں آگئے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ان کی طفلانہ شرارتوں کو بھی اپنے اخلاق کریمانہ سے بطیب خاطر قبول کیا۔ بچوں کے ساتھ کھیلنے کودنے کی دھن میں کبھی گھنٹوں غائب رہتے۔ مگر حافظ ملت جب تک انہیں تلاش کرا کے ساتھ بیٹھا نہ لیتے کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔ ۷ رسال کے بچے کو سکھاتے پڑھاتے جوان کردیا حافظ قرآن، قاریٔ بے بدل کے ساتھ درس نظامیہ کی تکمیل کرادی اور ساتھ ہی ساتھ تربیت اخلاق کا پورا پورا اہتمام فرمایا۔ اور پھر عملی میدان میں اتارا تو خود ادب واحترام فرماتے۔ ان کا نہیں استاذ محترم کی نسبت کا احترام۔ محترم قاری صاحب فرماتے ہیں:

''پاکستان سے جب میں گھر (گھوسی) پہونچتا۔ تو مجھ سے ملنے کے لیے دوسرے ہی روز حضرت قادری منزل تشریف لاتے۔ بارہا میں نے درخواست کی کہ حضور میں تو خود حاضر ہونے والا تھا تو فرماتے تھے مجھے خود آکر ملاقات کرنے سے مسرت حاصل ہوتی ہے''۔ (اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۴۴۶)

مولانا قاری رضاء المصطفیٰ امجدی خطیب نیومیمن مسجد کراچی فرماتے ہیں:

''بسا اوقات حضرت چھوٹے چھوٹے جملوں میں نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ اور جب بھی ناصحانہ انداز میں کوئی بات فرماتے تو حضرت کی گویائی میں اس قدر تاثر ہوتا۔ جیسے کہ مخاطب کے دل پر آہستہ آہستہ نصیحت نقش فرمارہے ہوں یہی وجہ ہے کہ اکثر نصیحتیں اب بھی میرے دل پر نقش ہیں''۔ (اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۴۴۶)

علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری فرماتے ہیں:

''حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال کے دو سال کے بعد شوال ۱۳۶۹ھ میں حضرت والدہ ماجدہ نے تحصیل علم کی غرض سے مجھے مبارکپور بھیج دیا، ساتھ ہی حضور حافظ ملت سے اکتساب فیض کی سخت تاکیدیں بھی فرمادیں۔ بالآخر میں نے دوران تحصیل میں دس سال تک حضرت کی کفش برداری کا شرف حاصل کیا۔ اور شدت کے ساتھ یہ احساس بیدار ہوگیا کہ حافظ ملت صرف علم ہی کے کوہ گراں نہیں ہیں بلکہ وہ تعلیم وتربیت اور شفقت ومحبت میں بھی ایک شفیق باپ کی طرح ہیں۔ آپ نے ایک حد تک ہمارا داغ یتیمی بھی مٹادیا۔ (المصباح ص ۱۳)

شفقت کا پیارا انداز:۔

مولانا محمد اسلم عزیزی مصباحی لکھتے ہیں:

’’کوئی بچہ یا طالب علم یا ماتحت جب ایسا کوئی کام کرجاتا ہے جو غیر مناسب ہو تو ایسے موقع پر گدھا، بیوقوف، بے عقل، بدھو کہنے کا عام رواج ہے مگر اس طرح کے مواقع پر حضور حافظ ملت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نہ گدھا کہتے نہ بیوقوف اور نہ بے عقل فرماتے نہ بدھو بلکہ بڑے پیار بھرے انداز میں فرماتے ’’ارے جنتی‘‘!

(معارف حافظ ملت ص ۱۱۶)

جوہر شناسی اور شخصیت سازی:۔

جلالۃ العلم، استاذ العلما حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان صرف ایک منفرد معلم ہی نہیں تھے، عظیم ماہر تعلیم بھی تھے اور ماہر نفسیات بھی جو انسانوں کے اذہان ومزاج اور فطرت کی گرہیں کھول کر سامنے رکھ دیتا ہے اور پھر اس کے مزاج وفطرت کے مطابق اسے ڈھالتا ہے، نکھارتا اور سنوارتا ہے۔

آپ کے اندر جوہر شناسی ومردم شناسی کا ایسا جوہر موجود تھا کہ آپ ایک نظر میں انسان کی فطرت اور اس کے اندر پوشیدہ صلاحیت کو پرکھ لیتے تھے۔

راکھ سے سونے کے باریک ذرات کو چھان کر الگ کر لینا آپ کا کمال تھا۔ گدڑی میں چھپے لعل کو آپ کی نگاہیں شناخت کرلیتی تھیں۔

ع　　　نگاہ وہ نہیں جو سرخ وسبز پہچانے

اور پھر اس جوہر کی پرورش کے لیے حوصلہ افزا داد وتحسین اور مناسب ہدایات وتدابیر سے نوازتے۔ اس طرح بہت سے نوآموز آپ کی نگاہ کرم کا سہارا پاکر بام عروج تک جاپہونچے۔

آپ نے ایسی مومنانہ نگاہ پائی تھی کہ جس پر ڈال دی اس کی تقدیر بدل دی۔

ع　　　نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

دنیائے تعلیم وتعلم میں اچھے اساتذہ، مخلص مدرسین ہمیشہ ہی پائے گئے ہیں جن کے دلوں میں تلامذہ تک اپنا علم منتقل کرنے کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔ مگر اس جذبہ کے ساتھ ساتھ شاگردوں کے لیے حضرت حافظ ملت میں کچھ اور ایسی باتیں ضرور تھیں جو انہیں اور اساتذہ سے ممتاز کرتی ہیں۔ جوہر شناسی کا کمال ان میں بدرجۂ اتم تھا شفقتوں اور ہمدردیوں کی پوری فراوانی کے ساتھ طلبہ کی خوبیوں کی پرورش کرنا ان کا کمال تھا۔ کسی کو تدریس میں دلچسپی لیتے دیکھا تو اسی رُخ سے اس کی ذہن سازی کی۔ کسی کو افتا کے لائق سمجھا تو اس کی داشت وپرداخت میں ویسا ہی طریقہ اپنایا یا کسی کو تبلیغ وارشاد کا اہل سمجھا تو اس کو اسی ماحول میں پروان چڑھانے کی راہیں بتائیں کسی کا وعظ وتقریر کی جانب میلان دیکھا تو اس کے مقرر بنانے کی سعی کی گویا کہ طلبہ کے سادہ وصاف لوح ذہن پر نقوش تو تمام مدرسین ومعلمین ہی بناتے

ہیں حافظ ملت کی خصوصیت یہ ہے کہ جس ذہن کو جس نقش کے لائق سمجھا وہی نقش رقم کیا تا کہ ایسا نہ ہو کہ عدم دلچسپی اس نقش کو مٹا دے بلکہ طبعی میلان اور ذہنی ساخت کی مطابقت اس عنصر خاص کو چمکا دے اور نظری رجحان کی پسندیدگی طالب کو اس ''فن خاص'' کا ماہر بنا دے۔

نقش ہیں سب نا تمام خون جگر کے بغیر
عشق ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

۱۔ حضور حافظ ملت کی جوہر شناسی کی بابت علامہ یٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

''آپ کی زندگی کی ایک شاہکار خصوصیت یہ بھی ہے کہ مبارکپور کی درسگاہ علم وفن سے ایسے طلبہ کی ایک خاص نہج پر تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دی جو علم دین کے متعدد شعبوں میں اپنی صلاحیت کا استعمال کر کے کچھ مثالی خدمات انجام دے سکیں۔ آپ کے اندر جوہر شناسی کی خاص خوبی تھی۔ طلبہ کی ذہانت وزیرکی، محنت اور کدو کاوش، سلامت فطرت رجحان طبع بلند خیال، میدان عمل کی تعیین ان سب چیزوں کو حافظ ملت قدس سرہ کی دوربین نگاہیں ایک ہی نظر میں تاڑ لیتیں''

(حافظ ملت نمبر ص ۳۹۶)

۲۔ علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

رئیس یاد ہیں لاکھوں حکایتیں لیکن
کوئی سنے تو سناؤں کوئی کہے تو کہوں

''جس خصوص میں انہوں نے اپنے عصر ہی نہیں بلکہ اپنے ماضی کے بھی ہزاروں علما کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا ہے وہ ہے ان کی مردم سازی۔ اور نسل انسانی کے احیا کا مشن، اور وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ اس کا تسلسل موت کا فرشتہ بھی نہیں توڑ سکا۔ علم وآگہی اور شخصیت سازی کا جو چشمۂ فیض ان کی حیات ظاہری میں جاری تھا وہ آج بھی جامعہ کے احاطے میں ابل رہا ہے''

''ان کی فکر رسا نے اچھی طرح اس حقیقت کا سراغ لگا لیا تھا کہ کوئی قوم نہ اپنے قائد کے بغیر اپنا وجود باقی رکھ سکتی ہے۔ اور نہ ہی اپنے تشخص کا تحفظ کر سکتی ہے۔ اور یہ نکتہ بھی ان کی نگاہ سے مخفی نہیں تھا کہ تعلیم کے بغیر قیادت کی صلاحیت کا ابھرنا ممکن نہیں ہے۔

اس لیے حقائق کی روشنی میں انہوں نے ایک ایسے آفاقی سطح کے دینی تعلیمی مرکز کے قیام کا فیصلہ کیا جہاں سے علما اسلام کی بار آور نسل ہمیشہ پیدا ہوتی رہے۔ (انوار حافظ ملت ص ۱۹)

بیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے لے کر اب تک عالم اسلام کے منظر نامہ پر جو درخشاں وتاباں شخصیتیں علم ودانش کی روشنی، فکر وتدبیر کی خوشبو لٹاتی ہوئی قوم وملت کی قیادت ورہبری کا فریضہ انجام دیتی ہوئی نظر آرہی ہیں ان میں بیشتر وہی صاحبان عظمت ہیں جنہیں حضرت حافظ ملت نے نکھارا اور سنوارا ہے اور جن کی شخصیت سازی فرمائی ہے۔

حوصلہ افزائی:۔

آج عام رجحان یہ ہے کہ کسی کے لیے چند کلمات خیر کہنا بھی لوگ اپنی عظمت شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ بات اگر صرف اس منزل تک ہو کہ کسی نا اہل کو نوازنا نوازش کی توہین اور فاسد قوتوں کو بڑھاوا دیا ہے تو خیر۔ مگر یہ بھی کوئی احتیاط ہے کہ کسی حقدار کو چند حوصلہ افزا جملوں سے بھی محروم رکھا جائے۔

حضور حافظ ملت اپنے زیر تعلیم تلامذہ ہی کو نہیں، فارغ التحصیل تلامذہ بلکہ ہر فن کے فنکار کو حسب حیثیت نوازتے تھے بجا تعریف اور حوصلہ افزائی میں انہوں نے کبھی بخل نہیں کیا۔ اسٹیج پر علما کو مدارس میں مدرسین کو، درس گاہوں میں طلبہ کو ان کی لیاقت، قابلیت اور صلاحیت کے اعتبار سے نوازتے، ان کی زبان سے نکلے ہوئے کرامت آثار جملے اور حیات بخش حوصلے، مخفی قوتوں کو ابھارنے، سوتی صلاحیتوں کو جگانے، کم صلاحیت کو با صلاحیت، اور با صلاحیت کو ممتاز بنانے میں نسخۂ کیمیا ثابت ہوتے۔

مولانا یٰس اختر مصباحی اس سچائی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

''حافظ ملت کی زندگی میں حوصلہ افزائی کے شواہد بڑی کثرت سے ملیں گے۔ بعض کم فہم لوگوں کو ان کے ہمت افزا کلمات سے اپنے بارے میں غلط فہمی بھی پیدا ہو جاتی۔ اور بعض جان بوجھ کر بھی مناسب راہ نکالتے مگر بالغ نظر اور بلند حوصلہ افراد ہمیشہ اس کا مطلب یہی سمجھتے کہ حضرت یہ اس لیے فرما رہے ہیں تا کہ ہم کچھ کرتے رہیں۔ اور کسی لائق بنیں، تاہم اس کا عام فائدہ یہ ہوتا کہ کوئی مایوسی کا شکار نہ ہوتا۔ اور محنت و عمل کے جذبات کو بڑی توانائی ملتی۔ اور یہ خیال قطعاً نہ ہوتا کہ نہ میں کسی لائق ہوں۔ نہ ہو سکتا ہوں۔ در اصل یہ تصور ہر ترقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ جب کہ ہمت و حوصلہ ترقی کا بہت مضبوط زینہ ہے'' (انوار حافظ ملت ص ۴۰)

آپ مزید بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ بہت ہی پریشانیوں اور بے التفاتیوں کا شکار رہتے مگر حضرت کی مجلس میں پہنچتے تو ان کا ایک ہی جملہ ہمارے سارے غم والم کو کافور کر دیتا۔ وہ فرماتے ہیں: ۳۱ رمئی ۱۹۷۶ء کو ان کا وصال ہوا تو پورے مبارکپور ہی نہیں پورے ملک میں افسردگی اور غم واندوہ کی لہر دوڑ گئی۔ اشرفیہ کے در و دیوار کی پژمردگی اور اداسی کا کیا حال رہا ہوگا۔ اسی منظر کو اشرفیہ کی فضا میں سانس لینے اور شب و روز گزارنے والے حساس شاعر نے دیکھا اور محسوس کیا تو اسے الفاظ کے قالب میں اس طرح ڈھالا۔

سہمی سہمی فضا ہے تھر تھراتا ہے جگر
رہنمائے ملت اسلامیاں جاتا رہا
گلستان جامعہ پر چھا گئی پژمردگی
خون دل سے سینچنے والا کہاں جاتا رہا

جامعہ کا ذرہ ذرہ کررہا ہے یہ سوال
ہائے اختر میرا وہ محسن کہاں جاتا رہا
(انوار حافظ ملت ص۴۳)

شاگردنوازی:

مولانا مبین الہدیٰ گیاوی تحریر کرتے ہیں:

اپنے شاگردوں کی دینی خدمات کو سراہنا، ان کے کارناموں پر ان کی حوصلہ افزائی کرنا، انہیں اپنی دعاؤں سے نوازنا، اوران کی قابلیتوں کا برملا اعتراف کرنا حافظ ملت کی ایسی دلنواز ادائیں ہیں جن کا جواب نہیں میرے والد ماجد کے نام مکتوبات حافظ ملت کے تراشے ملاحظہ فرمائیں جن میں آپ نے اپنے چند شاگردوں سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے:

مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب کے متعلق تحریر فرمایا:

''مسند ارشاد کے آپ مسند نشین ہیں مولائے قدیر ہمیشہ شاد وآباد رکھے''

''آپ کی دینی خدمات سے بے حد مسرت ہے خصوصا اس وقت بلوں کے بند کرنے میں جونمایاں کام کیا ہے وہ ضرور قابل تحسین ولائق ستائش ہے۔ پوسٹر بہت ہی شاندار، مضمون نہایت بلند پایہ اور زوردار ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ذریعہ ہدایت قرار دے۔ مولائے کریم آپ کے فیوض وبرکات عالمگیر فرمائے۔ دیہی علاقوں کے لیے قابل مدرسین فراہم ہوجائیں، عزائم ومقاصد میں پوری پوری کامیابی ہو، بہ سہولت سامان واسباب مہیا ہوں''۔

عزیزی تجمل ہدیٰ بفضلہٖ تعالیٰ صالح ہیں، علم وفضل کے ساتھ زیور عمل سے آراستہ اورخلیق ہیں ایسے نوجوان فی زمانہ نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں''۔ (حافظ ملت نمبر۳۰۴)

مولانا عبیداللہ خاں اعظمی کی حوصلہ افزائی:

میرے دور طالب علمی کی بات ہے موضع ابراہیم پور میں جلسہ تھا، حافظ ملت علیہ الرحمہ صدارت فرمارہے تھے۔ علمائے اشرفیہ تشریف فرماتھے۔ طلبہ کا مزاج ہے کہ ہرنو وارد مقرر کو اپنے معیار پر پرکھتے ہیں۔ اگر کوئی درسگاہی علوم کا چنداں ماہر نہیں ہے تو اس کی تقریر وخطاب کو بھی اعتراض کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ گویا اسے تقریر کرنے کا حق ہی نہیں۔ اس زمانہ میں مولانا حافظ عبیداللہ اعظمی تقریری میدان میں نئے نئے ابھرے تھے۔''حضرت کے اسٹیج پرتشریف لانے سے پہلے ہی ان کی تقریر ہوئی۔ اورانہوں نے اپنے دھواں دھار انداز میں الفاظ وتراکیب کے گل بوٹوں سے سجی سنوری تقریر فرمائی۔ ایک سماں بندھ گیا۔ مولانا اعظمی ابتدائی دور ہی سے حافظ ملت کے بیحد شیدائی ہیں اور اپنی خطیبانہ صلاحیتوں کو حافظ ملت کی دعاؤں کا ثمرہ قرار دیتے ہیں۔

ہم لوگ اس انتظار میں رہے کہ دیکھئے حضرت انہیں کس انداز میں سراہتے ہیں اور کس طرح ان کی حوصلہ افزائی

کرتے ہیں۔ حافظ ملت کی صدارتی تقریر شروع ہوئی تو انہوں نے مولانا اعظمی کے بارے میں فرمایا ''ماشاء اللہ حافظ عبیداللہ صاحب تقریر کی مشین ہیں''

حضرت کے یہ الفاظ سن کر ہم لوگ حیران رہ گئے اور آج پورے ہندوستان کو اس بات کا یقین کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ مولانا اعظمی واقعی تقریر و خطابت کی مشین ہیں۔

بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب:

ایک بار حضور حافظ ملت نے حضرت مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی کے بارے میں جلسۂ عام میں فرمایا:

''ہمارے مفتی صاحب بحرالعلوم ہیں ان کے سامنے پچاسوں کتابیں ہمیشہ کھلی رہتی ہیں''

آخری یادگار:۔

ایک بار حضرت مولانا نصیر الدین صاحب پلاموی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ کے حق میں فرمایا: ''یہ میری آخری یادگار ہیں''۔

طلبہ اشرفیہ کے ہوں یا کسی اور مدرسہ کے، ذہین وذی استعداد طلبہ کی دل کھول کر تعریف فرماتے اور اس طرح آپ کی حوصلہ افزائی سے ان کے اندر ایک نئی توانائی پیدا ہوجاتی۔

حافظ ملت ۱۹۵۰ء میں دارالعلوم عتیقیہ تلشی پور ضلع گونڈہ طلبہ کا امتحان لینے کے لیے تشریف لے گئے۔ کافیہ کا امتحان ہورہا تھا۔ آپ نے ایک طالب علم سے پوچھا۔

سوال: فاعل کی تعریف میں تقدیم فعل کی قید کیوں لگائی گئی ہے۔

جواب:۔ فاعل اور مبتدا میں امتیاز کے لیے یہ قید لگانا ضروری ہے۔

اس نحوی سوال کے برجستہ اور کافی جواب پر حافظ ملت بیحد خوش ہوئے۔ اور انہوں نے ایسے الفاظ میں اس طالب علم کو شاباشی دی اور اس کی محنتوں کو سراہا جن کی حلاوت نے اس کی زندگی میں ایک انقلاب کی بناء ڈال دی۔ آگے چل کر وہی طالب علم حافظ ملت کی درسگاہ سے فارغ ہوا اور انہی کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے تدریس کی دنیا میں مولانا عبداللہ خاں عزیزی مصباحی کے نام سے متعارف ہوا۔ الحمد للہ آج کل انہوں نے تفسیر مدارک شریف کی شرح تحریر فرمائی ہے۔

یہی حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی بیان فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ حافظ ملت غریب خانہ پر تشریف لے گئے۔ مجلس مولود منعقد ہوئی۔ عقیدت کیشوں اور نیازمندوں کا اژدحام تھا۔ جلسۂ وعظ میں اس وقت رونق افروز ہوئے۔ جب برادر محترم مولانا عبدالرحیم خان صاحب عزیزی بڑے پُر جوش انداز میں تقریر فرما رہے تھے۔ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان بہجت وسرور کے ساتھ ان کی تقریر سماعت فرماتے رہے اثنائے تقریر میں آپ کی زبان مبارک سے بار بار سبحان اللہ ماشاء اللہ کے کلمات ادا ہوئے، میں خوب محسوس کر رہا تھا کہ

تقریر سے محظوظ ہونے کے علاوہ مولانا موصوف کی ہمت افزائی اس لیے فرمارہے ہیں کہ آپ کی عظیم شخصیت سے مرعوبیت کے باعث تقریر کی روانی وجوش بیانی میں خلل نہ واقع ہوجائے برادر مکرم کی تقریر ختم ہوئی اور حضرت والا پندو نصائح کے لیے کرسی پر جلوہ افروز ہوئے تقریبا آدھ گھنٹہ تک ان کی تقریر پر گرانقدر تبصرہ فرماتے رہے تبصرہ کیا فرمارہے تھے رائی کو پہاڑ کی بلندی عطا فرمارہے تھے ذرہ کو آفتاب کی تابانی بخش رہے تھے۔(حافظ ملت نمبر ص ۱۷۳)

مولانا قاری محمد نور الحق مبارکپوری اپنے عہد طالب علمی میں تقریر وغیرہ سے زیادہ دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ اتفاق سے انہی کے گھر میلاد شریف تھا۔ وہ سامنے ہی موجود تھے۔حضرت حافظ ملت نے ان سے ابتدائی تقریر کے لیے فرمایا۔ وہ تو بہت شش وپنج میں پڑے۔مگر یہاں تو نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔خود بیان کرتے ہیں:

"مجبوراً کھڑا ہوگیا اور جو کچھ رٹی رٹائی تقریر یاد تھی ہانپتے کانپتے سناڈالی دوران تقریر حضرت برابر حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرماتے رہے گویا بڑی کامیاب تقریر ہورہی ہے۔جب تقریر ختم ہوگئی تو ارشاد فرمایا:

"ماشاء اللہ آپ نے فی البدیہہ اتنی کامیاب تقریر کردی اگر تیاری کے بعد بولیں گے تو کیا عالم ہوگا" جناب حافظ ممتاز احمد واصف بھوجپوری (حضرت کے داماد) حافظ ملت کے تاریخی سفر حج وزیارت کے موقع پر، مشایعت کے لیے بمبئی تک گئے تھے۔حضرت جب جہاز میں سوار ہونے کے لیے لوگوں سے جدا ہونے لگے تو تمام اہل محبت کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ واصف صاحب وفور شوق میں زور سے رو پڑے۔حضرت نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا

"فکر نہ کرو، انشاء اللہ ممتاز ممتاز رہے گا"

شاگردوں سے عذر خواہی:

حضور حافظ ملت کا طریقہ تھا کہ دستار بندی کے بعد تلامذہ کو جمع کر کے نہایت دردمندانہ انداز میں نصائح فرماتے اور اگر نادانستگی میں کسی کا دل دکھا ہو تو اس کی عذر خواہی کرتے کہ۔

"اس طویل دور طالب علمی میں میرا آپ لوگوں سے اور آپ لوگوں کا مجھ سے (کیمیا گر اور مسِ خام، جوہری اور سنگ ناتراش، آئینہ ساز اور شیشۂ ناصاف جیسا) تعلق تھا اگر میری کسی بات پر کسی کی دل آزاری یا تکلیف ہوئی ہو تو مجھے معاف کریں۔اب آپ حضرات خود ذمہ دار عالم کی حیثیت رکھتے ہیں۔دین کی خدمت عبادت سمجھ کر سرانجام دینے کے لیے کمربستہ ہوں اور ذمہ داریوں کا احساس پیدا کریں۔جائیے مولیٰ تعالیٰ آپ لوگوں کا حامی وناصر ہے۔

تدریسی خصوصیات:

اسلامی دانش گاہیں، جامعات، دار العلوم اور مدارس قوم وملت کے ذہن وفکر کو تعمیر وترقی کی راہ پر لگانے کے لیے افراد تیار کرتے ہیں۔ دین ودانش کے فروغ اور ارتقا میں ان کی حیثیت بنیادی ہوتی ہے۔جس قوم کی تعلیم گاہ بے راہرو افراد کے ہاتھوں میں ہو یا اساتذہ سوز دروں سے خالی ہوں، وہاں کے طلبہ تعمیر وترقی کے مفہوم سے نابلد ہوں گے۔غرض چند غیر معیاری اور حرص وطمع نیز مادی مفاد کا ذہن رکھنے والی علمی انجمنوں سے روح اور ضمیر کی بالیدگی کا کام کبھی نہیں لیا

جاسکتا۔ مسلمانوں کے قدیم معاشرہ میں اساتذہ علم کو اپنے سینے میں خدائی امانت خیال فرماتے تھے اور طلبہ کے سینے تک اسے نہایت دیانت، فراخدلی اور محنت ومحبت سے منتقل کیا کرتے تھے۔ دور حاضر میں جن کی نظیر نہیں ملتی۔

حافظ ملت انہی اساتذۂ کرام کے سلسلة الذہب کی کڑی تھے۔ مدرسہ اور دارالعلوم ہی ان کا میدان عمل تھا جس چٹائی پر بیٹھ کر وہ حالات زمانہ کے تغیر وتبدل پر نگاہ دوڑاتے تھے۔ عالم اسلام اور خصوصا برصغیر کے مسلمانوں کے مستقبل کا تحفظ چاہتے تھے۔ وہ اپنی درسگاہ کے ہر طالب علم کو قوم وملت کا سچا محافظ بنانے کی سعی فرماتے تھے۔ وہ اپنے تلامذہ میں علمی گہرائی، ذوق مطالعہ، تحقیق وجستجو کا جذبہ، جرأت مندی، خود اعتمادی ووثوق علمی، غیرت وحمیت، بے باکی وشجاعت اور اخلاق عالیہ پیدا کرتے تھے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ تربیت دینے میں وہ اپنے عہد میں منفرد تھے۔

حدیث وتفسیر نیز معقولات کی تمام متداول کتابیں آپ کے روبرو آئینہ کی حیثیت رکھتی تھیں۔ جس فن کی کتاب کا درس دیتے محسوس ہوتا کہ آپ اسی فن کے ماہر ہیں۔ تفہیم کا انداز نہایت جچا تلا، سنجیدہ، روح عبارت اور شروح کو سمیٹے ہوئے ہوتا۔ ذہین وفطین طلبہ دوران مطالعہ اعتراضات ومسائل کے انبار ذہن میں لے کر درسگاہ میں بیٹھتے مگر حافظ ملت کی درسی تقریر اعتراضات کے خس وخاشاک کو صاف کرتی چلی جاتی تھی۔ انداز ایسا دلنشیں، سہل اور نفس مسئلہ سے متعلق ہوتا کہ ادق سے ادق مسائل پانی پانی ہوجاتے۔ ذہین وزیرک طلبہ عش عش کراٹھتے اور درس کی تکمیل پر نئی بشاشت اور انشراح محسوس کرتے۔

حافظ ملت نے تمام فنون کی کتابیں جو طالب علمی کے زمانے میں پڑھیں، ان کا کوئی شوشہ گوشہ اس عہد میں تشنۂ تحقیق نہ رہنے دیا۔ خود ان کا فرمان ہے:

''دور طالب علمی میں میرا طریقہ یہ تھا کہ جتنے اسباق پڑھنے ہوتے سب مطالعہ میں حل کرتا، اس کے متعلق اعتراضات وجوابات پر غور کرتا پھر درسگاہ میں حاضری ہوتی اور وہاں جو بتایا جاتا بغور سنتا، جو سوال ذہن میں ہوتا اگر درس سے اس کا جواب حل نہ ہوتا تو پوچھ کر جواب حاصل کرتا پھر روزانہ ہر سبق کا اعادہ اور اس کی تکرار رفقائے درس کو کراتا پھر آئندہ سال وہ اسباق نیچے والی جماعت کے طلبہ کو بطور اعادہ وتکرار پڑھاتا اس طرح ہر کتاب اور ہر سبق پڑھنے ہی کے زمانہ میں متعدد بار نظر سے گزر چکا ہوتا۔ دوبار مطالعہ ودرس کے طور پر اور دوبار تکرار اور پڑھانے کے طور پر''۔ (بروایت علامہ محمد احمد مصباحی، انوار حافظ ملت ص ۱۴۸)

حضور حافظ ملت فرمایا کرتے:

''ہم نے حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ علیہ الرحمہ سے علم بھی سیکھا اور پڑھانے کا طریقہ بھی''

ایک بار آپ نے فرمایا: ''مطالعہ میں عبارت کی مراد ذہن نشین کرلینے کے بعد درس گاہ میں اس کی تقریر کرتے وقت نگاہ عبارت پر ہونی چاہئے ورنہ غلطی ہوسکتی ہے اور تقریر درس بھی مصنف کی ترتیب کے مطابق ہونی چاہئے اس طرح طلبہ کے لیے فہم کتاب آسان ہوتا ہے'' (بروایت مولانا محمد اسلم مصباحی گورکھپوری)

مولانا محمد اسلم صاحب نے حضرت حافظ ملت کے طریقۂ تدریس کی جو خصوصیات بیان فرمائی ہیں ان کا خلاصہ یہاں لکھا جاتا ہے:

☆ زیر درس کتاب کی تفہیم کراتے، نہ شرح کے مضامین کا بیان کرتے نہ حواشی کا ذکر فرماتے۔

☆ مصنف کے بیان کردہ اعتراض وجواب پر اکتفا کرتے، مصنف نے اگر اعتراض ذکر کیے بغیر جواب دیا ہے تو اعتراض کی وضاحت کر کے جواب کی تشریح فرماتے۔

☆ اعتراض کی وضاحت کرتے وقت مصنف کی عبارت میں مورد اعتراض کا تعین بھی فرماتے، معترض کی دلیل کے جس حصہ کو لے کر مجیب کا جواب ہوتا اس کا بھی تعین کرتے۔

☆ اختلاف اقوال سامنے ہونے کی صورت مین مفتی بہ قول کو مبرہن فرماتے۔

☆ حنفی وشافعی اختلاف عبارت میں ہوتا تو مسلک حنفی کی ترجیح قدرے بسط سے فرماتے۔

☆ فقہ وتفسیر وحدیث کی وہ عبارتیں جن سے اہل سنت کی حقانیت ثابت ہوتی ہے انہیں تفصیل سے بیان فرما کر بدمذہبوں کا بطلان دلائل قاہرہ سے فرماتے۔

☆ ہر کتاب کا سبق پڑھانے سے قبل عبارت خوانی ضرور کرواتے۔ (ملخصا معارف حافظ ملت ص ۴۵)

مطالعہ کی اہمیت:

حضور حافظ ملت طلبہ کو مطالعہ کا طریقہ بتاتے ہوئے فرماتے:

علم چھوٹی کتابوں میں ہے انہیں چھوٹی کتابوں کے قواعد کی روشنی میں مطالعہ کی ترغیب یوں دلاتے کہ:

''مطالعہ ضرور کرو اگر چہ مصنف کی مراد کے برعکس مطالعہ میں سمجھو مگر دیکھو ضرور، کچھ ایام اس طرح مطالعہ میں گزرتے گزرتے وہ دن بھی آئے گا کہ کچھ صحیح بھی دیکھنے لگو گے، یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے اس منزل پر پہنچ جائے گا کہ مطالعہ میں عبارت کی مراد تم از خود نکال سکو گے، اس منزل پر پہنچنے کے بعد اب درسگاہ میں صرف اس لیے جانا ہوگا کہ استاذ کی تقریر وترجمہ اور بیان مطلب سے اپنے مطالعہ کی صحت کی توثیق ہو جائے۔ مطالعہ میں اگر کہیں کوئی غلطی ہوگئی ہے تو اس کی صحت ہو جائے''

اس معیار پر پہنچنے کے بعد عبارت پڑھنے والوں سے شاذ و نادر ہی غلطی ہوتی ہے اور غلطی بھی ایسی کہ ادنیٰ اشارہ بھی صحت کے لیے کافی ہو جاتا ہے پھر بھی حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان عبارت بغور سماعت فرماتے۔ شاید یہ اس لیے تھا کہ طلبہ کے ذوق مطالعہ میں کمی نہ آنے پائے اور طلبہ کی صلاحیت کا اندازہ ہو سکے۔ (معارف حافظ ملت ص ۵۱)

علم چھوٹی کتابوں میں ہے:

حضرت مولانا عبداللہ خاں صاحب عزیزی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ ملت فرمایا کرتے تھے:

''علم اونچی کتابوں سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ہر فن کی ابتدائی اور بنیادی کتابوں سے ملتا ہے''

اور یہ حقیقت بھی ہے مثلاً علم نحو کے بنیادی قوانین جو" هداية النحو "میں موجود ہیں اس فن کی وسیع کتاب شرح جامی ان نحوی قوانین میں کیا اضافہ کرتی ہے؟ اس لیے تعلیم کا یہ طریقہ ہونا چاہئے کہ طلبہ کو فن کی مختصر اور بنیادی کتابیں ذہن نشین کرادی جائیں اور متعلقہ فن کی مطول کتابوں کے بالمقابل ابتدائی کتابوں پر زیادہ توجہ دی جائے۔ اگر ہر فن کی جڑیں مستحکم ہوں گی تو ان کی توضیح وتشریح پر مبنی کتابوں سے خاطر خواہ فائدہ ہوسکتا ہے۔ اصول وقواعد کی لازمی کتابوں کے ذہن نشین کرانے کا آسان طریقہ تمرین اور مشق ہے اس ضمن میں آپ نے فرمایا" مطول کتب مثلاً شرح جامی میں نکتہ بعد الوقوع کی کثرت، اصول وقواعد کے علل و اسباب کی تشریح ہے۔ یہ تشریحات ذہنی انجلا کے لیے مفید ضرور ہیں۔ مگر عبارت فہمی کے لیے جن قواعد کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لیے یہ تشریحات بے سود ہیں"

(حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۳۹)

ممتاز طریقۂ درس:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ممتاز طریقۂ درس کی بابت محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری تحریر فرماتے ہیں:

" آپ کی درسی تقریروں کی بھی یہ شان تھی کہ کم الفاظ میں اسرار ونکات کی موشگافیاں بیان فرماتے۔ جو طالب علم جس قدر تیار ہوکر آتا اتنا ہی محظوظ ہوتا۔ آپ کی اختصار پسندی کی وجہ سے بعض کم ذوق طلبہ کو کہتے سنا جاتا کہ حافظ ملت کے اس اختصار کے باوجود ان کی شہرت تدریس فہم سے بالاتر ہے۔

دراصل یہ آپ کا تدریسی کمال تھا کہ اعتراضات واشکالات خود بخود حل ہوجاتے۔ ایک بار اس ناچیز سے فرمایا کہ میں نے ہندوستان کے مقتدر اساتذہ کا طریقۂ درس دیکھا ہے اکثر حضرات درس میں بسط وتفصیل کے ساتھ مالہ وماعلیہ سے بحث کرتے تھے........ لیکن حضرت ایسا نہیں کرتے؟ فرمایا: صدر الشریعہ قدس سرہ بہت اختصار سے کام لیتے اور تمام بحثوں کو چند الفاظ میں سمیٹ لیتے۔ کامیاب طریقۂ درس یہی ہے۔ اور میں اسی کا پابند ہوں۔

درس کے ساتھ اصلاح وتربیت:

حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے طریقۂ تعلیم کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی تھی کہ درس میں موقع بموقع اصلاح وتربیت بھی فرماتے رہتے اور ساتھ ہی علمی نکات بھی بیان کرتے۔ آپ کا مطمح نظر یہ ہوتا کہ طلبہ کے اندر عملی جذبات، فکری واعتقادی پختگی، فنون زیر درس میں رسوخ اور کمال پیدا ہو۔

حدیث پاک کے درس میں وہ مواقع نہایت اہم ہوتے جب آپ فرامین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اسلام کی صداقت، مشرکین وکفار اور ملحدین کی گمراہی، اہلسنت کی حقانیت، فرق باطلہ کی ضلالت وبطلان بیان فرماتے۔ مسلک حنفیت کی افضلیت کے دلائل وبراہین واشگاف فرماتے:

عمر کے آخری سالوں میں باہری دوروں، جلسوں کی مصروفیات کے باعث کئی کئی روز درس کا ناغہ ہوجاتا تھا

اس کے باوجود آپ ہمیشہ نصاب کی تکمیل کرادیا کرتے تھے اور مقررہ اساتذہ کے بالمقابل آپ کے یہاں مقدار تعلیم زیادہ ہوتی تھی۔

اسے علامہ محمد احمد صاحب مصباحی کی زبانی ملاحظہ کریں:

''تقریری جلسوں سے متعلق ناغوں کے باوجود ان کے یہاں مقدار تعلیم زیادہ ہوتی خصوصا بخاری شریف کی دونوں جلدیں ہمیشہ ختم کراتے اور یہ ختم بھی اس طرح نہ ہوتا جیسا کہ بعض درسگاہوں کا رواج ہے کہ محض عبارت خوانی ہی پر درس مکمل ہوگیا بلکہ حافظ ملت ہر سبق کی مناسب اور جامع تقریر کرتے۔ بخاری کے آخری پاروں میں جہاں احادیث عموما سابقہ پاروں میں باربار گزری ہوئی ملتی ہیں کم ازکم ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت اور تطبیق چند لفظوں میں ضرور بتادیتے۔'' (انوار حافظ ملت ص ۳۵)

درس حدیث میں حضور حافظ ملت روایت و درایت کے لحاظ سے مذہب حنفیت کو بھی اجاگر کرتے تھے۔

مولانا محمد اسلم مصباحی اس جماعت میں شامل تھے جس کے بعد حضرت حافظ ملت نے کسی جماعت کو مکمل بخاری شریف نہیں پڑھائی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت نے اس سال بھی سبقا سبقا اپنے مکمل تدریسی اوصاف کے ساتھ بخاری شریف کی دونوں جلدین ختم کرائیں۔ (ملخصا معارف حافظ ملت ص ۴۶)

پہلی حدیث کا درس:

حافظ ملت کی درسگاہ میں زانوئے تلمذ تہ کرنے والے حدیث نبوی "انما الاعمال بالنیات " "وانما لامرئ مانوی" بخاری شریف کی پہلی حدیث کا لطف اور سوز و گداز، اور اس کی اثر آفرینی کو نہیں بھول سکتے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ فرماتے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا اس حدیث شریف سے اس لیے آغاز فرمایا ہے کہ حدیث شریف پڑھنے والوں کو اخلاص فی الدین کی تعلیم دیں۔ اور یہ بتائیں کہ علوم نبوی (علی صاحبھا الف صلوٰۃ) سے استفادہ کما حقہ وہی کرسکتا ہے، جس کی نیت بخیر ہو، جو شخص اس علم شریف کو خلوص وللّٰہیت سے حاصل کرے گا۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے انوار علم اور تجلیات فیض سے بہرہ ور ہوگا۔ اور جسے اخلاص کی دولت مل جائے وہ دنیاوی دولت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اخلاص کی دولت قلب کو مستغنی بنادیتی ہے۔ اور اصل مالداری تو قلب کا غنا ہے۔ اس ضمن میں آپ اخلاص و للّٰہیت کے فوائد بیان کرتے۔ اور عدم اخلاص کی مضرتوں اور اس اسکی ہولنا کیوں سے باخبر کرتے۔ گویا بخاری شریف کا پہلا درس ہی اتنا موثر اور اخلاص آموز ہوتا کہ باصلاحیت متعلمین نہال ہوجاتے۔ آپ بسا اوقات فرماتے:

علم پر عمل:

انسان چاہے کتنا بھی علم حاصل کرلے اگر اس کی عملی زندگی میں علم کا کوئی اثر نمایاں نہ ہو تو ایسا علم اس کے لئے بے سود ہے۔ علم کے ساتھ اخلاص یہ ہے کہ جتنا بھی پڑھو یہ ارادہ کرکے پڑھو کہ اس پر عمل کی پوری کوشش کروگے''

عصر حاضر کی یونیورسٹیوں کے لکچرار متعلقہ موضوع پر تیار ہو کر آتے ہیں اور لکچر دیتے ہیں جسے طلبہ ذہن میں رکھ کر قید تحریر میں لاتے ہیں ۔ دراصل یہ طریقۂ تدریس اس لیے رائج ہوا ہے کہ طلبہ صرف کتابی کیڑے بن کر نہ رہ جائیں بلکہ درسی کتابوں سے ہٹ کر مطالعہ کی عادت ڈالیں اور اپنے اندر اس موضوع پر علمی وسعت پیدا کریں۔

یورپ اور امریکہ میں یہ طریقۂ تدریس رائج ہوئے بمشکل ۴۰ رسال ہوئے ہوں گے مگر حضور حافظ ملت کے یہاں تقریر کا یہ طریقہ شروع سے ہی رائج تھا۔

علامہ قمر الزماں صاحب ۔ اعظمی مقیم برطانیہ لکھتے ہیں :۔

''حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ہمیشہ لفظ بہ لفظ ترجمے سے احتراز فرمایا بلکہ کتاب اور مبحث کو سامنے رکھ کر ایسی تقریر فرماتے تھے جو موضوع کے تمام جزئیات اور کتاب کی عبارت کو حاوی ہوتی تھی اور طلبہ کے ذہنوں میں علم کا ایک خزانہ منتقل کر دیتی تھی ۔ ان کے اس طریقۂ تدریس نے طلبہ کو مطالعہ کا پابند بنا دیا تھا۔

حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ ان طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے تھے جو اپنے مطالعہ کی روشنی میں ان سے سوالات کرتے تھے۔

سوالات بیدار ذہن کی علامت ہیں:

حضرت کی پوری تدریسی زندگی میں ایک بھی ایسی مثال نہیں دی جاسکتی کہ آپ نے سوال کو نظر انداز فرمادیا ہو یا سائل طالب علم پر برہمی کا اظہار فرمایا ہو جب کوئی طالب علم سوال کرتا تھا تو آپ کے چہرے پر بے پایاں مسرت کے آثار صاف نمایاں ہوتے تھے اور ایسے جملے ارشاد فرماتے جس سے بے زبان طالب علم کو زبان مل جائے اور اس کی خوابیدہ ذہنی صلاحیتیں بیدار ہو جائیں۔

کبھی کبھی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ سوالات بیدار ذہن کی علامت ہیں۔

حافظ ملت کی تدریس کی یہی خصوصیت تھی جس کی وجہ سے ان کا ہر شاگرد جرائت مند، مضبوط، باوقار اور پر اعتماد ہوتا تھا۔ اور کسی بھی مسئلہ میں شک وشبہ کا شکار نہیں ہوتا تھا اور غالبا اس کا یہی اعتماد اس کو بڑے سے بڑے میدان علم میں تنہا اترنے پر آمادہ کرتا''۔ (حافظ ملت نمبر ص ۳۳۶)

طلبہ کا کوئی بھی سوال ادھار نہیں رکھا:

اس امر کی تصدیق علامہ محمد احمد مصباحی بھی کرتے ہیں کہ حضرت حافظ ملت فرمایا کرتے تھے کہ اساتذہ کبھی کبھی طلبہ کے سوال کو کل معلوم کرنا کہہ کر ٹال بھی دیتے ہیں مگر ان کے ہاں کبھی کسی سوال کا جواب ادھار نہیں رہا۔

(ملخصا انوار حافظ ملت ص ۳۸)

صلاحیت پیدا کرنا:

حافظ ملت علیہ الرحمہ محض ایک درسگاہی مدرس کی حیثیت سے تعلیم وتدریس کی ذمہ داری ادانہیں کرتے تھے، بلکہ ان کے پیش نظر ایسے باصلاحیت افراد پیدا کرنا تھا جوقوم وملت کی عظیم سے عظیم ترعلمی وفکری سربراہی کرنے والے ہوں۔ جو مستقبل کے افق پر آفتاب و ماہتاب بن کر جگمگائیں اور اپنے ماحول کوروشن ومنور کریں۔ دارالعلوم کی بوسیدہ چٹائی پر بیٹھ کر وہ جس مسیحائی میں مصروف تھے اس کے اثرات صرف مساجد درسگاہوں اور خانقاہوں تک ہی محدود نہیں تھے کہ بلکہ مقصود یہ تھا کہ پوری عملی دنیا میں ایک انقلاب کی روح بر پا ہو۔ جوعلم اور علم دین کے بغیر ناممکن ہے۔ مولانا محمد احمد مصباحی رقم طراز ہیں:

”حافظ ملت کو اس کی بھی فکر ہوتی کہ طلبہ میں اچھی صلاحیت پیدا ہو۔ اور صلاحیت کا جائزہ لینے کے دو موقع ہوتے تھے۔ امتحان ششماہی جو درالعلوم کے مدرسین لیتے۔ اور امتحان سالانہ جس کے لئے ہمیشہ باہر سے ماہر و متبحر علما کا انتخاب کیا جاتا۔ (ابتدائی دور میں جب تک حضرت صدرالشریعہ با حیات تھے) حضرت صدرا لشریعہ علیہ الرحمہ کی تشریف آوری ضروری تھی۔ بعض اساتذہ یہ چاہتے کہ ان کے زیر درس کتابیں صدرالشریعہ کے یہاں امتحان کے لئے نہ جائیں۔ اس لئے کہ دوران امتحان اگر طلبہ نے اچھے جوابات نہ دیئے تو وہ پوچھتے۔ کس کے یہاں پڑھا ہے؟ اور پھر وہیں مدرس کو طلب کر کے فرماتے کیا پڑھایا ہے۔؟ کوئی ٹھکانے کا جواب دینے والا نہیں۔ مگر حافظ ملت کی کتابیں صدارالشریعہ کے یہاں جاتیں اور خود انہیں طلبہ کے جواب سننے کا شوق ہوتا تا کہ طلبہ کی صلاحیت کا بھی اندازہ ہو اور اس کی روشنی میں آئندہ تدریس و تربیت کی ارتقائی راہ بھی متعین ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں صرف ڈیوٹی نبھانے اور کسی طرح وقت گزارنے سے مطلب نہ تھا بلکہ وہ ایک بلند مقصد، وسیع میدان عمل کے بیدار مغز اور متحرک وفعال رکن کی حیثیت سے جادہ پیما تھے۔ (انوار حافظ ملت ص ۳۹)

مغربی تہذیب پر تنقید:

”حضور حافظ ملت اثنائے درس اور اثنائے خطاب مغربی تہذیب پر اس انداز سے تنقید فرمایا کرتے کہ وہ اپنی چمک دمک کے باوجود بے حقیقت اور بے وزن معلوم ہوتی تھی۔ مغرب کی مادی زندگی اور اس کی کثافتوں کے مقابلہ میں اسلام کی روحانی زندگی اور اس کی برکتوں کا تذکرہ کچھ اس قدر حکیمانہ انداز سے فرمایا کرتے تھے کہ اقبال کا یہ شعر شرح محسوس بن کر سامنے آجاتا۔

رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے نا پید
ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق لطیف

(حافظ ملت نمبر ص ۳۴۰)

اعتراض کرنا کوئی فضیلت نہیں:

مولانا صابر القادری نسیم بستوی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:۔

راقم الحروف کے ہم درسوں میں بعض ایسے طلبہ بھی تھے جو درسگاہ میں بات بات پر اعتراض کرنے کے خوگر تھے اس سے ان کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ ان کے دوسرے ہم سبق ان کی قابلیت اور استعداد سے مرعوب ہو جائیں اور مدرس بھی اپنی جگہ پر محسوس کرے کہ فلاں طالب علم بہت ہی ذہین، قابل اور زیر درس کتاب کے مالہ و ماعلیہ پر گہری نظر اور پوری معلومات رکھتا ہے۔ جہاں تک اس طالب علم کے اعتراضات میں معقولیت اور سنجیدگی باقی رہی حافظ ملت اس کے ہر اعتراض کا تسلی بخش جواب دیتے رہے مگر جب اس کا اعتراض اعتدال و شائستگی کی حدوں سے متجاوز ہونے لگا تو اظہار بیزاری کرتے ہوئے فرمانے لگے۔

''بار بار اعتراض کا کرنا (اور موقع ومحل کی رعایت نہ کرنا) کوئی فضیلت کی بات نہیں اعتراض کرنے والے تو اس پر بھی اعتراض کر سکتے ہیں کہ ''ب'' کے نیچے نقطہ کیوں ہے اس کے اوپر کیوں نہیں ہے اور یہ کہ ''الف'' سیدھا کھڑا کیوں ہے لسبائی میں داہنے بائیں کیوں نہیں لکھا جاتا۔ اعتراض ایسا کرنا چاہئے کہ اس سے معلومات میں اضافہ ہو اور ذہن و دماغ میں وسعت پیدا ہو۔ (اشرفیہ اپریل ۱۹۷۷ء)

طلبہ کی حاضری:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اس بات کا بھی خیال رکھتے تھے کہ شامل درس طلبہ میں کون حاضر ہے اور کون غیر حاضر۔

علامہ محمد احمد مصباحی فرماتے ہیں:۔

''طلبہ خصوصاً پڑھنے والے طلبہ کی حاضری پر بھی نظر رکھتے۔ ایک بار میں جمعرات کے بجائے جمعہ کی صبح کو گھر جا رہا تھا، جونہی گیٹ کے قریب ہوا۔ حافظ ملت سے ملاقات ہوگئی۔ نہ معلوم (حضرت کا) اس دن کس ضرورت سے مدرسہ تشریف لانا ہوا۔؟ فرمایا! آج جا رہے ہو؟ تو پھر کل؟ میں نے عرض کیا رات کو مشقی بزم میں شرکت کے پیش نظر کل نہ جا سکا (اس وقت ہم چند رفقائے درس عنوانات کے تحت تقریر و تحریر کی مشقی بزم چلاتے تھے اور ذمہ داری کی وجہ سے (مجھے بھی) رکنا پڑتا تھا دوسرے دن سنیچر کو میں گھر سے بہت سویرے چلا سواری تو دن میں کبھی ملتی کبھی نہ ملتی۔ اتنی صبح سویرے ملنے کا تصور بھی نہ تھا، اس لئے ابراہیم پور چھوڑ کر ایک دوسرے شارٹ راستے سے چلا۔ پہلی گھنٹی حضرت ہی کے یہاں تھی عبارت خوانی کے دوران پہونچ گیا۔ سبق کے بعد حضرت نے سر اٹھا کر دیکھا۔ تو مجھے موجود پایا اور بہت خوش ہوئے۔ یوں بھی ناغہ کی عادت نہ تھی۔ مبارکپور کے پورے تین سالہ ایام تعلیم میں کل غیر حاضری بیس دن سے زیادہ نہ ہوگی، جس میں دو تین دن کسی ضرورت کے تحت، اور باقی سخت علالت کے تحت ہے''۔ (انوار حافظ ملت ص ۳۸۔۳۹)

ہر طالب علم کو عبارت خوانی کا موقع دینا:

حضور حافظ ملت قدس سرہ النورانی اپنے ہر طالب علم کو عبارت خوانی کا موقع دیتے تھے تاکہ اس کی بھی عبارت خوانی درست ہو سکے اور اس کی استعداد کی جلا بخشی ہو۔

مولانا محمد اسلم صاحب مصباحی عزیزی رقم طراز ہیں:۔

مدرسہ فیض النبی کپتان گنج ضلع بستی کے استاذ مولانا محمد صدیق خلیل آبادی بیان کرتے ہیں کہ دوران طالب علمی حافظ ملت کی درسگاہ میں بخاری شریف کی عبارت میں نے پڑھی، دوسرے روز درس میں پھر میں نے عبارت خوانی شروع کی، تو حافظ ملت نے فرمایا ''تم کل پڑھ چکے ہو، آج کوئی دوسرا پڑھے،، (معارف حافظ ملت ص ۶۴)

بسلسلہ عبارت خوانی تنبیہ اور ڈانٹ:

(۱) مولانا محمد اسلم مصباحی گورکھپوری بیان کرتے ہیں کہ حضرت دورہ پہ تھے بیضاوی شریف حضرت کے پاس تھی، مطالعہ کیا نہیں تھا درس بیضاوی کے وقت حضرت آن پہونچے، رفقا درس عبارت خوانی سے پہلو تہی کرنے لگے تو سمجھ میں بات آئی کہ میری ہی طرح کسی نے مطالعہ نہیں کیا ہے، چاروناچار میں نے ہی عبارت شروع کی مگر عدم مطالعہ کا خیال برابر ذہن پر حاوی تھا "عَلَيْـهِ قـراء مكة والكوفةَ" پڑھ دیا۔ الکوفۃ، پر نصب سنتے ہی فرمایا چھٹی میں چھٹی منائی ہے لفظ چھٹی سنتے ہی والکوفۃِ پڑھ چکا تھا پھر بھی چھٹی کے ایام کو کام میں لانے کی زبردست تاکید فرمائی۔

(۲) مولانا ہی کی سرگزشت میں یہ واقعہ بھی ہے۔

پہلی بار حافظ ملت کی درس گاہ میں شرح جامی بحث فعل کی عبارت خوانی میں ان سے متعدد غلطیاں ہوئیں۔ اس وقت وہ باضابطہ مطالعہ بھی نہیں کرتے تھے۔ اس دن حافظ ملت نے انہیں اپنے چند انمول جملوں سے تنبیہ فرمائی، ان کا مولانا کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اسی دن سے برابر مطالعہ کرکے پڑھنے کا عزم ہوگیا۔ انہوں نے دوسرے روز پھر عبارت پڑھی۔ حضرت نے فرمایا ''ایک دن کے ڈانٹے کا اثر یہ ہوا کہ تین حصے عبارت صحیح ہوگئی میرے پاس اتنا وقت کہاں کہ روزانہ ڈانٹوں''

کرامتی ڈانٹ:

حضرت حافظ ملت حسن تلفظ اور ادائیگی مخارج پر بھی خاص توجہ فرماتے تھے۔

(۳) مولانا عبدالمبین نعمانی بیان کرتے ہیں کہ بخاری شریف کی عبارت خوانی میں ایک طالب علم نے قـال '' کو'' کال کال'' پڑھ دیا تو بخاری شریف کے صفحہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''جی ہاں سب کالا ہی کالا ہے سب کالا ہے''۔

ایک دوسرے طالب علم نے جس کا نیا داخلہ ہوا تھا بخاری شریف کی عبارت پڑھنا شروع کی اور "قـال قـال" کو کالا کالا رسول اللہ پڑھ دیا تو حد درجہ خفگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا رسول اللہ کال کال ہے؟۔ اگر کل اس طرح پڑھا تو

خیر نہیں اس طالب علم نے دوسرے روز پھر عبارت پڑھی اب اس نے باقاعدہ "قال قال" پڑھا۔
اس طالب علم نے چوبیس گھنٹہ کے اندر حروف کی ادائیگی کے لئے کتنی کوشش کی ہوگی وہ تو وہی جانے۔ ہم تو بس اتنا جانتے ہیں کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی کراماتی ڈانٹ کا اثر ہوا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر بقدر ضرورت حروف کی ادائیگی پر قدرت ہوگئی"

(معارف حافظ ملت ص ۶۲ـ۶۳)

کارِ دین سے عشق:

حضور حافظ ملت کو دین کے کاموں سے عشق تھا۔ ان کی پوری حیات خدمت دین اور فروغ علم دین کے لئے وقف تھی۔ آپ میخانۂ علم و حکمت کے ایسے ساقی تھے کہ سفر ہو یا حضر جب بھی کوئی متلاشی علم سوال کرتا اور اپنی تشنگی کے لئے جام علم طلب کرتا تو آپ اسی وقت اسے سیراب کر دیتے تھے۔
حضرت علامہ محمد کاظم علی عزیزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔
"ایک مرتبہ حضرت بھاؤ پور کے جلسے میں تشریف لے جانے والے تھے۔ حضرت کی نگاہ انتخاب نے کفش برداری کے لئے عقیدت کیش ہی کو منتخب کیا۔ چوں کہ سالانہ امتحان بالکل قریب تھا اس بنا پر حضرت کی طلبہ نواز ذہنیت کچھ کتب درسیہ ہمراہ لے چلنے کو مصر ہوئی جس میں خاص طور سے منطق کی ایک معرکۃ الآرا کتاب حمد اللہ جو حضرت کے یہاں ہو رہی تھی۔ بہر حال سفر کا آغاز مبارکپور سے ہوا۔
میرے پیہم اصرار پر حضرت نے آرام فرمایا۔ تھوڑی ہی دیر بعد حضرت کی آنکھ لگ گئی اور میں حمد اللہ کے مطالعہ میں مشغول ہو گیا۔ دوران مطالعہ مغلقات کتاب حل کرتا جاتا مگر صورت حل پر نئے اشکال پیدا ہوتے رہتے اور اپنی کاوش کو لا حاصل سمجھتا۔ اس عالم میں غیر ارادی طور پر میری گردن حضرت کی جانب مڑ جاتی۔ معاً حضرت بیدار ہو کر ہوش میں آجاتے اور اپنی خداداد قوت باطنہ سے صورت حال سمجھ جاتے اور فوراً ارشاد ہوتا کیوں اشکال پیدا ہو رہا ہے؟ فلاں اشکال کا دفع یہ ہے اور فلاں اشکال کا حل یہ ہے" (حافظ ملت نمبر ۴۴۹ـ۴۵۰)

ہر حال میں یکساں تدریس:

مولانا محمد اسلم صاحب عزیزی رقم طراز ہیں:۔
سفر سے واپسی ہو یا حضر، پریشانیوں اور الجھنوں کا سامنا ہو یا راحت و سکون کا وقت کسی بھی حال میں حضرت حافظ ملت کے انداز تدریس میں ذرہ برابر فرق محسوس نہیں ہوتا۔ کسی بھی سفر سے واپسی کے وقت تعلیم کا کچھ بھی وقت باقی رہتا تو دار العلوم اشرفیہ تشریف لاتے درسگاہ میں پہنچنے سے پہلے ہی کسی طالب علم سے فرما دیتے فلاں جماعت کو بھیج دو وہ جماعت پہنچتی عبارت پڑھواتے، گذشتہ سبق سے موجودہ سبق کا ربط بیان فرما کر عبارت کی تشریح اور مقصود عبارت کو اس طرح بیان فرما کر عبارت کی تشریح اور مقصود عبارت کو اس طرح بیان فرماتے کہ ایام قیام کی تفہیم و تشریح کے انداز سے

سرموفرق نہیں ہوتا جب کہ سفر کی تکان سے ذہن کا بوجھل ہونا لازمی امر ہے'' (معارف حافظ ملت ص ۴۶)

علالت میں بھی درس:

(۱) آپ کو دین کے کام سے عشق تھا اور جب کوئی عاشق اپنے معشوق کا قرب پالے۔اسے بھلا کسی علالت اور بیماری کا کیا احساس! بیکل صاحب کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں (بھوجپور) جاتے ہی بیمار ہوگیا بخار کھانسی شدید۔کافی علاج کیا۔لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا تو میں واپس مبارک پور چلا آیا۔سنیچر کو یہاں پہونچا اسی وقت سے مدرسہ کا کام شروع کردیا کیونکہ کام زیادہ بڑھا ہوا ہے۔کام کرنا ہے۔اگرچہ ابھی خفیف بخار اور کھانسی کا سلسلہ جاری ہے۔امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ (مرض) دفع ہوجائے گا۔میری علالت اسی طرح ہوتی ہے کہ میں بیماری میں بھی حتی الامکان مدرسہ کا کام کرتا رہتا ہوں۔اسی سے انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہوگی (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۶ جمادی الآخرۃ ۸۷ھ)

بغیر درس کے آرام کہاں:

جب آپ کے تلمیذ رشید حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمہ نے دارالعلوم اشرفیہ کی مسند تدریس سنبھالی تو انہوں نے آپ کی (حافظ ملت کی) متنوع مشغولیات اور ہمہ جہت خدمات کا خیال کرکے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ رفتہ رفتہ حافظ ملت سے تمام اہم کتابوں کی تدریس کا وزن ہلکا کردیں گے اور انہوں نے اس پر عمل بھی کیا تاہم حافظ ملت بعض بنیادی کتب کا درس دیتے تھے! (بروایت مولانا محمد اسلم مصباحی عزیزی)

زمین کے اوپر کام اور قبر میں آرام:

بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی قبلہ رقم طراز ہیں:۔

حضور حافظ ملت سراپا عملی انسان تھے آپ نے دن رات کے چوبیس گھنٹے میں ایک ساتھ اتنے کام کئے ہیں کہ آج سوچ کر آدمی کی عقل حیران ہوجائے اپنے عنفوان شباب میں جب آپ کا قیام وطن میں تھا۔گو آپ ایک مدرسہ میں ملازمت کرتے تھے ایک مسجد میں باقاعدہ امامت فرماتے تھے اور گھر کا کام روزانہ اتنا کرلیتے تھے کہ جو لوگ صرف اسی دھندے میں لگے ہوئے تھے ان سے زیادہ ہوتا اور ان سب پر مستزاد روزانہ ایک ختم قرآن عظیم کی تلاوت تھی۔

مبارک پور تشریف لائے تو روزانہ تیرہ سبق پڑھاتے تھے جس میں سب سے نیچے درجہ کی کتاب شرح ملا جامی تھی رات میں ایک دن کے ناغہ سے ایک ایک بجے تک مناظرہ کی تقریر کرتے۔مخالف کیمپ کی تقریروں کے نوٹ کو پڑھ کر اس کے جواب کی تیاری اور مختلف طلبہ و مدرسین کو اس کی تلقین و تدریس کرتے۔باہر سے آئے ہوئے فتووں کا جواب بھی خود ہی دیتے۔'' (حافظ ملت نمبر ص ۱۵۷)

علالت میں تدریس:

عالم صحت تو صحت بیماری کے عالم میں بھی حضرت حافظ ملت تدریس کا کام ضرور انجام دیتے۔آپ کو طلبہ کے تعلیم کا نقصان کسی بھی حال میں گوارہ نہیں تھا۔

مولانا محمد اسلم صاحب مصباحی عزیزی رقمطراز ہیں:

حضرت قاری عبدالحکیم صاحب قبلہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب گھہوی کی روایت سے بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کو درد گردہ کی شکایت ہوگئی۔مگر ان ایام میں بھی کبھی درسگاہ سے رخصت نہیں لی۔ بلکہ ان ایام میں بھی برابر مدرسہ تشریف لاتے اور باقاعدہ اہم کتابیں پڑھاتے۔ راقم کے علم میں درد گردہ کے ایام میں درسگاہی کیفیت یوں آئی کہ کبھی درسگاہ میں درد تیز ہوجاتا تو تکیہ گردہ کے اوپر رکھ کر دبا لیتے۔مگر پڑھانا موقوف نہیں فرماتے۔

راقم الحروف کے دور طالب علمی میں اشرفیہ کے مشاہیر ابنائے قدیم حضور حافظ ملت کی بارگاہ عالی میں شرف ملاقات سے باریاب ہونے کے لیے آتے رہتے۔ایک مرتبہ ایک مؤقر شخصیت حاضر بارگاہ ہوئی اور حضور حافظ ملت کی نقاہت اور مصروفیات کثیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے عرض کیا۔حضور اب پڑھانا بند کردیا جائے صرف بخاری شریف کا درس تبرکا جاری رکھا جائے۔اس عرض کے جواب میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ارشاد فرمایا۔آپ کہتے ہیں کہ پڑھانا بند کردوں اور میری تمنا یہ ہے کہ کتاب سامنے ہو اور درس دے رہا ہوں اور اسی حالت میں روح قفس عنصری سے پرواز کرجائے۔حضرت کی یہ تمنا اس طرح سے پوری ہوئی کہ حضرت نے جس دن وصال فرمایا اس دن بھی بخاری شریف کا باقاعدہ درس دیا تھا۔

راقم کے زمانہ طالب علمی میں ایک بار گرمی کے موسم میں قیام گاہ تشریف لے جانے کے بعد استطلاق بطن (دست) کی شکایت تیز ہوگئی، رات کا اکثر حصہ اسی میں گذرا صبح تک بحمدہ تعالیٰ افاقہ ہوگیا۔مگر انتہا درجہ کی کمزوری اور نقاہت کے باوجود دارالعلوم تشریف لائے اور متعلقہ کتابوں کو اسی طرح پڑھایا جس طرح صحت کے ایام میں پڑھاتے رہے۔(معارف حافظ ملت ص ۱۰۲)

بحیثیت صدر مدرس وسربراہ اعلیٰ:

کسی تعلیمی ادارہ کے صدر مدرس یا سربراہ اعلیٰ کی حیثیت ایک کنبہ کے سربراہ یعنی فیملی ہیڈ (Family head) کی سی ہوتی ہے۔ کنبے کا سربراہ کنبے کی بھلائی وخوش حالی کے لیے مختلف جتن کرتا ہے، کنبہ کے ہر ہر فرد کی کارگزاریوں پر نظر رکھتا ہے، کوتاہی برتنے والوں کو تنبیہ کرتا ہے، بطور اصلاح سرزنش کرتا ہے اور اچھی کارگزاری پر شاباشی بھی دیتا ہے لیکن کسی بھی حالت میں وہ کنبے کے کسی فرد کو کنبے سے جدا کرنا نہیں چاہتا وہ اس باغبان کی طرح ہوتا ہے جو گلاب سے کانٹوں کو الگ نہیں کرتا بلکہ مثل گلاب ان کانٹوں کو بھی عزیز رکھتا ہے۔

حضرت صدرالشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز کو ۲۹رشوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۴رفروی ۱۹۳۴ء کومبارک پور بھیجا تا کہ وہ مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم میں صدر مدرس کی حیثیت سے رہ کر وہاں دینی خدمات انجام دیں۔

عمر کے آخری چھ سال (۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء کوآپ اشرفیہ کے سربراہ اعلیٰ منتخب کر لئے گئے تھے) چھوڑ کر پورا زمانہ اپنی اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دیا۔

اشرفیہ کا پورا اسٹاف (تدریسی عملہ، دفتری عملہ نیز چوکیدار و چپراسی وغیرہ) اورطلبہ آپ کے کنبے کی حیثیت رکھتے تھے۔ طلبہ آپ کو اپنے بچوں کی طرح عزیز تھے۔ انتظامیہ کے قوانین کا اپنے ماتحتوں اورطلبہ پر نفاذ، ماتحت مدرسین کے کاموں کی نگرانی اور جائزہ طلبہ کی تمام تعلیمی ذمہ داریوں کی تکمیل، ادارہ کے پورے ماحول کو خالص علمی بنائے رکھنے کا اہتمام۔ مدرسین اورطلبہ کی خامیوں پر نوٹس لینا اور ان کا انسداد کرنا اور کسی حال میں بھی مجلس منتظمہ، مدرسین اورطلبہ میں ناخوش گواری نہ آنے دینا بلکہ ہرایک کے منصب کے لحاظ سے اس کے احترام اور فرائض کو برقرار رکھنا، شریر طلبہ کو بلا امتیاز وتفریق سزا دینا، لائق اور با صلاحیت مدرسین وطلبہ کی حوصلہ افزائی اورقدر کرنا اور مدرسین وطلبہ کی ضروریات وحاجات پر مجلس منتظمہ کو آگاہ کر کے اس کی تکمیل کرانا اور اس کے علاوہ ملک بھر میں اشرفیہ کو نیک نام کرنا۔ حضرت حافظ ملت کا کمال تھا۔ آپ سے نہ کوئی ماتحت مدرس ناخوش تھا اور نہ آپ نے انتظامیہ اورطلبہ کو ان کے معیار سے ہٹ کر ادارہ کے علمی توازن کو کبھی بگاڑنے کا موقع دیا۔ وہ ایسے مرکز ثقل تھے جن پر پورے ادارہ کا انحصار تھا۔

طلبہ میں عملی اسپرٹ پیدا کرنا:

''طلبہ کے اندر علمی اور عملی اسپرٹ تیز کرنے کے لیے وہ ہر دو تین ماہ کے بعد ایک آدھ گھنٹے کے لیے انہیں جمع کر کے خطاب کرتے۔ یہ خطاب بڑا مؤثر ہوتا اور ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا عکس صاف دکھائی دیتا۔ اس میں عموما جو کچھ وہ بیان فرماتے اس کا مفہوم اور حاصل حسب ذیل ہے

''اشرفیہ میں قابل اساتذہ کا ایک متحرک وفعال کارواں جمع ہے۔ جن کی یہ یہ خصوصیات اورخوبیاں ہیں (مدرسین کے ناموں کے ساتھ ان کے کمالات بتاتے اور یہ حافظ ملت کا خاص فن تھا کہ وہ ہر شخص کے قرار واقعی فضل وکمال سے خود بھی آشنا رہتے اور دوسروں کو بھی آشنا کراتے) اس کے بعد فرماتے کہ ان سے اکتساب فیض اور تحصیل کمال تمہارا فریضہ ہے۔ تم نے طلب علم کی راہ میں قدم رکھا ہے۔ تو اسی میں منہمک رہنا چاہئے۔ اور اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہئے۔ ایک تاجر اپنی تجارت کے فروغ اور دولت کے حصول کے لیے دن رات ایک کر دیتا ہے۔ کبھی سر پر بوجھ بھی لاد کر چلتا ہے۔ اور کبھی سخت سست بھی سنتا ہے کبھی ذلت بھی اٹھاتا ہے مگر اپنے مقصد اور اپنے کام سے دست بردار نہیں ہوتا۔ ایک درزی اپنے کام کی تکمیل کے لیے ہر وقت لگا رہتا ہے۔ دوکاندار صبح بیٹھ جاتا ہے تو شام کو اٹھتا ہے۔ کھانے سے اور راحت وآرام سے بھی بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ بنکر اپنی بنائی کے کام میں لگا رہتا ہے اور ہر طرح کی زحمت وصعوبت برداشت کرتا ہے۔

جب سب کام والے اپنے کام میں بھرپور دل چسپی اور محنت سے لگے رہتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ طالب علم اپنے کام سے غافل رہے۔ اور اپنا وقت برباد کرے دینی طلبہ پر مجھے افسوس ہے کہ یہ تحفظ وقت کا خیال نہیں رکھتے۔

ایک بار میں کلکتہ کی ایک بلڈنگ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ قریب کے کمرے میں ایک بنگالی طالب علم کا قیام تھا وہ کچھ دیر سوتا اور پھر اٹھ کر پڑھنے لگتا۔ رات بھر اس نے زیادہ تر پڑھتے ہوئے ہی وقت گزارا۔ اسے اپنی تعلیم سے اس قدر لگن اور اس کے لیے اتنی محبت تھی۔ تو ہمارے طلبہ میں ایسی لگن اور محنت کیوں نہیں آتی۔ انہیں بھی اپنی تعلیم سے شغف، اپنے مقصد کے ساتھ اخلاص اپنے وقت کی قدر شناسی، اپنے کام سے دلچسپی ہونی چاہئے۔

ایک بار حضرت نے فارسی خانے کے اندر اسی قسم کے ایک جلسہ میں تقریر فرماتے ہوئے۔ اس وقت کے چپراسی، اور چنگی کے محصل کی مثال دیتے ہوئے فرمایا

''کسی کو دارالعلوم کے اندر محض رہنے سے علم نہیں آسکتا۔ علم لینے کے لیے محنت اور عرق ریزی ضروری ہے۔ تم لوگوں سے کہیں زیادہ زمانے سے عبد القدوس بھی دارالعلوم میں رہتے ہیں۔ ان کو یہاں رہتے ہوئے تو تیس چالیس سال کا عرصہ گزر گیا۔ اس لحاظ سے تو انہیں بہت جید عالم ہو جانا چاہئے تھا۔ لیکن وہ عالم کیوں نہیں ہوئے۔ اس لیے کہ وہ تعلیم میں مشغول نہیں ہوئے۔ جو تعلیم میں مشغول ہوگا وہ عالم بنے گا''

ایسے جلسوں میں تعلیمی شوق دلانے کے ساتھ ساتھ عمل کا جذبہ پیدا فرمانا بھی حافظ ملت کا کام تھا۔ مولانا محمد احمد مصباحی لکھتے ہیں:

''علم کے بعد عمل کی ترغیب پر آتے تو فرماتے۔ عالم کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو اگر اس میں عمل نہیں تو نہ وہ عند اللہ مقبول ہوسکتا ہے اور نہ عند الناس۔ ایک مقرر رد وہابیہ میں تقریر کر رہے تھے۔ اور ٹھوس دلائل، مضبوط شواہد اور دل نشیں انداز بیان کے ساتھ بولتے جا رہے تھے۔ تقریر بڑی کامیاب ہوئی۔ تقریر ختم ہوتے ہی ایک شخص مجمع سے اٹھا اور کہا مولانا! ذرا اپنے سر کے بال تو دیکھئے۔ دیکھا تو سر پر انگریزی بال تھے۔ دوسرا کھڑا ہوا اور اس نے کہا مولانا! ذرا اپنا پاجامہ تو دیکھئے۔ پاجامہ ٹخنے سے نیچے تھا۔ ان اعتراضات سے مولانا کی تقریر کا جواب تو نہ ہوا۔ جو حقائق انہوں نے بیان کیے وہ غلط تو نہ ہو گئے۔ مگر ان کی ذاتی اور عملی خامیوں کی وجہ سے ان کی تقریر بے اثر ہوگئی (فرماتے) ہم نے صدر الشریعہ سے علم بھی سیکھا اور عمل بھی سیکھا۔ ہر بات وہ بتاتے نہ تھے۔ ہم نے تو انہیں دیکھ دیکھ کر سیکھا ہے۔ انہیں عمامہ باندھتے دیکھا تو عمامہ باندھنا سیکھ لیا۔ انہیں سر جھکا کر وقار سے چلتے ہوئے دیکھا تو چلنا سیکھ لیا۔ انہیں کھاتے ہوئے دیکھا تو کھانے کا طریقہ سیکھ لیا''۔ (انوار حافظ ملت ص ۴۱/۴۲)

حضرت کی ان تقاریر کا فائدہ یہ ہوتا کہ مدرسین اور طلبہ میں جد و جہد کی ایک نئی اسپرٹ پیدا ہو جاتی۔ کھیلنے والے طلبہ بھی محنت سے پڑھ کر با مقصد انسان بننے کی دھن میں لگ جاتے۔ پر شوق طلبہ کو مزید مہمیز لگتی اور وہ مزید محنت اور لگن سے اپنے کاموں پر متوجہ ہو جاتے۔ اس طرح ایک سے ایک ہیرے جواہر اشرفیہ کی کان میں پرورش پاتے۔

مدرسین اورطلبہ کی ضرورتوں کا خیال:

حافظ ملت مدرسین اور طلبہ کی ضرورتوں کا لحاظ رکھتے۔ اور ان کے کہے بغیر از خود محسوس کر کے انتظامیہ کے ذریعہ ضرورتیں پوری کراتے۔ ہر کام وقت پر کرنا ان کی عادت تھی کسی کام کو اس کے وقت سے مؤخر کرنا انہیں آتا ہی نہ تھا۔ اسی روش پر وہ انتظامیہ کو بھی چلنے کا مشورہ دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے دارالعلوم کی مجلس منتظمہ ایک کامیاب مجلس منتظمہ تھی وہ اپنی صائب رائے کا اظہار کرنے میں تکلف نہ کرتے۔ اور اس بارے میں کسی بھی بڑی سے بڑی رکاوٹ کی پرواہ نہ کرتے۔

طلبہ کے مطبخ کے بارے میں اصلاحی تدابیر پر ہمیشہ عمل ہوتا رہا اور وقت وحالات کے لحاظ سے طلبہ کو اچھا کھانا دینے کی کوشش ہوتی۔ مطبخ میں اگر کسی خرابی کی خبر پاتے تو انتظامیہ سے فوراً اس کا تدارک کرواتے۔

ایک بار قحط سالی کے سبب سے دارالعلوم کا کنواں طلبہ اور مطبخ کی ضرورت کے لیے ناکافی ہوگیا۔ صبح دو گھنٹے پانی نکالے جانے کے بعد ہی کیچڑ برآمد ہونے لگتی، خشک سالی کا زمانہ تھا، طلبہ دارالعلوم کے باہر مساجد میں غسل وغیرہ کے لیے جاتے تو وہاں لوگوں کی ترش روئی کا سامنا کرنا پڑتا۔ مولانا شمس الحق صاحب علیہ الرحمہ نے اس بات کا تذکرہ حافظ ملت سے کیا۔ آپ نے مولانا موصوف کے جانے کے بعد فوراً ناظم اعلیٰ کو بلوایا اور انہیں ضرورت اور پریشانی بتانے کے بعد فرمایا: ’’آپ ٹیوب ویل لگوائیں چنانچہ دارالعلوم میں ٹیوب ویل کے ذریعہ پانی کا انتظام کیا گیا۔

مدرسین کی تنخواہ میں اضافہ:

آپ مدرسین کی ضروریات اور ان کی پریشانیوں سے باخبر تھے۔ آپ نے خود عمر کا بیشتر حصہ اسی دشت کی سیاحی میں گزارا تھا۔ گو آپ نے اپنے استاذ معظم حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے حکم کے مطابق ادارہ کا کام ہمیشہ خدمت کی نیت سے کیا اور تنخواہ کی کمی بیشی سے کبھی کوئی مطلب نہیں رکھا نہ کبھی اضافۂ تنخواہ کی درخواست ارکان عالیہ کو دی لیکن آپ جانتے تھے کہ سات سات ماہ اور گیارہ گیارہ ماہ تک تنخواہیں موقوف رہنے سے مدرسین پر کیا گزرتی ہوگی، دوم یہ کہ آپ مدرسین کی تنخواہوں کے اضافہ سے بھی نہ غافل ہوتے نہ ہی کبھی کوئی منفی رویہ اختیار کرتے۔

۱۹۷۱ء میں آپ مجلس انتظامیہ کے صدر اور سربراہ اعلیٰ منتخب ہوئے لیکن آپ کے اوپر اس منصب کا کوئی جاہ وجلال نظر نہ آیا آپ نے بارہا فرمایا:

’’میں کل بھی ادارہ کا خادم تھا اور آج بھی ادارہ کا خادم ہوں‘‘

آپ کسی مدرس کو ملازم تصور نہیں کرتے تھے بلکہ انہیں بھی خادم دین تسلیم کرتے تھے۔ ایک بار آپ کی مجلس میں لوگوں نے اپنے کاروبار کی پریشانی اور گرانی کی زیادتی کا تذکرہ کیا جیسا کہ عموماً ایسے موقع پر ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنی پوری لسانی وفکری قوت کے ساتھ آٹا، دال، چاول، سوت، ریشم، مسرائز کا بھاؤ اور بازار کا اتار چڑھاؤ بتانے لگتا ہے اور کوئی گوشہ تاریک نہیں چھوڑنا چاہتا۔

آپ کے سامنے بھی لوگوں نے بیان کیا اور آپ یہ ساری باتیں بڑی متانت اور دردمندی سے سنتے رہے۔

بتانے والوں میں زیادہ تر مجلس عاملہ کے ارکان ہی تھے ۔آپ نے آخر میں فرمایا کہ جب گرانی کا یہ حال ہے تو مدرسین کی تنخواہوں میں اضافہ ضروری ہے۔

دوسرے دن میٹنگ طلب کی اور بغیر کسی درخواست اور تحریر کے تمام مدرسین کی تنخواہوں میں اضافہ کردیا۔کسی رکن میں اختلاف کی مجال نہ تھی کیوں کہ ایک دن پہلے خود ہی لوگ سب کچھ سنا چکے تھے۔

یہ واقعہ آپ نے ایک موقع پر خود راقم سے بیان کیا: (انوار حافظ ملت۔بقلم مولانا محمد احمد مصباحی)

اضافۂ تنخواہ کے ضمن میں مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں:

''مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ (شاہزادۂ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ) نے عرض کیا اضافہ کی یہ درخواست دیتے ہوئے ایک عجیب کیفیت محسوس ہورہی ہے (یعنی دل میں اس سے تکدر کا احساس ہورہا ہے) اس پر حضرت نے فرمایا:

اس میں خفت محسوس کرنے کی کیا وجہ ہے، حالات بدل چکے ہیں، اخراجات سب کے بڑھ چکے ہیں اور ہر مدرسہ میں اضافۂ تنخواہ کی لوگ درخواست دے رہے ہیں، آپ لوگوں نے بھی دی اس میں کیا بات ہے؟ ہر آدمی کو کچھ نہ کچھ زمانے کا خیال رکھنا پڑتا ہے، زمانے کو نظر انداز کرکے کوئی بھی نہیں رہ سکتا۔ (بروایت مولانا عبدالمبین نعمانی)

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ ادارہ کے مدرسین کا ہر طرح خیال رکھتے تھے اور مہنگائی وحالات زمانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مدرسین کے اضافۂ تنخواہ پر غور فرما کران کا مطالبہ پورا فرماتے تھے۔

مدرس رکھتا ہوں، نکالتا نہیں:

حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ خود سے کسی بھی مدرس کو علیحدہ نہیں کرتے تھے۔ ہاں اگر کسی وجہ سے مدرس خود علیحدہ ہوجائے تو الگ بات ہے۔

آپ بھوجپور سے لکھتے ہیں (بتاریخ ۹؍رمضان ۱۳۹۵ھ)

''میں نے خارجاً سنا تھا کہ مفتی عبدالمنان صاحب سے بمشاہرہ پانچ سو روپیہ انوار القرآن کے لیے بات ہوئی ہے۔ اگر ایسا ہے یا ہو سکے تو مجھے انکار نہیں۔لیکن میرے سر یہ نہ رکھا جائے ۔کہ حافظ صاحب کی اجازت ہو۔میری اجازت کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ میں ان کو علیحدہ کررہا ہوں وہ خود تشریف لے جائیں یا کوئی بھی دوسرا مدرس تو میں انوارالقرآن کی محبت میں اس غم کو برداشت کرسکتا ہوں۔ میں نے جتنے مدرس رکھے ہیں کسی کو علیحدہ نہیں کرنا چاہتا۔ اشرفیہ کے لیے سب ضروری ہیں''۔

ادائیگی حقوق کی تائید:

حضور حافظ ملت مدرسین کے حقوق کی ادائیگی کا بھی خیال رکھتے تھے اور انہیں اس کی تاکید فرماتے تھے۔

حضرت قاری عبدالحکیم صاحب قبلہ گونڈوی نے بیان فرمایا کہ ایک بار محرم کی تعطیل میں گھر جانے کا ارادہ نہیں تھا۔حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا: قاری صاحب! آپ گھر جائیں گے یا نہیں؟ عرض کیا: حضور ارادہ نہیں ہے۔فرمایا پانچ چھ روز کی چھٹی ہورہی ہے آپ گھر چلے جایئے بچوں کے بھی حقوق ہیں۔

بحیثیت سربراہ اعلیٰ:

☆ حضور حافظ ملت نے تقریباً ۴۴؍سال تک اشرفیہ میں تدریسی فریضہ انجام دیا۔ تقریباً ۳۷؍سال آپ صدر مدرس رہے اور ۷؍سال تک سربراہ اعلیٰ، آپ نے اپنے لیے کبھی تنخواہ کے اضافہ کی درخواست نہ دی۔

بقول محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری: آپ نے مبارک پور میں تقریباً نصف صدی کا عرصہ گزار دیا لیکن کسی دور میں بھی آپ کا مشاہرہ دوسو پچاس تک نہ پہنچا۔ (حافظ ملت نمبر ۱۶۰)

☆ مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی کی روایت ہے کہ حضرت حافظ ملت نے ارشاد فرمایا:

''میں نے کبھی اضافۂ تنخواہ کی درخواست نہیں دی، جو ملا لے لیا اور اب تو کئی سال سے بلاتنخواہ ہی کام کر رہا ہوں پھر بھی اللہ کا فضل ہے کہ مجھ میں کوئی فرق نہیں آیا'' (ایضاً ص ۴۱۰)

☆ حضرت حافظ ملت جب سے سربراہ اعلیٰ منتخب کیے گیے اشرفیہ سے تنخواہ نہیں لی۔

عہد صدارت اور عہد سربراہی کا ایک جائزہ:

☆ حضور حافظ ملت ۲۹؍شوال ۱۳۵۲ھ میں اشرفیہ کے صدر مدرس کی حیثیت سے مبارک پور تشریف لائے اور صرف ساڑھے گیارہ ماہ کی قلیل مدت میں اشرفیہ مصباح العلوم (باغ فردوس) کا سنگ بنیاد رکھوایا۔

☆ آپ نے ۱۹۳۴ء ہی میں طلبہ کے لیے ''مطبخ'' قائم کرایا اور دس سال تک اس کا خرچ مسلمانان مبارک پور ہی کے ذریعہ چلاتے رہے۔

☆ انجمن اہل سنت اشرفی دارالمطالعہ اور ''سنی دارالاشاعت'' قائم کرایا۔

☆ مدرسۃ البنات کا قیام ☆ اشرفیہ مارکیٹ کا سنگ بنیاد

☆ الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کے قیام کے سلسلے میں ۱۹۷۲ء میں تعلیمی کانفرنس۔

☆ سیدنا مفتی اعظم علیہ الرحمہ حضرت سید العلما علیہ الرحمہ کے ہاتھوں الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیاد۔

☆ نومبر ۱۹۷۳ء میں دوسری تعلیمی کانفرنس الجامعۃ الاشرفیہ کے لیے مندرجہ ذیل شعبوں وغیرہ کا قیام

درسگاہ، دارالاقامہ، دارالحفاظ، دارالتجوید، دارالتصنیف والتالیف، لائبریری، شعبہ نشریات، مہمان خانہ، پریس اور فن کتابت کی تربیت کی عمارت۔ دفاتر اشرفیہ، ہائی اسکول، اساتذہ کی رہائشی عمارت، بیت المال وغیرہ

زیادہ تر شعبوں کا قیام ہو چکا ہے اور تعمیرات بھی ہو چکی ہیں۔ صرف پریس اور کتابت کے شعبہ کا کام باقی ہے اس کی جگہ کمپیوٹر نے لے لی ہے۔

الحمد للہ! یہ سب فیض، ابوالفیض، استاذ العلما جلالۃ العلم حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ، بانی و سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ کا ہے۔

خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

☆☆☆


الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ
AL JAMIATUL ASHRAFIA MUBARAKPUR AZH. U.P.

پانچواں باب

حافظ ملت بحیثیت مفسر

تو مفسر تو محدث رشک علم خاص وعام
ساقی بزم مدینہ سے ملا ہے تجھ کو جام
سینہ تیرا علم نبوی کا حسیں گلزار ہے
تیری خوشبو سے معطر کوچہ وہ بازار ہے
(بدر)

حافظ ملت بحیثیت مفسر

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کتنے عظیم مفسر قرآن تھے۔اس عظیم الشان موضوع پر مجھ جیسا بے علم قلم فرسائی کی مجال نہیں رکھتا بلکہ اس مقالہ میں حافظ ملت کے لائق و فائق تلمیذ ارشد، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اور ان جیسے افاضل کی تحریروں کو نقل کرنا میرے لیے باعث سعادت ہے۔حضرت شارح بخاری قبلہ رقم طراز ہیں

مفسر ساز مفسر:

قرآن مجید ایک بحر نا پیدا کنار ہے الفاظ تو محدود ہیں۔مگر اس کے معانی غیر متناہی بالفعل ہیں حدیث میں ہے عجائبہ لا تنقضی لکل آیة منها ظهر و بطن و لکل حد مطلع کتاب اللہ کے معانی کا حال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ سب سورۂ فاتحہ میں ہے اور فرمایا اگر میں سورہ فاتحہ کی تفسیر کروں تو اتنی کتابیں لکھدوں کہ ستر اونٹ بوجھل ہو جائیں۔علماء اسلام نے قرآن مجید کی تفسیر پر اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ میرا ایک اندازہ ہے کہ اگر پوری دنیا کے جملہ مذاہب کی کل مذہبی کتابیں ایک پلے میں ہوں اور تفاسیر کی کتب ایک پلے میں تو تفاسیر کی کتب بھاری ہوں گی۔قرآن مجید کی تفسیر میں خطا سے بچنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کتب تفسیر کا مطالعہ کامل ہو ورنہ آدمی بغیر ٹھوکر کھائے نہیں رہ سکتا۔اگر چہ وہ اہل زبان ہو اگر چہ لغت عرب پر عبور کامل رکھتا ہو۔

صحابہ کرام اہل زبان تھے ان کے زمانے میں قرآن نازل ہوتا تھا مگر وہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے محتاج تھے ارشاد ہے وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ حضور اقدس پر قرآن نازل ہوا مگر حضور اقدس ﷺ تعلیم الٰہی کے محتاج تھے ارشاد ہے ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ۔

اس لئے قرآن کریم کی صحیح تفسیر جاننے کے لئے ضروری ہے کہ زبان عرب کی مہارت کے ساتھ ساتھ معانی قرآن کی تفسیر میں جو کچھ حضور اقدس ﷺ اور صحابہ و ائمہ مجتہدین نے بیان فرمایا ہے سب پر نظر ہو اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ کتب تفسیر قدیم و جدید کا کامل مطالعہ ہو ان کے مضامین مستحضر ہوں۔اس کو یوں ذہن نشین کیجیے حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ کا بیان ہے کہ جب میں قرآن مجید کی تفسیر لکھنے بیٹھا تو بہت ایسا ہوا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمے پر شبہات وارد ہوئے جب کتب تفسیر کی طرف مراجعت کی تو کبھی کبھی کئی کئی دن صرف ہوئے مگر کسی نہ کسی تفسیر میں ترجمہ رضویہ کی تصحیح مل جاتی اس طرح کہ اس کے سوا دیگر جملہ تراجم کا ضعف دلائل سے موجود ملتا۔

یہ سب اس لیے لکھ رہا ہوں کہ درس نظامی میں عام طور پر جلالین مدارک اور بیضاوی کے ڈھائی پارے پڑھائے جاتے ہیں۔اور تقریباً سبھی مدارس کا یہی دستور ہے۔جلالین اور بیضاوی پر کثیر حواشی اور شروح مطبوعہ ملتے ہیں جس کی مدد

سے ایک متوسط آدمی بھی ان کتابوں کو پڑھاتا ہے اور حضور حافظ ملت قدس سرہ کی تفسیر میں مہارت کا جو سرمایہ مل سکتا ہے وہ درس ہی سے مل سکتا ہے۔تو اگر میں یہ کہدوں کہ حافظ ملت ان کتب تفسیر کو بہت عمدہ پڑھاتے تھے تو اہل علم اس کے کھوکھلے پن پر ہنس دیں گے اس لئے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حافظ ملت قدس سرہ ان کتابوں کو خوب بہت خوب بہت عمدہ اور بہت عمدہ تو پڑھاتے ہی تھے۔حافظ ملت کا کمال یہ تھا کہ ایک ذی استعداد طالب علم کو یہی کتابیں پڑھا کر مفسر بنادیتے تھے۔(ماہنامہ اشرفیہ)

تفسیر جلالین کا پہلا سبق:

حضرت شارح بخاری رقم طراز ہیں''حافظ ملت درسی تقریر کی ایک جھلک دیکھتے چلیں جلالین کا پہلا سبق۔الــم الف "اللــه اعـلـم بمراده بذالك" الم سے اللہ کی جو مراد ہے وہ خوب جانتا ہے فرماتے الم مقطعات قرآنیہ میں ہے۔مقطعات قرآنیہ متشابہات میں ہیں متشابھات کے بارے میں تین مذہب ہیں۔

اسلم ،سالم ،زائغ

مذہب اسلم یہ کہ ان کی تاویل نہ کی جائے اور ان کے معنی کو علم الہی پر محمول کیا جائے۔

مذہب سالم یہ ہے کہ حقیقی مراد علم الہی پر محمول کی جائے اور ایسی تاویل کی جائے جو محکمات کے منافی اور معارض نہ ہو جیسے ید اللہ میں ید بمعنی قدرت۔

مذہب زائغ یہ کہ ان کی ایسی تاویل کی جائے جو محکمات کے منافی و معارض ہو جیسے ید اللہ میں ید بمعنی ہاتھ عضو مراد لیا جائے۔یہ تینوں مذاہب سورۂ آل عمران کی اس آیت میں مذکور ہیں۔

فَـاَ مَّـا الَّـذِيْـنَ فِـى قُـلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَة وَابْتِغَاءَ تَاوِيْلِهٖ وَ مَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهٖ كُلّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا. (آل عمران پ۳)

وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کی تاویل ڈھونڈنے کو۔ اور اس کی تاویل اللہ ہی کو معلوم ہے۔اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔

اس آیت سے دو مذہب بالکل ظاہر ہے زائغ اور اسلم۔مگر آگے وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ پر اگر وقف کیا جائے تو مذہب اسلم ظاہر ہے اور اگر اللہ پر وَالـرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلمِ کو معطوف مانا جائے تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ متشابہات کی تاویل صرف اللہ اور علم میں پختہ کار علما جانتے ہیں یہ مذہب سالم ہے مفسر نے اَللّٰـهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذَالِكَ تفسیر کرکے مذہب اسلم کو اختیار فرمایا۔

(ذالك) اى هـذا (الـكـتـاب) الـذى يـقـر ؤ ه مـحـمـد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ۔ذالك کی تفسیر ھـذا سے اس لئے کی کہ ذالکـ دور کے اشارے کے لئے آتا ہے۔اور ھـذا قریب کے لئے۔ذالکـ سے شبہہ ہوتا ہے کہ اس سے قرآن کے علاوہ کسی اور کتاب مثلا تورات یا انجیل کی طرف اشارہ ہے۔اس لیے کہ ذالکـ جزو قرآن

ہے جزو شئ شئ سے قریب ہوتا ہے مفسر نے ہذا نکال کر بتایا کہ مراد قرآن ہی ہے جس کا جز یہ ذالک بھی ہے ۔والا شـــارة بذالك للتعظيم کہہ کے یہ نکتہ بتایا کہ مراد بعد رُتبی ہے یعنی یہ کتاب ہے قریب مگر اتنی عظیم المرتبت ہے کہ اس سے عظیم تر کوئی دوسری کتاب نہیں ۔

الـذی یقرؤ ہ محمد ﷺ سے اشارہ کیا کہ الکتاب میں الف لام عہد کا ہے اس سے مراد یہ مخصوص کتاب ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہیں جس کا علم مخاطبین کو بخوبی ہے الـذیـن یو منون بالغیب کی تفسیر میں یو منون کی تفسیر یـــصـــدقــو ن سے کر کے یہ بتایا کہ صحیح یہی ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے علما کا ایمان کے بارے میں مختلف مذہب ہے بعض محدثین وشوافع جن میں امام بخاری بھی ہیں ۔اس کے قائل ہیں کہ ایمان تصدیق بالقلب اقرار باللسان و عمل بالارکان کے مجموعے کا نام ہے ۔بعض حضرات تصدیق اور اقرار کے مجموعے کو ایمان کہتے ہیں ۔احناف اور محققین اس کے قائل ہیں کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے ۔اور اقرار باللسان اجراء احکام کی شرط ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ ایمان کا عمل پر عطف ہے ۔اور عطف میں اصل مغایرت ہے خود اسی آیت میں یـومـنـون بــالـغیـب پر یـقیـمـون الصلوة ومما رزقناهم ينفقون کا عطف ہے اس سے ظاہر ہے کہ ایمان اور عمل دو مغایر چیزیں ہے نیز اگر اعمال جزء ایمان ہوں تو تصدیق کرنے والے مومن نہ ہوں گے کافر ہوں گے ۔پھر اس آیت کریمہ ان اللـہ لا یغفر ان یشـر ک بہ و یغفر مادون ذالـک کا محمل کیا ہوگا ۔اسی طرح کے چند عام فہم استدلالات بیان فرما کر بڑے مزے سے فرماتے ۔علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ شافعی مذہب ہیں مگر مذہب احناف کو یہاں اختیار فرمایا یہ مذہب احناف کی حقانیت کی دلیل ہے ۔

اسی طرح ایک ایک لفظ پر طالب علم کے مناسب افادات بیان فرماتے ۔حـفـظ من حفظ ونسی من نسی آیہ کریمہ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا ۔پر افادہ فرماتے کہ ان شک کے لئے آتا ہے اور کفار کو شک نہیں یقین تھا کہ قرآن خدا کی کتاب نہیں ۔پھر اس کو بصیغہ شک کیوں بیان فرمایا پھر نکتہ ارشاد فرماتے کہ قرآن مجید کے مُنَزَّلْ مِنَ اللہ ہونے کی دلیل اتنی قوی ہے کہ اس کے آگے کفار کا یقین شک کی طرح کمزور اور بودا ہے ۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۷۔۱۹)

علم تفسیر کا ملکہ:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کتنے عظیم مفسر قرآن تھے اور انہیں اس علم مبارک میں مراحل کمال تک کیسی رسائی نصیب تھی ،جسے وہ بہت قلیل مدت میں اپنے باصلاحیت طلبہ میں منتقل فرمادیا کرتے تھے ۔حضرت شارح بخاری ادام اللہ فیوضہ کا بیان کردہ مندرجہ ذیل واقعہ اس کا شاہد عدل ہے ۔تحریر فرماتے ہیں ۔

''اپنی طالب علمی کے زمانے کا ایک واقعہ اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی قدس سرہ کے بڑے صاحب زادے مولانا حکیم شمس الہدیٰ مرحوم جنہیں ہم لوگ بھائی جان کہتے تھے حضرت حافظ ملت

قدس سرہٗ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے۔ان دنوں ان کے ایک عزیز جلالین شریف پڑھتے تھے اس زمانے میں یہ التزام تھا کہ جلالین حضرت حافظ ملت خود اپنے یہاں رکھتے تھے۔دوسرا پارہ ہو رہا تھا بھائی جان کے عزیز نے عبارت پڑھی ترجمہ کیا۔تقریر کا جب وقت آیا تو حضرت آج تقریر کرنے کے بجائے اس طالب علم سے سوالات کرنے لگے مفسر نے یہ کیوں نکالا۔یہ کیوں نکالا غالبا نصف صفحہ کا سبق تھا اس طالب علم نے ہر جگہ بتا دیا حضرت بے حد مسرور ہوئے اور بھائی جان مرحوم حیران وششدر۔سبق کے بعد متعدد طلبہ اور بعض مدرسین سے انہوں نے یہ واقعہ بار بار بیان فرمایا اور اس طالب علم کی بہت تعریف کی مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ سب فیض ہے اس کیمیا صفت مرد حق آگاہ کا جو مس خام کو کندن بنانے میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔کیا جلالین و بیضاوی کے شروح وحواشی دیکھ کر سب پڑھانے والوں میں یہی تاثیر ہے کہ صرف ایک پارہ کی تفسیر پڑھا کر متعلم میں اتنی صلاحیت پیدا کر دیں کہ وہ پورا سبق مطالعہ کر کے حل کرے یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک ہی پارہ پڑھنے کے بعد طالب علم میں اتنی صلاحیت پیدا ہو جاتی تھی یا ہوگئی تھی تو اسے سال بھر تک جلالین پڑھنے کی کیا ضرورت تھی وہ مطالعہ سے حل کر لیتا۔اسے جلالین پڑھانا تضییع اوقات تھا۔بجائے جلالین کے اسے اور کوئی کتاب پڑھائیں۔

یہ سوال اگر اسی طالب علم سے کیا جاتا تو وہی جواب دے سکتا تھا کہ کیوں اس نے سال بھر تک یا اکثر سال جلالین پڑھی جب کہ جلالین حل کرنے کی اسے قوت ہوگئی تھی بات یہ ہے کہ جلالین سمجھ لینا سمجھا لینا اور بات ہے اور قرآن مجید کی تفسیر پر حاوی ہونا اور بات ہے جلالین سمجھنا سمجھانا تفسیر کا الف با ہے اور قرآن مجید کی تفسیر پر حاوی ہونا اخیر منزل ہے درمیان میں کتنے مراحل ہیں اس کو وہی جانتا ہے جو علم تفسیر سے مس رکھتا ہے۔اس طالب علم میں جلالین حل کرنے کی استعداد تو پیدا ہوگئی تھی مگر دیگر مراحل باقی تھے انہیں طے کرنے کے لئے سال بھر جلالین پڑھتا رہا۔

اس کو یوں سمجھئے کہ جلالین سمجھ لینے سے یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ جلالین نے فلاں فلاں آیت کی کیا تفسیر کی ہے مگر یہ ضروری نہیں کی جو جلالین نے تفسیر کی ہے وہی صحیح راجح مختار ہو بہت سی جگہ بتقاضائے بشری ان حضرات سے بھی لغزش ہوئی ہے۔وہاں صحیح کیا ہے۔یہ جلالین کے مطالعہ سے کیسے معلوم ہوگا علاوہ ازیں تفسیر میں جگہ جگہ احناف وشوافع کے اختلافات کی معرکہ آرائیاں ہیں۔اور دونوں جلال شافعی ہیں احناف کا موقف اور اس کے دلائل جلالین دیکھنے سے نہیں معلوم ہوں گے۔یہ یا تو دیگر کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوں گے یا کسی ماہر مشفق استاذ کے بتانے سے ہمارے زمانے میں مولوی محمد عثمان بمبئی والے ایک بہت ہی عظیم ذہین وفطین قادر الکلام وقاد ذہن کے طالب علم تھے۔ان کو پڑھانا آسان نہیں تھا ہم نے دیکھا ہے کہ کبھی کبھی درسگاہ میں مناظرے کا شبہہ ہو جاتا تھا مگر حافظ ملت کے یہاں ان کو بھی ہمیشہ کم سخن ہی پایا ان کے تفسیر جلالین پڑھنے کے زمانے کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اعلیٰ درجے کے ذہین وفطین ہوتے ہوئے بھی انہوں نے جلالین شریف دو سال میں مکمل حافظ ملت سے پڑھی ہے حالانکہ جلالین بمشکل آٹھ دس پارے لوگ پڑھاتے ہیں اور عام طور پر یہ آسان کتاب مانی جاتی ہے لیکن اسکا اصل اشکال اس

واقعہ سے ظاہر ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہوگا کہ مولوی عثمان نے کیوں تیس پارے پڑھے اور یہ بھی عقدہ حل ہوگا کہ نفس مطلب حل کرنے کے بعد کیا پڑھنے کی ضرورت تھی۔

سورہ نور اور حافظ ملت کی تدریسی نورانیت :

شارح بخاری فرماتے ہیں:

''سورہ نور کی آیہ کریمہ اللہ نور السموٰت والارض کا سبق تھا آیہ کریمہ کے ظاہر مفہوم پر بادی النظر میں بہت سے اعتراضات پڑتے ہیں۔مولوی عثمان کے نقاد ذہن نے اس پر سولہ شبہات تیار کیے۔ان کا بیان ہے کہ میں نے اس رات سوائے جلالین کے اور کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا ان شبہات کو اچھی طرح ذہن میں بٹھایا ان کے جو جوابات ان کی سمجھ میں آئے ان پر بھی غور کیا جب سبق پڑھنے بیٹھے تو اس دن عبارت نہیں پڑھی جتنی دیر عبارت خوانی ہوتی رہی اتنی دیر وہ انہیں شبہات پر غور کرتے رہے۔

عبارت خوانی کے بعد جب حافظ ملت نے تقریر کی تو دم بخود ہوکر سنتے رہے پینتالیس منٹ تک حافظ ملت تقریر کرتے رہے یہ ہمہ تن گوش مہر برلب سنتے رہے جب تقریر پوری ہوگئی تو حافظ ملت نے مولوی عثمان سے پوچھا کیا بات ہے عثمان بالکل خاموش ہو آج کچھ نہیں بولے انہوں نے عرض کیا آج تو سولہ شبہات تھے اور ان سب کو پیش کرنے کی پوری تیاری کرکے آیا تھا مگر حضور نے ایسی تقریر کی کہ وہ سب شبہات کافور ہوگئے میں کیا پوچھتا؟ کیا تدریس کا یہ انداز ایک عظیم خرق عادت اور عظیم کرامت سے کم ہے؟ کیا اس کی مثال عام مدرسین کے یہاں مل سکتی ہے؟ کاش کہ مولوی عثمان نے اپنے ان شبہات کو اور پھر حافظ ملت قدس سرہ کی اس تقریر کو قلم بند کرلیا ہوتا تو آج ایک عظیم یادگار باقی ہوتی۔

میں نے یہی مضمون حافظ ملت قدس سرہ کے عرس چہلم میں بیان کیا تو ایک حاسد نے جو بزعم خویش اپنے آپ کو ہمہ دان اور بے مثل و یکتا جانتے ہیں۔اس کا مذاق اڑایا کہ اس میں کیا کمال ہے وہ تو خود صاحب جلالین نے نور کی تفسیر منورھما بالشمس والقمر سے کرکے بہت سے شبہات کا ازالہ کردیا ہے میں نے عرض کیا کہ اولا خود اس تفسیر پر کئی شبہات میرے ذہن میں ہیں نور مصدر نہیں کہ اسے اسم فاعل کے معنی میں لے لیں اور مبالغۃً حمل کا قول کریں۔

ثانیا اس میں بھی ایک استبعاد ہے نور اگر مصدر ہوتا بھی تو مجرد ہوتا اور منور مزید فیہ تو اس تفسیر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مجرد بمعنی مزید فیہ پھر مصدر بمعنی اسم فاعل۔(اگرچہ یہ شبہہ لاینحل نہیں) مگر میں نے ان کا مبلغ علم معلوم کرنے کے لیے عرض کردیا ثالثا یہ جواب ہے تو اسکا کہ مصدر کا حمل غیر مصدر پر درست نہیں نیز مصدر کا معنی انتزاعی ہے معنی انتزاعی قائم بالغیر ہوتا ہے اور اللہ عزوجل کی صفات قائم بالغیر نہیں پھر معنی انتزاعی حقیقت ثابتہ نہیں انتزاع منتزع پر موقوف ہے اور اللہ عزوجل کی ہر صفت حقیقت واقعیہ ثابتہ ہے اعتبار معتبر پر موقوف نہیں۔نیز نور عرض ہوتا ہے اور عرض قائم بالغیر ہوتا ہے نیز یہ کہ عرض کسی ماہیت کا جز ہوتا ہے اور صفات باری ان دونوں سے منزہ ان شبہات کا جواب تو منور سے ہوسکتا ہے مگر سولہ کے سولہ شبہات جب تک معلوم نہ ہوں آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سب کا جواب اس تفسیر سے ہوگیا بلکہ آپ یا ہم

یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ان میں کسی ایک کا جواب اس تفسیر سے ہوا۔(ایضاص ۱۱۶۔۱۱۷)

شاہد کا معنیٰ:

انجمن امجدیہ بھیرہ ولید پور اعظم گڈھ کے اجلاس میں ایک بار حضرت الاستاذ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ دام ظلہ نے آیتِ کریمہ "انا ارسلنک شاھدا ومبشرا" پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ شاہد کا معنیٰ حاضر ہے نماز جنازہ کی وہ دعا جس میں ہے "لشاھدنا وغائبنا" (مغفرت فرما) ہمارے حاضر کی اور ہمارے غائب کی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہد بمعنی حاضر آتا ہے، لہذا آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔ بعدہ حافظ ملت نے تقریر کی تو حضرت نے حضرت مفتی صاحب قبلہ کی تحسین کے ساتھ حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

یہی مان لو کہ شاہد کے معنیٰ گواہ ہے، تو بتاؤ گواہ کون ہوتا ہے؟ کیا وہ شخص گواہ ہوسکتا ہے جو واقعہ کے وقت موجود نہ ہو، یا موجود ہو مگر بچشم خود دیکھا نہ ہو، ہرگز نہیں گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ کے وقت حاضر بھی ہو اور ناظر بھی، لہذا "انا ارسلنك شاھدا" میں شاہد کا معنیٰ گواہ لینے پر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا اپنی جگہ بعینہٖ ثابت ہے۔ وللہ الحمد۔ (حافظ ملت نمبر ص ۱۸۲، اشرفیہ از مولانا محمد احمد صاحب مصباحی بھیروی)

"لکل قوم ہاد" کا مطلب:

نیچریوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رام، کرشن وغیرہ نبی تھے، اس پر ولکل قوم ھاد سے استدلال کرتے ہیں کہ ہر قوم کے لیے ایک ہادی اور رسول ہے۔ نیچریوں کے اس عقیدے کو حافظ ملت نے اس طرح باطل کیا۔ فرماتے ہیں:

نیچریوں کے قول کی ساری بنیاد "لکل قوم ھاد" پر قائم ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ ہی سے ان کا سارا قصر استدلال بالکل منہدم کردیا۔ آیت کریمہ ہے "انما انت منذر ولکل قوم ھاد" اعلیٰ حضرت نے ترجمہ فرمایا تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی۔

یعنی یہ فرمان صرف ہمارے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے کہ تم تو ہر قوم کے لیے ہادی اور نذیر ہو، اب ولکل قوم ہاد سے نیچریوں کے استدلال کی گنجائش نہ رہی۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ از مولانا محمد احمد صاحب مصباحی بھیروی)

لغزش مفسر کی اصلاح:

صاحبان علم وفن حضرات مفسرین کرام سے بتقاضائے بشریت لغزشیں بھی ہوتی ہیں، حضور حافظ ملت صرف طلبہ کو کتب تفسیر کا سبق نہیں دیتے تھے۔ بلکہ روح علم سے آشنا فرمادیتے۔ ان کی نگاہیں مفسرین کی لغزشوں کو بھی گرفت میں رکھتیں شارح بخاری اس حوالے سے رقم طراز ہیں

"جہاں جہاں مفسر سے غلطی ہوئی ہے وہاں تنبیہ فرماتے مثلاً آیت کریمہ لقد ھمت به وھم بھا لو لا ان

راٰ برھان ربہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کا ارادہ کیا اور حضرت یوسف بھی زلیخا کا اردہ کرتے اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھتے۔اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حضرت یوسف نے ارادہ معصیت کیا ہی نہیں۔مگر مفسر نے یہ لکھا ہے وجواب لولا لجامعھا۔اس تقدیر پر مطلب یہ ہوا کہ حضرت یوسف نے بھی ارادہ معصیت کرلیا تھا۔اگر برہان الٰہی نہ دیکھتے تو معصیت کے مرتکب ہوجاتے۔حافظ ملت فرماتے ہیں کہ گناہ کا اردہ انبیاے کرام کے شایان شان نہیں اس لیے یہ تفسیر صحیح نہیں۔لولا کا جواب محذوف ضرور ہے۔مگر وھم بھا مقدم اس جواب محذوف پر دال ہے۔اور لجامعھا محذوف ماننے پر شرعی قباحت کے علاوہ ایک شناعت یہ بھی ہے کہ محذوف پر دال کوئی نہ ہوگا۔زیادہ سے زیادہ کہیں گے کہ اس حذف پر قرینۂ عقلی قائم ہے۔یہ قرینۂ عقلی،دلیل شرعی کے مزاحم ہوکر ساقط ہوگیا۔نیز قرینہ ملفوظہ جب موجود ہے تو عقلی قرینہ لینے کی کیا حاجت۔؟خصوصا ایسی صورت میں جب کہ ایسی شناعت لازم آتی ہو"
(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۱۹)

وہابیہ کی تاویل سے ثبوت علم غیب:

مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری حافظ ملت کی ایک درسگاہی تقریر کے حوالے سے فرماتے ہیں:
"وَمَاهُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ" پر درسگاہی تقریر میں افادہ فرمایا اس آیت کریمہ میں "ھو" کا مرجع (مراد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ ذات گرامی ہے اس صورت میں نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا غیب بتانے میں بخیل نہ ہونا ثابت ہے۔تو ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطا سے غیب جانتے بھی ہیں اور بتاتے بھی ہیں۔مگر وہابیہ اپنے مطلب کے موافق "ھو" کا مرجع اللہ تعالی کو بتاتے ہیں اس صورت میں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی غیب بتانے میں بخیل نہیں ہے جب اللہ تعالی اغیب بتانے میں بخیل نہیں ہے تو اس نے اپنے نبی کو غیب کا علم دیا ہے نہ عطا فرمائے تو بخل لازم آئے گا"(معارف حافظ ملت ص ۴۴) محبّ گرامی حضرت مولانا محمد اسلم مصباحی عزیزی گورکھپوری کے محفوظ کیے ہوئے چند اور تفسیری افادات ملاحظہ فرمائیں۔

رزق وعطا میں مناسبت:

جلالین شریف کے پہلے سبق میں ومما رزقنھم کی تفسیر مفسر نے اعطیناھم سے اس لیے فرمائی ہے کہ رزق کے مفہوم میں ہر شئی داخل ہے جو خدا کی طرف سے بندوں کو ملے۔
توضیح:۔رزق کا عام اور متعارف معنی جو ذہنوں میں ہے وہ یہ کہ کھانے اور پینے کی چیزوں کو رزق کہا جاتا ہے۔اس معنی کے اعتبار سے رزق خاص معنی میں ہوا اور عطا کھانے اور پینے کی چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں پر بھی بولا جاتا ہے اس طرح خاص کی تفسیر عام سے ہوئی اور جب رزق کا معنی عطا الٰہی مراد لے لیا گیا تو اب صرف اشیاء خوردنی کا خرچ کرنا ہی متقیوں کی صفت نہیں ہوئی بلکہ زبان،ہاتھ،پیر اور دوسرے اعضا سے جو نیکیاں صادر ہوتی ہے وہ بھی متقین کی صفت ہوئیں۔اب آیت کا مطلب یہ ہوا اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنا،زبان سے کسی کو ہدایت دینا،قدم سے

چل کر کسی کی مدد کرنا، اور اپنے کردار سے دنیا والوں کے سامنے راہ ہدایت پیش کرنا حتی کہ دینی ضرورت پر اپنی جان اور اولاد کو قربان کرنا یہ سب متقیوں کی صفت ہے۔

ورفعنا جمع کیوں:

علماء اہلسنت کسی آیت کے مفہوم کو اللہ تعالی کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے وقت ''اللہ تعالی فرماتا ہے'' کہتے ہیں مگر علماء دیوبند اس طرح کے موقعوں پر ''اللہ تعالی کہتے ہیں'' بولتے ہیں۔

اہلسنت اپنے استعمال ''فرماتا ہے'' کو عظمت و حدت و یکتائی کے مناسب کہتے ہیں۔ اور علماء دیوبند اپنے استعمال ''کہتے ہیں'' کو تعظیم الہی کا نام دیتے ہیں۔

کسی انسان کا ایسا وصف جس میں وہ کمال رکھتا ہو اس کی انفرادی حیثیت کو بیان کرنے کے لئے اگر یوں کہا جائے ''یہ بہادر ہیں'' تو بہادری کی انفرادیت کا بیان اس طرح نہ ہوسکا کہ غیر کی شرکت کا احتمال ختم ہو جائے بلکہ اس وصف میں کسی غیر کے شریک ہونے کا احتمال باقی رہ جاتا ہے۔

اور جب یوں کہا جائے کہ ''بہادر ہے'' تو اس کی بہادری کی انفرادی حیثیت کا بیان درجہ کمال تک پہونچ گیا۔ اور اس کی بہادری کی تعظیم اسی میں ہے کہ اس کی بہادری درجہ کمال کے ساتھ بیان ہو جائے۔

وحدہ لاشریک کی یکتائی اور وحدت کا بیان ''اللہ تعالی فرماتا ہے'' میں ہے اور ''اللہ تعالی کہتے ہیں'' سے وحدہ لاشریک کی نہ وحدت و یکتائی کا بیان ہوا اور نہ وحدت کی تعظیم ہوسکی۔ لہذا ''اللہ تعالی فرماتا ہے'' وحدہ لاشریک کی شان یکتائی و وحدت کے مناسب ہے۔

اگر چہ یہ اختلاف کچھ ایسا نہیں ہے کہ اس پر اسلام و کفر کے حکم فقہی کا نفاذ ہو سکے اس کے باوجود علماء دیوبند اپنے عوام کو ''اللہ صاحب فرماتے ہیں'' کا ذہن دینے کے لئے اہل سنت پر معترض ہوتے ہیں۔

ایک بار مبارک پور میں اپنے استعمال ''فرماتے ہیں'' کی تائید میں کسی دیوبندی عالم نے ایک جلسہ میں کہا تھا۔ قرآن میں اللہ تعالی نے اپنی ذات کے لئے وَرَفَعنَا لَکَ ذِکْرَك فرمایا ہے اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کے لئے ''ہیں'' لفظ کا بولنا قرآن کے مطابق ہے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں اس تقریر کا یہ اقتباس اس وقت عرض کیا گیا جب تقریر کرنے کے لئے کرسی پر بیٹھنے والے تھے خطبہ مسنونہ کے بعد ورفعنا لک ذکرک کی تلاوت فرما کر درمیان تقریر ارشاد فرمایا اللہ تعالی کی صفت قہار بھی ہے اور جبار بھی، رحمن و رحیم بھی اللہ تعالی کی صفت ہے اور ستار و غفار بھی آیات قہر میں صفت قہر کا ظہور ہے اور آیات رحمت میں صفت رحمت کی جلوہ فرمائی، اور آیات مغفرت میں صفت غفاریت کی جلوہ سامانی ہے۔ مگر اللہ تعالی نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفعت کو بیان فرمایا تو صرف صفت وحدت و یکتائی سے نہیں بلکہ اپنے تمام صفات کمالیہ کے ساتھ صیغہ جمع سے ورفعنا لک ذکرک فرمایا کہ شان حبیب میں گستاخی کرنے والے صفت قہر کے سزاوار ہوں گے۔ اور شان حبیب کا احترام کرنے والے صفت رحمت و غفران کے حقدار ہوں

گے۔(معارف حافظ ملت ص۲۳۔۲۵)

ایک تفسیری عبارت کا ترجمہ:

"للمتقین " کی تفسیر کے الفاظ جلالین شریف "الصائرین الی التقویٰ بامتثال الاوامر و اجتناب النواھی" ہیں اس تفسیری عبارت کا ترجمہ حضور حافظ ملت نے فرمایا"جولوٹنے والے ہیں تقوی کی طرف احکام کی بجا آوری اور منہیات سے پرہیز کر کے"(ایضا ص۴۲)

تقدم مثلہ کا مطلب:

جلالین شریف کے سبق میں جب پہلی بار "تقدم مثلہ"آیا تو حضرت نے فرمایا،تقدم مثلہ کا ترجمہ ہے اس آیت کی تفسیر گذر چکی ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے جن لوگوں نے پہلے مقام سے اس آیت کی تفسیر کو یاد رکھا ہے ان کو بتانا بے سود ہے جن لوگوں نے پڑھ کر بھلا دیا ہے وہ دوبارہ بتائے جانے کے لائق نہیں۔

نشان سجدہ اور داغ جبیں:

رفیق گرامی قدر علامہ محمد احمد مصباحی روایت فرماتے ہیں:

حافظ ملت مدرسہ فیض العلوم میں تشریف فرما تھے علامہ ارشد القادری صاحب نے ایک صاحب کا ذکر کیا کہ یہ نمازوں کے تو پابند نہیں مگر پیشانی پر ایک نمایاں داغ بنا رکھا ہے حضرت نے فرمایا۔

''بہت بری چیز ہے۔قرآن میں اس علامت سجدہ کی تعریف کی گئی ہے جو چہرے میں نمایاں ہوتی ہے۔قرآن فرماتا ہے سِیۡمَاھُمۡ فِیۡ وُجُوۡھِھِمۡ۔ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے قرآن کریم میں "فی جباھھم " (ان کی پیشانیوں میں)نہیں ہے۔حضرت کے پاس تفسیر صاوی شریف رکھی ہوئی تھی فرمایا اسی صاوی میں داغ سجدہ کی مذمت میں ایک حدیث ذکر کی ہے''

یہ سن کر فورا میں نے صاوی شریف سے یہ مقام نکالا۔

(سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود)و ھو نور و بیاض یعرفون به فی الاخرة انھم سجدوا فی الدنیا۔(جلالین)

ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے وہ ایک نور اور سفیدی ہے جس سے آخرت میں اس کی شناخت ہوگی کہ انہوں نے دنیا میں سجدے کئے ہیں۔

علامہ احمد صاوی فرماتے ہیں:

اختلف فی تلك السیما فقیل ان مواضع سجود ھم یوم القیمة تری کا لقمر لیلة البدر و قیل ھو صفرة الوجه من سھر اللیل و قیل الخشوع الذی یظھر علی الاعضاء حتی یری انھم مرضی و لیسوا بمرضی و لیس المراد به ما یصنعه الجھلة المرائین من العلامة فی

الجبهة ۔فانه من فعل الخوارج وفی الحدیث انی لا بغض الرجل و اکرهه اذا رأیت بین عینیه اثر السجود۔(صاوی شریف سورہ فتح پ۲۶)

اس علامت میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کے اعضائے سجدہ روز قیامت چودھویں کے چاند کی طرح روشن نظر آئیں گے دوسرا قول ہے کہ یہ چہرے کی زردی ہے جوشب بیداری کے باعث پیدا ہوجاتی ہے تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے وہ خشوع مراد ہے جو اعضا پر نمایاں ہوتا ہے جس سے کچھ ایسا خیال ہوتا ہے کہ وہ بیمار ہیں حالانکہ بیمار نہیں اس سے وہ داغ مراد نہیں جسے ریاکار جاہلین اپنی ''پیشانیوں'' میں بنا لیتے ہیں یہ تو خارجیوں کا فعل ہے حدیث شریف میں ہے میں اس شخص کو دشمن و ناپسند رکھتا ہوں جس کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) نشان سجدہ دیکھتا ہوں۔

حضور حافظ ملت کی توجیہ علامہ احمد صاوی کی تصریح اور اس حدیث پاک سے ہم لوگوں کو ایک عجیب انشراح صدر ہوگیا۔مولانا ارشد القادری صاحب نے کہا میرے دل میں ایک انقباض رہتا تھا کہ قرآن علامت سجدہ کی تعریف کرتا ہے اور ہم لوگ اس کی مذمت کرتے ہیں بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا داغ سجدہ قرآن کا پسندیدہ اور محمود ہے مگر آج شرح صدر ہوگیا کہ داغ پیشانی تو مذکور قرآن ہی نہیں بلکہ اس میں تو نور چہرہ کی تعریف فرمائی گئی ہے۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص۱۸۴)

بدعقیدگی کی اصلاح:

ایک شخص نے آیت کریمہ "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ" میں لفظ حریص پر وقف کردیا۔یعنی سانس توڑ دی۔حافظ ملت نے انہیں ٹوکا اور فرمایا اس مقام پر وقف کرنا موجب اہانت ہے کیونکہ آیت مبارکہ میں محض لفظ حریص سے مقصود حاصل نہیں ہوتا بلکہ حریص علیکم بالمؤمنین سے بات پوری ہوتی ہے آیت مبارکہ کا ترجمہ یوں ہے بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔

آپ فرماتے تھے ایک وہابی مولوی آیت مذکورہ کو جب بھی پڑھتا حریص پر وقف کرتا۔منع بھی کیا گیا مگر اپنی اس حرکت سے باز نہیں آیا وجہ یہ ہے کہ دل میں حضور انور سے بغض رکھتا تھا۔شاید اس کی بدعقیدگی کو اس حرکت سے سکون ملتا رہا ہو۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور گرامی میں ایک شخص نماز فجر میں ہمیشہ سورہ عبس وتولی ان جاء ہ الاعمی الایۃ پڑھا کرتا تھا۔لوگوں نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو آپ نے اس کو امامت سے بر طرف کردیا۔اور تنبیہ فرمائی۔

سیدنا صدیق اکبر ہی اتقی ہیں:

ایک مرتبہ مبارکپور میں ایک رافضی مقرر نے حضرات خلفائے ثلثہ،سیدنا ابو بکر صدیق،سیدنا عمر فاروق،اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنھم کی جناب میں گستاخی کرتے ہوئے انہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لاتعلق بتایا اور مولائے

کائنات سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں کہا۔

''جگر جگر ہے دگر دگر ہے''

حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کو خبر ہوئی تو حضرت کو جلال آ گیا فرمایا:

''یہ شاعری ہے شاعری پر شاعروں کے مذہب کی بنیاد ہوتی ہے اسلام کی بنیاد شاعری پر نہیں۔''

پہلی بات تو یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر نہیں، یعنی جز نہیں جز اولاد ہوتی ہے۔ یہ مان لینے کی صورت میں لازم آئے گا کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضرت علی سے بھی افضل ہوں اور صرف حضرت فاطمہ ہی نہیں حضرت رقیہ، حضرت کلثوم حضرت زینت اور تمام صاحبزادگان رسول، حضرت علی سے افضل ہوں۔

حالانکہ یہ خود رافضیوں کے مسلمات کے بھی خلاف ہے۔ اور جمہور امت کے بھی اب آئیے قرآن مجید کے ارشاد کی جانب سورۂ حجرات میں ہے

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ (الحجرات)

اللہ کے حضور تم میں سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو تم میں اتقیٰ (سب سے زیادہ متقی) ہے

اور سورۂ واللیل میں فرمایا:

وَ سَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ۝ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰیٓ ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی۔

اور جہنم سے وہ بہت دور رہے گا جو اتقی (سب سے زیادہ پرہیزگار) ہے جو مال اس لئے دیتا ہے کہ پاک صاف ہو۔ اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ چکایا جائے۔ صرف اپنے بلند و بالا رب کی رضا چاہتا ہے۔

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں اتقیٰ سے مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعد کا ارشاد بھی اس پر دلیل ہے۔ سوائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کوئی ایسا نہیں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالی احسان نہ کیا ہو۔

اس لئے متعین ہے کہ یہاں اتقیٰ سے مراد صدیق اکبر ہیں۔ اب دونوں آیتوں کو ملاؤ تو ترتیب یہ ہوگی ''ابو بکر اتقیٰ ہیں'' اور یہ اتقیٰ عند اللہ پوری امت سے بزرگ و اکرم۔ تو ثابت ہوا کہ صدیق اکبر ساری امت سے بلا استثنا بزرگ اور اکرم ہیں''

اس پورے واقعہ کو بیان کرنے کے بعد حافظ ملت کے تلمیذ ارشد حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی لکھتے ہیں:

''مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب حافظ ملت قدس سرہٗ نے یہ استدلالی تقریری فرمائی تو مجمع پر سحر کی سی کیفیت تھی پورا مجمع جھوم رہا تھا۔ اور سبحان اللہ سبحان اللہ کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ اس قسم کے ایک دو نہیں سینکڑوں افادات ہیں۔ اگر اسی وقت قلم بند ہو گئے ہوتے تو آج ہی نہیں قیامت تک لوگ اس سے متمتع ہوتے۔

(حافظ ملت بحیثیت مفسر اشرفیہ نمبر ص ۱۲۰)



چھٹا باب

حافظ ملت بحیثیت شیخ الحدیث

افکار بخاری ہیں زباں سے تیری جاری
سینہ ترا گنجینۂ عرفانِ خدا ہے
بیمار وعلیل آج ہے سرکار کی امت
ہاتھوں میں ترے نعمتِ داروے شفا ہے

حافظ ملت بحیثیت شیخ الحدیث

حافظ ملت علیہ الرحمہ نے حضور صدرالشریعہ اوران کے ہم عصر دیگر اساتذہ کرام کے ذریعہ علوم نقلیہ وعقلیہ میں رسوخ حاصل کیا اور حدیث، اصول حدیث، فقہ اصول فقہ ،تفسیر،عقائد کلام،اسماء الرجال،سیر،تواریخ،لغت ادب، معانی،بدیع،صرف نحو،ہیئت،فلسفہ منطق ،مناظرہ جیسے علوم میں درجہ کمال تک پہونچے ۔اپنے تلامذہ کو آپ ''یک در گیر محکم گیر'' کا درس دیتے تھے اورخود اس مقولہ پر سختی سے کاربند تھے انہوں نے بارگاہ امجدی میں ایک متعلم اور طالب علم کی حیثیت سے عمر کا طویل عرصہ گزارا۔انہوں نے حضور صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ شاہ محمد امجد علی خلیفہ ومجاز وماذون سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی (قدست اسرارھما) کا دامن تھاما اور اس مضبوطی سے تھاما کہ پھر ہر طرف سے بے نیاز ہوگئے ۔انہی کے در سے حافظ ملت کو علم اور اصناف علم کی برکتیں بھی حاصل ہوئیں ۔سلوک وتصوف کے انوار بھی میسر آئے ۔نیز تمام منقول علوم کی اسناد واجازت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔

حافظ ملت نے صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی نسبت کو عشق کی حد تک چاہا اور پھر اس نسبت عشق کو بچانے کے لیے کسی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔

احمد تو عاشقی بمشیخت تراچہ کار
دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

پھر صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے بھی اپنے اس اچھوتے ،اکلوتے ،اورمنفرد تلمیذ، اور عاشق پر اپنے کرم خاص کی باران کرم برسائی اور اسلاف کرام کے تمام بخشیدہ خزانوں کا وارث بنا دیا۔

حافظ ملت کے شیوخ:

آنکھوں میں بس گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دوچار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کو خاتم اکابر حضرت شاہ آل رسول مارہروی، شیخ احمد بن زین دحلان مکی، شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ سراج مکی، شیخ حسین بن صالح جمال اللیل، شیخ ابوالحسین احمد نوری مارہروی،اور خود خاتم المحققین شیخ محمد نقی علی خاں (والد گرامی) علیہم الرحمۃ والرضوان سے احادیث مبارکہ اور علوم وفنون کی سندیں حاصل تھیں ۔سیدنا اعلیٰ حضرت نے ان تمام کی اجازت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو دی،اور حضور صدرالشریعہ نے اپنے اس عزیز تلمیذ کو یہ دولت بے بہا عطا فرمائی ۔اس طرح حافظ ملت علیہ الرحمہ کو حرمین طیبین ،دہلی،خیرآباد،فرنگی محل ،مارہرہ مطہرہ اور بریلی کی برکات وحسنات صدرالشریعہ کے وسیلہ سے حاصل ہوئیں۔

سند حدیث:

امام المحدثین سیدنا الشیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ سے حافظ ملت علیہ الرحمہ تک مشائخ حدیث کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

شیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ
شیخ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بشر فربری رحمۃ اللہ علیہ
شیخ ابومحمد عبداللہ بن احمد سرخسی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ ابوالحسن عبدالرحمٰن بن مظفر داؤدی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ ابوالوقت عبدالاول بن عیسی بن شعیب سنجری ہروی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ سراج حسین بن مبارک زبیدی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ ابوالعباس احمد بن ابی طالب الحجار رحمۃ اللہ علیہ
شیخ ابراہیم بن احمد التنوخی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ احمد زکریا بن محمد ابویحیی الانصاری رحمۃ اللہ علیہ
شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد الرملی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ احمد بن عبدالقدوس ابوالمواھب اشناوی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ احمد القشاشی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ ابراہیم الکردی المدنی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ سید آل رسول المارہروی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ امام احمد رضا خان بریلوی (اعلی حضرت) رحمۃ اللہ علیہ
شیخ محمد امجد علی اعظمی (صدرالشریعہ) رحمۃ اللہ علیہ
شیخ عبدالعزیز (حافظ ملت) رحمۃ اللہ علیہ

دیگر اسناد حدیث

شیخ ابوالعیاش محمد عبدالعلی لکھنوی،

شیخ محم سندی، شیخ عثمان دمیاطی، شیخ جمال بن عبداللہ مفتی مکہ، شیخ عابد سندی مدنی، شیخ علی حسین مراد آباد

شیخ خلیل الرحمٰن محمد آبادی، شیخ سید احمد بن زین دحلان مکی، شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ السراج مکی، شیخ حسین بن صالح جمال اللیل، شیخ سید ابوالحسین احمد نوری،

شیخ رضا علی خاں بریلی،

شیخ محمد نقی علی بریلوی،

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی،

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی،

سید آل رسول مارہروی،

شیخ امام احمد رضا خان بریلوی (اعلیٰ حضرت)

شیخ محمد امجد علی اعظمی (صدرالشریعہ)

شیخ عبدالعزیز مرادآبادی (حافظ ملت)

اس سند حدیث میں حافظ ملت علیہ الرحمہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک صرف ۱۳ر واسطے ہیں۔

حدیث مسلسل بالاولیت کی ایک عالی سند

اس میں حضور پر نور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے حضرت شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن حجر العسقلانی تک مذکورہ بالا مشائخ عظام ہیں اس کے بعد سند یوں ہے۔

شیخ الاسلام اشرف زکریا بن محمد الانصاری

شیخ ابوالخیر بن عموس الرشیدی

شیخ محمد بن عبدالعزیز

شیخ احمد بن محمد الدمیاطی المعروف ابن عبدالغنی

شیخ مولانا احمد حسن الصوفی مرادآبادی

شیخ سید شاہ ابوالحسین احمد النوری مارہروی

شیخ امام احمد رضا قادری بریلوی (اعلیٰ حضرت)

شیخ محمد امجد علی الاعظمی (صدرالشریعہ)

شیخ عبدالعزیز مرادآبادی (حافظ ملت) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

حدیث مسلسل بالا ولیت کی دوسری سند

حضور انور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم
حضرت ابو قابوس مولی عبداللہ بن عمرو بن عاص
حضرت سفیاں بن عمر بن دینا
حضرت سفیان بن عیینہ
حضرت عبدالرحمٰن بن بشر بن الحکم
حضرت ابو حامد احمد بن محمد بن یحیی بن بلال البز ار
حضرت ابو طاہر محمد بن محمد محمش الزیادی
حضرت ابو صالح احمد بن عبدالملک المؤذن
حضرت ابوسعید اسماعیل بن ابو صالح احمد بن عبد الملک نیشاپوری
حضرت حافظ ابوالفرح عبدالرحمٰن بن علی الجوزی
حضرت ابوالفرح عبداللطیف بن عبدالمنعم الحرانی
حضرت ابوالفتح محمد بن محمد بن ابراہیم الکبریٰ المیدومی

حضرت شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد القدمیری
حضرت الفضل عبدالرحیم بن حسین العراقی
حضرت شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی
حضرت شیخ شمس الدین سخاوی القاہری
حضرت شیخ وجیہ الدین عبدالرحمٰن بن ابراہیم علوی
حضرت شیخ محمد بن اصلح الیمنی
حضرت شیخ عبدالوہاب بن فتح اللہ بروجی
یکے از فقرائے سید عبدالوہاب المتقی
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی

حضرت شیخ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی
حضرت شیخ ابوالفتح محمد بن ابوبکر بن الحسین المراغی
حضرت الشیخ سید ابراہیم التازلی
حضرت شیخ احمد مجی ابوہرانی
حضرت شیخ سعید بن محمد المقری
حضرت شیخ سعید ابراہیم الجزاری المعروف بہ قذورہ
حضرت شیخ یحییٰ بن محمد شاوی
حضرت شیخ عبداللہ بن سالم العصری
حضرت شیخ سید محمد عمر

حضرت شیخ ابو الرضا بن اسماعیل دہلوی (نواسۂ شیخ محقق)
حضرت شیخ سید مبارک فخر الدین بلگرامی
حضرت شیخ سید طفیل محمد اترولوی
حضرت شیخ سید شاہ حمزہ بن سید آل محمد بلگرامی حسنی الواسطی
حضرت شیخ سید آل احمد اچھے میاں مارہروی
حضرت شیخ سید آل رسول احمدی مارہروی

حضرت الشیخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
حضرت شیخ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
حضرت شیخ سید آل رسول احمد مارہروی

حضرت شیخ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی
حضرت شیخ محمد امجد علی اعظمی (صدر الشریعہ)
حضرت شیخ عبد العزیز مراد آبادی
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

دوران درس، علم حدیث حافظ ملت کا خاص میدان تھا۔اور یہی وہ علم شریف ہے، قرون اولی میں جسے علم کہا جا تا تھا۔

اسی علم مبارک کے طفیل دنیا میں ماہرین علوم اسلامیہ ائمہ کرام اور حفاظ و محدثین اعاظم نے متعدد نئے فنون کی بنیاد رکھی مثلاً اصول حدیث، اسماء الرجال وغیرہ۔

حافظ ملت نے اسی علم شریف کی خدمت وترویج میں اپنی زندگی کے قیمتی لمحات صرف فرمائے

حافظ ملت خواہ کسی فن کی کتاب پڑھا رہے ہوں آپ کے گلستان درس میں خوش عقیدگی کے غنچے ہمیشہ چٹکتے اور مہکتے تھے۔

حضور رسول مقبول ﷺ کی عظمت شان کا کوئی موقع نہیں تھا جو حضرت کے بیان سے رہ جاتا۔مسلک حق اہل سنت و جماعت کی تائید اور باطل عقائد کی تردید ساتھ ساتھ ہوتی جاتی تھی۔

بالخصوص درس بخاری شریف کے دوران عشق نبوی اور محبت مصطفوی کے پیانے چھلکا کرتے تھے اور آپ کی درسگاہ کا طالب علم حضور انور مالک خشک و تر ﷺ کی محبت اور عشق میں سرشار ہوجاتا۔جہاں آقاؤ مولا ﷺ کے تبسم پاک کا بیان آتا حافظ ملت مسکرا اٹھتے اور درسگاہ کے درودیوار پر انوار بکھر جاتے۔رقت انگیز احادیث آتیں تو حافظ ملت کی پلکیں وفور عشق نبی میں بھیگ بھیگ جاتیں۔جہاں سرکار کی علالت اور بیقراری و بے چینی کا بیان آتا حافظ ملت بیچین نظر آتے سید الاولین والآخرین ﷺ کے وصال پر ملال کا ذکر آتا تو حافظ ملت کے قلب پر کیا گزرتی۔درسگاہ کے طلبہ وہ حالت و کیفیت محسوس کیے بغیر نہ رہتے۔

حضرت شیخ ابوالرضا بن اسماعیل دہلوی (نواسۂ شیخ محقق)
حضرت شیخ سید مبارک فخر الدین بلگرامی
حضرت شیخ سید طفیل محمد اترولوی
حضرت شیخ سید شاہ حمزہ بن سید آل محمد بلگرامی حسنی الواسطی
حضرت شیخ سید آل احمد اچھے میاں مارہروی
حضرت شیخ سید آل رسول احمدی مارہروی

حضرت الشیخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
حضرت شیخ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
حضرت شیخ سید آل رسول احمد مارہروی

حضرت شیخ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی
حضرت شیخ محمد امجد علی اعظمی (صدرالشریعہ)
حضرت شیخ عبدالعزیز مرادآبادی
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

دوران درس، علم حدیث حافظ ملت کا خاص میدان تھا۔اور یہی وہ علم شریف ہے، قرون اولی میں جسے علم کہا جاتا تھا۔

اسی علم مبارک کے طفیل دنیا میں ماہرین علوم اسلامیہ ائمہ کرام اور حفاظ و محدثین اعاظم نے متعدد نئے فنون کی بنیاد رکھی مثلاً اصول حدیث، اسماء الرجال وغیرہ۔

حافظ ملت نے اسی علم شریف کی خدمت وترویج میں اپنی زندگی کے قیمتی لمحات صرف فرمائے

حافظ ملت خواہ کسی فن کی کتاب پڑھا رہے ہوں آپ کے گلستان درس میں خوش عقیدگی کے غنچے ہمیشہ چٹکتے اور مہکتے تھے۔

حضور رسول مقبول ﷺ کی عظمت شان کا کوئی موقع نہیں تھا جو حضرت کے بیان سے رہ جاتا۔مسلک حق اہل سنت وجماعت کی تائید اور باطل عقائد کی تردید ساتھ ساتھ ہوتی جاتی تھی۔

بالخصوص درس بخاری شریف کے دوران عشق نبوی اور محبت مصطفوی کے پیانے چھلکا کرتے تھے اور آپ کی درسگاہ کا طالب علم حضور انور مالک خشک وتر ﷺ کی محبت اور عشق میں سرشار ہوجاتا۔جہاں آقاؤ مولا ﷺ کے تبسم پاک کا بیان آتا حافظ ملت مسکرا اٹھتے اور درسگاہ کے در و دیوار پر انوار بکھر جاتے۔رقت انگیز احادیث آتیں تو حافظ ملت کی پلکیں وفور عشق نبی میں بھیگ بھیگ جاتیں۔جہاں سرکار کی علالت اور بیقراری و بے چینی کا بیان آتا حافظ ملت بےچین نظر آتے سید الاولین والآخرین ﷺ کے وصال پر ملال کا ذکر آتا تو حافظ ملت کے قلب پر کیا گزرتی۔درسگاہ کے طلبہ وہ حالت و کیفیت محسوس کیے بغیر نہ رہتے۔

حافظ ملت کا نورانی سینہ محبت رسول کا گنجینہ تھا۔انہی کا ذکر کرتے کراتے عمر گزری انہی کے عادات واخلاق سمجھتے سمجھاتے زندگی بسر ہوئی۔انہی کی تعلیمات کے احیا میں حیات مستعار لگادی۔ان کے رگ وریشے قلب وذہن اور زبان وبیان ہر ایک میں آقا ومولا ہی رچ بس گئے تھے۔جب ذرا محبت کی آنچ لگتی عشق ومحبت آنسوؤں کی صورت اختیار کر لیتے۔اور حافظ ملت نہایت خاموشی اور سادگی سے اپنے رومال میں انہیں جذب کر لیتے۔

قال اللہ و قال الرسول کی مجلس ہو یا تقریر و وعظ کی محفل،نعت حبیب کی نوا سنجی ہو یا مظاہر قدرت کا کوئی منظر حافظ ملت آقا ومولا کی محبت میں رونے لگتے تھے کیونکہ حب نبی میں رونا بیدار بختوں کی خصوصیت ہے۔

بود در جہاں ہر کسے راخیالے
مرا از ہمہ خوش خیال محمد ۔(ﷺ)

تفہیم کا ملکہ:

حافظ ملت علیہ الرحمہ تحریر اور تقریر میں ہمیشہ مخاطب کا لحاظ فرماتے تھے۔تفہیم پر آپ کو ملکہ حاصل تھا تحریر میں حتی الامکان نہایت سادہ پر معنی جملے سپرد قلم کرتے۔نپے تلے الفاظ میں مافی الضمیر کو ادا کر دینے میں آپ کو ید طولی حاصل تھا۔حضرت کی تصنیف معارف حدیث سے ہم ان کی تفہیم حدیث کے چند نمونے نذر ناظرین کرتے ہیں۔بخاری شریف کی پہلی حدیث انماالاعمال بالنیات کی توضیح میں رقمطراز ہیں۔

''تمام افعال و اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے۔جیسی نیت ویسا ہی عمل نیک نیتی سے عمل مقبول ہے باعث اجرو ثواب ہے بد نیتی سے عمل مردود ہے،موجب عذاب وعتاب ہے۔قول ہو یا فعل،اخذ ہو یا ترک،از قبیل عبادات ہو یا معاملات کسی عمل پر بھی اجر وثواب کا حصول حسن نیت پر موقوف ہے،اصول دین میں یہ اصل عظیم اصل الاصول ہے''

صراط مستقیم کا مطلب:

عقائد سے ایمان ہے۔اور ایمان کے بعد ہی اعمال صالحہ کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔سچے عقائد رکھنے والا ہی صراط مستقیم پر ہے۔حافظ ملت نے اس بنیادی سبق کو کتنی سلاست اور آسانی کے ساتھ حدیث کے حوالے سے سمجھایا وہ انہی کا حق ہے۔

دین حق صراط مستقیم ہی وہ سچا،سیدھا راستہ اور شاہراہ ہے جس پر دوام وثبات کی دعا ہر مسلمان کرتا ہے اور پانچوں وقت بارگاہ خداوندی میں دست بستہ عرض کرتا ہے۔بار بار عرض کرتا ہے۔کہ اے ہمارے رب ہمیں سیدھا راستہ چلا۔صراط مستقیم اتنا بڑا اہم واعظم مطلوب ہے کہ نماز جیسی مہتم بالشان عبادت میں اس کی درخواست کی جاتی ہے۔اور کس شان سے کہ باوضو ہے،قبلہ روٗ ہے۔دست بستہ کھڑا ہے۔پیکر ادب اور مجسمۂ نیاز بنا ہوا ہے۔رب جلیل کی تسبیح وتقدیس ادا کر چکا ہے۔اس کی تحمید وتمجید کا خطبہ پڑھ چکا ہے۔اپنی نیاز مندانہ عقیدت کا نذرانہ پیش کر چکا ہے۔یہ تمام مراتب و منازل طے کرنے کے بعد پورے خشوع وخضوع اور کامل اخلاص کے ساتھ عرض کرتا ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم ـــــ اے ہمارے رب ہمیں سیدھا راستہ چلا

اللہ اکبر کس قدر اہتمام کیا گیا ہے کہ بندہ مخلوق سے بے نیاز ،اور ساری کائنات سے دست بردار ہوکر خلاق مطلق سے لو لگائے ہوئے پوری روحانیت کے ساتھ معبود حقیقی کی جناب میں حاضر ہے۔پورے جذبۂ عبدیت سے ہمہ تن متوجہ ہوکر عرض کررہا ہے اهدنـا الـصراط المستقيم اس سے صراط مستقیم کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔معلوم ہوتا ہے بڑا ہی اہم مقصود ہے۔عظیم الشان مطلوب ہے۔جبھی تو اس کی درخواست میں اس قدر اہتمام کیے گئے۔کیوں نہ ہو۔صراط مستقیم انبیا علیہم السلام صدیقین شہدا اور صالحین کا راستہ ہے رضائے الٰہی اور خوشنودی خداوندی کا راستہ ہے۔معبود حقیقی تک پہونچنے کا یہی واحد راستہ ہے۔(معارف حدیث ص۱۱/۱۲)

صراط مستقیم ہی راہ حق ہے۔صراط مستقیم ہی مقصود رسول ہے۔صراط مستقیم ہی دین واسلام کا تقاضا ہے جو اس پر ہے وہ ہدایت یاب ہے۔جو اس پر نہیں وہ گمراہ ہے۔حدیث پاک کے حوالے سے حافظ ملت اس بنیادی سبق کو مسلمانوں تک پہونچاتے ہوئے لکھتے ہے۔

’’قرب الٰہی اور وصال ربانی کا یہی ایک راستہ ہے اگر اس سے بھٹکا تو گیا اور جہنم میں گیا،ہمیشہ کے لیے گیا، ابد الآباد کے لیے گیا۔اسی لیے سید عالم محبوب رب اکرم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے ہی اہتمام سے صراط مستقیم کی تعلیم دی۔اس کی پوری تفہیم کے لیے ایسی وضاحت فرمائی کہ معقول کو محسوس کر کے کما حقہ ممتاز فرمادیا۔ صرف اسی کو خدا کا راستہ قرار دیا۔یہ بھی فرمادیا کہ اس کے اردگرد اور بھی بہت راستے ہیں،مگر وہ سب راستے گمراہی کے راستے ہیں:

حدیث:۔عن عبد الله بن مسعود قال خط لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم خطا ثم قال هذا سبيل الله ثم خط خطوطا عن يمينه و عن شماله وقال هذه سبل كل سبيل منها شيطان يد عوا اليه و قرأ ان هذا صراطى مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله. (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری تفہیم کے لیے ایک سیدھا خط کھینچا تا کہ صراط مستقیم کی مثال ظاہر فرمائیں پھر فرمایا یہ سیدھا خط اللہ کا راستہ ہے۔پھر اورخط اس کے دائیں بائیں کھینچے اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں کہ ہر راستہ پر شیطان ہے کہ اپنی طرف بلاتا ہے تا کہ راہ حق سے گمراہ کردے اور یہ آیت تلاوت فرمائی (خداوند کریم فرماتا ہے) یہ سیدھا راستہ میرا راستہ ہے،اسی کا اتباع کرو دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو ورنہ تمہیں گمراہ کریں گے۔

اس حدیث شریف کی روشی میں معلوم ہوا کہ صراط مستقیم ایک ہی راستہ ہے وہی خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔اسی پر چل کر انسان منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔اس کے اردگرد اور بہت سے راستے ہیں،مگر وہ ضلالت وگمراہی کے راستے ہیں،وہ سب شیطانی راستے ہیں اور جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ان پر چلنے والے سب جہنمی ہیں۔یہ بھی معلوم ہوا کہ ان تمام شیطانی راستوں پر بھی بلانے والے موجود ہیں اور بلا رہے ہیں اور یہی کہہ کر بلا رہے ہیں کہ آؤ آؤ یہی سیدھا راستہ ہے۔اسی راستے سے تمہارا مقصود حاصل ہوگا اسی راستے سے تم خدا تک پہنچو گے۔خدا تک پہنچنے کا صرف یہی ایک

راستہ ہے۔ ہر بلانے والے کا یہی دعویٰ ہے، یہی آرزو ہے مدعیان اسلام کے راستے تو بہت ہیں۔

سب مدعیان اسلام بڑی بلند آہنگی سے اپنے مذہب کو صراط مستقیم ہی کہتے ہیں، اس پر چل کر خدا رسیدہ ہونے کا یقین دلاتے ہیں۔

ایسی صورت میں خالی الذہن اور سادہ لوح انسان کے لیے بڑی دشواری ہے۔ آخر وہ کیا کرے؟ کون سا راستہ اختیار کرے؟

اس شخص کی مثال اس مسافر کی سی ہے جو راستہ سے واقف نہیں اور منزل مقصود تک پہنچنا چاہتا ہے۔ منزل کی تلاش میں چوراہے پر کھڑا ہے، چاروں طرف سے بلانے والے بلا رہے ہیں، ہر ایک اپنے راستہ کو راہ راست بتاتا ہے اور منزل تک پہنچنے کا یقین دلاتا ہے۔

ایسی صورت میں اس شخص کو صرف یہی دیکھنا ہے کہ ان راستوں میں سے وہ کون سا راستہ ہے جس پر چلنے والا بلا خطر منزل مقصود تک پہنچے بسلامتی ان کے منزل مقصود تک پہنچنے کی اطلاع مل چکی ہے بس اسی راستہ کو اختیار کرے اسی داعی کی آواز پر لبیک کہے، ضرور منزل مقصود تک پہنچے گا۔ لہٰذا طالب حق کو یہی دیکھنا ہے کہ جس مذہب کے پیرو خدا رسیدہ ہوئے اور ان کے خدا رسیدہ ہونے کی اطلاع مل چکی وہ کون سا مذہب ہے اسی کو اختیار کرے۔

وہ مذہب جس پر چل کر لوگ خدا رسیدہ ہوئے اور ان کے خدا رسیدہ ہونے کی اطلاع آچکی۔ وہ صرف مذہب اہل سنت و جماعت ہے دنیا جانتی ہے، تاریخ عالم شاہد ہے کہ اسی مذہب کے پیرو اہل اللہ ہوئے غوث و قطب ہوئے ابدال واوتاد ہوئے ابرار واخیار ہوئے۔ لہٰذا طالب حق کو مذہب، مذہب اہل سنت و جماعت ہی اختیار کرنا چاہیے۔ حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ صراط مستقیم ایک ہی راستہ ہے "وہی اہل سنت و جماعت ہے" (معارف حدیث ص ۱۴/۱۲)

"شیطان کا کام چونکہ اغوا اور فریب کاری ہے۔ اس لیے وہ شیطانی راستے کو بھی رحمانی اور سلامتی والا راستہ بتاتا ہے۔ اسلام ہی کا دعوی کرتا ہے۔ اسی لیے مدعیان اسلام کے بہت سے فرقے ہوگئے۔ چنانچہ مخبر صادق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پہلے فرمایا تھا۔

تفترق امتی علیٰ ثلث وسبعین ملة كلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یا رسوالله قال ما انا علیه واصحابی. (رواہ الترمذی)

میری امت تہتر فرقے ہوجائے گی سبھی دوزخی ہیں صرف ایک فرقہ جنتی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ جنتی فرقہ کون ہے۔ فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اس حدیث میں امت سے مراد امت اجابت ہے اور اختلاف سے مراد اصول عقائد کا اختلاف ہے جیسا کہ حضرت شیخ محقق علی الاطلاق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اشعۃ اللمعات' شریف میں اسی حدیث کی شرح میں فرمایا۔

جدا می شدند امت من از انہا کہ ایمان آوردہ وروبقبلہ دارند بر ہفتادوسہ مذہب در اصول عقائد (اشعۃ اللمعات)

راستہ ہے۔ہر بلانے والے کا یہی دعویٰ ہے،یہی آرزو ہے مدعیان اسلام کے راستے تو بہت ہیں۔

سب مدعیان اسلام بڑی بلند آہنگی سے اپنے مذہب کو صراط مستقیم ہی کہتے ہیں،اس پر چل کر خدا رسیدہ ہونے کا یقین دلاتے ہیں۔

ایسی صورت میں خالی الذہن اور سادہ لوح انسان کے لیے بڑی دشواری ہے۔آخر وہ کیا کرے؟ کون سا راستہ اختیار کرے؟

اس شخص کی مثال اس مسافر کی سی ہے جو راستہ سے واقف نہیں اور منزل مقصود تک پہنچنا چاہتا ہے۔منزل کی تلاش میں چوراہے پر کھڑا ہے،چاروں طرف سے بلانے والے بلا رہے ہیں،ہر ایک اپنے راستہ کو راہ راست بتاتا ہے اور منزل تک پہنچنے کا یقین دلاتا ہے۔

ایسی صورت میں اس شخص کو صرف یہی دیکھنا ہے کہ ان راستوں میں سے وہ کون سا راستہ ہے جس پر چلنے والا بلا خطر منزل مقصود تک پہنچے بسلامتی ان کے منزل مقصود تک پہنچنے کی اطلاع مل چکی ہے بس اسی راستہ کو اختیار کرے اسی داعی کی آواز پر لبیک کہے،ضرور منزل مقصود تک پہنچے گا۔لہٰذا طالب حق کو یہی دیکھنا ہے کہ جس مذہب کے پیرو خدا رسیدہ ہوئے اور ان کے خدا رسیدہ ہونے کی اطلاع مل چکی وہ کون سا مذہب ہے اسی کو اختیار کرے۔

وہ مذہب جس پر چل کر لوگ خدا رسیدہ ہوئے اور ان کے خدا رسیدہ ہونے کی اطلاع آچکی۔وہ صرف مذہب اہل سنت و جماعت ہے دنیا جانتی ہے،تاریخ عالم شاہد ہے کہ اسی مذہب کے پیرو اہل اللہ ہوئے غوث و قطب ہوئے ابدال واوتاد ہوئے ابرار و اخیار ہوئے۔لہٰذا طالب حق کو مذہب،مذہب اہل سنت و جماعت ہی اختیار کرنا چاہیے۔حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ صراط مستقیم ایک ہی راستہ ہے''وہی اہل سنت و جماعت ہے''(معارف حدیث ص ۱۴/۱۲)

''شیطان کا کام چونکہ اغوا اور فریب کاری ہے۔اس لیے وہ شیطانی راستے کو بھی رحمانی اور سلامتی والا راستہ بتاتا ہے۔اسلام ہی کا دعویٰ کرتا ہے۔اسی لیے مدعیان اسلام کے بہت سے فرقے ہوگئے۔چنانچہ مخبر صادق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پہلے فرمایا تھا۔

تفترق امتی علیٰ ثلٰث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یا رسو الله قال ما انا علیه و اصحابی. (رواہ الترمذی)

میری امت تہتر فرقے ہوجائے گی سبھی دوزخی ہیں صرف ایک فرقہ جنتی۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ جنتی فرقہ کون ہے۔فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اس حدیث میں امت سے مراد امت اجابت ہے اور اختلاف سے مراد اصول عقائد کا اختلاف ہے جیسا کہ حضرت شیخ محقق علی الاطلاق مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اشعۃ اللمعات''شریف میں اسی حدیث کی شرح میں فرمایا۔

جدا می شدند امت من از انہا کہ ایمان آوردہ ورو بقبلہ دارند بر ہفتاد و سہ مذہب در اصول عقائد (اشعۃ اللمعات)

یعنی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے آپ کا کلمہ پڑھتے ہیں اسلام ہی کا دعویٰ کرتے ہیں، قبلہ رونماز پڑھتے ہیں۔ان اہل قبلہ کے بسبب اختلاف عقائد تہتر فرقے ہوجائیں گے۔

ان میں سے بہتر فرقے گمراہ ہوں گے۔وہ سب دوزخی ہیں، صرف ایک فرقہ جنتی ہے۔وہ وہی ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا متبع ہے۔عقائد و اعمال میں انہیں کا پیرو ہے۔وہی اہل سنت و جماعت ہے۔اس کے علاوہ بہتر فرقے اپنی بدعقیدگی کی وجہ سے گمراہ ہیں۔دوزخی ہیں۔ان گمراہوں کے بہتر فرقے اس طرح پر ہیں کہ صحابہ کرام و تابعین کرام کے عقائد کے خلاف انہوں نے نئے نئے عقائد تراشے۔اور گروپ بندی کی۔اپنی اپنی ٹولیاں بنالیں۔مثلاً ابن عطا نے ایک نیا عقیدہ یہ گڑھا کہ کفر و اسلام کے درمیان ایک تیسرا مرتبہ ہے جو کفر ہے اور نہ ایمان۔اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں اس نے کہا۔

من ارتكب الكبيرة فهو ليس بمؤمن ولا كافر   جس نے گناہ کبیرہ کیا وہ نہ مومن ہے نہ کافر

چونکہ یہ عقیدہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے خلاف تھا۔اس لیے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اعتزل عنا (یہ ہم سے الگ ہوگیا) واصل بن عطا اور اس کے متبعین سے مسلمانوں نے مقاطعہ کردیا۔اور اپنی جماعت سے اس طرح نکال دیا جس طرح دودھ سے مکھی نکال رکھی پھینک دیتے ہیں

اس لیے وہ فرقہ معتزلہ کے نام سے مشہور ہوا۔اسی طرح خارجی رافضی وغیرہ اپنی اپنی بدعقیدگی کی بنا پر علاحدہ ہوتے گئے اس لیے تفریق در تفریق ہوتے ہوتے گمراہوں کے بہتر فرقے ہوگئے۔اسی سلسلہ میں حافظ ملت ابو داؤد کی دوسری روایت بیان فرماتے ہیں۔جس کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں:

ثنتان و سبعون في النار وواحد في الجنة وهي الجماعة و انه سيخرج في امتي اقوام تتجارىٰ بهم تلك الاهواء كما تجارى الكلب لصاحبه لا يبقى منه عرق ولا مفصل الا دخله۔(مشکوٰۃ شریف)

میری امت تہتر فرقے ہوجائے گی جن میں بہتر فرقے دوزخی ہیں۔اور ایک جنتی ہے۔اور اس گروہ کا نام الجماعۃ ہے اور بیشک میری امت میں ایسی فرقے نکلیں گے کہ ان میں بدعقیدگی اور نفسانی خواہشات اس طرح سرایت کرجائیں گی۔جیسے دیوانے کتے کے کاٹے ہوئے کا زہر۔کاٹے ہوئے کے جسم میں سرایت کرجاتا ہے۔بدعقیدگی اور خواہشات نفسانی ان گمراہوں کی ہر رگ و پے میں ہر ہر جوڑ میں سرایت کرجائے گی۔

حدیث شریف میں بدعقیدگی و گمراہی کو کلب سے تشبیہ دی ہے۔کلب (بفتح لام) وہ بیماری ہے جو آدمی کو دیوانہ کتے کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔اور اس مریض کے تمام جسم میں سرایت کرجاتی ہے۔حالت اس درجہ بدتر ہوجاتی ہے کہ اگر یہ مریض کسی دوسرے آدمی کو کاٹ لے تو اس کو بھی یہی بیماری ہوجاتی ہیں۔پیاس کا غلبہ ہوتا ہے۔لیکن پانی کی طرف دیکھ بھی نہیں سکتا۔اگر پانی پر نظر پڑتی ہے تو فریاد کرتا ہے اور بے قابو ہوجاتا ہے۔اور بسا اوقات تشنگی کے سبب مرجاتا ہے۔ مگر پانی نہیں پی سکتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گمراہ فرقوں کو دیوانہ کتے کے کاٹے ہوئے مریض سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ

اس مریض پر کتے کا یہ زہریلا اثر اس طرح غالب ہوجاتا ہے کہ جسم کی ہر رگ و پے اور جوڑ جوڑ میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور اگر مریض دوسرے شخص کو کاٹ لے تو اس کی بھی یہی حالت ہوجاتی ہے اس کو بھی اپنا ہی جیسا مریض بنا دیتا ہے۔اسی طرح بد دینی اور بدعقیدگی کا زہریلا اثر ہے کہ بد دین پر غالب ہوتا ہے اس کے دل و دماغ کے گوشے گوشے میں سرایت کئے رہتا ہے اور دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے ۔کہ دوسروں کو بھی اپنے ہی جیسا بدعقیدہ بنا دیتا ہے اور جس طرح سگ گزیدہ باوجود پیاس کے پانی نہیں پی سکتا اور پیاسا ہی مرجاتا ہے اسی طرح یہ بدعقیدہ لوگ راہ حق اختیار نہیں کرتے محروم ہی رہ جاتے ہیں ۔اس تشبیہ میں بد دینوں سے نفرت دلانا مقصود ہے کیوں کہ دیوانہ کتے اور اس کے کاٹے ہوئے مریض سے ہر سلیم الفطرت انسان کو نفرت ہوتی ہے۔ یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر مسلمان سلیم الفطرۃ اور کامل الایمان ہے تو اس کو بد مذہبوں سے نفرت کرنا لازمی اور ضروری ہے ایمان کی حفاظت اسی میں ہے ۔حدیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ یہ بدعقیدگی بڑا ہی مہلک مرض ہے اور متعدی بھی ہے اس مرض کا مریض دوسروں کو بھی اپنے ہی جیسا بیمار کر دیتا ہے اسی لیے مسلمانوں کو چاہئے کہ بدعقیدہ لوگوں سے پرہیز و گریز لازم جانیں ۔ان کی صحبت ان کی دوستی کو ایمانی ہلاکت تصور کریں ۔ہمیشہ ان سے دور رہیں اور ان کو اپنے سے دور رکھیں ۔اسی لئے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا۔

فایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنو نکم.

اس سے دور ہو ان کو خود سے دور رکھو کہ کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(معارف ص ۱۴/۱۹)

اسی مضمون میں حافظ ملت آگے تحریر فرماتے ہیں:۔

''گروہ ناجی صرف اہل سنت و جماعت ہے ۔اس پر دلیل یہ ہے کہ یہ دین پاک ہم تک نقول سے پہونچا ہے۔ اس کا مدار نقل پر ہے محض عقل یہاں کافی نہیں ۔اور اخبار تواتر سے معلوم ہو چکا ۔احادیث کریمہ کے مطالعہ سے ثابت ہوچکا کہ سلف صالحین صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یہی اعتقادات تھے ۔اور ان کا یہی مذہب تھا جو اہل سنت و جماعت کا ہے۔اور یہ باطل فرقے بہتر کے بہتر قرون اولیٰ کے بعد کی پیداوار ہیں ۔

صحابہ، تابعین و تبع تابعین اور سلف صالحین میں سے کوئی بھی ان عقیدوں سے متفق نہ تھا بلکہ جب جب یہ فرقے ظہور میں آئے ۔سلف صالحین نے ان سے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا اور ان سے کلی مقاطعہ کیا۔اور ان کی تردید فرمائی ۔ صحاح ستہ اور ان کے علاوہ تمام احادیث کی کتابیں جن پر احکام اسلام کا مدار ہے۔ان کے تمام مصنفین ۔امام بخاری امام مسلم ،امام ترمذی وغیرہ ان سب حضرات کے وہی عقیدے تھے جو مذہب اہل سنت و جماعت کے ہیں ۔ائمہ دین حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ،حضرت امام شافعی ،حضرت امام مالک ،حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنھم سب انہیں اصول و عقائد پر قائم رہے جو اہلسنت و جماعت کے عقائد ہیں ائمہ اصول کلام اشاعرہ و ماتریدیہ رحمھم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عقلا نقلا انہی اصول و عقائد کی تائید و تحقیق فرمائی جس پر سید عالم محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین قائم رہے۔اور جن پر سلف صالحین کا اجماع ہوا اسی لئے اس مذہب حق کا نام اہل سنت و جماعت ہوا ۔اگر چہ یہ نام حادث

ہے مگر مذہب واعتقاد ان کا قدیم ہے۔ متقدمین صوفیائے کرام و محققین مشائخ عظام اور تمام زہاد و اولیاے کرام واصل بحق ہوئے۔ جن کی ولایت مسلم ہے جن کا زہد و تقویٰ متیقن ہے سب اسی مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہے۔

(معارحدیث ص۲۲،۲۳)

گمراہ فرقوں کی علامت:

حافظ ملت علیہ الرحمہ نے نہایت آسان ،دلکش اور سہل پیرائے میں جہاں اہل سنت و جماعت کا فرقۂ ناجیہ ہونا ثابت کیا۔ وہیں حدیث کے حوالے سے گمراہ اور گمرہ گر، ضال و مضل فرقوں کی نشانی بھی بیان فرمائی۔

حدیث:عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم و لا آبائکم فایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتونکم. (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت ابو ہرریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے وہ تمہارے پاس ایسی ایسی باتیں لائیں گے جو نہ تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادنے سنیں پس تم ان سے بچو اور ان سے اپنے آپکو بچاؤ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ آخر زمانہ میں دجال و کذاب کا ہونا۔ان کی علامت و پہچان یہ ہے کہ نئی نئی باتیں سنائیں گے ان سے ایمان کو محفوظ رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی بات نہ سنے ان سے دور رہے ان کو اپنے سے دور رکھے۔

یہ دجال و کذاب علما و مشائخ کے لباس میں ہوں گے۔ حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''یعنی جماعت باشند کہ خود را بمکر و تلبیس درصورت علما و مشائخ وصلحا واہل نصیحت وصلاح نمایند و دروغہائے خود را ترویج دہند و مردم را بمذاہب باطلہ وآرائے فاسدہ بخوانند''

یعنی وہ دجال و کذاب ایسی جماعت ہوں گے جو اپنے مکر و فریب کو علما و مشائخ اور عابدوں ،زاہدوں اور واعظوں کی صورت میں ظاہر کریں گے اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گمراہی سے بچانے کے لیے ان کی علامت و پہچان بتائی ورنہ ،ان کی ظاہری صورت دیکھ کر مسلمان ان کے جال میں پھنس جاتے ،اور ایمان کھو بیٹھتے ہیں، ان کی علامت سے پہچان لیا جاتا ہے کہ یہ عالم نما دجال ہیں، شیخ نما کذاب ہیں ۔واعظ نما گمراہ کن ہیں ۔عابد نما ایمان کے ڈاکو ہیں۔

مسلمانو! علامت یاد رکھو اسی سے پرکھو، پہچانو۔علامت یہی ہے کہ ایسی ایسی باتیں سنائیں گے جو نہ تم نے سنی نہ تمہارے باپ دادا نے سنیں مثلا میلاد شریف کنھیا کا جنم ہے، میلاد شریف میں قیام حرام ہے۔ یا رسول اللہ کہنا شرک ہے امکان کذب کا مسئلہ پرانا ہے، خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ یہ وہ نئی باتیں ہیں جو کبھی کسی مسلمان نے نہیں سنیں۔ جب سے یہ سنانے والے سنانے لگے، جبھی سے یہ آواز کانوں میں آنا شروع ہوئی۔(معارف حدیث ص۶۲،۶۴)

رسول پاک کی غیب دانی کا بیان:

عن عبد الرحمن بن عایش قال قال رسول اللہ ﷺ رأیت ربی عزوجل فی احسن صورۃ قال فیما یختصم الملأ الاعلیٰ قلت انت اعلم قال فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض و تلا کذالک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض و لیکون من الموقنین. (رواہ الدارمی والترمذی ومشکوٰۃ المصابیح)

حضرت عبد الرحمٰن بن عایش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے، میں نے اپنے رب عز وجل کو سب سے بہتر تجلی میں دیکھا۔اس نے فرمایا فرشتے کس چیز میں بحث کرتے ہیں۔میں نے عرض کیا تو ہی جانے۔پس میرے رب نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا پس اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی۔پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔اور حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔"اور ایسے ہی دکھاتے ہیں ہم آسمانوں اور زمینوں کے ملک ابراہم (علیہ السلام) کو تاکہ وہ کامل یقین والوں میں سے ہو"۔روایت کیا اس حدیث کو دارمی اور ترمذی نے۔

دست قدرت کا شانوں کے درمیان رکھنا قرب خاص و فیضان الٰہی وعطائے ربانی سے کنایہ ہے اور حضور اقدس ﷺ کا اپنے سینہ میں اس کی ٹھنڈک محسوس کرنا اس عطا اور فیضان کے حصول واستقرار سے کنایہ ہے۔رب جلیل نے اپنے محبوب پر ایسا فیضان فرمایا کہ حضور کو تمام علوم اگلے اور پچھلے ظاہر اور باطن سب حاصل ہوگئے۔اور حضور نے ان سب کا احاطہ کرلیا عرش سے فرش تک اور شرق سے غرب تک کائنات کا ذرہ ذرہ حضور پر منکشف ہوگیا اور ہر چیز حضور پر روشن ہوگئی۔چنانچہ حضرت شیخ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود عبارتست از حصول تمامۂ علوم جزوی وکلی واحاطۂ آں وتلاوخواند **وکذالک نری ابرھیم ملکوت السموات والارض**، وہم چنیں نمودیم ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام را ملک عظیم تمامہ آسمانہا و زمین را ولیکون من الموقنین وتا آنکہ گردد ابراہیم از یقین کنندگان بوجوہ ذات و صفات و توحید۔"(اشعۃ اللمعات)

یعنی حضور اقدس ﷺ نے فرمایا پس جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور میں نے جو کچھ زمینوں میں ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو تمام علوم جزوی وکلی حاصل ہوگئے اور حضور نے ان سب کا احاطہ کرلیا اور حضور اقدس ﷺ نے اس حال کے مناسب بطور استشہاد آیت تلاوت فرمائی اور ایسے ہی مشاہدہ کراتے ہیں ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آسمانوں اورزمینوں کی سلطنت کا تاکہ وہ کمال یقین کرنے والوں سے ہوں۔ہماری ذات وصفات وتوحید کا۔(معارف حدیث ص ۳۳،۳۴)

حضور اقدس ﷺ کا اس خصوص میں یہ آیت تلاوت فرمانا یہ تعلیم دینا ہے کہ آن واحد میں ساری کائنات کا علم عطا فرمانا محال ہے نہ قدرت الٰہی پر دشوار ہے بلکہ یہ ممکن ہے اور واقعی بارگاہ الٰہی میں انبیا علیہم السلام کے بڑے مراتب ہیں،

مالک حقیقی اپنے ان مقبول بندوں کو ساری کائنات کا علم عطا فرماتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو تمام ملکوت السموات والارض کا مشاہدہ کرایا ساری کائنات ان کے پیش نظر کردی، میں تو اس کا محبوب ہوں، مجھ پر تو اس کا فضل عظیم ہے میرا علم تو ساری مخلوقات سے وسیع تر ہے اس مضمون کو حضرت شیخ محقق یوں بیان فرماتے ہیں۔

''واہل تحقیق گفتہ اند کہ تفاوت است درمیان ایں دو رویت زیرا کہ خلیل علیہ السلام ملک آسمان وزمین را دید و حبیب ہر چہ درآسمان وزمین بود از ذوات صفات وظواہر وبواطن ہمہ را دید۔اشعۃ اللمعات)

یعنی اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ دونوں رویت میں بڑا فرق ہے کیونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے آسمانوں اورزمین کی سلطنت کو دیکھا اور حضرت حبیب اللہ محمد رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ آسمانوں اورزمینوں میں ہے ذوات وصفات، ظاہر و باطن سب کچھ دیکھا۔(معارف حدیث ص۳۵)

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث شریف کی روشنی میں حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو اللہ عزوجل نے تمام علوم جزوی وکلی عطا فرمایا، اور حضور نے ان سب علوم کا احاطہ کرلیا اور تمام آسمانوں اور زمینوں کی ہر ہر شئے ذات ہو یا صفت، ظاہر ہو یا باطن سب حضور کے پیش نظر ہے۔باوجود اس کے دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اپنی کتاب ''براہین قاطعہ'' میں حضور ﷺ کے علم کو گھٹانے کے لیے لکھتے ہیں کہ:۔

''شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔''(براہین قاطعہ ص۵۱ مطبوعہ دیوبند)

حالانکہ شیخ محقق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''مدارج النبوۃ شریف'' میں یہ تحریر فرمایا ہے:۔

''ایں جا اشکالے می آرند کہ در بعض روایات آمدہ است کہ گفت آں حضرت ﷺ کہ من بندہ ام نمی دانم آنچہ درپس ایں دیوار ست جوابش آں ست کہ ایں سخن اصلے ندارد وروایت بداں صحیح نہ شدہ۔''

حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں کہ اس جگہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں بندہ ہوں، اس دیوار کے پیچھے نہیں جانتا۔اس کا جواب یہ ہے کہ بات بالکل بے اصل ہے اور روایت صحیح نہیں ہے۔''(ص۳۶)

مسلمانو! غور کرو حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ نے جس قول کو رد کرنے کے لیے نقل کیا تھا، اسی مردود قول کو دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد و مولوی خلیل احمد نے روایت بنا کر حضور ﷺ کا علم گھٹانے کے لیے دلیل بنا لیا اور حضرت شیخ محقق پر روایت کا افترا کردیا۔کیا یہی دین ہے یہی مذہب ہے، ایمان اسی کا نام ہے۔

حدیث:۔عن طارق بن شهاب قال سمعت عمر رضی الله تعالیٰ عنه يقول قام فينا النبی ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم حفظ ذالک من حفظه و نسيه من نسيه.(بخاری شریف ج ۱ ص۴۵۳)

ترجمہ:۔طارق بن شہاب سے انہوں نے کہا سنا میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ کھڑے ہوئے

ہمارے درمیان نبی علیہ ایک بار منبر پر پس خبر دی ہم کو ابتدائے آفرینش سے آخر روز قیامت تک کی یہاں تک کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوں یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا اور بھول گیا اس کو جو بھولا ۔

یعنی حضور اکرم نور مجسم سید عالم جناب محمد رسول اللہ علیہ نے ایک روز ایسا عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جس میں سارے مخلوق کے عام حالت بیان فرمادیئے ۔مخلوقات کی ابتدا سے انتہا تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا ،سب بیان فرمادیا۔ مبدا معاش اور معاد یعنی کائنات کی ابتدا کے احوال اور ساری مخلوقات کی زندگی کے حالات اور مرنے اور مرنے کے بعد اٹھنے کے احوال جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کے تمام واقعات بیان فرمادیے اور یہ سب کچھ ایک ہی خطبہ میں ایک ہی دن میں بیان فرمادیا۔جیسا کہ صاحب عمدۃ القاری نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے ۔(معارف حدیث ص ۳۷)

و فیہ دلالۃ علیٰ انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائھا الی انتھائھا و فی ایراد ذالک کلہ فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادۃ و کیف و قد اعطی جوامع الکلم مع ذالک ۔

یعنی یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نبی علیہ نے ایک مجلس میں ساری مخلوقات کے کل حالت ابتدا سے انتہا تک سب بیان فرمادیے اور ایک مجلس میں ان سب حالات کا بیان کرنا ہی بڑا امر عظیم ہے ۔یہ حضور کے معجزات میں سے ایک عظیم الشان معجزہ ہے اور کیوں کر نہ ہو حضور علیہ باوجود صاحب اعجاز ہونے کے صاحب جوامع الکلم ہیں ۔

اللہ اکبر!اٹھارہ ہزار عالم کے تمام حالات ابتدائے آفرینش سے ختم دنیا تک ہی نہیں بلکہ قبر حشر ونشر و حساب و کتاب حتیٰ کہ جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کے کل حالات سارے واقعات ایک خطبہ میں ایک مجلس میں ایک ہی دن میں بیان فرمانا یقیناً بڑا عظیم الشان معجزہ ہے ۔اسی لیے امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں فرمایا"**امر عظیم من خوارق العادۃ**" یہ معجزات میں عظیم الشان معجزہ ہے ۔(معارف حدیث ص ۳۸)

حدیث مذکور سے حضور اقدس علیہ کے علم کی وسعت معلوم ہوئی کہ ابتدائے آفرینش سے انتہا تک ساری مخلوقات کے تمام حالات اور کل واقعات کا حضور علیہ کو علم ہے ۔جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک ہر ہر چیز کا علم ہے اور یہ علم تفصیلی ہے ۔چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں ۔

مجملا و مفصلا یعنی حضور اقدس علیہ نے اجمال و تفصیل دونوں طور پر بیان فرمادیا جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ کو مخلوقات کی ابتدا سے انتہا تک ساری کائنات تمام موجودات کے کل حالت ،تمام واقعات کا علم تفصیلی ہے کیوں کہ اگر صرف علم اجمالی ہو تو اس میں حضور اقدس علیہ کی کیا خصوصیت ہے ۔علم اجمالی تو سب مومنین کو حاصل ہے اس لیے کہ **اللہ خلق کل شئی** کی تصدیق کے لیے ہر ہر شیئ کا علم اجمالی ضروری ہے لہذا ہر مومن کے لیے کل شئی کا علم

اجمالی ضروری ہوا۔ نیز قیامت حشر ونشر وغیرہ سب پر ایمان ہے، لہذا قیامت وغیرہ کا علم اجمالی بھی ہر مومن کے لیے ضروری ہوا پھر حضور اقدس ﷺ کی خصوصیت کہاں رہی ۔ نیز اجمالی بیان معجزہ کیسے ہوگا۔ اجمالی بیان تو دولفظوں میں ہوسکتا ہے لہذا لازمی طور پر علم تفصیلی ہی مراد ہوا اسی لیے ''مرقات'' میں مجملا ومفصلا فرمایا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حالات واقعات اجمال وتفصیل دونوں طور پر بیان فرمائے۔

خلاصہ یہ کہ حدیث مذکور کی روشنی میں ثابت ہوا کہ حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور کو ساری کائنات وتمام موجودات کے کل حالات کا تفصیلی علم ہے ۔ اسی لیے اہل سنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات کے کل حالات کا تفصیلی علم ہے مگر وہابیوں کے نزدیک تو حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اپنے خاتمہ کی بھی خبر نہیں ۔ اس لیے وہابیوں دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' میں لکھا۔

''جو کچھ کہ اللہ اپنے بندے سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔'' (تقویۃ الایمان ص ۳۲ مطبع صدیقی دہلی)

یعنی حضور ﷺ کو دنیا و آخرت، قبر وحشر ونشر کا کوئی حال بھی معلوم نہیں، دوسرے کا تو کیا اپنا ہی حال معلوم نہیں۔ (معارف ص ۴۰)

دوقبروں والی حدیث کی تشریح:

عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ بحائط من حیطان المدینة او مكة فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبور هما فقال النبی ﷺ یعذبان وما یعذبان فی كبیر ثم قال بلی كان احد هما لا یستنزه من بوله و كان الأخر یمشی بالنمیمة ثم دعا بجریدة فكسرها كسرتین فوضع علی قبر كل منهما كسرة فقیل له یا رسول الله لم فعلت هذا قال لعله ان یخفف عنهما مالم ییبسا۔ (بخاری شریف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ حضور ﷺ مدینہ طیبہ یا مکہ مکرمہ کے کسی باغ میں گزرے حضور نے دو مردوں کی آواز سنی جو اپنی قبروں میں عذاب دیے جارہے تھے ۔ حضور نے فرمایا یہ عذاب دیے جارہے ہیں اور کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیے جارہے ہیں ۔ پھر فرمایا ہاں ایک ان میں سے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر حضور نے ایک سبز ٹہنی منگائی اس کے دوٹکڑے کیے اور ہر ایک کی قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ آپ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا اس امید پر کہ ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہو جب تک کہ یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں۔

اس حدیث سے چند امور معلوم ہوئے۔

نمبر (۱) حضور ﷺ نے قبروں کے اندر سے مردوں کی آواز سنی جن کو قبر میں عذاب ہورہا تھا۔

نمبر(٢) یہ عذاب ایک شخص کو پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے تھا دوسرے کو چغلی کرنے کے سبب سے ہو رہا تھا۔
نمبر(٣) حضور اقدس ﷺ کو معلوم ہے کہ کس مردے کو قبر کے اندر عذاب ہو رہا ہے اور پھر یہ بھی معلوم ہے کہ کس گناہ کے سبب سے یہ ہو رہا ہے اور یہ بھی معلوم ہے اس عذاب میں تخفیف کس عمل خیر سے ہو سکتی ہے۔
نمبر(٤) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہری شاخ قبر پر رکھی۔
نمبر(٥) ہری شاخ قبر پر رکھنے سے تخفیف کی امیدی ہے۔(معارف حدیث ص ٤١)

یہ حدیث حضور ﷺ کے علم پر دال ہے کہ عالم برزخ کا علم بھی اللہ تعالی نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ قبروں کے اندر کے حالات مردوں کے احوال حضور جانتے ہیں۔مردوں کے عذاب وثواب سے حضور واقف ہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس مردے کو یہ عذاب کس گناہ کے بدلے ہو رہا ہے۔یہ بھی معلوم ہے کہ اس عذاب کی تخفیف کا ذریعہ کیا ہے۔اس عذاب میں کمی کس عمل خیر سے ہو سکتی ہے۔

حکیم تو وہی ہے کہ مرض کی صحیح تشخیص کرے اس کے اسباب وعلل سے واقف ہو۔مرض کا علاج بھی جانتا ہو ،حضور ﷺ سارے روحانی طبیبوں کے سردار تمام روحانی معالجوں کے سرتاج ہیں ،اس لیے رب جلیل نے اپنے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امراض روحانی کا علم دیا ،ان کے اسباب وعلل سے واقف کیا ،ان کے علاج پر مطلع فرمایا۔

دنیوی زندگی کے تمام امراض ،ان کے اسباب وعلل اور علاج تعلیم فرمایا۔یہ حدیث اس پر دلیل ہے اور دیوبندیوں کے اس عقیدہ کا رد کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ،جیسا کہ دیوبندیوں کی کتاب براہین قاطعہ میں ہے۔

رحمۃ للعالمین کی شان رحمت کی یہ ایک جھلک ہے کہ ان دونوں گنہگاروں کو اپنی آغوش کرم میں لے لیا۔ان کے عذاب میں تخفیف کرائی اور اس علاج کو عام کرنے اور قیامت تک باقی رکھنے اور ساری امت پر اپنی رحمت عام کرنے کے لیے اس عمل خیر کی علت بھی بیان فرمادی کہ سبز ٹہنی قبر پر رکھنے سے تخفیف عذاب کی امید ہے۔سبز ٹہنی میں سبزی ہی کو علت قرار دیا اور فرمایا مالم ییسا جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں۔لہذا ٹہنی کی خصوصیت نہ ہوئی بلکہ تخفیف عذاب کی علت سبزی ہوئی۔لہذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پھول بھی قبر پر رکھنے سے تخفیف عذاب کی امید ہے اور یہ اصول اپنی جگہ ثابت ہے جس عمل خیر سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اگر گناہ نہ ہوں تو اس عمل سے درجات بلند ہوتے ہیں۔لہذا اسی حدیث سے اولیاے کرام کے مزارات مقدسہ پر پھول رکھنا ثابت ہوا اور معلوم ہوا کہ مزارات پر پھول رکھنا صاحب مزار کے درجات بلند ہونے کا سبب ہے۔(معارف حدیث ص ٤٣)

عن ابی ھریرہ قال وکلنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحفظ زکوٰۃ رمضان فاتانی آت فجعل یحثو من الطعام فاخذ تہ و قلت واللہ لارفعنک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال دعنی فانی محتاج . (الیٰ آخر الحدیث)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ،انہوں نے کہا حضورﷺ نے مجھے صدقۂ فطر کے غلہ کی حفاظت کے لیے مقرر کیا۔رات کو ایک شخص آیا اور غلہ چرانے لگا۔میں نے اس کو پکڑا اور کہا میں تجھ کو ضرور حضور کی خدمت میں لے جاؤں گا۔اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں محتاج ہوں اور کثیر العیال اور سخت حاجت مند ہوں ۔میں نے اس کو چھوڑ دیا۔صبح کو مجھ سے حضور نے فرمایا ''اے ابو ہریرہ تمہارا رات کا چور کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے محتاجی اور عیالداری کی شکایت کی مجھے رحم آیا میں نے اس کو چھوڑ دیا۔حضورﷺ نے فرمایا آگاہ اس نے جھوٹ کہا اور وہ پھر آئے گا پس مجھے حضور کے فرمانے سے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا میں اس کی گھات میں رہا وہ آیا اور غلہ چرانے لگا۔پھر میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا ضرور تجھ کو حضور کی خدمت میں حاضر کروں گا اس نے کہا۔مجھے چھوڑ دو ، میں محتاج ہوں اور کثیر العیال ہوں ، آئندہ نہیں آؤں گا پھر مجھے رحم آ گیا ، میں نے چھوڑ دیا ، پھر صبح کو حضور نے مجھ سے فرمایا،اے ابو ہریرہ !تمہارا رات کا چور کیا ہوا ، میں نے عرض کیا۔یا رسول اللہ اس نے سخت محتاجی اور عیالداری کی شکایت کی مجھے رحم آ گیا میں نے اس کو چھوڑ دیا حضورﷺ نے فرمایا ،خبردار اس نے جھوٹ کہا وہ پھر آئے گا۔پھر تیسری رات میں اس کی گھات میں بیٹھا رہا وہ آیا اور غلہ چرانے لگا پھر میں نے اس کو پکڑا اور کہا تجھ کو ضرور حضور کے پاس لے جاؤں گا یہ تیسری مرتبہ ہے تو کہتا ہے کہ نہیں آؤں گا اور پھر آتا ہے۔اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تم کو ایسے کلمات سکھا دوں گا جن سے اللہ تم کو نفع دے گا میں نے کہا وہ کلمات کیا ہیں اس نے کہا جب تم سونے کے لئے بستر پر آؤ تو آیۃ الکرسی **لا الہ الا ھو الحی القیوم** سے آیت کے ختم تک پڑ لیا کرو۔بیشک اللہ کی طرف سے ایک نگہبان تمہاری حفاظت کے لئے مقرر کر دیا جائے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔پھر میں نے اس کو چھوڑ دیا۔صبح کو پھر حضورﷺ نے مجھ سے فرمایا۔اے ابو ہریرہ تمہارا رات کا چو کیا ہوا۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے مجھے ایسے کلمات سکھائے جن سے اللہ مجھے نفع دے گا میں نے اسے چھوڑ دیا حضور نے فرمایا وہ کلمات کیا ہیں عرض کیا اس نے مجھ سے یہ کہا کہ جب تم سونے کے لیے بستر پر آؤ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو اللہ کی طرف سے تم پر ایک نگہبان مقرر کر دیا جائے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔صحابۂ کرام تو خیر میں حریص تھے۔نبی کریمﷺ نے فرمایا آگاہ اس نے سچ کہا۔حالانکہ وہ بہت جھوٹا ہے اے ابو ہریرہ تم جانتے ہو کہ تین روز سے کس سے بات کرتے ہو،عرض کیا نہیں حضور نے فرمایا وہ شیطان ہے۔(بخاری شریف)

ابو ہریرہ نے جب چور پکڑا اور چھوڑا اس وقت حضور وہاں موجود نہ تھے لیکن روزانہ اس گزرے ہوئے واقعہ کی خبر دیتے تھے اور آئندہ کے لیے بھی فرما دیتے تھے وہ چور پھر آئے گا چنانچہ حضور کے فرمانے کے مطابق وہ چور پھر آتا رہا۔اس سے معلوم ہوا کہ حضورﷺ کو گزرے ہوئے اور آئندہ کے حالات معلوم ہیں جبھی تو حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ مجھے حضور کے فرمانے سے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا۔اسی لیے اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے محبوب جناب محمد رسول اللہﷺ کھلی چھپی ظاہر و باطن اگلی پچھلی تمام اشیا کے عالم ہیں۔

یہ واقعہ رات کی تاریکی میں تھا کتنے مکانات ، کتنے حجابات، کتنی دیواریں حائل تھیں مگر صبح کو حضور نے بتا دیا اور دریافت فرمایا اے ابو ہریرہ تمہارا رات کا چور کیا ہوا۔حضرت ابو ہریرہ نے یہ نہیں کہا کہ آپ کو کیا معلوم آپ کو تو دیوار کے

پیچھے کا بھی علم نہیں، کیسے کہتے یہ تو دیوبندیوں کا عقیدہ ہے۔دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ۔"آپ کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔"

مسلمان دیوبندی عقیدوں سے باخبر ہوکر دیوبندیوں کی حقیقت پہچانیں اور ان سے ایمان کو بچائیں اور مذہب اہل سنت پر مضبوطی سے قائم رہیں۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے آیۃ الکرسی شریف کی فضیلت معلوم ہوئی کہ جو شخص سوتے وقت آیۃ الکرسی شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لے ایک فرشتہ مقرر کردے گا جو رات بھر اس کی حفاظت کرے گا۔اور صبح تک شیطان اس کے قریب نہ آئے گا۔(معارف ص ۴۹/۴۸)

حافظ ملت علیہ الرحمہ حدیث رسول کی روح سے مخاطب کو جوڑ دیا کرتے تھے۔معارف حدیث کے تمام ہی مضامین عوام کے لیے لکھے گئے ہیں۔عوامی ذہن کو سامنے رکھ کر انہوں نے بنیادی عقائد۔اور دور حاضر کے ضال ومضل فرقوں کے پھیلائے ہوئے بدعقیدگی کے زہر کا کتنا سہل تریاق تیار کیا ہے۔آپ خود بھی اندازہ کرسکتے ہیں حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تفہیم حدیث کے حضور بطور نذر یہ شعر پیش ہے۔

مثل خورشید سحر فکر کی تابانی میں
بات میں سادہ و آزاد ،معانی میں دقیق

حضور مالک جنت ہیں:

حافظ ملت حدیث ربیعہ کی شرح فرماتے ہیں۔

عن ربیعة بن کعب قال کنت ابیت مع رسول اللہ ﷺ فاتیته بوضوئه و حاجته فقال لی سل فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنة قال او غیر ذالک قلت هو ذاک قال فاعنی علیٰ نفسک بکثرة السجود. (صحیح مسلم،مشکوۃ ص۸۴)

"رات کا وقت ہے ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں مصروف ہیں ان کی خدمات مقبول ہوتی ہیں۔رحمۃ للعالمین کا دریائے کرم موجزن ہوتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے۔ربیعہ مانگ لو۔یہ نہیں فرمایا ربیعہ یہ چیز مانگ لو،وہ چیز مانگ لو۔علم مانگ لو،دولت مانگ لو،شجاعت او بہادری مانگ لو،حسن و جمال مانگ لو،دنیا کی دولت مانگ لو،آخرت کی نعمت مانگ لو،کسی چیز کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ مطلق فرمایا۔(سل)مانگ لو۔

اس کا مطلب یہی ہے کہ جو چاہو سو مانگ لو دنیا کی خوبیاں مانگو،چاہے آخرت کی بھلائیاں مانگو،چاہے دونوں جہاں کی نعمتیں مانگو،جو مانگو گے پاؤ گے یہ کون کہہ سکتا ہے؟ یہ وہی کہہ سکتا ہے جو دنیا و آخرت دونوں جہان کا مالک ہو۔جس کے قبضۂ قدرت میں دونوں جہان کی نعمتیں ہوں۔دنیا کی ہر خوبی ہر کمال ہر نعمت اس کے تحت تصرف ہو۔آخرت کی ساری نعمتیں اس کے قبضہ میں ہوں جنت کے تمام حور وغلماں،قصور وایوان،انہار واشجار سب پر اس کا قبضہ ہو روشن

ڈالی ڈالی زیر فرمان ہو۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد سے حضور کا مالک ومختار ہونا ثابت ہوا۔۔۔۔

اس ارشاد کوسن کر حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی سمجھا کہ حضور اقدس ﷺ دونوں جہان کے مالک و مختار ہیں جو چاہیں گے عطا فرمائیں گے۔۔۔۔

جبھی تو عرض کردیا: حضور میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں حضور نے یہ سوال سن کر یہ نہیں فرمایا کہ ربیعہ دنیا کی کوئی چیز مانگ لو۔ کچھ مال ودولت لے لو آخرت کا معاملہ میرے قبضہ کا نہیں۔ میں جنت کا مالک نہیں۔ جنت میں بھی اتنا بلند مرتبہ میری رفاقت مانگتے ہو۔ یہ کچھ نہیں فرمایا۔ بلکہ کثرت نماز کی تعلیم دی۔ یہ بتایا کہ یہ مرتبہ ہم تم کو دیں گے۔ یہ درجہ عطا فرمائیں گے۔ مگر تم اپنے نفس کو کثرت سجود سے اس کا اہل بناؤ۔

(معارف ص ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱)

اس تقریر کے بعد حافظ ملت حضرت شیخ محقق۔ حضرت ملا علی قاری اور امام ابن حجر عسقلانی کی شروح حدیث نقل فرماتے ہیں جن میں ان محدثین نے حضور انور ﷺ کا مختار کونین اور مالک خزائن خداوندی ہونا بیان فرمایا ہے پھر اخیر میں فرماتے ہیں۔

حدیث مذکور سے حضور ﷺ کا مالک ومختار ہونا ثابت ہوا اور معلوم ہوا کہ خود حضور ﷺ کا اور آپ کے صحابۂ کرام اور ائمہ دین ومحدثین کرام کا یہی عقیدہ ہے یہ فرمانے کے بعد حافظ ملت علیہ الرحمہ تقویۃ الایمان ص ۴۲ رکی ایمان سوز عبارت ''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں'' کے قائل اور اس عقیدہ کے ماننے والوں کی تردید فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ''تقویۃ الایمان میں حدیث سے کیسی کھلی جنگ ہے'' (ایضا ص ۳۲)

یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ حافظ ملت کے درس احادیث کوکسی نے جمع نہیں کیا۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ حافظ ملت کے تلامذہ میں سیکڑوں شیخ الحدیث موجود ہیں۔ اور درس حدیث دیتے وقت انہیں اپنے استاذ وشیخ کی تقاریر کے اہم حصے ضرور یاد آتے ہیں۔ اے کاش ان میں کے کچھ صاحبان عزیمت ان قیمتی افادات کوقلمبند کرلیں یا کرالیں تو ایک ذخیرۂ علمی جمع ہو سکتا ہے۔ الحمد للہ کہ چند خوش نصیب اس پر کام کر بھی رہے ہیں۔

رفیق محترم حضرت مولانا محمد احمد مصباحی شیخ الادب الجامعۃ الاشرفیہ کے ذریعہ درس حدیث کے چند ضروری افادات منقول ہیں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے۔

عن ابن عمر عن النبی ﷺ ان رجلا سأله ما یلبس المحرم فقال لا یلبس القمیص ولا العمامة ولا السراویل ولا البرنس ولا ثوبا مسه الورس والزعفران فان لم یجد النعلین فلیبس الخفین و لیقطعهما حتی یکونا تحت الکعبین. (ج ۱ ص ۲۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں کہ ایک شخص نے حضور سے دریافت کیا احرام باندھنے والا کیا پہنے؟ فرمایا۔ کرتا، عمامہ، پاجامہ، اور ٹوپی نہ پہنے، نہ ہی وہ کپڑا جس میں ورس اور زعفران لگا ہو۔ اگر جوتے نہ پائے

تو موزے پہن لے، اور انہیں کاٹ دے تاکہ ٹخنوں کے نیچے ہو جائیں۔

اس حدیث پر دوسرے افادات اور مکمل تقریر کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ۔ آخری حصہ فان لم یجد النعلین (اگر جوتے نہ پائے الخ) سائل نے دریافت نہیں کیا تھا جواب میں ذکر فرمایا گیا تاکہ یہ مسئلہ بھی معلوم ہو جائے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی فائدے کے تحت سوال سے زیادہ جواب دیا جا سکتا ہے۔ اس پر فرمایا ایک بار محمد آباد گوہنہ سے ایک استفتا آیا کہ رافضی کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب میں دوسرے مباحث کے ساتھ لکھا رافضی قادیانی، وہابی، دیوبندی سب کی نماز جنازہ حرام سخت حرام ہے۔ بعد میں معلوم ہوا یہ استفتا دیوبندی مکتب فکر کے کچھ لوگوں نے بھیجا تھا اور اس سے ان کا مقصد سنی شیعہ فساد و اختلاف برپا کرنا تھا۔ مگر اس جواب سے ان کی ساری اسکیم فیل ہوگئی۔
(حافظ ملت نمبر ص ۱۷۸)

حلوا اور مٹھائی:

بخاری شریف پارہ ۲۲ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث ہے "کان رسول اللہ ﷺ یحب الحلوا و العسل" رسول اللہ ﷺ کو حلوا اور شہد پسند تھا۔ رفیق گرامی مولانا عبد الستار پرلیاوی ذکر کرتے ہیں ۱۳۹۱ھ، ۱۹۷۱ء یہ حدیث پڑھاتے وقت حضرت نے فرمایا اس سے حلوا کا مرغوب اور رسول اللہ ﷺ کا بھی پسندیدہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مولانا صوفی عبد الرحمٰن پورنوی نے عرض کیا حلوا کا معنی تو مطلق "میٹھی" چیز ہے معروف حلوا مراد نہیں۔ فرمایا۔ جب بھی تو حلوا کی پسندیدگی اور استحباب ثابت ہے کہ یہ بھی اسی مطلق کا ایک فرد ہے (بلا تخصیص) مطلق کا استحباب اس کے فرد خاص کے استحباب کو مستلزم ہے"۔ (حافظ ملت نمبر ص ۱۸۱)

ایک تاویل کا رد بلیغ:

ترمذی شریف پڑھنے کے زمانے میں یہ حدیث بھی آئی "ابردوا بالظھر فان شدۃ الحر من فیح جھنم" ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھو اس لیے کہ سخت گرمی جہنم کی تپش سے ہے" تو کسی سے اس حدیث کی تاویل یوں سننے میں آئی کہ اگر سخت گرمی، جہنم کی تپش کے باعث ہے تو ہر جگہ گرمی ہونی چاہیے جب کہ کشمیر اور نینی تال میں ٹھنڈک ہوتی ہے اس لیے یہ حدیث بر سبیل تفہیم و تمثیل ہے جیسے کہ جب خوش گوار ہوا چلتی ہے تو کہا جاتا ہے "جنت سے ہوا آرہی ہے۔"

مولانا فضل حق غازی پوری وغیرہ چند ساتھیوں نے حافظ ملت کے سامنے یہ تاویل پیش کرتے ہوئے استصواب کیا تو آپ نے فرمایا "نیچیریت" ہے (یہ طریقہ نیچریوں کا ہے کہ صریح نصوص کو ظاہر سے منحرف کر دیتے ہیں، اور بالکل بے سروپا تاویلات اڑاتے ہیں) اور اس کا رد بلیغ فرمایا۔ اگلے سال جب بخاری شریف میں یہ حدیث آئی تو خود میں نے بھی سنا کہ حضرت نے تاویل مذکورہ پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ تاویل کسی طرح صحیح نہیں گرمی کے موسم میں کشمیر اور نینی تال میں بھی وہ ٹھنڈک نہیں رہ جاتی جو موسم سرما میں وہاں ہوتی ہے۔ بلکہ نسبتاً وہی فرق ہوتا ہے جو ہمارے یہاں جاڑے اور گرمی میں ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ وہاں بعض عوارض کی وجہ سے وہ موسم نہیں ہوتا جو ہمارے یہاں ہوتا ہے حدیث کو

بلا دلیل اس کے ظاہر سے پھیرنا ہرگز درست نہیں'' (ص۱۷۸)

قانون اصول فقہ:

بخاری شریف میں یہ حدیث متعدد روایات وطرق سے بفرق اجمال وتفصیل مختلف مقامات پر آئی ہے۔عن انس ان النبی ﷺ اتی بلحم تصدق به علی بریرة فقال هو علیها صدقة و هو لنا هدیة. (۲۰۲ج۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں حضور ﷺ کے پاس ایک بار گوشت حاضر کیا گیا۔جو حضرت عائشہ کی کنیز جناب بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا فرمایا وہ اس پر صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

اس کی تفہیم کے لیے حضرت نے بجائے لمبی چوڑی تقریر کے اصول فقہ کا ایک ایسا قاعدہ بتادیا جو آج تک یاد رہا اور بہت سے مواقع پر مفید ثابت ہوا فرمایا ''تبدیل ملک سے تبدل عین ہوجاتا ہے حکماً''۔

جب گوشت حضرت بریرہ کے قبضہ میں پہنچا تو صدقہ ہوا اور جب انہوں نے حضور کی خدمت میں پیش کیا تو اب صدقہ نہ رہا بلکہ ہدیہ ہوگیا اس لیے ہاشمی کے لیے اسے تناول کرنا جائز ہوگیا اسی حدیث سے فقہا نے یہ اصول مستنبط کیا کہ ملکیت بدل جانے سے حکما اصل حقیقت بدل جاتی ہے۔فقہ کے بہت سارے مسائل اسی اصل اور قانون پر مبنی ہیں۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص۱۷۸)

حضرت مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری درس بخاری کے حوالے سے حافظ ملت کے چند علمی افادات بیان فرماتے ہیں۔

حدیث جبرئیل کا ترجمہ:

ماالمسئول عنها باعلم من السائل۔حدیث جبرئیل کے اس حصہ کو علم غیب رسول کی نفی میں پیش کیا جاتا ہے مگر حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے حدیث جبرئیل کے اس حصہ کا ایسا ترجمہ فرمایا جس سے علم غیب رسول کے ثبوت میں استدلال کیا جاسکتا ہے فرمایا۔"ماالمسئول عنها باعلم من السائل" کا ترجمہ شیخ محقق نے ''ماہر دو برابریم درنادانستن فرمایا ہے'' مگر اس کے بعد "الرحمن علم القرآن "خداوند ذوالجلال کا ارشاد ہے۔

توضیح:۔حضرت جبرئیل امین اللہ کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اسلام ایمان، احسان اور قیامت کے متعلق یکے بعد دیگرے پوچھتے رہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ہر ایک کا جواب ارشاد فرمایا اور جب قیامت کے متعلق پوچھا تو فرمایا "ماالمسئول عنها باعلم من السائل" علم قیامت سائل سے زیادہ نہیں جانتا ہوں۔اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ علم قیامت سے متعلق دو گوشے ہیں ان میں سے ایک گوشہ کا علم جبرئیل علیہ السلام کو بھی ہے اور حضور ﷺ کو بھی اس ایک گوشہ کا علم ہے اور دوسرا گوشہ علم قیامت سے متعلق وہ ہے جس کا علم سائل ومسئول دونوں کو نہیں۔اسی دوسرے گوشہ کا ترجمہ ''ہم دونوں نہ جاننے میں برابر ہیں'' شیخ محقق نے کیا ہے۔مگر اللہ کے رسول ﷺ کا دوسرے گوشہ سے متعلق عدم علم

وقت سوال ہے اس کے بعد رحمٰن نے اپنے مجتبیٰ رسول ﷺ کو پورے قرآن کا علم عطا فرمایا، اور پورے قرآن کے علم میں اس دوسرے گوشہ کا علم بھی ہے۔ (معارف حافظ ملت ص ۴۳)

ایک موقع پر، بخاری شریف کا سبق پورا ہونے کے بعد راقم بھی اپنے مخصوص شرکاء درس کے ساتھ حضور حافظ ملت کی درسگاہ میں رک گیا اور عرض کیا گیا کہ حضور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور امت کے درمیان ازدواجی حکم میں فرق کی کیا وجہ ہے۔

ارشاد فرمایا۔ کثرت ازدواج کی طاقت کا ہونا جسمانی کمال ہے آقا و مولیٰ ﷺ جس طرح روحانی کمال میں امت سے بدرجہا اعلیٰ ہیں اسی طرح جسمانی کمال میں بھی امت سے بدرجہائے اعلیٰ ہیں اور جب رسول پاک علیہ التحیۃ والثناء جسمانی کمال میں بھی امت سے بدرجہا اعلیٰ ہیں تو امت کے مقابل ازدواج کے حکم میں فرق کا ہونا لازمی امر ہے۔ (معارف حافظ ملت ۴۲)

تمت بالخیر کا مطلب :۔

ختم بخاری شریف کے وقت حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان نے بیان فرمایا کہ حضرت صدر الشریعہ قبلہ نے تمت بالخیر کا سبق بھی پڑھایا تھا۔ اس کے بعد تمت بالخیر پر بڑی جاندار درسگاہی تقریر فرمائی راقم نے اپنے بعض ذہین احباب سے اس تقریر کے سلسلہ میں رجوع کیا مگر تمت پر درسگاہی تقریر کا حصہ کچھ مزید حاصل نہ ہوسکا لہذا اپنے حافظہ میں اس تقریر کا موجود حصہ ہدیہ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

ارشاد فرمایا حضرت امام بخاری نے بخاری شریف کی ابتدا باب بدء الوحی سے فرمایا پہلی حدیث شریف "انما الاعمال بالنیات" جو بظاہر باب سے مطابق نہیں ہے پیش فرما کر علم حدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں کو یہ ذہن دیا کہ علم حدیث شریف مہتم بالشان علم ہے علم حدیث پڑھنے اور پڑھانے سے پہلے نیت میں خلوص وللّٰہیت پیدا کرلی جائے اور پوری بخاری شریف خلوص نیت کے ساتھ پڑھی اور پڑھائی جائے اب انما الاعمال بالنیات کی مطابقت صرف باب بدء الوحی سے نہیں بلکہ پوری بخاری شریف سے ہوگئی کہ ہر حدیث شریف کو خلوص وللّٰہیت کے ساتھ پڑھا اور پڑھایا جائے تو تمت بالخیر ہے ورنہ تمت بالخیر نہیں۔ (معارف حافظ ملت ص ۴۲)

☆☆☆



ساتواں باب

حافظ ملت بحیثیت فقیہ

راز دار شرع تو ، شان فقاہت تجھ سے ہے
بکھرا ہر سو خطہ میں نور شریعت تجھ سے ہے
کس نے ذلت سے نکالا اور وقار و شان دی
اہل سنت کی زمانے بھر میں عزت تجھ سے ہے

(بدرالقادری)

حافظ ملت بحیثیت فقیہ

حافظ ملت کو باقاعدگی سے فتوی نویسی کا موقع نہیں ملا۔مگر تفقہ فی الدین جس نعمت عظمیٰ کا نام ہے وہ انہیں وافر مقدار میں ملی اور کیوں نہ ہو کہ آپ فقیہ اعظم صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ شاہ محمد امجد علی القادری الرضوی کے قابل فخر فرزند معنوی ہیں ۔جن کی فقہی بصیرت پر مجدد ملت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو اعتماد تھا۔جن کی فقہی انسائیکلوپیڈیا (بہار شریعت) سے دارالافتا کم وبیش نصف صدی سے استفادہ کرر ہے ہیں۔

یہ موضوع بھی عاجز سوانح نویس کی علمی بساط سے نہایت بلند اور عظیم ہے اس لئے محض رسمی قلم فرسائی سے باز رہ کر حافظ ملت کے ذخیرۂ فتاویٰ سے چند نمونے نقل کرے گا۔تاکہ اہل بصیرت خود ہی اس فن شریف میں بھی ان کے امتیازی کمال کے جلوے دیکھ سکیں۔اس سے قبل ہم نہایت فخر کے ساتھ حافظ ملت علیہ الرحمہ کی فقہی سند کو پیش کریں گے جو حضور صدرالشریعہ اعلیٰ حضرت اور امام اعظم ابوحنیفہ (قدست اسرارہم) سے ہوتی ہوئی سرکار دوعالم شارع اسلام ﷺ تک پہونچتی ہے۔

حافظ ملت کی سند فقہ:

حضور رسول اکرم سیدنا محمد عربی ﷺ

حضرت عبداللہ بن مسعود

حضرت علقمہ .... حضرت الاسود

حضرت ابراہیم

حضرت شیخ حماد

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ

حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی

حضرت احمد بن حفص (ابوحفص کبیر)

حضرت عبداللہ بن ابی حفص البخاری

حضرت امام ابوعبداللہ السبز مونی

حضرت شیخ ابو بکر محمد بن الفضل البخاری
حضرت شیخ القاضی ابو علی النسفی
حضرت امام شمس الائمہ الحلوانی
حضرت امام فخر الاسلام البزدوی
حضرت امام برہان الدین (صاحب الہدایۃ)
حضرت امام عبد الستار بن محمد الکردری
حضرت شیخ جلال الدین الکبیر
حضرت شیخ عبد العزیز البخاری
حضرت شیخ سید جلال الدین الخبازی
حضرت شیخ علاء الدین السیرافی
حضرت شیخ السراج قاری الہدایہ
حضرت شیخ الکمال بن الہمام (صاحب فتح القدیر)
حضرت شیخ سری الدین عبد البر ابن الشحنۃ
حضرت شیخ احمد بن یونس الشلبی

حضرت شیخ محمد بن عبد الرحمٰن المسیری، حضرت شیخ عبد اللہ الخریری، حضرت شیخ محمد بن احمد الحموی، حضرت شیخ احمد المحبی

حضرت شیخ حسن الشرنبلانی (صاحب نور الایضاح)

حضرت شیخ علی المقدسی، حضرت شیخ الشمس الحانوتی، حضرت شیخ عمر بن نجیم

حضرت شیخ احمد شوبری

حضرت شیخ اسماعیل بن عبد الغنی النابلسی (صاحب شرح الدرر و الغرر)
حضرت شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی النابلسی (صاحب الحدیقۃ الندیۃ)
حضرت شیخ اسماعیل بن عبد اللہ البخاری (علی زادہ)
حضرت شیخ عبد القادر بن خلیل
حضرت شیخ یوسف بن محمد بن علاء الدین المزجاجی

حضرت شیخ محمد عابد الانصاری المدنی
حضرت شیخ جمال بن عبداللہ بن عمر مفتی مکہ
حضرت شیخ عبدالرحمٰن السراج بن شیخ عبداللہ السراج مفتی مکہ
حضرت شیخ امام احمد رضا بریلوی (اعلیٰ حضرت)
حضرت شیخ محمد امجد علی اعظمی (صدرالشریعہ)
حضرت شیخ عبدالعزیز مرادآبادی (حافظ ملت) رضی اللہ عنہم اس سند کے تمام مشائخ حنفی فقہا ہیں (العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ج۱ ص۵)

حافظ ملت علیہ الرحمہ نے قیام مبارکپور کے دوران سیکڑوں اہم اور لاینحل سوالات کے جواب میں فتوے تحریر فرمائے۔ شعبہ نشریات الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی ادارت کے عرصہ میں راقم الحروف نے فتاویٰ کا وہ رجسٹر حاصل کر کے محب مخلص مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری وغیرہ کے تعاون سے اس کی ترتیب وانتخاب کا کام شروع کرایا تھا۔ مولانا موصوف نے اس پر خاصی محنت بھی کی۔ مگر اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی یہاں حضرت کے چند فتاویٰ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

برآمدشدہ گوشت اور بے ہوش جانور کے ذبیحہ کا حکم:

ماریشش، ریوین واکوا سے حافظ ملت کے شاگرد جناب مولانا محبوب خدابخش نے ایک استفتا بھیجا جس کا جواب حافظ ملت نے خود تحریر فرمایا۔

سوال (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گوشت آسٹریلیا سے ذبح کر کے بھیجتے ہیں جو ایک ماہ کا راستہ ہے وہ جہاز سے یہاں آتا ہے اور برف میں رکھ کر آتا ہے پھر ذبح کرنے والے یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمان ہوں۔ اس کی تصویر میں اس کی صورت بنائی ہے اور سر پر ٹوپی بھی نہیں، کیا اس صورت میں مانا جاسکتا ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ ہے اور شریعت میں فوٹو کا اعتبار ہے۔ اور پھر یہ گوشت کفار منگاتے ہیں اور پھر یہ گوشت اور گوشتوں کے ساتھ مل کر آتا ہے اس میں خنزیر کا گوشت بھی ساتھ ہی آتا ہے۔

(۲) اور دوسری بات یہ ہے کہ اب ایک نیا حکم نکلنے والا ہے کہ جانور کو الیکٹرک میں ڈال دیا۔ کسی صورت سے بے ہوش کر کے ذبح کیا جائے گا، یہ جائز ہے؟۔۔۔ اور بہت دنوں سے ایسا ہی ذبح ہوتا ہے جیسا کرنے کا حق ہے ہمیں امید ہے کہ اس کے متعلق تشفی بخش جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

(از مولانا محبوب خدابخش صاحب، ریوین واکوا، ماریشش، افریقہ)

الجواب(۱) مجبوری اور اضطراری حالت میں تو کسی جانور کا بھی گوشت ہو ذبح کیا ہوا یا نہ کیا ہوا۔ بقدر ضرورت کھانا جائز ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے: اِلّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْہِ. (سورہ الانعام: ۱۱۹) مگر جب اس کی طرف تم مضطر کئے جاؤ، تو بقدر ضرورت کھاؤ۔ لیکن اختیاری صورت میں حلال جانور کا بھی ذبیحۂ شرعی ضروری ہے بغیر ذبیحہ شرعی کے حرام ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ. (الانعام: ۱۲۱) اس کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ ذکر کیا گیا ہو یعنی مسلمان یا کتابی حلال جانور کو تسمیہ (بسم اللہ اللہ اکبر) پڑھ کر ذبح کرے تب کھاؤ۔ اور اگر غیر مسلم یا غیر کتابی تسمیہ پڑھ کر بھی ذبح کرے تب بھی حرام ہے، اور مسلمان اور کتابی ہی ذبح کرے لیکن اگر وہ قصداً تسمیہ ترک کردیں تب بھی حرام ہے۔ ہدایہ میں ہے ومن شرطه أن يكون الذابح صاحب ملة التوحيد اما اعتقاداً كالمسلم أودعوى كالكتابی ہدایہ ج۴ص۴۳۴ کتاب الزبائح مجلس برکات (وفيه) والمسلم والكتابی فی ترك التسمية سواء۔ (ہدایہ ج۴ص۴۳۵ کتاب الزبائح مجلس برکات)

یعنی ذبح کرنے کی شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے والا دین توحید رکھتا ہو اعتقاداً جیسے مسلمان یا بطور دعویٰ کے جیسے کتابی اور مسلمان اور کتابی ترک تسمیہ میں دونوں برابر ہیں۔ یعنی قصداً تسمیہ ترک کریں تو دونوں کا ذبیحہ حرام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا کتابی اور تسمیہ پڑھ کر ذبح کرے تو حلال ورنہ حرام۔ لہذا جب تک یقین یا ظن غالب نہ ہو کہ اس جانور کو مسلمان یا کتابی نے تسمیہ پڑھ کر ذبح کیا ہے اس کا کھانا جائز نہیں۔ صورت مسئولہ میں ذبح کرنے والے کے متعلق مسلم یا کتابی ہونے کا نہ یقین ہے نہ ظن غالب، بلکہ اشتباہ ہے اور یہ شک ذبح کرنے والے میں ہے اور ذبح کرنے والے کا جب کہ مسلم یا کتابی ہونا شرط ہے تو شک میں وہ شرط نہ پائی گئی۔ لہذا جب تک شک رہے گا ذبیحہ جائز نہ ہوگا۔ البتہ اگر کسی ذریعہ سے شک رفع ہو جائے خواہ خبر سے یا تحری سے ذبح کرنے والے کے مسلم یا کتابی ہونے کا ظن غالب حاصل ہو جائے تو جائز ہوگا مگر اس میں دوسرا اشتباہ مردار گوشت ساتھ ہونے کی وجہ سے ہے اس کے رفع کی صورت یہ ہے کہ اگر مردار گوشت کم ہو اور حلال گوشت زیادہ ہو تو تحری کرے اگر ظن غالب حلال ہونے کا ہو جائے تو جائز ورنہ نہیں۔ فتاویٰ سراجیہ میں ہے: غنم مذبوحة فيها ميتة فان كانت ذبيحة أكثر تحرىٰ وأكل۔ ذبح کی ہوئی بکریوں میں مردار بھی ہے تو اگر ذبح کی ہوئی زیادہ ہے تو تحری کرے اور کھائے۔ یعنی تحری سے مذبوح کا ظن غالب ہو جائے تو اس کو کھائے لیکن اس گوشت کو جب کہ کفار منگاتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس پر ان کا پورا قبضہ بھی ہوتا ہے یعنی مسلمانوں کی حفاظت اور نگرانی میں نہیں رہتا اور گوشت کا حکم بعد قبضہ قابض کی حیثیت سے ہے۔ یعنی اگر قابض صاحب ذبیحہ ہے تو اس کا گوشت کھانا جائز، ورنہ نہیں۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اذا دعاه المجوس والنصراني الى طعامه يكره للمسلم أن ياكل وان قال اشتريت اللحم من السوق لأن المجوسي يبيع المنخنقة والموقوذة والنصراني لا ذبيحة له وانما ياكل هو ذبيحة مسلم او يختنق و ان كان الداعي الى الطعام يهوديا فلا باس للمسلم أن ياكل طعامه لأن اليهوديّ لا يأكل الا من ذبيحة اليهود أوالمسلم

الجواب (۱) مجبوری اور اضطراری حالت میں تو کسی جانور کا بھی گوشت ہو ذبح کیا ہوا یا نہ کیا ہوا۔ بقدر ضرورت کھانا جائز ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے: اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ. (سورہ الانعام: ۱۱۹) مگر جب اس کی طرف تم مضطر کئے جاؤ، تو بقدر ضرورت کھاؤ۔ لیکن اختیاری صورت میں حلال جانور کا بھی ذبیحۂ شرعی ضروری ہے بغیر ذبیحہ شرعی کے حرام ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَاكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ . (الانعام: ۱۲۱) اس کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ ذکر کیا گیا ہو یعنی مسلمان یا کتابی حلال جانور کو تسمیہ (بسم اللہ اللہ اکبر) پڑھ کر ذبح کرے تب کھاؤ۔ اور اگر غیر مسلم یا غیر کتابی تسمیہ پڑھ کر بھی ذبح کرے تب بھی حرام ہے، اور مسلمان اور کتابی ہی ذبح کرے لیکن اگر وہ قصداً تسمیہ ترک کردیں تب بھی حرام ہے۔ ہدایہ میں ہے ومن شرطه أن يكون الذابح صاحب ملة التوحيد اما اعتقاداً كالمسلم أودعوى كالكتابي ہدایہ ج۴ ص۴۳۴ کتاب الذبائح مجلس برکات (وفيه) والمسلم والكتابي فى ترك التسمية سواء۔ (ہدایۃ ج۴ ص۴۳۵ کتاب الذبائح مجلس برکات)

یعنی ذبح کرنے کی شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے والا دین توحید رکھتا ہو اعتقاداً جیسے مسلمان یا بطور دعویٰ کے جیسے کتابی اور مسلمان اور کتابی ترک تسمیہ میں دونوں برابر ہیں۔ یعنی قصداً تسمیہ ترک کریں تو دونوں کا ذبیحہ حرام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا کتابی اور تسمیہ پڑھ کر ذبح کرے تو حلال ورنہ حرام۔ لہذا جب تک یقین یا ظن غالب نہ ہو کہ اس جانور کو مسلمان یا کتابی نے تسمیہ پڑھ کر ذبح کیا ہے اس کا کھانا جائز نہیں۔ صورت مسئولہ میں ذبح کرنے والے کے متعلق مسلم یا کتابی ہونے کا نہ یقین ہے نہ ظن غالب، بلکہ اشتباہ ہے اور یہ شک ذبح کرنے والے میں ہے اور ذبح کرنے والے کا جب کہ مسلم یا کتابی ہونا شرط ہے تو شک میں وہ شرط نہ پائی گئی۔ لہذا جب تک شک رہے گا ذبیحہ جائز نہ ہوگا۔ البتہ اگر کسی ذریعہ سے شک رفع ہوجائے خواہ خبر سے یا تحری سے ذبح کرنے والے کے مسلم یا کتابی ہونے کا ظن غالب حاصل ہوجائے تو جائز ہوگا مگر اس میں دوسرا اشتباہ مردار گوشت ساتھ ہونے کی وجہ سے ہے اس کے رفع کی صورت یہ ہے کہ اگر مردار گوشت کم ہو اور حلال گوشت زیادہ ہو تو تحری کرے اگر ظن غالب حلال ہونے کا ہوجائے تو جائز ورنہ نہیں۔ فتاویٰ سراجیہ میں ہے: غنم مذبوحة فيها ميتة فان كانت ذبيحة أكثر تحرئ و أكل۔ ذبح کی ہوئی بکریوں میں مردار بھی ہے تو اگر ذبح کی ہوئی زیادہ ہے تو تحری کرے اور کھائے۔ یعنی تحری سے مذبوح کا ظن غالب ہوجائے تو اس کو کھائے لیکن اس گوشت کو جب کہ کفار منگاتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس پر ان کا پورا قبضہ بھی ہوتا ہے یعنی مسلمانوں کی حفاظت اور نگرانی میں نہیں رہتا اور گوشت کا حکم بعد قبضہ قابض کی حیثیت سے ہے۔ یعنی اگر قابض صاحب ذبیحہ ہے تو اس کا گوشت کھانا جائز، ورنہ نہیں۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اذا دعاه المجوس والنصراني الى طعامه يكره للمسلم أن ياكل وان قال اشتريت اللحم من السوق لأن المجوسي يبيع المنخنقة والموقوذة والنصراني لا ذبيحة له وانما ياكل هو ذبيحة مسلم او يختنق و ان كان الداعى الى الطعام يهوديا فلا باس للمسلم أن ياكل طعامه لأن اليهوديّ لا يأكل الا من ذبيحة اليهود أوالمسلم

''یعنی اگر مجوسی اور نصرانی نے مسلمان کو اپنے کھانے کی طرف بلایا تو مسلمان کو وہ کھانا کھانا مکروہ (تحریمی) ہے اگر چہ وہ کہے کہ یہ گوشت میں نے بازار سے خریدا ہے کیونکہ مجوسی گلا گھونٹا ہوا، لاٹھی سے مارا ہوا بیچتے ہیں۔ اور نصرانی خود ذبح نہیں کرتے بلکہ وہ جانور کا گلا گھونٹتے ہیں یا مسلمان کا ذبیحہ کھاتے ہیں۔ اور اگر بلانے والا یہودی ہے تو مسلمان کو کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہودی یا تو یہودی کا ذبیحہ کھاتے ہیں یا مسلمان کا۔ اس سے ظاہر کہ گوشت کا حکم قابض کے اعتبار سے ہے اگر قابض صرف یہودی یا مسلمان کا ذبیحہ کھاتا ہے تو اس گوشت کے کھانے میں حرج نہیں ورنہ مکروہ تحریمی ہے جس سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے اور پرہیز اور گریز کرنا چاہیے وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) جانور کو بے ہوش کر کے ذبح کرنا اگر چہ خلاف سنت ہے لیکن بے ہوش جانور حالت بے ہوشی میں اگر زندہ رہا اور زندہ ہی ذبح کیا گیا تو وہ ذبیحہ ناجائز و حرام نہ ہوگا البتہ اگر ایسا بے ہوش ہوا کہ ذبح کرنے سے پہلے ہی روح نکل گئی اور مر گیا تو حرام ہوگا۔ یہ بے ہوشی کی اسکیم غالباً جانور کو تکلیف سے بچانے کی غرض سے پاس کی جارہی ہے، مگر اسکیم سازوں کو یہ ہوش نہیں کہ ذبح کی تکلیف سے پہلے ہی جانور کو بے ہوشی کی تکلیف دیتے ہیں، بے ہوش کرنا بہت بڑی تکلیف ہے جس کے صدمہ سے احساسات باطل ہوجاتے ہیں بلکہ بعض وقت روح بھی نکل جاتی ہے۔ پھر یہ بے ہوشی کی تکلیف ذبح کی تکلیف سے زیادہ ہے کیوں کہ ذبح کی تکلیف منٹ کے اندر ہی ختم ہوجاتی ہے، اور بے ہوشی کی تکلیف دیر تک رہے گی جب تک ذبح نہ کیا جائے گا باقی رہے گی اگر چہ اس کا احساس نہ کر سکے کاش ان اسکیم سازوں کو عقل سلیم ہو اور سنت کے مطابق تیز چھری سے جلد از جلد ذبح کریں تا کہ جانور کو تکلیف بھی کم ہو اور ذبح بھی سنت کے مطابق ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ عبد العزیز عفی عنہ

قیام جماعت کے وقت ادائے سنت فجر:

وہابیہ کا کام یہی ہے سنت حقیقی کو مٹانا حضرات ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی راہ مستقیم سے ہٹ کر انہوں نے جو فقہ ایجاد کی ہے اس کی بوقلمونیوں سے شریعت حقہ کے قوانین میں معمولی درک رکھنے والا بھی ہنس پڑتا ہے۔ ان کی رکیک حرکتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بلا تحقیق و تدقیق کتاب و سنت سے ثابت شدہ مسائل کو خلاف سنت کہہ ڈالتے ہیں۔ اور کسی ایک ظاہری حدیث کو آڑ بنا کر فقہائے کرام پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت کیے گیے ایک اعتراض کو استفتا بنا کر حضرت مولانا حکیم عبد الغفور صاحب برادر خورد حضور حافظ ملت نے پیش کیا۔ جس کا عظیم الشان جواب حافظ ملت نے تحریر فرمایا اور اس محققانہ فتوے میں نہ صرف غیر مقلد وہابیوں کی جہالت ثابت کی بلکہ مسلمانان اہل سنت کو نصیحت بھی فرمائی۔ سب سے پہلے نفس مسئلہ کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے دلائل سے سمجھایا، سنت فجر کی اہمیت بتائی۔ پھر تعامل صحابہ سے ثابت کیا کہ خود یہ حضرات کس طرح جماعت فرض قائم رہتی اور سنت فجر پڑھتے اس طرح مدلل فتوے کے ضمن میں فقہ حنفی کی حقانیت کو آفتاب نصف نہار کی طرح نمایاں فرمایا۔ ملاحظہ ہو:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز فجر کی جماعت قائم ہونے کے بعد فجر کی سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہونا چاہیے جیسا کہ ہم حنفیوں کا طریقہ ہے یا بغیر سنت پڑھے فورا جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے۔ایک شخص نے پیل سانہ کے مسلمانوں سے اعتراض کیا کہ تم لوگ قرآن وحدیث کے خلاف سنت فجر پڑھنے کھڑے ہوجاتے ہو۔حالاں کہ حدیث مسلم و بخاری میں یہ ہے اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ اور یہ کہتا ہے کہ میرے اس قول کے خلاف قرآن وحدیث لاؤ، فقہ میں کسی کا قول نہیں مانتا۔لہٰذا اس کا جواب کسی حدیث سے لکھیے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ:۔

نحمده نصلی علی حبیبه الکریم

فجر کی جماعت قائم ہونے کے بعد اگر غالب گمان ہے کہ سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہوجائے گا تو جماعت سے الگ دوسری جگہ پہلے سنت فجر پڑھ لے۔اس کے بعد جماعت میں شریک ہوجائے اور اگر سنت پڑھنے میں جماعت ترک ہونے کا اندیشہ ہے یا دوسری کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں سنت پڑھے تو سنت نہ پڑھے جماعت میں شریک ہوجائے۔احادیث کریمہ سے یہی ثابت ہے۔صحابہء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اسی پر عمل ہے، کوئی حدیث اس کے خلاف نہیں مگر بد مذہب، مسلمانوں میں اختلاف وافتراق پیدا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں، اسی میں اپنی کامیابی جانتے ہیں قرآن وحدیث کو نہ بد مذہب مانتے ہیں نہ جانتے ہیں، فہم قرآن ہر نتھو خیرا بدھو جمن کا کام نہیں۔قرآن مجید کا ارشاد ہے وَمَا یَعْقِلُھَآ اِلا العٰلِمُوْن ان کہاوتوں کو صرف علما ہی جانتے ہیں، اسی لئے ارشاد فرمایا: فَاسْئَلُوا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُم لَاتَعْلَمُوْن (النحل آیت ۴۳) اگر تم نہیں جانتے تو جاننے والوں سے دریافت کرو۔حدیث دانی کے متعلق تو امام اجل حضرت سفیان ابن عیینہ جو امام شافعی اور امام احمد کے استاذ ہیں اور امام بخاری کے استاذ کے استاذ ہیں فرماتے ہیں الحدیث مضلۃ الاللفقھاء حدیث سخت پھسلانے والی ہے مگر فقہا کو لہٰذا اگر حدیث پر عمل کرنا ہے تو پہلے فقہا کا دامن پکڑے۔

یہ کہنا کہ قرآن وحدیث سے جواب دو، میں فقہ کسی کا نہیں مانتا، اس غیر مقلد کی سخت جہالت ہے، وہ فقہ کو جانتا ہی نہیں، وہ اپنی جہالت سے فقہ کو قرآن وحدیث کے خلاف سمجھتا ہے حالاں کہ فقہ ہی قرآن وحدیث کا صحیح مطلب ہے۔ خصوصا فقہ حنفی حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اصول ہے کہ حدیث کے خلاف قیاس ہرگز قابل اعتبار نہیں، مثلا قہقہہ فی الصلوٰۃ ناقض وضو ہے۔یہ حدیث سے ثابت ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹے اس لیے کہ قہقہہ کوئی نجاست نہیں ہے جو طہارت کے منافی ہو پھر اس سے وضو کیوں کر ٹوٹے گا، اسی لئے خارج نماز قہقہہ ناقض وضو نہیں مگر چوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے۔لہٰذا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے حدیث کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور قیاس کو ترک کردیا۔فقہ حنفی کا ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں جو حدیث کے خلاف ہو اور کسی حدیث سے بھی فقہ حنفی پر اعتراض کیا جاسکے، وجہ اعتراض صرف معترض کی جہالت یا تعصب ہے۔

حدیث :۔ اِذآ اقیمت الصّلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ سے مسلک حنفیہ پر اعتراض بھی جہالت ہی پر مبنی ہے جو شخص مسئلہ ادائے سنت فجر سے واقف ہو اور حدیث مذکور کا مطلب جانتا ہو۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عمل سے باخبر ہو اس پر آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ فجر کی جماعت قائم ہونے کے بعد سنت فجر حنفیہ کے مذہب کے مطابق ادا کر کے جماعت میں شریک ہونا ہی حق ہے۔ حدیث کا یہی حکم ہے، اس پر اعتراض سراسر جہالت و حماقت ہے یا تعصب و عداوت ہے۔

لہذا پہلے مسئلہ ادائے سنت فجر بیان کیا جاتا ہے، اس کے بعد حدیث مذکور کا مطلب اس کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تعامل بیان کیا جائے گا۔

سنتِ فجر کی اہمیت :

فجر کی سنتیں تمام سنتوں سے زیادہ قوی سب سے زیادہ موکد ہیں، حضورﷺ نے ان کو کبھی کسی جگہ ترک نہیں کیا نہ سفر میں نہ حضر میں، ہمارے لئے ارشاد فرمایا ہے: حدیث قال ﷺ لا تدعو هما و ان طردتکم الخیل یعنی فجر کی سنتوں کو نہ چھوڑو اگر چہ تمھیں گھوڑے کچل ڈالیں۔ دوسری حدیث قال ﷺ رکعتا الفجر أحب الی من الدنیا و ما فیھا حضور نے فرمایا فجر کی سنتیں مجھے ساری دنیا اور دنیا کی ساری کائنات سے زیادہ محبوب ہیں۔

جبکہ فجر کی سنتیں حضور اقدس ﷺ کو ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں اور ہمیں ہر حال میں ان کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور خود ان کو ہمیشہ پڑھا ہے کبھی کسی حال میں ان کو ترک نہیں فرمایا تو حتی الامکان ان سنتوں کا ادا کرنا ضروری ہوا اور جماعت بھی ضروری ہے، اس کی بھی شدید تاکید فرمائی ہے، اس لئے سنت کی ادا میں یہ لحاظ ضروری ہے کہ جماعت ترک نہ ہونے پائے اور ایسی جگہ ادا کرے کہ افتراق جماعت لازم نہ آئے یعنی نہ تو صف کے برابر ہو کر پڑھے نہ صف کے قریب کہ یہ مکروہ ہے بلکہ جس مکان میں جماعت ہو رہی ہے اس سے دوسرے مقام میں علیحدہ پڑھے اور سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جائے تاکہ دونوں فضیلت حاصل کر لے اور اگر سنت پڑھنے میں جماعت جانے کا خوف ہو تو سنت نہ پڑھے بلکہ جماعت ہی میں شریک ہو جائے تاکہ جماعت ترک نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جماعت قائم ہونے کے بعد ادائے سنت دو شرطوں پر موقوف ہے۔ اول: جماعت ملنے کا غالب گمان ہو۔ دوم: جس جگہ جماعت ہو رہی ہو اس سے علیحدہ دوسرے مقام میں پڑھنا۔ درمختار میں ہے: و اذا خاف فوت رکعتی الفجر لا شتغاله بسنتها ترکها لکون الجماعة أکمل و الا لا یترکها بل یصلیها عند باب المسجد ان وجد مکانا والا ترکها لأن ترک المکروه مقدم علی فعل السنة (درمختار ج ۲ ص ۵۱۰ کتاب الصلوۃ باب ادراک الفریضہ) یعنی جب فجر کی سنتیں پڑھنے میں جماعت جانے کا خوف ہو تو سنت ترک کرے اور جماعت میں شامل ہو جائے کیوں کہ جماعت زیادہ اہم اور اکمل ہے اور اگر جماعت جانے کا خوف نہ ہو تو سنتیں نہ چھوڑے بلکہ ضرور پڑھے اگر چہ جماعت سے علیحدہ مسجد کے دروازے کے قریب پڑھے۔ اور اگر علیحدہ جگہ نہ ہو تو سنت ترک کرے کیوں کہ جماعت کے قریب اسی مکان میں سنت پڑھنا مکروہ ہے اور

مکروہ فعل کا ترک، سنت پر مقدم ہے۔

معنی حدیث:

حنفیہ کے اس مسلک پر حدیث اِذاَ أُقِیمت الصلوٰۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ سے ہرگز اعتراض نہیں ہوسکتا کیوں کہ حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جس مکان میں جماعت قائم ہے اس مکان میں سوائے اس فرض نماز کے دوسری نماز نہیں اس مکان میں دوسری نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس لئے کہ اس میں انتشار جماعت اور افتراق جماعت لازم آتا ہے نیز سنت اور فرض کا خلط لازم آتا ہے جس سے حدیث میں ممانعت فرمائی ہے، لہٰذا اسی مکان میں جس میں جماعت فجر ہو رہی ہے سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے اور حدیث میں اسی مکان میں سنت فجر کی ممانعت ہوئی، لہٰذا دوسرے مکان میں دوسری جگہ سنت فجر پڑھنا حدیث سے ممنوع نہیں، اس لئے یہ حدیث مسلک حنفیہ کے ہرگز خلاف نہیں۔

اور اگر حدیث کے یہ معنی ہوں کہ جب جماعت قائم ہوجائے تو دوسرے مکان میں دوسری جگہ بھی سنت فجر پڑھنا منع ہے تو لازم آتا ہے کہ کثیر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل اس حدیث کے خلاف ہو اور وہ صحابہ کرام اس حکم رسول ﷺ کے تارک ہوں کیوں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم برابر سنت فجر ادا کرتے تھے، جماعت ہوتی رہتی تھی اور صحابۂ کرام فجر کی سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود، حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت حذیفہ، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابو الدرداء، وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے، یہی عمل ہے، جماعت ہوتی رہتی تھی، مگر یہ حضرات جماعت سے الگ دوسرے مقام میں اول سنت فجر ادا کرتے تھے، اس کے بعد جماعت میں شریک ہوتے تھے، اس کے ثبوت میں کثیر احادیث کریمہ وارد ہیں، حضرت عبد اللہ بن ابوموسیٰ اپنے باپ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اور حضرت حذیفہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو نماز فجر سے قبل بلایا، یہ حضرات جب واپس آئے تو نماز فجر کی جماعت قائم ہوگئی تھی، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد کے ستون کی آڑ میں بیٹھ گئے اور سنت فجر ادا کی اور اس کے بعد جماعت میں شامل ہوئے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنت فجر ادا کی اور حضرت ابوموسیٰ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما نے ان کو منع نہ کیا۔ یہ دلیل ہے کہ انھوں نے بھی حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موافقت فرمائی، ان کے نزدیک بھی فجر کی جماعت شروع ہوجانے کے بعد سنت فجر کا ادا کرنا جائز ہے اور سنت فجر پڑھ کر جماعت میں شریک ہونا درست ہے'' (شرح معانی الآثار ۲۱۹)

حضرت ابومجلّٰہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ میں فجر کی نماز کو حضرت عبد اللہ ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مسجد میں داخل ہوا۔ جماعت ہو رہی تھی حضرت عبد اللہ بن عمر جماعت میں شریک ہوگئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سنت فجر ادا کی اس کے بعد جماعت میں شامل ہوئے۔ (شرح معانی الآثار)

اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جماعت قائم ہوجانے کے بعد سنت فجر

ادا کی اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس سے اتفاق کیا کیوں کہ ان کو منع نہیں فرمایا، حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے مکان سے چلے اور فجر کی جماعت قائم ہوئی، آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے راستہ میں دو رکعت نماز پڑھی پھر مسجد میں داخل ہوئے اور جماعت سے نماز ادا کی۔

(شرح معانی الآثار ص۲۲۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ جانتے ہوئے کہ جماعت ہو رہی ہے مسجد سے باہر سنت فجر ادا کی اس کے بعد جماعت میں شریک ہوئے۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو نماز فجر کے لئے جگایا اور جماعت قائم ہو چکی تھی، آپ کھڑے ہوئے اور پہلے سنت فجر ادا کی حضرت ابوعبیداللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ مسجد میں آتے تھے اور فجر کی جماعت ہوتی رہتی تھی، پہلے آپ سنت فجر ادا کرتے، اس کے بعد جماعت میں شریک ہوتے تھے (شرح معانی الآثار)

حضرت ابوعبیداللہ رضی اللہ عنہ نے اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سنت فجر کی روایت کی ہے، یعنی جس طرح حضرت ابو درداء پہلے سنت فجر ادا کرتے تھے اس کے بعد شریک جماعت ہوتے تھے، اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل تھا۔ ان تمام احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جماعت قائم ہونے کے بعد سنت فجر پڑھتے تھے اور سنت فجر پڑھنے کے بعد جماعت میں شریک ہوتے تھے کثرت سے صحابہء کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عمل دلیل ہے کہ خیر القرون میں سنت فجر ادا کرنے کا یہی طریقہ تھا اور یہی تعامل تھا۔ چنانچہ حضرت ابوعثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ہم بغیر سنت فجر پڑھے آتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز فجر پڑھاتے ہوتے تھے، ہم پہلے مسجد کے اخیر حصہ میں سنت فجر پڑھتے تھے، اس کے بعد جماعت میں شریک ہوتے تھے۔ دوسری حدیث میں فرمایا ہم آتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز فجر پڑھاتے ہوتے تھے، پہلے ہم سنت فجر پڑھتے تھے اس کے بعد جماعت میں شریک ہوتے تھے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جماعت قائم ہونے کے بعد سنت فجر کی ادا کا یہی طریقہ تھا کہ جماعت سے علیحدہ دوسری جگہ پہلے سنت فجر ادا کرتے تھے اس کے بعد شریک جماعت ہوتے تھے، دور فاروقی میں صحابہ اور تابعین کا یہی تعامل تھا۔ یہی حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے۔ احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ صحابہء کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اور تابعین کرام نے حدیث اذااقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ کا یہی مطلب سمجھا کہ جس مکان میں جماعت ہو رہی ہے، اس مکان میں اسی جگہ اس فرض نماز کے علاوہ دوسری نماز کی ممانعت ہے، دوسرے مکان میں دوسری جگہ ممانعت نہیں ہے، حدیث کا یہی مطلب حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے لیا ہے، وہی صحابہٴ کرام کا مسلک، حضرت امام اعظم کا مذہب ہے، حضرت امام اعظم اور ان کے مسلک پر طعن صحابہٴ کرام پر طعن ہے غیر مقلد آنکھیں کھولیں۔

جو غیر مقلد اس حدیث کو مذہب حنفی کے خلاف بتاتا ہے اور حدیث کے یہ معنی لیتا ہے کہ دوسرے مکان اور

دوسری جگہ بھی سنت فجر پڑھنا منع ہے۔وہ ان تمام صحابہ کرام کا مخالف ہے،سب کے خلاف حدیث کا مطلب بتاتا ہے، ان سب کے تعامل کے مخالف ہے۔یہ اس کی جہالت ہے،غیر مقلدوں کی حدیث دانی ایسی ہی ہوتی ہے۔اسی پر حدیث حدیث چیخا کرتے ہیں۔اسی جہالت کے نشہ میں کود کود کر اچھل اچھل کر فقہاے کرام پر اعتراض کیا کرتے ہیں، خصوصا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر بڑے زور وشور سے تبرا کرتے ہیں۔ان کا یہی مذہب ہے، ان کا یہی کام ہے، یہ ان کی روحانی غذا ہے،ان سے کیا شکایت،شکایت تو سنی مسلمانوں سے ہے غیر مقلد اعلان کر رہا ہے اور اپنی بد دینی کو پکار کر بتا رہا ہے کہ فقہ میں کسی کا نہیں مانتا یعنی میں ائمہ دین میں سے کسی امام کو نہیں مانتا باوجود اس کے سنی مسلمان اس کی بات سنتے ہیں،اس کو منہ لگاتے ہیں، مذہب حنفی پر اس جاہل کندہ ناتراش کے اعتراض کو قابل جواب سمجھتے ہیں،اس کا صاف وصحیح جواب یہ تھا کہ جب تو کسی امام کو نہیں مانتا تو ہم تجھے کیوں مانیں، جب تو ائمہ دین کا فرمان نہیں سنتا تو ہم تیری بات کیوں سنیں۔مسلمانو! ہوش میں آؤ اور غور سے سنو بد دینوں سے حدیث کیا قرآن مجید بھی سننا منع ہے۔

حضرت امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خارجی آیا اور کہا کہ میں آپ کو قرآن مجید سنانا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا میں نہیں سنتا، اس نے پھر کہا،آپ نے پھر انکار فرمایا اور اجازت نہ دی۔جب وہ چلا گیا تو حاضرین نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ نے قرآن سننے سے انکار کر دیا۔آپ نے فرمایا تمھیں معلوم نہیں وہ خارجی تھا،لوگوں نے عرض کیا کہ خارجی تھا تو کیا وہ تو قرآن مجید سنانا چاہتا تھا،قرآن مجید سننے میں کیا حرج تھا،حضرت امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ قرآن مجید سناتا،اس کے بعد اپنے مذہب کے موافق اس کا مطلب بیان کرتا ممکن تھا کہ میں گمراہ ہو جاتا، اس لئے میں نے دروازہ ہی بند کر دیا۔حضرت ابن سیرین کبار تابعین میں سے ہیں، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے دیکھنے والے ہیں وہ تو بد مذہب سے قرآن مجید نہیں سنتے اور گمراہی کا خوف کرتے ہیں،مگر آج سنی مسلمان ہر بد مذہب غیر مقلد، وہابی، دیوبندی،قادیانی،نیچری وغیرہ کی ہر بات سننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، اسی وجہ سے گمراہی بڑھتی چلی جاتی ہے،مسلمان اگر اس اصول پر عمل کرتے کہ وہ بد مذہب کی کوئی بات ہی نہ سنتے حتی کہ قرآن مجید بھی ان سے نہ سنتے تو مسلمانوں کا دین وایمان محفوظ رہتا اور یہ گمراہ فرقے ترقی نہ کرتے مسلمانو تمھیں لازم ہے کہ نہایت مضبوطی سے اپنے مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہو اور ہرگز ہرگز کسی بد مذہب کی کوئی بات نہ سنو، اسی میں تمھارے دین و ایمان کی حفاظت ہے،اسی میں سلامتی ہے۔وما علینا الا البلاغ....

فقہی استحضار:

حافظ ملت کو فقہی جزئیات کا اس قدر استحضار تھا کہ جہاں جب کوئی سوال کیا جاتا اس کا حل پیش فرمادیتے۔ دار العلوم اشرفیہ کے دار الافتا سے جب بھی کوئی فتویٰ صادر ہوتا، آپ اگر موجود ہوتے تو اس کی تصدیق فرماتے اور برمحل افادات بھی۔ہمارے دور طالب علمی میں بارہا ایسا دیکھا گیا کہ حضرت نائب شیخ الحدیث علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ اور مفتی عبد المنان صاحب اعظمی وغیرہما کسی فقہی علمی دشواری کے لیے بلا تکلف حافظ ملت کے پاس کتاب لیے

پہنچ جاتے۔ اور چند لمحوں میں چہرے پر اطمینان کی بشاشت لیے لوٹتے۔ مولانا محمد اسلم عزیزی لکھتے ہیں:

کسی ضرورت یا ہم درس ساتھیوں کے ساتھ سبق پڑھنے کے لیے راقم حافظ ملت کے پاس حاضر تھا، اسی وقت بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان صاحب قبلہ چند سوالوں (استفتاء) کے جوابات لکھ کر، جوابات کی توثیق کے لیے حضور حافظ ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو فرمایا ''پڑھ کر سنائیے''

سوال و جواب سننے کے بعد حضرت نے کہیں کہیں رہنمائی بھی فرمائی، ایک جگہ ارشاد فرمایا، اس میں ''اذالم یکن فیہ غدر'' کی شرط بھی ہے۔ اور چند کتابوں کے حوالے بھی بیان فرمائے۔ (معارف حافظ ملت ص ۲۱)

جمعہ کی اذان ثانی اور حافظ ملت کی فقہی بصیرت:

الجامعۃ الاشرفیہ کے شیخ الادب علامہ محمد احمد مصباحی صاحب بیان فرماتے ہیں: ایک بار درس گاہ میں حضرت نے فرمایا بنارس سے کچھ لوگ آئے انھوں نے کہا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل شہر سے فرمایا: ''جب بین یدی الخطیب اذان ہو اس وقت نہ چلو بلکہ جب پہلی اذان ہو اسی وقت چلو'' اس میں بین یدی الخطیب کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے یہاں اذان ثانی خطیب کے قریب ہوا کرتی تھی۔ میں نے کہا اس سے اذان ثانی کا بیرون مسجد ہونا ثابت ہوتا ہے، کوفہ جیسے شہر کے لوگ اذان ثانی سن کر اپنے گھروں سے مسجد چلتے۔ یہ لوگ اذان ثانی اسی وقت سن سکتے تھے جب بیرون مسجد ہوتی رہی ہو اندرون مسجد کی اذان بھلا اس وسیع شہر میں لوگوں کے گھروں کے اندر کب پہنچتی کہ وہ سن کر آتے۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۸۱)

ادھار اور نقد کی خرید و فروخت:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، ایک شخص سوت بیچنے کا کام کرتا ہے اور وہ ہر میل کے تین بھاؤ رکھتا ہے مثلاً ۲۰/کا بھاؤ نقد روپیہ سے ۱۲ رکھتا ہے اور پرچی سے ۱۴ بھاؤ رکھتا ہے اور جو ادھار لینے آتا ہے اس سے کہتا ہے کہ تم کو ۱۳ اروپیہ میں ملے گا وہ شخص بطور رضا مندی ۱۳ میں لیجاتے ہیں اس صورت میں یہ بیاج یعنی سود میں شامل ہوا یا نہیں۔

فقط والسلام
(حافظ) محمد صدیق بقلم خود
۴/ اگست ۱۹۵۴ء

الجواب:

ہر شخص کو اپنے مال کا اختیار ہے جس قیمت پر چاہے فروخت کرے، اسی طرح ہر خریدار کو اختیار ہے کہ اس قیمت پر راضی ہو تو خریدے نہ راضی ہو تو نہ خریدے، شریعت مطہرہ میں بیع کی حقیقت ہی یہ ہے البیع مبادلۃ المال بالمال بالتراضی یعنی بیع رضا مندی کے ساتھ مال کا مال سے بدلنا ہے بیع کی حقیقت ہی میں بیچنے والے اور خریدنے والے کی رضا مندی شامل ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ بیچنے والے کو اپنے مال کا اختیار ہے، جس دام پر چاہے فروخت کرے

جس طرح خریدار کو پورا اختیار ہے کہ اس قیمت پر راضی ہو تو خریدے ورنہ نہ خریدے، اس لیے بھاؤ کیا جاتا ہے جو سنت ہے، اس کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ دونوں ایک دام پر راضی ہو جائیں، بیچنے والے کو مال کا پورا اختیار ہے کہ جس قیمت پر چاہے فروخت کرے تو نقد و ادھار میں فرق کرنے کا بھی اختیار ہے مگر صحیح طریقہ کو اختیار کرے اور غلط طریقہ سے بچے۔

غلط طریقہ یہ ہے کہ ایک ہی شخص نے ایک ہی بیع میں دو بیع کی اور یوں کہے کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ چیز دس روپیہ نقد کو اور گیارہ کو ادھار بیچی خریدار کہے کہ میں نے خریدی یہ منع ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ کر کے بیچے کہ وہی چیز نقد دس روپیہ کو بیچے اور وہی چیز دوسری بیع میں گیارہ ادھار کر کے بیچے تو جائز ہے کوئی حرج نہیں۔ ترمذی شریف میں ہے:

"عن أبي هريره قال نهى رسول الله ﷺ عن بيعتين في بيعة العمل على هذا عند اهل العلم و قد فسر بعض اهل العلم قالو ابيعتين في بيعة ان يقول ابيعك هذا الثوب بنقد بعشرة وبنسيئة بعشرين ولا يفارقه على احد البيعين فاذا فارقه على احدهما فلا باس اذا كانت العقدة على واحد منهما" (ترمذی شریف ج اول ص ۲۳۳)

یعنی حضور ﷺ نے ایک بیع میں دو بیعوں سے منع فرمایا اور عمل اسی پر ہے اہل علم کے نزدیک بعض اہل علم نے بیعتين فی بیعة کی یہ تفسیر فرمائی کہ دونوں کو جمع کر کے یوں کہے کہ میں نے تجھے یہ کپڑا نقد دس میں اور ادھار بیس میں بیچا اور علیحدہ علیحدہ نہ کہے یہ صورت منع ہے لیکن جبکہ علیحدہ علیحدہ کر کے ایک ہی پر عقد وارد کرے تو کوئی حرج نہیں مثلاً جو شخص نقد لیتا ہے اس کو دس کو دے اور جو ادھار لیتا ہے اس کو بیس کو دے تو یہ بیع علیحدہ علیحدہ ہے، لہذا کوئی حرج نہیں، مطلب یہ ہے کہ ایک ہی شخص کو ایک ہی بیع میں نقد اور ادھار جمع کر کے بیچنا منع ہے مثلاً یوں کہے کہ یہ چیز تجھ کو نقد دس روپیہ میں اور ادھار گیارہ میں بیچی یہ منع ہے اور علیحدہ علیحدہ فرق کر کے نقد دس اور ادھار گیارہ کو بیچنا جائز ہے کوئی حرج نہیں، پرچی اگر رسید یا چیک کے طور پر روپیہ کا کوئی تحریری ثبوت ہے تو اس میں کمی بیشی کا اختیار ہے حتی کہ نوٹ اور روپیہ میں بھی فرق کر سکتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ صورت منقولہ میں نرخ کا فرق کرنا تین صورتوں سے جائز ہے مثلاً ۲۰ کا بھاؤ نقد روپیہ سے اٹھارہ روپیہ بارہ آنہ اور پرچی اٹھارہ روپیہ چودہ آنہ اور ادھار انیس روپیہ بھاؤ رکھے مگر یہ نرخ ہے لیکن جب بیع کرے علیحدہ علیحدہ کرے نقد اور ادھار جمع نہ کرے نقد دینے والے سے نقدی کی بیع کرے اور ادھار لینے والے سے ادھار ہی کی اور پرچی لینے والے سے پرچی ہی کی بیع کرے تینوں صورتوں میں قیمت کا تفاوت جائز ہے کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رہن اور اجارہ کا حکم:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے پانچ بیگھہ زمین ایک سو روپیہ میں دخلی رہن رکھی، ایک سو روپیہ کاشت کار کو دے دیا اور سرکاری لگان ایک روپیہ بیگھہ کا اس زمین کا ہے اپنے ذمہ لے لیا، کاشت کار کا کہنا ہے کہ تمھارے مبلغ ایک سو روپیہ ادا کر دوں گا اور زمین واپس لے لوں گا اس صورت میں روپیہ دینے والے کو اس کی پیداوار یا

اس کے منافع کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔؟

عبدالحمید ولد حاجی اللہ بخش
بھوجپور ضلع مرادآباد

الجواب:

ظاہر ہے کہ مرتہن نے زمین مرہون کی سرکاری لگان اپنے ذمہ خود بخود نہیں لے لیا بلکہ راہن نے اس کے ذمہ دیا ہے اور اس سے یہی طے کیا ہے مرتہن لگان ادا کرتا رہے اور اس کے عوض زمین مرہون سے نفع حاصل کرے، لہذا یہ اجارہ ہوا یہ جائز ہے اگر چہ دخلی رہن جس میں مرتہن شئی مرہون سے نفع حاصل کرے نا جائز ہے سود ہے حرام ہے، لیکن سوال میں جو صورت بیان کی گئی ہے یہ صورت رہن کی نہیں بلکہ اجارہ ہے، لہذا نہ سود ہے، نہ حرام اس لیے کہ رہن دوسرے کی شئی کو اپنے حق کے مقابلہ میں روکنا ہے تا کہ اس کے ذریعہ وصول کر سکے مثلاً قرض کے مقابلہ میں مکان یا زمین یا زر یا کپڑا یا تلوار وغیرہ روکنا اپنے قبضہ میں کر لینا رہن ہے۔

ہدایہ میں ہے۔الرهن جعل الشئي محبوسا بحق يمكن استيفاؤه من الرهن كالديون۔

(الهداية، كتاب الرهن جلد ۴ ص ۵۱۶ مكتبه علميه ملتان)

یہ صرف قرض کے وصول کے لیے روکنا ہوتا ہے، اس میں راہن مرتہن پر کچھ واجب نہیں کرتا، نہ اس شئی کا کوئی معاوضہ ہوتا ہے اور نہ معاوضہ طے کیا جاتا ہے۔

رہن صرف عقد تبرع ہے، ہدایہ میں:

"لأنه عقد تبرع لما أن الراهن لا يستوجب بمقابلته على المرتهن شيئا"

(الهداية: كتاب الرهن جلد ۴ ص ۵۱۶ مكتبه علميه ملتان)

چوں کہ رہن کے مقابلہ میں کوئی معاوضہ نہیں ہوتا اس لئے مرتہن کا شئی مرہون سے انتفاع مقصود نہیں ہوتا ہے، سود وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو، شامی میں ہے: لأن الربا هو الفضل الخالي عن العوض دخلی رہن میں مرتہن اپنا قرض بھی پورا وصول کرتا ہے اور شئی مرہون سے نفع بھی حاصل کرتا ہے تو یہ نفع عوض سے خالی ہوتا ہے، اس لیے سود ہوتا ہے اور سود کسی طرح جائز نہیں ہے۔راہن اجازت دے یا نہ دے بہر حال نا جائز ہے۔شامی میں ہے:

لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وان أذن له الراهن لأنه أذن له في الربا لأنه يستوفي دينه كاملا فتبقى له المنفعة فضلا فيكون الربا۔(الشامی، الجزء الخامس ص ۳۱۰ مکتبہ نعمانیہ)

رہن میں سود کی علت یہی ہے کہ مرتہن چوں کہ اپنا قرض پورا کا پورا وصول کرتا ہے لہذا شئی مرہون سے اس کا انتفاع معاوضہ سے خالی ہو کر سود ہو جاتا ہے اور اگر قرض ہی اس کا معاوضہ ہوتا کلاً یا جزءً تو سود نہ ہوتا، سود کی دلیل میں شامی کی مذکورہ عبارت اس پر دلیل ہے کہ فرمایا يستوفي دينه كاملا یعنی مرتہن اپنا قرض پورا پورا وصول کرتا ہے،

اس لئے سود ہوتا ہے معلوم ہوا کہ اگر قرض کا کوئی بھی جز انتفاع کے مقابلہ میں ہوتا تو سود نہ ہوتا تو جس طرح کلاً یا جزءً انتفاع کے مقابلہ میں ہونے سے سود نہیں ہوتا اسی طرح اگر انتفاع کا مقابلہ کسی دوسری شئی سے ہوگا تو بھی سود نہ ہوگا، جب زمین مرہون میں کاشت کا معاوضہ قرار پایا سود ہرگز نہ ہوا، البتہ یہ رہن بھی نہ ہوا بلکہ اجارہ ہوا جیسے قرض لینے والا اپنا مکان قرض دینے والے کو رہنے کے لیے دیا یا مرتہن شئی مرہون کو اجارہ پر لے لے ان صورتوں میں رہن نہیں رہتا بلکہ اجارہ ہوجاتا ہے۔

شامی میں ہے:

ولواستقرض دراهم وسلم حماره الى المقرض ليستعمله الى شهرين حتى يوفيه دينه أو داره يسكنها فهو بمنزلة الاجارة الفاسدة ان استعمله فعليه أجر مثله ولا يكون رهنا۔

(الشامی کتاب الرہن جلد ۵ ص ۳۱۱ مکتبہ نعمانیہ)

یعنی اگر کسی نے کچھ روپیہ قرض لیا اور اپنا جانور قرض دینے والے کو دے دیا کہ اس جانور کو دو ماہ تک استعمال کرے یہاں تک کہ وہ اس کا قرض ادا کردے یا قرض دار نے اپنا مکان قرض خواہ کو رہنے کو دیا تو یہ بمنزلۂ اجارہ فاسدہ کے ہے، اگر قرض خواہ نے استعمال کیا تو اس پر اجرت مثل لازم آئے گی اور یہ رہن نہیں ہوگا، اس صورت میں رہن نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ رہن عقد تبرع ہے، جیسا کہ ہدایہ کے حوالے سے اوپر مذکور ہوا، لہذا جب راہن اور مرتہن نے مرہون کا استعمال طے کرلیا تو یہ عقد تبرع نہ رہا۔ لہذا رہن نہ رہا اجارہ کے فاسد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ معاوضہ مقرر نہیں کیا، اگر معاوضہ مقرر کر لیتا تو اجارہ فاسدہ نہ ہوتا اور اجرت مثل لازم نہ آتی، صورت مسئولہ میں بھی زمین مرہون کا استعمال طے ہوا ہے اور مرتہن نے استعمال بھی کیا ہے لہذا رہن نہیں رہا بلکہ اجارہ ہوگیا اس میں چوں کہ معاوضہ مقرر ہے اس لئے اجارہ فاسد نہ ہوا بلکہ اجارہ صحیح ہوا۔

کتاب فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

واذا ارتهن الرجل دابة بدين له على الراهن قبضها ثم استاجر ها المرتهن صحت الاجارة وبطل الرهن حتى لا يكون للمرتهن ان يعود فى الرهن۔ یعنی مرتہن نے کسی جانور کو اپنے قرض کے بدلہ رہن رکھا اور اس جانور پر قبضہ کرلیا پھر مرتہن نے اس جانور کو اجرت میں لے لیا تو یہ اجارہ صحیح ہے اور رہن باطل ہوگیا، یہاں تک کہ مرتہن کو عقد رہن کے لوٹانے کا حق نہیں رہا جب عقد منعقد ہونے کے بعد بھی اجارہ سے باطل ہوجاتا ہے تو عقد رہن میں اگر اجارہ ہو تو بدرجہ اولیٰ رہن منعقد نہ ہوگا کیوں کہ بعد تحقق شی اس کا بطلان و زوال اشد اہم ہے، زوال قبل تحقق شی ہے، لہذا صورت مسئولہ میں بدرجہء اولیٰ رہن نہ ہوا اور اجارہ منعقد ہوا کیوں کہ اجارہ وہ عقد ہے جو منافع بالعوض پر وارد ہو، ہدایہ میں ہے الاجارة عقد ترد على المنافع بعوض۔ صورت مسئولہ میں زمین مرہون کے منافع کے عوض زرلگان معاوضہ مقرر ہے، لہذا اجارہ ہوا اگر زرلگان زمین مرہون کی اجرت واپسی سے ہو تب بھی اجارہ صحیح ہوگا، اس لیے کہ بیع اور اجارہ میں عاقدین کو معاوضہ کی تعیین کا پورا پورا حق ہوتا ہے جس قدر چاہیں معاوضہ مقرر کریں ہر شخص کو یہ حق

حاصل ہے کہ ایک روپیہ کی چیز پانچ روپیہ میں بیچے، اسی طرح اس کو یہ بھی حق ہے کہ پانچ روپیہ کی چیز ایک روپیہ میں، اسی طرح اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے مکان کو جس کا کرایہ ایک روپیہ ہے پانچ روپیہ پر دے، اسی طرح پانچ روپیہ کرایہ کا مکان ایک روپیہ پر دینے کا اختیار ہے یوں ہی اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ مکان یا کھیت پر جو سرکاری ٹیکس یا لگان ہو اسی ٹیکس کے یا لگان پر، ایسے ہی مکان یا کھیت کو کرایہ پر دے دے لہذا صورت مسئولہ میں جب کہ مالک زمین نے زرلگان کو زمین کی کاشت کا معاوضہ قرار دیا تو وہی معاوضہ قرار پایا اگر چہ واجب اجرت سے کم ہوا، لہذ یہ اجارہ صحیح ہوا، نہ سود ہے ،نہ حرام ہے، البتہ اس شبہہ کی بنا پر کہ واجبی اجرت سے کم معاوضہ پر زمین مرہون کو قرض ہی کی وجہ سے دیا ہے اس سے بچنا چاہئے ۔واللہ تعالی اعلم

کیا وتر کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین زادکم اللہ تعالیٰ شرفا وتعظیما مسئلہ ذیل میں کہ وتر کے بعد کے جو دو نفل پڑھے جاتے ہیں ان کو بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے؟ کیوں کہ ہمارے اس اطراف میں اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔بعض اشخاص یہ کہتے ہیں کہ حضور نے یہ نفل بیٹھ کر پڑھے ہیں۔اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول پیش کرتے ہیں اور چھوٹی موٹی کتابوں میں بھی بیٹھ کر پڑھنا لکھا ہے۔لہذا بحوالہ حدیث تحقیقی جواب دیں۔بینوا توجروا

سائل عبد الرشید قصبہ بھوجپور ضلع مراد آباد

الجواب:

نفل نماز میں کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنے کی قدرت ہو جب بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔مگر کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔حدیث میں فرمایا" صلٰوۃ الرجل قاعدا نصف الصلوٰۃ" بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نصف ہے۔یعنی آدھا ثواب ہے۔اور عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے تو ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔وتر کے بعد جو دو رکعت نفل پڑھے جاتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور اس میں حدیث سے دلیل لانا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے بعد نفل بیٹھ کر پڑھے ہیں صحیح نہیں کیوں کہ یہ حضور کی خصوصیت میں سے ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم شریف کی حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں:

مجھے خبر پہنچی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھی ہے۔اس کے بعد میں حاضر خدمت ہوا تو حضور کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے پایا، سر اقدس پر میں نے ہاتھ رکھا (کہ بیمار تو نہیں ہیں) ارشاد فرمایا کہ کیا ہوا عبد اللہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حضور نے تو ایسا فرمایا ہے اور حضور بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں فرمایا ہاں لیکن میں تم جیسا نہیں ہوں۔حدیث کے مبارک الفاظ یہ ہیں:

عن عبد اللّٰہ بن عمر قال حدثت ان رسول اللّٰہ ﷺ قال صلوة الرجل قاعدا نصف الصلوة قال فأتيته فوجدته يصلي جالسا فوضعت يدي على رأسه فقال مالك يا عبد اللّٰہ بن عمر قلت حدثت يا رسول اللّٰہ انك قلت صلوة الرجل قاعدا نصف الصلوة وانك تصلي قاعدا قال اجل و لكني لست كاحد منكم (مسلم شریف ج۱ص۲۵۳)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: "قوله ﷺ مع القدرة على القيام كنا فلته قائما تشريفا له كما خص باشياء معروفة" یعنی حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ میں تم جیسا نہیں وہ حضور کے خصائص میں سے ہے۔لہذا حضور کی نفل نماز بیٹھ کر باوجود قدرت کے کھڑے ہونے پر ایسے ہی ہے جیسے حضور کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔

امام ابراہیم حلبی وصاحب درمختار و صاحب رد المحتار نے فرمایا کہ یہ حکم حضور کے خصائص میں سے ہے۔اور اسی حدیث سے استدلال فرمایا۔

اما النبي ﷺ فمن خصائصه ان نافلته قاعدا مع القدرة على القيام كنا فلته قائما ففي صحيح مسلم عن عبد اللّٰہ بن عمر حدثت يا رسول اللّٰہ انك قلت صلوة الرجل قاعدا على نصف الصلوة و انك تصلي قاعدا قال اجل و لكني لست كاحدمنكم. (ردالمحتار جلد اول ص۴۸۹)

جب بیٹھ کر نفل پڑھنے میں ثواب کم نہ ہونا حضور ﷺ کی خصوصیات سے ہوا تو دوسرے کسی شخص کے لیے یہ حکم نہیں ہوسکتا،دوسرا شخص بلا عذر کوئی نفل بھی بیٹھ کر پڑھے گا تو اس کا ثواب آدھا پائے گا،جو احکام حضور کے ساتھ خاص ہیں ان میں دوسروں کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔مثلاً صوم وصال پے در پے بلا افطار روزہ رکھنا حضور کی خصوصیات میں سے ہے لہذا دوسروں کے لیے مکروہ ہے۔یہ استدلال کرنا غلط ہے کہ چوں کہ حضور ﷺ نے صوم وصال رکھا ہے،لہذا ہمارے لیے بھی صوم وصال افضل ہے۔اسی طرح یہ استدلال کہ چوں کہ حضور ﷺ نے وتر کے بعد نفل بیٹھ کر پڑھے ہیں۔لہذا ہمارے لیے بھی بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے قطعاً غلط ہے۔کیوں کہ یہ حضور کی خصوصیت ہے کہ حضور کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالعزیز عفی عنہ

۳ ربیع الاول شریف ۱۳۷۵ھ

اذان خطبہ داخل مسجد سنت ہے یا خارج مسجد؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ اذان ثانی جو خطبہ کے وقت ہوتی ہے،دروازہ پر کہنا سنت ہے یا مسجد کے اندر؟

سنن ابو داؤد شریف جلد اول میں ہے:

عن السائب بن يزيد رضي اللّٰہ تعالىٰ عنه قال كان يؤذن بين يدي رسول اللّٰہ ﷺ اذا

يجلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد وابى بكر و عمر ۔یعنی جب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن ممبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی ،اور ایسا ہی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں۔

اس حدیث سے بداہتہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ اذان ثانی جو خطبہ کے وقت کہی جاتی ہے مسجد کے دروازے پر ہونا چاہیے یہی سنت ہے: فتاویٰ عالمگیری جلد اول میں ہے:

يكره أن يؤذن فى المسجد

غنیۃ شرح منیہ میں ہے:

والمكان هنا (أى فى الأذان) مختلف لانه ينتقل عن مكان الاذان ،فى الغالب لانه انما يكون فى المدينة خارج المسجد و الاقامة فى داخله ،اه (غنية المستملى شرح منية المصلى ص۳۷۷)

عمدۃ الرعایۃ شرح وقایہ جلد اول ص ۲۴۵ میں ہے:

قوله ،بين يديه أى مستقبل الامام فى المسجد كان أو خارجه والمسنون هو الثانى۔

ان اقوال کے باوجود بکر اس پر اڑا ہوا ہے کہ خارج مسجد اذان ہونا حنفی مسلک کے خلاف ہے اور استدلال میں کفایہ شرح ہدایۃ جلد اول ص ۱۰۴ کی عبارت پیش کرتا ہے" روى الحسن عن أبي حنيفة رضى الله تعالىٰ عنه أن المعتبر في وجوب السعي و حرمة البيع الأذان على المنارة لأنه لو انتظر الأذان عند المنبر يفوته أداء السنة " (کفایۃ جلد ثانی ص ۳۸) اور عند کا ترجمہ قریب کرتا ہے۔

حالانکہ مولانا قاضی ثناء اللہ مالا بدمنہ کے ص ۶۹۔۶۰ میں فرماتے ہیں:

وچوں امام برممبر نشیند اذان دوم روبروے او گفتہ شود۔یعنی امام جب ممبر پر بیٹھے اذان اس کے سامنے کہی جائے آپ حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ معروض ہوں کہ آپ اپنے قلم ہدایت رقم سے اظہار حق فرمائیں کہ اذان خارج مسجد ہونا سنت ہے یا مسجد کے اندر؟ بینوا توجروا۔

المستفتی

فقیر ابو سعید عبد الوحید فریدی الفاروقی

خانقاہ عالیہ رشیدیہ شکر تالاب ڈاک خانہ کینٹ بنارس

الجواب :-

مسجد خانہ خدا ہے دربار الٰہی ہے ۔بادشاہ اور حاکم کے دربار کی حاضری کا بلاوا دربار کے باہر ہی سے ہوتا ہے دربار کے اندر سے پکارنا بے ادبی ہے ۔اسی لئے اذان مسجد کے باہر مشروع ہوئی ۔لہذا اذان ثانی ہو یا اول جمعہ کی ہو یا دوسرے اوقات کی ہر اذان مسجد کے اندر مکروہ ہے ۔فتاویٰ عالمگیری،قاضی خاں اور شامی وغیرہ فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں

ہے"یکرہ أن یؤذن فی المسجد "مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ جمعہ کی اذان ثانی جوخطبہ کے وقت ہوتی ہے وہ بھی اذان ہی ہے۔لہذا وہ بھی مسجد کے اندر مکروہ ہے۔اس کی کراہت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ اذان ہے اور ہر اذان مسجد کے اندر مکروہ ہے لہذا یہ اذان بھی مسجد کے اندر مکروہ ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور خلفاے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت کریمہ کے خلاف ہے لہذا مکروہ ہوئی۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مذکور فی السوال سے حضور ﷺ اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانہ اقدس میں اذان ثانی مسجد کے باہر ہونا ثابت ہے۔اور کوئی روایت ایسی نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہما کے عہد پاک میں اذان ثانی مسجد کے اندر ہوتی تھی۔لہذا قدیم طریقہ ہی پر باقی رہے گی،اور یہ ثابت ہوگیا کہ پوری خلافت راشدہ میں اذان ثانی مسجد کے باہر ہوتی تھی۔لہذا اس کے خلاف اندرون مسجد ہونا بلا شبہہ مکروہ ہوگا۔اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانہ کی تخصیص اذان اول کے اعتبار سے ہے۔یعنی اذان اول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہ تھی بلکہ دور عثانی میں ہوئی۔اور یہ اذان اول بھی مسجد سے باہر مقام زورا پر ہوتی تھی۔

اور وہ اذان جو حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔لہذا وہ اپنی حالت پر رہی،بغیر ثبوت اسے مسجد کے اندر سمجھنا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف بلا ثبوت اس کی نسبت کرنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ پر افترا ہے۔یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں میں جب سستی دیکھی تو ضرورت محسوس کی اور ضرورۃً اذان اول کا اضافہ کیا اس کے اضافے سے وہ ضرورت ختم ہوگئی،اذان ثانی کو حضور اقدس ﷺ اور شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کی سنت کریمہ کے خلاف مسجد کے اندر لانے کی کون سی ضرورت پیش آئی،بلکہ ضرورت تو دوسری کو بحالہ مسجد سے باہر رکھنا چاہتی ہے۔

کفایہ کی عبارت سے بکر کا استدلال کرنا صحیح نہیں،کفایہ کی عبارت میں اذان سے سعی واجب کی ہے اور بیع حرام کی ہے،اس میں یہ دلیل قائم کی ہے کہ اگر اذان ثانی کا انتظار کرلیا گیا تو سنت کی ادا فوت ہوجائے گی۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ اذان ثانی اور اول دونوں مسجد سے خارج ہی ہیں۔دونوں اذانوں کو مسجد سے باہر کے لوگ برابر سنتے ہیں جب ہی تو فرمایا کہ اگر اذان عندالمنبر کا انتظار کرے گا تو سنت ترک ہو جائے گی اگر اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے قریب ہی ہو تو شہر والے،محلے والے،بازار والے اس کا انتظار کیسے کریں گے،ان کو اس کی آواز کیسے پہنچے گی۔کفایۃ کی عبارت "لو انتظر الأذان عند المنبر"خود اس پر دلیل ہے کہ اذان عندالمنبر بھی مسجد سے خارج ہے مگر عندالمنبر اس لیے کہا ہے کہ منبر کے سامنے ہے اور منارہ کی نسبت منبر سے قریب بھی ہے۔لہذا جمعہ کی اذان ثانی بھی خارج مسجد ہی سنت ہے لیکن منبر کے سامنے۔

غرغرہ کی تعریف:

غرغرہ کی شرعی تعریف کیا ہے مفصل تحریر فرمائیں۔ چوں کہ رمضان کا مہینہ ہے اور ان چیزوں کی سخت ضرورت ہے۔

المستفتی: عبدالباری پسر ضیاء اللہ

الجواب ــــــــــــــــــــــ :-

(۱) غرغرہ میں پانی حلق سے نیچے اترنا لازم وضروری نہیں ہے البتہ حلق سے نیچے پانی اترنے کا احتمال ہے اس لئے روزہ کی حالت میں غرغرہ مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے: وسنة المبالغة بالغرغرة غير الصائم لا حتمال الفساد ؟ لہٰذا جب تک پانی حلق سے نیچے اترنے کا یقین نہ ہو جائے صرف احتمال سے روزہ کے فاسد ہونے کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ لہٰذا مطلق یہ اعلان صحیح نہیں ہے کہ جن لوگوں نے صبح کے وقت غسل یا وضو میں غرغرہ کر لیا ہے وہ روزہ نہیں رکھ سکتے، اس کے ساتھ یہ قید ضروری ہے کہ اگر غرغرہ کرنے میں پانی حلق سے نیچے اتر گیا تو روزہ نہ ہوگا، اگر کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا تو بھی رمضان شریف کے احترام کا لحاظ ضروری ہے۔ کھلے بندوں کھانے پینے سے احتراز کریں۔

(۲) غسل میں غرغرہ سنت ہے فرض نہیں، ایک مرتبہ کلی کرنا فرض ہے کہ حلق کی جڑ تک منہ کے ہر حصہ ہر پرزہ اور تالو اور دانتوں داڑھوں زبان کے نیچے اوپر گردنوں سب جگہ پانی بہہ جائے۔

(۳) غرغرہ حلق میں پانی گھمانے کو کہتے ہیں منتھی الارب میں ہے: آب در گلو گردانیدن

تنبیہ: روزہ حلق سے نیچے پانی وغیرہ اترنے سے فاسد ہوتا ہے، حلق میں جا کر واپس آنے سے فاسد نہیں ہوتا چوں کہ غرغرہ میں حلق کے اوپر کے پانی کو باہر ہی نکالتے ہیں، اس لئے صرف غرغرہ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ البتہ حلق سے پانی نیچے اتر گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زکوۃ اور مصارف زکوۃ:

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین غیر عشری اور غیر خراجی ہے اس میں سے غلہ کتنا نکالنا چاہیے؟

(۲) اور یہ کہ زکوۃ، صدقہ اور عشر وغیرہ کے مصارف کون کون ہیں وضاحت سے بیان فرمائیں اور افضل مصرف بھی ذکر کریں۔

(۳) بعض مسلمانوں کو سوال کرنے کی لت پڑ گئی ہے اور عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ تو ہمارے باپ دادا سے ہوتا آیا ہے حالاں کہ یہ لوگ تندرست ہیں کیا ایسے لوگوں کو دینا جائز ہے کیا؟ شرع شریف میں کوئی ممانعت نہیں ہے؟ بینوا توجروا

از: محمد اسلام اللہ خاں

پہاڑ پور ضلع گورکھپور ۳ ر ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ

الجواب ــــــــــــــــــــــــ :۔

(۱) جو زمین غیر عشری اور غیر خراجی ہے اس کا حکم بھی عشری زمین کا ہے یعنی اس کی پیداوار میں سے عشر (دسواں حصہ) نکالنا مثلاً پہاڑ اور جنگل کی زمین نہ عشری ہے نہ خراجی اس سے شہد حاصل ہو تو اس میں سے دسواں حصہ دیا جائے گا۔ درمختار میں ہے:

(ویجب) العشر (فی عسل) و ان قل (أرض غیر الخراج) ولو غیر عشریة کجبل و مفازة۔
(درمختار جلد سوم ص ۲۶۴/۲۵۶)

شامی میں ہے:

قوله (أرض غیر الخراج) اشار الی أن المانع من وجوبه کون الأرض خراجیة لأنه لایجتمع العشر والخراج فشمل العشریة، وما لیست بعشریة و خراجیة کالجبل والمفازه (ردالمحتار جلد سوم ۲۶۵)

یہ حکم جب ہے کہ بادشاہ اسلام نے اس کی ڈاکوؤں اور باغیوں سے حفاظت کی ہو۔

درمختار میں ہے:

و یجب العشر فی ثمرة جبل او مفازة ان حماه الامام (درمختار جلد سوم ۲۶۵)

(۲) زکوۃ کے مصارف یہ ہیں ،فقراء، مساکین اور عمال یعنی وہ لوگ جنھیں بادشاہ اسلام نے زکوۃ اور عشر وصول کرنے کے لیے مقرر کیا ہے، مکاتب غلام کہ وہ اس مال سے بدل کتابت ادا کرے، فی سبیل اللہ یعنی راہ خدا میں مثلاً کوئی حج کو جانا چاہتا ہے، اس کے پاس مال نہیں ہے، یا کوئی طالب علم ہے کہ علم دین پڑھنا چاہتا ہے اسے دے سکتے ہیں، یہ بھی راہ خدا میں دینا ہے ابن سبیل یعنی مسافر جس کے پاس مال نہ رہا اسے بھی دے سکتے ہیں اگر چہ اس کے گھر پر مال موجود ہو مگر اسی قدر جس سے اس کی حاجت پوری ہوجائے اس سے زیادہ نہیں، مؤلفۃ القلوب کی زکوۃ منسوخ ہے، اتنا خیال رہے کہ ہاشمی کو مال زکوۃ نہ دیا جائے جو مصارف زکوۃ کے ہیں وہ صدقہ فطر اور عشر کے بھی مصارف ہیں، صدقہ نفل اغنیا کو بھی دے سکتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَ الْغَارِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ (سورہ توبہ آیت ۶۰)

ترجمہ: صدقات فقرا و مساکین کے لیے ہیں اور ان کے لیے جو اس کام پر مقرر ہیں اور وہ جن کے قلوب کی تالیف مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لیے یہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

شامی میں ہے:

(أی مصرف الزکوٰة و العشر) الی قوله و هو مصرف أیضاً لصدقة الفطر والکفارة والنذر

وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما في القهستاني (ردالمحتار جلد سوم ص ۲۸۳)

زکوۃ وغیرہ صدقات میں افضل یہ ہے کہ پہلے اپنے بھائیوں بہنوں کو دے، پھر ان کی اولاد کو دے، پھر چچا اور پھوپھیوں کو پھر ان کی اولاد کو پھر ماموں اور خالہ کو پھر ان کی اولاد کو پھر ذوی الارحام یعنی رشتہ داروں کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے پیشہ والوں کو پھر اپنے شہر یا گاؤں کے رہنے والوں کو اور زکوۃ دینے والے کو یہ بھی چاہیے کہ زیادہ حاجت مند زیادہ مستحق اعانت کو دیکھے اور سوچے کہ کہاں مال زکوۃ صرف کیا جائے تو مسلمانوں کے حق میں زیادہ مفید ہوگا، جو زیادہ نفع بخش مصرف ہو وہاں دے نادار طالب علموں کا بھی خیال رکھے جاہل فقیر کو دینے سے عالم فقیر کو دینا افضل ہے۔

عالم گیری میں ہے:

والأفضل في الزكاة والفطر والنذور الصرفُ أولا الى الاخوة والاخوات ثم الى أولادهم ثم الى الأعمام والعمّات ثم الى أولادهم ثم الى الأخوال و الخالات ثم الى أولادهم ثم الى ذوى الأرحام ثم الى الجيران ثم الى أهل حرفته ثم الى اهل مصره أو قرينه كذا في السراج الوهاج

(جوہرہ عالم گیری جلد اول ص ۱۹۰)

درمختار میں ہے:

" وكره نقلها الا الى قرابة "

یعنی دوسرے شہر کو زکوۃ بھیجنا مکروہ ہے مگر جب کہ وہاں اس کے رشتہ والے ہوں۔

پیشہ ور نام کے فقیر جو روزی کما سکتے ہیں، گھر سے آسودہ حال ہیں ان کو دینا بھی منع ہے کہ اعانت فی المعصیۃ ہے، فقیر کہ جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب تک پہنچے، یا بقدر نصاب ہو مگر اس کی حاجت اصلیہ میں مستغرق ہو اسے بھی بغیر ضرورت و مجبوری سوال کرنا ناجائز ہے، اگر چہ اس کو زکوۃ دے سکتے ہیں، مسکین جس کے پاس کچھ نہیں ہے یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لے بھی نہیں ہے اسے اپنے کھانے اور بدن چھپانے کے لئے سوال کرنا حلال ہے۔

بھینس کی قربانی کس حدیث سے ثابت ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ بھینس چوں کہ گائے کی ہم جنس ہے اس لئے اس کی قربانی جائز ہے اور عمرو کہتا ہے کہ اس کی قربانی کا ثبوت نہ آں حضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین سے ہے اور نہ اس کے متعلق کوئی مرفوع روایت ہے نہ آثار صحابہ میں سے کوئی لائق حجت اثر۔ اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ عمرو کی باتوں سے لوگوں میں بھینس کی قربانی سے متعلق شکوک پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لیے سوال یہ ہے کہ اگر اس سلسلہ میں کوئی مرفوع روایت یا لائق حجت اثر ہو تو تحریر فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

محمد اسمٰعیل املو، مبارکپور

الجواب ـــــــــــــــــــ :۔

زید کا قول صحیح ہے اور عمرو کا قول غلط ہے کیوں کہ حدیث شریف سے جس طرح گائے کی قربانی ثابت ہے اسی

طرح بھینس کی قربانی ثابت ہے، بھینس کی قربانی کے ثبوت میں حدیث مرفوع موجود ہے۔

عن جابر بن عبد الله نحرنا مع رسول اللهﷺ عام الحديبية البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة۔ (صحیح مسلم جلد اول کتاب الحج ص ۴۲۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کے سال قربانی کی اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے ربھینس کی سات آدمیوں کی طرف سے۔ حدیث میں لفظ بقرہ آیا ہے، عربی زبان میں بقرہ کا معنی گائے اور بھینس دونوں ہیں جیسا کہ لغت عرب کی معتبر کتاب المغرب میں ہے۔ الجاموس نوع من البقرة۔ بھینس بقر کی ہی ایک قسم ہے۔ المنجد میں ہے: الجاموس ضرب من كبار البقرة۔ بھینس بڑی بقر کی ایک قسم ہے۔ جب حدیث کا لفظ بقر گائے اور بھینس دونوں کو شامل تو جس طرح اس حدیث سے گائے کی قربانی ثابت ہے اسی طرح بھینس کی قربانی بھی ثابت ہے۔ اسی لیے فقہائے کرام نے فرمایا: الجواميس والبقر سواء لان اسم البقر يتناولهما یعنی گائے اور بھینس دونوں برابر ہیں اس لئے کہ بقر دونوں کو شامل ہے۔

نیز ہدایہ میں ہے:

ويدخل في البقر الجاموس لأنه من جنسه. (ہدایہ ج ۴ کتاب الاضحیہ ص ۴۴۹)

بقر کا لفظ بھینس کو شامل ہے۔ کیوں کہ بھینس اسی جنس سے ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

(والجاموس) هو نوع من البقر كما في المغرب فهو مثل البقر في الزكاة والا ضحية والربا و يكمل به نصاب البقر (ردالمحتار جلد سوم باب زکوۃ البقر ص ۲۰۳)

یعنی گائے بھینس کی قسم ہے جیسا کہ المغرب میں ہے پس وہ زکوۃ و قربانی میں مثل گائے کے ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: والجاموس نوع من البقر (فتاوی عالمگیری ص ۲۹۷ ج ۵) بھینس بقر کی جنس سے ہے،

واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح فسخ کرانے کے طریقے:

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ: شوہروں کے گم ہو جانے یا نامرد و مجنون ہو جانے، یا ظالمانہ برتاؤ اور سنگ دلی کی وجہ سے عورتوں اور ان کے پورے گھرانے کے لیے سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے، کوئی نہ ٹھکانے سے رکھتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے، نہ خرچ دیتا ہے، ان مشکلات کا حل موجودہ زمانے میں علمانے دو صورتوں سے نکالا ہے۔

ایک تو یہ کہ مسلمان حاکم سے فسخ کرالیا جائے، اس کے لئے بعض علما انھیں قیود و شرائط کا لحاظ کرتے ہیں جو قاضی شرع کے نزدیک معتبر ہوں بعض علما صرف مسلم حاکم ہونا کافی جانتے ہیں، جو فسخ کرنے میں قوانین شرعیہ کا لحاظ نہیں کرتے۔ اور بعض علماے اہل حدیث نے تو اتنی وسعت دی ہے کہ وہ مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید ہی نہیں لگاتے، ہر حاکم

کے فسخ کو معتبر مانتے ہیں۔

ان صورتوں میں بعض جگہ یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ حکام عدالت کے فسخ کرنے کے بعد یہ لوگ اپنے طور پر پنچایتی نظام کے ذریعہ جس میں دین دار لوگ اور بعض علما بھی شریک ہوتے ہیں فسخ کو نافذ کرتے ہیں۔

لہذا سوال (۱) یہ ہے کہ فسخ حکام کے بعد پنچایتی نظام مذکورہ میں از سرنو پوری کارروائی کرنی پڑے گی، یا صرف فسخ کو نافذ کر دینا کافی ہوگا؟

(۲) بعض عورتیں شوہروں کے مفقود الخبر ہونے کے تین ہی چار سال کے بعد حکام سے فسخ کرا لیتی ہیں اور بعض دوسری صورت میں شوہر کی عدم حاضری کی وجہ سے بھی عورت کو ڈگری مل جاتی ہے کیا ان صورتوں میں فسخ حکام جائز ہوگا یا نہیں؟

(۳) مسلم یا غیر مسلم حاکم کے فسخ کرنے کے بعد شرعی پنچایت جس میں علما بھی شریک ہیں اگر ان میں اختلاف رائے ہو جائے تو اکثریت کا فسخ نافذ ہوگا یا نہیں۔؟

(۴) اگر فسخ حکام کے بعد شرعی پنچایت کا انعقاد ہوا اور اس کے بلانے پر اہل معاملہ اور ان کے گواہان جس کے بیان پر تحقیق معاملہ موقوف ہے نہ آئیں تو اس مجبوری کی صورت میں پوری کارروائی شرعی قاعدے سے کیوں کر انجام دی جائے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ:

ان سوالوں کا مقصد یہ ہے کہ شوہروں کے مظالم سے بچنے کے لئے کوئی ایسا شرعی طریقہ ہونا چاہئے کہ جس پر عمل کر کے عورتیں اپنی حفاظت کر سکیں اور ان ظالم شوہروں سے طلاق حاصل کرنے میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں وہ ختم ہو جائیں اور آسانی سے طلاق حاصل ہو جائے، اس کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ شوہروں کو ایسے شرائط سے پابند کر دیا جائے جن سے ان مظالم کا سد باب ہو جائے، یا عورتیں بلا کسی دشواری کے نجات حاصل کر سکیں، یہ شرائط اس قسم کی ہونی چاہیے جو ان خطرات کو کما حقہ ختم کرتی ہوں مثلا یہ شرط ہو کہ اگر شوہر نے اتنے دنوں تک نان ونفقہ نہیں دیا تو طلاق، یا اتنے دنوں تک غائب رہا اور خبر گیری نہیں کی تو طلاق، یا اس حد تک مارا تو طلاق یا اس قسم کے دیگر شرائط بیان کر دیے جائیں جس سے عورتیں محفوظ رہ سکیں۔ جب کبھی اس قسم کی باتیں پیش آئیں گی حسب شرائط طلاق پڑ جائے گی۔ اور شوہروں سے طلاق حاصل کرنے میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں وہ نہیں آئیں گی۔

یہ شرائط تحریری ہوں تو بہتر ہے تا کہ انکار کا موقع نہ ملے اور گواہان کے نام بھی درج کر لیے جائیں اور شوہروں سے دستخط لے لیے جائیں اور بیان نامہ میں طلاق کے بائن یا مغلظہ ہونے کی تصریح کر دی جائے، یوں ہی شرائط صاف اور صریح ہوں مبہم یا محتمل الفاظ نہ ہوں جس کی طرح طرح کی تاویلیں کر کے ان ظالموں کو ظلم کرنے کا موقع ملے مثلا یوں نہ لکھا جائے کہ یہ بات ہوئی تو تصور کیا جائے، یا سمجھا جائے بلکہ یوں لکھا جائے کہ یہ بات ہوئی تو طلاق ہو جائے گی یا

پڑجائے گی غرضیکہ ہرطریقہ سے اطمینان کرلیا جائے ۔اسی طریقہ مذکور پر عمل کرنے کے بعد کسی مزید کارروائی کی ضرورت نہیں رہی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر شوہر بیوی کی کفالت کا اہل نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ رفیق نے اپنی شادی طیب النساء سے کی، عرصہ دوسال ہوا کفیل اپنی زوجہ کا نان ونفقہ سے نہیں ہوا۔اور نہ کوئی صورت معلوم ہوتی ہے اور نہ طلاق دیتا ہے ایسی حالت میں کون سی صورت اختیار کی جائے از روے شرع حکم صادر فرمائیں۔

نوٹ :شوہر کسی طرح سے رضا مند نہیں ہے ،اپنی زوجہ کو مکان پر لانا گوارہ نہیں کرتا۔محمد بہاء اللہ انصاری موضع ،ہردی ڈاکخانہ بکھرا ضلع بستی

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ:

برادری کے اور قوم کے ذمہ دار حضرات جس طرح بھی ہوسکے رفیق سے طلاق دلوائیں اگر راضی وخوشی سے طلاق نہیں دیتا تو برادری اپنی بستی کے لوگوں سے دباؤ ڈلوائے اور اگر اس طرح بھی کام نہ چل سکے تو جبرا طلاق لیں ۔ایسی شدید ضرورت پر جبریہ طلاق ہوجاتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

کیا منسلک اقرار نامہ کی صورت میں طلاق ہوجائے گی؟

علماے دین شرع متین سے دست بستہ یہ التماس ہے کہ منسلک اقرار نامہ اور معاہدہ کے رو سے بجائے ایک ماہ کے سات مہینہ گزر گیا لیکن قدرتی میاں نے کنیز فاطمہ کی کسی طرح بھی کچھ بھی کھوج خبر نہ لی ،ایسی حالت میں طلاق عائد ہوگئی یا نہیں اور یہ گزری ہوئی سات مہینہ کی مدت عدت میں لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ ایک جوان غریب پردہ نشین عورت بے گناہ بے بسی ماری جاتی ہے۔

اس کا علما دین وشرع متین کے مطابق جو حق فیصلہ ہو جلد صادر فرما کر مستحق ثواب ہوں اور مدعیہ کو بھی شکریہ کا موقع دیں۔خدا حافظ

از :احمد محسن محلہ گیوال بیگہ گیا، بہار ۱۱؍اپریل ۱۹۵۰ء

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ:

منسلک اقرار نامہ کا مقصد چوں کہ یہی ہے کہ اگر قدرتی میاں اپنی بی بی کنیز فاطمہ کا نان نفقہ بند کردے اور ایک ماہ تک اس کی خبر گیری نہ کرے تو اس کی بی بی کو طلاق ،اگرچہ اقرار نامہ میں جہالت سے ''طلاق نامہ تصور کریں'' لکھا ہے لیکن یہ جہالت فی زمانہ عام ہوگئی ہے اور عام تحریروں میں اسی طرح لکھتے ہیں ۔لہٰذا مقصد اقرار نامہ کی رو سے طلاق واقع ہوگی ،اقرار نامہ کی تاریخ سے ایک ماہ بعد چوں کہ شرط پائی گئی، لہٰذا طلاق واقع ہوگئی اور جب سے طلاق واقع ہوئی اسی وقت سے عدت شمار کی جائے گی ،طلاق کی عدت تین حیض ہے۔قال اللہ تعالیٰ:

والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلثة قروء۔لہذا طلاق واقع ہونے کے بعد تین حیض پورے ہونے پر عدت ختم ہوجائے گی۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدالعزیز عفی عنہ

کیا فرماتے ہیں علما کرام حسب ذیل مسئلہ میں کہ
(ا)زید کہتا ہے کہ رام اور رحیم ایک ہی نام ہیں یعنی خدا رام بھی ہے اور رحیم بھی۔آیا زید کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟
(ب)زید کہتا ہے کہ مسجد مندر ایک ہیں۔آیا یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہیں؟
(ج)کیا امام کے لیے مصلیٰ ضروری ہے؟

المستفتی۔نظام الدین چاند محمد

الجواب ــــــــــــــــــــ:۔

(ا)زید جاہل ملحد ہے،وہ رام اور رحیم کا معنی نہیں جانتا،رحیم کے معنی انتہائی رحم وکرم فرمانے والا اور رام کے معنی رمنے والا اور کسی چیز میں سمانے،والا خداوند قدوس رحیم ہے،رام ہرگز نہیں،خدا کا رام ہونا محال ہے۔یہ ہندوں کا عقیدہ ہے،وہ خدا کو ہرشئی میں اسی طرح سمایا ہوا مانتے ہیں جیسے کپڑے میں رنگ اور پھول میں خوشبو،اس لیے اس کو رام کہتے ہیں یہ حلول ہے یہ خداوند تعالیٰ کے لیے محال ہے،یہ عقیدۂ کفر والحاد ہے۔
(۲)مسجد خانۂ خدا ہے اللہ وحدہ لاشریک کی خالص عبادت کا مکان ہے،مندر بت خانہ ہے،بتوں کے پوجا کرنے کی جگہ ہے،شرک کا گھر ہے۔مسجد اور مندر کو ایک کہنا سخت جہالت ہے،کفروالحاد ہے (۳)اگر مصلی سے مراد جائے نماز بمعنی نماز پڑھنے کی جگہ ہے تو یہ ہر نمازی کے لئے ضروری ہے،امام ہو یا مقتدی یا منفرد اور اگر مصلی سے مراد چٹائی یا دری یا کپڑا وغیرہ ہے جس کو بچھا کر اس کے اوپر نماز پڑھتے ہیں تو یہ کسی کے لیے ضروری نہیں۔نہ امام کے لیے نہ مقتدی کے لیے نہ منفرد کے لیے باجود اس کے سبھی استعمال کرتے ہیں اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں سمجھتے اور اسی طرح اگر مقتدی چٹائی یا دری پر نماز پڑھے اور امام کے لیے کپڑے وغیرہ کی جانماز ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷راگست ۵۵ء

کیا زندوں کو بھی ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علما دین ان مسائل میں کہ (ا) آں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو باحیات مانتے ہیں اگر یہ درست ہے تو آں حضرت ﷺ کو ثواب بخشنا کیسا ہے؟
(۲)جو لوگ شہید ہوتے ہیں اسلام کے بارے میں یعنی راہ حق میں جیسے شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم یا اصحاب رسول اللہ ﷺ یا ان کے بعد اور بزرگان دین جو بھی شہید ہوئے ہیں آیا وہ زندہ ہیں یا نہیں؟

(۳) اگر وہ زندہ ہیں تو ان کو ثواب بخشنا چاہیے یا نہیں۔
(۴) اگر ثواب بخشنے کا حکم شریعت محمدی میں ہے تو اس کا طریقہ بتادیں کس طرح بخشنا چاہیے۔
ان سوالوں کا جواب قرآن شریف اور حدیث شریف سے حکم خداوندی اور فرمان محمد ﷺ کے ساتھ ثابت کر کے سمجھا دیں۔
سوال نمبر ایک۔۲ میں مسئلہ حیات النبی اور شہدائے کربلا کی صورت کو خیال میں رکھتے ہوئے جواب دیں۔
مستفتی احمد سیٹھ موتی لاب مالیگاؤں سٹی

الجواب ــــــــــــــــــــ:

بے شک انبیائے عظام علیہم الصلاۃ والسلام اور شہدائے کرام زندہ ہیں اور ان حضرات کے لیے ایصال ثواب باعث اجر و ثواب ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰه حرَّمَ على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء فنبي الله حَيٌّ يُرْزَقُ

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ ۳۰۱ نسائی ابن ماجہ کتاب الاقامۃ)

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ انبیا علیہم السلام کے جسموں کو کھائے پس اللہ کے نبی زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔ شہدائے کرام کے لیے قرآن مجید کا ارشاد ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ.

(قرآن عظیم آل عمران آیت ۱۶۹)

جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور روزی پاتے ہیں۔ قرآن مجید اور حدیث شریف سے انبیائے عظام علیہم السلام اور شہدائے کرام کی حیات ثابت ہے۔

رہا یہ شبہہ کہ جب وہ زندہ ہیں تو ان کو ثواب نہیں بخشنا چاہیے، یہ شبہہ جہالت پر مبنی ہے، ثواب بخشنے کے لیے آدمی کا مرنا ضروری نہیں صرف سنی مسلمان ہونا شرط ہے۔ زندہ ہو یا مردہ ہر شخص کو ثواب پہنچتا ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اپنی قربانی میں اپنی تمام امت کو شریک کیا، حدیث کے مبارک الفاظ یہ ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ من محمد و آل محمد و من امة محمد ثم ضحى۔ (مسلم شریف جلد۲ کتاب الاضاحی ص ۱۵۶)

یعنی اے اللہ قبول کر اس قربانی کو محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے۔

حدیث شریف میں امت محمد وارد ہوا جو زندوں اور مردوں سب کو شامل ہے لہذا حدیث سے ثابت ہوا کہ عمل خیر کا ثواب زندوں اور مردوں سب کو پہنچتا ہے۔

ہدایہ میں ہے: ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما اوصدقة اوغيرها عند اهل السنة والجماعة. (الجزئن الاولان من الہدایہ ص ۲۷۶)

بیشک انسان کو حق حاصل ہے کہ اپنے عمل کا ثواب دوسروں کو پہنچائے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا ان کے علاوہ اہل

سنت و جماعت کے نزدیک سب کو ثواب پہنچتا ہے۔

اس عبارت میں لفظ "لغیرہ" ہے جو زندوں، مردوں سب کو شامل ہے۔لہذا ثابت ہوا کہ زندوں اور مردوں سب کو ثواب پہنچتا ہے۔جس عمل خیر کا ثواب بخشنا ہو بارگاہ الٰہی میں عرض کرے۔خداوندا اس عمل خیر کو قبول فرما اور اس کا ثواب اپنے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا، ان کے طفیل اور وسیلہ سے اہل بیت کرام و اصحاب عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو پہنچا اور جس کو بخشنا ہو اس کا نام شامل کردے۔درود شریف اور چاروں قل سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھ لے تو بہتر ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالعزیز عفی عنہ

اصاب من اجاب: غلام جیلانی اعظمی عفی عنہ

مدرس دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

الجواب صحیح: محمد یحییٰ غفرلہ۔۲۵؍صفر ۷۱ھ

مدرس دارالعلوم اشرفیہ، مبارکپور

سال گرہ کا شرعی طریقہ:

محترم حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب

گزارش ہے کہ ایک رسم کے متعلق جاننا چاہتا ہوں کہ یہ رسم کہاں تک جائز ہے۔اور اس کی ادائیگی کی کون سی صورت ہے، سال گرہ کی تقریب بلا تفریق مذہب و ملت جس کا جی چاہے مناتا ہے، شرعی طور پر اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟ میری ایک بچی ہے جو گزشتہ ہفتہ ۳؍اکتوبر ۱۹۵۲ء جمعہ کی صبح کو پیدا ہوئی ہے تو یہ پہلی بچی ہے، اس کے پہلے کوئی بچہ نہیں ہے اور نہ بچی ہے۔میرے خاندان میں یہ رسم کسی نے نہیں منائی لیکن میری خواہش ہے کہ مناؤں لہذا میں چاہتا ہوں کہ اس کی صورت شرعی ہو، آپ سے گزارش ہے کہ صحیح جواب سے مستفیض فرمائیں۔

محمد سمیع اللہ

کلکتہ ۲۱؍ستمبر ۱۹۵۳ء

الجواب ــــــــــــــــــ:۔

انسان کی عمر بہت بڑی دولت اور جلیل القدر نعمت ہے، سال کیا مہینہ اور ہفتہ و بلکہ ایک ایک دن بیش بہا اور گراں مایہ دولت ہے، سال گزرنے پر اس جلیل القدر نعمت کے شکریہ میں کوئی تقریب جو شرعا جائز ہو کرسکتے ہیں۔ادائے شکریہ کی نیت سے محفل میلاد شریف منعقد کرنا مستحب اور باعث ثواب ہے تو آپ مجلس میلاد شریف سے سال گرہ کی تقریب منائیں اور اس طرح اپنے رب جلیل کا شکریہ ادا کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم



آٹھواں باب

حافظ ملت بحیثیت مناظر

دشمن دیں کے لیے قہروغضب کی بجلی
اہل الفت کے لیے رحمت پیہم تو ہے
دودھ کا دودھ کیا پانی کا پانی تونے
اپنے ماحول کا فاروق معظم تو ہے

(بدرالقادری)

حافظ ملت بحیثیت مناظر

مناظرہ کا میدان نہ صرف درس و تدریس کی مہارت سے سر ہوتا ہے، اور نہ ہی محض خطابت اور زور بیان سے بلکہ اس کے لیے اور بھی مختلف علوم اور صلاحیتیں درکار ہوتی ہیں۔ایک کامیاب مناظر کے لیے علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت و رسوخ کے ساتھ ساتھ حالات حاضرہ اور ماحول کی نبض شناسی بھی درکار ہے۔اس کے ساتھ ساتھ شخصی طور پر استحضار علمی، قدرت کلام، کمال اظہار، ملکۂ تفہیم، زورِ استدلال اور بروقت گرفت کی خوبی بھی ضروری ہے۔

اس روشنی میں جب ہم حضور حافظ ملت کی ذات کو دیکھتے ہیں تو لگتا ہے وہ اپنے عہد کے مناظر اعظم تھے، المصباح الجدید، حافظ ملت کے چند گھنٹوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔وہابیت و دیوبندیت کے رد میں یوں تو سیکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں مگر کمال اختصار کے ساتھ اس کتاب کے ذریعہ حافظ ملت نے علما دیوبند کی حقیقت جس طرح واشگاف کی ہے اور دیوبندی عقائد باطلہ سے جس سادگی اور پرکاری کے ساتھ عام مسلمانوں کو آگاہ فرمایا ہے، وہ آج بھی لاجواب ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے چند گستاخ رسول مولویوں کے باعث برصغیر ہند وپاک میں اسلام اور سنیت کو جتنا شدید نقصان پہونچا ہے اسے گزشتہ صدی کا عظیم المیہ کہا جائے گا۔افسوس ناک بات یہ ہے کہ اس گروپ کے تعلیم یافتہ لوگ بھی گروہی عصبیت کے انتہائی عمیق غار تک جا پہنچے ہیں کہ انھیں عظمت سرور دو عالم ﷺ کے بالمقابل اپنے چند مولویوں کا وقار زیادہ پیارا ہے جنھوں نے کفریہ عبارتوں کو غور سے دیکھا ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اکابر دیوبند سے کفر کا سنگین جرم سرزد ہوا ہے مگر اکابر پرستی اور گروہی عصبیت کا نشہ اتنا تیز ہے کہ ایمان اور اسلام ہاتھ سے جارہا ہے مگر بارگاہ رسول کے مجرم مولویوں سے اظہار نفرت کی توفیق نہیں ہو رہی ہے۔اور اب تو فتنۂ دیوبندیت ایک مستقل الگ تھلگ فرقہ بن چکا ہے جس کی اساسی بنیادیں تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی کے مخصوص نظریات ہیں۔امام احمد رضا محدث بریلوی اور متحدہ ہندوپاک کے ہزارہا علمائے اہل سنت نے اس فتنۂ دیوبندیت کے خلاف ابتدا ہی سے نعرہ جہاد بلند کررکھا ہے۔حافظ ملت علیہ الرحمہ کو بھی اس فرقہ سے عمر بھر مقابلہ کرنا پڑا اور بحمدہ تعالیٰ انہیں دیوبندی فرقہ کے بالمقابل ہمیشہ فتح مبین نصیب ہوئی۔

حضور حافظ ملت نے زمانۂ طالب علمی سے ہی فن مناظرہ میں اپنی مہارت، محکم گرفت اور قوت استدلال کا مظاہرہ شروع کردیا تھا۔زمانۂ طالب علمی کی ان کی مناظرانہ شان کا ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ملاحظہ کیجیے۔

زمانۂ طالب علمی میں ایک پرلطف استدلال:۔

حضور حافظ ملت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ و ارضاہ عنا نے اپنے دور طالب علمی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ایک بار فرمایا گرمی کے موسم میں نانیہال گیا ہوا تھا، ایک دن دوپہر کے وقت باغیچہ میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا تھا، گاؤں کے کچھ لوگ ایک مولوی صورت انسان کے ساتھ میرے پاس آئے اور کہا یہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نماز

میں امام کے پیچھے مقتدی کے لئے بھی سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔حضرت حافظ ملت نے ان سے پوچھا یہ مسئلہ کس کتاب میں لکھا ہوا ہے، انھوں نے جواب دیا اثم ماجہ میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے ،پھر حضرت نے پوچھا اثم ماجہ ''سین'' سے ہے یا ''ث'' سے تو جواب دیا ''ث'' سے اثم ماجہ ہے ۔پھر حضرت حافظ ملت نے پوچھا ''ث'' سے اثم کے معنی کیا ہیں تو مولوی صاحب نے جواب دیا ''اثم'' کے معنی گناہ ہیں، اب حضرت حافظ ملت نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا، مولوی صاحب بتارہے ہیں اثم کے معنی گناہ ہیں۔تو سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم گناہ کی کتاب میں ہے اور جو حکم گناہ کی کتاب میں ہو وہ ماننے کے لائق ہرگز نہیں ہوسکتا۔مولوی صاحب تو مبہوت ہوگئے اور سب لوگ مطمئن ہو کر چلے گئے۔

حضور حافظ ملت نے اگر اس مسئلہ پر فقہی اور اصولی استدلال فرمایا ہوتا تو مولوی صاحب کو مبہوت ہونا ہی پڑتا اور وہ علمی استدلال کے اہل تو تھے نہیں جیسا کہ ان کے لفظ اثم ماجہ سے واضح ہے ۔مگر ساتھ میں آنے والے لوگوں کی سمجھ میں شاید پوری بات نہ آتی۔

علم غیب پر مناسب حال استدلال:

حافظ ملت نے فرمایا کہ اجمیر شریف دارالخیر میں قیام کے دوران وہاں کے ایک رئیس صاحب جو میرے شناسا تھے کے پاس ایک مولوی صاحب پہنچے ۔اورانھیں سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب نہیں تھا ،رئیس صاحب نے فوراً ایک شخص کو میرے پاس بھیجا تا کہ اصل بات واضح ہوجائے ۔میں پہنچا۔گفتگو شروع ہوئی تو ثبوت علم غیب میں مَیں نے چوتھے پارے کی آیت کریمہ پڑھی۔

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ"

(آل عمران آیت نمبر ۱۷۹)

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگوں تمھیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

اس کے جواب میں اس شخص نے نویں پارے کی آیت پڑھی۔

"وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ"(الاعراف آیت ۱۸۸)

اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی ۔

اور کہا کہ چوتھے پارے میں اگر علم غیب کا ثبوت ہے تو نویں پارے میں علم غیب کی نفی ہے ۔مزید کہا کہ اس طرح نویں پارے کی آیت سے چوتھے پارے کی آیت منسوخ ہوجائے گی۔

یہ سننے کے بعد مجھ پر اس کی جہالت کھل چکی تھی ،میرا اب اس سے یہ پوچھنا فضول تھا کہ نسخ اخبار کا ہوتا ہے یا احکام کا اس لیے میں نے اب اسی کی سطح پر اتر کر جواب دیا کہ!

اگر بقول تمہارے نویں پارے کی آیت سے چوتھے پارے کی آیت منسوخ ہوجائے گی ،تو لوسنو! تیسویں پارے

میں خدائے ذوالجلال کا ارشاد ہے۔

"وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ" (التکویر آیت ۲۴) اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

اس آیت مبارکہ میں بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔ اور اس پارے کے بعد تو کوئی پارہ نہیں جس سے یہ آیت منسوخ ہو۔

اس طرح وہ منکر علم رسول خاموش ہو گیا۔

مناظرہ بھوجپور:

حافظ ملت کے ہم وطن جناب حاجی چھدا صاحب بڑے زور وشور سے گیارہویں شریف کی فاتحہ کیا کرتے تھے۔ اور ان کے سمدھی میاں جی عبدالرحیم گیارہویں شریف کو ناجائز، بدعت اور حرام بتاتے۔ ایک روز حاجی صاحب نے میاں جی سے کہا یہ ایک دینی مسئلہ ہے۔ اگر تم اس کا صحیح فیصلہ چاہو تو اپنے مؤید عالم کو لاؤ۔ میں اپنے مولوی صاحب کو بلاتا ہوں۔ فیصلہ کن گفتگو ہو جائے۔ اگر تمھارے عالم کا برحق ہونا ثابت ہو جائے تو ہم اس عمل کو ترک کر دیں گے۔ اور اگر ہمارے مولوی صاحب کی حقانیت ثابت ہو گئی تو جاری رکھیں گے طرفین راضی ہو گئے میاں جی قصبہ کاٹ سنا، مراد آباد سے وہاں کے دیوبندی عالم، مولوی نذیر کو لائے۔ حاجی صاحب، حافظ ملت کے پاس درخواست لائے۔ حافظ ملت ان دنوں اجمیر شریف میں زیر تعلیم تھے، چھٹی میں گھر آئے ہوئے تھے۔ ایک وسیع میدان میں بعد عشا مناظرہ طے ہوا۔ یہ میدان حاجی صاحب کے مکان کے قریب ہی تھا۔ دونوں جانب تخت بچھا دیے گئے۔ عشا کے بعد تقریبا پانچ سو آدمی مناظرہ سننے جمع ہوئے۔ بات شروع ہوئی

حافظ ملت: آپ گیارہویں شریف کے منکر ہیں، اور اسے بدعت، ناجائز وحرام کہتے ہیں۔ آپ کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟

مولوی نذیر: نذر لغیر اللہ حرام ہے۔ اس کے لیے وقت کا تعین ناجائز ہے۔ بکرے مرغ پال کر اولیا کی نذر کرتے ہیں۔ یہ کفار مشرکین کے عمل سے مشابہت رکھتا ہے۔ کفار بھی اپنے بتوں پر نذر مان کر جانور چھوڑ دیتے ہیں۔ لوگ اولیا کی قبروں پر جا کر سجدے کرتے ہیں۔ چادریں چڑھاتے ہیں۔ چراغ جلاتے ہیں مرادیں مانگتے ہیں۔ خدا قرآن کے اندر فرما چکا ہے سب پیر و پیمبر میرے محتاج ہیں تو جو خود محتاج ہے کسی کی حاجت کیا پوری کرے گا۔ صاحب مزار نہ اپنے ہاتھ سے اپنی قبر پر چادر ڈال سکتا ہے۔ نہ چراغ جلا سکتا ہے۔ نہ جھاڑو لگا سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

حافظ ملت: نے خطبہ مسنونہ، تعوذ وتسمیہ کے بعد قرآن مجید کی آیت مبارکہ "جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا" (الاسراء آیت ۸۱)

پڑھی اور سامعین سے مخاطب ہو کر سوال کیا۔

حضرات! گیارہویں کی فاتحہ آپ لوگ گیارہ تاریخ کو ختم کر دیتے ہیں یا اس سے قبل اور بعد بھی کرتے ہیں؟

سامعین: ربیع الثانی کے پورے مہینے بلکہ سال بھر حسب مواقع اور حسب گنجائش یہ فاتحہ ہوتی رہتی ہے۔ اور ہم

اسے فاتحہ گیارہویں کہتے ہیں۔

حافظ ملت: اس کا مطلب یہ ہوا کہ تعین وقت کی بات جو آں جناب نے کہی، بے ثبوت، غلط، بلکہ مسلمانوں پر الزام ہے، اب آپ حضرات یہ بتائیں کہ کیا واقعی آپ لوگ بکرے اور مرغ اولیاء اللہ کی نذر اور ایصال ثواب کے لیے پال کر یوں ہی زندہ چھوڑ دیا کرتے ہیں۔

سامعین: ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم لوگ ان جانوروں کو ذبح کرتے ہیں۔

حافظ ملت آپ لوگ ان بکروں، اور مرغوں کو ذبح کرتے وقت کیا پڑھتے ہیں

سامعین: بسم اللہ۔ اللہ اکبر پڑھتے ہیں۔

حافظ ملت نذر اولیا اور ایصال ثواب کے جانوروں کو ذبح کر کے کھانا وغیرہ پکا کر آپ لوگ کھانے کو کیا کرتے ہیں۔

سامعین: مسلمانوں کو کھلاتے ہیں۔

حافظ ملت: کفار و مشرکین اپنے جانوروں کو اپنے باطل معبودوں کے نام پر زندہ چھوڑتے ہیں، اور چھوڑتے وقت اعل ھبل وغیرہ کہتے ہیں مسلمان ایصال ثواب کے جانور کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرتے ہیں۔ گوشت اور کھانا پکا کر مسلمانوں کو کھلاتے ہیں جو باعث اجر و ثواب ہے۔ ایسی نذر اور ایصال ثواب کو ''نذر عرفی'' کہا جاتا ہے۔ جو مسلمانوں میں جاری و ساری ہے اور مستحسن ہے۔ مثلا علما، مرشدین، اطبا، معالجین اور بزرگوں کو نذر دینا۔ یہ تمام نذریں نذر عرفی ہیں۔ اور وہ جس کا بیان قرآن مجید میں آیا ہے وہ نذر شرعی ہے۔

مولوی جی! آپ کو جب نذر عرفی اور نذر شرعی تک کا فرق معلوم نہیں۔ اور یہ معاملہ صرف آپ ہی کا نہیں آپ کے دیوبندی وہابی تمام بڑے بڑے جماعتی لوگوں کا یہی حال ہے۔ نورانیت و روحانیت والا گیارہویں شریف کا تبرک تو آپ لوگوں کے لیے حرام ٹھہرا۔ اور غلاظت و نجاست پر پرورش پانے والا کوا گنگوہی صاحب نے اپنے لوگوں کے لیے حلال کر دیا۔ جسے تمام علمائے اسلام حرام سمجھتے ہیں۔

دین اور شریعت میں ان لوگوں کی دیدہ دلیری تو دیکھیے کہ کوے کھانے کو نہ صرف حلال لکھا بلکہ باعث ثواب بھی دیکھو۔

(فتاوی رشیدیہ ج ۲، ص ۱۴۵)

حافظ ملت: مسلمانو! اور بتاؤ کیا تم لوگ کسی ولی کی قبر پر شیرینی لے جا کر چھوڑ آتے ہو؟ یا کیا کرتے ہو؟

سامعین: فاتحہ دے کر خدام، مجاورین اور مسلمانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

حافظ ملت: یہ بھی مسلمانوں پر دیوبندی مذہب کا الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، اور نذر کفار سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ اور مسلمانو! سنو۔ اولیاء اللہ مخلوق میں حکام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ عظیم سے عظیم کارنامے انجام دیتے ہیں چراغ جلانا، جھاڑو دینا ان کے شایان شان نہیں۔ گورنر یا نواب اپنے گھر جھاڑو اور صفائی کا کام خود نہیں کرتا۔ اس کے خدام کرتے ہیں۔

مسلمانو! دنیا ترقی کر رہی ہے بہت سی نئی چیزیں انسانوں کے لیے مفید ہیں۔مگر یاد رکھو دین اور مذہب قدیم ہی اچھا ہے یعنی دین اسلام حدیث شریف میں آیا ہے کہ میری امت تہتر فرقے ہوجائے گی۔یعنی ان میں بہتر نئے فرقے نکلیں گے جو سب گمراہ ہوں گے صرف راہ راست "اِنَّ ھٰذا صِـرَاطِـیْ مُسْتَقِیْمـاً"میرا سیدھا راستہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں وہ راہ حق، سچا دین، سیدھا مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔

مسلمانو! آج میں آپ کو گمراہی کے ان نئے نئے سرغنوں کے بارے میں بھی بتادوں، بنیادی فتنہ ابن عبد الوہاب نجدی نجد میں پیدا ہوا تھا۔اسی نے حرمین طیبین میں اہل سنت و جماعت کے قتل کو روا رکھا۔ہمیں مشرک ٹھہرایا۔مزارات مقدسہ کے مقبروں کو بت خانہ بتایا۔جنت المعلی، اور جنت البقیع میں صحابہ و اہل بیت کے قبے گروادیے سبز گنبد شریف کو گرانا چاہتا تھا۔اور روضۃ النبی ﷺ کو صنم اکبر کہتا تھا۔

جب سبز گنبد شریف کو گرانے کا ارادہ کیا تو مسلمان جان کی بازی لگا کر سد راہ ہوگئے۔اس ظالم نے ایک کتاب ''کتاب التوحید'' کے نام سے لکھی۔جس میں تمام مسلمانوں کو مشرک لکھا۔اور اس کے مطابق جو اس کے عقیدہ پر نہیں وہ کافر ہے۔اسی کتاب کو مولوی اسماعیل دہلوی نے'' تقویۃ الایمان'' کے نام سے اردو میں منتقل کیا جس میں شان الوہیت شان رسالت اور شان اولیاء اللہ میں کھلی ہوئی گستاخیاں کیں، اسی طرح حفظ الایمان کے نام سے تھانوی نے کتاب لکھی جس میں شان رسالت کی گستاخی کی۔ان تمام گستاخان بارگاہ کو علمائے اسلام، علمائے عرب وعجم نے گمراہ و بددین کہا اس دور میں ان ہی لوگوں کے ذریعہ نئی نئی باتیں نئے نئے مسائل۔اور نئے نئے فتوے کفر وشرک کے نکل رہے ہیں

مسلمانو! ان تمام دیوبندی، وہابی نجدی فرقوں سے ہوشیار۔اور مجتنب رہو اور اپنے سچے دین اسلام مذہب حق اہل سنت و جماعت کو مضبوطی سے تھامے رہو۔اللہ تعالیٰ ثابت قدمی عطا فرمائے۔آمین!

حافظ ملت نے اس کے بعد دعا پر اپنی تقریر ختم کی

ملا عبد الرحیم اپنے مولوی کی خاموشی اور حافظ ملت کی کامیابی پر اپنے مناظر سے مخاطب ہوئے اور کہا

''یار! اگر میں جانتا کہ تو ہمارا منہ کالا کروائے گا، تو تجھے کبھی نہ لاتے''

مولوی نذیر: یہ کوئی بات نہیں، کہیں ہم ہارتے ہیں کہیں ہم جیتتے ہیں''

حافظ ملت نے جس آسانی اور سہولت سے اپنے مسلک کی حقانیت اجاگر کی اس پر تمام مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔اس واقعہ کو غالبا بہتر سال ہوئے۔جسے راقم نے حافظ ملت کے برادر محترم حضرت حافظ عبد الرشید علیہ الرحمہ کے حوالے سے تحریر کیا

جواب لاجواب:۔

بحث ومناظرہ میں مخالف پر آپ کی گرفت نہایت سخت ہوتی، دلائل کی قوت، اور اعتراض کی مضبوطی ایسی ہمہ گیر ہوتی کہ خصم کو راہ فرار مسدود نظر آتی۔ایک بار بنارس میں غیر مقلدوں نے حنفی سنیوں پر اعتراض کیا کہ یہ لوگ امام کے

پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے اور سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی حدیث میں ہے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب اس موضوع پر دونوں جانب سے مہینوں سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔اشتہار بازی بھی ہوتی اور جلسے بھی۔زبردست مذہبی کشیدگی کا ماحول پیدا ہوگیا انہی دنوں مالتی باغ میں ایک سہ روزہ جلسہ ہوا آخری اجلاس میں حافظ ملت کچھ دیر سے پہنچے مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ نے غیر مقلدوں کے اشتہارات حضرت کے سامنے رکھ دیے اور کہا جواب دیجیے حافظ ملت نے فرمایا، میں تو ابھی چلا آرہا ہوں اشتہارات بھی نہیں دیکھے جواب کیسے دوں؟

بہر حال آخر میں آپ نے تقریر شروع کی قرآن و حدیث سے استشہاد کرتے ہوئے اپنے مسلک کو اس طرح محکم فرمایا کہ سامعین متحیر تھے،اسی دوران غیر مقلد حضرات پر اعتراضات بھی کرتے جاتے اور بعد میں ایک ایسا مواخذہ کیا جس نے ماحول کی کایا پلٹ دی،آپ نے فرمایا کیا قراءت سورۂ فاتحہ کے قائلین یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ ہر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں ان کی کوئی نماز بغیر سورہ فاتحہ کے نہیں ہوتی؟ (ماحول پہ سناٹا طاری تھا آپ نے خود ہی جواب دیا) ایسا نہیں بلکہ غیر مقلد حضرات بھی بغیر سورہ فاتحہ کے نماز پڑھنے کے قائل ہیں اور ان کی نماز ہوتی ہے آپ کہیں گے کیسے؟ تو سماعت فرمایئے۔

اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں شریک جماعت ہوا تو اس کی وہ رکعت ہوئی یا نہیں؟ کیا آپ میں کا ہے کوئی علامۃ الدہر یا مجتہد جو یہ فتویٰ دے کہ مسبوق کی وہ رکعت نہیں ہوئی باوجودے کہ شخص مذکور نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی۔ان کے پاس اس کا جو جواب ہے ان کے لیے وہی ہمارا بھی جواب ہے۔حافظ ملت کے اس ایک جواب نے مخالفین کی ساری دلیلوں کے تار و پود بکھیر دیے۔

حرارت علمی:۔

۲۶؍رجب کو شب میں اعظم گڑھ کی جامع مسجد میں معراج النبی کا جلسہ تھا۔پہلے قاری محمد عثمان صاحب گھوسوی کی تقریر ہوئی انھوں نے معراج جسمانی کے ثبوت میں بیان کیا۔ان کے بعد ایک دوسرے مقرر کھڑے ہوئے جو اتفاق سے معراج منامی کے قائل تھے انھیں قاری صاحب کی تقریر سے کافی تکلیف ہوئی تھی،یہ آں جناب بیٹھتے ہی ابل پڑے اور یوں گویا ہوئے،الحمد للہ مجھ میں حرارت نہیں ہے۔اور نہ میں دائیں بائیں ہاتھ ماروں گا،لوگ معراج جسمانی کے ثبوت میں بڑی بڑی تقریریں کرتے ہیں۔میں اس کا قائل نہیں،ان کے بعد حافظ ملت تشریف لے آئے آپ نے یہ بیان شروع کیا:

حرارت ہر اس شخص کے اندر موجود ہے جو زندہ ہے۔یہ غلط ہے کہ کوئی شخص زندہ بھی ہو اور اس میں حرارت بھی نہ ہو۔میں تو تقریر کے لیے بیٹھا ہوں تو ہاتھ بھی ماروں گا اس لیے کہ مجھے ہاتھ معلوم ہے جسے ہاتھ معلوم ہی نہ ہو وہ ہاتھ دھرے بیٹھا رہے وہ ہاتھ کیا مارے گا؟

میں جو ہاتھ مارنے جارہا ہوں وہ عالمگیری دَور کا ہاتھ ہے، یہ ہاتھ اور اس کے سارے داو پیچ وخم شریعت کی روشنی

میں مرتب کیے گئے ہیں، اس ہاتھ کی خاصیت یہ ہے کہ ہاتھ تو ایک ہی ہے مگر وار چوطرفہ ہے۔سنو تفسیر احمدی کے مفسر ملا جیون علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

من قال بروحه فقط أوفي النوم فقط فهو ضال مضل فاسق مبتدع.

جو کہے کہ حضور کو معراج صرف روحانی یا منامی ہوئی وہ گمراہ، گمراہ کن، فاسق اور بدعتی ہے۔اس کے بعد تو اس مولوی کی ہوا ہی اکھڑ گئی اور مبہوت ہو کر رہ گیا اور سارا مجمع سمجھ گیا کہ حق اور حقیقت کیا ہے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ سے انٹرویو کے دوران (جو جناب عبدالاول صاحب ایڈوکیٹ کی تحریک پر اور انھیں کے کہنے پر حافظ ملت کی رضا مندی کے بعد راقم الحروف کے مرتب کردہ سوالات کے ذریعہ لیا گیا تھا) جب حضرت کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا۔

حضور! آپ مناظر کی حیثیت سے کہاں کہاں تشریف لے گئے۔اس سلسلہ کے کچھ واقعات سے نوازیئے تو آپ نے مختصرا فرمایا تھا، بسڈیلہ، ضلع بستی۔لیکن میرے پہونچنے سے پہلے ہی دیوبندی مناظر فرار ہو چکے تھے، مناظرہ کی نوبت نہ آئی، بھدرسہ ضلع بستی میں بھی یہی ہوا۔

ایک ہی تقریر میں فضا صاف:۔

ایک بار بستی ضلع میں دیوبندیوں نے پالن حقانی کے جلسوں کا طویل سلسلہ شروع کیا۔اور دور دراز سے لوگوں کے نقل وحمل کا طولانی انتظام کیا۔مہنداول میں بھی جلسہ رکھا اور لمبا چوڑا پوسٹر چھاپا۔مہنداول کے سنیوں نے اس فتنہ کے انسداد کی جانب توجہ دی۔اور انھوں نے بھی اپنا جلسہ ان ہی تاریخوں میں مقرر کیا۔اور ڈسٹرکٹ بورڈ کی ایک وسیع زمین پر جلسہ کرنے کا پرمیشن ضلع کے دفتر سے جا کر حاصل کرلیا۔اتفاق کی بات کہ اسی میدان میں دیوبندی گروپ نے بھی جلسہ کرنا چاہا تھا اور بغیر اجازت نامہ حاصل کیے ہی پمفلٹ اشتہار چھاپ کر بانٹ چکا تھا۔سنیوں کے جلسہ اور جلسہ گاہ کی اجازت کا حال دیوبندیوں کو معلوم ہوا تو بڑے جز بز ہوئے۔اور فتنہ و فساد کا بہانہ بنا کر سنیوں کا جلسہ روکنے کے لیے ایس، ڈی، ایم کو درخواست دی۔ایس ڈی ایم نے دیوبندی نمائندوں اور سنی رہنماؤں (مولانا محمد ادریس بستوی صاحب کے برادران سیٹھ محمد امین اور حکیم محمد یوسف عزیزی) کو بلایا۔اور فیصلہ دیا کہ سنیوں کا جلسہ اسی میدان میں ہوگا، اس لیے کہ وہ پرمیشن حاصل کر چکے ہیں۔اور دیوبندی اگر اپنا جلسہ کرنا چاہیں تو وہاں سے ایک کلومیٹر دور فلاں مقام پر کریں۔ دیوبندی نمائندے اپنی رسوائی کا داغ لیے واپس آئے اور ادھر مہنداول میں شان دار تاریخی جلسہ ہوا جس نے پورے ضلع بستی پر اپنا اثر چھوڑا اور دیوبندیوں کی خوب رسوائی ہوئی۔مقرر صرف حافظ ملت علیہ الرحمہ اور مولانا سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی بلائے گئے۔مگر فضا ایسی بن گئی کہ اسٹیج پر ایک سو علمائے اہل سنت جمع تھے اور دس بیگھہ زمین کا رقبہ سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔اس روز حافظ ملت نے ایسی مناظرانہ تقریر فرمائی اور ایسا دل پذیر بیان ہوا جس نے عامۃ المسلمین میں دیوبندیوں کی پھیلائی ہوئی گندگیوں کو دھو دیا۔اس فتح مبین کا سہرا تمام تر جناب مولانا محمد ادریس صاحب اور ان کے

برادران کے سر جاتا ہے۔اس واقعہ کی تفصیل اور نتیجہ سن کر حافظ ملت نے انھیں قلبی دعاؤں سے نوازا۔

فروغ معاندین کے اسباب اور اس زہر کا تریاق:۔

ہمارے ملک میں وہابی ازم پھیلنے کے اسباب پر حافظ ملت کے تلمیذ ارشد شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ سابق صدر شعبہ افتا الجامعۃ الاشرفیہ روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

انگریزوں کی شہہ اور ان کے تعاون سے ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد پڑی،وہابیت کے شاطر بانیوں نے اس کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ کسی نئی تحریک کو پروان چڑھانے کے لیے تحریک چلانے والے افراد کی ضرورت ہوتی ہے۔سب لوگ نہ پڑھے ہوئے ہیں کہ کتابیں پڑھ کر کسی چیز کو سمجھیں اور نہ پڑھا لکھا آدمی ہر قسم کی کتابیں پڑھتا ہے۔جلسوں سے صرف جلسوں کے سامعین متاثر ہوسکتے ہیں۔مشائخ صرف اپنے نیاز مند مریدین میں تبلیغ وارشاد کے عادی ہوچکے ہیں۔لیکن اگر کسی تحریک کے لیے کچھ افراد ہوں تو وہ افراد تحریک کو گھر گھر پہنچا سکتے ہیں۔اس نکتے کو وہابیوں نے خوب اچھی طرح سمجھا۔انھوں نے تصنیف و تالیف اور جلسہ و جلوس پر توجہ کم دی اور اپنی ساری صلاحیت مدارس قائم کرنے پر صرف کردی۔جس کے نتیجے میں وہابیوں کے مدارس کا جال بچھ گیا۔عوام بے چارے جو وہابیت سے واقف نہیں تھے اپنے بچوں کی دینی تعلیم کے لیے وہابیوں کے مدارس میں بھیجنے لگے۔جس کے نتیجے میں سنیوں کے بچے وہابی مدارس میں جا کر وہابی ہوگئے۔اور انھوں نے نہ صرف اپنے گھر بلکہ اپنے خاندان اور دوسرے رشتہ داروں اور اپنی آبادی کے لوگوں کو وہابی بنادیا جس کی نظیر ایک دو نہیں سینکڑوں پیش کی جاسکتی ہیں۔

اس سلسلے میں چند اشارات سنتے چلیے،ایک وقت وہ تھا کہ جب کسی کو تعلیم کا شوق ہوتا تو وہ تن بہ تقدیر دہلی چلا جاتا۔ابتداءً کسی سرائے میں ٹھہرتا پھر دہلی کے مشہور علما کے گھروں پر جاتا۔ان کے درس میں شریک ہوتا،ہفتہ دو ہفتہ کے بعد وہ ایک یا چند علما کو منتخب کرلیتا۔اگر ان عالم صاحب کی نگاہ عنایت ہوگئی تو کہیں اس غریب کا کھانا مقرر ہوگیا۔اس میں مزید دشواری یہ تھی کہ صرف ونحو کا درس کہیں اور ہوتا،منطق وفلسفہ کا کسی اور محلہ میں فقہ کا کہیں اور تفسیر و حدیث کا کہیں اور اس کے برخلاف جب دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تو وہاں ایک ہی جگہ ہر فن کے مدرس مل جاتے،اور آسانی سے قیام و طعام کا انتظام ہوجاتا جس کے نتیجے میں طلبہ کا عام رجحان دارالعلوم دیوبند کی طرف ہوگیا۔

جب دارالعلوم دیوبند قائم ہوا،دہلی اجڑ چکی تھی۔خال خال کہیں کہیں نوابوں کے کچھ مدرسے تھے،مگر منتظمین کی کمی کے باعث وہ بھی چراغ سحری ہورہے تھے۔(حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۱۰۔۱۱)

اپنی ایک نجی مجلس میں مولانا نواب حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی نے وہابیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

"مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بہت اہم اور مفید دلائل سے مضبوط کتابیں تصنیف کیں اور وہابیوں نے

کثرت سے مولوی پیدا کیے۔مولانا احمد رضا خاں صاحب نے میگزین تیار کی۔سپاہی نہیں پیدا کیے اور وہابیوں نے زیادہ سے زیادہ سپاہی پیدا کیے" (حافظ ملت افکار واور کارنامے ص ۱۲)

یعنی اہل سنت کے پاس عمدہ سے عمدہ ہتھیار تھے مگر ان کو استعمال کرنے کے لیے ضرورت کے مطابق سپاہی یعنی علما نہیں تھے۔الحمد للہ اب یہ کمی پوری ہوگئی ہے اور اس میں حافظ ملت کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔

فروغ مسلک حق کے لیے حافظ ملت کی فکر:

حق و باطل کا معرکہ تو ہمیشہ سے گرم رہا ہے اور باطل ہمیشہ ہی شاطرانہ چالوں سے کامیاب ہوا ہے، ادھر انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کا حال ابتر تھا اسی دوران اہل سنت کے مخالفین نے اپنا بیج بونا شروع کردیا دہلی اجڑی۔ وہاں کا علمی وقار رخصت ہوا، انگریزوں کا تسلط پورے ہندوستان پر تھا ہی، ساتھ ہی مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جارہے تھے، اسی اثنا میں انگریزوں کی مدد سے دیوبند سہارنپور وغیرہ میں دیوبندیوں نے مدارس قائم کیے کہیں کہیں سنیوں کے مدارس پر قبضہ جمایا۔خود دیوبند کا مدرسہ بھی سنی حاجی عابد حسین کا قائم کردہ تھا، مگر اس پر قاسم نانوتوی نے حیلے سے قبضہ جمالیا اور اس کو فروغ دینا شروع کیا، اس وقت سنی مسلمانوں کا کوئی بڑا مدرسہ نہ تھا اور جو تھا بھی تو کس مپرسی کا شکار۔عام مسلمان دیوبندیوں کو سمجھ نہ سکے، اپنے بچوں کو مولوی، عالم بنانے کے لے دیوبند بھیجنا شروع کردیا اور چندہ بھی خوب دیا، ادھر سنی لوگ ملکی حالات کی وجہ سے کچھ کرنے کی ہمت نہ کرسکے اور جب کچھ کرنے کے لائق ہوئے اور ذرا غفلت سے بیدار ہوئے تو دیوبندیت کا پودا درخت بن چکا تھا اور ان کے کافی حمایتی بھی پیدا ہو چکے تھے، حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے مرادآباد میں مدرسہ اہل سنت قائم کیا، بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت نے منظر اسلام قائم کیا۔مگر ان کو ملکی حالات کی وجہ سے وہ ترقی نہ مل سکی جو ملنی چاہیے تھی حافظ ملت نے جب مبارک پور میں قدم رکھا تو دیکھا ہر طرف سناٹا ہے مسلمان تعلیم سے پیچھے ہو رہے ہیں اور مسلک سے دور، ان حالات میں اہل سنت کی اسی کمی کو اپنی خداداد صلاحیتوں اور انتھک جدوجہد سے حافظ ملت قدس سرہ نے پورا کیا۔

حافظ ملت نے الجامعۃ الاشرفیہ کی شکل میں ایک ایسی تربیت گاہ (Training Center) بنائی جہاں سے حقیقی اسلام اہل سنت و جماعت کے لٹریچر بھی تیار ہوں اور دینی سپاہیوں کی تیاری بھی ہو۔ایسے سپاہی جو دین کی خدمت کے راستے میں بڑی بڑی پریشانیوں کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرسکیں اور ہر اسلام دشمن تحریک کا ہر باطل فرقے کا مقابلہ کرسکیں۔

عزیز القدر مولانا محمد نصر اللہ بھیروی نے اس موضوع پر جو بات کہی ہے وہ تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

"افق ہند پر نمودار ہونے والی باطل تحریکوں اور اسلامی عقائد ونظریات سے متصادم سازشوں کی، دربارِ حافظ ملت کے فیض یافتہ ماہر خطیبوں اور باکمال مقرروں کی ایمان افروز تقریروں سے کایا پلٹ گئی۔باطل قوتوں سے جہاں نبرد آزمائی کی ضرورت پیش آئی۔چاہے وہ جمشید پور ہو یا جھریا، اور اڑیسہ ہو یا بستی گونڈہ ہو یا بجرڈیہہ بنارس اور بھیونڈی ہر محاذ پر حافظ ملت کے تربیت یافتہ مناظر علما وخطبائے اہل سنت نے مخالفین کے چھکے چھڑا دیے۔کتنے میدانہائے مناظرہ تو ایسے

قائم ہوئے جہاں سے مخالفین کے زبردست سورماؤں نے میدان مناظرہ میں اترنے سے پہلے ہی پشت دکھا کر راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی (انوار حافظ ملت، ص ۲۸)

وہ مناظر اور مناظر ساز تھے:

حافظ ملت مناظر اور مناظر ساز تھے۔ مناظرۂ مبارک پور کے دوران یکہ وتنہا صرف اپنے طلبہ کو ساتھ لے کر حافظ ملت نے جس کمال وخوبی سے دیوبندی جماعت کے ماہر مناظرین سے ڈٹ کر مقابلہ فرمایا وہ ہندوستان میں آویزش حق و باطل کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ روزانہ طلبہ کو تیرہ، تیرہ منتہی کتابوں کا سبق دیتے تھے۔ مدرسہ کے انتظامی امور کی نگرانی اور اپنے معمولات کی تکمیل فرماتے تھے۔ دوسری طرف اس معرکہ کے لیے محض عصر ومغرب کے درمیانی وقفہ میں طلبہ سے دیوبندی مناظر کی شب گزشتہ کی تقریر کے اعتراضات سماعت فرماتے اور بروقت انہیں جوابات کے لیے کتابوں کی نشان دہی فرماتے جاتے تھے۔

وہ طلبہ خود بھی حافظ ملت کے فیض صحبت سے اتنے قابل ذہین وفطین، اور فن مناظرہ کے ماہر ہو گئے تھے کہ خصم کی تقریر سنتے ہی اہم باتوں کی تلخیص کرنے کے بعد اپنے تئیں مناسب جواب کی تیاری بھی کرتے تھے۔

مبارک پور میں حافظ ملت کے مقابلہ پر دیوبند سہارنپور، مئو، کوپاگنج اور گھوسی تک کی پوری دیوبندی علمی اور فکری مشینری لگی ہوئی تھی۔ المصباح الجدید، کی اشاعت کے بعد سب نے مل کر کسی طرح سالوں بعد ''مقامع الحدید'' کے نام سے ایک جواب نامہ شائع تو کیا۔ مگر اس کی حیثیت کیا ہے خود ان میں کے تھوڑی سوجھ بوجھ رکھنے والے بھی اسے جانتے ہیں، خصم کو عوامی سطح پر یہ پروپگنڈہ کرنے کا موقع دیے بغیر کہ ہم نے چھوٹے سے کتابچہ کا جواب ایک کتاب کی شکل میں دے دیا اس کا جواب الجواب لائیے۔

مناظر اعظم حافظ ملت علیہ الرحمہ نے صرف ایک ہفتہ کے اندر "العذاب الشدید" کا مسودہ تیار کر دیا۔ اور کتاب مکمل کر کے اپنے شاگرد مولانا محبوب احمد اشرفی نوادوی (علیہ الرحمہ) کے نام سے شائع کیا دنیا آنکھ کھول کر دیکھے کہ نصف صدی گزرنے والی ہے۔ دیوبندی لابی کے پاس آج تک اس کتاب کا جواب نہیں ہے۔ آقائے نعمت فرمایا کرتے تھے۔ اس کا نام ہے: "العذاب الشدید" "اللہ کے عذاب کا بھلا کیا جواب ہوسکتا ہے"۔

☆☆☆



نواں باب

حافظ ملت بحیثیت خطیب

نطق کی ضرب سے احساس کے چشمے پھوٹے
ذہن و افکار کو سیرابی نصیب ہوتی گئی
حسن گفتار نے تیرے، وہ جگایا جادو
قوم برگشتہ تھی ، منزل سے قریب ہوتی گئی

(بدر)

حافظ ملت بحیثیت مقرر

تقریر وخطابت ایک عظیم فن ہے۔ دنیا میں اس فن کے بہت سے فنکار گزرے ہیں۔تقریر اور خطاب کی تاثیر سے تاریخ انسانی پُر ہے۔تقریروں نے حکومتوں کی تعمیر اور ملتوں کے عروج وزوال میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، یہ وہ وصف عظیم ہے جس سے حضرات انبیا ورسل علیہم السلام کو نوازا گیا۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا اصل میدان عمل تو تدریس تھا۔مگر پروردگار عالم نے انھیں تقریر وخطابت کے جوہر سے بھی نوازا تھا آپ طالب علمی کے زمانے میں ہی بہترین تقریریں فرمانے لگے تھے۔کسی بھی بروقت موضوع پر ایک گھنٹہ پرمغز خطاب کرنے میں آپ کو کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی، آپ چوں کہ علم کو عمل کے ساتھ لے کر چلنے کے عادی تھے اس لیے آپ کی تقریروں میں تاثیر وتاثر کا ایک انوکھا پن پایا جاتا تھا۔ جو عام مقررین سے جدا تھا۔

اس کا انداز نظر اپنے زمانے سے جدا
اس کے احوال سے محرم نہیں پیران طریق

آپ کی تقریر ہوتی تو سامعین پر نئے نئے افق روشن ہوتے چلے جاتے۔معانی وافکار کے نورانی قافلے اترتے اور سننے والے سادگی بیان، اور باریک سے باریک مسائل کی آسان ترین تفہیم پر دنگ رہ جاتے جس کا اعتراف اکابر علما، مشائخ، مفکرین اور دانشوروں نے اپنے اپنے مقام پر کیا ہے۔

احسن العلما مولانا سید شاہ حسن میاں سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ فرماتے ہیں:

''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کی کانپور کانفرنس منعقدہ نومبر ۱۹۶۳ء میں پہلی بار اور یوم شہید اعظم ۱۹۷۱ء ممبئی میں دوسری بار ان کا مبارک بیان سننے کا موقع ملا۔آخری بیان میں نے یہ سنا کہ دارالعلوم برکاتیہ مگہر ضلع بستی کے سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد کے موقع پر اپریل ۱۹۷۶ء میں فرمایا تھا۔

ان تمام مواعظ حسنہ میں علم وحکمت کے موتی پروئے تھے۔ انداز گفتگو میں نوجوانوں کی سی گھن گرج تھی جو بات منہ سے نکلتی ایک میخ سی گڑ جاتی۔علم وحکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جس کی ضیا باری سے اقطار ہند وبیرون ہند منور، جس کی شعاعیں دور دور تک بکھری ہوئی ہیں''۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

صدرالشریعہ حضرت علامہ محمد امجد علی (خلیفہ امام احمد رضا قدست اسرارہما) کے بارے میں محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ ان کی ایک تقریر میں مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (والد گرامی مولانا شاہ احمد النورانی) کی دو تقریریں بنتی ہیں اور ان کی ایک تقریر میں میری تین تقریریں بنتی ہیں۔گویا حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی تقریریں نہایت جامع ہوا کرتی تھیں، یہی حال حافظ ملت علیہ الرحمہ کا تھا، ان کی تقریریں بھی علم وشعور سے لبریز ہوتی تھیں، معانی ونکات کی بھرمار ہوتی تھی۔

سہولت پسند مقررین حافظ ملت کی ایک تقریر سن کر تین تین تقریریں بنالیا کرتے تھے۔آپ نے محض تقریر کے

لیے شاید کبھی مخصوص مطالعہ نہ کیا ہو۔ تفسیر وحدیث، اصول وادب، عقائد وتصوف کی جن کتابوں کا درس شب وروز آپ کا مشغلہ تھا۔ ماحول، ضرورت اور ظرف کا خیال فرماتے ہوئے ان ہی میں سے تقریر فرمایا کرتے تھے۔

رفیق محترم مولانا محمد لیٰسین اختر مصباحی حضرت کی تقریری خصوصیات پر رقم طراز ہیں:

''آپ کی تقریر مسجع مقفیٰ عبارتوں اور پیشہ ور مقررین کے قصے کہانیوں، لچھے دار باتوں اور بے سر وپا نکتوں سے یکسر خالی ہوتی، سیدھے سادے انداز میں ترغیب وتشویق اور ترہیب وتخویف فرماتے، پر حکمت باتیں اور عالمانہ نکات ہوتے، نہ غیر متعلق باتیں ہوتیں، نہ وقت گزاری کے حیلے۔ نام ونمود تحسین وآفریں کے جذبہ سے خالی ہو کر پوری تقریر قرآن وحدیث واقوال سلف صالحین کی روشنی میں ہوتی اخلاص و دردمندی کا اظہار ایک ایک جملہ سے ہوتا جس کا اثر یہ ہوتا کہ بہت سی زندگیوں کے دھارے بدل جاتے، دلوں کا عالم زیر وزبر ہونے لگتا۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر، ص ۴۰۰)

اقبال سہیل کا اعتراف:

حافظ ملت کی تقریروں میں کمال تفہیم، عام فہم استدلال، اور تردید باطل کا انداز نہایت لطیف پایا جاتا تھا۔ جناب اقبال سہیل اعظمی مدرسہ شبلی کے مشہور رکن، قادر الکلام شاعر اور ادیب ہیں انھوں نے دیوگانوی میں حافظ ملت کی متعدد تقریریں سماعت کیں۔ دیوگانوی میں حافظ ملت متواتر ۲۲ رسال تک عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجلاس میں، جناب منشی منیر دیوگانوی (والد گرامی مولانا محمد نعمان دیوگانوی مصباحی) کی دعوت پر تشریف لے جاتے رہے، جناب منیر دیوگانوی صاحب کے بیان کے مطابق ۲۲ رسال متواتر حافظ ملت ایک ہی آیت پر تقریر فرماتے رہے۔ جناب منیر دیوگانوی خود بھی بہترین شاعر، کلام شناس، اور ادب نواز تھے۔ شاعری میں وہ جناب اقبال سہیل اعظمی سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔ حافظ ملت کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب اقبال سہیل کہتے ہیں: ''میں نے ایسا عالم نہیں دیکھا، اسلوب بیان ایسا نظیف ہے کہ مخالفین کا رد بھی کرتے ہیں۔ اپنے مذہب ومسلک کا ثبوت بھی دیتے ہیں۔ مگر کچھ اس انداز سے کہ انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں چھوڑتے''۔

لکھنؤ کا ایک جلسہ اور حافظ ملت:

انداز موعظت میں حافظ ملت قرآن کے ارشاد گرامی

"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ"

(اپنے رب کی طرف حکمت اور اچھی نصیحتوں سے دعوت دو) پر عامل تھے۔

لکھنؤ میں شیر بیشۂ اہل سنت علیہ الرحمہ کے زیر اہتمام ایک جلسہ ہوا جس کی صدارت حضور مفتی اعظم ہند قبلہ نے کی، ملک العلما مولانا ظفر الدین صاحب علیہ الرحمہ کے علاوہ اور بہت سے مقررین بھی تھے، حافظ ملت چوں کہ دعوت منظور فرما چکے تھے، اس لیے وہ بھی پہنچ گئے اگر چہ علالت کے باعث تقریر کرنے کے لائق نہ تھے، حضرت شیر بیشۂ سنت

مولانا حشمت علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ملت کی تقریر کا بھی اعلان کر دیا۔
اور تکفیر وہابیہ نیز اعلیٰ حضرت کے فضائل ومناقب کا عنوان بھی دے ڈالا نیز حافظ ملت نے تقریر کا آغاز ان لفظوں سے کیا:

''اعلیٰ حضرت ایک طبیب روحانی ہیں جس طرح کسی جسمانی طبیب کے روبرو اگر کوئی دق کا مریض پہنچ جائے اور وہ طبیب اس کے مرض کے تعین کے بعد نسخہ بھی تجویز کر دے اور بتا دے کہ میاں تمھارا مرض بہت مہلک ہے ابھی چوں کہ ابتدائی منزل میں ہے، اگر تم نے یہ نسخہ استعمال کر لیا تو مرض کے دور رس نقصانات سے محفوظ ہو جاؤ گے، ورنہ یہ مرض تمھاری زندگی کا دشمن ثابت ہوگا، مخلص طبیب کا مشورہ سن کر ہوش مند مریض نسخہ کا استعمال شروع کر دے گا اور نہایت نادان ہے وہ شخص، جو الٹا طبیب کا دشمن ہو جائے، بجنسہ یہی مثال اعلیٰ حضرت کی ہے جنھوں نے روحانی مریضوں کو توبہ کا نسخہ بتایا مگر نہایت نادان تھے وہ مریض جو اپنے سچے مخلص کے نسخہ پر عمل کرنے کے بجائے اس کے مخالف بن گئے۔

حافظ ملت نے جس سنجیدگی اور متانت سے اعلیٰ حضرت اور علمائے حق کی عالمانہ اور قائدانہ ذمہ داریوں کو سمجھایا اس سے سامعین بے حد متاثر ہوئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ حافظ ملت کی دور اندیشی اور حکیمانہ ذہنیت کے قائل بھی ہوئے۔

ڈاکٹر محمد عرفان کا تبصرہ:

جناب ڈاکٹر محمد عرفان صدر شعبہ اردو شبلی کالج اعظم گڑھ، حافظ ملت کی تقریر پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں:
''میرا مولانا سے کوئی خاص قریبی تعلق تو نہیں رہا لیکن میں نے اکثر ان کو دینی جلسوں میں تقریر کرتے ہوئے دیکھا اور کبھی مختصر ملاقات بھی ہوئی۔ جب میں نے پہلی بار ان کو دیکھا تو وہ جامع مسجد اعظم گڑھ میں تقریر کر رہے تھے، تقریر کرنے میں تمہید اٹھانے یا کسی نہ کسی معذوری کے بیان کرنے میں مطلق وقت نہ صرف کرتے جیسا کہ عام طور پر پیشہ ور مقرروں کا دستور ہے، کچھ گلے اور سینے کی تکلیف، کچھ سفر کی صعوبت، کچھ ملک وملت کی ابتری یا اپنی نا اہلی کا تذکرہ کیا، اس کے بعد تقریر شروع کی، مولانا کبھی اس طرح کی بات نہ کرتے، اپنی جگہ سے اٹھتے تقریر کرنے کی جگہ پر آکر کھڑے ہوتے السلام علیکم کہتے۔

بسم اللہ پڑھتے، کلام پاک کی کوئی آیت نہایت سادگی اور احترام سے تلاوت فرماتے اور تقریر شروع کر دیتے، آواز میں اتار چڑھاؤ نہ ہوتا، چہرے پر جذبات کی دھوپ چھاؤں نہ طاری ہونے دیتے۔ ہاتھ پاؤں نہ پٹکتے نہ پھینکتے، کوئی بلند یا بلیغ فقرہ کہہ کر، اس کے متوقع نہ رہتے کہ حاضرین سے شور تحسین اٹھے جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں، باتیں بڑی واضح کہتے الفاظ وعبارت کی دھوم دھام نہ ہوتی، البتہ کبھی کبھی ایک آدھ فقرے بڑے ذو معنی کہہ جاتے، اس کے پیچھے کوئی مقصد ہوتا جس بات کو اجاگر کرنا چاہتے تھے یا اجاگر کو چھپا کر کہنا چاہتے تھے وہاں اس طرح کی مناسبات لفظی سے کام لیتے تھے، تقریر کرنے میں کہیں اٹکتے نہ تھے، اچھے سے اچھے مقرر بھی کبھی کبھی جملہ میں مبتدا اور خبر کو مربوط نہیں کر پاتے۔ لیکن مولانا کی تقریروں میں کبھی کوئی ایسا موقع نہیں آتا، ایسا معلوم ہوتا جیسے پوری تقریر قلم بند ہو جسے اطمینان واعتماد سے دہراتے جا رہے ہوں، کوئی کہہ نہیں سکتا کہ ان کی تقریر کب ختم ہوگی۔ کسی قدر لمبی تقریر کرتے تھے، تقریر کے کچھ ایسے ماہر

بھی نہ تھے، لیکن تعجب یہ ہے کہ ان کی تقریر سے دل اکتا تا نہ تھا، ہر مجمع میں لوگ بڑے سکون سے ان کی تقریر سنتے تھے، وہ تقریر کے فسوں سے بے نیاز تھے، لیکن ان کی باتوں میں اثر ہوتا تھا۔ اور ذہن کے کسی نہ کسی حصہ میں اتر جاتی تھیں، ان کی تقریروں میں بڑا خلوص بڑا وزن اور بڑی سادگی ہوتی تھی کہ سننے والے کو اس پر اعتماد ہوتا کہ مولانا کوئی ایسی بات نہ کہیں گے جس کے ثبوت میں قوی سے قوی سند نہ پیش کر سکتے، یوں مولانا سے اختلاف کرنا بڑا مشکل، تھا ذاتی معاملہ ہو یا اجتماعی یا علمی وہ بڑی جچی تلی اور شریفانہ رائے دیتے تھے، مذہب کی بات ہو یا علمی مسئلہ ہو یا کوئی اور بحث ہو مولانا بڑی سنجیدگی سے اظہار خیال کرتے تھے اور دوسروں کا نقطۂ نظر سننے میں بڑے تحمل سے کام لیتے تھے، بحث میں وہ کبھی جز بز نہ ہوتے تھے، بلند آواز سے گفتگو نہ کرتے، کسی کی بات نہیں کاٹتے تھے، کبھی کوئی دل آزاری کی بات نہ کہتے تھے، ان کے رکھ رکھاؤ میں ذرا فرق نہ آتا تھا، خواہ بحث کتنا ہی طول کھینچ جائے''۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۹۸،۹۹)

انتہائے کمال انسانی اور ابتدائے مقام رسول:

شہر ناگپور کو بھی یہ شرف نصیب ہوا کہ حافظ ملت نے کچھ روز تک وہاں بھی اپنی بساط تدریس بچھائی اور قیام ناگپور کے مختصر عرصہ میں عمائدین شہر، دانشوروں مفکروں اور تعلیم یافتہ طبقوں میں آپ کی مقبولیت عام ہوگئی، یہ ۱۳۶۱ھ کی بات ہے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر اہل شہر نے ناگپور کے ایک کالج میں جلسہ رکھا جس میں حافظ ملت کو دعوت خطاب دی۔ مغربی تعلیم یافتہ اساتذہ وطلبہ، وکلا، بیرسٹرس، ڈاکٹرز اور پروفیسرز بھی موجود تھے، آگے کا واقعہ محب گرامی مولانا محمد نصیر الدین صاحب استاذ الجامعۃ الاشرفیہ سے سماعت فرمائیں:

وہ وقت بڑی آزمائش کا ہوتا ہے جب مختلف ماہرین فن کے سامنے اپنے فکری شہ پاروں کو پیش کرنا ہوتا ہے مگر حضور استاذ العلما اتنے بلند پایہ عالم اور خطیب تھے کہ کسی موقع پر بھی کسی قسم کی مرعوبیت کے شکار نہیں ہوتے تھے۔

آپ نے آغاز خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

حضرات! جب امام انبیا سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے تو صحن عالم میں ان کا پہلا قدم انسانیت کی معراج کمال پر تھا، اس لیے کہ عقل انسانی کے چار مراتب ہیں:

(۱) عقل ہیولانی (۲) عقل بالملکہ (۳) عقل بالفعل (۴) عقل مستفاد

جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس وقت اس کی عقل کو ''عقل ہیولانی'' کہتے ہیں، عقل اس منزل میں علم وادراک سے یک لخت خالی ہوتی ہے اور جب کچھ بڑا ہو کر شعور کی آنکھیں کھولتا ہے اور بدیہی اشیا کا علم حاصل کر لیتا ہے تو اس وقت اس کی عقل کو ''عقل بالملکہ'' کہتے ہیں، اس منزل میں عقل کے اندر اکتساب نظریات کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور جب انسان ایک طویل زمانہ تک تجربات اور مشاہدات میں زندگی گزارتا ہے اور نظریات کا علم حاصل کر لیتا ہے تو اس وقت اس کی عقل کو ''عقل بالفعل'' کہتے ہیں، اس منزل میں عقل کے خزانے میں بے شمار نظریات اکٹھے ہو جاتے ہیں اور جب انسان کے نزدیک بدیہیات اور نظریات واضح اور روشن ہو کر موجود رہتے ہیں تو اس وقت اس کی عقل کو ''عقل مطلق یا عقل مستفاد'' کہتے ہیں۔ جب انسان عقل کا یہ آخری درجہ حاصل کر لیتا ہے تو کامل کہلاتا ہے اور حق اللہ وحق العبد کی صحیح معرفت کو

پہنچتا ہے پھر اگر توفیق الٰہی شامل حال ہو تو ان حقوق کو بحسن وخوبی ادا کر پاتا ہے مگر محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس خاک دان عالم میں جلوہ افروز ہوتے ہی اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوگئے اور بخشش امت کی دعائیں کرنے لگے، اس وقت سر اقدس سجدہ میں تھا اور زبان مبارک پر "رَبِّ هَبْ لِيْ اُمَّتِيْ رَبِّ هَبْ لِيْ اُمَّتِيْ" کے پاکیزہ کلمات تھے۔

سر سجدۂ معبود میں رکھ کر یہ شہہ نے عرض کی
یا رب ہب لی امتی یارب ہب لی امتی

اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونا ادائیگی حق اللہ کی روشن دلیل ہے اور بخشش امت کی درخواست پیش کرنا ادائیگی حق العبد کی ناقابل انکار حجت ہے اور حقوق کی ادائیگی ان کے علم کے بغیر ممکن نہیں ہے، لہٰذا ثابت ہو جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحن عالم میں جلوہ افروز ہونے کے وقت ہی وہ تمام مراتب علیٰ وجہ الکمال حاصل ہو چکے تھے جو انسانیت کے کمال کے لیے ضروری ہیں، اسی لیے کہتا ہوں کہ حضور کا فرش گیتی پر پہلا قدم انسانیت کی معراج کمال پر تھا۔ مجمع پر مکمل سکوت طاری تھا، کبھی کبھی دیوانگان عشق جھومنے لگتے تھے اور اہل دانش وبینش حیرت سے منہ تک رہے تھے۔

اس جان دار تمہید کے بعد دو گھنٹہ تک سحاب علم وفضل ٹوٹ ٹوٹ کر برستا رہا اور حاضرین باران عشق وعرفان میں شرابور ہوتے رہے، جب لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے تو راستے بھر چرچا کرتے رہے کہ، حضرت مولانا بڑے فلسفی معلوم ہوتے ہیں پھر نہ پوچھئے صبح کو پورے شہر میں تقریر کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ (حافظ ملت نمبر، ص ۴۵۳)

انگریزی تعلیم یافتہ ماڈرن لوگوں پر حضرت کی تقریر کا خاص اثر ہوا۔

نئی روشنی اور پرانے خیالات:

اس کے بعد ناگپور شہر کے قلب میں ایک عظیم الشان جلسۂ سیرت کا پروگرام ہوا جس میں بحیثیت مقرر کچھ پروفیسر اور جدید تعلیم یافتہ حضرات مدعو تھے چوں کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی پہلی تقریر سے تعلیم یافتہ طبقہ بے حد متاثر تھا، اس لیے حضرت کو بھی دعوت دی گئی تھی، ایک وسیع میدان میں بہت ہی روح پرور اجتماع ہوا، ایک فاضل مقرر نے دوران تقریر یہ کہہ دیا کہ جب نئی روشنی اور پرانے خیالات کے افراد مجتمع ہوتے ہیں تو اظہار مافی الضمیر میں بڑی دشواری ہوتی ہے، حضرت کی تقریر سب سے آخر میں رکھی گئی تھی، پورا مجمع تقریر کے لیے محو انتظار تھا، حضرت نے خطبہ کے بعد آیت کریمہ "قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ" تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میری تقریر کا عنوان "نئی روشنی اور پرانے خیالات" ہے یہ سنتے ہی سامعین چونک پڑے پھر ارشاد فرمایا: اس زمانہ میں جسے پرانا خیال سمجھا جاتا ہے، وہ درحقیقت نور ہی نور، روشنی ہی روشنی ہے اور جسے نئی روشنی کہا جاتا ہے، وہ در اصل تاریکی ہی تاریکی، اندھیرا ہی اندھیرا بلکہ پرانا اندھیر ہے، اس لیے کہ کلام کی حیثیت متکلم سے قائم ہوتی ہے جس پر کلام الامام امام الکلام کا محاورہ شاہد عدل ہے، اللہ تعالیٰ قدیم ہے، ازلی ہے، اس کی شان اَلْآنَ كَمَا كَانَ ہے، اس لیے اس کا کلام محکم نظام بھی قدیم ہے، ازلی

ہے، اُس پر مرورِ زمانہ کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔ اس کی نورانیت کبھی بھی مدھم نہیں ہوسکتی، وہ کبھی پرانا نہیں ہوسکتا ہے۔ اس کی بھی شان اَلآنَ کَمَا کَانَ ہے۔

اُس کے برخلاف مخلوقات میں کتنے ہی بڑے دانشور اور محقق زمانہ کا قول ونظریہ کیوں نہ ہو مرورِ زمانہ سے متاثر ہوتا ہے، حوادثات کا شکار ہوتا ہے اور اس میں ترمیم وتنسیخ کی پوری صلاحیت ہوتی ہے، وہ اپنے کو ضعیف، پرانا ہونے سے بچا نہیں سکتا ہے کیوں کہ اس کا قائل حادث ہے، محدود نظر اور محدود عقل رکھتا ہے، لہٰذا مذہب کے لافانی اور زندۂ جاوید حقائق کو پرانا خیال کہنا کسی طرح بھی میزانِ عقل میں درست نہیں ہے، اس مضمون کو شرح وبسط کے ساتھ دلائل وبراہین سے مزین کر کے اس طرح علم وحکمت کے لعل وگوہر لٹائے کہ تمام دانشورانِ شہر انگشت بدنداں تھے۔

اب حضرت استاذ العلما کی جلالتِ شان اور شوکتِ علم کا پرچم پورے شہر پر لہرا رہا تھا۔ علم ودانش کے بڑے بڑے کج کلاہوں نے ان کی خداداد عظمت کے سامنے اپنی کلاہ سروری رکھ دی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ ایک روز شہر کے عظیم دانشور بیرسٹر محمد شریف صاحب خدمتِ عالی میں تشریف لائے اور بکمال ادب عرض کیا "حضور مجھے تفسیر پڑھا دیں" (بہ روایت مولانا نصیر الدین صاحب پلاموی)

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۴۵۴)

مسجد میں کرسی پر اعتراض کا جواب:

شہر گورکھپور میں سہ روزہ جلسہ کا اہتمام ہوا۔ جس میں قاضی احسان الحق صاحب بہرائچی علیہ الرحمہ، شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ، طوطی ہندوستان صوفی رجب علی نانپاروی صاحب قبلہ وغیرہم علما تقریر کے لیے مدعو تھے، درمیان میں جمعہ پڑا علمائے کرام نماز جمعہ کے لیے جامع مسجد تشریف لے گئے تو بعض معززین شہر نے یہاں بھی تقریر کی خواہش ظاہر کی نماز ختم ہونے پر مولانا عبد المصطفیٰ صاحب اعظمی نے کرسی پر بیٹھ کر تقریر کی، کچھ شرپسند لوگ جنھیں مسلک اہل سنت اور اس شان دار اجلاس اور جلیل القدر علما سے جلن تھی شہر میں یہ ہوا باندھی کہ اعظمی صاحب نے کرسی پر بیٹھ کر مسجد کی توہین کر دی، خدا کے گھر میں جہاں لوگوں کی پیشانیاں سجدہ ریز ہوتی ہیں، کرسی بچھا کر بیٹھے، الغرض شام ہوتے ہوتے پورا شہر اس غلط پروپیگنڈے کی زد میں آ گیا، آخری روز کا اجلاس ہوا، علمائے کرام نے تقریریں کیں اور مابہ النزاع مسئلہ پر روشنی ڈالی مگر عوام الناس پورے طور پر مطمئن نہ ہوسکے۔

زعمائے شہر بالخصوص رئیس اعظم سید ساجد علی اور جناب نسیم احمد صاحب ایڈوکیٹ بھی متردد تھے، آخری تقریر حضرت حافظ ملت کی تھی، تمام علما اور منتظمین اجلاس نے حضرت سے جواب کی درخواست کی۔

حافظ ملت کی تقریر شروع ہوئی، آپ نے فرمایا: میں کل کے شبہہ کا جواب دینا چاہتا ہوں لیکن اس جواب کا انحصار چند سوالوں پر ہے جس کا جواب آپ لوگوں کو دینا ہوگا۔ پہلے یہ بتائیے کہ کرسی اعظمی صاحب کے لیے لگی تھی یا ان کی تقریر کے لیے مجمع خاموش رہا آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں کرسی اعظمی صاحب کے لیے نہیں، ان کی تقریر کے لیے لائی گئی تھی کیوں کہ اگر ان کے لیے آتی تو جب وہ مسجد میں آئے، اسی وقت آتی یا نماز پڑھ رہے تھے اس وقت

لائی جاتی تسبیح پڑھ رہے تھے اس وقت موجود کی جاتی مگر ایسا نہیں ہوا کرسی اس وقت لاکر لگائی جب تقریر کرنی ہوئی اور سن لو خدا ورسول کے لیے مسجد میں کرسی پر بیٹھنا جائز ہے حدیثوں سے ثابت ہے کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسجد نبوی میں کرسی بچھائی گئی۔

"قال أبورفاعة انتهيت الى النبى صلى الله عليه وسلم وهو يخطب قال فقلت يا رسول الله رجل غريب جاء يسأل عن دينه لا يدرى مادينه قال فاقبل علىّ رسول الله صلى الله عليه وسلم وترك خطبته حتى انتهىٰ الى فاتى بكرسى حسبت قوائمه حديدا قال فقعد عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وجعل يعلمنى مما علمه الله ثم أتى خطبته فاتم اٰخرها" (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۸۷)

''ظاہر بات ہے یہ کرسی مسجد ہی میں تھی نہ کہ حضور کے گھر میں''

نسیم احمد صاحب وغیرہ یہ محکم دلیل سن کر چیخ اٹھے۔ سبحان اللہ۔ یہ ہے شان علم۔ حافظ ملت کوئی بات بلا دلیل نہیں فرماتے تھے، ان کے ہر فقرہ کے پیچھے قرآن وحدیث یا اقوال واعمال سلف صالحین کی سند ہوتی، کسی کٹھن وقت جب لوگوں پر سوال جواب کی ایسی منزل آتی تو حضرت کے خداداد حافظے اور استحضار علمی کا دریا موجزن ہوجاتا۔

حضور حلال وحرام کرنے والے ہیں:

سنی بڑی مسجد مدنپورہ ممبئی میں علماے کرام کے مجمع میں کسی نے آکر یہ بتایا کہ ایک بد مذہب واعظ نے یہ بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف رسول تھے یعنی محض اس لیے بھیجے گئے تھے کہ اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچادیں، ان کو کسی چیز کے حلال وحرام کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ دلیل میں اس نے یہ کہا کہ حضور نے بعض ازواج کی وجہ سے اپنے اوپر شہد حرام فرمالیا تھا جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ "يَـٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ" (التحریم آیت نمبر ۱)

اس پر حافظ ملت نے برجستہ فرمایا، اس گستاخ کو آگے نظر نہیں آیا، ''تَبْتَغِىْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ'' یعنی آپ کو ہر موقع پر اللہ کی رضا مدنظر رکھنی چاہیے، ازواج کو خوش کرنے کے لیے اللہ کی حلال کی ہوئی ایسی مفید چیز کو اپنے اوپر کیوں

---

(۱) علامہ ابن حیان اندلسی تفسیر ''البحر المحیط'' میں فرماتے ہیں کہ یا ایها النبى، ندائے تشریف واقبال ہے اور لم تحرم، سوال تلطف یعنی اے پیارے حبیب! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ شان نزول میں دو واقعات بیان ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ حضور انور بعد عصر امہات المؤمنین کے حجروں میں جاتے تھے۔ ایک روز حضرت زینب نے خدمت اقدس میں شہد پیش کیا جو حضور کو بے حد پسند تھا، اس کے باعث وہاں معمول سے زیادہ وقت صرف ہوا۔ محبت جتنی زیادہ ہو رقابت بھی اتنی ہی ہوتی ہے۔ امہات المومنین میں سے جس کے حصہ کا یہ وقت کم ہوا۔ ان میں سے حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما نے طے کیا کہ حضور ہمارے یہاں تشریف لائیں تو ہم کہیں گی کہ حضور کے دہن مبارک سے مغافیر کی بساند آرہی ہے ''حضور نفاست طبعی کے باعث بدبو کو ناگوار سمجھتے تھے۔ انھوں نے جب ایسے کہا تو حضور نے ارشاد فرمایا: میں نے مغافیر تو نہیں کھائی، میں نے تو شہد استعمال کی ہے۔ اس کے بعد میں شہد نہیں پیوں گا۔ تم کسی سے نہ کہنا۔

دوسری روایت یہ کہ ام المومنین حفصہ اپنی باری کے روز حضور سے اجازت لے کر اپنے والد سے ملنے گئیں۔ حضور ان ہی کے حجرے میں تھے کہ حضرت ماریہ وہاں آگئیں اور حضور کی خدمت میں رہیں۔ اتنے میں حضرت حفصہ لوٹ آئیں۔ دروازہ بند تھا۔ انھیں یہ ناگوار ہوا۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے حقیر سمجھتے

حرام فرمایا، اگر حضور کو اختیار تحلیل وتحریم نہ ہوتا تو یہ فرمایا جاتا کہ تم نے اسے کیوں حرام فرمایا، تمھیں کیا اختیار ہے۔ اور کسی حلال شی کو اپنے اوپر حرام قرار دینا تو ایک یمین (قسم) ہے نہ کہ حلت وحرمت کے احکام کی تبدیلی۔(۱)

آیت کی مصداق محافل:

میلاد النبی کے ایک اجلاس میں جب کہ نشست گاہ سامعین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ حافظ ملت کو اسٹیج پر تقریر کی دعوت دی گئی، آپ نے اپنا موضوع اس آیت کریمہ کو بنایا۔

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَاقِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا" (المجادلۃ آیت ۱۱)

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو، تو جگہ دو، اللہ تمھیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو۔

اور فرمایا کہ اس آیت کریمہ کا مصداق محافل میلاد شریف اور دینی جلسے ہیں، انھی مجالس میں لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو لوگ پہلے سے موجود ہیں، وہ آگے کھسک کر بیٹھیں، اور بعد میں آنے والوں کو جگہ دیں اور اس پر اللہ کا وعدہ کہ اگر تم نے بعد والوں کو جگہ دی تو اللہ تعالیٰ تم کو جگہ دے گا۔ اور انھی محافل میں سلام پڑھنے کے لیے کھڑے ہونے کو کہا جاتا ہے۔ (معارف حافظ ملت ص ۲۹)

حافظ ملت کی تقاریر میں مناسب حال بیان ہوتا، آپ کے متعدد اوصاف کی طرح تقریر بھی نہایت جامع مانع ہوتی۔

علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری لکھتے ہیں:

''حافظ ملت بے شمار اوصاف کمال تھے اور ہر وصف میں آپ کی جامعیت محسوس کی جاتی تھی، آپ بہت ہی نکتہ رس طبیعت کے مالک تھے۔ بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ آپ کی گفتگو ہر قسم کی خامی سے پاک ہوتی۔ ہر جملہ علم وحکمت کا سر چشمہ ہوتا اور الفاظ بہت نپے تلے ہوتے۔ (المصباح ص ۱۴)

رفیق محترم مولانا یٰسین اختر مصباحی فرماتے ہیں:

مجلس کی گفتگو بڑی شگفتہ، اور بعض اوقات ظریفانہ مگر سنجیدہ باوقار ہوتی۔ آپ کے حکیمانہ نکتے مصباحی علما میں

ہیں، اس لیے میرے حجرے میں حضرت ماریہ کو شرف خدمت بخشا۔ حضور نے ان کی آزردگی دیکھ کر قسم کھالی کہ آئندہ حضرت ماریہ سے ازدواجی تعلق نہیں رکھوں گا۔ اور حضرت حفصہ سے فرمایا کہ یہ بات کسی سے نہ کہنا۔

توضیحاً عرض ہے کہ سورۂ تحریم کی ابتدائی آیات میں رب کائنات کی اپنے حبیب پاک سے غایت محبت کا ثبوت ملتا ہے، حضور کا ایک حلال شی کو ازواج مطہرات کی رعایت میں خود پر پابندی لگانے کی قسم کھانا، اور خود کو تکلیف میں ڈالنا۔ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوا اور اگر وہ پابندی برقرار رہتی تو حضور کو تکلیف ہوتی۔ اس کے علاوہ افراد امت اسے حضور کی سنت سمجھ لیتے اور خود پر ناروا پابندیاں لگانا مسنون خیال کرتے اور اسلامی معاشرہ خود ساختہ پابندیوں کا شکار ہوجاتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک اور ان کی امت سے چوں کہ غایت درجہ محبت فرماتا ہے اس لیے اس نے کفارہ ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ اس آیت کا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریعی اختیارات کی نفی کی دلیل بنانا منکرین شان رسول کے بغض کی دلیل ہے بلکہ اس سے تو سرکار دوعالم ﷺ کے خداداد اختیار کا کھلا ثبوت ملتا ہے، (بدر غفرلہ)

کافی مشہور ہیں۔ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُولِهِمْ کے مطابق ہی حاضرین سے خطاب فرماتے۔
(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۳۹۸)

سرکار کی عظمت بشریت:

محب محترم مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری بیان کرتے ہیں:

معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک محفل میں تقریر کرتے ہوئے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا؛ حضرت جبرئیل علیہ السلام آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں رب کا حکم لے کر حاضر ہوئے، آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محو خواب پایا۔ بیدار کرنا خلافِ ادب تھا، ایک طرف حکم رب العالمین اور دوسری طرف آقا کا خواب ہے۔ جبرئیل امین اپنی کافوری پیشانی آقائے کریم کے تلوۂ پاک سے ملنے لگے کہ ٹھنڈک کے اثر کا احساس فرما کر بیدار ہوں تو رب کا حکم بارگاہ میں عرض کیا جائے۔ آقا بیدار ہوئے جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا رب کا حکم لے کر آیا ہوں، رب کی بارگاہ میں بلاوا ہے، اس کے بعد بیان فرمایا جسم کا ادنیٰ درجہ پیر کا تلوہ ہے اور جسم میں سب سے بلند حصہ پیشانی ہے۔ جبرئیل امین نے ملکوتی پیشانی تلوۂ رسول سے مس کر کے یہ ثابت کر دیا کہ مقام ملکوتیت کی جہاں انتہا ہے وہاں سے رسول کی بشریت کا مقام شروع ہوتا ہے، رسول پاک بشر ہیں۔ مگر ایسے بشر کہ ان کی بشریت کی ابتدا وہاں سے ہے جہاں مقام ملکوتیت کی انتہا ہے پھر کون ہے رسول کی بشریت سے مقابلہ کرنے والا؟ (معارف حافظ ملت ص ۴۴،۴۳)

سورہ لہب اور تعریف رسول:

ایک بار مبارکپور محلہ حیدرآباد میں دیوبندیوں کا جلسہ ہوا، اس میں ان کے ایک مقرر نے سورۂ لہب تلاوت کر کے اس پر تقریر کی جس میں اس نے کہا کہ پورا قرآن حضور کی تعریف سے پُر ہے، یہ بات غلط ہے۔ بھلا بتاؤ اس سورہ میں کہاں حضور کا نام ہے۔ اور اس میں حضور کی کون سی تعریف ہے۔ الغرض مقرر مذکور کی زبان سے نہ احترام رسول باقی رہا اور نہ شان صحابہ، مسلمانان اہل سنت کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ انھوں نے اسی مقام پر دوسرے دن اپنا جلسہ رکھا اور حافظ ملت کی تقریر ہوئی۔ مولانا عزیزی لکھتے ہیں!

’’حافظ ملت نے بھرے مجمع میں دیوبندیوں اور وہابیوں کو چیلنج کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ پورے مجمع سے کوئی بھی وہابی دیوبندی کھڑا ہو اور قرآن کی کسی آیت کی تلاوت کر دے جس میں اس کو میرے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین نظر آتی ہو۔

عبدالعزیز اسی آیت کی روشنی میں دو گھنٹہ آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف بیان کرے گا، کئی بار اعلان فرمایا۔ مگر پورے مجمع سے کوئی کھڑا نہ ہوا۔ انتظار کے بعد جب کوئی کھڑا نہ ہوا تو خطبہ مسنونہ کے بعد سورۂ لہب کی تلاوت فرما کر (گذشتہ رات جس کی تلاوت کر کے تقریر میں یہ کہا گیا تھا دیکھو اس پوری سورت میں رسول اللہ کا نام اور ذکر بھی نہیں ہے پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ پورا قرآن رسول اللہ کی تعریف وتوصیف میں ہے) تقریر کا آغاز اس طرح کیا:

عرب کا طریقہ تھا کہ قوم کو جب کسی اہم بات سے آگاہ کرنا ہوتا تو کسی اونچی جگہ کھڑے ہو کر یا صباحاہ کہہ کر پکارتے، آواز سنتے ہی پورے قبیلے کے لوگ جمع ہو جاتے۔ جب اعلان نبوت کا وقت آیا یہ بڑی اہم بات تھی۔ اس لیے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفا کی پہاڑی پر تشریف لے گئے اور عرب والوں کے طریقہ پر یا صباحاہ کہہ کر قوم کو پکارا پوری قوم جمع ہوگئی، اب ارشاد فرمایا: اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک مسلح لشکر کھڑا ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم تسلیم کرو گے، سب نے بیک زبان کہا ،اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تم صادق ہو، امین ہو، کبھی تم کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا گیا۔ اس لیے ہم سب تمہاری باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ اب اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تم کو ایسے عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمھارے سامنے آنے والا ہے۔ جان لو، اس عذاب سے نجات صرف ایک خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے میں ہے۔ جس نے تم کو اور ساری کائنات کو پیدا فرمایا ہے، عبادت کے لائق صرف وہی ہے۔ مخلوقات میں کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔

قریش کے سرداروں نے اپنے آبائی دین کے خلاف دلوں میں اثر کر جانے والا یہ کلام سنا تو حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت ولادت پر نگاہ ڈالی تو بندگی کے درجہ کمال پر پایا کہ زمین پر قدم رکھتے ہی عابد ومعبود کا فرق پہچان رہے ہیں۔ بچپن کے زمانہ پر نگاہ دوڑائی تو بچپن کے عام عادات واطوار سے خالی پایا، سلیم الطبع پایا، بڑوں اور چھوٹوں کے حقوق کو پہچاننے والا پایا، عنفوان شباب پر نگاہ ڈالی تو رحم ومروت، مودت واخوت کا سراپا پایا، جوانی کے ایام کو دیکھا تو خانۂ کعبہ میں حجر اسود کے رکھنے میں ایسا ثالث پایا جس کے فیصلہ کو سرداران قریش نے بسر وچشم منظور کیا، خلاصہ یہ کہ اعلان نبوت سے پہلے کے ایک ایک لمحہ پر نگاہ دوڑائی، زندگی پاک کے کسی لمحہ میں کوئی ایسی بات نہ مل سکی جس کو عیب کے طور پر پیش کر کے قوم کو آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلان حق سے منحرف کر سکیں۔ اب کوئی صورت سمجھ میں نہیں آرہی تھی تو ابولہب جہالت پر اتر گیا اور جھنجھلا کر اس نے کہہ دیا۔

تَباً لَكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا، تمھارے لیے ہلاکت ہو کیا ہم کو اسی لیے جمع کیا تھا۔

اس کے بعد "تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ" کا نزول ہوا۔ میرے محبوب کو تَباً لَكَ کہہ رہے ہو۔ ابولہب ہی ہلاک ہو جائے اور وہ ہلاک ہو گیا۔

اس جان دار تمہید کے بعد حافظ ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کا بحر علم دو گھنٹہ تک موجیں مارتا رہا، اور سورۂ لہب کی روشنی میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کے لعل وگہر لٹاتے رہے۔

(معارف حافظ ملت ص ۳۲،۳۳)

رفیق محترم علامہ محمد احمد مصباحی شیخ الادب الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے اپنے وقیع مضامین میں حافظ ملت علیہ الرحمہ کے بعض اہم تقریری موضوعات کو محفوظ کیا ہے۔

موت کیا ہے؟

انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے جب کہا جاتا ہے۔ فلاں آدمی مر گیا۔ تو بتاؤ جسم وروح میں سے وہ کون سی چیز

ہے جو مرگئی یا فنا ہوئی۔ کیا روح مرجاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اہل اسلام ہی نہیں بلکہ فلاسفہ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ روح نہیں مرتی۔ پھر کیا جسم مرجاتا ہے؟ یہ بھی نہیں اُسے تو تم آنکھوں سے دیکھتے ہو، ہاتھوں سے ٹٹولتے ہو، تمام اعضا اپنی جگہ سلامت ہیں، کوئی عضو فنا نہیں ہوا پھر موت کیا ہے؟؟ میں کہتا ہوں۔ موت جسم اور روح کے اختلاف کا نام ہے جب تک روح وجسم کا اتصال واتفاق تھا، آدمی زندہ تھا جب دونوں میں اختلاف اور جدائی ہوگئی کہہ دیا انسان مرگیا۔

معلوم ہوا اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت۔ ایک جسم وروح کا اختلاف شخص کی موت ہے۔ افراد خانہ کا اختلاف گھر کی موت ہے۔ ایک محلّہ، ایک گاؤں ایک شہر، یا ایک ملک کا اختلاف اس محلّہ، گاؤں شہر یا ملک کی موت ہے۔

مدارس کی اہمیت:

اگر کسی نے مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا تو اُسے اُس مسجد میں ہر نماز پڑھنے والے کا ثواب ملے گا لیکن اگر وہی شخص دوسری مسجد یا کسی دوسری جگہ نماز پڑھے تو اس کے نماز پڑھنے کا ثواب پہلی مسجد تعمیر کرانے والے کو نہ ملے گا۔ اور اگر کسی نے مدرسہ کی تعمیر میں حصہ لیا، تو اس مدرسہ سے نماز وروزہ احکام شرع، اور علوم دینیہ سیکھ کر جانے والا ہر ایک طالب علم جہاں بھی رہے جس جگہ نماز پڑھے، روزہ رکھے، یا اور کوئی کار خیر کرے، اس مدرسہ کی تعمیر میں حصہ لینے والا اس طالب علم کے ہر کار خیر کا ثواب پائے گا۔ اور خود اس مدرسہ کے اندر اساتذہ وطلبہ یا دیگر حضرات کے تعلم وتعلیم اور عمل خیر کا ثواب مزید برآں ہے۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۸۵)

تقریر دعاے قنوت:

ایک بار آپ کے عہد طالب علمی میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے کسی جگہ آپ کو تقریر کے لیے بھیجا، وہاں لوگوں نے آپ کو دعائے قنوت کے عنوان پر تقریر کرنے کو کہا۔ آپ نے برجستہ اس عنوان پر ایک گھنٹہ تقریر کی۔ فرمایا'' اس دعائے قنوت میں، توکل ایمان،، شکر، کفران نعمت، عبادت، نماز وغیرہ کا مضمون تو ہے ہی مگر میں نے ''وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ'' پر خاص روشنی ڈالی بتایا کہ رب العلمین کے حضور کھڑے ہوکر روزانہ اقرار کیا جاتا ہے کہ ''ہم جدا ہوتے ہیں اور اس شخص کو چھوڑتے ہیں جو تیری نافرمانی کرے لیکن اس اقرار کے مطابق عمل کہاں تک ہوتا ہے؟

یہ تو ہر فاجر اور خدا کے نافرمان سے قطع تعلق کا اقرار ہے، اور کافر ومرتد تو سب سے بڑا فاجر اور نافرمانِ خدا ہے، اس سے تعلق اور دوستی بھلا کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ۱۸۶)

عالم اور عالم:

حضرت مولانا عبد اللہ خاں عزیزی ایک جلسہ کا حال قلم بند فرماتے ہیں جس میں موصوف کے برادر خورد مولانا عبدالرحیم خاں بستوی کی تقریر کے بعد حافظ ملت کا خطاب ہوا۔ حضرت نے خطبہ کے بعد پیشرو مقرر کی خوبی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''سنو یہ بڑے صالح نوجوان جید عالم ہیں، اس دور میں اتنے نیک اور اچھے عالم کم ملتے ہیں، ان کی قدر پہچانو

اورغور سے سنو جب تک اس دنیا میں عالِم ہیں اس وقت تک یہ عالَم ہے جب عالِم نہیں رہیں گے تو یہ عالَم بھی نہیں رہے گا پھر تفننِ طبع کے لیے یہ لطیف نکتہ ارشاد فرمایا کہ عالِم اور عالَم میں صرف زیر اور زبر کا فرق ہے اس لفظ کے لام کو زبر دے کر پڑھو عالَم اور زیر دے کر پڑھو عالِم ہے، اس سے اشارہ مل رہا ہے کہ جب تک عالِم کا وجود ہے، اس وقت تک دنیا برقرار رہے گی اور جب یہ دنیا عالِم کے وجود سے خالی ہوجائے گی تو یہ زیر وزبر ہوجائے گی یعنی نظام ہستی تہہ وبالا ہوجائے گا حضرت نے اس نکتہ کو ایسے حسین انداز میں ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے علاقہ کے لوگوں کی زبان پر بہت دنوں تک اس کا تذکرہ رہا کہ عالِم ہیں تو عالَم ہے، عالِم نہیں تو عالَم نہیں، یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ لفظ کے زیر وزبر سے نظام ہستی کے زیر وزبر ہونے پر حضرت نے استدلال قائم نہیں کیا تھا بلکہ اس حقیقت پر حدیث کریم کی ٹھوس شہادت پیش فرمائی تھی، افسوس کہ مجھے یاد نہ رہی۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۷۴)

حاضر اور گواہ:

علامہ محمد احمد مصباحی اپنے وطن بھیرہ، ولید پور ضلع اعظم گڑھ کی انجمن امجدیہ کے اجلاس میں حضرت الاستاذ مفتی عبد المنان الاعظمی صاحب قبلہ دام ظلہ کی تقریر کے بعد حافظ ملت کے خطاب کا ذکر فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب قبلہ نے آیت کریمہ "اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا" (الاحزاب، آیت ۴۵) پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا "شاہد کے معنی حاضر ہے نماز جنازہ کی وہ دعا جس میں ہے "شاهدنا وغائبنا" (مغفرت فرما) ہمارے حاضر کی اور ہمارے غائب کی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہد بمعنی حاضر آتا ہے، لہٰذا آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر وناظر بنا کر بھیجا۔ بعدہ حافظ ملت نے تقریر کی تو حضرت نے مفتی صاحب قبلہ کی تحسین کے ساتھ حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا یہی مان لو کہ شاہد کا معنی گواہ ہے۔ تو بتاؤ گواہ کون ہوتا ہے؟ کیا وہ شخص گواہ ہوسکتا ہے جو واقعہ کے وقت موجود نہ ہو۔ یا موجود ہو مگر بچشم خود دیکھا نہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ کے وقت حاضر بھی ہو اور ناظر بھی۔ لہٰذا "اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا" میں شاہد کا معنی گواہ لینے پر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حاضر وناظر ہونا اپنی جگہ بعینہٖ ثابت ہے۔ وللہ الحمد (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۸۲)

اپنے قارئین کرام کی ضیافت طبع اور ما بعد کے علما، فضلا، مقررین وواعظین جنھوں نے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی خطابت نہیں سنی۔ اور ان کی تقریر سے مستفید ہونے کا جنھیں موقع میسر نہیں آیا۔ اور ان کے قلوب واذہان حافظ ملت کی تقریر سے اکتساب فیض کرنا چاہتے ہیں، ان کے اشتیاق کا لحاظ کرکے ہم حضور حافظ ملت کی ایک نہایت خوبصورت مرصع آسان اور دل پذیر تقریر پیش کرتے ہیں، امید کہ قبول ہوگی۔ اس تقریر میں حافظ ملت علیہ الرحمہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتوں اور صاحب میلاد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ومحاسن کو کس کس رُخ سے سمجھاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ کے دن کی یاد دلانا زمانہ کا مرور، اوقات کا تبدل، سابق حادث وگذشتہ واقعات کی یاد تازہ کرتا ہے، سال کا جو مہینہ اور مہینہ کا جو مخصوص دن آتا ہے وہ اپنی خصوصیاتِ ماضیہ کا نقشہ اہل عالم کے سامنے پیش کرتا ہے، وہ واقعاتِ عجیبہ وحالات غریبہ جو اس وقت رونما ہوئے سامنے آجاتے ہیں، وہ واقعات بڑے ہی قیمتی ہیں، وہ دن بڑے ہی قابل قدر

ہیں، اسی لیے قرآن مجید میں ان دنوں کو ایام اللہ سے تعبیر کیا۔ سلیم الطبع انسان ان حالات وواقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرتا ہے۔ متمتع ومنتفع ہوتا ہے، اسی لیے ارشاد فرمایا اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ بیشک اس میں اللہ کی نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر گذار کو۔ (پ ۱۳)

انھیں ایام اللہ سے ماہ ربیع الاول شریف ہے۔ بالخصوص اس کی بارہویں تاریخ جس کو محبوب کبریا سرور انبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی سعادت اور حضور والا کی تشریف آوری کا شرف حاصل ہے۔

چوں کہ مظروف کی شرافت وکرامت سے ظرف کی شرافت وبزرگی بدیہات ومسلمات سے ہے، لہٰذا اس حیثیت سے کہ یہ ماہِ مبارک اشرف انبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ظرف ہے اس کی شرافت وفضیلت بہت بلندی پر ہے، اسی اصول سے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شب ولادت کو شب قدر سے افضل فرمایا ہے، اور اگر نزول عجائبات وغرائبات اور واقعاتِ عجیبہ کے اعتبار سے لیا جائے تب بھی ماہ ربیع الاول کو نرالی ہی شان حاصل ہے کیوں کہ تمام واقعات عالم اور سارے عجائباتِ روزگار میں عجیب تر واقعہ، واقعہ ولادت شریف ہی ہے۔ نوع انسانی کے بے شمار افراد دنیا میں آئے بڑی بڑی شاندار ولادتیں ہوئیں مگر ولادت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا اپنی خصوصیات خاصہ میں وہ امتیازی شان رکھتی ہے کہ اپنی آپ ہی مثال ہے۔ بلا شبہہ حضرت خلیل وحضرت کلیم حضرت مسیح علیہم السلام کا ظہور بھی سراپا اعجاز ہے، ایام طفولیت ہی میں ان سے جو خوارق عادات صادر ہوئے محیر العقول ہیں مگر حبیب کبریا سرور انبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور، آپ کی تشریف آوری اپنی شان وشوکت میں یقیناً ان سب سے ممتاز اور اپنے جاہ وجلال میں قطعاً بے مثال ہے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ظہور ہے جس کے لیے سب کا ظہور ہوا۔ آپ کا آنا وہ آنا ہے جس کے لیے سب آنے والے آئے۔

وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا
زمیں از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

یہ وہ مسبب ہیں جن پر تمام اسباب موقوف ہیں، یہ وہ نتیجہ ہیں جو تمام دلائل کا مدار ہیں، یہ وہ معلول ہیں جو علۃ العلل ہیں، یہی وہ فرزند ہیں کہ نوع انسانی کو جن کی ابوت کا شرف حاصل ہے، ہاں! بلا شبہہ انھیں کو مخاطب کرکے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام فرماتے ہیں "یا ابنی صورۃ وابی معنیً" (اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ) خود سرکار کا ارشاد ہے: "اَنَا مِنْ نُورِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُورِی" (میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے) یہی وہ مولودِ مسعود ہیں کہ جن کی میلاد شریف کا اعلان ہزاروں برس پیشتر سے ہوتا رہا ہے، اعلان کرنے والے صف انسانی میں سب سے ممتاز شخصیت والے ہیں، قدرت نے اس اعلان کے لیے انبیا علیہم السلام کو منتخب کیا ہے حضرت آدم ونوح وابراہیم علیہم السلام سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک تمام انبیا کرام ورسل عظام نے آپ کی بشارت دی، آپ کی تشریف آوری کا اعلان فرمایا، حضرت مسیح نے تو اپنے آنے کی غایت ہی اس

کو قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں :(اے بنی اسرائیل میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب توراۃ کی تصدیق کرتا ہوں اوران رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے)۔

اللہ اکبر! یہ ولادت مبارک اپنے اعلان میں بھی کس قدر ممتاز ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ساری ولادتیں اسی لیے ظہور پذیر ہوئیں اور سب آنے والے اسی کے لیے آئے اور حقیقت بھی یہی ہے۔

مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل
منظور نور اوست دگر جملگی ظلام

مقصود اصلی انھیں کی ذات ہے دوسرے طفیلی ہیں، انھیں کا نور مقصود ہے، باقی سب تاریکی ہے، وہ فضیلت کے آفتاب ہیں، باقی انبیا ستارے ہیں، انھیں کے انوار سے مخلوق کی رہنمائی فرماتے تھے، ایسی شان وشوکت والی ولادت، ایسی جاہ وجلال والی ولادت جس مہینہ میں ہو وہ ماہِ مبارک ایام اللہ میں ضرور ممتاز ہوگا، یہ وہ ولادت ہے جس نے دنیا کے ظلمت کدوں کو عالمِ انوار بنادیا، ساری زمین انوار وتجلیات سے مشرف بنی ہوئی تھی، زمین سے نفحات اٹھ رہے تھے، آسمان سے انوار الٰہی کی موسلادھار بارش ہورہی تھی ملاء الاعلیٰ سے قدوسی جماعتیں اس میلادِ مبارک میں حاضر ہوئیں، سبوحی گروہ حبیب کبریا کی تشریف آوری کے لیے صف بصف دست بستہ اِستادہ تھے، بے زبانوں کو زبان ملی تھی، آپس میں مبارکبادیاں دے رہے تھے، خشک دریا جاری ہوئے، ہزاروں برس کے آتش کدہ سرد ہوئے، عالم کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ وقت ولادت شریف وہ عجائبات وغرائبات رونما ہوئے کہ ماضی واستقبال کوئی بھی اس کا حریف نہ بن سکا۔ لہذا اس حیثیت سے بھی ماہ ربیع الاول شریف اپنی شرافت میں ممتاز ہے اور ایام اللہ میں امتیازی شان رکھتا ہے۔

پہلا سجدہ:

اس میں شبہہ نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایام طفولیت میں کلام کیا اور اپنی رسالت کا بہت ہی بلیغ خطبہ دیا ’’فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں سنانے والا کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں‘‘ (پارہ ۱۶ امریم، آیت ۳۱) لیکن محبوب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحن عالم میں قدم رکھتے ہی سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ ہے کہ

سر سجدۂ معبود میں رکھ کر یہ شہہ نے عرض کی
یا رب ھب لی امتی یا رب ھب لی امتی

سرکار نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا اور حمد الٰہی وثناے ربانی کے ساتھ ساتھ شفاعت امت کی درخواست پیش کردی۔ اللہ اللہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا ہی قدم کس بلندی پر ہے کہ عقل کے تمام مراتب ختم کر لینے کے بعد انسان کامل جن فرائض کی انجام دہی کے لیے کمربستہ ہوسکتا ہے محبوب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہیں بالاتر رتبہ سجدہ ادا کرکے حاصل فرمایا۔

اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ انسان کو خداوند قدوس نے دو قوتیں عطا فرمائی ہیں، قوت عقلیہ، قوت عملیہ، قوت عقلیہ کی تکمیل حصول علم سے ہوتی ہے، اس کا کمال خدا شناسی و معرفت الٰہی ہے، قوت عملیہ کی تکمیل اعمال حسنہ وافعالِ حمیدہ سے ہوتی ہے، اس کا کمال حقوق اللہ وحقوق العباد کا کما حقہ ادا کرنا ہے۔ لہٰذا جس کو دونوں قوتوں کا کمال حاصل ہے، وہی خدا شناس ونیکوکار ہے، وہ ضرور حقوق اللہ وحقوق العباد کی انجام دہی میں کمر بستہ رہے گا۔ معبود حقیقی کے لیے سر نیاز خم کرنا اور اس کی حمد وثنا بجالانا حقوق اللہ کی ادا کا اعلیٰ درجہ ہے۔ امت گنہ گار کے لیے دعاے مغفرت کرنا حقوق العباد کی ادا کا انتہائی مرتبہ ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ محبوب کبریا سرور انبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ایک ہی سجدہ میں حقوق اللہ وحقوق العباد کو علیٰ وجہ الکمال ادا کیا اور ثابت ہوا کہ بوقت ولادت ہی آپ کو قوت عقلیہ وقوت عملیہ کا کمال بروجہ کمال حاصل تھا اسی کو کسی نے کہا ہے۔

تعلیم جبرئیل امیں تھی برائے نام
حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے

یہ بھی غور کرنا ہے کہ اداے حقوق کس بلندی پر ہے کہ ابھی ابھی صحن عالم میں قدم رکھا ہے، ابھی کوئی فریضہ آپ پر عائد نہیں، کسی امر کے مکلّف نہیں مگر بارگاہِ بے نیاز میں سر نیاز خم ہے، زبان پر حمد وثنا جاری ہے، اس میں یہ درسِ بصیرت ہے کہ عبادتِ معبود فطری چیز ہے، سر نیاز اس بارگاہِ بے نیاز میں جھکنے ہی کے لیے ہے جبینِ نیاز میں سجدوں کی تڑپ فطری ہے، اس کے لیے فرائض کے انتظار کی ضرورت نہیں، عابد ومعبود کا یہ علاقہ طبعی ہے، فطرت سلیمہ کا مقتضیٰ ہی یہ ہے کہ بندہ کی پیشانی بارگاہِ معبود میں جھکے، زبان اسی لیے ہے کہ اپنے خالق ومالک کو یاد کرے، اس کی حمد وثنا بجالائے ذکر معبود کی حلاوت وشیرینی ہی اس کا ذوق ہو۔ اسی سجدہ میں حقوق العباد کی ادا بھی کس معراج کمال پر ہے کہ جس کے بعد کوئی مرتبہ باقی نہیں رہتا۔ کیوں کہ اول تو نبی کا فریضہ صرف تبلیغ ہے "وما علی الرسول الا البلاغ" (سورۂ مائدہ آیت ۹۹) رسول پر صرف پہونچا دینا ہے۔ فرائض نبوت سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ نبی امت کی یاد کرے۔ پیشانی رگڑ رگڑ کر امت کے لیے دعائیں کرے، یہ نبی کا کرم ہے اور صرف کرم ہے۔ پھر ابھی وہ دامنِ کرم سے وابستہ بھی نہیں، ابھی انھوں نے آپ کا کلمہ بھی نہیں پڑھا مگر سجدہ میں سر ہے اور زبان پر درخواست شفاعت ہے، وہ بھی کتنی نرالی شان سے "یا رب ھب لی امتی" اے میرے رب میری امت مجھے دے دے، میری امت کا معاملہ میرے سپرد کردے۔ صرف یہ درخواست نہیں کی کہ خداوندا! میری امت کو بخش دے میری امت کی مغفرت فرمادے بلکہ درخواست یہ ہے کہ میری امت مجھے دیدے، میری امت کا معاملہ میرے سپرد کردے۔ اس لیے کہ مغفرت تو یوں بھی ہوسکتی ہے کہ عاصی کو خوب رسوا کیا جائے۔ اس کے گناہوں کی خوب تشہیر کی جائے، اس کے بعد اس کا قصور معاف کردیا جائے۔ اس کو بخش دیا جائے جیسا کہ بنی اسرائیل میں گنہگاروں کے دروازے پر ان کا جرم لکھ دیا جاتا تھا۔ مجرموں کی رسوائی ہوتی تھی پھر حضرت کلیم کی دعا سے ان کی توبہ قبول ہوجاتی تھی، یہ رحمۃ للعالمین کی انتہائی رحمت اور کمالِ رافت ہے کہ اپنے گنہگاروں کو اپنے ہی دامن میں چھپانا چاہتے ہیں، ان کو منظور نہیں کہ ان کا امتی ہوکر ان کا نام لے کر ان کا کلمہ پڑھ کر رسوائے عام ہوا اسی کو کسی نے کہا:

آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے
کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو

یوں تو تمام انبیا علیہم السلام اپنی امتوں کے خیر خواہ ہیں۔ امتوں کے لیے دعائیں فرمائیں۔ امتوں کی دست گیری کی لیکن یہ خصوصیت صرف رحمۃ للعالمین ہی کے دامن کرم سے وابستہ ہے کہ دنیا میں تشریف لاتے ہی
ع سر سجدۂ معبود میں رکھ کر یہ شہہ نے عرض کی۔ "یا رب ھب لی امتی یا رب ھب لی امتی"

درس بصیرت:

اللہ اللہ امت کا غم لے کر آئے۔ پوری حیات غم امت میں گذاری۔ رحلت کے وقت بھی امت کا غم، قبر میں امت کا غم، حشر میں امت کا غم، قربان رحمت عالم کی اس ادا پر کہ ہمیشہ ہر مقام پر اپنی گنہگار امت کو یاد فرمایا کبھی فراموش نہ کیا۔ تو کیا امت پر یہ فریضہ عائد نہیں ہوتا کہ وہ بھی اپنے کریم آقا ورحیم مولیٰ کی یاد کرے۔ ان کے ذکر میں رطب اللسان رہے۔ باللہ العظیم امت کی ساری عمر کی یاد حضور کے ایک بار "یا رب ھب لی امتی" فرمانے کے برابر نہیں ہوسکتی اور ماہِ ربیع الاول شریف کے اس ایک سجدہ کا شکر یہ ادا نہیں کرسکتی مگر بمقتضائے "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ" جو پورا حاصل نہ ہوسکے وہ پورا چھوڑا بھی نہ جائے۔ جس قدر بھی ہوسکے سید انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کی سعادت حاصل کی جائے۔ ماہِ ربیع الاول شریف اس یاد کے لیے بڑی خصوصیت رکھتا ہے۔ اسی لیے سلف صالحین وائمۂ دین نے میلاد شریف کی مجالس ترتیب دیں تمام بلاد اسلامیہ میں مجلس میلاد شریف پر عمل در آمد رہا۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ خصوصاً یوم ولادت تو خاص یاد کی تاریخ ہے۔ جس قدر اہتمام ہوسکے نہایت ہی شان وشوکت کے ساتھ والہانہ جذباتِ عقیدت کے ساتھ محبوب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کرنا ایک سعادت مند امتی کی انتہائی سعادت ہے۔

آؤ مل کر ہم منائیں جشن میلادِ رسول
آج کے دن مالک دنیا ودیں پیدا ہوئے

اس کے ساتھ ساتھ وہ یاد بھی ہمارے لیے اشد ضروری ہے جس کا درس ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس پہلے ہی سجدہ میں دیا۔ وہ حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادا ہے۔ یہی اسلامی مرکز ہے۔ اسی پر قائم رہنے میں مسلمانوں کی صلاح وفلاح منحصر ہے۔ مگر آج مسلمان اسی کو بھولے ہوئے ہیں۔ اسی سے بے پروا ہیں۔ ان کو نہ اللہ کے حق ادا کرنے کی فکر ہے۔ نہ اللہ کے بندوں کے حق ادا کرنے کی پروا اسی بے پروائی ونافرمانی نے انھیں تباہ وبرباد کردیا۔ ذلت کے غار میں ڈالدیا لہذا مسلمان اگر اس قعر مذلت سے نکلنا چاہتے ہیں اور عزت کے طالب ہیں تو ان کو فوراً اپنے مرکز پر آجانا ضروری ہے۔ یعنی مسلمانوں کو صحیح معنی میں مسلمان بن جانا ضروری ہے۔ جلد سے جلد تعلیماتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل ہوجانا ضروری ہے، اپنی صورت وسیرت کو اسلامی سانچے میں ڈھال لینا ضروری ہے۔

غلط روی سے منازل کا بعد بڑھتا ہے مسافروں! روشِ کارواں بدل ڈالو
جگا جگا کے تجھے تھک چکے ہیں ہنگامے نشاط و لذت خواب گراں بدل ڈالو

جلسوں اور کانفرنسوں کے عوامی اجلاس میں حافظ ملت کو اخیر دور میں (خصوصاً) بعد میں خطاب کا موقع دیا جاتا۔ اور یہ بات صدہا اہم اجلاس میں دیکھی گئی کہ سابقہ مقررین جن عنوانات پر تقریر کر چکتے ۔ حافظ ملت اس موضوع کو اپنا عنوان کلام بناتے ۔ اور پھر ایسی نادر و نایاب باتیں پیش فرماتے کہ سامعین عش عش کر اٹھتے ۔ اور خود سابقہ مقررین بھی حافظ ملت کے خطاب سے اپنی تقریر کے نئے گوشوں سے واقفیت حاصل کرتے ۔ خطیب اعظم علامہ قمر الزماں اعظمی اور ان کے ہم عصر کئی باوقار مقررین کا بیان ہے کہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کا ایک خطاب ہمیں کئی وسیع تقاریر یہ کا ماخذ فراہم کر دیتا تھا۔

تاثیر کا جادو:

حافظ ملت کی تقریر کی تمام خوبیوں میں یہ بات منفرد ہوتی تھی کہ وہ ذہن و دماغ کو بے حد متاثر کرتی تھی سننے والا۔ خود میں ایک تبدیلی، ایک جذبۂ عمل، اور ایک نئی امنگ محسوس کرتا تھا۔ ان کی تقریریں ان کے قلب ذاکر سے ٹکرا کر برآمد ہوتی تھیں، اس لیے ان میں اثر انگیزی اور انقلاب آفرینی ہوتی تھی، سننے والا بعض اوقات یہ محسوس کرتا تھا کہ یہ تو وہ بات ہے جو میرے ضمیر میں مخفی تھی۔

مرد حق فطرت کا ترجمان، اور روح پژمردہ کو زندگی دینے والا ہوتا ہے ۔ اس لیے اس کی باتیں، اس کا تکلم عام انسانوں سے، اس کی پاکیزہ خصلتوں ہی کی طرح ممتاز ہوتا ہے ۔ گویا

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ سمجھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

غیر مسلمین کا قبول اسلام

۱۹۷۳ء میں حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز عید میلاد النبی کے موقع پر شہر رائے پور (صوبہ مدھیہ پردیش۔ موجودہ صوبہ چھتیس گڑھ) تشریف لے گئے، آپ کا قیام مدرسہ اصلاح المسلمین دار الیتامیٰ (بانی حضرت محسن ملت مولانا محمد حامد علی صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ۔ موجودہ مہتمم مولانا محمد علی صاحب فاروقی) میں تھا۔

جلسہ میں کالج کے پروفیسر صاحبان ودیگر دانش وروں کا بھی مجمع تھا اور خاص کر غیر مسلم اسکالرز اور تعلیم یافتہ لوگ بھی موجود تھے۔

’’حضور حافظ ملت نے اسلام کی صداقت‘‘ ’’قرآن کی حقانیت‘‘ اور قدیم وجدید علم کے نفع ونقصان پر‘‘ بہت ہی پر مغز تقریر فرمائی ۔ اس جلسہ کے تعلق سے مولانا محمد علی صاحب فاروقی تحریر کرتے ہیں۔ ’’ تقریر کے بعد سارا مجمع آپ کی قدم بوسی اور دست بوسی کے لیے ٹوٹ پڑا ۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ایک طرف کچھ غیر مسلم بھی کنارے کھڑے حضرت کا دیدار کر رہے ہیں۔ انھیں میں سے ایک شریواستو صاحب بھی تھے، وہ غالبًا درگاہ کالج میں اکونامکس

(Economics) کے پروفیسر تھے۔ انھوں نے الگ لے جا کر مجھ سے پوچھا کہ یہ جو آپ کے گرو جی ہیں، ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں، یہ تو مجھے وڈیا ساگر دکھائی دیتے ہیں۔ کیا ان سے ملنے کے لیے ہمیں بھی کوئی وقت مل سکتا ہے۔ میں نے انھیں وقت اور پورا پتہ بتا دیا۔ دوسرے دن وہ وقت مقررہ پر مدرسہ اصلاح المسلمین دارالیتامی پہنچ گئے۔ اس وقت ان کے ساتھ کچھ تو وہی لوگ تھے جو رات میں تقریر میں موجود تھے اور کچھ وہ بھی تھے جو بالکل نئے لگ رہے تھے۔ حضرت نے مسکرا کر اخلاق حسنہ کی تنویر بکھیرتے ہوئے انھیں بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ شریواستو جی نے اسلام اور پردہ، اسلام اور انسانیت، اسلام اور امن عالم کے تعلق سے کئی سوالات کیے، قرآن کے خدائی کتاب ہونے پر گفتگو کی۔ ان کے ساتھ ایک ڈاکٹر بھی تھے جن کا نام غالباً ایس، اے راٹھور تھا، انھوں نے بھی اسلام کے نظام طہارت وصفائی پر گفتگو کی، ہاف پینٹ پر اور گھٹنا کھلے رہنے پر سوالات کیے۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس موقع پر حضور حافظ ملت ایسے حسین انداز میں گفتگو فرما رہے تھے کہ معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی مولوی نہیں بلکہ کسی کالج یا یونیورسٹی کا عظیم محقق اور تجربہ کار پروفیسر یا ڈاکٹر گفتگو کر رہا ہے۔ یہی نہیں بات بات پر مسکرا کر پوچھنے والوں کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ آپ نے یہ سوال پوچھ کر اپنی دانش مندی کا ثبوت دیا اور پھر اس کا جواب دیتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے کوئی اندھیروں سے اچانک اجالے میں آگئے ہیں۔

آپ کی اس گفتگو نے شریواستو صاحب پر کچھ ایسا اثر ڈالا کہ وہ اسی وقت آپ کے ہاتھوں پر توبہ واستغفار کی منزل سے گزر کر ایمان کی چاندنی میں نہانے لگے۔ ڈاکٹر صاحب بھی کچھ ایسے متاثر ہوئے کہ مجلس برخواست ہوئی تو مجھ سے کہنے لگے کہ میرا ایک دوست بہت پہلے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں پڑھتا تھا، آپ کے یہ مولانا صاحب کیا وہیں پڑھے ہیں؟ میں نے بھی ان کے سوال پر مسکرا کر کہا کہ حضرت تو وہاں پڑھے نہیں ہیں، البتہ وہاں کے بہت سے پڑھے ہوئے لوگ حضرت کے پاس پڑھنے کے لیے آتے ہیں۔

انھیں میں سے ایک صاحب تھے غالباً جن کا نام گنیش داس تھا، وہ بھی حضرت کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے، حضرت نے ان کا نام بلال اور شریواستو جی کا نور محمد رکھا۔ بعد میں وہ حضرت کو اپنے گھر بھی لے گئے اور اہل وعیال کو بھی مسلمان کرواتے ہوئے کہنے لگے کہ میں بہت دنوں سے اسلام پر معلومات حاصل کر رہا تھا مگر جو اطمینان چاہیے تھا وہ مجھے نہیں مل رہا تھا۔ آج آپ کی باتوں میں مجھے ایک نیا سنسار مل گیا اور اب میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ جیسی شخصیت مجھے پہلے مل جاتی تو آج تک کفر کے اندھیروں میں اس طرح نہ بھٹکتا''۔

''مقالہ: حضور حافظ ملت کا انداز تبلیغ از: مولانا محمد علی فاروقی مشمولہ رسالہ حافظ ملت کا فیضان نظر مؤلفہ: مولانا امام الدین قادری مصباحی، ناشر: نوری لائبریری بسکھاری، امبیڈکر نگر۔ (ص ۳۷ تا ۳۹)

مقرر اور مقرر ساز:

حافظ ملت صرف خطیب ومقرر ہی نہیں بلکہ مقرر ساز تھے۔ ان کی ہدایات وترغیبات پر عمل کر کے درجنوں ایسے خطبا، مقررین اور واعظین پیدا ہوئے جن سے اس قرن کا دامن آباد ہے۔ اور جن کی گھن گرج مذہبی اسٹیجوں سے پارلیمنٹ

کے ایوانوں اورسیاست کے پنڈالوں تک اپنا سکہ بٹھا رہی ہے۔عزیز القدر مولانا نصر اللہ رضوی نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بہت خوب ہے۔ ملاحظہ ہو۔

''آپ کی ہمہ جہت شخصیت نے جہاں شعبۂ ہائے تعلیم وتدریس کے لیے ماہر اساتذہ، اور کارہائے افتا کے لیے باصلاحیت مفتیان کرام پیدا کیے، وہیں ایسے فصیح اللسان شعلہ بیان اور انقلاب آفریں خطبا ومقررین کی جماعت بھی تیار کی، جن کی انقلاب برپا کردینے والی تقریریں اورشعلہ بار خطبات خفتہ قوم کو بیدار کردیتے ہیں ۔ ان انقلاب آفریں خطابوں میں جذبات کا ایسا تلاطم پیدا ہوتا ہے کہ مردمومن اپنی جان تک کی بازی لگادیتا ہے جس کا حیرت انگیز مشاہدہ اس موقع پر ہوا جب کلکتہ ہائی کورٹ کے ایک جج چاندمل چوپڑا نے قرآن کی توہین کی ۔ اسی طرح جب شہر بانو کیس کے ذریعہ مسلم پرسنل لا میں ناکام مداخلت کی کوشش کی گئی، اس وقت پورے ہندوستان میں ہر طرف جذبات کا تلاطم پیدا کردینے والے وہ انقلابی مقررین تھے جنھوں نے حافظ ملت کی تربیت گاہ سے فیض پایا تھا۔جن کی شعلہ بار تقریروں سے اس وقت کی حکومت مخالف تحریکوں میں سردھڑ کی بازی لگانے والے مردان حر کے دلوں میں ایمانی جذبات کی وہ لہر دوڑ گئی جس کی مثال کم ملے گی''۔ (انوار حافظ ملت ص۹۱،۹۲)

☆☆☆



دسواں باب

حافظ ملت اور جہان قرطاس وقلم

یہ بھی میرے حافظ ملت ترا ہی کام ہے
عظمت لوح وقلم نسل جواں میں عام ہے
اپنے علما پر جو تھا پنجاہ سالہ اک جمود
خیر سے اب ٹوٹا ، یہ تیرا بڑا انعام ہے

(بدر)

حافظ ملت اور قرطاس وقلم

"ن والقلم ومایسطرون" فرما کر رب عظیم نے قلم کی عظمت وتقدیس اور اس کی قوت وافادیت کو واضح فرمادیا۔

حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ تحریر کی اہمیت وافادیت اور طاقت وقوت سے خوب واقف تھے۔ایک موقع پر آپ نے فرمایا تقریر سب سے آسان کام ہے،اس سے مشکل تدریس اور سب سے مشکل تصنیف۔

(حافظ ملت نمبر،ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ص۴۱۱)

اگرچہ حضور حافظ ملت کو تدریس وتربیت،تعمیر شخصیت اور الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر اور اس کے نظم ونسق نیز دیگر دینی خدمات کی وجہ سے تصنیف وتالیف کا موقع نہ مل سکا لیکن آپ کے نزدیک تصنیف وتالیف اور تحریری کاموں کی جو اہمیت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آخر عمر میں اس بات پر سخت افسوس اور قلق کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔کہ ان سے قابل قدر قلمی کام نہ ہوسکا۔ایک مرتبہ بڑے افسوس کے ساتھ فرمایا:

"مجھے لوگوں نے کسی کام کا نہ رکھا غیر اہم اور غیر ضروری کاموں میں مجھ کو ایسا الجھا دیا کہ لکھنے کا کام خاطر خواہ نہ ہوسکا جس کا مجھے افسوس ہے،حالاں کہ اوائل عمر میں میرا قلم نہایت برق رفتار تھا اور اب نہ وہ قوت دماغ ہے اور نہ ہی فرصت اس لئے اب میرا مطمح نظر اور میری زندگی کا مقصد صرف اور صرف الجامعۃ الاشرفیہ کی تکمیل ہے" (ایضاً ص۴۱۲)

ایک مرتبہ آپ کے تلمیذ عزیز حضرت مولانا محمد احمد صاحب مصباحی آپ کے تصنیفی سرمایہ کے سلسلے میں اپنی تمنا کا اظہار کیا تو ارشاد فرمایا:

"بفضلہٖ تعالیٰ تصنیفی صلاحیت مجھے ضرور ملی اور قلم کی قوت بھی۔پھر فرمایا:کیا کہوں!بہر حال مجھے لکھنے پر قدرت تھی جس کا نمونہ المصباح الجدید،ارشاد القرآن،معارف حدیث وغیرہ ہیں لیکن قوت تصنیف کی باوجود ہمیشہ عوائق وموانع در پیش رہے اور مصروفیات نے گھیرے رکھا جس کے باعث میں کچھ نہ لکھ سکا۔ایک طالب علم نے مرقات کی شرح (جو قاضی مبارک کے درجہ میں ہے) پڑھنا شروع کی اور ان کے اسرار پر میں نے شرح مرقات کا حاشیہ لکھنا شروع کیا مگر طالب علم موصوف فراغت حاصل کرکے چلے گئے جس کے باعث یہ حاشیہ نا تمام رہ گیا اور پھر کوئی ایسا باذوق طالب علم مذکورہ کتاب پڑھنے والا نہیں ملا کہ اس کے لئے حاشیہ کی تکمیل ہوسکے"۔(ایضاً ص۱۷۶)

حضور حافظ ملت نے اپنی نگارشات کا کوئی بڑا ذخیرہ نہیں چھوڑا مگر آپ نے تصانیف،تقاریظ،مکاتب،اور نقول معائنہ کی شکل میں جو تحریری سرمایہ عطا کیا وہ اپنی کیفیت کے اعتبار سے بڑی گراں قدری کا حامل ہے۔آپ نے جب بھی تصانیف وتالیف کے لیے قلم اٹھایا۔علم وادب کے اعلیٰ معیار کے مطابق لکھا اور صفحات قرطاس پر اپنی قلم حق رقم سے حسب موقع علم وفضل وادب کے لعل وگہر تو لٹائے ہیں۔البتہ قرطاس وقلم کی پرورش کا جو فریضہ انجام دیا اسے دیکھنا ہے تو

ہندوسندھ لے کر یورپ وامریکہ وافریقہ میں پھیلے ہوئے ہیں فرزندان اشرفیہ کے علمی وقلمی کاموں کو دیکھ لیجیے۔کہاں کہاں ان چراغوں (مصباحی افاضل) سے روشنی نہیں ہے۔کیسے کیسے علم وفن وادب کے رمزشناس ،کیسے کیسے ادیب ومصنف وشاعر ونقاد ،میدان درس وتدریس کے کیسے کیسے نامور شہسوار اور کشور تبلیغ وخطابت کے کیسے کیسے کج کلاہ اور تاجدار پائے جاتے ہیں۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے جشن تاسیس کے زریں موقع پر دارالعلوم اشرفیہ کے ابنائے قدیم کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے حضور حافظ ملت نے جوفرمایا تھا وہ سچ ہی فرمایا تھا۔

''اشرفیہ کے کاغذی اشتہارات واخبارات تو شائع نہیں کیے لیکن (حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی ،مولانا شاہ سراج الہدیٰ گیاوی ،حضرت علامہ ارشد القادری ،حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری ،مولانا قمرالزماں اعظمی اور دیگر ممتاز شاگردوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) یہ سب وہ زندہ جاوید اشتہارات واخبارات ہیں جو بڑے اہتمام کے ساتھ خون جگر کی سرخیوں سے شائع کئے ہیں'' (حافظ ملت افکار وکارنامے ص ۶۳،۶۴)

اس وقت جس طرح ملک وبیرون ملک علما کی سب سے بڑی تعداد حافظ ملت کے تلامذہ کی ہے،ادبا،مصنفین اور اہل قلم بھی سب سے زیادہ حافظ ملت کے تلامذہ ہی میں پائے جاتے ہیں۔عصر حاضر میں ادبا،مصنفین اور بانیان ادارہ بالخصوص اشاعتی وتصنیفی اداروں کے بانی زیادہ تر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے تلامذہ میں پائے جاتے ہیں آج اگر شمار کیا جائے تو تلامذہ حافظ ملت اور ان کے تلامذہ کے تلامذہ کی تصانیف ہزار سے زائد ہوجائے گی ،یوں ہی تصنیفی اشاعتی ادارے بھی سو سے زائد ہوں گے۔

تصانیف کے آئینے میں

حضور حافظ ملت نے حسب ذیل تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں:۔

۱۔ارشاد القرآن

۲۔معارف حدیث

۳۔انباء الغیب

۴۔فرقہ ناجیہ (جنتی فرقہ)

۵۔المصباح الجدید

۶۔العذاب الشدید لصاحب مقامع الحدید

۷۔الارشاد

۸۔فتاویٰ حافظ ملت

۱۔ارشادالقرآن:

زیر نظر رسالہ حضور حافظ ملت نے اس ہنگامی دور میں تحریر فرمایا جب مسلمانان ہند بے سوچے سمجھے سرحد اس پار اسی ملک ہندوستان کے ایک منقسم حصے کی طرف ہجرت کے لیے دیوانے ہورہے تھے۔

اس بات سے قطع نظر کہ نظریہء پاکستان اور ترک وطن کرکے پاکستان کی طرف کوچ کرنے کے بارے میں اس دور کے علما نے کیا احکام صادر فرمائے تھے، حافظ ملت نے کھلی آنکھوں سے قوم کی بربادی دیکھی اور خون کے آنسو رو پڑے اس لیے کہ ان کے سامنے آبادیاں ویران ہورہی تھیں، اثاثے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کی طرح پھونکے جارہے تھے، مسلمان زندگی سے مایوس ہورہے تھے خود اس پریشانی کے ماحول کو یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

''مسلمانوں پر جو مصیبتیں آئیں، تکلیفیں پہنچیں اور شدائد و آلام کے پہاڑ ٹوٹے سب جانتے ہیں۔جانی، مالی، اعزازی نقصانات سب پر روشن ہیں۔ہر شخص کی بجائے خود خطرہ محسوس کرتا ہے، تردد و تفکر، اضطراب و بے چینی کے عالم میں حیران و پریشان ہے، گرفتار بلا ہے اور اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے مگر نجات نہیں ملتی۔'' (ارشاد القرآن ص:۳)

نشۂ ہجرت میں مخمور ترک وطن کے دیوانوں کو اس طرح تلقین فرماتے ہیں:۔

''مسلمانو! تمہارے دنیا میں آنے کی غرض اور تمہارا مقصود اصلی اللہ عز وجل کی عبادت ہے۔تمہارا رب فرماتا ہے، وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن، یعنی میں نے جن وانسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے لہذا مسلمانو! جب تک تم اپنے وطن میں اپنے رب کی عبادت میں آزاد ہو تمہارا مقصود حاصل ہے۔ایسی صورت میں ہرگز کہیں جانے کی ضرورت نہیں اور اگر خدانخواستہ تم اپنے رب کی عبادت سے روک دیے جاؤ اور اس مقصود کے حاصل کرنے سے مجبور کردیے جاؤ تو ایسی صورت میں بشرط استطاعت ترک وطن ضروری ہے اور محض یا دالہی کے لیے ضروری ہے، خوش نودی خدا کے لیے ضروری ہے اس میں کسی ملک اور کسی خطہء زمین کی تخصیص نہیں، جہاں بھی امن کے ساتھ اپنے رب کی یاد کرسکو وہاں جاکر اپنے رب کی عبادت کرو اگرچہ جنگل اور پہاڑ ہی کیوں نہ ہو۔۔کیوں کہ

مست جو جام اٹھالے وہی پیمانہ بنے
جس جگہ بیٹھ کے پی لے وہی میخانہ بنے

(ایضا:ص ۲۸)

حافظ ملت نے واضح فرمادیا کہ جب تک کسی ملک یا مقام میں عبادت الہی اور شریعت اسلامیہ پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو ترک وطن کی ضرورت نہیں!

حافظ ملت نے سارے جہان کے خالق و مالک کے اس ارشاد " مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُم وَ یَعْفُوْعَنْ کَثِیْر ''، یعنی تمہیں جو مصیبتیں پہونچیں وہ تمہاری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے اور بہت سی کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے'' سے مسلمانوں پر واضح کردیا کہ مسلمانوں کی ذلت وخواری، غم واندوہ اور خوف و ہراس یعنی اس بلائے عظیم

کے مسلط ہونے کا سبب کیا ہے؟ فرماتے ہیں:۔

غلط روی سے منازل کا بعد بڑھتا ہے — مسافرو روش کارواں بدل ڈالو
نشاط و لذت خواب گراں بدل ڈالو — جگاجگا کے تمہیں تھک چکے ہیں ہنگامے
ہوا کے رخ پہ چلو بادباں بدل ڈالو — سفینہ جا کے کنارے سے لگ تو سکتا ہے

مسلمانو! تمہاری ہوا کا رخ وہی گنبد خضرا ہے، تمہارا مقصود وہی تاجدار مدینہ ﷺ ہیں، تمہاری مشکلات کا حل انہیں کی نظر کرم اور اشارہ ابرو پر موقوف ہے، تمہارے مقاصد کا حصول انہیں کی تعلیم پر عمل ہے جس کو مسلمان اپنی بدنصیبی سے فراموش کر چکے ہیں۔'' (ایضا: ص ۴۰۳)

عشق رسالت پناہی کا کیسا واضح اور حسین پیغام دیا ہے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اقبال کی زبان میں مسلمانوں کے وقار و کامرانی کا پیغام اس طرح دیا ہے

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

۱۹۴۷ء کے ہنگامۂ ترک وطن میں مبارک پور میں ''ارشاد القرآن'' مفت تقسیم کی گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بھی مسلمان نے ترک وطن نہیں کیا۔ یہ تھا اس پر خلوص اور دینی وملی درد میں ڈوبی ہوئی تحریر کا اثر۔ اور آج حافظ ملت کے پیغام اور ان کے عزم واستقلال کی بدولت الحمدللہ وہی مبارک پور علم و دانش کا شہر جمیل اور پیغام عشق رسول نشر کرنے والا مرکز بنا ہوا ہے۔

زیر نظر کتاب میں حافظ ملت نے مسلمانوں کو خوف الٰہی، توکل اور صبر کی تعلیم بھی دی ہے اور ان کے فوائد بھی بتائے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی حیات کا مقصد بھی بتایا ہے اور انہیں ان کا مقام بھی دکھایا ہے اور قرآن کی اس آیت کریمہ ''یَـا اَیُّهـَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّة'' کے مصداق صحیح معنی میں اسلام میں داخل ہوجانے کی تلقین کی ہے۔ اس طرح آپ نے مسلمانوں کو فلاح و کامرانی کی ایسی کلید عطا کردی ہے جو صرف اسی ہنگامۂ ترک وطن کا نسخۂ کامرانی نہیں بلکہ ہر دور کا نسخۂ کامرانی ہے۔

۲۔ معارف حدیث:

زیر نظر کتاب میں حضور حافظ ملت نے رواں دواں زبان اور شگفتہ اسلوب میں حدیث کے مختلف زاویوں کے جلوے دکھا کر عقائد وایمان کو عطر بیزی و شادابی عطا کرتے ہوئے عبادات واعمال کی تلقین کی ہے اور اس طرح مسلمانوں کو صراط مستقیم پر گامزن کیا ہے۔

اس کتاب کی بابت خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی تحریر فرماتے ہیں:۔ ''سمندر کو کوزے میں بھرنے کی کہاوت سنتے تھے لیکن ''معارف حدیث'' اس کی جیتی جاگتی زندہ مثال ہے۔ حدیث کے ترجمے کے ساتھ اس پر عالمانہ و

عارفانہ نکتہ آفرینی یہ صرف استاذ العلماء جیسی بلند شخصیت کا کام ہے۔
(کلمات عقیدت از معارف حدیث ص۳ مطبوعہ مکتبہ پاسبان الہ آباد)

معارف حدیث میں حافظ ملت علیہ الرحمہ نے حدیث نیت کی مختصر مگر جامع شرح فرماتے ہوئے ہجرت کی تعریف اس طرح بیان کی ہے:۔

ہجرت کے شرعی معنی یہ ہیں:

کہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے دارالکفر کو چھوڑ کر دارالاسلام میں بودوباش اختیار کرے۔ یہ ظاہری ہجرت ہے۔ باطنی اور حقیقی ہجرت یہ ہے کہ طبیعت میں جو اخلاق ذمیمہ اور نفس میں جو شیطانی شرارتیں ہیں ان کو چھوڑ دے اور ان سے باز آجائے۔ اور حقیقت میں شرعی ہجرت کی یہی غرض ہے کہ انسان خدائے تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز آجائے۔ اگر یہ غرض وطن میں پوری ہو رہی ہے تو وہ بھی فی الحقیقت مہاجر ہے ورنہ صرف ترک وطن سے کیا فائدہ اگر چہ ظاہری ہجرت بھی بحکم شرع واجب ہے جیسا کہ قبل فتح مکہ مکرمہ سے ہجرت واجب تھی۔"

(معارف حدیث ص۱۰ مطبوعہ بزم عزیزیہ امجدیہ بلرام پور)

صراط مستقیم کیا ہے؟

لکھتے ہیں: دین حق صراط مستقیم ہی وہ سچا، سیدھا راستہ اور شاہراہ ہے جس پر دوام وثبات کی دعا ہر مسلمان کرتا ہے اور پانچوں وقت بارگاہ خداوندی میں دست بستہ عرض کرتا ہے، بار بار عرض کرتا ہے کہ ہمارے رب ہمیں سیدھا راستہ چلا" (ایضا ص:۱۱)

قرآنی آیت "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" کی تطبیق حدیث مصطفیٰ سے کرتے ہوئے ثابت کر دیتے ہیں کہ یہ سیدھا راستہ خدا کا راستہ ہے اور اسی کا اتباع لازم ہے۔

معارف حدیث میں حضرت حافظ ملت نے حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کی حاکمیت وسخاوت، بے نظیری اختیار اور علم غیب کو حدیث پاک سے ثابت کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی محبت کو ایمان قرار دیا ہے۔

چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے:۔

محبت رسول (۱) عزیزوں اور دوستوں کی الفت ہو یا جان و مال کی محبت اگر ان سب پر حب رسول غالب ہے تو یہ واقعی ایمان ہے، قابل مبارک باد ہے اور یہی اللہ عزوجل کی سچی محبت ہے۔ محبت رسول ہی محبت خدا ہے۔ قُل اِن کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ میں اسی کی تعلیم ہے" (ص ۲۵)

اختیار رسول (۲) "رات کا وقت ہے ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مصروف ہیں، ان کی

خدمات مقبول ہوتی ہیں۔رحمۃ للعالمین کا دریائے کرم موجزن ہوتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے، ربیعہ مانگ لو یہ نہیں فرمایا، ربیعہ یہ چیز مانگ لو، وہ چیز مانگ لو۔۔کسی چیز کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ مطلق فرمایا مانگ لو۔

اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ جو چاہو سو مانگ لو، دنیا کی خوبیاں مانگو چاہے آخرت کی بھلائیاں مانگو، چاہے دونوں جہاں کی نعمتیں مانگو، جو مانگو گے پاؤ گے۔یہ کون کہہ سکتا ہے؟ یہ وہی کہہ سکتا ہے جو دنیا وآخرت دونوں جہان کا مالک ہو۔

حضورﷺ کے اس ارشاد سے حضور کا مالک ومختار ہونا ثابت ہوا اور اس درجۂ کمال پر کہ دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں ساری دولتیں حضور کے تصرف اورزیرفرمان ہیں، حضور ان سب نعمتوں کے مالک ومختار ہیں جس کو جو چاہیں گے عطا فرمائیں گے دریاے کرم موجزن ہے جو مانگوں گا پاؤں گا مگر دنیاے ناپائیدار کا کیا سوال کروں، آخرت وہ بھی جنت مانگوں جنت میں بھی سب سے برتر و بالا، افضل و اعلیٰ جنت الفردوس، اس میں بھی بلند ترین مقام، بلندی و برتری کے ساتھ حضور اقدسﷺ کی رفاقت ومعیت، یہ وہ جلیل القدر نعمت ہے جس پر تمام نعمتیں قربان، ساری دولتیں، تمام راحتیں نثار وہ مخصوص نعمت طلب کی۔

حضرت ربیعہ کے اس سوال سے ان کا عقیدہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ربیعہ حضور اقدسﷺ کو ساری کائنات کا مالک جانتی ہیں۔" (ایضاص ۲۹۔۳۰)

علم رسول (۳) علم مصطفیٰﷺ کی وسعت، ادراک انسانی اور طاقت بشری سے خارج ہے۔انسان کی کیا مجال کہ حضورﷺ کے علم کا احاطہ کرسکے رب السموات والارض نے اپنے محبوب محمد رسول اللہﷺ پر ہر چیز روشن کردی کھلی، چھپی، ظاہر وباطن ہر شئی پیش نظر فرمادی، گزشتہ، آئندہ اور موجودہ کل حالات اور تمام واقعات حضورﷺ پر روشن فرمادیئے" (ایضاص: ۴۵)

اس کے بعد حدیث پاک سے دلیل پیش فرما کر ثابت کردیتے ہیں۔

اسی لئے اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے محبوب جناب محمد رسول اللہﷺ کھلی چھپی، ظاہر وباطن، اگلی، پچھلی تمام اشیا کے عالم ہیں۔(ایضاص:۴۸)

زیرنظر کتاب میں حافظ ملت نے عقائد واعمال کا بیان بھی فرمایا ہے۔نماز، روزہ، زکوٰۃ اورحج کی فرضیت، ان کے فضائل اورفوائد پر حدیث مصطفیٰ سے روشنی ڈالی ہے۔صدقہ کے فوائد، مسلم اتحاد کے برکات بیان کرکے مسلم معاشرہ کی تشکیل اور اصلاح معاشرہ کے طریقے واضح کردیئے ہیں اوراس طرح مسلمانوں کی صلاح وفلاح ونجات کی حقیقی کلید عطا کی ہے۔

لکھتے ہیں:۔

مسلمانوں کی صلاح وفلاح اسی میں ہے کہ آپس میں اتحاد واتفاق کے ساتھ رہیں، اخوت اسلامی کے ماتحت زندگی گزاریں، مسلمان کو مسلمان کے ساتھ حسن سلوک رکھنا چاہیئے۔بدظنی، بدگمانی بری بات ہے۔(ایضاص:۱۰۳)

زیر نظر تصنیف میں حضور حافظ ملت نے ہر حدیث کا ترجمہ بھی لکھا ہے۔ ہر حدیث کی شرح میں محققین ومحدثین مثلاً علامہ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ علی قاری، امام ابن حجر مکی وغیرہ کے اقوال کتابوں کے حوالے بھی پیش کیے ہیں۔ جو حدیث جس موضوع پر بیان کی ہے اس کی صداقت میں قرآنی آیات کے حوالے بھی دیئے ہیں اور کتب تفاسیر کے حوالوں سے بھی مدلل ومبرہن فرمایا ہے۔

زیر نظر تصنیف لا ریب حضور حافظ ملت کے محدثانہ مقام کی رفعت اور مصلحانہ پر دال ہے۔ زبان وبیان سلیس وشگفتہ اور دلکش ہے اور اسلوب، ایجاز کا عمدہ نمونہ ہے۔ سچ ہے کوزے میں دریا کو بھر دیا ہے۔

۳۔ انباء الغیب:۔

کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔

ایک دیوبندی مولوی جو پہلے مفتی بن کر اخبار ”سہیل“ اعظم گڈھ میں اپنے فتوے چھپوایا کرتا تھا۔ ایک بار اس نے سائل بن کر علم غیب رسول پر سوال کیا اور سوال میں مکاری و چالاکی کا بھرپور ہاتھ دکھاتے ہوئے چار جگہوں پر دھوکا دینے کی کوشش کی مگر مرد مومن کی فراست سے باطل پرستوں کی چال کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔

دیوبندی سائل نے جو سوال کیا ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ”عالم الغیب“ لکھا ہے تین چالاکیاں سوال میں اور بھی دکھائی ہیں۔

سوالات ملاحظہ ہوں۔ ”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں یا نہیں؟ اور جو شخص آپ کو عالم الغیب اعتقاد کرے وہ کافر ہے یا مسلمان؟ مذہب حنفی کی معتبر کتابوں کی عبارت مع ترجمہ نقل کر کے جواب دیا جائے۔

حضور حافظ ملت اس دیوبندی سائل کی چالاکی کی گرہوں کو اس طرح کھولتے ہیں:

ا۔ ”اس سوال میں لفظ عالم الغیب لانا چالاکی ہے کیوں کہ علمائے اہل سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عز وجل کا دیا ہوا علم غیب مانتے ہیں، اسی کو ثابت کرتے ہیں“

یہ لکھنا ”ہم نے کتاب درمختار اور اس کی شرح ردالمحتار کو عوام کی سہولت کے لیے لازم پکڑا ہے یہ بھی چال ہے“

۳۔ ”ایسی عبارت دکھائی جاوے جس کا لفظی ترجمہ یہی ہو کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ جانے وہ کافر ہے یعنی ایسی عبارت ہو جس میں حضور کے لیے بھی لفظ عالم غیب کا استعمال کیا گیا ہو اور اسی لفظ عالم الغیب کے نہ ماننے والے کو کافر کہا گیا ہو“۔

۴۔ ”اور اگر ایسی عبارت متفق علیہ کتاب میں نہ ہو تو صاف لکھا جاوے کہ ایسی صریح عبارت نہیں ہے“

(انباء الغیب ص۱۳،۱۴)

اس کے بعد جواب دیتے ہیں۔ جواب کے لیے دو ابواب قائم کیے ہیں۔

پہلے باب میں سوالوں کا جواب اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا اثبات ہے۔ دوسرے باب

میں مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے اور دیوبندی مولوی کے فتوی کی حقیقت ظاہر کی ہے۔

باب اول کی تمہید میں لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا لہذا انہیں علم غیب عطائی حاصل ہے۔ اور چوں کہ اللہ عز وجل نے اپنے حبیب لبیب نبی کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو روز اول تا روز آخر ہر ایک شے کا عرش سے فرش تک، شرق سے غرب تک تمام چھوٹی بڑی، کھلی اور چھپی اشیا کا علم دیا لہذا انہیں رب العزت نے علم "ماکان وما یکون" عطا فرمایا۔

پہلے باب کی فصل اول میں حضور حافظ ملت نے قرآنی آیات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب عطائی کا اثبات فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

"آیات نفی میں علم ذاتی غیر متناہی مراد ہے اور آیات اثبات میں عطائی ہونا ظاہر اور متناہی اس لیے کہ غیر متناہی کی عطا محال ہے۔ لہذا دونوں قسم کی آیتوں کو ملانے سے آیات خود بتا رہی ہیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا۔ مزید استدلال کے طور پر امام ابن حجر مکی کی فتاویٰ حدیثیہ اور امام قاضی عیاض کی شفا اور اس کی شرح نسیم الریاض سے حوالے دیئے ہیں۔

مزید فرماتے ہیں کہ درمختار اور اس کی شرح ردالمحتار حنفیہ کی نہایت معتبر ومستند کتاب ہے اور پھر ردالمحتار کے حوالے سے ثابت کر دیتے ہیں کہ "عالم الغیب" اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے پسندیدہ رسولوں یہاں تک کہ بعض علم غیب پر اولیا کو بھی مطلع کیا ہے۔

جواب امر سوم میں فرماتے ہیں "جب آیات قرآنیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ثابت ہے تو یقیناً اس کا منکر کافر"۔ (ص:۲۹)

باب اول، فصل دوم میں لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عطائی علم غیب تو حاصل ہے لیکن "عالم الغیب" کی خصوصیت کی بناء پر آپ کو عالم الغیب کہنا صحیح نہیں۔ (ص ۳۴)

"علم ما کان ومایکون" کے باب میں آپ نے قرآن واحادیث اور اقوال ائمہ سے ثبوت دیا ہے۔

باب دوم میں دیوبندی معترضین کا جواب اس طرح دیتے ہیں۔

"ردالمحتار کی عبارت میں لفظ عالم الغیب قرینہ ہے اس امر کے لیے کہ کفر اس صورت میں ہے جب علم غیب ذاتی مراد ہو اس لیے کہ "عالم الغیب" کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ غیر خدا پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا اور اس کا علم ذاتی ہے محیط ہے کہ کوئی ممکن ومعدوم وغیرہا اس سے خارج نہیں۔" (ص ۵۸)

اس مختصر رسالے "انباء الغیب" کے مطالعہ سے حضرت حافظ ملت کی متکلمانہ بصیرت اور طرز استدلال کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

۴۔ فرقۂ ناجیہ:۔

زیرنظر رسالہ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امت کے جو تہتر فرقے ہوں گے ان میں ناجی فرقہ سواد اعظم اہل سنت ہے باقی بہتر فرقے ناری ہیں۔

یوں تو ہر فرقہ خود کو قرآن وسنت کا ماننے والا بتاتا ہے لیکن حقیقتاً ان کا ماننے والا کون ہے؟ حافظ ملت تحریر کرتے ہیں:

قرآن وحدیث پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ پورے قرآن وحدیث کو مانے۔ اگر کسی ایک آیت یا حدیث متواتر کا انکا کرے تو وہ قرآن وحدیث کا ماننے والا نہیں۔

آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کا صحیح مطلب وہی ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے بیان فرمایا اسی مطلب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کے خلاف کوئی دوسرے معنی اپنی رائے سے گڑھنا گمراہی ہے۔ (ص۱۱)

اب آگے لکھتے ہیں:

جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرقہ ناجیہ کو دریافت کیا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا "ما انا علیہ واصحابی" یعنی نجات پانے والا وہ گروہ ہے جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر قائم رہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا "وھی الجماعۃ" وہ ناجی گروہ بڑی جماعت ہے۔

اس کے بعد دو احادیث اور بھی پیش فرمائیں جن میں یہ صراحت ہے کہ ایک فرقہ جنتی ہے اور وہ بڑی جماعت ہے۔ اور بڑی جماعت یعنی ناجی فرقہ سواد اعظم یعنی اہل سنت وجماعت ہے۔ چوں کہ سواد اعظم ہر زمانے میں وہی رہی جس پر صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، علماے معتمدین اور اولیا کاملین قائم رہے وہی مذہب اہل سنت وجماعت کا ہے۔ (ص۱۵)

فرقہائے باطلہ کے بطلان پر بڑی دل لگتی بات فرماتے ہیں:

"ان فرق باطلہ کے بطلان کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ان کا حدوث صدر اول کے بعد ہے، ان کے عقائد صحابہ کرام کی جماعت کے خلاف ہیں ان سب نے آیات قرآنیہ واحادیث صریحہ شہیرہ کا خلاف کیا" (ص۱۶)

پھر آٹھ فرقوں کے نام پیش فرماتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) معتزلہ (۲) شیعہ (۳) خوارج (۴) مرجیہ (۵) نجاریہ (۶) جبریہ (۷) مشبہ (۸) ناجیہ

ان فرقوں کی الگ الگ شاخوں کی تعداد بھی بتائی ہے پھر تحریر فرمایا یعنی یہ ۷۲ رفرقے گمراہ ہیں۔ البتہ ایک فرقہ ناجیہ جنتی ہے۔

حافظ ملت نے ان سات خاص فرقوں کی گمراہی بھی ثابت کی ہے۔

دیوبندی، غیر مقلد، نیچری اور قادیانی وغیرہ نجاریہ، جبریہ، مشبہہ میں شامل ہیں۔

زیر نظر رسالہ ایمان افروز، علمی اور معلوماتی ہے اور حضرت کے اسلوب (توضیحی نثر) کا عمدہ نمونہ بھی۔

۵۔ المصباح الجدید:

حضور حافظ ملت کے اس رسالہ کو اس قدر شرف قبول حاصل ہوا کہ اب تک ہندو پاک سے اس کے پچاسوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس میں علمائے دیوبند کے مذہب وعقیدہ کے متعلق ۳۰/سوالات مع جوابات ان ہی کی کتب معتبرہ کے حوالوں سے درج ہیں۔

شروع (پہلے ایڈیشن) سے ہی ایک حوالہ کو غلط ثابت کرنے پر ۵۰۰/روپے کا انعام بھی رکھا گیا ہے۔ الحمد للہ آج تک کسی بھی حوالہ کو کوئی چیلنج نہیں کر سکا اور نہ ہی کبھی کر سکتا ہے۔

رسالہ ''المصباح الجدید'' کی تالیف کی وجہ یہ ہے کہ قصبہ بھوج پور ضلع مراد آباد سے ۳۰/سوالات پر مشتمل ایک استفتا حضور حافظ ملت کی خدمت میں آیا تھا۔ اس استفتا کا منشا دیوبندی مذہب کی حقیقت دریافت کرنا تھا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اس کا جواب تفصیل کے ساتھ دیوبندیوں کی معتبر کتابوں کے حوالے سے نہایت سلیس عام فہم طرز میں لکھا۔ چونکہ حافظ ملت دیوبندیوں کی فطرتِ کذب وکید سے واقف تھے کہ وہ اپنے پیشواؤں کے ان اقوال کفریہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر سکتے ہیں اور قارئین کو بہکا سکتے ہیں لہذا ان کی ذہن دوزی کے لیے سرورق پر لکھ دیا کہ ''ایک حوالہ بھی غلط ثابت کرنے پر ۵۰۰/روپیہ انعام۔ الحمد للہ دیوبندیوں کی چال کا یہ دروازہ اس سے بند ہو گیا۔

''المصباح الجدید کے'' ہندی وگجراتی میں بھی تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

۶۔ العذاب الشدید لصاحب مقامع الحدید:

چونکہ ''المصباح الجدید'' نے دیوبندی عقائد کی دھجیاں بکھیر کر دیوبندیوں کو دم بخود کر دیا تھا لہذا جب انہوں نے دیکھا کہ اب تو جو بھولے بھالے مسلمان ان کے دام فریب میں آ چکے تھے ہاتھ سے نکل رہے ہیں لہذا ''المصباح الجدید'' کے جواب میں ''مقامع الحدید'' لکھی جس میں دیوبندیوں کے عقائد باطلہ پر اور دیوبندی دھرم کی ننگی تصویر پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی گئی اور اسے ایک غیر معروف شخص مسمی بہ محمد حنیف رہبر کے نام سے شائع کی۔

حضرت حافظ ملت نے اس کا بھی جواب لکھا اور شاگرد عزیز علامہ فاضل مولانا محمد محبوب صاحب اشرفی نے مرتب کر کے کتاب کا نام ''العذاب الشدید'' لصاحب مقامع الحدید'' رکھا۔ کتاب ایک مقدمہ اور دو باب پر مشتمل ہے

مقدمہ میں مختصراً تاریخ وہابیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اس میں دیوبندی مولوی رہبر کے جھوٹے دعووں اور سنیوں نیز امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ پر لگائے گئے فرضی الزامات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔

باب اول کا عنوان ہے۔ ''در ابطال جواب اعتراضات المصباح الجدید''

''المصباح الجدید'' میں حضرت حافظ ملت نے عقائد دیوبندیہ کے جن تیس باطل عقائد اور کفری اقوال کی گرفت فرمائی ہے اور ان کا رد بلیغ کیا ہے۔ صاحب مقامع الحدید نے ان اعتراضات حافظ ملت کے جوابات دیے ہیں اور

دیوبندی مولویوں کے اقوال کفریہ پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی ہے لیکن وہ پھر اپنے ہی جال میں پھنس گیا ہے۔
مثال کے طور پر ملاحظہ کریں۔
دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے مرثیہ میں اپنے پیر مولوی رشید احمد صاحب کو مربی خلائق لکھا ہے۔

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

اس پر المصباح الجدید میں تنبیہ فرمائی گئی ہے صاحب مقامع الحدید نے بڑی چالاکی سے خلائق اڑا کر صرف یہ دکھایا کہ مرثیہ میں صرف مربی ہے اور مربی پالنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ آیت میں والدین کو اولاد کا مربی کہا گیا ہے۔
حضور حافظ ملت نے مربی، رب وغیرہ کی لسانی بحث بھی کی ہے اور بہت ہی علمی اور استدلالی انداز میں دکھایا ہے کہ جب رشید احمد گنگوہی کو خلائق کا مربی (یعنی ساری مخلوق کا رب) کہا گیا تو گویا انہیں رب العالمین بنا دیا گیا۔ (معاذ اللہ)
حافظ ملت نے دیوبندیوں کی اردو دانی کی بھی پول کھولی ہے۔
اسی طرح تیسوں اعتراضات کے رہبری جوابات کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔
باب دوم کا عنوان ہے: ''دیوبندی مذہب کا آئینہ''
اللہ، رسول اور قرآن مجید کے بارے میں دیوبندیوں کے کفری عقائد نیز بارگاہ خدا و رسول میں ان کی گستاخیوں کو اس باب میں ظاہر کیا گیا ہے اور دیوبندیوں نے اپنے پیشواؤں اور مولویوں کو جس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے، انہیں شہید، نجات دہندہ وغیرہ بتایا گیا ہے اس پر بھی گرفت فرمائی ہے اس لیے کہ دیوبندی شہدا و اولیا کے لیے تصرفات کے قائل ہی نہیں ہیں یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شافع اور نجات دہندہ نہیں مانتے بلکہ صرف اپنے پیروں کی کرامتوں اور اختیارات و تصرفات کا ذکر کرتے ہیں۔
دیوبندیوں نے ''حسام الحرمین'' کو جھوٹا بتایا ہے، اعلیٰ حضرت پر بھانت بھانت کے بہتان لگائے ہیں ان سب کا بھی مسکت جواب دے کر فریب کا پردہ چاک کر دیا ہے۔
چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔
ا۔ مولوی محمود حسن نے مولوی رشید احمد گنگوہی کی مدح میں یہ شعر لکھا۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

اس پر ''المصباح الجدید'' میں جو گرفت کی گئی ہے اس سے بوکھلا کر دیوبندی رہبر نے محمود حسن کے کفری شعر کے مقابلے میں مدائح اعلیٰ حضرت کا یہ شعر پیش کیا۔

شفا بیمار پاتے ہیں طفیل حضرت عیسیٰ
ہے زندہ کر رہا مردے خرام احمد رضا خاں کا

اور پھر دلیل سے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت کو بھی تو حضرت مسیح علیہ السلام پر فوقیت اور برتری دی گئی ہے۔ (معاذ اللہ)

حضرت حافظ ملت نے بڑی متانت سے رہبری دلیل کی کمر توڑ کر اس کی رہزنی ظاہر کر دی ہے۔

لکھتے ہیں: ''مرثیہ کے مقابلہ میں مدائح اعلیٰ حضرت کا پیش کرنا کتنی بڑی شرم کی بات ہے۔ مدائح کے قائلین عوام الناس ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک مذہبی حیثیت سے ان کا قول معتبر نہیں اور مرثیہ تو تمہارے شیخ الہند کا ہے جن کے ہر قول پر دیوبندی ایمان لا چکے ہیں پھر مدائح سے مقابلہ کیسی شرمناک حرکت ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ علماء اہل سنت میں سے کسی کا کوئی قول قیامت تک مل ہی نہیں سکتا اس لیے عوام ہی کے قول کو لاتے ہیں اور وہ بھی محض عوام کو دھوکا دینے کے لیے۔ کیا اس شعر میں بھی ''اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم'' ہے؟ کیا اس میں بھی تقابل ہے؟ کیا اس میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کو اعلیٰ حضرت کی مسیحائی دکھائی گئی ہے؟

تم نے اس کا مقابل بنانے کے لیے شعر کا مطلب بگاڑا، لفظ طفیل کو ایک ہی طرف لیا۔ طفیل حضرت عیسیٰ کا تعلق دونوں مصرعوں سے ہے اور مطلب صاف یہ ہے کہ بیماریوں کا شفا پانا اور مردے زندے ہونا یہ دونوں کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طفیل وصدقہ سے ہیں اور اس کا ظہور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سعی وکوشش سے ہے لہذا ثابت ہوا کہ مدائح کے اس شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف ہے مگر دیوبندیوں کو کیا سوجھے۔

ع آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے

(ص ۵۶، ۵۷)

۲۔ امام احمد رضا کا دفاع اس طرح فرماتے ہیں اور تھانوی، گنگوہی وغیرہ کا رد کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

''چونکہ تھانوی وغیرہ کے اقوال خبیثہ کفریہ یقینی قطعی ہیں۔ ان اقوال پر حکم کفر ہے، جو ان اقوال خبیثہ سے متفق ہو اس پر حکم کفر ہے لہذا کفر کی صورت ہے جو تم نے اختیار کی ہے کہ حفظ الایمان، براہین قاطعہ، تحذیر الناس کی وہ کفری عبارتیں دیکھتے ہوئے جانتے ہوئے کہ واقعی ان عبارتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے پھر بھی ان خبثا کا دامن نہیں چھوڑتے۔ اللہ ورسول کے مقابلہ میں ان مرتدین کی حمایت کرتے ہو۔ ایسی صورت میں تمہیں حکم کفر ضرور ہے اور یہ کوئی نیا حکم نہیں اس پر تو خود دیوبندی رہبر صاحب نے نمبر ۲۶ رمیں اجماع نقل کیا ہے مگر اس حکم میں ناواقف مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ شریک کرنا یہ تمہاری دجالی، مکاری، فریب کاری ہے۔ والعیاذ باللہ! لہذا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے فتوے حسام الحرمین کی بنا پر ساری دنیا کے تمام مسلمان مسلمان ہی ہیں البتہ تمہارے تھانوی، گنگوہی، انبیٹھوی وغیرہ ساڑھے تین مرتدین ضرور کافر ہیں مگر تم ان کے کفریات پر مطلع ہو کر سمجھ کر جان کر ان کا دامن تھام کر برضا و برغبت خود بخود ان کے پیچھے جہنم میں جا رہے ہو ان میں اعلیٰ حضرت یا دوسرے علماء اہل سنت کا کیا قصور ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہدایت دے'' (ص ۱۸۹)

۳۔ چونکہ ''الکوکبۃ الشہابیہ'' میں مولوی اسماعیل دہلوی کو اللہ ورسول کی شان میں گستاخی کرنے والا، گالیاں دینے

والا وغیرہ لکھا مگر مولوی اسماعیل کے ان کفریات مذکورہ کے باوجود ان کو کافر کہنا خلاف احتیاط کہا۔ لہذا وہ اقراری کافر ہوئے۔ معاذ اللہ!

دیو بندی رہبر کو ''کفر کلامی'' اور ''کفر فقہی'' میں تمیز نہیں۔

اس پر حافظ ملت نے بڑی زبردست علمی بحث کی ہے اور رہبر کی جہالت آشکارا کی ہے اور مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے سکوت کی وجوہات بھی بیان کی ہیں۔

''المصباح الجدید'' اور زیر نظر کتاب ''العذاب الشدید، لصاحب مقامع الحدید'' ہی علمی، معلوماتی، کفر سوز اور ایمان افزا کتابیں ہیں۔ ان سے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ علمی جلالت (عقائد وکلام میں بشمول مہارت) نیز استدلالی انداز کا اظہار ہوتا ہے۔ زیر نظر تصنیف میں حضرت نے جس طرح دیو بندی عقائد، افترا، چالبازی وغیرہ کی دھجیاں بکھیری ہیں اس تعلق سے وہ خود لکھتے ہیں:

''دیکھا رہبر صاحب یہ ہے کہ آپ کے مذہب کا آ ہنی قلعہ اور سنگین محل جس پر اکڑتے ہوئے آپ نے اپنی کتاب کے ساتھ ساتھ فخر وناز کو بھی ختم کر دیا۔ معلوم ہوئی اس کی حقیقت، العذاب الشدید نے بفضلہ تعالیٰ ایک اشارہ میں اس کے ٹکڑے کر دیئے''۔ (ص:۲۵۹)

۷۔ الارشاد:

متحدہ ہندوستان کی تاریخ میں ۱۹۴۷ء کے ہنگامے کم اہمیت کے حامل نہیں تقسیم ملک کا مسئلہ درپیش تھا ملک میں بدامنی، اضطراب، لوٹ مار اور قتل وغارت گری کا جو ماحول تھا اسے دیکھنے والی نگاہیں آج بھی اس کا تصور کر کے خون کے آنسو رونے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ بھانت بھانت کی سیاسی پارٹیاں میدان میں تھیں مسلمانان ہند الگ الگ پارٹیوں میں بٹے ہوئے تھے خصوصیت کے ساتھ اس وقت دو پارٹیاں زیادہ نمایاں تھیں کانگریس، مسلم لیگ علما کی بھی اچھی خاصی تعداد ان سیاسی جماعتوں سے وابستہ تھی کانگریس ملکی تقسیم کی مخالف تھی اور مسلم لیگ قیام پاکستان کے لیے کوشاں تھی۔

''وہ آل انڈیا سنی کانفرنس جس نے مراد آباد اور بنارس کی کانفرنسوں میں سنی اجتماعیت اور طاقت کا مظاہرہ کر کے اہل ہند کو حیرت میں ڈال دیا تھا، مسلم لیگ کی حمایتی ہوگئی،

اگر مسلم لیگ صرف اہل سنت وجماعت کے اصولوں پر کاربند ہوتی تو اس کی حمایت میں کوئی حرج نہیں تھا لیکن اس کی نگاہ میں تمام گمراہ بدعقیدہ فرقے سب مسلمان تھے۔ وہ تقسیم شدہ ملک پاکستان میں ایک ایسی حکومت بنانا چاہتی تھی جس میں سبھی فرقے کے لوگ شامل ہوں۔ ظاہر ہے کوئی خالص دیندار عالم وہ بھی حافظ ملت جیسا دینی، علمی اور روحانی پیشوا اسے کیسے گوارہ کر سکتا تھا۔ حافظ ملت نے آل انڈیا سنی کانفرنس میں اپنی خدمات خالص دینی وملی درد کے جذبے سے پیش کی تھیں لیکن کانفرنس کی اس لیگی حمایت نے انہیں ایسا درد دیا کہ وہ خون کے آنسو رو اٹھے اور خون دل میں انگلیاں ڈبو

کر رسالہ ''الارشاد'' لکھا۔

رسالہ کی عنوانات ہی اس حقیقت کے غماز ہیں کہ حضور حافظ ملت کیسے کیسے درد اور اذیت سے گزرے ہوں گے۔

رسالہ کے سرخیوں اور عنوانات پر نظر ڈالئے :-

مسلمانوں کی کج روی، کج روی کی سزا، لیگ کا اسلام کاغذی ہے، لیگ کی شرکت واعانت ناجائز وحرام ہے، لیگ اہل سنت کی دشمن ہے، لیگ میں سنیوں کی حیثیت اور غلامانہ اکثریت، لیگ میں بد دینوں کی فرمانروائی، لیگ میں بدمذہبوں کا مستقل وجود، بدنصیب اکثریت کی بے کسی وغیرہ۔

حضور حافظ ملت محبّ وطن تھے اور ترک وطن کو قطعاً نامناسب سمجھتے تھے مگر وہ کسی خالص اسلامی مملکت کے مخالف بھی نہیں تھے لیکن لیگ کے دستور اساسی، جناح کے بیانات نیز دوسرے لیگی لیڈروں مثل راجہ محمود آباد وغیرہ کے بیانات پڑھ کر حافظ ملت بے چین ہوگئے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس ایسے لیگ کی حمایت کیوں کر رہی ہے۔ حالانکہ حافظ ملت نے سنی کانفرنس کے ڈھائی ہزار ممبر بنائے تھے

چونکہ حضرت حافظ ملت سمجھ چکے تھے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس اب لیگ سے اپنا ہاتھ نہیں کھینچے گی لہذا آپ نے سنی کانفرنس سے استعفیٰ دے دیا۔ آپ نے حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کو جو خط لکھا ہے اس سے آپ کی دینی دردمندی کا اظہار ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل جملے ملاحظہ کریں:

''اراکین سنی کانفرنس نے اب تک جو منفرداً لیگ نوازیاں کیں مجھے ان سے بھی سخت تکلیف تھی اور شدید اختلاف تھا لیکن امید یہ تھی کہ ممکن ہے آل انڈیا اجلاس میں اس کی تلافی ہو سکے مگر یہاں بھی وہی صورت نظر آتی ہے اس سے وہ امید ختم ہوگئی اور آج سے میں نے سنی کانفرنس سے علیحدگی اختیار کر کے استعفا داخل کر دیا۔ وجوہ استعفا سنی کانفرنس کی لیگ نوازیاں قرار دیتے ہوئے لکھ دیا کہ تاوقتے کہ سنی کانفرنس لیگ سے اپنی علیحدگی اور بیزاری کا اعلان نہ کر دے میں اس کی خدمت سے قاصر ہوں''۔ (غلام حسین: فتاویٰ اہل السنۃ ص ۱۹)

زیر نظر رسالہ کی سطر سطر سے حافظ ملت کی حق گوئی، جرأت مندی، دینی درد، مومنانہ فراست اور سیاسی بصیرت کا برملا اظہار ہوتا ہے۔

رسالہ ''الارشاد'' لاریب ایک دستاویزی حیثیت کا حامل ہے اور عصر حاضر کے علما اور لیڈروں کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۷۔ فتاویٰ عزیزیہ:

چوں کہ ابھی حضور حافظ ملت قدس سرہ کے فتاویٰ کا مجموعہ بنام ''فتاویٰ عزیزیہ حافظ ملت'' زیر تدوین ہے لہذا اس کے تعارف وتبصرہ کی بابت کچھ عرض کرنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔

حافظ ملت کا اسلوب نگارش:

حضور حافظ ملت کو رب عظیم نے اورخوبیوں کے ساتھ تحریر کی بھی خوبی عطا فرمائی تھی ۔ انہیں نثر لکھنے پر بڑی قدرت تھی البتہ دیگر دینی وعلمی کاموں کی مصروفیات کے سبب اس میدان میں وہ نمایاں نہ ہو پائے لیکن جو کچھ لکھا ہے اسی سے آپ کی قلمی تب وتاب اور توانائی کا اندازہ ہوجاتا ہے، آپ کی مذکورہ بالا تصانیف فقہ، حدیث وعقائد سے متعلق ہیں اور موضوع وفن کے اعتبار سے آپ نے اسلوب اختیار کیا ہے ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دینی وعلمی تصنیف میں نثر خالص یا علمی نثر کی جلوہ گری ہوتی ہے لیکن یہ مصنف کے طرز کی خوبی پر منحصر ہے کہ دقیق نثر نہ لکھ کر حتی الامکان دور کی رائج زبان کو اختیار کر کے توضیح واستدلال، ایجاز واختصار وغیرہ کے توسط سے قاری تک اپنا مدعا بآسانی پہنچا سکے اور سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

حضور حافظ ملت نے نفس مضمون کے اعتبار سے اسلوب اختیار کیا ہے اور ان کے متنوع اسالیب میں ایک قدر مشترک موجود رہتی ہے اور وہ ہے حسن تحریر اور لطف مطالعہ کی کیفیت۔

حافظ ملت کی تحریر میں وضاحت وقطعیت:

خیال کی وضاحت کے لیے منتخب اور جچے تلے الفاظ کا استعمال ضروری ہے ۔ وضاحت کے لیے مضمون کو زیادہ پھیلانے کی ضرورت نہیں جو بات کہی جائے اس میں قطعیت ہو اور اسے استدلال سے باندھ دیا گیا ہو۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

''ہجرت کے شرعی معنی یہ ہیں کہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے دارالکفر کو چھوڑ کر دارالاسلام میں بود وباش اختیار کرے، یہ ظاہری ہجرت ہے ۔ باطنی اور حقیقی ہجرت یہ ہے کہ طبیعت میں جو اخلاق ذمیمہ اور نفس میں جو شیطانی شرارتیں ہیں ان کو چھوڑ دے اور ان سے باز آجائے اور حقیقت میں شرعی ہجرت کی یہی غرض ہے کہ انسان خدائے تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز آجائے ۔ اگر یہ غرض وطن میں پوری ہورہی ہے تو وہ بھی فی الحقیقت مہاجر ہے ورنہ صرف ترک وطن سے کیا فائدہ'' (معارف حدیث ص:۱۰)

ان فرق باطلہ کے بطلان کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ان کا حدوث صدر اول کے بعد ہے ان کے عقائد صحابۂ کرام کی جماعت کے خلاف ہیں باوجود اس کے ان سب نے آیات قرآنیہ واحادیث صریحہ شہیرہ کا خلاف کیا ہے اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ کبار فرق اسلامیہ آٹھ ہیں ۔ (۱) معتزلہ (۲) شیعہ (۳) خوارج (۴) مرجیہ (۵) نجاریہ (۶) جبریہ (۷) مشبہہ (۸) ناجیہ۔ (فرقۂ ناجیہ ص۱۹)

ایجاز واختصار:

حضور حافظ ملت کی خصوصیت تحریر، ایجاز واختصار بھی ہے، وہ غیر ضروری باتوں کو نظر انداز کر کے ٹھوس اور دل لگتی بات بیان کرتے ہیں ۔ سادہ بیانی اور روز مرہ کے استعمال کے ساتھ منتخب الفاظ کا استعمال آپ کی عبارت میں چمک اور

بہتری پیدا کر دیتا ہے۔

مندرجہ ذیل اقتباسات دیکھیے :۔

''لیگ کا اسلام صرف کاغذی اور گورنمنٹی اسلام ہے کیوں کہ قادیانی ، رافضی، دیوبندی، نیچری تمام کفار مرتدین لیگ کے نزدیک مسلمان ہیں'' (الارشاد ص ۵)

کس قدر اختصار کے ساتھ دوٹوک بات کہہ دی اور استدلال کے ساتھ لیگ کے اسلام کو کاغذی ثابت کر دیا۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب (عطائی) کے اثبات میں استدلال واعتدال اور ایجاز واختصار ملاحظہ کیجئے۔

''دوسری آیت " قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله" (کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔ اس آیت میں غیر خدا سے غیب جاننے کی نفی اور اللہ تعالیٰ کے لیے بطور حصر اس کا اثبات ہے تو لامحالہ غیر خدا سے جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے وہی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت اور اللہ عزوجل کا علم ذاتی غیر متناہی ہے لہذا اسی علم ذاتی غیر متناہی کی غیر خدا سے نفی ہوئی اور اگر آیت میں غیر خدا سے علم عطائی متناہی کی نفی مانی جائے تو وہی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہوگا اور لازم آئے گا کہ اللہ عزوجل کا علم عطائی متناہی ہو یہ محال وباطل ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ آیات نفی میں علم ذاتی غیر متناہی مراد ہے اور آیات اثبات میں عطائی ہونا ظاہر اور متناہی اس لیے کہ غیر متناہی کی عطا محال ہے۔ لہذا دونوں قسم کی آیتوں کو ملانے سے آیات خود بتارہی ہیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا'' (انباء الغیب ص ۲۴،۲۵)

اس اقتباس میں قرآنی آیت کی شمولیت سے وقار بھی پیدا ہو گیا ہے اور استدلال کی توانائی بھی داخل ہو گئی ہے۔

وقار ومتانت:

حضرت حافظ ملت علمی اور تحقیقی تصانیف میں سطحیت سے اجتناب کرتے ہوئے صداقت کو متانت اور وقار کے ساتھ پیش فرماتے ہیں۔ آپ تنقید وتردید میں بھی اس امر کا خیال رکھتے ہیں، جچے تلے لفظوں سے تحریر کو بلاغت کا جامہ پہنا کر اسے متانت ووقار عطا کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اقتباسات:

(۱) تمہید ایمان، چوں کہ کفر کلامی میں ہے اس میں کلام متکلمین کی اصطلاح پر ہے لہذا اس میں صریح بمعنی متعین ہے یعنی کفری معنی ایسے متعین ہیں کہ کوئی بعید احتمال بھی صحیح نہیں نکل سکتا لہذا اس میں اگر تاویل کی جائے گی تو غلط اور متعذر ہوگی اور یہ تاویل متکلمین کے نزدیک بھی مردود ہے۔ تمہید ایمان میں صریح کے معنی یہ ہوئے کہ وہ کفری معنی میں متعین ہے اور تاویل بعید بلکہ ابعد بھی صحیح نہیں ہو سکتی اور الکوکبۃ الشہابیہ کی یہ عبارت کہ اس کی کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں چوں کہ مسلک فقہا پر ہے اور فقہا کے نزدیک تاویل بعید معتبر نہیں لہذا تاویل قریب نفی ہے اور صاف مطلب یہ ہے کہ اسماعیل کی اس کفری عبارت میں فقہا کے نزدیک کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں لہذا اگر متکلمین کے نزدیک

کوئی بعید تاویل ہو سکے تو وہ اس کے معارض نہیں۔ تمہید ایمان کے کفر کلامی کی اصطلاح کو الکوکبۃ الشہابیۃ کے کفر فقہی سے لڑانا یہ دیوبندی رہبر کی نری عداوت نہیں تو کوری جہالت ضرور ہے۔

ع ''گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی''

(العذاب الشدید لصاحب مقامع الحدید ص ۲۳۸، ۲۳۹)

مندرجہ بالا اقتباس کفر کلامی و کفر فقہی کے تعلق سے ہے۔

ایک دیوبندی مولوی کے کفر کلامی و کفر فقہی کے عدم امتیاز پر اس کی جہالت کا جس وقار و متانت سے جواب دیا ہے وہ لائق دید ہے۔ حضرت حافظ ملت نے فقہی اسلوب کا عمدہ نمونہ پیش فرمایا ہے۔

(۲) مقصود مسلم پر یہ تحریر دیکھئے:۔

''مسلمانو! تمہارے دنیا میں آنے کی غرض اور تمہارا مقصود اصلی اللہ عزوجل کی عبادت ہے۔ تمارا رب فرماتا ہے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِن والانس اِلا لیعبدون" یعنی میں نے جن وانسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ مسلمانو! جب تک تم اپنے وطن میں اپنے رب کی عبادت میں ہو آزاد ہو تمہارا مقصود حاصل ہے۔ ایسی صورت میں ہرگز کہیں جانے کی ضرورت نہیں اور اگر خدانخواستہ تم اپنے رب کی عبادت سے روک دیئے جاؤ اور اس مقصود کے حاصل کرنے سے مجبور کردیئے جاؤ تو ایسی صورت میں بشرط استطاعت ترک وطن ضروری ہے اور محض یاد الٰہی کے لیے ضروری ہے، خوشنودی خدا کے لیے ضروری ہے اس میں کسی ملک اور کسی خطہ زمین کی تخصیص نہیں جہاں بھی امن کے ساتھ اپنے رب کی یاد کرسکو وہاں جاکر اپنے رب کی عبادت کرو اگرچہ جنگل اور پہاڑ ہی کیوں نہ ہو''۔ (ارشاد القرآن ص ۲۸)

حسن تحریر اور شعری فضا کا اہتمام:

حضرت حافظ ملت تحریروں میں شعری فضا کا اہتمام فرما کر تحریر میں زور اور حسن بھر دیتے ہیں آپ کی تحریروں میں یہ اہتمام کثرت سے پایا جاتا ہے۔

چند نمونے ملاحظہ ہوں:

(۱) ''زمانہ خوش ولے دریاب دُریاب
که ہردم در صدف گوہر نباشد

گھٹائیں اٹھتی ہیں، بارشیں برستی ہیں، سیلاب آتے ہیں مگر پانی کا پانی ہی رہتا ہے وہ ایک خاص ہی وقت ہوتا ہے جس میں باران رحمت کا ایک قطرہ دہن صدف میں پہنچ کر گوہر آبدار بن جاتا ہے یوں تو عبادت الٰہی یاد خداوندی بڑی نعمت ہے، ہر وقت ہر زمانہ میں مقبول ہے لیکن مقبولیت کے مراتب ہیں بعض خصوصی اوقات ایسے ہیں جو بارش کے قطرہ کی طرح گوہر آبدار اور در شہوار بنادیتے ہیں اور عبادت کو مقبولیت پر پہنچا دیتے ہیں کہ دوسرے اوقات میں وہاں تک

رسائی نہیں ہوسکتی وہ خاص وقت سال کا مبارک مہینہ رمضان شریف ہے جس کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جس میں آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں''۔ (معارف حدیث نمبر۵)

(۲) اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن توایمان بتاتاہے انہیں ایمان یہ کہتاہے مری جاں ہیں یہ

محبت ومودت، الفت وعقیدت ایک قلبی کیفیت ہے جوحیات انسانی کا محور اورزندگانی کا مرکز ہے۔ میلان قلب پر ہی انسانی حرکات وسکنات کا مدار ہے۔ دل کا جھکاؤ جس طرف ہوتاہے، سر سے پیر تک تمام اعضا اسی طرف مائل ہوتے ہیں جس سے محبت ہوتی ہے، اس کی ہر بات اچھی، ہر ادا پیاری معلوم ہوتی ہے، اس کے ہر قول وفعل کواپنانا دلی خواہش اورقلبی تمنا ہوتی ہے۔ صرف یہی دیکھنا ہوتاہے کہ محبوب کی مرضی کیاہے، محبوب کیا چاہتاہے، محبوب جو کہے وہی کیاجائے، جس طرف لے جائے اسی طرف جائے، اس کے اشارۂ ابرو اور جنبش لب پر مرنا اور جینا معراج تمنا ہے۔ (معارف حدیث ص۲۴)

مندرجہ بالا دونوں اقتباس کی ابتدا شعر سے ہوئی ہے۔ اقتباس نمبر۱ میں تشبیہ واستعارہ اور مبالغہ کے بغیر نثر میں حسن وشعریت کا جو انداز ہے وہ ظاہر ہے۔ تحریر میں شگفتگی، صفائی، وضاحت، ترتیب، سلیقہ بندی، اورشعری فضا کا اہتمام بہت خوب ہے۔

اقتباس نمبر۲ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوایمان اور مقصد حیات بتایا ہے جومبنی برصداقت ہے۔ اپنی بات کوجس توضیحی اورمدلل انداز میں تحریر کی دل کشی اور شگفتگی کے ساتھ بیان کیاہے وہ حضرت حافظ ملت کے حسن تحریر کا خوب صورت نمونہ ہے۔

جوش بیاں:

حضور حافظ ملت جب مسلمانوں کی غیرت کوللکارتے ہیں، انہیں خوف الٰہی کی تلقین کرتے ہیں، دین پر کاربند رہنے کی دعوت دیتے ہیں تو ان کی تحریر میں بجلی کی تڑپ اورشعلے کی لپک پیدا ہوجاتی ہے۔

نمونے ملاحظہ ہوں:

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز قبلہ رو ہوکے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

ان کے سینوں میں جذبۂ عبودیت موجزن تھا، زبانوں پر حق وصداقت کا آفتاب روشن تھا، جسم کا رونگٹا رونگٹا تابع

فرمانِ الٰہی تھا، جوڑ جوڑ پر حکومتِ الٰہی کا سکہ رائج تھا۔ عبادت تو عبادت ہے، معاشرت اور معاملات کو بھی ان کے ایمانی انوار اور اسلامی جذبات نے طاعت وعبادت بنادیا تھا۔ کوئی فعل کوئی کام یادالٰہی سے خالی نہ تھا'' (ارشادالقرآن ص۲۴،۲۵)

(۲) مسلمانوں پر سوار کانگریسی بھوت پر اس لاحولی تحریر کی حرکیت اور جوش وزور ملاحظہ کیجئے:۔

''مگر اس وقت چوں کہ مسلمانوں پر کانگریس کا بھوت سوار تھا اس لیے ان ارشادات ربانی کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے تھے بلکہ کانگریس کے نشہ میں ایسے سرشار تھے کہ ان علماء ربانی پر تبرا کرتے تھے، ان کو انگریزوں کا تنخواہ دار بتاتے تھے اور نہایت والہانہ انداز میں گاندھی کی جے پکارتے تھے، تلک کی ارتی اٹھاتے تھے، ماتھے پر قشقہ لگاتے تھے، شردانند کو دہلی کی جامع مسجد کے منبر پر بٹھا کر اس کا لکچر سنتے تھے۔ کانگریس کے نشہ میں کفر اور اسلام کا امتیاز جاتا رہا تھا۔ یہ سب کچھ حصول سوراج کا خواب پریشاں تھا۔ جب اس کی ذراسی تعبیری جھلک نمودار ہوئی اور کفار کو موقع ملا تو قرآن مجید کا وہ حکم ''ودوا ما عنتم'' وہ تمہارا نقصان ہی چاہتے ہیں۔ آفتاب سے زیادہ روشن نظر آ گیا'' (الارشاد ص۴)

تحریر میں خطابت کا انداز:

اسلوب کا جلال اور آہنگ بھی تحریر میں حسن ودل کشی پیدا کرتا ہے۔

حضرت حافظ ملت کی تحریر میں یہ انداز بھی تمام تر رنگ وآہنگ کے ساتھ موجود ہے۔

چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے:۔

(۱) ''مسلمانو! خدا سے ڈرو اور صرف خدا سے ڈرو اور خوب یاد رکھو۔

بے حکم خدا کے کبھی ذرہ نہیں ہلتا
ہوتی ہے ہوا بند تو پتہ نہیں ہلتا

یقین جانو کہ کائنات عالم کے تمام تصرفات اسی مالک حقیقی کے قبضۂ قدرت میں ہیں، اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا، وہی خالق اور وہی مالک ہے، وہی زندہ کرنے والا ہے اور وہی مارنے والا ہے جس کو وہ مارے کوئی جلا نہیں سکتا، جس کو وہ زندہ رکھے اس کو کوئی مار نہیں سکتا اور جس کو وہ ذلیل کرے اس کی کہیں عزت نہیں۔ مسلمان کا ایمان تو یہی ہے''

(ارشادالقرآن ص۵)

(۲) ''مسلمانو! سوچو اور غور کرو اللہ عزوجل جس کا ذمہ لے لے، جس کی کامیابی کا وعدہ فرمائے جس کو اپنا محبوب بنالے تو کیا وہ کسی مقصد میں ناکام ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ شخص دنیا وآخرت دونوں جہاں کے مقاصد میں ضرور کامیاب ہوگا، اللہ کا وعدہ حق ہے۔

لہٰذا اے مسلمانو! اگر تم اپنی پوری پوری کامیابی چاہتے ہو اور دونوں جہان کی سربلندی وسرفرازی مقصود ہے تو اپنے رب پر توکل کرو اور اسی پر اعتماد رکھو، تم کامیاب ہوگے اور ضرور ضرور کامیاب ہوگے۔ (ارشادالقرآن ص۱۷)

(۳) ''مبارکپور کے سنی اپنی مذہبی خصوصیت میں ممتاز تھے مگر لیگ کی خوش عقیدگی نے ان سے مرتد اشرفعلی

تھانوی کے خلیفہ ظفر احمد تھانوی کا استقبال کرایا، اس کا لکچر سنوایا، اس کے پیچھے نماز پڑھوائی، اس کے پیر کے موزے ڈھلوائے غرضیکہ بڑی دھوم دھام سے اس کی تعظیم کرائی۔ اس کی صفائی میں کہتے ہیں کہ ہم مذہبا ظفر احمد تھانوی کو نہیں مانتے صرف سیاسی رہنما ہونے کی حیثیت سے مانتے ہیں۔ اگر مسلمانان مبارکپور پر لیگ کا بھوت نہ سوار ہوتا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ یہ ہیں لیگ کی تائید کے زہریلے نتائج"۔ (الارشاد ص۱۸)

تحریر کے خطابیہ انداز میں قلم کار اپنی بات کو منوانے کے لیے بیان کا زور بھی دکھاتا ہے، اور ماحول کا آئینہ بھی دکھاتا ہے۔

مندرجہ بالا تینوں اقتباسات میں حضرت حافظ ملت کا زور بیان، استدلالی طرز اور لب ولہجہ کی متانت نیز بات کی صداقت موجود ہیں۔

طنز وتعریض:

حضور حافظ ملت کی ان تحریروں میں طنز وتعریض کے نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں جہاں وہ بد مذاہب کا تعاقب اور رد فرماتے ہیں، ماضی کا تذکرہ کرتے ہیں یا عصر حاضر کے مسلمانوں کی کیفیات کو انہیں آئینہ دکھاتے ہیں۔ آپ کے طنز میں لطافت، تیکھاپن، کھٹک سبھی انداز موجود ہیں۔

چند مثالیں دیکھئے:

(۱) "اور سنیوں کا کام یہ ہے کہ لیگ کے جھنڈے اٹھائیں، لیگی لیڈروں کا شاندار استقبال کریں، مسلم لیگ زندہ باد، قائد اعظم زندہ باد کے نعرے لگائیں، لیگ کے جلسوں کا پنڈال سجائیں، کمر بستہ ہوکر جگہ صاف کریں، فرش بچھائیں، لیگ کے جلسوں کو خوب کامیاب بنائیں، الیکشن میں لیگ کا ورک کریں، خوب دوڑ دھوپ کریں، بڑی جدو جہد کے ساتھ سنی مسلمانوں سے لیگ کے لیے بڑے بڑے چندے کریں، لیگی نمائندوں کی کامیابی کے لیے گراں قدر قیمتیں صرف کریں، ہر امکانی کوشش ختم کرکے لیگ کو کامیاب بنائیں، بہرحال جانی اور مالی قربانیوں اور مذمتوں کا جہاں تک تعلق ہے سنی مسلمانوں کی کثرت ضرور کارآمد ہے بس"

یہ جملہ دیکھئے اور نشتریت کے لطیف انداز سے محظوظ ہوئیے:۔

"بہرحال جانی اور مالی قربانیوں کا جہاں تک تعلق ہے سنی مسلمانوں کی کثرت ضرور کارآمد ہے بس"۔

(۲) آل انڈیا سنی کانفرنس کے ذمہ دار حضرات لیگ کی عقیدت اور جناح پر اعتماد میں ایسے بے خود ہوگئے تھے کہ یہ بھی نہ دیکھا اور سوچا کہ لیگ بدمذاہب اور مرتدین کو نواز رہی ہے اور سنیوں کا استحصال بھی کر رہی ہے اور ان کی مذہبیت کو مجروح کرکے ان کے تشخص کو بھی ختم کرتی چلی جارہی ہے۔ حافظ ملت اس لیگی عقیدت کا عبرت ناک منظر دکھارہے ہیں:

"سبحان اللہ! سنی مسلمانوں کا دستور اساسی یہی ہے کہ حکومت میں مرتدین کا دخل ہو۔ آپ کے نزدیک سنیوں کا پرانا دین یہی ہے، تمام سنیوں کی تجاویز متفقہ یہی ہیں کہ حکومت میں دیوبندی سربراہ کار ہوں اور مسلمانوں کی سیٹیں

ہندوؤں کو دی جائیں، وزارتی مشن کی تجاویز منظور کر لے، مسٹر جناح سر براہ کار بنائے مرتدین کو اور آپ ابھی تک لیگ کو سنیوں کا مخصوص ترجمان ہی بتائیں۔ کیا خوب ترجمانی ہے"۔ (الارشاد ص:۱۴)

(۳) عصر حاضر کے مسلمانوں پر طنز کا یہ انداز دیکھئے۔ اس میں دینی درد پوشیدہ ہے اور اسی درد کی کھٹک کا اظہار کیا جارہا ہے۔

''مسلمانوں کو اپنے متعلق بڑی غلط فہمی ہے کہ وہ اپنے کو نہایت سچا، پکا، پورا کامل قرنِ اول کا جیسا مسلمان سمجھتے ہیں حالاں کہ۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز وروزہ وقربانی وحج یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

وہ کیا مسلمان ہے کہ جس کی صورت نہ اسلامی صورت ہے نہ سیرت اسلامی سیرت، نہ عادت اسلامی عادت ہے نہ خصلت اسلامی خصلت، نہ عقائد اسلامی عقائد ہیں، نہ اعمال اسلامی اعمال، نہ سینہ میں اسلامی جذبات ہیں، نہ دماغ میں اسلامی خیالات، نہ جگر میں اسلامی درد ہے نہ زبان میں اسلامی صداقت ہے، نہ نیت میں اخلاص ودیانت، ایسے ہی مسلمانوں کا کسی نے فوٹو کھینچا ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں

(ارشاد القرآن ص:۷،۸)

☆☆☆



گیارہواں باب

حافظ ملت کے معائنے اور تقریظات

تیرے دو دو بول سے کتنے کنکر پتھر لعل بنے
خوش خلقی سے تو نے خارستانوں کو گلزار کیا
چند گھڑی تو اس دھرتی پر بادل بن کر برسا تھا
بس ان لمحوں ہی نے ہر اک شاخ کو گوہر بار کیا

(بدر)

تقریظات کی روشنی:

تقدیم نگاری کی طرح تقریظ نویسی بھی ایک فن ہے اور تصانیف خواہ دینی، علمی، ادبی کسی بھی نوعیت کی ہوں ان پر تقریظ نگاری کی روایت ابتدا سے ہی چلی آرہی ہے اور بدستور جاری ہے۔

یہ ضروری ہے کہ تصنیف، تالیف جس علم وفن پر مشتمل ہو تقریظ نویس ان علوم وفنون اور موضوعات سے کماحقہ واقف ہو۔

تقریظ نویسی کے لیے پوری کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ بھی ضروری ہوتا ہے۔ تقریظ لکھنا سمندر کو کوزے میں بھرنے کے مترادف ہے۔ الحمد للہ! حضور حافظ ملت کی علمی جلالت سارے زمانہ پر آشکارا ہے۔ جس کسی تصنیف رتالیف پر حافظ ملت نے تقریظ لکھی یہ اس مصنف رمؤلف کے لیے فخر وسعادت کی بات اور اس کی خوش بختی ہے۔

حضرت حافظ ملت کی حسب ذیل تقاریظ دستیاب ہیں۔ انہیں کی روشنی میں جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

۱۔ تقریظ بر رسالہ ''السراج الوہاج'' از مولانا شاہ ابو النصر محمد سراج الہدیٰ گیاوی

۲۔ تقریظ بر کتاب ''معیار ایمان'' از مولانا قاری حکیم ابو الرضا محمد لقمان بنارسی

۳۔ تقریظ ''بر فیض الادب'' حصہ اول و دوم از مولانا بدر الدین احمد گورکھپوری

۴۔ جواہر المنطق

۵۔ مصباح التجوید

۶۔ تذکرہ پاک صاحب لولاک

(۱) مولانا شاہ محمد سراج الہدیٰ صاحب گیاوی کے رسالہ کو پڑھ کر تقریظ رقم کرنے سے پہلے حضرت حافظ ملت نے رسالہ کا نام بھی رکھا یعنی ''السراج الوہاج''

تقریظ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:

''رسالہ جلیلہ نافعہ مصنفہ حضرت مولانا شاہ ابو النصر محمد سراج الہدیٰ صاحب زید مجدہم کا مطالعہ کیا۔ بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں کی دینی و دنیوی، ایمانی روحانی ضروریات کا کفیل اور دور حاضر میں مسلمانوں کے لیے مشعل راہ اور مکمل لائحہ عمل پایا۔ یہ رسالہ جہالت وبطالت کی ظلمتوں کو دور اور ضلالت وگمراہی کی تاریکیوں کو کافور کرنے کے لیے روشن چراغ ہے اس لیے میں نے اس کو ''السراج الوہاج'' کے نام سے موسوم کیا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو اسم بامسمیٰ کرے، اس کے ذریعہ مسلمانوں کو ایمان کامل بخشے اور صراط مستقیم پر قائم رکھے اور حضرت مصنف زید مجدہم کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے اور جزائے خیر دے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔

عبد العزیز عفی عنہ

۵ رجب المرجب ۱۳۶۹ھ

تبصرہ:

حضور حافظ ملت کی اس مختصر مگر جامع اور گراں قدر تقریظ سے ہی اس رسالہ کو پڑھے بغیر سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ رسالہ عقائد واعمال پر مشتمل ہے جو مسلمان کی روز مرہ زندگی سے متعلق ہیں اور اس کی دینی اور دنیوی زندگی کے لیے اہم اور نافع ہیں۔

حضرت حافظ ملت نے دعائیہ انداز میں تقریظ رقم فرما کر رسالہ کے موضوعات اور اس کی افادیت کو چند لفظوں میں اجاگر فرمادیا ہے اور یہ بلاغت کا عمدہ نمونہ ہے۔

(۲) تقریظ بر کتاب ''معیار ایمان'' مصنفہ حضرت مولانا قاری حکیم ابوالرضا محمد لقمان صاحب بنارسی

تصنیف ۲۳؍ ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ

تقریظ ملاحظہ ہو:

تقریظ پر تنویر

ازتاجدار مسند تدریس جلالۃ العلم استاذ العلما حضرت علامہ

حافظ قاری شاہ ابوالفیض عبدالعزیز صاحب شیخ الحدیث قبلہ دامت برکاتہم العالیہ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

سب اسی زلف کے اسیر ہوئے ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے

حقیقت یہی ہے کہ کائناتِ عالم میں اللہ تعالیٰ کا مقصود اصلی اس کے محبوب اکرم رسول مکرم سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کے سوا سارا عالم طفیلی ہے، انہیں کے صدقے میں پیدا کیا گیا ہے، حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

مقصود ذاتِ اوست دگر جملگی طفیل
منظور نورِ اوست دگر جملگی ظلام

لہذا خدائے قدوس تک پہونچنے کے لیے اس کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی ضروری ہے، دامنِ مصطفےٰ چھوڑ کر خدا تک پہونچنا محال ہے، یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف اپنے پرائے سب کو ہے، کہنا ہی پڑتا ہے۔

بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

بلاشبہہ حب رسول ایمان اور ایمان کی جان ہے، اس کے بغیر نہ آدمی مومن ہوتا ہے نہ اس کا کوئی عمل مقبول، اسی

لیے کتاب معیارِ ایمان میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دی ہے، حب رسول کا پُر کیف ساغر پلایا ہے، مختلف عنوان سے دلائل شرعیہ کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ تمام فرائض سے اہم فرض اور تمام احکام سے ضروری اور بنیادی حکم حبِ رسول واتباع رسول ہے، رضائے الٰہی وخوشنودی خداوندی اسی پر موقوف ہے، مولیٰ عزوجل اس کتاب کو شرفِ قبول عطا فرمائے۔ اور فاضل مصنف کو جزائے خیر دے اور نمایاں دینی خدمات کی توفیق رفیق بخشے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم۔

فقط

عبدالعزیز عفی عنہ

تبصرہ:۔

زیرنظر تقریظ شعری فضا کے اہتمام کے ساتھ ادبی شان کی حامل ہے۔ بیان کا جوش وخروش حب رسول لائق دید ہے۔ زیرنظر کتاب ''معیار ایمان'' نام سے تو یہ ظاہر ہے کہ موضوع حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت اور رضا اور اتباع ہے لیکن تقریظ میں طرح داری اور استفہام کا رنگ بھر کر اسے ادبی شان کا حامل بنادیا ہے اور اس طرز ادا میں رمزیت کا وضاحت کا بھرپور جلوہ نظر آتا ہے۔

بے شک آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی خالق کائنات، مالک کل اللہ عزوجل کے مقصود اصلی ہیں اور درِ رسالت مآب ہی درِ الٰہی ہے اور رضائے مصطفیٰ ہی رضائے خداوندی ہے۔ اتباع رسول پر ہی محبت الٰہی موقوف ہے اور رسول کونین علیہ التحیۃ والثنا ہی جان جہاں وجان ایمان ہیں۔

حضرت نے فاضل مصنف کو دعاؤں سے نوازتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی ہے۔

اس تقریظ جمیل نے موضوع کتاب اور اس کی افادیت واضح کردی ہے۔ سچ یہ ہے کہ قطرہ میں دجلہ کا نظارہ کرادیا ہے۔

(۳) تقریظ بر کتاب ''فیض الادب'' حصہ اول ودوم

از: مولانا بدرالدین احمد صاحب گورکھپوری

(۱) تقریظ بر حصہ اول:

دعائیہ انداز میں سادہ بیانی کے ساتھ صاف گوئی کا اظہار کرتے ہوئے کتاب کی افادیت سے متعلق اس طرح رقم طراز ہیں۔

کتاب ''فیض الادب'' حصہ اول مولانا بدرالدین احمد سلمہ ربہ کی پہلی تصنیف ہے۔ مبتدی طلبہ کے لیے بہت مفید اور طلبہ کی ادبی استعداد میں معین ہے۔ اس کا پڑھنے والا اردو سے عربی اور عربی سے اردو ترجمہ پر جلد قابو پاسکتا ہے۔

دعا ہے کہ خداوند کریم اس کو شرف قبول بخشے اور حضرت مصنف سلمہ کو تصنیف وتالیف کی مزید توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین! بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

عبدالعزیز عفی عنہ (رحمۃ اللہ علیہ)

۲۳؍ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ

(ب) تقریظ بر حصہ دوم:

حصہ اول کی تقریظ کی طرح اس تقریظ کا بھی انداز ہے۔ لکھتے ہیں:

کتاب ''فیض الادب'' کا دوسرا حصہ نظر سے گزرا۔ یہ بھی حصہ اول کی طرز پر ہے۔ اس میں مفردات سے مرکبات بنانے کا سہل طریقہ بتایا ہے۔ مرکبات میں نحوی قواعد کے اجرا میں جلد بصیرت حاصل ہوسکتی ہے۔ عربی سے اردو اور اردو سے عربی ترجمہ کی مہارت ہوسکتی ہے۔ انتہائی مفید کتاب ہے۔ مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے اور حضرت مصنف زید مجدہ کو جزائے خیر دے اور کثیر تصنیفات کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

عبدالعزیز عفی عنہ (نوراللہ مرقدہ وتربتہ)

۲۸؍رجب المرجب ۱۳۷۸ھ

معائنہ کی روشنی میں:

مدرسہ کے سالانہ امتحان اور جشن دستار فضیلت کے موقع پر ممتحنین اور شریک جشن علما ومشائخ سے معائنہ لکھوانے کا مدارس اسلامیہ کا قدیم دستور ہے جو آج بھی جاری ہے۔ علاوہ ازیں اگر کئی دیگر اہم دینی علمی شخصیت کی تشریف آوری ہوتی ہے تو ان سے بھی مدرسہ کا معائنہ کرا کے تاثرات لکھوائے جاتے ہیں۔

مدارس کے معائنہ رپورٹ سے بڑے فائدے ہیں۔ معائنہ کرنے والا مدرسہ کے نظم ونسق، تعلیم وتربیت، اساتذہ کی کارکردگی اور طلبہ کے تعلیمی رجحان وغیرہ کی خوبیوں اور خامیوں کو اجاگر کرتا ہے، اصلاح ودرستگی کے مشورے دیتا ہے، اچھی کارکردگی کے لیے حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مدرسہ کی بلڈنگ، تعمیر وتوسیع، مطبخ وغیرہ پر نگاہ ڈالتے ہوئے ان کی خرابی وخوبی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مدرسہ کے تعاون کے لیے رپورٹ میں اپیل بھی کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس سے فروغ علم دین کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔

حضور حافظ ملت کی دینی وعلمی عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر سنی مدرسہ کی یہ تمنا رہتی تھی کہ وہ وہاں تشریف لائیں، بحیثیت ممتحن طلبہ کا امتحان لیں، جشن دستار فضیلت میں شرکت فرمائیں۔

آپ اپنی گوناگوں مصروفیات کے سبب اس طرح کے مواقع کم ہی نکال پاتے تھے تاہم متعدد مدارس کے امتحان بھی لیے ہیں اور ان کے جلسوں میں شرکت بھی فرمائی۔

فی الوقت جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس اور مدرسۂ اہلسنت بحر العلوم کے معائنوں کی نقول دستیاب ہیں۔ ان کی روشنی

میں آپ کی معائنہ نگاری کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔
یہ بھی واضح ہو کہ معائنہ کی رپورٹ تاثر کا اظہار ہے اور اس کا شمار تاثراتی نثر میں ہوتا ہے۔ تاثرات کے لیے ضروری ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں اور جزئیات تک کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔
تینوں نقول معائنہ ملاحظہ کیجئے۔

معائنہ جامعہ حمیدیہ بنارس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

۱۲/شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ یوم دوشنبہ کو میں نے جامعہ حمیدیہ رضویہ کے فوقانی درجات کا امتحان لیا۔ بخاری شریف، بیضاوی شریف، ہدایہ آخرین، محصل کے طلبہ کو خوب جانچا۔ بفضلہٖ تعالیٰ طلبہ نے اچھا امتحان دیا۔ جس سے اساتذہ کرام کی قابلیت ومحنت ظاہر ہوئی۔ نتیجہ امتحان سوفی صدی کامیاب اور قابل تحسین رہا (فلہ الحمد والمنہ)

جلسہ دستار فضیلت میں جو سالانہ رپورٹ پیش کی گئی وہ جامعہ حمیدیہ رضویہ کے حسن انتظام اور اراکین جامعہ کی مخلصانہ صداقت ودیانت اور دین پروری پر روشن دلیل تھی۔ مجھے اس سے بے حد خوشی ہوئی کہ اراکین جامعہ نے آئندہ سال ایک سو پچیس بیرونی طلبہ کا داخلہ منظور کر کے جامعہ کی فوقانی تعلیم کو فروغ دینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اس ہوش ربا گرانی میں سوا سو طلبہ کے خورد ونوش اور ان کی ضروریات کا انتظام آسان نہیں ہے۔ اراکین کا یہ ذوق قابل قدر ولائق تحسین ہے۔ قوی امید ہے کہ اراکین ومدرسین کے مخلصانہ جذبات سے جامعہ حمیدیہ رضویہ عروج وترقی کی بلند منزل پر پہنچے گا۔ اس کے لیے مسلمانوں کی خصوصی توجہ درکار ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان پورے حوصلہ سے جامعہ حمیدیہ رضویہ کی امداد واعانت کی طرف متوجہ ہوں۔ بھرپور امداد کر کے جامعہ کے ضروریات کو پورا فرمائیں۔
دعا ہے کہ خداوند کریم مسلمانوں کے قلوب کو اس ادارہ کے امداد واعانت کی طرف متوجہ فرمائے اور اس دینی ادارہ کو بام عروج پر پہنچائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

فقط
عبد العزیز عفی عنہ
صدر المدرسین دار العلوم اشرفیہ مبارکپور

معائنہ جامعہ حمیدیہ بنارس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷؍شعبان المعظم ۹۳ھ کو دارالعلوم حمیدیہ رضویہ بنارس کے سالانہ امتحان اور جلسۂ دستار فضیلت میں حاضر ہوا۔ دورۂ حدیث کے طلبہ کا امتحان لیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ طلبہ امتحان میں کامیاب ہوئے۔ جن کو دستارِ فضیلت سے سرفراز کیا گیا۔

مولائے کریم کا فضل عظیم ہے کہ حمیدیہ رضویہ کی عمارت نہایت وسیع اور شاندار ہے۔ اس دینی ادارہ کا نظم وضبط حساب باضابطہ با قاعدہ ہے۔ اراکین دارالعلوم خصوصا جناب حاجی نذیر الدین صاحب مہتمم بڑی دلچسپی سے اپنے فرائض منصبی کو انجام دیتے ہیں۔ میں امسال بھی کئی مرتبہ آیا لیکن حاجی صاحب موصوف کو ہر بار دفتر میں موجود پایا۔ اپنے کام میں مصروف پایا، یہی وجہ ہے دارالعلوم برابر ترقی کررہا ہے۔

البتہ اس کا مجھے افسوس ہے کہ سال گذشتہ بھی بجٹ میں خسارہ کا اعلان ہوا اور امسال بھی یہی اعلان ہوا کہ دارالعلوم مقروض ہے۔ برادران اسلام خصوصاً مسلمانان بنارس کو توجہ کرنا چاہیے۔ کام آپ کے سامنے ہے ہر سال علما فارغ ہورہے ہیں۔ حفاظ کافی تعداد میں فارغ ہورہے ہیں۔ پرائمری درجات بڑھا کر تعلیم ہورہی ہے۔ اس کام کو دیکھتے ہوئے ضرور اس کی مالی امداد زیادہ سے زیادہ کی جائے۔ میری گذارش ہے کہ حمیدیہ رضویہ کے مالیات کو کم از کم اتنا مضبوط کیا جائے کہ آئندہ خسارہ کا اعلان نہ ہو۔

ماہ رمضان المبارک میں اراکین حمیدیہ رضویہ اگر پوری کوشش کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ عقدہ ضرور حل ہوجائے گا۔ دعا ہے کہ خداوند کریم حمیدیہ رضویہ کے اراکین اور مدرسین ومعاونین کی خدمات میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کی خدمات سے اس ادارہ کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین

فقط

عبدالعزیز عفی عنہ

معائنہ بحر العلوم مئو

حضرت علامہ اجل حامی سنت ماحی لا مذہبیت مولانا مولوی حافظ قاری عبدالعزیز صاحب مرادآبادی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

آج مورخہ ۲۴؍جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ کو میں نے مدرسہ اہل سنت بحر العلوم کا معائنہ کیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ تعلیمی وانتظامی تمام شعبے نہایت عمدگی سے قابل اطمینان کام کررہے ہیں عمارت کی وسعت اور خوبی کارکنان کی جدو جہد اور بلیغ

کوششوں پر دلیل ہے۔ مئو کا ماحول اس سنی درس گاہ کے لیے اس قدر ناسازگار تھا کہ بظاہر اس کی امید نہ تھی۔ وہابیوں کی طاغوتی طاقتیں اس کی بیخ کنی کے لیے میدان میں آئیں اور سالہا سال پوری قوت سے ایڑی چوٹی کا پورا پورا زور خرچ کردیا۔ لیکن بفضلہٖ تعالیٰ بحر العلوم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتا گیا اور آگے بڑھتا گیا۔ آج مجھے اس کی وسیع عمارت وصحن اور احاطہ کے وسیع میدان کو دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی یہ سب اراکین کے حسن نیت واخلاص کا نتیجہ ہے۔ مولیٰ تعالیٰ مزید توفیق بخشے، آمین۔ تعلیمی حالات بہت ہی امید افزا ہیں۔ اردو، ہندی، فارسی، عربی حفظ القرآن تجوید وقراءت کا درس جاری ہے۔ ضرورتِ حاضرہ کے تحت مرکز جامعہ اردو یونیورسٹی علی گڑھ بھی قائم ہے۔ کئی سال سے جس کے کامیاب امتحانات ہورہے ہیں، بحر العلوم کی شاخ بھی قائم ہے اور اچھا کام کررہی ہے۔ شعبہ مالیات کے باضابطہ رجسٹر ہیں اور صحیح اندراج ہے۔ پائی پائی کا حساب ہے۔ آمد وخرچ کا بہت ہی واضح اور باضابطہ اندراج ہے۔ ان تمام شعبوں کا اس طرح کامیاب ہونا اراکین کی حسن کارکردگی پر دلیل ہے۔ اس کے روح رواں عزیز مکرم مولانا عبدالحیٔ صاحب صدر المدرسین ہذا ہیں۔ جو اپنے جذبات صادقہ سے بلا خوف لومۃ لائم مخلصانہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ناظم اعلیٰ محترم جناب ماسٹر محمد عمر صاحب قادری نہایت ہی قابل اور صادق جذبات کے مالک ہیں۔ تمام شعبوں کو اپنے حسنِ انتظام سے خوبی کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ بحر العلوم کی ترقی ان کی خدمات کا نتیجہ ہے۔ صدر مدرسہ جناب حاجی محمد ظہور صاحب وسکریٹری جناب محمد عبدالحی صاحب بے پناہ جذبات کے حامل ہیں۔ مخلصانہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے تحت جو حضرات مدرسہ کی خدمات انجام دیتے ہیں، میں سب کارکنان کے لیے دعائے خیر کرتا ہوں۔ خداوند کریم ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے، اور کارِ خیر کی مزید توفیق رفیق بخشے اور تمام ہندوستان کے سنی مسلمانوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ مدرسہ اہل سنت بحر العلوم کی طرف توجہ کریں اور دامے، درمے، قدمے، قلمے، سخنے امداد کریں۔ اور عند اللہ ماجور ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم اس دینی درس گاہ کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ بام عروج پر پہنچائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

فقط

عبدالعزیز عفی عنہ

تبصرہ:

۱۲؍ شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ کو حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ”جامعہ حمیدیہ رضویہ“ بنارس کے فوقانی درجات کا امتحان لیا۔ طلبہ کی کامیابی پر اظہار مسرت فرمایا۔ ظاہر ہے طلبہ کی کامیابی کے پیچھے ان کے اساتذہ کی قابلیت اور تدریسی دل چسپی ہی کا ہاتھ ہوتا ہے لہذا آپ نے اساتذہ کی قابلیت اور محنت کو بھی سراہا ہے۔ جامعہ کے حسن انتظام، اراکین کی اچھی کارکردگی وغیرہ پر اظہار مسرت کیا ہے۔ فوقانی تعلیم کے فروغ کی خاطر بیرونی داخلہ اور ان کے قیام وطعام نیز تعلیمی وتدریسی انتظامات پر ارکان جامعہ کو مبارکباد پیش کی ہے اور جامعہ کی مالی امداد اور زیادہ سے زیادہ تعاون کی اپیل بھی۔

اسی جامعہ میں دوسری بار کے امتحان (۷رشعبان المعظم ۱۳۹۳ھ) دورۂ حدیث کے طلبہ کی استعداد پر رب عظیم کا شکر ادا کیا ہے۔ جامعہ کی عمارت، ادارہ کے نظم وضبط، حساب کتاب کی درستگی کو سراہتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ مہتمم جامعہ الحاج نذیر الدین صاحب کی اپنے فرائض منصبی کے خلوص و دیانت اور دل چسپی کے ساتھ انجام دہی کی تعریف فرمائی ہے۔

یہ جان کر حضرت کو افسوس ہوا کہ جامعہ مالی بحران سے دوچار ہے لہذا جامعہ کی کارکردگی پر روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانان اہل سنت سے مالی تعاون کی پرزور اپیل بھی کی ہے۔

حفظ اور پرائمری درجات کا ذکر بھی کیا ہے اور اس طرح جامعہ کے بڑھتے ہوئے کام اور ترقی کرتے ہوئے قدم کو دیکھ کر خصوصیت کے ساتھ جامعہ کے لیے مالی امداد کی اپیل فرمائی ہے۔

ان دونوں معائنہ جات سے حضور حافظ ملت کی طالبان علم دین سے محبت، ان پر شفقت، علما (اساتذہ) کی قدر ومنزلت اور دین وفروغ علم دین میں مصروف مہتمم وارکان جامعہ کی قدر دانی اور حوصلہ افزائی کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔

حضرت نے جس طرح جزئیات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے وہ لائق دید ہے۔ جیسے پرائمری وحفظ کے درجات کی تعلیم، بلڈنگ کی تعمیر وتوسیع، جامعہ کے حساب کی درستگی، مہتمم صاحب کی توجہ، لگن اور دل چسپی وغیرہ۔

جامعہ کے بجٹ میں خسارہ اور اس کے مقروض ہونے سے حضرت کو سخت افسوس ہوا۔ اس سے ان کی دینی دردمندی اور فروغ علم دین سے حد درجہ محبت اور دل چسپی کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

معاینہ بحر العلوم پر تبصرہ

مئو ضلع اعظم گڑھ (اب خود ضلع مئو ہو گیا ہے) اپنی وہابیت کے لیے بدنام ہے۔ ایسے بد مذہبی کے ماحول میں کسی سنی درس گاہ کا پھلنا پھولنا اور مضبوطی کے ساتھ قائم رہ کر اپنی پہچان بنالینا بہت بڑا کام بلکہ ایک کارنامہ ہے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۲۴رجمادی الاولی ۱۳۷۶ھ کو اس درس گاہ کا معائنہ فرمایا اور مدرسہ کی عمارت اور نظم ونسق، تعلیمی وتدریسی کارکردگی وغیرہ دیکھ کر مسرور ہوئے اور ذمہ داران مدرسہ کی کھل کر تعریف کی۔ یہ حوصلہ افزائی ایک دینی درد رکھنے والا سچا نائب رسول ہی کر سکتا ہے۔

مدرسہ میں حفظ وقراءت کے ساتھ اردو، ہندی، فارسی وعربی تعلیم نیز جامعہ اردو علی گڈھ کے سینٹر کے قیام پر بھی اطمینان ومسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ جس سے جائز عصری علوم کی تعلیم کی حمایت ہے۔

حضرت حافظ ملت نے رجسٹر آمد وخرچ کا بھی معائنہ فرمایا اور حساب صحیح پانے پر صدر المدرسین اور مدرسہ کے ارکان کی دیانت، خلوص نیت، جذبۂ دینی سے مطمئن ومسرور ہوئے۔

ذمہ داران مدرسہ کے حسن کارکردگی پر سکریٹری، صدر مدرسہ وغیرہ کا نام لے کر ان کی تعریف کی ہے اور حوصلہ

افزائی فرمائی ہے۔ مدرسہ کے تمام متعلقین کو دعاؤں سے نوازا ہے۔

اس معائنہ میں بھی حضرت حافظ ملت نے جزئیات تک کو بیان کر کے اپنے تاثرات پیش فرمائے ہیں اوراس طرح نثر نگاری کے تاثراتی اسلوب کا بھی نمونہ پیش کیا ہے۔تحریر بہت ہی جامع ہے۔ترتیب وسلیقہ مندی کا بھی اچھا اظہار ہوتا ہے۔

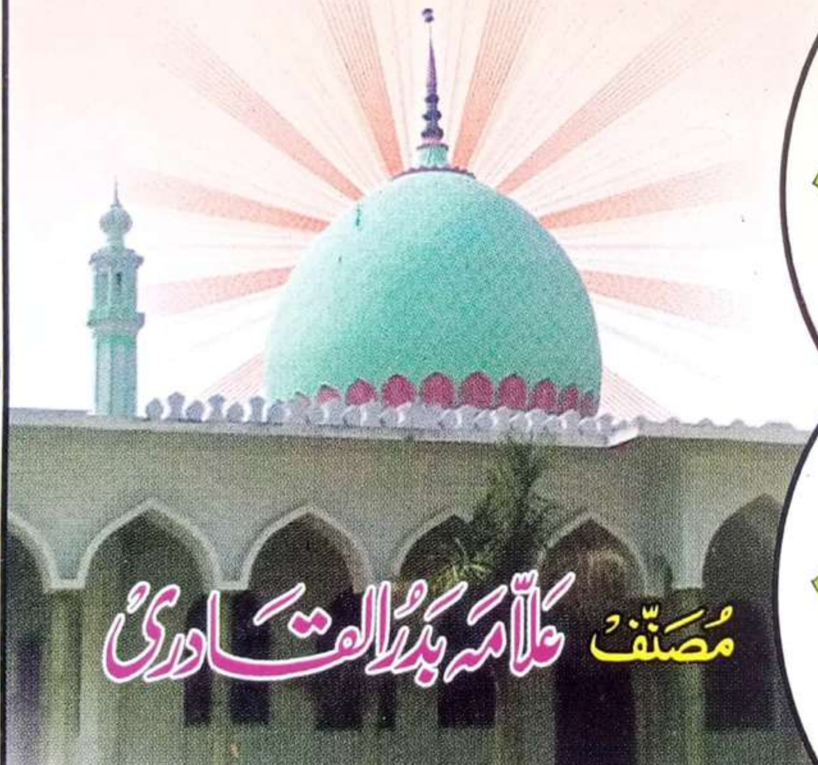
معائنہ مدرسہ انجمن رضائے مصطفٰے بنارس:

حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار مفتی اعظم ہند قبلہ اور حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھ انجمن رضائے مصطفٰے بنارس کی نگرانی میں چلنے والے شبینہ مکتب کا معائنہ فرمایا۔ معائنہ میں حضرت نے بہت ہی دل لگتی بات کہی ہے۔ ’’شبینہ مدرسہ اپنی افادی حیثیت سے انتہائی مفید ہے۔ رات ہی کا وقت بچوں اور نو جوانوں کی آوارگی کا ہوتا ہے۔ اس وقت کو دینی تعلیم میں صرف کرنا، آوارگی سے بچانا اور علم بڑھانا فائدہ ہی فائدہ ہے، نہایت ہی مفید ہے۔ ایک زمانہ دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ قوم کے نوجوان غلط روی سے بچ کر صراط مستقیم پر گامزن ہوں گے، دین سے واقف ہوں گے جس سے ان کی زندگی سدھرے گی جو قوم وملت کے لیے مفید ہوگی۔‘‘

حضور حافظ ملت نباض قوم تھے۔ وہ جانتے تھے کہ نوجوانوں ہی کی اصلاح سے قوم کی اصلاح ہے اور انہیں کی دینی ودنیاوی ترقی پر قومی ترقی واستحکام کا انحصار ہے لہذا آپ نے انجمن کی ترقی اور استحکام کے لیے دعا بھی فرمائی ہے کہ دینی تعلیم وتربیت وہ بھی رات میں انہیں مصروف رکھ کر ایک بڑا کام ہے۔

☆☆☆

حیاتِ حافظِ ملت



مُصنّف علامہ بدر القادری

المجمع الاسلامی

مِلّت نگر، مُبارک پور، اعظم گڑھ، یو پی (الہند)

786

Team of Misbahi Library

Names	Contact N
Md Khubaib Raza Misbahi	9984903158
Md Asjad Raza Misbahi	8948518993
Md Ahmad Ali Misbahi	9920278913
Md Abdur Rahman Misbahi	8009186120

Creator :

Md Saif Khan Misbahi
8081414883

Date

بارہواں باب

حافظ ملت مکتوبات کی روشنی میں

خود نہیں آتا مگر اس کے خطوط آتے ہیں
دل کی دہلیز پہ دستک سی لگا جاتے ہیں
اس کے ہر لفظ میں اک پیار بھرا ہوتا ہے
جو مجھے اور ہی عالم میں لیے جاتے ہیں

(بدر)

مکتوبات کی روشنی میں

شاعری، تصنیفات اور دیگر تحریرات کی طرح مکاتیب بھی شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ کسی شخص کے ذہنی ارتقا کی جستجو میں خطوط بہت زیادہ معین ہوتے ہیں اور سوانحی ادب کی تیاری میں مکاتیب بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز ایک عظیم دینی وروحانی پیشوا تھے اور ان کی عظمت وشہرت کے مدنظر ان کے مکتوب الیہم کا حلقہ بھی وسیع تھا۔ ان کے مکتوب الیہم میں افراد خاندان کے علاوہ اکابر، اصاغر اور معاصر علماء ومشائخ، تلامذہ، مریدین، متوسلین، معتقدین، الجامعۃ الاشرفیہ کے معاونین وغیرہ شامل تھے۔ ان حضرات سے ان کی مراسلت ہوتی رہتی تھی۔ خانوادۂ صدرالشریعہ، خانقاہ بیت الانوار گیا، چہیتے مرید پدم شری بیکل اتساہی، چند مخصوص تلامذہ جیسے علامہ ارشد القادری، علامہ محمد احمد مصباحی، علامہ عبد اللہ عزیزی، علامہ کاظم علی عزیزی، حافظ عبدالحمید، علامہ غلام محمد عزیزی، شیخ محمد مزمل اللہ وغیرہ سے خصوصی مراسلت تھی۔

تلامذۂ حافظ ملت میں یہ شرف راقم کو بھی حاصل تھا کہ حضور استاذی الکریم نے اپنے مکاتیب گرامی سے نوازا۔

جس عظیم المرتبت شخصیت کے روابط پوری دنیائے سنیت سے رہے ہوں ظاہر ہے اس کے تمام مکاتیب کو جمع کر پانا بہت ہی مشکل ہے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے نہ جانے کتنے مکاتیب ادھر ادھر پھیلے ہوئے ہیں اور بہت سے حضرات نے انہیں بطور تبرک محفوظ کرلیا ہے۔

دست یاب خطوط میں سب سے زیادہ خطوط پدم شری بیکل اتساہی کے نام ہیں۔

بیکل اتساہی:

پدم شری حضرت الحاج بیکل اتساہی واقعی خسرو عزیزی ہیں۔ ان کو بارگاہ عزیزی میں وہی قربت ومحبوبیت حاصل تھی، جو قربت ومحبوبیت حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہ نظامی (محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ) میں حاصل تھی۔ حضرت امیر خسرو بھی صوفی اور شاعر وفن کار تھے اور حضرت بیکل کو بھی تصوف سے گہرا لگاؤ ہے اور وہ بھی شاعر وفن کار ہیں۔ حضور حافظ ملت حضرت بیکل سے بہت پیار فرماتے تھے، ان پر اولاد کی طرح اعتماد کرتے تھے اور حافظ ملت کی یہ خصوصیت تھی کہ انہوں نے جسے اپنا سمجھا اپنے مقاصد جلیلہ میں بھی شریک کیا۔ آج کے دور میں مرشدین یا مشاہیر اساتذہ کا یہ طریقہ ہے کہ وہ مرید اور شاگرد کو اس کی جگہ سے بلند نہیں ہونے دیتے تاکہ فاصلہ رکھ کر اپنے مرشدانہ ومربیانہ بھرم کی بحالی قائم رکھ سکیں۔ حافظ ملت کا یہ حال تھا کہ جو ان کا شیدائی ہوا اسے انہوں نے بلندی پر پہنچا دیا۔ دین کا شیدائی بنا دیا۔ الجامعۃ الاشرفیہ اور اس کے قیام واستحکام سے حافظ ملت کو قلبی لگاؤ تھا اس لیے ان کا ہر پیارا شاگرد الجامعۃ الاشرفیہ کے مقاصد سے بھی پیار کرنے لگا۔ جو ان سے زیادہ قریب تھا اس کے نزدیک الجامعۃ الاشرفیہ کی خدمت اتنی ہی عزیز ہوئی۔

اس تناظر میں ہم بیکل کو ممتاز پاتے ہیں کہ حضرت حافظ ملت انہیں اشرفیہ کے ہر دور میں اس کے احوال و کوائف، ضروریات اور کار لائقہ سے یاد فرماتے رہتے تھے۔ کبھی اگر دار العلوم کے بجٹ میں کمی آئی تو اس سے انہیں باخبر کرتے۔ دفتری اور انتظامی امور کی اصلاح مقصود ہوتی تو اس پر ان کی رائے لیتے۔ کسی مقدمہ کا مرحلہ آیا تو انہیں کام سپرد کیا، تعمیر جامعہ کے لیے فنڈ فراہم کرنا ہوا تو انہیں وفد کا اہم رکن قرار دیا حتی کہ بعض پروگرامات میں صرف اس لیے چندہ کی اپیل نہیں کی کہ بیکل صاحب وہاں نہ پہنچ سکے۔

علاوہ ازیں کسی اپنے تلمیذ یا محبّ کو کسی طرح کی پریشانی لاحق ہوئی تو اس کے مسئلہ کے حل کے لیے بیکل صاحب کو لکھا، دینی جلسے یا مشاعرہ وغیرہ کی دعوت کے لیے احباب کی جانب سے بیکل صاحب سے سفارش فرمائی۔

بیکل کو کسی طرح کی پریشانی لاحق ہوئی تو انہیں تعویذات روانہ کیے، ان کی خیریت، صحت وسلامتی نیز ان کے اہل وعیال کی خیریت، صحت وسلامتی وغیرہ کے لیے دعائیں کیں۔ ان کی ہر خوشی میں خوش اور غم وپریشانی میں خود بھی مغموم ہوئے۔ انہیں عیادت وتعزیت کے خطوط بھی لکھے۔

بلرام پور کے دار العلوم انوار القرآن کی ترقی کے لیے بیکل صاحب کی حوصلہ افزائی کرتے رہے، بلرام پور کے مسلمانان اہل سنت کے اختلافی مسائل کے حل کے لیے بیکل ہی کو ذمہ داری سونپتے رہے۔

الغرض یہ کہ بیکل کی ہر کامیابی پر انہیں مبارک باد دی، ان کی مزید کامیابی کے لیے دعائیں کرتے رہے، ہر معاملہ میں بیکل پر بڑا اعتماد اور بھروسہ کیا، ان پر شفقتیں اور محبتیں لٹائیں اور کرم گستری فرما کر ایسے مقام پر پہنچا دیا کہ آج بیکل شہرت ومقبولیت کے آسمان پر چودھویں کے چاند کی طرح جگمگاتے اور چاندنی لٹاتے نظر آرہے ہیں۔

بیکل صاحب خود فرماتے ہیں کہ ان کے پاس جو کچھ ہے نام، عزت، شہرت سب میرے مرشد برحق حضور حافظ ملت کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

اقتباسات ذیل میں ان تمام حقائق کے ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

خطوط بابت اشرفیہ:

(۱) ''امسال اشرفیہ کے سفرا کم ہوگئے۔ بہت سے مقامات پر سفیر نہ جاسکے۔ خود مقامی وصولی خطرے میں تھی، مفتی صاحب نے آپریشن کرایا تھا۔ سخت کمزور ہوگئے تھے۔ مولانا عبد الرؤف صاحب بھی علیل ہوگئے۔ ضرورۃً مجھے مبارکپور آنا پڑا۔ اب مفتی صاحب کو آرام ہے۔ کام قریب ختم ہے۔ آج مکان جا رہا ہوں۔ میں نے مفتی صاحب کو آپ کا خط دکھایا تھا۔ دیر ہوگئی۔ پہلے سے رسید بھیج دی جاتی تو آپ حضرات وصول کرادیتے، بلرامپور کے خصوصی احباب اشرفیہ کا خیال رکھیں۔ بذریعہ منی آرڈر رقم روانہ کردیں۔ مولوی غلام محمد صاحب وحافظ محمد حنیف صاحب اشرفیہ کے لیے کوشش کریں۔'' (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۲۱؍رمضان ۸۸ھ)

(۲) ڈسیلنگ والے کیس کا فیصلہ ہوگیا۔ جس کی امید تھی وہی ہوا۔ پانچ ایکڑ زمین حاکم نے نکال دی، آگے

مقدمہ کی کارروائی کی جائے گی۔ حاکم اگر انصاف کریں، تو ہماری زمین محفوظ رہ جائے گی۔ ورنہ جس رویہ کا مظاہرہ ہوا اس پر غیر محفوظ ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔

مقدمات سے ذہن مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں۔ تعمیری کاموں میں رکاوٹ ہو رہی ہے۔

(مکتوبات عزیزی بنام بیکل اتساہی ۲؍جولائی ۱۹۷۲ء)

چیت بڑا گاؤں میں بیکل صاحب کی شرکت نہ ہوسکی تو وہاں کا پروگرام تبدیل کر دیا۔ ۸؍ربیع الاول ۹۴ھ کو لکھتے ہیں۔

(۳) چیت بڑا گاؤں آپ نہ پہونچے اس لیے پروگرام بدل دیا۔ اب ۱۰؍اپریل کو بنارس تعمیری چندہ کے لیے وفد جانا طے پایا ہے۔ یہ وفد آپ کی قیادت میں زیادہ کامیاب ہوگا۔ تعمیری بجٹ ختم ہے۔ سخت ضرورت ہے۔ اگر آپ دو روز کا وقت دے دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ بنارس میں بڑی کامیابی ہو۔ ۱۰؍اپریل کو آپ دہرہ سے تشریف لائیں۔ ہم لوگ شاہ گنج سے ساتھ ہو جائیں گے۔ اور اگر صبح بس سے گئے تو بنارس اسٹیشن پر آپ کا استقبال کریں گے۔ امید کہ منظوری سے جلد مطلع فرمائیں"۔

(۴) "۷؍ستمبر بروز پنجشنبہ آپ مغرب تک بیلتھرا پہونچ رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بیلتھرا میں آپ کو آدمی ضرور ملے گا۔ میں کوشش کروں گا کہ کار کا انتظام رہے تا کہ جلد رتسڑ پہونچیں۔

میں اس وقت بہت زیادہ مصروف ہوں، ایک انار صد بیمار والا حال ہے۔ حاجی حفیظ اللہ صاحب کا اصرار ہے کہ ۱۰؍شعبان کو چیت بڑا گاؤں، عقد نکاح میں ہی پڑھاؤں۔ میں نے ان کو لکھا ہے کہ یہ تاریخ بلرامپور جامعہ انوار القرآن کے جلسہ کی ہے۔ اگر بیکل صاحب نے اجازت دی تو میں آسکتا ہوں لہٰذا ان کی خواہش کے مطابق درخواست ہے۔

۱۲؍شعبان بسڈیلہ تدریس الاسلام کے جلسہ کی دعوت منظور کر لی ہے۔ اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو یہ تاریخ گونڈہ کے لیے رکھتا۔ سہولت بھی ہوتی۔ ۱۳؍کو ٹاٹا روانہ ہو جاؤں گا۔ اور اگر علامہ ارشد نے اجازت دے دی تو بریلی شریف ۱۰؍ کو وفد کی روانگی ہے۔ جس کے قائد آپ ہوں گے"۔

(۵) حضور حافظ ملت، حضرت بیکل کو الجامعۃ الاشرفیہ کے تعمیری چندے کی کیفیت سے انہیں افریقہ خط لکھ کر آگاہ کرتے ہیں۔

"اس وقت مبارکپور میں تعمیری چندہ ہو رہا ہے۔ غریب مسلمان بڑی دلچسپی سے حصہ لے رہیں، اپنی بساط سے زیادہ چندہ دے رہے ہیں۔ چندہ کا منظر قابل دید ہوتا ہے، ہزاروں کا مجمع ہوتا ہے، خوش الحان نعت خواں اپنی نعت خوانی اور جوشیلی نظموں سے جذبات میں تلاطم پیدا کر دیتے ہیں"۔ (انوار حافظ ملت ص ۹۶)

(۶) اپنے مقصد عظیم یعنی الجامعۃ الاشرفیہ کی بابت پریشانی کا اظہار کرتے ہیں، ساتھ میں جلسہ کی سفارش بھی فرماتے ہیں:

"مراد آباد سے مولانا نذیر الاکرم صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ میں آپ سے سفارش کروں کہ آپ ان کی دعوت

منظور فرمالیں لہذا میں سفارش کرتا ہوں کہ آپ ان کی دعوت منظور فرمالیں۔

جناب مولانا سید حامد اشرف صاحب کی دعوت پر ۱۷، ۱۸ ر جنوری کے اجلاس میں ممبئی حاضری کا قصد کرلیا ہے۔ اس کے بعد آنکھ کے معائنے کے لیے بلرامپور کا قصد ہے۔

یہاں اس وقت عظیم مقصد کے پیش نظر پریشانی اور تشویش ہے۔ دعا فرمائیں مولائے کریم اپنے حبیب کے صدقے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین''

(۷) حافظ ملت کے تمام جاں نثار اپنے اپنے حلقۂ اثر میں الجامعۃ الاشرفیہ (عربک یونیورسٹی) پروگرام کے تعارف میں مشغول تھے۔ عامۃ المسلمین کے ساتھ ساتھ برادران وطن میں بھی خوب خوب چرچے تھے، حکومت کے ایوانوں پارلیمنٹ واسمبلی کے کرسی نشینوں اور امرا ووزرا تک الجامعۃ الاشرفیہ کا تعارف کرانے والوں میں حضرت بیکل صاحب کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ ایسے ہی ایک مکتوب کے جواب میں حافظ ملت رقم طراز ہیں:

''وزارت میں چرچا معلوم ہوکر بیحد خوشی ہوئی۔ مولائے پاک آپ کو زیادہ سے زیادہ کامیاب فرمائے اور آپ کی عربی یونیورسٹی کے لیے ذرائع مہیا فرمائے۔ (آمین)

(مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۲۸ ر جمادی الاخرہ ۹۳ھ)

الجامعۃ الاشرفیہ کو آپ کی عربی یونیورسٹی یعنی بیکل کی عربی یونیورسٹی کہہ کر ان کی کیسی عزت افزائی کی ہے اور انہیں اشرفیہ کا معتمد اور اہم ذمہ دار قرار دیا ہے۔

(۸) ''دارالعلوم اشرفیہ کی جدید عظیم الشان عمارت کے سنگ بنیاد کے سلسلہ میں آل انڈیا تعلیمی کانفرنس کی تاریخ ۶ ر ۷ ر مئی مقرر ہوگئی۔ چندہ ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہفتہ عشرہ میں کامیابی کے ساتھ ختم ہوگا۔ کانفرنس کی کامیابی آپ کی توجہ چاہتی ہے۔ آپ کی دین پروری اور مذہبی دلچسپی سے قوی امید ہے کہ آپ ضرور توجہ فرمائیں گے۔ کانفرنس کے انتظامات کے سلسلہ میں آپ کا تشریف لانا نہایت ضروری ہے۔ آپ کا کیا پروگرام ہے اگر وقت ہو تو ۱۲ ر ۱۳ ر محرم کو آپ تشریف لائیں یا اس کے بعد ۱۷ ر ۱۸ ر جو تاریخ مل سکے مطلع فرمائیں۔ اس کی اطلاع علامہ ارشد القادری صاحب کو کردیں۔ میں نے بھی ان کو خط لکھا ہے''۔ (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۶ محرم ۹۲ھ)

(۹) ''جمشید پور وفد کامیاب رہا۔ دو روز میں ۶۶۸۱۴ روپے کا چندہ ہوا، ایک لاکھ پورا کرنے کی امید دلائی ہے۔ بھیمڑی میں بھی امید افزا کام ہو رہا ہے یہی اندازہ کیا جاتا ہے۔ ممبئی کی کامیابی تشریف آوری پر موقوف ہے اس لیے آپ حسب وعدہ یکم رمضان کو ضرور پہنچیں'' (۲۵ ر شعبان ۹۲ھ از بھیمڑی باغ اشرفی)

(۱۰) ''الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر بڑی خوبی اور تیزی سے جاری ہے۔ پہلی منزل قریب الختم ہے۔ بعدہ دوسری منزل شروع ہوگی مصارف بہت زیادہ ہوئے۔ ۷۲ ر ہزار روپیہ مصارف جاریہ کی مد کا صرف ہوگیا۔ وجہ یہ ہے کہ کمرہ ۶ ر ہزار پر نامزد کیا ہے۔ اور خرچ کم از کم دس ہزار ہے۔ پختہ عمارت ہے ہر کمرہ ہال ہے۔ عمارت بڑی شاندار ہے۔ دیکھنے سے قلعہ معلوم ہوتا ہے۔ دوسری منزل فلک بوس ہوگی۔

''دارالاقامہ کے لیے ۵، ۶ر لاکھ کا تخمینہ ہے۔ مسجد کا نقشہ بھی بہت شاندار ہے دو ڈھائی لاکھ کا تخمینہ ہے۔

''سرمایہ کی فراہمی ضروری ہے جناب سید احمد صاحب سے آپ کی مراسلت ہے یا نہیں؟ ممبئی کے لیے کون سا وقت مناسب ہے۔ اپنے ضلع گونڈہ کے لیے آپ کب وقت دیتے ہیں؟ آپ کا تعاون ضروری ہے'' (مکتوب حافظ ملت بنام بکل اتساہی ۲ر ذوالحجہ ۹۲ھ)

''آپ نے رتسڑ ضلع بلیا کے جلسہ کی تاریخ ۲۹ رر رجب جمعہ منظور کرلی ہے۔ مفتی عبدالمنان صاحب کلکتہ سے آج تشریف لائے تو ۲۸ رر رجب پنجشنبہ ترمیم ہوئی۔ میری اور مفتی صاحب کی منظوری ہے۔ لیکن ۲۸ر کو آپ کی تشریف آوری نہایت لازمی ہے۔ کیوں کہ بانی جلسہ کی دلی خواہش ہے آپ کے لیے وہ (غیر واضح) شخص ہیں۔ ان سے اشرفیہ کے فائدہ کی بڑی امید ہے۔ اگر آپ اس تاریخ کو منظور کرلیں اور ۲۸ رر رجب کو رتسڑ تشریف لائیں تو وفد کا کام ہوسکتا ہے''۔

(۱۲) ''آج جناب حاجی مرشد عبدالغفور صاحب کا خط ملا، فرمایا ہے کہ میری اور سیٹھ شمس الحق صاحب کی رائے ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ کا وفد محرم سے ایک ہفتہ پہلے ممبئی آئے۔ اور بکل صاحب ضرور تشریف لائیں۔ میں ۲۰ر ذوالحجہ جمعہ کو پچپیڑوا پہونچ رہا ہوں دو روز کام کرکے قاری محمد یحییٰ کے ہمراہ ممبئی روانہ ہوجاؤں گا، آپ بھی ممبئی ضرور تشریف لے چلیں۔
(مکتوب حافظ ملت بنام بکل اتساہی ۱۴ر ذی الحجہ ۹۲ھ)

(۱۳) ''پچپیڑوا سے جناب مولوی عبدالرحیم صاحب نے الجامعۃ الاشرفیہ کے چندہ کے لیے بلایا ہے۔ ۲۰ر ذوالحجہ ۲۶ر جنوری بروز جمعہ ہم لوگ صبح کی ٹرین سے پچپیڑوا پہونچ رہے ہیں۔ آپ بھی جمعہ کو صبح کی ٹرین سے پچپیڑوا تشریف لے آئیں تو انشاء اللہ تعالیٰ وفد کامیاب ہوجائے گا''

''بلرامپور کے لیے جس وقت آپ اور جناب ڈاکٹر عبدالمجید صاحب مناسب تصور کریں وقت رکھیں.....
(مکتوب حافظ ملت بنام بکل اتساہی ۱۴ر ذوالحجہ ۹۲ھ)

(۱۴) ''الجامعۃ الاشرفیہ کی دوسری منزل کی تعمیر شروع ہوگئی۔ تیزی اور عمدگی سے کام ہو رہا ہے۔ سرمایہ کی سخت ضرورت ہے۔ بڑے بڑے پرمٹ منظور ہوگئے ہیں جن کے لیے بڑی رقم چاہیے۔ دس ہزار بورا سیمنٹ کا پرمٹ منظور ہوا۔ جو قسط وار ماہانہ یا حسب ضرورت ایک ہزار بورا ملتا رہے گا۔ ایک ہزار بورا وصول کرلیا ہے۔ ۹۰ر ٹن لوہے کا پرمٹ منظور ہوکر آگیا جس کے لیے ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ چاہیے۔ ابھی یہ وصول نہیں کیا تھا کہ دوسرا پرمٹ ۹۰ر ٹن کا آگیا۔ ہم نے ۹۰ر ٹن پہلے پرمٹ کے لیے تین ماہ کے وعدہ پر مبارکپوری سنیوں سے دست گرداں پچھتر ہزار روپیہ وصول کرکے مال لینے کے لیے کانپور بھیجا۔ کارخانے کے منیجر نے کہا۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ تین ماہ میں لے سکتے ہیں بہر حال سرمایہ کی فراہمی کا مسئلہ بنیادی اور بڑا اہم ہے۔ بنارس کا پروگام بنایا تھا۔ ۲۰ر جمادی الثانی کو بنارس جانے والا تھا۔ مگر میں بیمار ہوگیا۔ آج ۱۲ ر روز سے بخار تھا۔ بفضلہ تعالیٰ بخار تو اتر گیا لیکن نقاہت زیادہ ہے۔ دو چار روز میں بنارس وفد جائے گا۔ فیض آباد گونڈہ بستی کا بھی خیال ہے۔ بہر حال اپنی کوشش پوری کی جائے گی۔ خدا کرے کامیابی ہو آمین''۔

(۱۵) ''اس وقت لوہے کا پرمٹ ۱۸۰/ٹن منظور ہوکر آیا ہے۔ جس کی مدت صرف پندرہ روز ہے۔ اس لیے سرمایہ کی سخت ضرورت ہے۔ لہذا آپ اپنے کمرہ کا روپیہ بھی روانہ کریں۔ دوسرے حضرات کو بھی توجہ دلائیں۔ پرمٹ کی رقم دو لاکھ ستر ہزار ۲۷۰۰۰۰ ہے۔ خاص توجہ کی ضرورت ہے''

(مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۲۸/جمادی الاخریٰ ۹۳ھ)

(۱۷) بفضلہٖ تعالیٰ الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی کی تعمیر بڑی خوبی اور تیزی سے جاری ہے۔ پہلی منزل کے کمروں میں پانچ کمروں کا سلیپ لگ گیا ہے، باقی کا سلیپ باقی ہے، سرمایہ ختم ہونے کی وجہ سے کام رک گیا ہے۔''

(۱۲/شوال ۹۴ھ)

الجامعۃ الاشرفیہ کے جلسۂ دستار فضیلت کی تاریخوں نیز اس میں دبئی سے مولانا محمد اسماعیل صاحب اور حضرت مولانا شیخ عبدالجبار صاحب وزیر اوقاف دبئی خاص طور سے شرکت کی اطلاع دیتے ہوئے حضرت بیکل کو اس میں شرکت کی دعوت دے رہے ہیں۔ دراصل یہ بھی اشرفیہ ہی کے تعارف اور اس کی کارگزاریوں کے اظہار کے لیے ہے۔ دیکھئے کس محبت سے لکھ رہے ہیں:

(۱۸) امید کہ آپ جلد تشریف لائیں۔ سبھی لوگ آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ حسب معمول سالانہ جلسۂ دستار فضیلت کی تاریخ ۹/۱۰/شعبان دوشنبہ سہ شنبہ مقرر ہوئی ہے۔ قریب ہی وقت ہے اگر اس وقت موقع نہ ہو تو جلسہ میں ضرور شرکت فرمائیں۔ دبئی سے حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب اور حضرت مولانا شیخ عبدالجبار صاحب وزیر اوقاف دبئی جلسہ میں تشریف لا رہے ہیں۔ اس لیے بھی آپ کی شرکت ضروری ہے'' (بیکل اتساہی ۱۸/رجب ۹۵ھ)

(۱۹) اشرفیہ کی بنیادوں میں جلوہ گاہ امام اعظم اور سرکار بغداد رضی اللہ عنہما کے آستانہ کی مٹی رکھی گئی۔

بیکل صاحب دیگر ممالک کے ساتھ عراق کے دورے پر بھی گئے تھے۔ وہاں سے وطن آکر اطلاع دی کہ وہ الجامعۃ الاشرفیہ کی بنیادوں میں رکھنے کے لیے امام اعظم ابوحنیفہ اور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آستانوں کی مٹی لا رہے ہیں، اس پر حضور حافظ ملت نے اظہار مسرت فرماتے ہوئے بہت بہت دعاؤں سے نوازا، اور ان کی ادا کو سراہا۔

مکرم و محترم جناب بیکل صاحب زید مجدکم و عم فیضانکم

السلام علیکم ورحمۃ مزاج شریف! مکتوب گرامی آج ۱۵/جمادی الثانی یوم جمعہ موصول ہوا۔ آپ کے کامیاب سفر سے بہت مسرت ہے۔ یہ مولائے کریم کا فضل ہے، سرکار کا کرم ہے کہ ہر منزل پر ہر ہر مقام پر آپ کامیاب رہے اور انتہائی کامیابی کے ساتھ کامیاب واپس ہوئے ''فلہ الحمد والمنۃ'' آپ کی یہ ادا نہایت قابل قدر و لائق تحسین ہے کہ آپ تمام بزرگان دین اولیائے کاملین حتی کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات مقدسہ کی خاک (اکسیر اعظم) لا رہے ہیں جس کو اشرفیہ کے سنگ بنیاد میں امانت رکھنا کامیابی کی ضمانت ہے۔ مولائے کریم آپ کو جزائے خیر

دے، دونوں جہان کی نعمتوں برکتوں سے بھرپور حصہ دے، مالا مال فرمائے۔آمین!

فقط

عبدالعزیز عفی عنہ

(۲۰) مبارک بادی کے خطوط:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اہل تعلق کی خوشیوں اور کامیابیوں پر اظہار مسرت کرتے ہوئے مبارکباد پیش فرماتے اوردعاؤں سے نوازتے۔

بکل صاحب کے گھر فرزند کی ولادت پر مبارکبادی کا خط ان الفاظ مبارکہ پر مشتمل ہے۔

(ا) ''آج تہنیت نامہ حاضر ہے۔فرزند سعید کی ولادت مبارکباد، مولائے کریم کا بے شمار شکرو احسان اس کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے کہ آپ کو فرزند عطا فرمایا۔خداوند قدوس اس نورچشم کو عمر خضر وطالع اسکندری عطا فرمائے۔علم وعمل کی لازوال دولت سے سرفراز فرمائے۔آپ کے گھر کا چراغ بنائے، اپنی حفاظت وحمایت کے ظل کرم میں پروان چڑھائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم۔'' (انوار حافظ ملت ص٩٦)

(ب) سفر مبارک:

جناب بکل صاحب نے ساؤتھ افریقہ پہونچ کر اطلاعی تار حضرت کی خدمت میں روانہ کیا۔حضرت نے اس کا جواب بذریعہ خط دیا اوران سے دینی وملی خدمات کی امید ظاہر کی۔

''بخیریت افریقہ پہونچنے سے خوشی ہوئی، مولائے نعیم وغافر آپ کے اس سفر کو مبارک کرے، قوم وملت مذہب اہل سنت کے لیے مفید ثابت ہو۔آپ کے جذبات صادقہ، اوردین پروری مخلصانہ قومی ملی جماعتی ہمدردی سے قوی امید ہے کہ آپ کا یہ سفر ملک وملت اور مذہب اہل سنت کے لیے ضرور مفید ثابت ہوگا۔(انوار حافظ ملت ص٩٦)

(۲۱) اپنوں کی پریشانی سے پریشان ہوتے:

حافظ ملت اپنے احباب اور اہل تعلق کی خوشیوں کے ساتھی ہی نہیں تھے بلکہ ان کی ہر تکلیف اور پریشانی میں غم گسار بھی تھے، جناب بکل صاحب ایک بار ایک کار میں سفر کررہے تھے۔کنارے پر بیٹھے تھے، چلتی کار کا دروازہ کھل گیا۔مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان کہ بکل صاحب کو کوئی زیادہ جسمانی گزند نہیں پہونچا۔حافظ ملت کو اطلاع ہوئی تو تحریر فرماتے ہیں۔

''آپ کی صحت سے بے اندازہ مسرت ہے، آپ کو اورآپ کے تمام احباب کل متعلقین کو مبارکباد۔مولائے کریم کا ہزار بلکہ بے شمار شکرواحسان کہ اس نے آپ کی حفاظت فرمائی۔اورصحت بخشی۔خداوند قدوس ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھے۔دین متین کی ممتاز ونمایاں بیش از بیش خدمات انجام دلائے۔آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ

اجمعین۔آج مبارکبادی کا تار بھی حاضر کیا ہے۔ ملا ہوگا۔اشرفیہ کے پورے اسٹاف واراکین ومسلمانانِ مبارکپور کی طرف سے مبارکباد۔

سواری کے خطرہ سے محفوظ رہنے کے لیے، یہ دعا نہایت مجرب ہے۔گویا خطرات سے تحفظ کی ضمانت ہے۔ اور بلاشبہہ کلام حق کا ضرور ضرور یہی اثر ہے۔شرط یہ ہے کہ ہر سواری پر سوار ہوتے وقت اس کو ضرور پڑھے۔صرف ایک ہی بار پڑھنا کافی ہے سواری خواہ رکشہ ہو، یکہ ہو، کار ہو، موٹر ہو، ریل ہو، ہوائی جہاز ہو بحری جہاز ہو پالکی ہو، جس قسم کی سواری ہو جب سوار ہو ایک بار ضرور پڑھے۔دعا یہ ہے "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم اٰمنت باللہ وتوکلت علی اللّٰہ سبحان الذی سخرلنا ھذا وماکُنّا لہ مقرنین وانا الیٰ رَبنا لمُنقلبون" (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۲۹؍ربیع الاول ۱۳۸۵ھ)

(ب) جناب بیکل صاحب مداح رسول ہونے کی برکت سے اپنے زمانے کے تمام اسٹیج شعرا میں ممتاز اور فائق رہے۔اس لحاظ سے ان کے حاسدین اور دشمنوں کی بھی کمی نہیں۔انہی میں سے کسی نے ایک بار ممبئی میں انہیں کھانے پینے کی چیز میں زہر دے دیا۔جس سے تکلیف پہونچی اور آواز متاثر ہوگئی۔نسبت رسول اور مرشد کامل کی توجہ کامل سے زہر اپنا پورا کام تو نہ کرسکا البتہ گلے پر اثر انداز ہوا۔مرشد کامل کو خبر ہوئی تو تحریر فرماتے ہیں۔

(۲۲) ''محترم جناب بیکل صاحب!

سلمکم اللّٰہ تعالیٰ من شر الحاسدین زید مجدکم

ادعیہ وافرہ متکاثرہ متزائدہ وسلام مسنون! خط ملا۔ممبئی کے حادثہ سے بیحد صدمہ ہوا، مولائے کریم کا شکر واحسان کہ اس نے آواز واپس دی۔دعا ہے کہ آواز کی تزئین وتحسین بھی اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں واپس کردے۔بلکہ مزید رفعت وبلندی اور مزید برکت وعظمت کے ساتھ۔آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وما ذالک علیہ بعزیز''

اسی کے بعد ۲۶؍ذوالحجہ ۸۱ھ کے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں!

بفضلہٖ تعالیٰ بخیر رہ کر آپ کی صحت وسلامتی امن وعافیت اعزاز واکرام کے لیے دعا کرتا ہوں، مولائے کریم مقاصد دارین میں کامیاب وفائز المرام فرمائے۔آمین آمین۔آپ مطمئن رہیں انشاء المولیٰ القدیر، کرم سرکار شامل حال رہے گا۔تائید غیبی، حمایت ربانی پشت پناہی فرمائے گی۔آمین ثم آمین

دینی درد:

حضور حافظ ملت ہر امر میں غلبۂ دین کو مدنظر رکھتے تھے اور جہاں کہیں بھی دین وسنیت کے مسئلہ میں کوئی بگاڑ یا سنیوں میں نااتفاقی دیکھتے تو بے چین ہوجاتے۔سنیت کی خدمت اور اصلاح فساد کے لیے جو سعی کرتا اسے سراہتے، اس کی حوصلہ افزائی کرتے اور دعا بھی فرماتے۔

(۲۳) دارالعلوم انوارالقرآن بلرامپور اور وہاں کے سنیوں کے تعلق سے مندرجہ ذیل خطوط ملاحظہ کریں:

بلرامپور کے سنیوں کے جذبات تو بڑے قیمتی اور قابل قدر ہیں ۔ مولائے کریم ان سب کی حفاظت فرمائے، مدد فرمائے ۔مگر ہنگامہ آرائی کا انجام یہی ہوتا ہے کہ سفینہ طوفان میں ہے ۔غربا کے لیے یہ منزل بہت ہی دشوار گزار ہے، مولائے کریم آپ کی عمر میں برکت، عظمت ووقار میں قوت دے۔ اب آپ ہی کی ضرورت ہے ۔آپ کی مخلصانہ سعی انشاء المولیٰ القدیر ساحل مراد اور منزل مقصود تک پہونچائے گی۔ آپ کامیاب رہیں گے۔ اور ضرور کامیاب ہوں گے ۔ حالات ماضیہ اور ساری گزشتہ کامیابیاں۔ اسی اخیر کامیابی پر موقوف ہیں۔ آپ کی کوشش سے یہ مرحلہ طے ہوگیا تو انشاء المولیٰ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے کامیابی اور اہل سنت کی سرخروئی ہے۔ (آمین آمین آمین) (بیکل اتساہی ۲۴؍رجمادی الثانی ۸۷ھ)

(ب) ''بلرامپور کے سنیوں کی کامیابی کا سہرا آپ ہی کے سر ہے ۔ خداوند کریم غیبی امداد فرمائے ۔ کامیاب فرمائے، سنیوں میں یہ مرض وبائی شکل اختیار کرگیا ہے کہ وہ آپس میں مخالفت کرتے ہیں۔ بالخصوص اس باہمی کشاکش سے دینی اداروں کو نقصان پہونچاتے ہیں۔ خداوند کریم ہدایت دے۔ آمین

آپ حضرات بالکل مطمئن رہیں۔ انوارالقرآن... مخالفت نقصان نہ پہونچا سکے گی...

(۶؍رجمادی الثانی ۸۸ھ)

(۲۴) وہابی اپنی سیاست کے ماتحت نہیں آئے، یہ خطرہ محسوس کیا کہ مناظرہ کی صورت در پیش آئی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جال میں پھنسی ہوئی چڑیاں سب اڑ جائیں گی۔

بہر حال اچھا ہی ہوا۔ خداوند کریم مسلمانوں کو عقل دے کہ وہ حق وباطل کو پہچانیں اور بہت جلد بدمذہبیت سے تائب ہوں۔'' (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۹؍رجمادی الثانی ۸۷ھ)

(۲۵) تلقین:

جناب بیکل اتساہی کی والدہ ماجدہ سخت علیل تھیں۔ اور انہی دنوں بیکل صاحب کو پروگرام کے سلسلہ میں حضرت کے پاس ممبئی پہونچنا تھا، حافظ ملت کو خبر ہوئی تو انہیں تلقین لکھی۔

''بلاشبہہ ایسی حالت میں سفر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ وقت ان کی خدمت گزاری کا ہے، آپ جیسے فرزند سعید کا ایک لمحہ جدا رہنا بھی کسی طرح مناسب نہیں۔ ہم لوگ مخدومہ کے لیے دعا گو ہیں، خداوند جل وعلا اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ میں ان کو شفا عطا فرمائے''۔ (آمین) (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی یکم محرم ۹۳ھ)

مگر افسوس اس کے چندروز بعد موصوفہ خدا کو پیاری ہوگئیں، حضرت کو پتہ چلا تو لکھتے ہیں:

(۱) تعزیت:

''آج اخبار بینوں سے یہ خبر ملی کہ آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا۔ اس حادثہ سے سخت صدمہ ہے (استرجعہ) خداوند کریم مرحومہ کو مغفور فرمائے ۔ اپنے جوار رحمت خاص میں جگہ دے ۔ جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آپ کو اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے ۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

بیکل صاحب آپ صبر کریں۔ متعلقین کو صبر کی تلقین کریں، حکم ربی اور مشیت ایزدی میں بجز صبر چارہ نہیں۔ بلاشبہ آپ کے سر سے یہ سایۂ کرم (ایک نعمت عظمیٰ) اٹھ گیا لیکن دنیا میں آدمی ایک متعین عمر لے کر آتا ہے جس کے پورا کرنے پر جانا ضرور ہے۔ یہ وہ منزل ہے کہ میاں ایسی مجبوری ہے جس کا کوئی بدل نہیں، علاج نہیں بجز صبر چارہ نہیں، میری طرف سے مخدومہ مرحومہ کو...... (غیر واضح) قرآن مجید کا ہدیہ ایصال ثواب ہے مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (بنام بیکل اتساہی ۶ر محرم ۱۳۹۳ھ از مصطفےٰ بازار ممبئی)

(ب) اس کے دو سال بعد حضرت بیکل اتساہی کے سر سے ان کے والد ماجد کا سایہ بھی اٹھ گیا۔ حضرت کو اطلاع ہوئی تو فوراً لکھا۔ ''آج تار ملا، حضرت والد صاحب کے انتقال سے صدمہ ہوا (استرجعہ) ''له ما اعطى وله ما اخذ وكل شيئ عنده باجل مسمى فلتبصر ولتحتسب'' دنیا میں ہر شخص معین وقت لے کر آتا ہے، پورا ہونے پر جانا ضروری ہے۔ مرحوم کا وقت پورا ہو گیا۔ مشیت ایزدی میں مجال دم زدن نہیں، آپ صبر کیجئے۔ متعلقین کو تلقین صبر۔ میں دعا کرتا ہوں۔

مولائے کریم حضرت مرحوم کو مغفور فرمائے۔ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ کو اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ سب متعلقین کو تعزیت وسلام مسنون۔'' (مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۷ر شعبان ۹۵ھ)

(۲۶) دعا نامہ:

بیکل صاحب کے مکان کی تعمیر اور ان کے بچوں کی صحت پر اظہار مسرت فرماتے ہوئے اشرفیہ کی بابت بھی امید افزا اطلاع دیتے ہیں نیز بلرام پور کے مدرسہ ومسجد کی بحالی کے لیے دعا کرتے ہوئے ایک جلسہ اور ایک عازم حج کی منظوری کے لیے سفارش بھی کرتے ہیں۔ اس سے بیکل سے محبت، بیکل پر اعتماد اور بیکل کے اثر ورسوخ کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

مکتوب ملاحظہ ہو:

از اشرفیہ، مبارکپور

۷۸۶

مکرم ومحترم جناب بیکل صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ۔ مزاج شریف!

مکتوب گرامی موصول ہوا۔ تعمیر مکان اور بچوں کی صحت سے خوشی ہوئی۔ انشاء المولیٰ القدیر تعمیری تکمیل جلد ہوگی اور اس کے مصارف کے سلسلہ میں بھی جلد تکمیل ہوگی اور وہ منصوبہ زمین بھی انشاء اللہ تعالیٰ جلد عمل میں آئے گا۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین

انجمن ترقی اہل سنت مدنپورہ بنارس کے اجلاس منعقدہ ۲۴، ۲۵ر شعبان کا دعوت نامہ آیا ہے، میں نے دعوت منظور

کرلی ہے ۔آپ کے لیے سفارش کرائی ہے، آپ کو دعوت بھی دی ہے خط ملا ہوگا۔ اگر پروگرام میں گنجائش ہو تو منظور کرلیں۔

ملاجی کی ساری حرکتوں کا انجام انہیں کے لیے مضر ہے، انشاء اللہ تعالیٰ مدرسہ یا مسجد کا نقصان نہیں ہوگا۔

ایک بہت ضروری کام ہے اگر ممکن ہو تو آپ ضرور کریں وہ یہ ہے کہ آپ کے برادر سلسلہ سیٹھ محمد حسین صاحب مبارکپوری میرے پڑوسی نے اپنی اور اپنی اہلیہ کی مغل لین درخواست بھیجی تھی جو نامنظور واپس آئی۔ اب وہ سخت پریشان ہیں، نہایت مغموم ہیں وہ اسی سال حاضری چاہتے ہیں۔ بعد رمضان کسی بھی جہاز سے ان کو دو سیٹیں مل جائیں تو ان پر بڑا احسان ہو۔ وہ آپ کی ملاقات کے لیے بلرام پور آنے والے تھے لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ آپ مکان پر ہیں، بہر حال اگر ممکن ہو سکے تو کوشش کر کے ان کو سیٹ دلائی جائے۔

عبدالعزیز عفی عنہ

سفارش نامہ:

(۲۷) حضرت حافظ ملت کو بکیل کے اثر ورسوخ کا علم تھا اور انہیں ان پر ناز بھی تھا اور اعتماد بھی کہ ان کی سفارش سے بکیل حاجت مندوں کا کام ضرور کرادیں گے۔ بلاشبہہ یہ بکیل کی خوش نصیبی ہے کہ حضرت ان سے اس طرح کے کام لے کر ان کی اہمیت اور مقبولیت میں اضافہ کراتے تھے۔ چند اقتباسات ملاحظہ کریں۔

(ا) ”آپ کے مدرسہ میں شاید کوئی جگہ ماسٹری کی خالی ہے ۔ ایک امیدوار طفیل احمد صاحب کی درخواست اترولہ سے آئی ہے ۔ انہوں نے مجھے خط لکھا ہے کہ میں آپ سے سفارش کردوں، یہ لفافہ انہیں کا ہے ۔ اگر آپ ان کو مناسب سمجھیں تو درخواست منظور فرمالیں۔ (۲۹ رجمادی الثانی ۱۳۹۲ھ)

۷۸۶

(ب) از اشرفیہ، مبارکپور

مکرم ومحترم جناب بکیل صاحب زید مجدکم

دعوت وافرہ متکاثرہ سلام مسنون!

مولوی عبدالحفیظ کی طرف آپ کی مخلصانہ توجہ قابل قدر ہے۔ مولائے کریم جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین! ٹریننگ کے تین ماہ باقی ہیں اس کے بعد جو آپ مناسب سمجھیں اور جہاں مناسب سمجھیں۔ بہر حال آپ جو صورت مناسب ہو عمل میں لائیں۔

اس وقت ایک بہت ہی اہم ضرورت پیش آئی ہے جس میں فوری طور پر آپ کی توجہ درکار ہے ۔ مولوی قمر الہدیٰ صاحب حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے پوتے نورنگ ڈیہہ مدرسہ میں کام کر رہے تھے بہت مقبول تھے۔ وہاں کے پیر صاحب سے ان کی مخالفت ہوگئی اس وجہ سے انہوں نے استعفیٰ دیا تھا۔ اس لیے کہ پیر صاحب پر بات آئی تھی

لہذا مریدوں نے ایسی صورت پیدا کی ہے جس سے مولوی قمر الہدیٰ انتہائی پریشان ہیں۔ ان کا خط ہم رشتہ ہے، آپ ان کی مدد کیجیے۔

یہ نکتہ قابل غور ہے کہ استعفیٰ دیتے وقت وہ اس قدر مقبول کہ استعفیٰ واپس لینے اور ان کو روکنے پر سب لوگ زور دے رہے تھے اور اس کے بعد جب وہ مدرسہ چھوڑنے کے لیے تیار ہو گئے تو وہ ایسے مجرم ہو گئے کہ سارا گاؤں ظلم پر آمادہ ہے۔ اس مختصر تحریر کو زیادہ سے زیادہ سمجھیں گے اور ضرور ان کی مدد کریں گے۔ احباب کو سلام ودعا۔ بچوں کو دعا و پیار۔

فقط

عبدالعزیز عفی عنہ

۱۴ر جمادی الاولی ۱۳۹۰ھ

(ج) ''آج یہ دعا نامہ کچھوچھہ مقدسہ سے لکھ رہا ہوں، حضرت محدث صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے عرس شریف میں حاضر ہوا۔ جناب فاروق صاحب سکریٹری مدرسہ فاروقیہ بنارس بھی تشریف لائے، بنارس میں مدرسہ فاروقیہ وحمیدیہ رضویہ دونوں ایک ہو کر ایک ہی سالانہ جلسہ کر رہے ہیں۔ جس کی تاریخ ۱۸/۱۹ر اکتوبر بروز شنبہ یکشنبہ ہے۔ اراکین جلسہ کی دلی تمنا ہے کہ آپ شریک اجلاس ہوں۔ پہلے اجلاس میں ان شاء اللہ تعالیٰ میں بھی شرکت کروں گا، اگر آپ کے پاس وقت ہو تو آپ بھی تشریف لائیں۔'' (انوار حافظ ملت ص:۹۹)

(۲۸) پروگرام تلقین:

حضور حافظ ملت وقت اور وعدہ کے بڑے پابند تھے اور دوسروں کو بھی اس پابندی کی تلقین فرماتے تھے۔ مذہبی پروگراموں میں اس پابندی کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور دوسرے شرکا کو بھی اس کی تلقین کرتے اور ضروری ہدایات بھی دیتے نیز ضرورت والے علاقوں کے پروگراموں کو مقدم رکھتے تھے۔

مکاتیب کے حسب ذیل اقتباسات میں ان حقائق کو ملاحظہ کریں:

'' آپ نے بنارس کے لیے ۲۷ر اپریل تاریخ دی ہے۔ میں نے اسی تاریخ کی اطلاع بنارس کر دی ہے، بنارس اس تاریخ پر آپ کی تشریف آوری انتہائی ضروری ہے۔ کئی بار بنارس کا پروگرام مرتب ہوا اور ملتوی ہوتا رہا۔ اس سے بد دلی ہوتی ہے لہذا اس مرتبہ ۲۷ر کو حتمی جزمی طور پر بنارس پہونچنا ہے۔ جمدا شاہی میں بھی حاضر ہو رہا ہوں۔ جمدا شاہی سے چل کر دہرہ پکڑنا ہے۔ تا کہ ۴ر بجے بنارس پہونچیں۔ حاجی محمد حسین وغیرہ مبارکپور سے صبح بس سے روانہ ہو جائیں گے۔ بنارس جا کر جلسہ کا اعلان کرا دیں گے۔ ۲۷ کو آپ بنارس تشریف لائیں اس میں فرق نہ ہونے پائے۔

(مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۲۰ر اپریل ۷۴ء)

(ب) ''میں نے ہزاری باغ اپنی معذرت لکھ دی تھی مگر علامہ ارشد کا خط ملا جس میں میری حاضری پر اصرار کیا ہے۔ میں نے ۲۱ر فروری کے اجلاس میں شرکت کا ارادہ کر لیا ہے، یہ ۷ر شوال ہے۔ ۹ر شوال کو گورکھپور حضرت مولانا مفتی

عبدالمنان صاحب کے صاحبزادہ کی شادی ہے۔ان کا بیحد اصرار ہے اس لئے شریک ہوں گا۔۱۱/۱۲/شوال اور ۱۴ تا ۱۵/بھی آپ کا (بلرام پور انوار القرآن) کا جلسہ ہوسکتا تھا۔لیکن ۱۱/۱۲/شادی قریب ہونے کی وجہ سے اور ۱۴/۱۵/روانگی حج کی وجہ سے شاید مفتی عبدالمنان صاحب منظور نہ کریں۔(مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ...رمضان ۸۳ھ)

(ج)''مغربی پروگرام ملتوی ہوا، مشرقی پروگرام نہایت مناسب ہے۔چندوسی، جسپور، رام نگر، کے پروگرام منظور ہیں، انشاء اللہ المولیٰ القدیر ان سب میں شرکت کروں گا۔اگر چہ اشرفیہ کی حاضری میں خلاف معمول تاخیر ہوگی مگر رام نگر تک ضرور آپ کے ساتھ رہوں گا۔

سہنسپور کا جلسہ کچھ قطعی نہیں معلوم ہوتا، اس لئے کہ ابھی سہنسپور سے کوئی دعوت نامہ نہیں آیا ہے، راجپور میں چیرمین صاحب نے سہنسپور والوں کی طرف سے دعوت دی تھی۔''

(د)''حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب وحضرت مولانا شاہ شمس الہدیٰ صاحب کا خط آیا ہے۔تحریر فرمایا ہے کہ گڑھوا سے جلسہ گاہ کا فاصلہ ۲۰/میل ہے۔گڑھوا شام کی ٹرین پانچ کے بعد پہونچتی ہے۔خدانخواستہ اور لیٹ ہو جائے یا کار میں کوئی خرابی ہو جائے تو شب میں جلسہ کے وقت تک پہونچنا دشوار ہوگا۔اس لئے بجائے شام کو گڑھوا پہونچنے کے جمعہ کی صبح کو ۴/بجے گڑھوا پہونچیں۔جس کے لئے پنج شنبہ کو دہرا ایکسپریس سے ڈیری اون سون پہونچیں۔اور شب کو ایک بجے گڑھوا روانہ ہوجائیں، ۴/بجے صبح جمعہ کو گڑھوا پہونچیں۔وہاں سے بذریعہ کار جلسہ گاہ مقام ٹاٹی ڈیری پہونچیں لہذا میرا ارادہ ہے پنج شنبہ کو دہرہ، شاہ گنج سے سوار ہوکر تحریر کے مطابق جمعہ کی صبح کو ۴/بجے گڑھوا پہونچوں گا۔آپ کے پروگرام میں گنجائش ہوتو ضرور آپ بھی دہرہ سے تشریف لائیں۔''(۱۱/جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ)

(۵)''الموڑہ آپ نے ۲۷/۲۸/ستمبر مقرر کی ہے اگر الموڑہ سے اس تاریخ کی دعوت آئی تو میں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور پہونچوں گا۔اس کے بعد اگر چندوسی والے یکم دوم جلسہ کریں تو وہاں بھی حاضر ہوسکتا ہوں لیکن اس کی اطلاع مجھے جلد ملنا چاہئے۔''(یکم ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ)

(۲۹)بیکل سے غایت محبت:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ بیکل اتساہی سے اولاد کی طرح محبت فرماتے تھے، ان کی بیماری و پریشانی میں تعویذ ودعا کا خاص خیال رکھتے تھے۔

علاوہ ازیں بیکل کے احباب کی بھی قدر فرماتے تھے۔مندرجہ ذیل مکاتیب کے اقتباسات اس سچائی پر شاہد ہیں، ملاحظہ کریں:

(۱) آپ کا خط ملا جس میں لکھنؤ کا ذکر کرتے ہوئے میری ناراضگی کا شبہہ ظاہر کیا ہے۔آپ قطعاً مطمئن رہیں، آپ جیسے پیکر اخلاص سے نہ میں کبھی ناراض ہوا نہ ہوسکتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہمارے میزبان خان صاحب بڑے ہی نفیس، نہایت قابل قدر شخص ہیں، مولیٰ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا

فرمائے، ہمیشہ بصحت وسلامتی مع متعلقین کے شاد وآباد رکھے۔ان کی اہلیہ محترمہ کو صحت عطا فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔" (۲ر ربیع الاول ۱۳۸۶ھ)

بریلی شریف کی تشخیص اور حکیم صاحب کی تجویز ہوسکتا ہے دونوں صحیح ہوں۔اثرات وامراض سبھی تحت قدرت زیر مشیت ہیں۔تمام اثرات وامراض کا ازالہ سرکار کے ایک اشارۂ ابرواور جنبش لب سے ہوسکتا ہے۔بارگاہ الٰہی اور سرکار مصطفوی میں درخواست ہے کہ اپنا خاص کرم فرمائیں۔"

"پینے والا تعویذ ۴۰ عدد روزانہ ہے صبح کو باوضو تازہ پانی میں حل کر کے قدرے آب زمزم شامل کر کے مع کاغذ کے پی لیا کریں۔شہد یا مناسب شربت بھی شامل کر سکتے ہیں۔اگر روزانہ تین گھونٹ کے انداز سے ۱۱ر روز تک آب زمزم مل سکے تو ۱۱ر روز خالص آب زمزم ہی میں استعمال کریں۔بعدہ پانی لیکن قدرے آب زمزم ضرور شامل کیا جائے،خواہ دو ہی قطرہ ہو۔" (۱۰ر رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ)

اس خط میں اصل اعتماد اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ پر ظاہر فرمادیا ہے اور انہیں کے فضل وکرم پر بھروسہ کی تلقین فرمائی ہے۔

(ج) "واقعی بلاشبہہ مولوی عبدالحفیظ کی کامیابی پر آپ مٹھائی کے مستحق ہیں یہ آپ کی کمال محبت کی دلیل ہے اور آپ کے ساتھ بلاشبہہ حافظ محمد حنیف صاحب بھی مستحق ہیں آج بذریعہ منی آرڈر دونوں کی مٹھائی انتہائی مسرت کے ساتھ روانہ ہے۔" (۱۱ر محرم الحرام ۱۳۸۱ھ)

(۳۰) درس تصوف

"ممکنات میں تاریکیاں اور انوار، پستی وبلندی اثبات ونفی، اسی قادر مطلق کی کارفرمائی اسی کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے وہی تاریکی کو نور اور پستی سے بلندی اور نفی سے اثبات کو تبدیل فرماتا ہے۔اسی سے اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واسطہ دے کر دعا ہے۔مولائے قدیر اپنا خاص فضل فرمائے۔اپنی طلب کا ذوق دے۔اپنی اور اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی رضا عطا فرمائے۔آمین۔(مکتوب حافظ ملت بنام بیکل اتساہی ۱۹ر رمضان ۸۳ھ)

اس مکتوب کی شان ادبیت بھی لائق دید ہے۔

شوق تحریر:

حضور حافظ ملت کو تحریر کا شوق بھی تھا اور لکھنے پر ملکہ بھی لیکن گوناگوں دینی وعلمی مصروفیات کے سبب وہ تحریر کا موقع نہ نکال سکے۔مندرجہ ذیل خط سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے،ساتھ ہی بیکل پر اعتماد اور ان سے محبت بھی بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

"احباب کا اصرار ہے کہ سفر حجاز کے حالات قلم بند کر کے طبع کرا دیا جائے اس لئے کچھ لکھا ہے۔یہ بطور مسودہ

ہے اور ناتمام ہے۔دوران قیام بمبئی کے حالات ذہن میں نہیں رہے، نیز حرمین طیبین کے بھی بہت سے حالات رہ گئے۔مضمون تشنہ ہی ہے، اب اس کو بنظر اصلاح وتکمیل بغور ملاحظہ فرمائیں اور اپنی معلومات سے اس کی تکمیل فرمائیں۔

نوٹ:

پہلے خواب کی تعبیر ظاہر ہے، سخت قوی دشمن کے مقابلہ میں آپ ہی کامیاب ہیں انشاء اللہ۔دوسرا بھی کامیابی پر دلیل ہے، بفضلہٖ تعالیٰ۔

دعا ہے رب جلیل ہمیشہ ہر منزل ہر موڑ پر اپنی حفاظت میں کامیاب فرمائے ،اپنے حبیب رحمۃ للعالمین کے صدقہ وطفیل میں کامراں وشادماں فرمائے۔آمین وبہ نستعین

غوث پاک رضی اللہ عنہ کی نیاز کردی جائے۔

بنام حضرت صدرالشریعہ وشاہزادگان:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کو حضرت صدرالشریعہ مولانا حکیم امجد علی صاحب علیہ الرحمہ سے استاذ ومرشد اور مربی ہونے کے ناطے نہایت درجہ محبت اور شیفتگی تھی اس لئے کہ انہیں کی نگاہ کرم نے انہیں خذف سے کیمیا بنایا تھا۔

حضرت صدرالشریعہ سے حضرت حافظ ملت کی نیاز مندی ،وفا کیشی اور محبت وجاں نثاری کے ثبوت ان کی عملی زندگی سے ملتے ہی ہیں ،ان کے مکاتیب بنام صدرالشریعہ بھی اس سچائی کو خوب خوب اجاگر کرتے ہیں۔

حضرت حافظ ملت اپنے مرکز عقیدت سرکار صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے لئے اپنے مکاتیب میں اکثر یہ القابات استعمال فرماتے تھے:

''سیدی ومولائی ،مرشدی وملجائی دامت معالیکم''

پتہ اس طرح تحریر فرماتے:

'بشرف ملاحظہ اقدس حضرت عظیم البرکت ،مولائے نعمت ،عالی جناب معلی القاب حضرت صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب قبلہ زید فیضانہ''

اور بالاستقلال خط کے تمام پر اپنے نام سے پہلے ''کفش بردار'' کا لفظ تحریر فرماتے۔

حضور حافظ ملت حضرت صدرالشریعہ کو ''اپنا مالک'' کہا کرتے تھے۔جب سے صدرالشریعہ نے آپ کو دارالعلوم اشرفیہ کی خدمت کے لئے بھیجا بس انہیں ''اشرفیہ'' ہی کی ترقی اور استحکام کی فکر رہتی اور ہمہ وقت یہ خیال رہتا کہ مالک کی سونپی ہوئی پاسبانی میں کہیں کوتاہی نہ ہونے پائے۔''اشرفیہ'' کے نشیب وفراز اور تمام حالات سے انہیں باخبر کرتے رہے، ان سے مشورہ طلب کرتے اور ان کی دعائیں چاہتے۔

صدرالشریعہ کے نام چند خطوط کے اقتباسات ملاحظہ کریں:

(۱)مدرسہ کی انتظامی حالت ابھی اسی رفتار پر ہے۔آج چوتھے مہینے کی چار تاریخ ہوگئی لیکن تنخواہ تقسیم نہیں ہوئی، سفارت کی آمدنی بھی سال گزشتہ کے برابر ہوئی۔'' (حافظ ملت نمبر ص ۲۵۴)

مگراس کے باوجود حافظ ملت ہمت نہ ہارے اور پوری لگن اور ہمت و ثابت قدمی کے ساتھ اپنے فرائض میں لگے رہے۔اس کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

(۲)''غلام نہایت خاموشی سے مدرسہ کا کام کرتا ہے اور اسی طرح ارشاد عالی کے مطابق جب تک منظور رب ہے خدمت کرتا رہے گا حضور سے التجا ہے کہ اس ناکارہ غلام کے لئے دعائے خیر فرمائیں''۔(ایضاً ص ۵۴)

ادارہ کی بدنظمی، چڑھتی ہوئی گرانی، جاگیریں ختم ہونے لگیں، طلبہ حیران و پریشان لیکن عزم و استقلال کے کوہ گراں کے پائے ثبات میں لغزش نہ ہوئی۔خود قصبہ مبارکپور میں ان پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے دن رات ایک کردیا اور بالآخر راستے کی رکاوٹیں ان کے قدموں کے لئے مخمل بن گئیں۔ایک مکتوب میں اپنے آقائے نعمت صدر الشریعہ کو لکھتے ہیں:

''مدرسہ کی بدنظمی سے قصبہ کے لوگ بہت بددل ہیں۔طلبہ کی جاگیر کا انتظام سب سے ضروری اور سب سے مشکل ہے جس کو کئی سال سے اراکین نے چھوڑ دیا ہے اس سال بڑی دقت پیش آئی۔اول مدرسہ کے اس رویہ سے لوگ بددل ہیں دوسرے روزگاری حالت خراب ہے، جاگیریں چھوٹیں اور نئی جاگیر کی ایسی صورت میں کیا امید جب کہ اراکین اپنے اس فریضہ سے سبکدوش ہوگئے، تاہم میں نے خود ہی قصبہ میں کوشش کی، حضور کی دعا سے مشکل حل ہوگئی اور سال گزشتہ سے کئی جاگیریں زیادہ ہوگئیں۔'' (مرسلہ ۱۲رذی قعدہ ۱۳۶۰ھ)

حضرت حافظ ملت کی محنت اور خلوص رنگ لایا۔پہلے سے اشرفیہ کی حالت بہتر ہوئی، اس کی بھی رپورٹ بذریعہ خط اپنے مربی و مرشد کو دیتے ہیں:

(۳)مدرسہ کی حالت اچھی ہے۔اہل شہر کی توجہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے۔اگر ملکی حالت کی نزاکت نہ ہوتی تو مدرسہ فوری ترقی کرجاتا''۔(ایضاً ص ۲۵۳)

اشرفیہ دھوپ چھاؤں کی منزلوں سے گزرتا رہا۔حافظ ملت ہر اُتار چڑھاؤ سے سرکار صدر الشریعہ کو خبر کرتے رہے اور اس کی ترقی کے لئے ہر طرح کی محنت کرنے اور ایثار پیش کرنے کے لئے صدر الشریعہ سے حکم طلب کرتے رہے۔ایک وقت ایسا بھی آیا کہ کچھ لوگوں نے اشرفیہ کے متعلق حضرت صدر الشریعہ کے تعمیری مشوروں کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور نتیجۃً حالات کی خرابیاں بار بار رنگ لاتی رہیں۔کچھ ایسے ہی دشوار گزار حالات نے حافظ ملت کو اشرفیہ چھوڑنے پر مجبور کردیا اور آپ ۱۳۶۱ھ میں ''جامعہ عربیہ'' ناگپور چلے گئے۔ناگپور پہنچتے ہی وہاں ایک نئی روح دوڑ گئی حضرت حافظ ملت کی محنت اور لگن سے جامعہ عربیہ میں چار چاند لگتے چلے گئے۔البتہ صدر الشریعہ حافظ ملت کو اپنے ادارہ ''اشرفیہ'' سے کہیں اور دیکھنا نہیں چاہتے تھے لہٰذا اس بات پر زور دیا کہ آپ (حافظ ملت) کو صرف مبارکپور ہی کی سرزمین پر رہ کر کام کرنا ہے۔ادھر اہل مبارکپور کو بھی اب حافظ ملت کی قدر و قیمت کا احساس ہوا، حضرت صدر الشریعہ نے حافظ ملت کو مبارکپور واپس آنے کا

حکم مرحمت فرمایا، سعادت مند شاگرد اور جاں نثار مرید نے اپنے سرکار کے حکم کی تعمیل میں گردن خم کردی۔ مبارکپور تشریف لے آئے، ارادت مندان مبارکپور نے آپ کی راہ میں پلکیں بچھادیں۔ رب عظیم کی بارگاہ میں سجدہ شکر لٹائے ایک گوہر نایاب کی بازیافت پر!

حافظ ملت مبارکپور آکر اپنے مرشد و مربی صدر الشریعہ کی خدمت میں خط تحریر کرتے ہیں:

(۴) ''کل بروز یک شنبہ بوقت عصر مبارکپور آگیا۔ آج مدرسہ جاکر کام شروع کردیا۔ مولوی محمد سلیمان صاحب ہفتہ کے روز مکان گئے ہیں، سنا ہے کہ آٹھ روز میں آئیں گے۔ باقی حالات بدستور ہیں۔'' (ایضا ۲۵۸)

مکتوب بنام قاری رضاء المصطفیٰ قادری کراچی

وقت کی قدر:

حضور حافظ ملت صاحبزادگان صدر الشریعہ سے بھی انہیں کی نسبت سے ادب و نیاز مندی روا رکھتے تھے لیکن ان کے تعلیمی سلسلے میں ہمیشہ پابندی وقت کے ساتھ پڑھنے ہی پر متوجہ رکھتے تھے اور اس معاملہ میں شفقت و محبت کو تعلیم کے راستے میں کسی طرح حارج نہیں ہونے دیتے تھے بلکہ معلمانہ اصولوں کی پابندی فرماتے ہوئے موقع بموقع تنبیہ و تلقین بھی فرماتے اور وقت کی پابندی کی بطور خاص تلقین فرماتے۔ رخصت کے لئے گھوسی سے بھیجی ہوئی علامہ قاری رضاء المصطفےٰ صاحب کی درخواست کا جواب دیتے ہوئے انہیں لکھتے ہیں:

''ضروری کاموں کی فراغت تک رخصت منظور ہے مگر جلد فارغ ہونے اور جلد پہنچنے کی کوشش کرو۔ اب آپ کو بڑی جدوجہد سے تکمیل کرنی ہے۔ وقت کی قدر کرنا اور اس کو غنیمت جاننا آپ کا فرض ہے۔'' (محررہ ۱۱؍ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ حافظ ملت نمبر ص ۲۵۳)

(۲) حافظ ملت کے آنے سے قبل مبارکپور کا دینی ماحول کیسا تھا اور ان کی آمد کے بعد کیسی تبدیلی آئی۔ اشرفیہ ترقی کی شاہراہ پر کس تیزی سے گامزن ہوا اسکا ایک نقشہ علامہ قاری رضاء المصطفیٰ صاحب کے نام سے ارسال کئے گئے مکتوب میں ملاحظہ کریں:

''میرے آنے سے قبل مبارکپور رشک نجد تھا، وہابیت کا غلبہ، بے دینی کا زور تھا۔ اس وقت بفضلہ تعالیٰ مرکز سنیت ہے، وہابیت مردہ اور مدرسہ کو نمایاں ترقی ہوئی کہ ہندوستان میں دھوم ہے۔ مدرسہ کی جدید عمارت زیر تعمیر ہے جس کی تیاری کا تخمینہ پچیس تیس ہزار روپیہ ہے۔ یہ عمارت وسط قصبہ بازار میں لب سڑک ہے۔ صدر دروازہ کی طرف دس دکانیں ہیں، دو منزلہ نقشہ تیار کرایا ہے، ایک منزل قریب الختم ہے۔ انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ ایک مہینہ بعد اس میں درس شروع ہو جائے گا۔ طلبہ کی تعداد ڈھائی سو کے قریب ہے، فوقانی جماعت کے طلبہ ہندوستانی اور عموماً محنتی اور ذہین ہیں جنکی تقریر اور علمی لیاقت کا اعظم گڑھ اور دیگر اضلاع میں شہرہ ہے۔

عزیز محترم ماشاء المولیٰ آپ عقیل فہیم ہیں، آپ کو کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے مگر محبت قلبی اتنا عرض کرنے

پر مجبور کرتی ہے کہ اپنے مقصد پر نظر رکھتے ہوئے حضرت والد صاحب دامت برکاتہم کے طرز عمل کو اپنا معمول رکھیں۔"
(حافظ ملت نمبر ص ۲۵۹)

پاس امانت اور اپنے وصال کی خبر:

صادق وامین رسول علیہ التحیۃ والثنا کے نائب حافظ ملت قدس سرہ کی ہر ہر ادا جلوۂ سنت مصطفیٰ تھی۔ امانت دار کو اس کی امانت لوٹانے کے لیے بے قرار رہا کرتے تھے۔ حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب صاحبزادہ صدرالشریعہ کے نام ایک مکتوب میں اس تڑپ کو ملاحظہ کیجیے گا۔

حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب کو جس القاب وآداب سے مخاطب کیا ہے نیز ان کے مکتوب میں ان کے اہل وعیال اور ان کے برادر اکبر علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری علیہ الرحمہ و مفتی ظفر علی صاحب نعمانی علیہ الرحمہ کے لیے بھی جس طرح احترام ومحبت کے الفاظ لکھے ہیں وہ حضرت حافظ ملت کی اپنے مرشد واستاذ حضرت صدرالشریعہ اور ان کے خانوادہ سے از حد نیاز مندی کا اظہار ہے۔

اسی مکتوب میں آپ نے ایک طرح سے اپنے وصال کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے، مکتوب کا اقتباس ملاحظہ کریں:

"محبّ من ذوالمجد والفضل والعز والکرم حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ۔ مزاج شریف!

آپ حضرات کی خوش حالی باعث مسرت ہے۔ محبّ محترم جناب مفتی ظفر علی صاحب زید مجدہم کے کارخانے کا حال معلوم ہو کر بڑی خوشی ہوئی۔ مولانا ازہری صاحب دامت برکاتہم و جناب مولانا مصلح الدین صاحب کی خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ ابھی تک آپ کی وہ امانت محفوظ ہے، آپ سے گزارش ہے کہ آپ جلد از جلد تحریر فرمائیں کہ وہ میں کس کو دے دوں۔ اگر بالفرض آپ نے خاموشی اختیار کی اور ایک مہینے تک متعین نہ فرمایا تو آج کی تاریخ سے ایک مہینہ بعد میں اس امانت کو آپ کی والدہ ماجدہ محترمہ گھوسی کو دے دوں گا، ان سے وصولی کی تحریر بھی لے لوں گا"۔

(۲۰؍اپریل ۱۹۷۶ء حافظ ملت نمبر ص ۴۴۸)

اس خط کی روشنی میں مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب لکھتے ہیں "حضرت کے اس مکتوب کے بعد مجھے ظن غالب ہو گیا کہ سفر کی تیاری آخری مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔ چنانچہ ٹھیک اس تحریر کے چالیسویں دن یعنی ۳۱؍مئی ۱۹۷۶ء کو حضرت حافظ ملت کا وصال ہو گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اپنے نیک بندوں کو سفر آخرت کی تیاری کا خصوصی موقع مرحمت فرماتا ہے تاکہ دنیا سے نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر ہلکے پھلکے آخرت کی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں۔ (حافظ ملت نمبر ص ۴۴۸)

بنام صاحبزادگان خانقاہ بیت الانوار گیا

تعزیتی خط:

مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب کی پہلی اہلیہ کے وصال پر حضرت حافظ ملت نے جو مکتوب تحریر فرمایا، تراشہ ملاحظہ کریں:

''مرحومہ مغفورہ غفرلہا المولیٰ الغفور الرحیم کے انتقال سے سخت صدمہ ہوا، مشیت ایزدی وقضاے الٰہی میں چارہ نہیں، 'لہ ما اعطی ولہ ما اخذ وکل شئ عندہ باجل مسمیٰ فلتصبر ولتحتسب " خداوند کریم مرحومہ کو اپنے جوار رحمت اور آغوش کرم میں جگہ دے جنت الفردوس میں بہترین مقام عطا فرمائے آپ کو صبر جمیل اور اجر جزیل مرحمت فرمائے برخوردار مبین الہدیٰ سلمہ کو صبر دے بجائے آغوش مادری کے آغوش رحم وکرم میں پرورش فرمائے۔

(حافظ ملت نمبر ص ۳۰۰)

حضرت سراج العلماء مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب ہی کے نام ''چھوٹے صاحب'' اور'' بڑے صاحب'' کی علالت کے سلسلے میں دعائیہ خطوط تحریر کرتے ہیں:

دوبارہ ''حضرت بڑے صاحب'' کے وصال پر انہیں ''تعزیتی مکتوب'' تحریر فرماتے ہیں۔ تینوں خطوط کے اقتباسات نیز حضرت مولانا ''شاہ نور الہدیٰ'' صاحب والد سراج العلما کے وصال پر حضور صدر الشریعہ کے نام جو مکتوب ہے اس کا بھی تراشہ شامل ہے۔ اقتباسات ملاحظہ کریں:

محبّ محترم جناب چھوٹے صاحب کی علالت سے بہت افسوس ہوا مگر مژدۂ صحت بھی ساتھ ہی تھا جس سے اطمینان، ہوا خداوند کریم ان کی یہ صحت دوامی صحت قرار دے اور بہ صحت وسلامتی آپ سب حضرات کو اپنی حمایت وحفاظت میں پناہ گزیں فرمائے آمین۔

حضرت بڑے صاحب زید مجدہم کی تکلیف دورہ کی شدت معلوم ہو کر صدمہ ہوا ان کی علالت سے بے حد افسوس ہے خداوند کریم شفائے عاجل وکامل عطا فرمائے اپنا خاص فضل فرمائے جلد صحت دے اور اطمینان بخشے آمین ثم آمین!

آج آپ کا خط ملا اور اسی کے ساتھ حضرت بڑے صاحب علیہ الرحمہ کے انتقال کا تار ملا استرجعہ، حضرت موصوف کے انتقال سے بہت صدمہ ہوا مولائے نعیم وغافر اپنے جوار کرم میں مغفور ومقبول فرمائے جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے آپ صبر فرمائیں جملہ متعلقین کو صبر کی تلقین فرمائیں۔

حضرت سراج العلما علیہ الرحمہ کے والد گرامی حضرت مولانا شاہ نور الہدیٰ علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت صدر الشریعہ کو لکھا۔

حضرت شاہ نور الہدیٰ صاحب قدس سرہ العزیز ۱۷ر جمادی الاولیٰ یوم پنجشنبہ ساڑھے پانچ بجے بوقت عصر راہی ملک بقا ہوئے موصوف کی وفات سے سخت افسوس ہے مولیٰ تعالیٰ غریق رحمت کرے۔

اتباع سنت حضور حافظ ملت کی زندگی کا سب سے نمایاں وصف ہے اور وہ صرف عیادت اور تعزیت تک ہی محدود نہیں بلکہ انہوں نے ہر گام پر اسے مدنظر رکھا وہ ایک ایسے متبع سنت ہیں کہ جس کی نظیر دور حاضر میں مشکل سے نظر آتی ہے۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۳۰۱)

منشا، مقصد اور نظریہ:

حافظ ملت کی تحریک اور ان کا مشن معلوم کرنے کے لیے مکتوبات کے تراشے ملاحظہ کیجیے جو مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب کے نام ہیں۔

''میرا منشا صرف خدمت دین ہے''

''میرا نظریہ.........مدرسہ ہے''

مکتوبات کے اقتباسات حاضر ہیں۔

''میرا مقصد یہ ہے کہ سنی علما زیادہ سے زیادہ اور قابل سے قابل تیار ہوں جو دین متین کی نمایاں اور زریں خدمات انجام دیں اسی کے لیے میری تمام ترسعی اور کوشش ہوتی ہے۔

ملت کا درد وغم

حافظ ملت واقعی اسم بامسمیٰ تھے ملت کے ایک عظیم محسن ہونے کی وجہ سے اہل سنت و جماعت کا درد وغم ان کے سینے میں موجود تھا اور وہ جماعت کی زبوں حالی پر بے چین و بے قرار ہوجایا کرتے تھے اس سلسلہ میں مکتوبات حافظ ملت کے ان اقتباسات کا مطالعہ کیجئے۔

''دینی خدمات کا مخلصانہ جذبہ ہم سے رخصت ہوگیا اور بہ نصیب دشمناں ہوگیا۔ ۲۰، ۲۵ روپے پر کافی تعداد میں مل جاتے ہیں نہ معلوم وہ کیسے گزر کرتے ہیں خداوند کریم ہم کو توفیق خیر بخشے، جوہر اخلاق عطا فرمائے۔

بد عملی کا شکوہ:

''فی زمانہ اخلاص وایثار تو کیا دیانتداری بھی ختم ہورہی ہے ہماری تمام خصوصیات ہم سے رخصت ہوگئیں مولیٰ تعالیٰ رحم فرمائے''

عدم خلوص کا شکوہ:

''افسوس ہے کہ لوگوں میں اخلاص واستقلال نہیں، کہتے کچھ ہیں، کرتے کچھ ہیں، وعدہ کا بھی خیال نہیں کرتے۔

کام کے آدمی نہیں ملتے:

''عجیب قحط الرجال ہے کام کے آدمی دستیاب ہی نہیں ہوتے سنیوں میں آرام طلبی زر پرستی کا مرض بھی ہے۔ جن کو کام کا سمجھا جاتا ہے وہ بھی نتیجۃً ناکارہ ہی ثابت ہوتے۔ (حافظ ملت نمبر ص ۳۰۶، ۳۰۷)

بنام مولانا مبین الہدیٰ:

آپ کی تو بڑی خصوصیت ہے کہ آپ حضرت سراج الملت دامت برکاتہم کے چشم و چراغ ہیں، آستانہ عالیہ کے نونہال ہیں محض آپ ہی کی وجہ سے میں نے ابتدائی کتابیں پڑھائیں اور کافی محنت کی ۔ میں آپ کا مخلص بہی خواہ ہوں، آپ کو بہتر سے بہتر اور قابل سے قابل تر دیکھنا چاہتا ہوں۔ دعا کرتا ہوں مولائے قدیر آپ کی عمر میں برکت، علم وفضل میں وسعت عطا فرمائے، عالم دین، خادم دین، اور آستانۂ عالیہ کا روشن چراغ اور اپنے وقت کا آفتاب بنائے‘‘

(ایضاً ص۳۰۳)

مکاتیب بنام مولانا تجمل ہدیٰ صاحب:

حضرت مولانا تجمل ہدیٰ صاحب بھی خانوادۂ بیت الانوار گیا کے صاحبزادے ہیں۔ آپ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے تلمیذ بھی ہیں اور مرید بھی۔ حضور حافظ ملت کی آپ سے بھی مراسلت تھی۔

بغیر فوٹو کے حج وزیارت کی تمنا:

جب مولانا تجمل ہدیٰ صاحب نے حج وزیارت کا ارادہ کیا مرشد کو اطلاع دی اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے جواب میں جو مکتوب ارسال فرمایا اس سے بے فوٹو حج وزیارت کی تمنا اور سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ خط کا اقتباس ملاحظہ کریں:

(۱) ’’محبّ محترم ذوالمجد والکرم زیدت مکارمکم ۔ ادعیہ وافرہ وسلام مسنون!

مولائے کریم اپنے دربار اور اپنے حبیب کی سرکار میں باریابی نصیب کرے اور حرمین طیبین کے برکات وحسنات سے بھرپور حصہ دے، حج وزیارت قبول فرمائے ۔ بلاشبہہ حرمین طیبین کی حاضری زندگی کی معراج ہے۔

بہزار ادب میرا سلام بارگاہ رسالت میں پیش کرنا اور حاضری کی درخواست بھی۔ کسی طرح فوٹو کی لعنت اٹھ جائے یا مجھ پر کسی طرح مسئلہ کا انکشاف ہوجائے۔ بہر حال کسی طرح حاضری نصیب ہو۔

زمانے نے دیکھا کہ عالم ربانی اور زہد وتقویٰ کے اس پیکر۔ عاشق مصطفےٰ حافظ ملت کو بغیر فوٹو حج وزیارت کی اجازت ملی اور ان کی تمنا پوری ہوئی ۔ یہ ہے شریعت وسنت پر اٹل رہنے کا ثمرہ کہ ’’محمدی قانون‘‘ کے آگے دنیا کے ہر قانون کو جھکنا پڑجاتا ہے بشرطے کہ نیت صادق ہو اور جادہ شریعت پر استقامت۔

(۲) دلائل الخیرات پڑھنے کی اجازت:

مولانا تجمل ہدیٰ صاحب نے مرشد برحق حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ سے ’’دلائل الخیرات‘‘ شریف پڑھنے کی

اجازت اورطریقہ طلب کیا توحضرت نے جوخط تحریر فرمایا ہے اسے ملاحظہ کریں کہ کس طرح محبت کے ساتھ بالتفصیل پڑھنے کا طریقہ بتایا ہے اور اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

’’محب محترم جناب مولوی تجمل ہدیٰ صاحب سلمہ۔۔۔دعائے خیر وسلام مسنون!

آپ کو خط لکھا لیکن کثرت کار دماغ پر بار ہے اس لیے بڑی ضروری بات رہ گئی۔آپ نے دلائل الخیرات شریف پڑھنے کی اجازت طلب کی تھی

اور ایک ماہ میں ختم کرنے کا طریقہ معلوم کیا تھا دلائل الخیرات شریف کے ورد کے تین طریقے ہیں اول روزانہ پوری ساتوں حزب ختم کرنا مع اسمائے حسنیٰ واسمائے طیبہ بھی پڑھے (۱)۔تیسرے اسمائے حسنیٰ واسمائے طیبہ صرف پہلی حزب دوشنبہ کے ساتھ پڑھے اور ہر روز ایک ہی حزب بغیر اسمائے حسنیٰ واسمائے طیبہ کے پڑھے۔ایک ماہ میں ختم کا طریقہ نہیں آپ تیسرا طریقہ اختیار کریں اور روزانہ وقت مقررہ پر پڑھنے کا عزم کرلیں روزانہ وقت معہود پر پڑھیں پندرہ منٹ کے اندر ہوجاتی ہے دلائل الخیرات شریف کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ جو بلا ناغہ پڑھنے کا عزم کرتا ہے اس سے ناغہ نہیں ہوتی اچھا عطر پڑھتے وقت روزانہ استعمال کرنا چاہیئے یہ بھی اس کے خواص میں سے ہے کہ جو اس پر کار بند ہوتا ہے غیب سے اس کا انتظام ہوجاتا ہے کوئی دقت نہیں ہوتی۔

هو الكـــــــــــــريم

لقد اجزتك بقـــراءة دلائل الخيـرات على بركة الله وبركة رسوله كما اجازنى شيخى ومرشدى صدرالشريعة العلامة الشاه محمد امجد على عليه الرحمة والرضوان واجازه شيخ الدلائل الشاه محمد عبد الحق آفندى قدست اسرارهم وانا ادعولك بان اعطاك الله بركات دلائل الخيرات وحسناتها تاما وافيا كافيا جميعا وافاض عليك شآبيب النعم فى الدنيا والآخرة بحق حبيبه عليه وعلىٰ آله واصحابه افضل الصلوٰة والتسليم وانا الفقير۔

عبدالعزیز عفی عنہ

مولائے قدیر آپ کو توفیق رفیق بخشے اس کے پورے برکات وحسنات عطا فرمائے باوضو روبقبلہ خوشبو کا استعمال پڑھنے کے وقت اس کے آداب سے ہے۔اپنے والد صاحب قبلہ اور چھوٹے حضرت ومنجھلے حضرت سے سلام مسنون کہہ دیجئے مولوی حافظ محمد جمیل احمد وغیرہ حضرات کو سلام ودعا۔

عبدالعزیز عفی عنہ

۲رمحرم ۱۳۸۰ھ)

---

(۱) طریقہ دوم چھوٹ گیا ہے۔فقیر محمد اسلم مصباحی کو حضرت نے اس باب میں جو تعلیم فرمایا تھا اسے درج کردیا ہے حضرت کا معمول بھی اسی طریقہ پر تھا اور اس ناچیز کو اسی طریقہ کی ترغیب دیا تھا۔دوم یہ کہ اسماء حسنیٰ اور اسماء طیبہ روزانہ کے حزب کے ساتھ پڑھے اتوار کو، اتوار اور سوموار کا آخری حزب پڑھ کر ختم کرے پھر دوشنبہ سے اسماء حسنیٰ اور اسماء طیبہ کے ساتھ شروع کرے۔

(۳) تعزیت، قلبی تاثرات:

مولانا تجمل ہدیٰ صاحب کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ فیض الہدیٰ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے وصال پر اپنے قلبی تاثرات قلم بند فرما کر مولانا موصوف کو ارسال فرمایا۔ حضرت مولانا شاہ فیض الہدیٰ صاحب حضور حافظ ملت کے استاذ بھائی تھے۔ انہیں حضرت حافظ ملت سے بڑی عقیدت ومحبت تھی۔ مکتوب ملاحظہ کریں:

''یادگار سلف وصالحین حضرت مولانا شاہ ابومحمد فیض الہدیٰ صاحب گیاوی رحمۃ اللہ علیہ باخدا عالم، نہایت متقی، پرہیزگار، پاک باز، پاک طینت، نیک سیرت بزرگ تھے۔ زہد وتقویٰ، اخلاص ودیانت آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ دین پروری، خداترسی گویا آپ کی فطرت تھی۔ زمانہ طالب علمی میں عرصہ دراز تک میرا ساتھ رہا۔ دارالخیر اجمیر شریف حضرت صدرالشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ والرضوان کی خدمت میں ہم لوگ مدت دراز تک حاضر رہے۔ مولانا فیض الہدیٰ صاحب شروع ہی سے کافی صلاحیتوں کے مالک تھے یہی وجہ تھی کہ حضرت صدرالشریعہ قبلہ قدس سرہ العزیز مولانا موصوف سے بہت محبت فرماتے تھے، مولانا سے اکثر نعت سنا کرتے تھے اور تحسین فرمایا کرتے تھے۔ مولانا نعت خوب پڑھتے تھے۔ علم ظاہری کی تکمیل استاذ محترم حضرت صدرالشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ سے کی، بیعت وخلافت میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ نورالہدیٰ صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کے مجاز وخلیفہ تھے۔ ان دونوں بزرگوں کی نظر کرم نے مولانا کو جامع الکمالات بنادیا تھا۔ مولانا فیض الہدیٰ صاحب نہایت قابل طبیب بھی تھے۔ بہت کامیاب معالج تھے۔ مولائے کریم نے ان کو دست شفا عطا فرمایا تھا۔ جس مریض پر ہاتھ رکھ دیا شفایاب ہوا، بڑے بڑے مایوس العلاج مریض آپ کے علاج سے صحت یاب ہوئے، رأى العليل عليل مشہور ہے مگر حضرت مولانا فیض الہدیٰ صاحب کا یہ کمال تھا کہ اپنے اس مرض میں جس میں صاحب فراش تھے، قوت گویائی جواب دے چکی تھی، ایسی حالت میں بھی جس مریض کے لیے جو نسخہ تجویز کردیا وہ اس کے لیے تریاق ہی ثابت ہوا۔ یوں تو مولانا کمالات کے جامع تھے، بڑی خوبیوں کے مالک تھے لیکن ساری خوبیوں میں آپ کا اخلاق بڑی خصوصیت رکھتا تھا۔ ساری زندگی اور زندگی کے تمام شعبے مخلصانہ دینی پابندیوں کے ساتھ گزرے، معلوم ہوتا تھا کہ مولانا پیکر اخلاص اور مجسمہ خلوص ہیں جو بات کہتے دل کی آواز ہوتی، جو کام کرتے قلبی جذبات کے تحت ہوتا، اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کسی بات یا واقعہ کے بیان میں رنگ آمیزی کرتے ہیں، مبالغہ سے کام لیتے ہیں، مولانا کی یہ عادت نہ تھی بڑی احتیاط سے گفتگو کرتے اور خلاف واقعہ بات زبان پر نہ لاتے، عبادت الٰہی والہانہ انداز میں کرتے، فرائض وواجبات کے ساتھ سنن ومستحبات کی بھی پوری رعایت کرتے تھے اور اوراد ووظائف کے ایسے پابند تھے کہ سفر ہو یا حضر، صحت ہو یا مرض اوقات معینہ پر ادا کرتے، کبھی ترک نہ کرتے۔ حد ہے کہ سالہا سال تک صاحب فراش رہے اور ایسے کہ خود کروٹ نہیں بدل سکتے تھے لیکن اس حال میں بھی اپنے اوراد واشغال کو جاری رکھا اور دم اخیر تک اپنے معمولات کے پابند رہے۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

ایں سعادت بزور با زو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی بے پایاں اخلاص کا یہ اثر تھا کہ سالہا سال کی علالت ، بے انتہا ضعف وناتوانی کے باوجود آپ کا چہرۂ مبارک اس قدر بارونق معلوم ہوتا تھا گویا ایمانی انوار جھڑ رہے ہیں۔

مولانا موصوف اپنی کامیاب زندگی گزار کر ۸؍شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ کو اپنے رب کی آغوش رحمت میں پہنچے۔

عبدالعزیز عفی عنہ

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے تعزیت کا دینی روایتی انداز اختیار کیا ہے۔ مرحوم کے فضائل بیان کئے ہیں اور مغفرت کی دعا کی ہے۔

بنام علماے اکابر واصاغر

حق گوئی وبے باکی:۔

حضرت محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان حافظ ملت کے اکابر میں بھی تھے اور آپ کے پیر طریقت حضرت قبلہ سید علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ العزیز کے نواسے ہونے کے ناطے آپ کے مرشد زادے بھی تھے، علاوہ ازیں سادات کرام میں بھی تھے۔ لہذا ہر حیثیت سے قابل احترام تھے۔

حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محدث اعظم ہند کے نیاز مند تھے اور ان کا بڑا ادب واحترام کرتے تھے لیکن اگر دینی تصلب کی راہ میں کوئی مصلحت آڑے آتی تھی، عقائد حقہ پر ضرب پڑتی تھی اور سنیت کی ضرر رسانی اور رسوائی کا اندیشہ ہوتا تھا وہاں وہ ادب واحترام اور نیاز کیشی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اظہار حق گوئی میں جھجکتے نہیں تھے۔

''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کی جو خدمت حافظ ملت نے انجام دی اور محدث اعظم ہند کے حکم پر جس طرح اس تحریک کے فروغ میں سرگرمی دکھاتے ہوئے آپ نے مبارکپور میں اس کے (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے ڈھائی ہزار ممبر بنائے تھے لیکن جب کانفرنس نے مسلم لیگ کی کھل کر حمایت شروع کردی یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ اس میں وہابی، ندوی، نیچری، رافضی، قادیانی سب شامل ہیں اور مسٹر جناح ان لیگی لیڈران علماء کرام کو کٹھ ملے بتارہے ہیں اور بد مذاہب کو بھی ساتھ لے کر چل رہے ہیں بلکہ مسلم لیگ میں انہیں کا عمل دخل ہے تو آپ اسے برداشت نہیں کرسکے اور آل انڈیا سنی کانفرنس سے علیحدگی کا استعفیٰ حضرت محدث اعظم ہند کی خدمت میں پیش کردیا۔ حضور محدث اعظم ہند کے نام آپ کے مکتوب سے حقیقت عیاں ہوجائے گی اور آپ کے دینی تصلب، سنیت کے دفاع اور سیاسی بصیرت کا بھی اظہار ہوجائے گا اس مکتوب کا اقتباس ملاحظہ کریں:

''سیدی وسندی حضرت محدث صاحب قبلہ دامت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمۃ!

اس دور پرفتن میں سنی کانفرنس کی نئی زندگی سے روحانی مسرت تھی۔ بڑی امید تھی کہ یہ خالص دینی مذہبی جماعت کانگریس، لیگ، احرار وغیرہ سب سے بے تعلق اور علیحدہ رہ کر اہل سنت کی تنظیم کرے گی اور تمام بے دینوں بد مذہبوں سے مسلمانان اہل سنت کو علیحدہ اور محفوظ رکھتے ہوئے ان کی صحیح رہنمائی فرمائے گی۔

مگر جب سے ہندوستان میں الیکشن کا دور شروع ہوا کارکنان سنی کانفرنس نے لیگ کی حمایت شروع کردی، منفرداً مجتمعاً ہر طرح لیگ کی تائید کرتے رہے، بڑے بڑے عمائد کانفرنس نے پوری طاقت سے لیگ کا ورک کیا چنانچہ ان کی محنتوں کا نتیجہ یہ شائع ہوا کہ لیگ کی نوے فیصد کامیابی کا سہرا اسی سنی کانفرنس کے سر ہے۔ کارکنان سنی کانفرنس کی اس لیگ نوازی سے خادم متاثر ضرور تھا تاہم اس کی تاویل کرتا تھا اور اس کو ان حضرات کی شخصی اور مقامی خصوصیت پر محمول کرتا تھا۔ یہ خیال کرتا تھا کہ سنی کانفرنس کا مقصد لیگ کی تائید نہیں ہے اس لیے امید ہے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس میں اس کی تلافی ہوجائے گی مگر بنارس کے اجلاس کا دعوت نامہ آیا تو اس میں بھی مقاصد سنی کانفرنس میں پاکستان اور لیگ شامل ہے۔

لہٰذا اگر کسی کانفرنس کی تائید وحمایت سے بالفرض پاکستان ملا بھی تو لیگ کو ملے گا اور وہ لیگی پاکستان ہوگا جس کی تشریح مسٹر جناح نے بارہا کی ہے کہ پاکستان میں حکومت الٰہیہ ہرگز قائم نہیں ہوسکتی۔ پاکستان ایک جمہوری اسٹیٹ ہوگا جس میں غیر مسلموں کا بھی حکومت میں حصہ ہوگا۔ لیگی اخبار تنویر ۱۲ر اپریل میں ہے، قائد اعظم نے کہا ہے کہ پاکستان میں کٹھ ملاؤں کی حکومت نہیں ہوگی۔

لہٰذا جب کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں بھی لیگ کی تائید ہو رہی ہے تو اب میرے نزدیک نہ کسی تاویل کی گنجائش نہ اس کی تلافی کی امید باقی، اس لیے سنی کانفرنس کی خدمت سے معذور ہوکر نہایت ہی افسوس کے ساتھ اس تحریر کو بطور استعفیٰ پیش کرتا ہوں اور نہایت ہی ادب سے مخلصانہ عرض کرتا ہوں کہ اگر سنی کانفرنس نے لیگ سے اپنی علیحدگی اور بیزاری کا اعلان کردیا تو میں بسروچشم اس کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

عبدالعزیز عفی عنہ

(۱۳ر جمادی الاولیٰ ۶۵ھ)

مکتوب بنام شیر بیشۂ اہل سنت:

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب پیلی بھیتی علیہ الرحمہ جماعت کے ایک نامور مناظر اور عالم دین تھے۔ حضرت حافظ ملت ان کے بڑے قدرداں تھے۔ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کو مسلمانان اہل سنت کے لیے سم قاتل سمجھتے تھے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی لیگ نوازی اور حمایت دین وسنیت

ہی کی وجہ سے وہ اس کے خلاف تھے۔ انہوں نے اپنے نظریہ کی وضاحت فتویٰ کی شکل میں ''اجمل انوار الرضا'' نامی کتاب سے کی۔ جب یہ فتویٰ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی نظر سے گزرا تو انہوں نے اپنا تاثر بذریعہ خط بنام حضرت شیر بیشۂ اہل سنت اس طرح کیا۔

''حضور والا کے فتویٰ ''اجمل انوار الرضا'' کا مطالعہ کیا۔ واقعی لیگ کی شرکت واعانت تو حرام وناجائز تھی ہی مگر سنی کانفرنس کی لیگ نوازیوں نے اسے بھی بے اعتماد کر دیا۔

اراکین سنی کانفرنس نے اب تک جو منفرداً لیگ نوازیاں کیں مجھے ان سے بھی سخت تکلیف تھی اور شدید اختلاف تھا لیکن امید یہ تھی کہ ممکن ہے آل انڈیا اجلاس میں اس کی تلافی ہو سکے مگر یہاں بھی وہی صورت نظر آتی ہے اس سے وہ امید ختم ہوگئی اور آج سے میں نے سنی کانفرنس سے علیحدگی اختیار کر کے استعفیٰ داخل کر دیا''۔

(غلام حسین، فتاویٰ اہل السنۃ لکد اہل الفقۃ ص ۱۹)

مکتوب بنام علامہ مشتاق نظامی:

پاسبان ملت مولانا مشتاق احمد نظامی نے ستمبر ۱۹۵۳ء میں ماہ نامہ پاسبان کا دوبارہ اجرا کیا۔ تو حافظ ملت نے ان کی ان الفاظ میں حوصلہ افزائی کی اور صحافت سنیت کی اہمیت پر زور دیا۔

''اس دور الحاد میں تبلیغ وہدایت کی جس قدر شدید ضرورت ہے اظہر من الشمس ہے۔ مسلمان اپنی جہالت سے بے دینی کا شکار ہو رہا ہے۔ دولت ایمان کھو رہی ہے۔ کفر کی تاریکی، ظلم وطغیان کی اندھیری چھائی ہوئی ہے۔ حق وصداقت کی آواز کان تک پہونچنا سخت دشوار ہوگیا ہے۔ ایسے نازک دور میں پاسبان کی دوبارہ زندگی سے بیحد مسرت ہے۔ پاسبان بڑا ہی زرین مقصد لے کر اٹھتا ہے دین وملت کی پاسبانی کرنا چاہتا ہے۔ مولائے کریم اس کو ثبات ودوام اور استحکام عطا فرمائے اور اسی مقصد کے تحت چلنے کی توفیق رفیق بخشے'' (انوار حافظ ملت ص ۴۹، ۵۰)

بنام محمد حکیم موسیٰ امرتسری بانی مرکزی مجلس رضا، لاہور

۸ / جون ۱۹۷۵ء

مکرم ومحترم حامی دین متین جناب مولانا حکیم محمد موسیٰ صاحب زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ

مزاج شریف!

آپ کی مرسلہ کتب ''اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری'' ''اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر'' ''امام احمد رضا علمائے حجاز کی نظر میں'' ''محاسن کنز الایمان'' موصول ہوگئیں جن کے مطالعہ سے بے انتہا مسرت ہوئی۔ آپ کے ادارہ مرکزی مجلس رضا نے دین متین، مذہب اہل سنت کی بڑی زریں خدمت کی۔ اس خصوص میں آپ کا ادارہ بلاشبہ منفرد ہے۔ قابل قدر ولائق تحسین ہے۔ مولائے قدیر اس ادارہ کو ترقی دے، بام عروج پر پہنچائے، دین متین کی بیشمار خدمات انجام

دلائے۔آمین وبہ نستعین
جملہ اراکین ادارہ کی خدمت میں سلام مسنون ومبارکباد

عبدالعزیز عفی عنہ
خادم دارالعلوم اشرفیہ۔مبارکپور، اعظم گڈھ (یوپی)
(ماہنامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبر ص)

بنام مفتی اختر رضا خاں ازہری بریلی شریف

مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری بریلوی کے والد ماجد نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال (۱۳۸۵ھ) پر انہیں تعزیتی خط ارسال کرتے ہوئے صبر کی تلقین کی نیز موصوف علیہ الرحمہ کی خوبیاں بھی بیان کیں۔ لکھتے ہیں:

"مکرم ومحترم ومحتشم جناب مولانا اختر رضا خاں صاحب زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ!

طویل سفر سے واپسی پر آپ کے والد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی خبر رحلت ملی۔ حضرت موصوف صوری ومعنوی تمام خوبیوں کے جامع تھے، جامع الکمالات تھے، دین متین کی بڑی زریں خدمت انجام دیتے تھے۔ حضرت مرحوم کا وجود بڑا ہی قیمتی تھا رحلت سے ایک خلا محسوس ہو رہا ہے۔ سخت صدمہ ہے، نہایت افسوس ہے، مشیت ربانی میں بجز صبر چارہ نہیں "له ما اعطیٰ وله ما اخذ وكل شيئ باجل مسمّیٰ فلتصبر ولتحتسب'

حضرت قبلہ کے لیے دارالعلوم اشرفیہ میں جلسۂ تعزیت منعقد ہوا۔۲۲ ختم قرآن مجید، اور ۱۷ پارہ کا ایصال ثواب کیا گیا۔

عبدالعزیز عفی عنہ
(مفسر اعظم ہند ص ۶۷، ۶۸ از: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی)

بنام تلامذہ، مریدین ومعتقدین:

حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ اپنے تلامذہ، مریدین ومعتقدین سے مثل اولاد پیار کرتے تھے۔ طلبہ پر تو بہت ہی مہربان وشفیق اور انہیں قابل سے قابل تر دیکھنا چاہتے تھے۔

ویسے تو حافظ ملت خطوط کے جوابات میں بڑی مستعدی برتتے تھے مگر تلامذہ وزیر تعلیم طلبہ کے خطوط کے جوابات میں خاص طور سے مستعدی برتتے تھے۔ آپ کی شاگرد نوازی، مرید نوازی، خوردہ نوازی، کریمی وشفقت، حوصلہ افزائی وغیرہ دیکھ کر اسلاف کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ لاریب آپ ایک مثالی استاذ ومرشد اور دینی پیشوا تھے۔

خط بنام علامہ ارشد القادری:۔

علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ حضرتِ حافظ ملت کے عزیز ترین اور ذی علم تلامذہ میں ایک تھے۔آپ حضرت علامہ کی علمی استعداد اور فہم و تدبر، عزم و ہمت، ایثار و اخلاص اور دینی دردمندی وغیرہ کی بڑی قدر کرتے تھے اور ان پر ناز بھی فرماتے تھے۔انھوں نے بھی حافظ ملت سے زندگی بھر مکاتبت کی۔

ادبی ذوق اور صحافتی اہمیت:۔

حضرت علامہ ارشد القادری صاحب نے ۱۹۶۶ء میں کلکتہ سے پندرہ روزہ رسالہ ''جام کوثر'' جاری کیا۔اس کا پہلا شمارہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے علامہ کو جو مکتوب ارسال فرمایا اس سے ان کے ادبی ذوق، صحافتی اہمیت اور ادب وانشا میں بھی ان کے رسوخ کا پتہ ملتا ہے۔

''آپ کا ''جام کوثر'' جمشید پور میں ملا تھا۔ جام کوثر کے متعلق یہ عقیدہ تھا اور ہے کہ ایک ہی جام پی کر پیاس ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔مگر یہ آپ کا جام کوثر وہ ہے جس نے بے پناہ تشنگی بڑھا دی جی چاہتا ہے کہ اس کو پندرہ روزہ نہیں، ہفتہ وار نہیں، روزانہ بار بار پیا جائے۔ یہ جام کوثر اپنی صوری و معنوی خوبیوں میں آپ اپنا نظیر ہے۔ پہلا ہی قدم اتنی بلندی پر ہے کہ چاروں طرف سے متوالے ٹوٹ پڑے۔ ہاتھوں ہاتھ لے گئے۔ جو پڑھتا ہے پرچہ دینا نہیں چاہتا۔ بہ دشواری ایک پرچہ مبارک پور تک لایا۔ بحفاظت اپنے پاس رکھا۔مگر حضرت مولانا شاہ غلام آسی صاحب نے اس پر بھی قبضہ کر لیا امید ہے کہ وہ اس سے جام کوثر کا کچھ کام ہی کریں گے۔مگر میں بے جام ہی رہ گیا۔ چاہتا ہوں کہ سب پرچہ اپنے پاس محفوظ رکھوں۔ میری دلی منشا اور قیمتی مشورہ ہے کہ مسلمان اس کو اس طرح اپنائیں کہ جام کوثر ہر مسلمان کے گھر میں رہے اور ہر ہر پرچہ محفوظ رہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ آپ صاحب لسان ہونے کے ساتھ ساتھ پیکر ایثار و اخلاص ہیں، پھر جام کوثر کے ثبات و دوام میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟ صرف استقلال کی ضرورت ہے ۔ مولیٰ تعالیٰ کرم فرمائے ۔ جام کوثر کو زیادہ سے زیادہ مقبولیت عطا فرمائے، بام عروج و ترقی کی انتہائی منزل پر گامزن فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

جلسہ میں عدم شرکت کی اطلاع:۔

حضرت حافظ ملت اپنے محبین و مخلصین کو اپنی خیریت سے آگاہ بھی کرتے تھے اور جلسہ وغیرہ میں کسی سبب شرکت نہ کرنے پر احساس ذمہ داری کے تحت وقت سے پہلے اطلاعی خط بھی تحریر فرما دیا کرتے تھے دو خطوط کے اقتباسات ملاحظہ کریں۔

جناب حافظ عبد الحمید صاحب کو ان کے جلسہ مقررہ ۴، ۵؍ جون کی دعوت میں عدم شرکت کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں بلرام پور سے آکر پھر دوبارہ بیمار ہو گیا۔اب کی مرتبہ زیادہ بیمار ہو گیا۔حالت مایوس کن حد تک پہونچ گئی

تھی ۔شافی مطلق نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں شفاعطا فرمادی ۔تین روز سے صحت ہے۔لیکن ضعف وناتوانی کی وجہ سے نقل وحرکت دشوار ہے، میں قابل سفرنہیں۔اس لیے معذور ہوں۔(مکتوب حافظ ملت بنام حافظ عبدالحمید ۲۰رمئی ۷۶ء)

''بفضلہٖ تعالیٰ آنکھ کی حالت ٹھیک ہے۔ضعف ونقاہت اورکھانسی کی شکایت ہے۔دعا کیجئے اللہ تعالیٰ صحت وقوت دے۔آمین ۔(مکتوب حافظ ملت بنام حافظ عبدالحمید ۶رجنوری ۱۹۷۶ء)

بنام شیخ مزمل اللہ:

''کاروباری لوگوں کو زیادہ اوراد و وظائف پر دوام مشکل ہوتا ہے اس لئے اتنا ہی اختیار کرنا چاہیئے جو بآسانی ہمیشہ ہوسکے۔(مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ آسام ۱۹رجمادی الاولیٰ ۷۹ھ)

تعویذ ودعا:۔

''برکت وحفاظت مال کے لئے نقش روانہ ہے داہنے بازو پر باندھیں یا گلے میں پہنیں''

''درخت کے لئے کوئی نقش میرے پاس نہیں ہے دعا کرتا ہوں خداوند کریم اس کو اپنی حفاظت میں بارآور وتوانا کرے۔آمین''(۵رصفر ۱۳۹۲ھ)

''بدخوابی کا تعویذ روانہ ہے گلے میں پہنیں''(مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ آسام ۲۸رربیع الثانی ۸۶ھ)

درس توکل:۔

''عزیز مکرم !مستقبل کا بھی وہی مالک ہے جو ماضی کا تھا، وہی کریم وکارساز ہے،اسی پر بھروسہ اسی پر اعتماد ہردکھ کی دوا اور ہر پریشانی کا علاج ہے۔انسان کا کام صرف کوشش ہے کامیابی فیروز مندی مالک حقیقی کے قبضہ واختیار میں ہے۔انسان کو چاہیے کہ نیک نیتی کے ساتھ کوشش کرے بھروسہ اور اعتماد اپنے رب پر رکھے۔انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب رہے گا''(مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ ۲۱رربیع الثانی ۱۳۸۴ھ)

حافظ ملت کے خطوط سے بہت سے لوگوں کو اطمینان کی دولت نصیب ہوتی تھی اور اگر حضرت کے خط میں تاخیر ہوتی تو بعض لوگ سخت مضطرب ہوجاتے۔ایک ایسے ہی موقع پر شیخ مزمل اللہ صاحب کو لکھتے ہیں :

اطمینان قلبی:۔

''ایک ماہ بیمار رہا صحت پر کلکتہ چلا گیا اب واپس آکر مدرسہ کے کام میں مصروف ہوگیا اس دوران میں بہت سے خطوط لاجواب رہ گئے ۔آپ کی پریشانی سے افسوس ہے۔مولائے قدیر اپنا خاص فضل فرمائے تفکرات وترددات دفع کرے اوراطمینان قلب عطا فرمائے آمین''

دل جمعی:۔

''ملازمت ہو یا گھر کا کاروبار دل جمعی واطمینان قلبی کامیابی کے لئے ضروری ہے''

(مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ ۶ر شعبان ۱۳۸۲ھ)

تلقین:۔

''دعا جب تک خطرہ ہو پڑھتے رہنا چاہئے جب اطمینان ہو تو ختم کرنا چاہئے'' (۶ر محرم الحرام ۱۳۸۲ھ)

فکر اشرفیہ:۔

الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر، استحکام اور ترقی ہی حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی زندگی کا مقصد خاص تھا۔اس تعلق سے حسب ذیل خطوط کے اقتباسات ملاحظہ کریں:۔

وفد کے التوا کی وجہ:۔

.میں بیمار ہو گیا اور ابھی تک قابل سفر نہیں ہوں ۔دوسری وجہ یہ ہوئی کہ جناب مولوی حافظ قاسم صاحب جو دارالعلوم اشرفیہ سے فارغ ہیں وہ آسام کے پیر ہیں ۔بڑا اسلسلہ ہے ۔انہوں نے ماہ رجب کا پروگرام رکھا تھا لیکن وہ اپنی ضرورتوں میں ایسے مصروف ہوئے کہ سفر نہ کرسکے ۔وہ ہمراہ رہتے تو وفد کے لئے سہولت ہوتی کیوں کہ ان کا اثر ہے،لوگ جانتے پہچانتے ہیں اور وہ آسامی زبان سے واقف ہیں ۔ہمارا نہ تعارف ہے نہ ہم آسامی زبان سے واقف اس لئے سفر ملتوی کرنا پڑا۔اب یہی صورت ہے کہ جناب مولوی قاسم صاحب جس وقت تیار ہوں گے اس وقت سفر کیا جائے گا۔آپ کو پہلے سے مطلع کیا جائے گا'' (مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ آسام ۲۶ر رمضان ۱۳۹۳ھ)

آپ کا یہ جذبہ ضرور قابل قدر اور لائق تحسین ہے کہ آپ نے اخبارات میں مضامین شائع کرائے اور وفد کے آنے کا چرچا کیا۔خداوند کریم آپ کو جزاء خیر دے'' (مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ آسام)

''۱۹ر۲۰ر شوال جمعہ سنیچر عربی یونیورسٹی کی کانفرنس ہے اگر آسام کے کچھ حضرات بھی شریک ہو جائیں تو بڑی سہولت ہو جاتی ۔آپ نے بھی عمارت نہیں دیکھی ہے وہ ایک مستحکم قلعہ ہے مگر شنیدہ کے بود مانند دیدہ''

(مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ آسام)

''آپ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ہوشیاری کے ساتھ کام کرتے رہیں ،اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ پر بھروسہ رکھیں۔انسان کا کام کوشش ہے اس میں کمی نہ ہو۔انشاء اللہ تعالیٰ غیبی امداد ہوگی اور کوئی خرابی پیدا نہ ہوگی'' (۵ر مارچ ۷۶ء)

''عربی یونیورسٹی کے تعمیری چندہ کے لئے آسام کے دورے کا ارادہ ہے ۔اسی لئے آپ کو لکھا تھا کہ مقامی اخبارات میں اطلاع دے دیں۔اور خصوصی احباب سے تذکرہ کردیں کام بہت بڑا ہے ۔بڑی زبردست کوشش کی ضرورت ہے'' (۲۴ر جمادی الآخر ۱۳۹۳ھ)

تعارف الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

قصبہ مبارک پور۔ضلع اعظم گڑھ۔صوبہ یوپی میں یہ عظیم الشان عربی یونیورسٹی قائم ہوئی ہے پچیس اکڑ وسیع زمین میں جس کی نہایت شان دار، پرشکوہ عمارت تعمیر ہورہی ہے اس یونیورسٹی میں علوم دین کے ہر شعبہ اور ہر فن کی مکمل تعلیم ہوگی۔اردو،فارسی،عربی،انگریزی،ہندی۔پانچوں زبانوں کا پورا درس دیا جائے گا اس یونیورسٹی کا فاضل پانچوں زبانوں میں صاحب قلم وصاحب لسان ہوگا۔یعنی قلم اٹھائے گا تو عربی انگریزی ہندی وغیرہ میں مضمون لکھے گا۔زبان کھولے گا تو ان زبانوں میں تقریر کرے گا۔تاکہ ہندوستان اور بیرون ہند ہر ملک میں جا کر دینی خدمات انجام دے۔یہ پورے ہندوستان کا واحد ادارہ ہے۔مسلمان اس کی امداد واعانت کی طرف پوری توجہ فرمائیں۔اس کے عمارتی چندہ کے لئے ماہ رجب میں وفد آسام کا دورہ کرے گا۔فقط''

کمال علم کی طرف متوجہ کرنا:۔

بنام مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی (موجودہ صدرالمدرسین الجامعۃ الاشرفیہ)

اقتباسات

محبّ محترم مولوی محمد احمد صاحب زید مجدکم۔

آپ کے متعلق میرا خیال ہے کہ ابھی آپ اشرفیہ کو کچھ وقت اوّر دیں تو آپ اور زیادہ قیمتی ہوجائیں گے چنانچہ آپ کے والد صاحب سے میں نے کہا تھا۔آپ کی اور آپ کے متعلقین کو جورائے ہو'' (حافظ ملت نمبر ص ۱۹۰)

پابندی وقت کی قدر دانی:۔

محبّ محترم مولوی محمد احمد صاحب زید مجدکم دعوات وافرہ

سلام مسنون!

مجھے خوشی ہوئی کی آپ وقت پر مدرسہ پہنچے سب سے بڑی بنیادی چیز احساس ذمہ داری ہے جس کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوگا وہ ہمیشہ کامیاب رہے گا'' (ایضاص ۱۹۱)

علما کی ملازمت کا خیال:۔

مولانا محمد احمد صاحب نے دارالعلوم فیضیہ نظامیہ کے حالات ناسازگار دیکھتے ہوئے وہاں سے سبکدوش ہونا چاہا،اس سلسلے میں حضور حافظ ملت کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا جس کا جواب حضرت نے اس طرح دیا۔

''محبّ محترم جناب مولوی محمد احمد صاحب زید مجدکم۔دعوت وافرہ وسلام مسنون!

آپ نے وہاں کے حالات اور مستقبل میں مزید خرابی کا اندازہ بتایا تھا۔اس وقت میں نے آپ سے کہہ دیا تھا

کہ آپ کو اختیار ہے وہی اس وقت کہتا ہوں کہ آپ مختار ہیں میں مدرس کا تقرر کرتا ہوں ہٹاتا نہیں ہوں۔ مدرس اپنی خوشی سے خود چھوڑ دے اسے اختیار ہے۔"

یک در گیر محکم گیر:۔

مدرسہ فیض العلوم جمشید پور میں علامہ ارشد القادری صاحب نے مولانا محمد احمد صاحب کی تقرری کر لی اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نصیحت کرتے ہیں۔

"فیض العلوم بھی اپنا ہے، اپنا ہی سمجھ کر محنت سے کام کرنا چاہیئے۔ بار بار مدرس اور مدرسہ کی تبدیلی مضر ہے۔ وثوق واعتماد جاتا رہتا ہے اور کام بھی نہیں ہوتا۔ بزرگوں نے بتایا ہے۔ "یک در گیر محکم گیر" بہر حال آپ جم کر محنت سے کام کریں"

تحسین وحوصلہ افزائی:۔

مولانا محمد احمد صاحب مصباحی نے مزید علمی حصول اور جدید عربی کی مہارت میں حضور حافظ ملت سے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ جواب میں اظہار مسرت کرتے ہوئے اس طرح لکھا۔ اقتباسات ملاحظہ کیجئے:۔

"حصول کمال کا ذوق معلوم ہو کر بڑی خوشی ہوئی۔ مولائے قدیر پورا فرمائے، ہر فن میں کمال عطا فرمائے۔ عربی ادب کی خود ہی کوشش کرتے رہئے۔ باہر جانے کا بھی انتظام ہو جائے گا۔ اپنی سعی سے کم از کم قدیم عربی پر قدرت ہو سکتی ہے، اس کے بعد جدید کے لئے بھی کوئی سبیل نکل آئے گی۔ میری دعائیں شامل حال ہیں اور رہیں گی۔ مدرسین وطلبہ اور علامہ ارشد القادری صاحب کو سلام ودعا فقط۔۔۔عبدالعزیز عفی عنہ"

بدر القادری اور اس کے والد کے نام:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ الرضوان راقم کے استاذ بھی تھے اور مربی بھی۔ حضرت کی کرم فرمائیوں اور نوازشات کے لیے تو ایک دفتر بھی ناکافی ہے۔ اس کے پاس جو کچھ بھی نام ونشان ہے حضرت ہی کی نگاہ کرم اور دعاؤں کا صدقہ ہے آپ راقم کے ہر خط میں محبت وشفقت کا اظہار فرماتے، نصیحت بھی کرتے اور ہدایات بھی دیتے۔ ایک خط راقم کے والد ماجد مرحوم کے نام بھی ہے راقم کے نام حضور حافظ ملت کے چند مکاتیب بطور تبرک محفوظ ہیں۔ اقتباسات ملاحظہ کیجیے:۔

حوصلہ افزائی، مطالعہ کی ہدایت:۔

فراغت کے بعد حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے حکم پر راقم برائے تدریس ہبلی ہوتا ہوا انکولا پہنچا۔ ہبلی سے راقم نے حضرت کو انکولا پہنچنے کی اطلاع دی اس پر اظہار مسرت فرمایا اور دعاؤں سے نوازا نیز تدریسی فریضہ کی بحسن خوبی انجام دینے کی تلقین فرمائی۔ راقم کی جدائی پر اظہار قلق فرمایا اور مطالعہ کرتے رہنے کی ہدایت بھی فرمائی۔

از: اشرفیہ مبارک پور۔ ۷؍ذوالحجہ ۹۰ھ

محبّ محترم جناب مولوی بدر عالم صاحب زید مجدکم۔ السلام وعلیکم ورحمۃ!

ہبلی سے آپ کا خط آیا تھا اس کے بعد معلوم ہوا کہ آپ انکولا پہنچ گئے۔ میں نے آپ کو انکولا ہی بھیجا تھا خوشی ہوئی دعا ہے کہ خداوند کریم آپ سے ممتاز دینی خدمات انجام دلائے۔ آمین!

مجھے آپ کی سعادت مندانہ صلاحیتوں سے قوی امید ہے کہ آپ کار لائقہ کو بحسن خوبی انجام دیں گے، اراکین و ذمہ داران کو اپنی دینی خدمات سے مطمئن کریں گے میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

مجھے آپ کی جدائی سے قلق ہے یہ آپ کے والد ماجد کا کرم ہے بہر حال آپ اپنی ادبی مشق جاری رکھیں، کتابیں ضرور دیکھتے رہیں مطالعہ سے ترقی ہوتی ہے۔

میں ۲۷/۲۸؍ بمبئی مدرسہ محمدیہ کے اجلاس دستار فضیلت میں جارہا ہوں۔ احباب کو سلام مسنون۔

فقط

عبدالعزیز عفی عنہ

فکر اشرفیہ:۔

"آپ کا خط ملا، خیریت سے خوشی ہوئی، قوی امید ہے کہ آپ جہاں رہیں گے کامیاب رہیں گے، مقبول رہیں گے، دینی خدمات انجام دیں گے لیکن مجھے آپ کی جدائی کا افسوس ہے میرا خیال تھا کہ دوسال اپنے پاس اور رکھوں من در چہ خیالم وفلک در چہ خیال۔ میرا یہ ارادہ پورا نہ ہوسکا۔

جدید تعمیر کا ارادہ ہے کام بہت بڑا ہے، دارالعلوم اشرفیہ کو جامعہ (یونیورسٹی) میں تبدیل کرنا ہے اس کے لیے آپ حضرات کی پوری دل چسپی کے ساتھ سعی درکار ہے"

تالیف قلب:۔

"آپ کا دوسرا خط ملا جواب تو پہلے کا بھی روانہ کیا لیکن تاخیر سے، مصروفیت زیادہ ہے اسی وجہ سے تاخیر ہوئی ہے ورنہ آپ جیسے مخلص سے ناراضگی کا خواب بھی خیال خواب ہے

(۴) احباب کی ملاقات سے تو خوشی ہوتی ہے لیکن بعض احباب ایسے ہیں کہ ان کا تصور باعث مسرت ہے۔ اس فہرست میں آپ بھی ہیں۔

خواب کی تعبیر ظاہر و باہر ہے جلد وہ وقت آئے گا کہ عربی یونیورسٹی میں آپ اپنے دونوں بھائیوں کی مدد سے قلمی کمی کو پورا کریں گے کم از کم ماہ نامہ شائع کریں گے آمین!۔ میرا منشا ایسے طلبہ تیار کرنا ہے جو انگریزی عربی ہندی تینوں زبانوں پر قابو یافتہ ہوں، تینوں زبانوں میں قلمی ولسانی خدمات کرسکیں۔"

راقم نے الجامعۃ الاشرفیہ سے رسالہ کے اجرا کے مقصد "اس رسالہ کے ذریعہ حضور حافظ ملت کی قیادت میں

الجامعۃ الاشرفیہ تحریک سے دنیا کو روشناس کرایا جائے'' کے تعلق سے رسالہ کے نام مدیر کے تعین ۔گورنمنٹ سے رجسٹریشن ۔مضامین کی فراہمی ۔کتابت وطباعت کے انتظام ۔رسل ورسائل ۔دفتر ۔رسالہ کی ممبر سازی ۔اخبارات ورسائل میں رسالہ کے اجرا کے اشتہارات وغیرہ کی بابت ایک تفصیلی عریضہ ارسال خدمت کیا تھا ۔اس کے جواب میں حضور حافظ ملت نے جو مکتوب گرامی ارسال فرمایا ہے ملاحظہ کریں :۔

''از اشرفیہ مبارک پور

۷۸۶

۱۹؍رجب ۹۲ھ

محبّ محترم مولانا بدر القادری صاحب زید مجدکم

السلام وعلیکم ورحمۃ ۔محبت نامہ صادر ہوا ۔آپ کے ساتھیوں کے جذبات صادقہ مخلصانہ قابل قدر ولائق تحسین ہیں اللھم زد فزد ۔رسالہ کے اجرا کی ضرورت اور افادیت مسلم، میں چاہتا ہوں کہ جاری ہو تو جاری رہے اور جاری رہنے اور دائمی ہونے کے لئے کم از کم آپ کا اور آپ کے ایک معاون اور پریس کا ہونا ضروری ہے ،اسی لئے یہ خیال تھا کی عربی یونیورسٹی کی تعمیر کے بعد آپ اسی عمارت میں باطمینان کام کریں۔

آپ نے جس کام کو بہت آسان سمجھا ہے وہی سب سے زیادہ مشکل ہے اور وہی مدار ہے عمدہ مضامین کی فراہمی ۔اپنے لوگوں کی تعداد تو بہت ہے اور صاحب قلم بھی ہیں مگر سنیوں میں تعاون نہیں ہے ،احساس ذمہ داری نہیں ہے ،وعدہ کی پابندی بھی نہیں ہے الا ماشاء اللہ کا استثنا ہے اور رہے گا۔

اسی لیے میرا ذاتی خیال یہی ہے ویسے اگر آپ اور آپ کے رفقا تیار رہیں تو میری دعائیں آپ حضرات کے ساتھ ہیں ،شروع کر دیں۔

فقط

عبدالعزیز عفی عنہ

اس مکتوب گرامی سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حافظ ملت رسالہ کے اجرا کے زبردست حامی تھے اسلیے کہ وہ اس کی ضرورت وافادیت سے بخوبی واقف تھے البتہ رسالہ کے دائمی ہونے کے لئے پہلے سے ہر بات کی پیش بندی یعنی مدیر معاون، پریس اور دفتر وغیرہ کا انتظام کر لینا چاہتے تھے ۔مضامین کی اہمیت کی جانب بھی انہوں نے اشارہ کیا ہے اور اہل سنت کے عدم تعاون، ذمہ داری کے عدم احساس وغیرہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

راقم سے حضرت آقائے نعمت حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی محبت اور کرم فرمائی بھی ظاہر ہے۔

بالآخر مطلع اشرفیہ سے ''ماہنامہ اشرفیہ'' کا نیر تاباں طلوع ہوا ،تاریکیوں میں صبح مسرت کا نغمہ گونجا ،راقم کو اس موقر رسالہ کا مدیر اول ہونے کا شرف حاصل ہوا اور اسی کی ادارت میں اس رسالہ ''اشرفیہ'' کا ضخیم ووقیع حافظ ملت نمبر شائع ہوا ۔اور آج اس نیر تاباں کی تب وتاب اور توانائی سے علم وادب وصحافت کے جہاں میں حرارت اور اجالا برپا ہے۔

جس چمنستان تربیت میں پروان چڑھا تھا آج اس کی عطر بیز اور رنگیں فضاؤں اور نشلی ہواؤں سے دور ایک اور دیار میں بیٹھا اس گلستان علمی کی بہاروں کے ایک نئے شباب سے ہم کنار ہونے کی خبریں سن رہا تھا۔ جذبہ شوق کی آگ بھڑکتی ہی جارہی تھی۔ احباب کے خطوط سے مبارک پور اور تعلیمی کانفرنس کے حالات برابر موصول ہورہے تھے۔ میں بہرائچ میں رہ کر بھی ذہنی طور پر خود کو مبارکپور میں پاتا رہا۔ حضرت حافظ ملت کے مکتوب نے مجھے سراپا اشتیاق بنادیا۔ حضرت کا مکتوب گرامی ملاحظہ کیجیے:

۷۸۶

"۱۵ر مارچ ۱۹۷۲ء

محب محترم ذوالمجد والکرم زید مکارکم۔

دعوت وافرہ متکاثرہ متزائدہ وسلام مسنون۔ محبت نامہ صادر ہوا آپ کے جذبات صادقہ قابل تحسین ہیں اس سے بے اندازہ مسرت ہوئی کہ آپ اس وقت اپنا کام چھوڑ کر کانفرنس کے کام کے لیے مبارک پور آنا چاہتے ہیں یہ اشرفیہ سے پوری وفاداری کا ثبوت ہے۔ بلاشبہ آپ اشرفیہ کے سعادت مند فرزند ہیں۔۔

کانفرنس کا پہلا کام اس کے مصارف کی فراہمی تھی، خرچ کا اندازہ پچیس ہزار ہے۔ یہ مصارف صرف مبارک پور ہی سے پورا کرنے کے عزم پر چندہ شروع کیا، بفضلہ تعالیٰ قوم بیدار ہوگئی پچیس ہزار کی وصولی پر ختم کردیا فلہ الحمد والمنہ چندہ کی وصولی ایک تاریخی ہے، الفاظ اس کیف کے حامل نہیں۔ مسلمانان مبارک پور میں یہ جوش وجذبہ ہے کہ پانچ مسلمانوں نے پانچ تعلیمی کمروں کی تعمیر کا بھی اعلان کردیا پانچ اور مسلمان تیار ہوجائیں گے ہر کمرہ کا اسٹیمیٹ کم ازکم پانچ ہزار ہے۔ یہ غربائے امت تن من دھن کی بازی لگا رہے ہیں۔ یہ آپ کی خوشی کے لیے لکھ دیا ہے۔

اخبارات میں مضامین جارہے ہیں، اشتہارات بھی طبع ہورہے ہیں۔ دعوت نامہ بھی مطبوعہ غیر مطبوعہ روانہ کیے جارہے ہیں۔ آپ کانفرنس سے ایک ہفتہ قبل آجائیں تاکہ آپ کے مدرسہ کا زیادہ نقصان نہ ہو۔ خصوصی احباب کو بھی دعوت دیں وہ کانفرنس میں شرکت کریں۔ اراکین سید العلوم کی خدمت میں سلام مسنون!

فقط عبدالعزیز

راقم الحروف کی شادی والدین کریمین رحمۃ اللہ علیہما نے جناب علیم الدین ابن صوفی علی رضا کی صاحبزادی سے ۷ر مئی ۱۹۷۴ء کو طے کی اور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں نکاح پڑھانے کی درخواست لکھی۔ حضرت ان دنوں سفر میں تھے۔ واپسی کے بعد والد مرحوم کو تحریر فرمایا۔

مکرم ومحترم جناب حافظ محمد رمضان صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ! مزاج شریف

طویل سفر کی واپسی پر آج ۴ار مئی کو شادی کا کارڈ نظر نواز ہوا۔ ۸، ۹ر مئی ٹاٹا سے سفر میں گزری۔ بعدہ بالا بالا

گھوسی وغیرہ کے پروگرام پر رہا۔ آج ۱۴؍کو واپسی پر ڈاک دیکھی تو عزیز مکرم مولانا بدر عالم صاحب سلمہ کی شادی کا دعوت نامہ پڑھا۔ مسرت ہوئی وقت گزر گیا۔ میری مخلصانہ دعا ہے کہ خداوند کریم محبّ محترم جناب مولانا بدر عالم وعزیز مکرم جناب ارشاد احمد صاحب سلمہ کی شادی خانہ آبادی ہمیشہ کی خوشی ومسرت کا باعث ہو۔ انجام بخیر ہو۔ مولیٰ تعالیٰ اس سنت کریمہ کے برکات وحسنات سے طرفین کو مستفیض فرمائے۔ آمین

آپ کو اور جملہ احباب واعزا کو مبارکباد

والدعا والسلام

عبدالعــــزیــــــز غفر لہ

(مکتوب حافظ ملت بنام حافظ محمد رمضان مرحوم گھوسی ۱۴؍مئی ۱۹۷۴ء)

☆☆☆



تیرہواں باب

حافظ ملت بحیثیت مصلح

مصلح قوم نے جب تھاما قیادت کا علَم
یاس وحرماں کے اندھیروں میں کرن جاگ اٹھی
حسن گفتار سے جب تو نے پکارا ان کو
نوجوانوں میں مرے رسم کہن جاگ اٹھی

(بدر)

حافظ ملت بحیثیت مصلح

حضرت حافظ ملت نور اللہ مرقدہ نے ایک ایسے دور میں آنکھیں کھولیں جب دنیا کا سب سے عظیم مذہب، واحد دین الٰہی، دین فطرت ''اسلام'' سب سے مظلوم مذہب بنادیا گیا تھا۔ اور دنیا کی سب سے عظیم قوم، قوم مسلم جس نے حق وصداقت کا پرچم بلند کیا، زمانے کو علم وہنر سکھائے، جہانگیری وجہانبانی کے آداب بتائے، اپنی عظمت کردار، اخلاق عالیہ اور مومنانہ فراست وبصیرت سے اس دنیا کو امن وآشتی کا گہوارہ بنایا، شرافت وانسانیت اور تہذیب کی روشنی پھیلائی، وہی قوم مسلم مسلسل شکستوں اور پیہم ہزیمتوں سے عاجز آکر حالات کے رحم وکرم پر ٹِک کر رہ گئی تھی۔ مسلمانوں کے سیاسی زوال نے نہ صرف یہ کہ اس قوم سے قوت عمل چھین لی بلکہ مذہب اسلام نے جو اسے عزم وحوصلہ اور احساس برتری تھی وہ پست ہمتی اور احساس کمتری میں تبدیل ہو چکی۔ انہیں حالات میں برصغیر ہندو پاک میں کچھ مصلحین اٹھے مگر چوں کہ وہ خود فریب خوردۂ حالات تھے اس لیے بجائے اسلام کی طرف دعوت دینے کے مغربیت کی طرف دعوت دینے لگے۔ ان مصلحین اور ریفارمرس (Reformers) کی تمام تر جدو جہد اور مساعی کا مقصد مسلمانوں کو اسلام سے دور کر کے مغرب کی چوکھٹ پر سجدہ ریزی کے لیے تیار کرنا تھا۔ مختصر یہ کہ مسلمان اپنے دین اور علم وعمل سے دور، دنیا طلبی، عیاشی وفحاشی، خرافات وخرابات، بدعات ومنکرات اور بھانت بھانت کی برائیوں، آپسی رسہ کشی، مقدمہ بازی، تجارت سے بے رغبتی، نااتفاقی وغیرہ کا شکار تھا۔

حضور حافظ ملت قدس سرہ کی مومنانہ بصیرت نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ قوم وملت کو سب سے زیادہ نقصان تعلیم وتربیت کی راہ سے پہنچایا جارہا ہے۔ اب باطل کے حملوں کا زاویہ تبدیل ہوگیا ہے۔ اب شمشیر بکف مجاہدین سے زیادہ قوم کو ضرورت ہے ایسے بیدار مغز اور پختہ کار علما، دانشوران اور مصلحین کی جو اسلام کی نظریاتی سرحدوں کا تحفظ کرسکیں، اس لیے کہ باطل اب زیور فکر وفن سے آراستہ ہوکر نظریات اسلامی کی سرحدوں پر تاخت وتاراج کے لیے بڑھ رہا ہے۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ایک ایسا عظیم اصلاحی منصوبہ بنایا کہ اسلامی نظریات پر حملہ خواہ سوشلزم اور کمیونزم کی جانب سے ہو خواہ الحاد وبے دینی کی سمت سے ہو خواہ مادہ پرستوں کی طرف سے ہو خواہ مغربی تہذیب اور مغرب زدہ جدیدیوں کی طرف سے ہو، حملہ داخلی ہو یا خارجی ہر محاذ پر باطل سے نبرد آزمائی کر کے نظریات اسلامی کا نہ صرف تحفظ کیا جائے بلکہ غلبۂ اسلام کا رنگ عام کیا جائے۔ یہی سبب تھا کہ حضور حافظ ملت نے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کو پورے عالم اسلام کی ایک مثالی درس گاہ بنانے کے لیے اپنی پوری زندگی وقف فرمادی۔

لیکن! ایسا نہیں کہ صرف الجامعۃ الاشرفیہ ہی کے توسط سے حضرت حافظ ملت نے اصلاح معاشرہ کا فریضہ انجام دیا ہو بلکہ آپ نے تعلیم وتربیت، پند ونصائح، وعظ تقریر، تصنیف وتالیف اور بیعت وارشاد وغیرہ کے ذریعہ بھی اصلاح معاشرہ کا عظیم کارنامہ انجام دیا اور زمانہ پر آپ کے مصلحانہ کردار کی عظمت آشکارا ہوگئی۔

کتنی عجیب بات ہے کہ وہ خیر امت جس کے لیے رب کائنات نے فرمایا:
"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" الآیہ۔ (آل عمران:۱۱۰)
تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔
(کنزالایمان)

وہ خود خیر سے دور ہو چکی تھی۔ ایک حقیقی نائب رسول و عالم ربانی نیز ایک قومی و ملی قائد ہونے کی حیثیت سے حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف طریقوں سے اصلاح امت کا فریضہ انجام دیا۔ انہوں نے پہلے شریعت و سنت پر عمل پیرا ہو کر خود کو ایک مثالی مصلح و قائد اور مبلغ و معلم و مرشد کے پیکر میں ڈھالا اور پھر اصلاح معاشرہ کے لیے میدان عمل میں اترے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا امت مسلمہ عام طور سے دین سے دوری اور بے راہ روی میں مبتلا تھی لہذا ایسے عالم میں اصلاح معاشرہ کا فریضہ سخت دشوار مسئلہ تھا۔ در اصل فرد واحد کی بیماری کا علاج بڑا آسان ہوتا ہے جب کہ معاشرہ و سماج میں سلامت روی، اصلاح حال، اصلاح باطن، فلاح آخرت اور مقاصد حیات کی طرف گامزن ہونے کی لگن پائی جاتی ہو، کیوں کہ ماحول خود اس کو صحیح راستے پر چلنے کے لیے مجبور کر دیتا ہے لیکن اگر قوموں اور جماعتوں میں اخلاقی گراوٹ، طبیعت کی گندگی، بغض و عناد، حسد و کینہ پروری، بے حیائی، بے شرمی کذب و افترا، افتراق و اختلاف جیسے صفات ذمیمہ وبائے عام کی شکل اختیار کر لیں تو ان کی اصلاح و تدارک میں بڑی دماغ سوزی و جگر کاوی کی ضرورت پڑتی ہے۔

حافظ ملت طبیب روحانی، اور معالج خصائل تھے۔ وہ ملتِ مسلمہ کی اخلاقی پستی، اس کی بیماریوں اور مفسدات سے بخوبی واقف تھے۔ اس لیے ان کی تحریر و تقریر اور مجلسی گفتگو میں وقت اور حالات و ضرورت کے لحاظ سے تعمیر اخلاقی پر پورا پورا زور ملتا ہے۔ وہ مسلم معاشرہ کو اس کی بیماریوں سے الگ کر کے اس میں صحت بخش عادات و اطوار کا رواج چاہتے تھے، کذب، کینہ، بغض، حسد، غیبت، چغلی، بدظنی، عیب جوئی اور ان جیسی سینکڑوں مہلک عادتیں ہیں جو مسلمانوں کو اندر سے کھوکھلا کر رہی ہیں۔ ان عیوب کے ہوتے ہوئے کوئی شخص نہ عبادتوں کی چاشنی حاصل کر پاتا ہے اور نہ اسے ایمانی حلاوتوں سے آشنائی ہو پاتی ہے۔ بلکہ اس کی ساری مثبت توانائیاں ضائع ہوتی چلی جاتی ہیں۔

حافظ ملت مسلمانوں کے معاشرہ سے ایسی تمام برائیوں کا قلع قمع کر کے ان میں صدق بیانی، محنت جفاکشی، بہادری، شجاعت و دلیری، حسن ظن، عدل و مساوات، باہمی تعاون اور ہمدردی کے جوہر پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جہالت جو ایسے تمام عیبوں کی بنیاد ہے اس کا خاتمہ کر کے انوار علم سے مسلمانوں کے دل و دماغ کو منور کرنا چاہتے تھے۔ اسی لیے جب ہم حافظ ملت کی زندگی کا اس نہج سے مطالعہ کرتے ہیں تو وہ ہمیں اپنے دور اور ماحول میں ایک عظیم مصلح امت نظر آتے ہیں۔

اوصاف ذمیمہ اپنے اندر ایسے جراثیم رکھتے ہیں جو اس کی راست مساعی کے برکات کو ضائع کر دیتے ہیں یہ وہ بیماریاں ہیں جن کا علاج اطبا اور ڈاکٹروں کے بس کی بات نہیں، بلکہ اخلاق حسنہ کی تعلیم کے لیے رب کائنات نے انبیا و مرسلین علیہم الصلوات والتسلیمات کو مبعوث فرمایا۔ اور انسانی معاشرہ کی اصلاح باطن میں فلاح آخرت کا شعور پیدا

کرنے، سلامت روی سکھانے اور صالح مقاصد حیات کے زینے طے کرانے کے لیے رب کریم کی جانب سے معصوم جماعت انبیا و مرسلین کا سلسلہ ابتدائے انسانیت سے دور اخیر تک قائم رہا حتی کہ حضور خاتم المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین اس اہم فریضہ کے متمم بن کر مبعوث ہوئے۔اور اب رہتی دنیا تک سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائبین اس ذمہ داری کو کما حقہ ادا کرتے رہیں گے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ دور حاضر میں مسلمان قوم وملت جن عیبوں کا شکار ہے، ان میں پستی اخلاق، دنائت طبع، بغض وعناد، حسد وکینہ، کذب وافترا، اختلاف وافتراق، بے حیائی و بے شرمی سبھی کچھ ہے، حافظ ملت علیہ الرحمہ نے زندگی بھر ان برائیوں کے خلاف زبان وقلم نیز اپنی عملی زندگی سے جہاد کیا۔ وہ اپنے دلنشیں اور من موہنے انداز میں نہایت سادہ و پُر اثر الفاظ کا سہارا لے کر لوگوں کے قلوب میں اخلاق عالیہ کی عظمت، بزرگی اور فوائد کے نقوش بھی مرتسم کرتے تھے۔ اور چھوٹی چھوٹی مثالوں، عام فہم جملوں اور حکمت موعظت سے بری عادات کی قباحتوں اور مہلکات سے نفرت بھی دلاتے تھے۔آیئے ہم پہلے یہ دیکھیں کہ وہ بروں سے برائیاں دور کرنے کے لیے کون سے انداز اختیار کرتے تھے۔

معاشرہ کی شیرازہ بندی کے ماتحت فرماتے ہیں:

”اسلامی اصول کے ماتحت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، مسلمانوں کو دوسرے مسلمانوں سے دلی ہمدردی، امداد واعانت اور اس کی پردہ پوشی مسلمان کا ملی فریضہ ہے، اگر مسلمان اس کے عامل ہوجائیں تو ان کی ساری مصیبتیں ختم ہوجائیں، تمام تر پراگندگی اور تشتت کا خاتمہ ہوجائے اور اتفاق واتحاد سے قوم مسلم کی شیرازہ بندی ہوکر وہ طاقت پیدا ہوجائے کہ قوم مسلم کی عظمت رفتہ واپس آجائے“ (معارف حدیث ص ۸۵)

اتفاق واتحاد:

مسلمانوں کے باہمی اختلاف ونزاع اور ان کی نااتفاقی سے حضرت حافظ ملت سخت کبیدہ خاطر رہتے تھے۔اس کا اندازہ آپ کے اس حکیمانہ قول سے کیا جاسکتا ہے کہ

”اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت ہے“

بات دراصل یہ ہے کہ جب تک جسم کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے یا یوں کہیے کہ روح اور بدن میں اتفاق رہتا ہے آدمی زندہ رہتا ہے اور جب یہ تعلق ختم ہوجاتا ہے، ساتھ چھوٹ جاتا ہے، جسم وروح الگ الگ ہوجاتے ہیں اور دونوں میں اختلاف ہوجاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ آدمی مرگیا۔ پس کیا یہ حقیقت نہ ہوئی کہ جسم وروح کا اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت ہے۔اسی طرح دنیا کی ہر چیز میں اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت ہے۔

جس گھر کے سب افراد باہم متحد ہوں تو وہ گھر زندہ ہے، اگر ایک محلہ کے لوگ باہم اتحاد واتفاق سے رہ رہے ہیں تو وہ محلہ زندہ ہے اور اگر اختلاف ہو کہ یہ اس کی پگڑی اچھال رہا ہے، وہ اس کی ٹانگ گھسیٹ رہا ہے تو یہ اختلاف ہی اس محلہ کی موت ہے۔یہی حال شہر کا اور ملک کا ہے اور قوم وملت کا ہے۔

''وہ قوم زندہ قوم ہے جس کے افراد میں باہم ہم دردی، غم گساری اور اتحاد آرا کا خیال ہے اور وہ قوم زندہ رہ کر مُردوں سے بدتر ہے جس کے افراد میں خود غرضی، نفس پرستی اور دوسرے بھائی کی ترقی دیکھ کر بغض وحسد کی آگ میں جلنا پایا جائے''۔ (حافظ ملت نمبر ملخصا ص ۱۴۷ تا ۱۴۸)

غیبت سے باز آؤ:

غیبت کی مذمت میں فرماتے ہیں:

''اس زمانے میں چغلی غیبت مسلمانوں میں عام ہوگئی ہے۔ یہ مرض اس درجہ ترقی کر گیا ہے گویا وبائی صورت اختیار کر گیا ہے۔ عام طور پر مسلمان اس مرض میں مبتلا ہیں۔ وہ لوگ کان کھول کر چغلی کی برائی سنیں اور اس کے عذاب سے ڈریں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر کا سبب چغلی بتایا ہے۔ یہ بھی فرمایا "وَمَا یُعَذَّبَانِ فِی کَبِیْرٍ" کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیئے جا رہے ہیں۔ یعنی چغلی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے آدمی نہ بچ سکے۔ اس بری لت کو نہ چھوڑ سکے۔ چغلی ہے تو بہت معمولی سی چیز، مگر اس کے اثرات بڑے ہی زہریلے اور تباہ کن ہیں چغل خوری دنیا میں بے عزت کرتی ہے۔ بے اعتبار بناتی ہے۔ اس سے اپنے غیر ہو جاتے ہیں۔ چغلی عذاب قبر کا سبب ہے۔ عذاب آخرت کا موجب ہے۔ اسی لیے شریعت مطہرہ نے اسے حرام کیا ہے، قرآن مجید کا ارشاد ہے "اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتاً فَکَرِهْتُمُوْهُ" (الحجرات: آیت ۱۲) تم میں کا کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو چغلی کو برا جانو اور اس سے بچو۔ معلوم ہوا جس طرح اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا حرام ہے۔ چغلی بھی حرام ہے۔ مسلمانوں کو چغلی سے نفرت لازم ہے۔ (معارف حدیث ص ۴۳، ۴۴)

ایک بار خطیب شہیر مولانا عبید اللہ خاں اعظمی حضور حافظ ملت سے دریافت کرتے ہیں کہ حضرت کی زبان مبارک میں یہ حیرت انگیز تاثیر اور تسخیری قوت کس طرح پیدا ہوئی۔ آپ نے ایسا کون سا عمل اور مجاہدہ فرمایا ہے کہ جو بات ارشاد فرماتے ہیں دل میں اترتی چلی جاتی ہے۔ اور لوگوں کے قلوب سے تا عمر اس کی اثر انگیزی نہیں مٹتی؟

حافظ ملت نے جواب دیا: میاں ہمیشہ سچ بولا کرو، یہ تاثیر پیدا ہو جائے گی۔ (انوار حافظ ملت ص ۴۶)

بدظنی عیب جوئی اور حسد سے بچو:

حضور حافظ ملت کے قلم سے بدظنی، عیب جوئی اور بغض وحسد کے مفسدات، ان کی برائیوں، اور مہلکات کے بارے میں نہایت حکیمانہ اور پرزور بیان ملاحظہ فرمایئے۔ جس کے مطالعہ سے حافظ ملت کے قالب میں ایک دردمند مصلح امت کی بے قرار روح کا ادراک آسان ہوگا۔ فرماتے ہیں:

''حسد، غیبت اور چغلی، یہ وہ امراض ہیں جن کے مریض ہمیشہ حیران و پریشان اور سرگرداں رہتے ہیں اور ذلیل وخوار ہوا کرتے ہیں۔ اللہ کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ وہ ان برائیوں سے دور رہیں اور ان بدعادتوں سے بچیں اور آپس میں متفق ومتحد رہ کر اخوت اسلامی کے تحت زندگی گزاریں۔

بدظنی کے نتائج بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ جب کسی سے بدظنی ہوتی ہے تو اس کی اچھی بات بری معلوم ہوتی ہے۔ اچھا فعل بھی برا معلوم ہوتا ہے۔ اس کی طرف سے دل میں ہر وقت ایک خلش رہتی ہے۔ دغدغہ رہتا ہے، خواہ مخواہ خوف وہراس رہتا ہے کہ وہ کہیں کوئی خلاف کارروائی نہ کرے، کوئی نقصان نہ پہنچادے، حالاں کہ نفس الامر میں کوئی بات نہیں، یہ سب اسی کے سینہ کی کدورت، اسی کے قلب کی ظلمت وتاریکی کا اندھیر ہے۔ اگر بدظنی نہ ہوتی، اس کا سینہ صاف ہوتا تو ہرگز ایسا نہ ہوتا۔ اس سے خود اسی کو تکلیف ہوتی ہے اور بلا وجہ تکلیف، اس نے خود اپنی بدظنی کی وجہ سے اپنے خیال میں سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔ خیالی عمارت تعمیر کی ہے اور واقعہ کچھ نہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بدظنی کے تحت اس سے ایسی حرکتیں صادر ہوتی ہیں جو اس شخص کی بدظنی اور عداوت کا سبب بن جاتی ہیں۔ بالآخر دونوں میں پوری عداوت ہوجاتی ہے اور ایک دوسرے کا دشمن ہوجاتا ہے، اگر بدظنی نہ ہوتی تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدظنی سے ڈرایا اور بچایا ارشاد فرمایا۔

مسلمانو! بدظنی سے دور رہو، یہ بڑی خطرناک ہے، بڑی بری بات ہے۔ دل میں جو باتیں پیدا ہوتی ہیں ان میں مسلمانوں سے بدظنی بہت ہی بری بات ہے۔ اس کو دل سے دور کردو ورنہ خود تمھیں تکلیف اٹھانی پڑے گی، انجام یہ ہوگا کہ تمھارے دوست دشمن ہوجائیں گے۔ تمھاری زندگی تلخ ہوجائے گی۔ اسی طرح مسلمانوں کی عیب جوئی، مسلمانوں کی برائی تلاش کرنا، یہ بھی بڑا عیب ہے، بے ضرورت کسی مسلمان کے عیب تلاش کرنا لا حاصل ہی نہیں بلکہ سخت مضر ہے۔ جب اس کا اظہار ہوتا ہے تو عیب جو سخت ذلیل ہوتا ہے اور جس کی عیب جوئی کرتا ہے وہ اس کا دشمن ہوجاتا ہے، اس کے دل سے اس کی وقعت نکل جاتی ہے، وہ بھی اس کی تذلیل وتحقیر کے لیے تیار ہوجاتا ہے جس کے نتائج دونوں کے لیے مضر ہوجاتے ہیں، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس برائی سے روکا اور منع فرمایا کہ مسلمانو! مسلمانوں کے عیب نہ تلاش کرو۔ اگر تم ایسا کروگے تو تمھارے ہی لیے سخت مضر ہوگا۔ جس کا انجام تمھاری عزت ریزی ہے۔ تمھارے دوست دشمن بن جائیں گے، آپس میں نفاق وشقاق پیدا ہوگا۔ تمھاری طاقت ختم ہوجائے گی۔ لہذا اس برائی سے باز آؤ اور مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو۔ البتہ اگر بغیر تلاش کے کسی کے عیب پر مطلع ہوجاؤ تو سلامت روی کے ساتھ اس کی فہمائش کرو اور اس کو اس عیب سے روکنے کی سعی کرو، یہ اسلامی ہمدردی ہے۔ (معارف حدیث ص ۱۰۴، ۱۰۵)

حسن سلوک:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ خود حسن اخلاق کے پیکر تھے۔ آپ اپنے پڑوسیوں اور اہل محلہ پر تو خصوصی توجہ دیتے ہی تھے۔ اپنے تلامذہ، مریدین اور غربا ویتامیٰ پر حد درجہ مہربان تھے، کرم فرماتے تھے۔ لیکن ہر مسلمان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا برتاو کرتے تھے۔

پڑوسی کے ساتھ سلوک:

مقتضائے ایمان یہی ہے کہ مومن کا کردار اور اس کا اخلاق اس بلندی پر ہو کہ سب کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا برتاؤ کرے۔ یوں تو تمام دنیا کے مسلمان اس میں شریک ہیں، سبھی کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنا ہے، سبھی کے ساتھ نیک کردار کے ساتھ پیش آنا ہے، مگر پڑوسی چوں کہ اس کے قریب ہے، نزدیک ہے، دن رات اس کے ساتھ رہتا ہے اس لیے نسبتاً اس کا حق زیادہ ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پڑوسی کا پڑوسی پر خاص طور پر حق مقرر فرمایا ہے۔ (معارف حدیث ص ۹۸)

مسلمانو! اپنی صلاح وفلاح کے لیے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر عمل کرو اور اس اصول کے پابند ہو جاؤ، اپنے پڑوسیوں کے ساتھ نیک سلوک کرو، ان کی خبر گیری رکھو، ان کی امداد واعانت کرو، مولائے قدیر تمھاری مدد فرمائے گا۔ (معارف حدیث ص ۹۹)

مذہب اسلام ہر بھلائی کا ضامن اور ہر چیز کا جامع ہے۔ بھلائی خواہ ظاہری ہو یا باطنی، دنیوی ہو یا اخروی، اسلام نے ساری بھلائیوں کا احاطہ کرلیا ہے۔ (معارف حدیث ص ۱۰۰)

محارم ومعصیت سے اجتناب:

حضرت حافظ ملت حدیث مصطفوی کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

اصل مقصود عبادت میں محارم ومعصیت سے بچنا ہے اگر چہ احکام وفرائض خداوندی پر عمل اشد ضروری ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص محرمات ومکروہات سے پرہیز کرتا ہے اگر چہ عبادات نافلہ، صدقات، خیرات وغیرہ میں مبالغہ نہیں کرتا، وہ اس شخص سے افضل ہے جو باوجود ادائے فرائض کے عبادات نافلہ میں تو بڑا غلو کرتا ہے مگر معاصی سے بچنے کی فکر کم کرتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ عابد کو پہلے محارم سے بچنا ضروری ہے۔ معصیت سے تائب ہو کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو تو نور عبادت حاصل ہوگا اور یہ عابد بہترین عابد ہوگا، مقبول بارگاہ ہوگا۔ صراط مستقیم کی یہی تعلیم ہے۔ (معارف حدیث ص ٦٦)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان خدائے تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچیں، عبادت الٰہی میں مصروف رہیں، تقدیر الٰہی پر راضی رہیں، صبر وقناعت اپنا شیوہ بنائیں، پڑوسیوں کے ساتھ احسان کریں، دوسرے مسلمانوں کی بھلائی کے خواہاں رہیں، لغو گوئی، فضول ہنسی مذاق سے پرہیز کریں، قلب کو خوف الٰہی کا نشیمن بنائیں، ذکر الٰہی سے قلب کو منور کریں۔ (معارف حدیث ص ٦٧)

زبان اور شرمگاہ پر قابو رکھو:۔

ایک حدیث پاک کی تشریح میں زبان اور شرم گاہ کی بے احتیاطیوں کے تباہ کن اور جہنم رساں نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انسان کو زیادہ تر دوزخ میں لے جانے والی دو چیزیں بیان فرمائیں۔
''انسان کا منہ اور شرم گاہ'' یہ اس لیے کہ دونوں سے معصیت زیادہ ہوتی ہے، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کرنا، گالی بکنا حرام پینا، حرام کھانا، یہ تمام معصیتیں منہ سے ہوتی ہیں۔

شرم گاہ کی شہوت تمام شہوتوں پر غالب ہے۔ بسا اوقات عقل کو زائل کر دیتی ہے۔ اگر انسان اپنی زبان اور شرم گاہ پر قابو پا جائے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ وہ برائی سے بچ سکتا ہے۔ اور تمام خطرات سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من يضمن لی ما بين لحييه ورجليه اضمن له الجنة" (کنز العمال حدیث ۳۸۷۳الاخلاق، الترھیب فی الاخلاق بحوالہ بخاری شریف)

جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرم گاہ کی ضمانت دے میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

مسلمانو! زبان اور شرم گاہ کی معصیت زیادہ تر دوزخ میں لے جانے والی ہے، لہٰذا اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ صداقت اور سچائی کا عادی بناؤ۔ جھوٹ بولنے، غیبت کرنے، گالی دینے، بے ہودہ بکنے سے باز آؤ۔ شرم گاہ کو حرام سے بچاؤ۔ یاد رکھو! زبان اور شرم گاہ دونوں کی حفاظت پر اللہ کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

(معارف حدیث ص ۷۷،۷۹)

حافظ ملت حقیقی معنوں میں مصلح امت تھے۔ ان کی اصلاح اور تربیت کا طریقہ فطری تھا۔ وہ جبری اصلاح پر اسے فائق جانتے تھے۔ طلبہ کی عزت نفس کا انھیں بے حد خیال تھا۔ اور تعلیم و تربیت کے دور میں وہ انھیں اسلاف کرام کے طریق پر اخلاق سے سجاتے اور سنوارتے تھے۔ ان کی شیریں گفتار، محبت اور پیار بھرا انداز، اور خلوص دیکھ کر علما، طلبہ اور عوام سبھی اثر قبول کرتے تھے۔ وہ کسی کی دل شکنی کرنا تو جانتے ہی نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ ان سے اپنے مزاج کے مطابق کوئی بات کہلوانا یا کوئی کام کروانا چاہتے۔ مگر حافظ ملت کو ایسے لوگوں کا بھی دل دکھانا گوارہ نہیں تھا۔ اس لیے صاف انکار نہ فرماتے۔ البتہ حکمت عملی سے انہیں ٹال دیا کرتے تھے۔

مسجد میں کسی کی اصلاح مقصود ہوتی تو نماز کے بعد عام لوگوں کو مخاطب بنا کر اس بات کا ذکر کرتے جس کی غلطی ہوتی وہ سمجھ لیتا اس طرح دوسروں کی معلومات میں اضافہ ہوتا اور وہ شخص شرمندگی سے بھی بچ جاتا۔

کبھی کسی کو تنبیہ کرنی ہوتی تو تنہائی میں بلا کر خبردار کرتے۔ البتہ طلبہ کی بری عادتوں کا سخت نوٹس لیتے، مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ شروع شروع دور میں جب میں مبارک پور دار العلوم میں گیا تھا۔ اس وقت میرے ساتھ ہی میرا ماموں زاد بھائی شمیم احمد بھی داخل ہوا تھا۔ اس کے بارے میں شکایت ہوئی کہ اس نے گالی دی ہے۔ یہ سن کر حضرت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور حافظ ملت نے اسے ایک طمانچہ رسید کیا۔ تاکہ وہ یہ بری عادت چھوڑ دے مگر افسوس پھر وہ مبارک پور ٹھہر نہ سکا۔
کسی طالب علم کے اندر کسی خصلت بد کی شکایت ہوتی تو اسے سخت سے سخت سزا دیتے۔ حافظ ملت اپنے طلبہ کو علم اور اخلاق میں بلند تر دیکھنا چاہتے تھے۔

تقویٰ کی راہ:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ قرآن حکیم کے رمز شناس تھے انھیں اس بات کا یقین کامل تھا کہ جب تک مسلمانوں کے عقیدۂ آخرت میں کامل استحکام نہ ہوگا اس وقت تک وہ ہر قسم کی برائیوں اور بدکاریوں میں ملوث ہو سکتے ہیں، اس لیے وہ بار بار مقصد آخرت کی طرف توجہ دلاتے ہیں، جنت نعیم کی نعمتوں کی خوش خبریاں سناتے ہیں اور جہنم کے ہولناک عذاب سے ڈراتے ہیں۔

انسان کو بگڑنا نہیں چاہیے:

نوجوان فاضل مولانا مبارک حسین مصباحی راوی ہیں:

''ایک صاحب نے راقم سطور سے اپنا حال بیان کیا۔ وہ جن دنوں زیر تعلیم تھے آواز اچھی تھی، جلسوں میں نعتیں پڑھتے تھے۔ اور آج بھی ایک اچھے خطیب اور خوش گلو نعت خواں کی حیثیت سے لوگوں میں مشہور ومقبول ہیں۔ وہ اپنی طالب علمی کے زمانے کا ایک واقعہ بتاتے ہیں کہ ایک سفر میں حضرت کا ساتھ ہوگیا... ٹرین رکی، اور حضرت حسب معمول نماز پڑھنے کے لیے پلیٹ فارم پر اتر گئے۔ اور میں ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔ جب حضرت نماز کی ادائیگی کے بعد ٹرین میں سوار ہوئے تو مجھ سے فرمایا''

آپ نے نماز نہیں پڑھی؟

میں نے حیلہ بہانہ کرتے ہوئے جواب دیا، حضور وضو نہیں تھا اور (پانی کی) مشین بگڑی ہوئی تھی، اس جواب پر حضرت نے صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا: ''مگر انسان کو نہیں بگڑنا چاہیے'' (انوار حافظ ملت ص ۴۷)

حافظ ملت وعظ ونصیحت کے دوران بعض ترہیبی مضامین کو آسان تمثیل کا ایسا جامہ پہنا کر پیش فرماتے کہ سامع قبول کیے بغیر نہ رہتا۔

ایک جلسہ میں نماز فجر کے وقت سو جانے کے عذر کا دفعیہ کرتے ہوئے سمجھایا:

''ایک ایسا انسان جو کئی راتوں سے بیداری کا شکار ہو۔ تھکا ہارا ہو، اس کے لیے کسی صاف ستھرے کمرے میں آرام دہ بستر لگا دو۔ اور آسائش کے سامان مہیا کر دو۔ اور اس سے کہہ دو کہ سو جاؤ۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتاؤ کہ اس کمرے میں ایک زہریلا سانپ رہتا ہے۔ تو کیا اس تھکے ماندے شخص کو نیند آئے گی؟'' نہیں۔ کیوں کہ اس کے دل میں سانپ کا ڈر سما گیا۔ سانپ کا خوف پیدا ہو گیا تو اب اس کی نیند غائب ہوگئی۔

عزیزو! جب سانپ کے خوف سے نیند اڑ سکتی ہے۔ تو خوف خدا جس کے دل میں ہو نماز کے وقت کیا وہ سوتا رہے گا؟

کردار سازی:

حافظ ملت صرف گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے غازی تھے۔ وہ اپنے تلامذہ، علما حتی کہ عوام اہل سنت کو بلند

کردار، خوش اخلاق، پابند شرع اور ہر لحاظ سے کامیاب، وکامراں، دیکھنا چاہتے تھے۔ اور انھیں یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ انسان کو باکردار بنانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کو حضور سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے سانچہ میں ڈھال لے۔ سنت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بد کرداری کے خار وخس کو اخلاق کی کشت زار سے کس کس طرح اکھیڑا ہے۔ اور مصلحین امت اپنے مخاطبین کو ان کی روشنی کس طرح پہنچاتے ہیں ملاحظہ کیجیے۔

افعال وکردار ہی کی بلندی سے انسان کی بڑائی ہے۔ اچھے کردار سے انسان سرخرو اور بد کرداری سے آدمی ذلیل ورسوا ہوتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے ہر موقع پر اچھے کردار کی تعلیم دی اور بد کرداری سے بچایا۔ حد ہے کہ راستے پر بیٹھنے سے بھی روک دیا اور منع کر دیا کہ نظر خطا کرے گی، دل میں بدی آئے گی، نتیجہ بد کرداری ہوگا، جس کو ذلت ورسوائی لازم ہے، اس لیے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کی جڑ ہی کاٹ دی جس کے برگ وثمر سے عزت انسانی کو خطرہ تھا۔

(حدیث) "عن أبی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والجلوسَ علی الطرقات فقالوا مالنا بد انما هو مجالسنا فنحدث فیه قال فاذا ابیتم الا المجالس فاعطوا الطریق حقها قالوا وما حق الطریق قال غض البصر وکف الأذی ورد السلام وأمر بالمعروف ونهی عن المنکر" (بخاری ج ۱ ص ۳۳۳ ابواب المظالم رافنیۃ الدور فیھا مجلس برکات مبارک پور)

(ترجمہ) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، راستوں پر نہ بیٹھو، لوگوں نے عرض کیا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں وہی ہماری مجلسیں ہیں، وہیں بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں۔ فرمایا، جب تم نہیں مانتے، راستوں پر بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستے کا حق ادا کرو۔ عرض کیا، راستہ کا حق کیا ہے۔ فرمایا نظر نیچی رکھنا، راستہ کی تکلیف دہ چیز دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا۔

مسلمانو! غور کرو! کس قدر بلند کردار کی تعلیم ہے کہ پہلے تو اس جگہ بیٹھنے ہی سے روکا، مگر جب نہ مانے تو ایسا پابند کر دیا کہ کسی طرح بھی پائے استقامت کو لغزش نہ ہو، انسان راستہ پر بیٹھا ہوا بھی اپنے اسی بلند مقام پر فائز رہے۔ اس کا منارۂ وقار اس پستی میں بھی اسی بلندی پر رہے۔ اسی لیے فرمایا، دیکھو نظر نہ اٹھنے پائے، کیوں کہ نظر ہی ایک زہریلا تیر ہے، جس کا اثر قلب پر پڑتا ہے اور انسان متاثر ہوکر بد کرداری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جس کو ذلت ورسوائی لازم ہے۔ جب نظر ہی نہ اٹھے تو دل میں بدی کا خیال ہی نہ آئے گا۔ پھر برائی کیوں کر ہوگی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے بدی کا دروازہ بند کر دیا۔ راستہ میں ایسی کوئی تکلیف دہ چیز جیسے کانٹا، پتھر وغیرہ پڑا ہو، جس سے چلنے والوں کو تکلیف ہو تو انسانی ہمدردی کے ماتحت اس کا دور کرنا ضروری ہے۔ تاکہ گزرنے والے تکلیف سے بچیں اگر ایسی چیزوں کو راستہ سے ہٹا دیا تو چلنے والوں پر اس کردار کا اثر پڑے گا اور ان کے دلوں میں ایسے شخص کی محبت اور عزت ہوگی اور اگر راستہ سے ایسی چیزوں کو دور نہیں کیا تو راستہ چلنے والے ان چیزوں سے اذیت پاکر ان بیٹھنے والوں سے نفرت کریں گے، یہ کہیں گے کہ یہ لوگ بیٹھے دیکھ رہے تھے، ان سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ اس خطرے کی چیز کو دور کر کے راگیروں کو تکلیف سے بچا لیتے، اسی لیے حکم دیا کہ "کف الأذی" یعنی راستہ سے تکلیف دہ چیز دور کرو۔

سلام کا طریقہ یہی ہے کہ گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔ لہذا اسلامی طریقے کے مطابق جب گزرنے والے سلام کریں تو بیٹھنے والوں کو سلام کا جواب دینا ضروری ہے، اس لیے فرمایا، سلام کا جواب دو۔

گزرنے والوں میں ہر قسم کے لوگ ہوں گے، فاسق و فاجر بھی اور متقی پرہیز گار بھی نیک بھی ہوں گے اور بد بھی، بدوں کو نصیحت و ہدایت کی ضرورت ہے۔ لہذا بیٹھنے والوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ڈیوٹی لگادی، جس سے بدوں کی اصلاح ہو، ان کی بدکرداری دور ہو، وہ نیک بنیں، جب بیٹھنے والوں پر ہدایت و نصیحت لازم کردی گئی تو ان کو خود نیک کردار ہونا ضروری ہوگیا۔ پہلے یہ خود بدکرداری سے بچیں پھر دوسروں کی راہ نمائی کریں۔ یہ ہے سرور دوعالم محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور یہی صراط مستقیم ہے۔ (معارف حدث ص ۷۱، ۷۳)

انداز ترغیب:

حافظ ملت امت مسلمہ کو رحمت باری کی طرف بلند آہنگی اور پوری قوت سے پکارتے رہے تا کہ مسلمان اپنی زندگی کے شب و روز غفلت شعاری میں ضائع نہ کردیں بلکہ ان میں آخرت کے لیے توشہ جمع کریں۔ انھوں نے یقین آفریں طور پر یہ واضح فرمایا کہ رب کی خوشنودی کسی خاص طبقہ یا جماعت یا زمانہ کے افراد کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ رحمت باری تعالی کی چادر ہمہ وقت ہر اہل ایمان کے لیے وسیع اور دراز ہے۔ رحمٰن و غفار خدا اپنے بندوں کو نوازنے کے لیے مائل بہ کرم ہے۔ اب صرف بات ہمت مردانہ اور عزم محکم کی ہے کہ مسلمان کب بڑھ کر اپنی منزل مقصود پالیں۔ نیکیوں کی ترغیب اور ان پر عمل کے لیے حافظ ملت کس دردمندی اور دل سوزی سے دعوت دے رہے ہیں، دیدنی ہے۔

ایک حدیث کی تشریح کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"مسلمان اپنے رب کی بارگاہ میں مقبولیت چاہتے ہیں تو اعمال صالحہ کی پابندی کریں، فرائض کی پوری پابندی کریں، نماز فرض نہایت ذوق و شوق سے ادا کریں اور نماز تحیۃ الوضو بھی پابندی سے پڑھا کریں۔ خداوند کریم اپنا خاص فضل فرمائے گا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مقبولیت تو انھیں کے ساتھ خاص ہے۔ مگر محبوب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں رحمت الہی ہر وقت اپنے آغوش کرم میں لینے کے لیے تیار ہے۔ اس بارگاہ عالی کا یہ اعلان ہے:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہ روِ منزل ہی نہیں

مسلمانو! آؤ، آؤ، خواب غفلت سے اٹھو، خداوند کریم کی یاد میں دل لگاؤ، زندگی غنیمت جانو، نماز کی پابندی کرو، حتی کہ نوافل پر بھی مداومت کرو، یہی کام آنے والا ہے۔

فائدہ:

جب جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بارہا پایا، بارہا ان کی آہٹ محسوس کی تو ثابت ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار جنت میں تشریف لے گئے ہیں، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اور منامی معراج کے واقعات ہیں۔ روحانی معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مرتبہ ہوئی البتہ جسمانی معراج ایک مرتبہ ہوئی، جس کا قرآن مجید اور احادیث میں مفصل ذکر ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلنا خادمانہ حیثیت سے تھا، خدام آگے بھی چلا کرتے ہیں، راستہ صاف کرتے، آقا کی تشریف آوری کا اعلان کرتے اور بشارت دیتے چلے جاتے ہیں۔
(معارف حدیث ص ۸۸،۸۹)

انسانی ہمدردی:

حافظ ملت نے جب سے عملی میدان میں قدم رکھا کبھی وطن میں آرام طلبی کے لیے رہنے کی پروا نہیں کی۔ مرادآباد، اجمیر مقدس اور بریلی شریف میں حصول تعلیم کے لیے رہے۔ اس کے بعد مبارکپور اور ناگپور میں تدریس اور خدمت اسلام و مسلمین کے لیے قیام فرمایا۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے حصوں میں رواں دواں رہے کس لیے؟

اگر ان سوالات کا جواب تلاش کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ''صرف دین کے لیے، دین داروں کے لیے'' جلسوں، جلوسوں کانفرنسوں، مناظروں، مباحثوں، عرسوں اور زیارتوں کے علاوہ حافظ ملت علما و مشائخ اور بعض مسلمانوں کی عیادت یا ان کی کسی نجی ضرورت اور کام کے لیے بھی اپنی ضعیفی، کمزوری، نقاہت، اور عدیم الفرصتی کا خیال کیے بغیر طویل سفر کیا کرتے تھے۔ سیکڑوں خوش پوش علما اور طلبہ ان کی عطا پر پرورش پاتے۔ آیئے ان کے اس عمل کو ان کے قول سے ملا کر قول و عمل کی یکسانیت کے سنگم سے ان کی مصلحانہ خدمات کے جلوے دیکھیں۔ فرماتے ہیں:

مرد ہو تو کسی کے کام آؤ!
ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

انسان کو انس لازم ہے، وہ کیا انسان ہے جس کے دل میں دوسروں کی ہمدردی نہ ہو، صرف اپنی ضرورتیں پوری کر لینا انسانیت نہیں، انسان وہی ہے جس کے دل میں دوسروں کی ہمدردی اور غم خواری ہو، اسی لیے اسلام کا زریں اصول مسلمانوں کے درمیان باہمی اتحاد و اتفاق ہے، آپس میں ایک دوسرے کی غم خواری و ہمدردی ہے، امیر کو غریب کی، مالدار کو نادار کی ہمدردی، امداد و اعانت نہایت ہی مستحکم اور بڑا ہی زرّیں اصول ہے۔ جب کبھی غربا و مساکین کو حاجت پیش آئے تو فوراً مسلمان ان کو سہارا دیں اور اپنی طاقت بھر ان کو قوت پہنچا کر ان کی ضرورت کو پورا کریں۔

حافظ ملت اپنے اس فرمودہ پر اس سختی سے عامل تھے کہ دستر خوان پر بیٹھے کھانا تناول فرماتے ہوتے ہیں۔ سامنے صرف ایک روٹی ہوتی ہے، سائل دروازہ سے صدا لگاتا ہے، فوراً نصف روٹی موجود طالب علم کے ذریعہ سائل کو بھیج دیتے

ہیں اور نصف کھا کر صبر کرتے ہیں، ایسی ذات اگر یہ فرمائے تو کیوں نہ لفظ لفظ سے تاثیر کا آبشار پھوٹے۔ ایسا نہیں کہ بڑے بڑے رؤسا، امرا اور بڑے بڑے دولت مندوں ہی کو یہ حکم ہے۔ بلکہ ہر مسلمان کے لیے دوسروں کی غم خواری اور اپنے مقدور بھر ہمدردی لازم ہے۔

(حدیث) "عن أبی بردة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه ان الأاشعریین اذا أرملوا فی الغزو أوقل طعام عیالهم بالمدینة جمعوا ما کان عندهم فی ثوب واحد ثم اقتسموا بینهم فی اناء واحد بالسویة فهم منی وانا منهم" (کنزالاعمال حدیث ۳۳/۷۳ الفضائل، الاشعریون)

(ترجمہ) حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: فرمایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعریین جب غزوہ میں بے توشہ ہو جائیں یا مدینہ میں ان کے اہل وعیال کا کھانا کم ہو جائے تو ان کے پاس جو ہو ایک کپڑے میں جمع کریں پھر آپس میں برابر تقسیم کریں تو وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ (بخاری شریف)

سفر اور بے وطنی میں جب ایسی صورت پیش آجائے کہ کھانے پینے کا سامان ختم ہو رہا ہو، کسی کے پاس ہے کسی کے پاس نہیں، کسی کے پاس کم ہے، کسی کے پاس زیادہ ہے تو سب اپنا اپنا سامان ملا کر یک جا کرلیں اور پھر آپس میں برابر تقسیم کرلیں، اسی طرح ان حضرات کے لیے بھی حکم ہے جو شہر میں رہتے ہوں اور عسرت وفلاکت کی صورت پیدا ہو جائے کہ بعض کے پاس ہے بعض کے پاس نہیں۔ کسی کے پاس کم ہے، کسی کے پاس زیادہ ہے تو سب مسلمان اپنا اپنا سامان ملا کر یک جا کرلیں اور آپس میں برابر تقسیم کرلیں، ایسا نہیں کہ جس کے پاس کھانا ہے وہ کھائے اور جس کے پاس نہیں وہ بھوکا رہے۔ مالدار کھائیں، اور نادار منہ تکیں، اسلامی غیرت اس کو گوارا نہیں کرتی۔ اس لیے اللہ کے حبیب سید عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفر ہو یا حضر، آبادی ہو یا ویرانہ، جہاں ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ مسلمان نادار ہو جائیں اور ان کے پاس کھانا نہ رہے تو جن لوگوں کے پاس جو کچھ ہو وہ سب کو ملا کر یک جا کرلیں اور آپس میں سب برابر تقسیم کرلیں اس لیے کہ وہ سب آپس میں ایک ہیں، برابر ہیں، اسلامی اخوت ان کو یہی سبق دیتی ہے رشتہ اخوت کا یہی مقتضیٰ ہے، اسلامی مساوات وہمدردی یہی چاہتی ہے۔

فرمایا ایسا کرنے والے مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں یعنی وہ مجھ سے قریب تر ہیں اور میں ان سے بہت نزدیک ہوں۔ یہ وہ انعام ہے اور اتنا بڑا احسان ہے جس پر قربان ہو جانا چاہئے۔ اللہ کے حبیب اس کو اپنا قریبی بنا رہے ہیں خود اس سے قریب تر ہو رہے ہیں۔ یعنی دامنِ رحمت میں چھپا رہے ہیں، کالی کملی میں پناہ دے رہے ہیں۔ قرب مصطفیٰ جس کو نصیب ہوا اس خوش نصیب کا کیا کہنا، جس کو یہ دولت ملی اس کو سب کچھ مل گیا وہ کونسی دولت ہے، کونسی نعمت ہے جو باقی رہی، دارین کی نعمتیں دامن مصطفیٰ سے وابستہ ہیں کالی کملی میں جسے پناہ ملی اسے اور کیا چاہیے، دامنِ رحمت میں جو چھپ گیا وہ کبھی زحمت نہیں اٹھائے گا۔

خُلق مصطفیٰ جود وعطا ہے رحم وکرم ہے۔ لہٰذا ایسے لوگ مقبول بارگاہ الٰہی ہیں، مورد انعام ربانی ہیں۔ مولائے کریم ان کے کھانے میں بے شمار نعمتیں عطا فرمائے گا۔ وہ قادر مطلق اس تھوڑے کو بہت کردے گا۔ ان غربا اور

ناداروں کا کام بھی چلے گا اور مالداروں کو کوئی تکلیف بھی نہ ہوگی۔ بہر حال اس مختصر فرمان میں بڑی گہری ہدایت ہے اور اس اصول کے تحت ہر مسلمان کو ایک دوسرے سے ہمدردی اور غم خواری کی تعلیم ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کا خیال رکھیں، غربا ومساکین کی اعانت کریں۔ ناداروں کی امداد کریں، بے سہاروں کو سہارا دیں۔ یہی اسلامی تعلیم ہے، یہی صراط مستقیم ہے۔ (معارف حدیث ص۱۱۲،۱۱۴)

تعلیم عفت وتقویٰ:

عفت وتقویٰ اور پاک دامنی فلاح دارین کی ضمانت اور تقویٰ اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اہل تقوٰی خدا کے پیارے اور نوازے ہوئے ہیں۔ رب کائنات نے متقیوں کی تعریف قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے۔ حافظ ملت خود بھی متقی تھے اور تعلیم تقویٰ کو دنیا میں عام کرنا ان کا مقصود حیات تھا، انسانی اعضا میں زبان اور شرم گاہ وہ دو اعضا ہیں جن سے زیادہ تر لوگ تقویٰ شکنی کے وبال میں مبتلا ہوتے ہیں جسے حضور سیدنا معلم اخلاق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمادیا ہے۔

حافظ ملت اسی حدیث پاک کے حوالے سے تقویٰ، پرہیز گاری کے موضوع پر اپنی ملت کو نصیحت فرماتے ہیں:

مسلمان کا مقصد آخرت ہے، دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے، دوزخ سے نجات پائے جنت میں داخل ہو، انعامات واکرامات کا مستحق ہو، یہی اس کا مطمح نظر ہو اگر چہ جنت کی تمام نعمتیں، ساری خصوصیتیں محض فضل ربانی وعطائے الٰہی ہے، لیکن اس مولائے نعیم وغافر نے ان کے حصول کے لیے اسباب مقرر فرمائے ہیں۔ جنت کے ان خصوصی انعامات واکرامات کا ذریعہ تقویٰ اور حسن خُلق ہے۔ یوں تو ہر نافرمانی اور معصیت دوزخ کا سبب ہے، مگر دو چیزیں خاص طور پر انسان کو دوزخ میں لے جانے والی ہیں۔ انسان کا منہ اور اس کی شرم گاہ۔ سید عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(حدیث) عن أبی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أتدرون ما أكثر مايدخل الناس الجنة تقوى الله وحسن الخلق أتدرون ما أكثر مايدخل الناس النار الاجوفان الفم والفرج۔ (مشکوۃ شریف ص۴۱۲ باب حفظ اللسان /الفصل الثانی مجلس برکات)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم جانتے ہو کہ وہ کیا چیز ہے جو زیادہ تر لوگوں کو جنت میں پہنچاتی ہے، وہ تقویٰ اور حسن خلق ہے۔ کیا جانتے ہو وہ کیا چیز ہے جو زیادہ تر لوگوں کو دوزخ میں لے جاتی ہے، وہ دو چیزیں کیا ہیں جو اندر سے خالی ہیں، وہ انسان کا منہ اور شرم گاہ ہے۔

اس حدیث شریف میں جنت اور اس کے بلند درجات کے حصول کا ذریعہ دو چیزیں بیان فرمائیں، تقویٰ اور حسن خلق۔

تقویٰ شریعت مطہرہ میں ہر معصیت سے بچنا اور تمام احکام الٰہی بجالانا ہے، لہذا تقویٰ کے اندر تمام بھلائیاں

داخل ہیں، اس لیے تقویٰ حسن خلق کو بھی ضرور شامل ہے۔ پھر اس کو علیحدہ ذکر کرنا یہ تخصیص بعد تعمیم ہے جو حسن خلق کی عظمت پر دلیل ہے۔ یا تقویٰ سے مراد اعمال ظاہری اور خلق سے مراد اخلاق باطنی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کے اعمال وافعال خداوند کریم کے مرضی کے مطابق ہوں اور باطنی اخلاق وعقائد بھی اسی کی خوشنودی کے مطابق ہوں تو وہ شخص جنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات واکرامات کا مستحق ہے۔ یا تقویٰ اشارہ ہے بندہ کا حسن معاملہ اپنے خالق کے ساتھ۔ اور حسن خلق اشارہ ہے حسنِ معاملہ مخلوق کے ساتھ۔ تو جو شخص ان صفات کا جامع ہے کہ اپنے خالق کے ساتھ وہی تعلق رکھتا ہے، جو ایک فرمانبردار بندہ کا ہونا چاہئے۔ اور مخلوق کے ساتھ اس کے وہی تعلقات ہیں جو عنداللہ حسن ہیں۔ تو ایسا شخص ضرور اپنے رب کے خصوصی انعامات کا مستحق ہے۔ لہذا طالب جنت کے لیے تقویٰ وطہارت سے آراستہ ہونا چاہیے اور اخلاق حسنہ سے مزین ہونا ضروری ہے۔ (معارف حدیث ص ۵۹،۶۰)

مصالحت کوشی:

آج مسلمان بدخلقی اور اختلاف وانتشار کے خطرناک کانٹوں میں الجھا ہوا ہے۔ باہمی اخوت ومساوات، رعایت حقوق رخصت ہوگئی ہے۔ مال وزر اور دنیوی محبت ذہنوں پر اس طرح حاوی ہے کہ معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے سے لڑنا، بھڑنا، بدکلامی کرنا کوئی اہم بات نہیں رہی۔ ایک وہ دور تھا کہ مسلمان کسی سے صرف اللہ اور رسول کے لیے لڑتے تھے۔ اب مصلحت اندیشی کا لیبل لگا کر دشمنان خدا سے دوستی اور معمولی بات پر اہل قرابت حتی کہ بھائی بہنوں اور والدین سے ناراضگی لے بیٹھتے ہیں۔ اور نتیجتاً دنیا اور آخرت کا وبال مول لیتے ہیں۔

حافظ ملت مسلم معاشرہ کی اس بیماری کو بہت گہرائی سے جانتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے اس کے دفعیہ کے لیے ہر ممکن مساعی فرمائی۔ اس باب میں ان کی پرسوز تحریر آج بھی لفظ لفظ میں ایک دھڑکن رکھتی ہے۔ حدیث رسول کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''اسلام نے مسلمانوں کے باہمی اتفاق واتحاد کو قوم وملت کے عروج وارتقا کے لیے انتہائی ضروری قرار دیا ہے۔ نفاق وشقاق اور باہمی اختلاف وتشتت کو سخت مضر اور انتہائی نقصان دہ فرمایا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جب کبھی مسلمانوں میں کشیدگی یا لڑائی جھگڑا شروع ہو تو فوراً اس کے دفع کرنے کی پوری سعی کی جائے۔ اور ان کوشش کرنے والوں کے لیے بڑے بڑے انعامات واجر وثواب مقرر فرمائے ہیں۔

(حدیث) عن ابی الدرداء قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ألا أُخبركم بِأفضل من درجة الصیام والصدقة والصلوٰة قال أبو درداء قلنا: بلی، قال اصلاح ذات البین وفساد ذات البین هی الحالقة۔ (مشکوۃ شریف ۴۲۸ص باب مانہی عنہ من التہاجر، الفصل الثانی مجلس برکات)

(ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسے عمل کی خبر نہ دوں جس کا درجہ روزہ، صدقہ، نماز سب سے زیادہ بڑا ہے۔ حضرت ابودردا نے کہا کہ ہم سب صحابہ نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ خبر دیجیے ایسے عمل کی جو ان سب مذکورہ عبادتوں سے افضل ہے حضور نے فرمایا، آپس کے بگڑے ہوئے حالات کی درستگی اور فساد ذات البین

ہلاکت ہے۔

اس حدیث میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مسلمانوں کی باہمی کشیدگی ومخالفت دفع کرنے، آپس میں صلح کرادینے اور لڑائی جھگڑا دفع کر کے میل ومحبت کرادینے کو تمام نفلی عبادتوں سے افضل فرمایا۔ وہ عبادت بدنی ہو یا مالی ہر عبادت سے یہ افضل ہے۔ نماز ہو کہ روزہ، صدقہ ہو یا خیرات، کوئی بھی نفلی عبادت ہو، ہر عبادت سے افضل مسلمانوں میں اتحاد واتفاق قائم کرنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باہمی کشیدگی، آپس کی مخالفت اور باہمی جنگ وجدال ایسے نقائص ہیں جن کا انجام مسلمانوں کی رسوائی، پامالی اور حد درجہ بے اطمینانی ہے۔ اس سے اطمینانِ قلب رخصت ہوجاتا ہے، پریشانی لاحق ہوتی ہے، رسوائی اور ہواخیزی ہوتی ہے اور اصلاح ذات البین سے یہ سب خرابیاں دور ہوجاتی ہیں۔ اس لیے اصلاح ذات البین کا درجہ تمام نفلی عبادتوں سے بڑھ کر ہے کیوں کہ بارگاہِ الٰہی میں مسلمانوں کی عزت، مسلمانوں کا اطمینان اور مسلمانوں کی سر بلندیاں بڑی چیز ہیں اور یہ آپس کی مصالحت اور اتفاق واتحاد ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے بڑا درجہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ذات البین بغض وعناد، باہمی جنگ وجدال جو ہلاکت ہے اور صلاح ذات البین ان خرابیوں کو دفع کرنا ہے۔ مثلاً بغض وعناد کو محبت ومودت سے تبدیل کرنا، جنگ وجدال کو صلح وآشتی سے بدل دینا اصلاح ذات البین ہے گویا اصلاح ذات البین مسلمانوں کو کامیاب زندگی دینا ہے اور فسادات ذات البین موت ہے، اسی لیے ارشاد فرمایا:

"وفساد ذات البین ھی الحالقة" فساد ذات البین ہلاکت ہے۔ یعنی بغض وعناد اور جنگ وجدال مسلمانوں کے لیے ہلاکت ہے، ذلت ورسوائی ہے اس لیے ان کی اصلاح، اس کو دفع کرنا عند اللہ بڑا اجر وثواب ہے لہٰذا مسلمان اس کی طرف متوجہ ہوں اور باہمی مناقشت ومخالفت، بغض وعناد اور عداوت ودشمنی کو جلد از جلد دور کر کے آپس میں میل محبت، اتفاق واتحاد قائم کریں دنیا وآخرت میں سر بلند وسرفراز ہوں۔ (معارف حدیث ص ۱۰۶، ۱۰۸)

غربا نوازی:

مسلمانوں کی قوت وشوکت کا سرچشمہ ایمان وعمل کے تقاضوں کی تکمیل، حسن اخلاق، باہمی اخوت ومساوات اور اپنے زیر دست بھائیوں اور پڑوسیوں کی مدد کرنا ہے۔ حافظ ملت اس پر خود بھی عمل پیرا تھے اور لوگوں کو بھی اس کی تعلیم ارشاد فرماتے تھے اور اسی کو انسانی ترقی کا ''اصول زریں'' قرار دیتے تھے۔ فرماتے ہیں:

''یہ وہ زریں اصول ہے کہ جب تک مسلمان اس کے پابند تھے، ان میں اتحاد، اتفاق، یک جہتی وہمدردی، ایک دوسرے کی خیر خواہی اس درجہ تھی کہ وہ ہر مسلمان کا دکھ درد اپنا دکھ درد سمجھتے تھے، دوسرے کی تکلیف اپنی مصیبت تصور کرتے اور ظاہر ہے کہ جب یہ جذبہ پیدا ہوجائے تو مسلمانوں کی طاقت مضبوط ومستحکم ہوگی۔ غربا کو امرا سے امرا کو غربا سے کس درجہ کا ربط واتحاد ہوگا۔ ایک دوسرے کا خیر خواہ وقوت بازو ہوگا۔ اگر پوری دنیائے اسلام اس اصول کی پابند ہوجائے تو مسلمانوں کی تمام پریشانیاں دور ہوجائیں جو حوادثات زمانہ سے بے خوف ہو کر نہایت اطمینان کی زندگی بسر کریں۔

مسلمانو! اپنی صلاح وفلاح کے لیے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر عمل کرو اور اس اصول کے پابند ہو جاؤ، اپنے پڑوسیوں کے ساتھ نیک سلوک کرو، ان کی خبر گیری رکھو، ان کی امداد واعانت کرو، مولاے قدیر تمھاری مدد فرمائے گا۔ (معارف حدیث ص ۹۸،۹۹)

آج مسلم معاشرہ کو طرح طرح کی گندی خصلتوں، بری عادتوں، فحش انگاریوں نے گھیر رکھا ہے۔ جو ہماری ایمانی غیرت، اسلامی حمیت، جذبۂ عبادت وریاضت کے حق میں سم قاتل ہیں۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنے خطہ اور حلقۂ اثر میں جب کسی ایسی برائی اور فحش کاری کا دروازہ کھلتا دیکھتے تھے تو اس کے خلاف بلا لومۃ لائم اٹھ کھڑے ہوتے تھے ... لوگوں کو اس سے نفرت دلاتے تھے، اس کی نحوستوں، قباحتوں اور مفسدات بیان کرتے تھے۔

جب مبارکپور میں سنیما شروع ہوا:

میری طالب علمی کا ابتدائی دور تھا، مجھ میں اتنا کچھ شعور ابھی بیدار نہیں ہوا تھا تاہم اہم باتیں سمجھ لیا کرتا تھا۔ انھیں دنوں مبارک پور میں ''فحشا ومنکر'' کے تاجروں میں سے کسی نے سنیما گھر بنوانے کا ارادہ کیا۔ حافظ ملت تک بات پہنچی آپ نے اس کے خلاف اپنی تقریروں اور نجی مجلسوں میں لوگوں کو سمجھانا شروع کیا۔ اسی دوران جمعہ کے خطبہ میں جامع مسجد راجہ مبارک شاہ کے منبر سے نہایت مؤثر خطبہ دیا۔ جس کا پورا متن تو میں محفوظ نہ رکھ سکا۔ البتہ چند باتوں کا مفہوم ذہن میں باقی ہے۔

''یاد رکھو! یہ منحوس چیز اگر مبارک پور میں شروع ہوگئی تو وہ مبارک پور کی ترقی کا آخری اور تنزلی کا پہلا دن ہوگا۔ اور جو لوگ اس میں جائیں گے وہ بے حیائی کے کاموں میں مددگار کی حیثیت سے اللہ اور رسول کے مجرم ہوں گے''۔

مسلمانو! یہ ایک نہایت دور رس نحوست ہے جس نے مبارک پور میں قدم جمانے کی کوشش کی ہے، تم اس کا عملاً بائیکاٹ کرو اور ثابت کرو کہ ہم مبارک پور کے مبارک باشندے ہیں''

گناہ صغیرہ کو بھی معمولی نہ سمجھو:

گناہ بہر حال گناہ ہے صغیرہ ہو یا کبیرہ خدا نہ کرے ہم رب تعالیٰ کی نافرمانی کے کسی کام پر اڑے رہیں۔ حافظ ملت اپنے اتباع کو چھوٹے چھوٹے معائب اور گناہوں سے بھی پاک اور صاف رکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے کہ بے اعتدالیوں کی یہی عادتیں انسان کو بڑے گناہوں تک لے جا سکتی ہیں۔ بحوالۂ حدیث فرماتے ہیں:

بلا شبہہ خداوند قدوس کی نافرمانی بہت ہی بری چیز ہے۔ سبب ذلت اور باعث ہلاکت ہے۔ انسان کو پستی میں لے جانے والی اور اس کے سر کو نیچا کرنے والی اس کی نافرمانی ہی ہے۔ نافرمانی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ باعثِ ذلت اور سبب ہلاکت ہے۔ اسی لیے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچتے اور چھوٹے چھوٹے گناہوں کو بھی باعث ہلاکت جانتے تھے اور ان سے پرہیز کرتے تھے۔

(حدیث) "عن انس قال انکم لتعلمون اعمالا هی ادق فی اعینکم من الشعر کنا نعدها علیٰ عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من الموبقات یعنی المهلکات" (مشکوٰۃ شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مخاطب خیر القرون میں دوسرے دور کے مسلمان ہیں جن کو تابعین کہتے ہیں، وہ حضرات عموماً گناہوں سے بچتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے پرہیز کرتے تھے۔ گناہ کبیرہ سے اجتناب کرتے تھے۔ لہٰذا یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ وہ حضرات گناہ کبیرہ کے اس درجہ مرتکب تھے کہ گناہ کبیرہ ان کی نظر میں اس درجہ ہلکا تھا کہ اس کو بال سے زیادہ باریک جانتے تھے۔

لہٰذا اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ جن اعمال کا تذکرہ فرمارہے ہیں وہ تابعین کے وہی اعمال ہیں جو گناہ صغیرہ ہوسکتے ہیں، چوں کہ صغیرہ تھے، چھوٹے گناہ تھے۔ اس لیے بعض مسلمانوں کی نظر میں ہلکے معلوم ہوتے تھے، مگر عہد رسالت کے تعلیم یافتہ اور دور رسالت کے پروردہ وتربیت یافتہ حضرات ان چھوٹے چھوٹے گناہوں کو بھی مہلکات ہی جانتے تھے، باعث ہلاکت شمار کرتے تھے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ گناہ صغیرہ بھی سبب ہلاکت ہی ہے۔

اول اس لیے کہ گناہ صغیرہ بھی معبود برحق کی نافرمانی ہے اور معبود کی نافرمانی میں بندہ کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔

دوسرے اس لیے کہ گناہ صغیرہ کا ارتکاب بھی الٰہی عظمتوں کے خلاف ہے۔ کہ اس کی حکم عدولی کسی طرح بھی نہ ہو، اس کا کوئی حکم بھی ٹالا نہ جائے، کسی فرمان کی خلاف ورزی بھی نہ کی جائے۔

تیسرے اس لیے کہ گناہ صغیرہ پر دوام وثبات صغیرہ کو گناہ کبیرہ کردیتا ہے، اس چھوٹے سے گناہ کو گناہ کبیرہ کردیتا ہے

چوتھے اس لیے کہ انسان جب گناہ صغیرہ کا عادی ہوجاتا ہے اور بے پرواہی برتنے لگتا ہے تو وہ گناہ کبیرہ کا بھی مرتکب ہوجاتا ہے۔ لہٰذا وہ گناہ صغیرہ جس کو ہلکا سمجھا جاتا تھا۔ گناہ کبیرہ کا سبب ہوجاتا ہے اور سبب ہلاکت بن جاتا ہے۔ اسی لیے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چھوٹے گناہوں کو بھی باعث ہلاکت جانتے تھے اور ان سے دور ہی رہتے تھے۔ شامت اعمال سے کبھی کوئی گناہ صادر ہوا بھی تو لرز جاتے تھے اور فوراً توبہ کرتے اور اس سے پاک ہوجاتے تھے، گناہوں سے بے پرواہی خود بہت بڑا گناہ ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو آنکھ کھول کر، ہوش سنبھال کر اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے، اپنے کردار کو سدھارنا چاہیے، بداعمالیوں سے باز آنا چاہیے۔

بداعمالی بلاشبہ سبب ذلت اور باعث ہلاکت ہے، مسلمان اگر اپنی عزت چاہتے ہیں اور دونوں جہان کی سربلندی وسرفرازی مقصود ہے تو جلد از جلد تمام گناہوں سے سچی توبہ کرکے نہایت مضبوطی کے ساتھ صراط مستقیم پر قائم ہوجائیں۔ حضرت شاہ آسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کارِ امروز بفردا مگذار اے آسی
آج ہی چاہیے اندیشۂ فردا دل میں

(معارف حدیث ص ۱۱۸، ۱۲۰)

بے ثباتی عالم کی بات:

دانایان عالم اور مفکرین دہر نے ہر زمانے میں دنیا کی بے ثباتی پر انمول باتیں کہی ہیں اور اپنے اپنے عہد اور زمانے میں لوگوں کو دنیا میں دل لگانے سے باز رکھنے کی تلقین کی ہے تا کہ اہل ایمان آخرت کی تیاری پر متوجہ رہیں۔
حافظ ملت بھی ان ہی بندگانِ باخدا میں سے ایک تھے۔آپ اکثر خطبہ جمعہ میں یہ شعر پڑھتے

انما الدنیا فناء لیس للدنیـــا ثبوت

انما الدنیا ومافیها کنسج العنکبوت

بیشک دنیا مٹنے والی ہے، دنیا کو پائیداری نہیں ہے، بیشک دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے مکڑی کے جالے کی طرح ہے۔

حدیث رسول کے حوالے سے آپ نے حسن عمل کی ترغیب پر نہایت موثر انداز میں روشنی ڈالی ہے اور اسے توشۂ آخرت قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست

در پریشاں حالی و در ماندگی

بلا شبہہ دوست وہی ہے جو پریشانی، عاجزی، ناداری اور محتاجی کے وقت کام آئے، ضرورت پر امداد کرے جیسا کہ کسی نے خوب کہا ہے: ع

اپنا وہی ہے وقت پر جو کام آ گیا

وہی اپنا خیر خواہ اور سچا ہمدرد ہے جو کس مپرسی کے وقت اپنا ساتھ دے، جب کوئی پرسان حال نہ ہو، جو مونس وغم خوار بنے وہی دوست ہے، وہی اپنا ہے، سچے دوست کا یہی معیار ہے، یہی کسوٹی ہے۔
دنیوی زندگی بہت ہی قلیل اور جلد ختم ہونے والی ہے، اس لیے اس کی ضرورتیں بھی قلیل اور ختم ہونے والی ہیں، حیات اخروی ابدی ہے۔ ہمیشہ کی زندگی ہے۔لہذا اس کی ضرورت بھی شدید ہے، وہاں جو کام آئے وہ بڑا ہی خیر خواہ اور بہت ہی قابل قدر ہے۔یاد رکھو۔ وہاں کام آنے والا تمھارا نیک عمل ہے وہی ساتھ جانے والا اور ساتھ دینے والا ہے

(حدیث) عن أنس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یتبع المیت ثلثةٌ فیرجع اثنان ویبقی معه واحد یتبعه أهله وماله وعمله فیرجعه أهله وماله ویبقی عمله۔ (کنز العمال حدیث ۴۲۷۶۱/۴۲۶۸۷، الموت واحوال تقه بعد ر لواحق کتاب الموت)

(ترجمہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: مردہ کے ساتھ تین چیزیں ہوتی ہیں، دو چیزیں واپس لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ باقی ہوتی ہے۔ساتھ چلتے ہیں اس کے رشتہ دار اور اس کا مال اور اس کا عمل، رشتہ دار اور مال واپس آجاتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔

انسان جب دنیا سے جاتا ہے تو اس کے ساتھ جانے والوں میں اس کے اہل وعیال، عزیز واقارب اور اس کا مال (غلام) اور اس کا عمل ہوتا ہے۔ خویش واقارب مال وغلام قبر تک جاتے ہیں اور دفن کے بعد واپس آجاتے ہیں۔ قبر میں اس کے ساتھ اس کا عمل جاتا ہے اور وہی کام آتا ہے۔ اس تیرہ وتاریک کوٹھری میں نہ کوئی مونس ہے نہ غم خوار ہے نہ رشتہ دار سبھی ساتھ چھوڑ کر منہ موڑ کر چلے گئے، اپنے ہاتھوں سے دفن کر گئے۔ اب قبر ہے اور یہ صاحب قبر۔

تنہائی میں آہ کون ہو وے گا انیس
ہم ہوں گے اور قبر کا کونا ہوگا

کوئی پُرسان حال نہیں، بڑے بڑے گہرے دوست تھے، جاں نثاری وفداکاری کا دم بھرتے تھے۔ سب رخصت ہوگئے، قریبی رشتہ دار تھے جن کی دل جوئی کے لیے بڑی بڑی تکلیفیں جھیلیں، سختیاں اٹھائیں اور مصیبتیں برداشت کیں، وہ سب علیحدہ ہوگئے اور اکیلا چھوڑ کر چلے گئے، ایسی کس مپرسی کے عالم میں ساتھ رہنے والا اور ساتھ دینے والا صرف اس کا نیک عمل ہے، وہ اس کے ساتھ ہے، وہی اس کے کام آنے والا ہے۔

پہنچا کے لحد تک پھر آئے سب لوگ
ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اے غافل انسان تجھے اپنے کردار درست کرنا چاہیے۔ نیک عمل ہی تیرے ساتھ جائے گا تیرا ساتھ دے گا، تیرے کام آئے گا تو اپنے عزیزوں، قریبی رشتہ داروں، دوستوں کی خوشنودی، رضا جوئی میں منہمک ہے۔ مال ودولت کی تحصیل میں سرگرداں ہے، ان کو اپنا مونس وغم خوار اور خیر خواہ سمجھتا ہے، یہ تیری نادانی ہے، غفلت ہے، تیرا خیر خواہ اور مونس وغم خوار تیرا نیک عمل ہے۔ یہ وہاں کام آئے گا جہاں تیرا کوئی نہ ہوگا تو قبر میں اکیلا ہوگا۔ تنہا ہوگا۔ بڑے بڑے گہرے دوست اور مخلص خیر خواہ، قریبی رشتہ دار سب علیحدہ ہوجائیں گے اور اپنے ہاتھوں سے تجھے ہزاروں من مٹی کے اندر دفن کر کے چلے آئیں گے، تیری اس تاریک قبر میں اگر روشنی ہے تو تیرا نیک عمل، لہذا تو اپنے مخلص دوست کو پہچان اور اس کی قدر کر، زندگی غنیمت جان تمام بدکرداریوں سے توبہ کر اور اعمال صالحہ کی طرف متوجہ ہو توشۂ آخرت جمع کر یہی تیرے کام آئے گا۔ (معارف حدیث ص ۱۰۹، ۱۱۱)

ایثار وقربانی:

دین ودنیا کا ہر کام ایثار وقربانی چاہتا ہے۔ اس کے بغیر نہ کوئی دین میں کامیاب ہوتا ہے۔ نہ دنیا میں۔ دین سراسر خدا اور سول کی رضا حاصل کرنے کا کام ہے، اس لیے اس راہ میں نفس اور شیطان دونوں ہی سخت رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں، انسانی خواہشات قدم قدم پر سر اٹھاتی ہیں۔ اللہ کی راہ کا راہی ان تمام کو ٹھوکر مارتا ہے۔ خواہشات کی قربانی پیش کرتا ہے، وقت کی قربانی پیش کرتا ہے، اور اپنی راہ میں چل پڑتا ہے۔ حتی کہ اس کے مال وجان سب اللہ ورسول پر وقف ہوجاتے ہیں۔ یہ مقام اہل رضا کا ہے۔ جس کی اعلیٰ ترین مثال سیدنا ابراہیم واسماعیل علیہما وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والتسلیم کا واقعہ

قربانی ہے۔

مصلح امت حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ سیدنا خلیل وذبیح کی اس قربانی کے حوالہ سے ایثار واطاعت اور فرماں برداری کی جو تعلیم دیتے ہیں وہ قابل ملاحظہ ہے۔

”الٰہی عظمتوں اور رفعتوں کے سامنے سرنیاز جھکانا ہی شان بندگی ہے۔ اس مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی نیاز مندی اور اپنی قربانی پیش کرنا ہی سرمایۂ عبودیت ہے۔ عبد ومعبود کا رشتہ وعلاقہ وہ ہے کہ جان ومال عزت وآبرو ہر چیز قربان کی جاسکتی ہے۔ معبود حقیقی کی رضا وخوشنودی کے لیے قربانی بندہ کی سرفرازی وسربلندی ہے۔ قربانی کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ بال بال پر نیکی اور خون کے ہر ہر قطرہ پر ثواب ہے۔

(حدیث) عن زيد بن أرقم قال قال أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ماهذه الأضاحي قال سنة أبيكم ابراهيم عليه السلام قالوا فما لنا فيها يارسول الله قال بكل شعرة حسنة قالوا فالصوف يا رسول الله قال بكل شعرة من الصوف حسنة۔(رواه احمد وابن ماجه مشكوٰة شريف ص ۱۲۹ باب في الاضحية الفصل الثالث،مجلس بركات)

(ترجمہ) زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ، یہ قربانیاں کیا ہیں؟ حضور نے فرمایا تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، عرض کیا اس میں ہمارا کیا فائدہ ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔ عرض کیا اون میں کیا ہے۔ فرمایا اون میں بھی ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

اللہ اکبر! قربانی کی مقبولیت بارگاہ الٰہی میں کس بلند مرتبہ پر ہے، بال میں نیکی ہے۔ بکری کے جسم پر جتنے بال ہیں اسی کو شمار میں لانا مشکل ہے۔ چہ جائے بھیڑ کی اون کا شمار، بال بال پر اجر ہے۔ یوں تو ہر عمل باعث اجر وثواب ہے، تمام اعمال صالحہ پر اجر وثواب کا وعدہ ہے مگر قربانی میں اجر وثواب کی نرالی ہی شان ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قربانی اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک پیاری ادا ہے۔ ان کے رب کو بھا گئی اور پسند آگئی ہے۔ منیٰ کی وادی میں رب جلیل کی رضا جوئی کے لیے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا لختِ جگر نورِ نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا۔ یہ وہ ادا ہے کہ زمین وآسمان کی وسعتیں، اس کی رفعت وعظمت سے تنگ ہیں، اور مخلوقات کی زبانیں اس کی تعریف وتوصیف سے قاصر ہیں۔ اللہ اکبر کتنی تمناؤں اور آرزوؤں کے بعد بڑھاپے میں یہ فرزند عطا ہوئے ہیں جو بلاشبہ اپنی جان سے بدرجہا زیادہ عزیز ہیں۔ کائنات کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں مگر واہ رے حضرت خلیل قربان آپ کی اس ادا کے کہ اپنے رب کا حکم پاتے ہی اس کی رضا وخوشنودی کے لیے اس فرزند دل بند کو قربان کردیا، خلت اسے کہتے ہیں، خلیل ایسے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دوستی اس کا نام ہے۔ حکم الٰہی پہنچا کہ اپنے فرزند اسمٰعیل کو ہماری راہ میں قربان کرو۔ فوراً بلا پس وپیش بغیر تامل اپنے ہاتھ سے اپنے نورِ نظر لختِ جگر کو قربان کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام ہی کو ذبح کیا تھا، انہیں قربان کیا تھا، یہ تو رب جلیل کا کرم ہے اس کا احسان ہے کہ بجائے حضرت اسمٰعیل کے دنبہ ذبح ہوا۔

اس تبدیلی میں یہ بھی حکمت تھی کہ سنت ابراہیم تا قیامت جاری رکھنا ہے، اس لیے سہل فرمادی کہ ہر فرماں بردار بآسانی بارگاہِ الٰہی میں قربانی پیش کر سکے۔ فرزند کو ذبح کرنا تو حضرت خلیل کا جذبۂ عبودیت تھا۔ ہر شخص کا یہ حوصلہ کہاں، اس لیے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے بجائے دُنبہ ذبح کرادیا تا کہ حضرت خلیل کی سنت قیامت تک جاری رہے اور مسلمان تا قیامت اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی اپنی قربانیاں پیش کر کے اجر وثواب کے ذخیرے جمع کرتے رہیں۔ اسی لیے حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"سنة أبيكم ابراهيم" یہ قربانی تمھارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ سنت ابراہیمی ہی ہونے کی حیثیت سے قربانی کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ بال بال پر نیکی ہے اور اس کے خون کے ہر ہر قطرہ پر ثواب ہے۔

بڑے خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جو اپنے جذبۂ عقیدت اور جوش محبت میں اس سنت کریمہ پر عمل کر کے بارگاہ الٰہی میں قربانی پیش کرتے ہیں، مولائے کریم توفیق رفیق بخشے۔ آمین (معارف حدیث ص ۱۱۵۔۱۱۷)

دینی قربانی کی ترغیب:

حافظ ملت کے لاڈلے اور چہیتے مرید جناب الحاج بیکل اتساہی اپنی شاعرانہ خوبیوں اور ادبی خدمات کی بنا پر حکومت ہند سے متعدد تمغات حاصل کر چکے ہیں اور حکومتِ ہند انھیں ملک کی ادبی وشعری نمائندگی کے لیے بارہا دوسرے ممالک میں بھی بھیجتی رہتی ہے۔

حضرت بیکل اپنی ان تمام کامیابیوں اور سرفرازیوں کو اپنے مرشد کی نگاہِ کرم کا فیضان تصور کرتے ہیں، اسی لیے جہاں بھی جاتے حافظ ملت کے مشن کو مقدم رکھتے۔ ایسے ہی ایک دورہ کا موقع انھیں افریقی ممالک میں ملا جس سے نہایت کامیاب وکامران لوٹے۔ حافظ ملت کو روداد لکھی تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا:

"مسلمان کی شان ہی یہ ہے کہ جہاں رہے جس منزل اور مقام پر ہو دین دار رہے۔ مذہب کا پابند رہے، مذہب کا کام کرے۔ اس کی زبان پر کلمہ حق جاری ہو۔ اس کا مطمح نظر خدمت دین اور اشاعت حق ہو۔ بفضلہ تعالیٰ آپ کا پورا سفر اسی اصول پر گزرا۔ اس لیے آپ مبارک باد کے مستحق ہیں" ادبی کامرانی اور اعزازی سرفرازی سے مسرت ہے، یہ آپ کا مقام ہے کہ شخصی مفاد کو نظر انداز کر کے قومی ملی جماعتی مفاد پر پوری توجہ ہے"۔

(مکتوب عزیزی بنام بیکل اتساہی ۱۳ر رجب ۹۵ھ)

پُرتاثیر زبان:

حافظ ملت کو قدرت کی جانب سے علم وعمل تقویٰ اور صالحیت کے ساتھ ساتھ قوم وملت سے ہمدردی اور محبت کا جذبہ بھی وافر مقدار میں ملا تھا۔ ان کے اسی جذبہ نے عمر بھر انھیں چین سے سونے کا موقع نہیں دیا۔ بلکہ عمل کے میدان میں شعلۂ جوالہ بنائے رکھا۔ چناں چہ ان کا یہ فرمودہ کہ "زمین پر کام اور زمین کے نیچے آرام" خود ان کے سوانح کی تصویر بھی ہے۔

رب کریم نے انھیں گفتار کی وہ شگفتگی اور تاثیر عطا فرمائی تھی کہ زبان مبارک سے جب کچھ فرماتے تو محسوس ہوتا کہ وہ اپنے الفاظ سامعین کے تارقلوب میں دانہ تسبیح کے مانند پروئے چلے جارہے ہیں۔ اور یہ کیوں نہ ہو کہ انھوں نے عہدِ جواں سالی سے دور پیری تک اپنی زبان کو کلام اللہ اور حدیث رسول کے انوار سے جلا بخشی تھی۔ یہی سبب ہے کہ اس زبان سے جو الفاظ نکلتے تھے وہ مثل تریاق زوداثری کا جوہر لیے ہوئے ہوتے تھے۔

حافظ ملت نے روحانیت اور تصوف کے باریک نکات کو بھی نہایت سادہ اور بے تکلف لب ولہجہ میں لوگوں تک پہنچایا۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

''برادران اسلام! عبادت الٰہی طاعت ربانی رضاے الٰہی کا سبب ہے، بالخصوص نماز دنیا وآخرت کی نعمتوں اور برکتوں کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔ اداے فرض کے بعد نوافل کی مداومت بارگاہ خداوندی میں بڑی مقبولیت رکھتی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نفل نماز کے پابند تھے۔ اذان کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتے۔ جب بے وضو ہوتے وضو کرتے اور دو رکعت نماز نفل تحیۃ الوضو پڑھا کرتے تھے۔ اس نماز کی پابندی نے ان کو زندگی ہی میں جنت میں پہنچا دیا۔ (معارف حدیث ص۸۶)

طہارت ظاہر و باطن کے موضوع پر نور افشانی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ہر سلیم الفطرت انسان طہارت اور پاکیزگی پسند کرتا ہے۔ طہارت دو قسم کی ہوتی ہے، ظاہری جو محسوس ہوتی ہے، باطنی وہ جو غیر محسوس ہے۔ انسان جس طرح ظاہری طہارت پسند کرتا ہے۔ باطنی طہارت کو بھی مرغوب رکھتا ہے۔ باطنی طہارت معصیت اور گناہوں سے پاک ہونا ہے''۔ (معارف حدیث ص۸۰)

ہجرت باطنی، یعنی توبۂ صادقہ مسافران روحانی کا بنیادی توشہ ہے، اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ہجرت کے شرعی معنی یہ ہیں کہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے دارالکفر کو چھوڑ کر دارالاسلام میں بود و باش اختیار کرے۔ یہ ظاہری ہجرت ہے۔ باطنی اور حقیقی ہجرت یہ ہے کہ طبیعت و اخلاق میں ذمیمہ اور نفس میں جو شیطانی شرارتیں ہیں ان کو چھوڑ دے۔ اور ان سے باز آجائے۔ اور حقیقت میں شرعی ہجرت کی یہی غرض ہے کہ انسان خدائے تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز آجائے۔ اگر یہ غرض وطن میں پوری ہو رہی ہے تو وہ بھی فی الحقیقت مہاجر ہے۔ ورنہ صرف ترک وطن سے کیا فائدہ؟۔ اگر چہ ظاہری ہجرت بھی بحکم شرع واجب ہے جیسا کہ قبل فتح مکہ مکرمہ سے ہجرت واجب تھی۔

(معارف حدیث ص۱۰)

کمال روحانی کا حصول کن ذرائع سے ہوتا ہے اس کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نور ایمان سے جب مومن کا دل جگمگا اٹھتا ہے تو اس کا پاکیزہ اثر روحانیت پر اس درجہ پڑتا ہے کہ روح مرتبۂ کمال پر پہنچتی ہے۔ حیوانیت و درندگی دور اور لوازم بہیمیت کافور ہو جاتے ہیں۔ اس وقت انسان اخلاق حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ ہو کر ''انسان کامل'' ہو جاتا ہے۔ اور اپنے خالق و مالک کو خوب پہچانتا ہے۔ اس کی طاعت و عبادت میں لذت پاتا ہے۔ پیکر اخلاص بن جاتا ہے۔ جو کام کرتا ہے رضاے الٰہی اور خوشنودی، خداوندی ہی مقصود ہوتی ہے۔ زبان اور ہاتھ

ہی کیا۔جسم کے تمام اعضا حکم الٰہی کے ماتحت ہی کارفرما رہتے ہیں۔ ہر حرکت وسکون خوشنودی معبود ہی کے لیے ہوتا ہے“
(معارف حدیث ص۸)

اسلام جامع دین ودنیا ہے۔ ایک سچا مسلمان شریعت کی پابندی کر کے جس طرح اخروی نعمتوں کا سزاوار قرار پاتا ہے دنیوی امور میں بھی سرفرازی حاصل کرتا ہے۔ حافظ ملت فرماتے ہیں:

ترے مئے کدے میں کمی ہے کیا، جو کمی ہے ذوق طلب میں ہے
جو ہوں پینے والے تو آج بھی، وہی بادہ ہے وہی جام ہے

مذہب اسلام ہر بھلائی کا ضامن اور ہر خیر کا جامع ہے۔ بھلائی خواہ ظاہری ہو یا باطنی، دنیوی ہو یا اخروی، اسلام نے ساری بھلائیوں کا احاطہ کرلیا ہے۔

”مذہب اسلام دونوں جہاں کی بھلائی جمع کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام کے قوانین، اللہ عزوجل اوراس کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ہیں۔ ارشاد الٰہی اور ارشاد رسول میں نہ صرف آخرت کی ہی بھلائی ہے۔ بلکہ دونوں جہان کی سرفرازی سربلندی ہے۔ اسلام نے اپنے حلقہ بگوشوں پر دنیا بھی تنگ نہیں کی بلکہ جس طرح آخرت کی بھلائی حاصل کرنے کی تعلیم دی ہے۔ دنیا کی بھلائی اور دنیا کی خوبی سے بھی محروم نہیں رکھتا“ (معارف حدیث ص۱۰۰)

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسلمان بیمار کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ یہ بیمار سخت مریض تھا، نہایت ہی ضعیف ونحیف۔ لاغر ودبلا۔ سکڑ کر مثل چڑیا کے ہوگیا تھا۔ حضور نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو نے اللہ تعالیٰ سے کسی بھلائی کی دعا کی ہے۔ یا کسی بلا ومصیبت کا سوال کیا ہے جس میں تو مبتلا ہے۔ تو اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے بارگاہ الٰہی میں یوں دعا کی تھی کہ خداوندا! اگر تو مجھے آخرت میں عذاب دے تو وہ دنیا ہی میں پورا کردے۔ تو حضور نے تعجب سے سبحان اللہ فرمایا۔ اور فرمایا تو اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ تجھے اس کی قوت نہیں تو یہ دعا کیوں نہیں کرتا۔ "اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار" اے اللہ تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کے ارشاد کے مطابق اس بیمار نے جب یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اس کو شفا عطا فرمادی۔ اور وہ تندرست ہوگیا۔

نبی کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اس تعلیم سے ثابت ہوا کہ اسلام نے مسلمانوں کے لیے دونوں جہان کی بھلائی، دارین کی صلاح وفلاح کے دروازے کھول دیے ہیں۔ یہ گوارہ نہیں کہ مسلمان دنیا کی بھلائی سے محروم رہے۔ یہ مسلمانوں کی غلطی ہے کہ وہ قوانین اسلام پر پورے طور پر عامل نہیں۔ ورنہ اسلام دارین کی خوبیوں کا جامع اور ہر

بھلائی کا ضامن ہے، خدا کے پرستار کے لیے دنیا و آخرت دونوں جہان کی سرفرازی وسربلندی ہے۔عزت وشوکت اسی کے لیے ہے۔(معارف حدیث ص۱۱۱،۱۱۲)

اپنی ذمہ داری کا خیال:

یہ ایک عام روش چل پڑی ہے کہ ہر شخص دوسروں پر اس کی نا اہلی ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، افراد سے جماعت تک ہر جگہ لوگ دوسروں کے عیبوں کمزوریوں کوتاہیوں اور غلطیوں پر منہ بھر بھر کر باتیں کرتے ہیں اور خود اپنے کردار وعمل کا جائزہ نہیں لیتے۔حافظ ملت کا مزاج اس کے بالکل برخلاف تھا۔

ایک مرتبہ حافظ ملت کو جلسہ کے لیے مدعو کیا گیا۔رات کو جلسہ ختم ہونے کے بعد نہ داعی کا پتہ، نہ منتظمین کا، جلسہ گاہ سے قریب ہی مسجد تھی۔علما نے مسجد کے فرش پر شب گزاری۔اور فجر بعد واپس ہوئے، مولانا شمس ضیائی صاحب خیر آبادی ہمراہ تھے۔انھوں نے میزبانوں کی بدخلقی پر ناراضگی کا اظہار کیا تو حافظ ملت نے فرمایا:

''انسان کو دوسروں کی ذمہ داریوں کے بجائے اپنے کام کی فکر کرنی چاہیے، الحمد للہ ہم لوگوں نے اپنا کام کردیا''

(حافظ ملت نمبر ص۵۰۹)

حافظ ملت مثبت عمل کے قائل اور اسی کے نقیب تھے منفی کوئی بھی کام ان کی ڈائری سے خارج تھا۔

مولانا محمد احمد مصباحی صاحب نے مدرسہ فیضیہ نظامیہ اشی پور۔ بھاگلپور سے مستعفی ہونے کی اجازت مانگی تو حافظ ملت نے فرمایا:

''آپ کا خط ملا جس میں مدرسہ فیضیہ سے مستعفی ہونے کی اجازت طلب کی ہے۔جواباً تحریر ہے۔آپ نے وہاں کے حالات۔اور مستقبل میں مزید خرابی کا اندازہ بتایا تھا، اس وقت میں نے آپ سے کہہ دیا تھا کہ آپ کو اختیار ہے، وہی اس وقت کہتا ہوں کہ آپ مختار ہیں۔''میں مدرس کا تقرر کرتا ہوں ہٹا تا نہیں ہوں'' مدرس اپنی خوشی سے خود چھوڑ دے اسے اختیار ہے''۔(مکتوب حافظ ملت۔ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص۱۹۲)

حافظ ملت جب کسی مدرس، معلم، مفتی امام وخطیب کو کسی دار العلوم ادارہ مسجد یا دار الافتا میں مقرر فرماتے تو اسے تاکید کرتے کہ ادارہ کو اپنا ادارہ۔اور کام کو اپنی ذمہ داری اور خدمت دین سمجھ کر کرے۔برادر محترم مولانا محمد احمد مصباحی کا تقرر فیض العلوم جمشید پور میں ہوا تو انھیں لکھتے ہیں:

''مجھے یہ معلوم ہو کر بڑی خوشی ہوئی، فیض العلوم بھی اپنا ادارہ ہے۔اپنا ہی سمجھ کر محنت سے کام کرنا چاہیے، بار بار مدرس اور مدرسہ کی تبدیلی مضر ہے۔وثوق واعتماد جاتا رہتا ہے۔اور کام بھی نہیں ہوتا۔بزرگوں نے بتایا ہے۔

یک در گیر محکم گیر

(حافظ ملت نمبر ص۱۹۳)

حافظ ملت قرآن وحدیث کی روح سے مناسبت رکھتے تھے، وہ محض حدیث وتفسیر کی تعلیم دینے والے ایک معلم

ہی نہیں تھے بلکہ انھوں نے انوار قرآن اور انوار حدیث میں اپنی زندگی کو رچا بسا لیا تھا۔ اسی لیے انھوں نے جب اصلاح امت کے لیے زبان کھولی تو ان کے الفاظ سامعین ومخاطبین کے قلوب پر مرتسم ہوتے گئے، حافظ ملت کے فیض علمی وباطنی سے اکتساب کرنے والے ایک فاضل جلیل مولانا عبد اللہ خاں عزیزی لکھتے ہیں:

''دنیوی امور سے قطع نظر صرف دینی امور پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت زیادہ آشکارا ہوکر سامنے آئے گی کہ اگر کوئی شخص علم حدیث ،فقہ وتفسیر، کلام واصول میں عبقری شخصیت کا حامل ہو لیکن ان علوم سے اس کی روح متاثر نہ ہوئی ہو دین داری ودیانت داری ۔تقویٰ وخشیت الٰہی اس میں نہ پیدا ہوئی ہو تو اس کے یہ سارے کمالات ادنی درجے کی وقعت وحیثیت نہیں رکھتے ۔ پس ثابت ہوا کہ انسان کے اندر حقیقی عظمت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کمالات انسانی کے ساتھ ساتھ طہارت نفس ونکوکاری کا جذبہ غالب ہوجائے ،شمائل کریمہ وخصائل حمیدہ کے انوار وتجلیات سے اس کا ظاہر وباطن جگمگا اٹھے۔

اس نقطۂ نظر سے جب میں غور کرتا ہوں تو مرشد کامل آقائے نعمت نائب رسول مولانا واولانا حضرت حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کی ذات ستودہ صفات کو میں ایک عظیم انسان قرار دیتا ہوں .... وہ اگر چہ اہل تصوف کے ایسے گروہ میں نہیں شمار کیے جاتے تھے جنھوں نے حیات کے ہنگاموں سے قطع تعلق کرکے تجرد کی زندگی اختیار کرلی ہوتا ہم ان کا باطن یاد الٰہی اور رضائے حق میں مصروف تھا............ ان کا ظاہر عام انسانوں جیسا ظاہر نہیں تھا بلکہ شریعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ ان کا باطن معمولی انسانوں جیسا باطن نہیں تھا بلکہ اس میں خلوص وللّٰہیت کا بحر بیکراں تلاطم خیز تھا۔ ان کے اطوار وعادات کے آئینے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی جھلکیاں دیکھی جاسکتی تھیں۔ ان کی روحانی قوت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ہزاروں موانع کے سیل رواں کے باوجود ملت اسلام کے اس بلند مینارہ کو پستی کی طرف مائل نہ ہونے دیا بلکہ طوفان حوادث سے ان کے عزم وہمت میں استحکام پیدا ہوا۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۷۰)

حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اصلاح امت کا جو عظیم کام سرانجام دیا اور اس کے جو دور رس اثرات مرتب ہوئے اسے قدیم وجدید علم کے ایک ماہر جناب ڈاکٹر محمد عرفان صدر شعبۂ اردو شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ۔ اپنے انداز میں بیان کرتے ہیں:

''یہ صحیح ہے کہ صالح انسانی فطرت ہمیں خدا کے وجود کا براہ راست یقین بخشتی ہے لیکن اکثر ہم فطرت کی گہرائیوں پر غور نہیں کرتے یا تعصّبات کے زنگ ہماری نگاہوں کے لیے پردہ بن جاتے ہیں اور ہمیں معرفت نفس اور معرفت الٰہی تک پہنچنے میں مانع ہوتے ہیں، ایسے میں ایک مرد مومن اٹھتا ہے جس کا دل عشق وفقر کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے اور جس کا سینہ خدا کے نور سے روشن ،اس کے بازوؤں میں مژدۂ لاتخف سے بے پایاں قوت ہوتی ہے، وہ ہر طاقت سے نڈر ہوتا ہے اور ہر مصیبت سے بے پروا وہ موت کو زندگی سمجھتا ہے اور اس کا وجود موت کی دسترس سے بالاتر ہوتا ہے، وہ مادی دنیا میں رہتا ہے مگر آب وگل کی قیدوں سے آزاد اور بے نیاز ہوکر وہ براہ راست سرچشمۂ وجود سے فیض اور ہدایت حاصل کرتا ہے، وہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے عشق کی شراب پیتا ہے، دینی احکام اس کے لیے مرضی

غیر کی خارجی بندشوں کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ وہ اپنی فطرت میں ان کی اصل دیکھتا ہے، وہ ہمہ کردار ہوتا ہے مگر کم سخن، صلح میں وہ محبت ورافت کا مجسمہ ہوتا ہے اور جنگ میں عزم وثبات کا پیکر، اس کے ہاتھ میں قوموں کی ترقی ہوتی ہے، اپنے عزم وعمل سے وہ زندگی کا نقشہ بدل دیتا ہے، اس کی صحبت کیمیا اثر رکھتی ہے، وہ دوسروں میں بھی نصب العین کی تڑپ پیدا کردیتا ہے اور بے حس دلوں کو سوز آرزو بخش دیتا ہے، وہ غلاموں میں جذبہ حریت بیدار کرتا ہے اور ان کو موجودہ نظام سے غیر مطمئن کر کے ایک بہتر نظام کی تعمیر وتشکیل کا جذبہ عطا کرتا ہے، ایسے ہی مرد مومن کے لیے اقبال نے کہا ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حافظ ملت کی ذات با صفات ایسے ہی دیدہ ور کی مثال تھی جو ہزاروں سال بعد اس دنیا میں آتی ہے، انھوں نے اپنی پوری زندگی ایک بڑے نصب العین کے لیے وقف کردی، ان کا سونا اور جاگنا جینا، اور مرنا سب اسی نصب العین کے لیے تھا، انھوں نے سوز یقین سے لوگوں کے دلوں میں ایک نیا عزم پیدا کیا، انھوں نے اپنی سعی وکوشش سے مبارکپور جیسے معمولی قصبہ کو ایک علمی مرکز بنادیا، واقعی اہل مبارکپور ان کو جتنا یاد کریں، ان کی جتنی عزت وتوقیر کریں کم ہے"۔

(ماہنامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبر ص ۹۷، ۹۸)

مسلمانوں سے حافظ ملت کی گزارش:

برادران اسلام! پیارے بھائیو!

دنیا چند روزہ ہے اس کی راحت ومصیبت سب فنا ہونے والی ہے۔ یہاں کی دوستی اور دشمنی سب ختم ہونے والی ہے۔ دنیا سے چلے جانے کے بعد بڑے سے بڑا رفیق وشفیق بھی کام آنے والا نہیں، بعد مرنے کے صرف خدا اور اس کے رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کام آنے والے ہیں، سفر آخرت کی پہلی منزل قبر ہے، اس میں منکر نکیر آکر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اسی کے ساتھ نبی کریم رؤف رحیم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مردے سے دریافت کرتے ہیں "مَا تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُل" یعنی حضور کی طرف اشارہ کرکے پوچھتے ہیں کہ ان کی شان میں کیا کہتا ہے، اگر اس شخص کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عقیدت ومحبت ہے تو جواب دیتا ہے کہ یہ تو ہمارے آقا ومولیٰ اللہ کے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان پر تو ہماری عزت وآبرو جان ومال سب قربان، اس شخص کے لیے نجات ہے اور اگر حضور سے ذرہ برابر کدورت ہے۔ دل میں آپ کی عظمت ومحبت نہیں ہے جواب نہیں دے سکے گا، یہی کہے گا، میں نہیں جانتا لوگ جو کہتے تھے میں بھی کہتا تھا، اس پر سخت عذاب اور ذلت کی مار ہے۔ العیاذ باللہ

معلوم ہوا کہ حضور کی محبت مدار ایمان اور مدار نجات ہے، مگر یہ تو ہر مسلمان بڑے زور سے بڑے دعوے کے ساتھ کہتا ہے کہ ہم حضور سے محبت رکھتے ہیں۔ آپ کی محبت ہمارے دل میں ہے۔ لیکن ہر دعوے کے لیے دلیل چاہیے اور ہر کامیابی کے لیے امتحان ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرنے والوں کا یہ امتحان ہے کہ جن لوگوں

نے نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی شان اقدس میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں ان سے اپنا تعلق قطع کریں، ایسے لوگوں سے نفرت اور بیزاری ظاہر کریں اگرچہ وہ ماں باپ اور اولاد ہی کیوں نہ ہوں۔ بڑے سے بڑے مولانا پیرو استاد ہی کیوں نہ ہوں لیکن جب انھوں نے حضور کی شان میں بے ادبی کی تو ایمان والے کا ان سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ اگر کوئی شخص ان کی بے ادبیوں پر مطلع ہوجانے کے بعد پھر بھی ان کی عزت ان کا احترام کرے اور اپنی رشتہ داری یا ان کی شخصیت اور مولویت کے لحاظ سے نفرت و بیزاری ظاہر نہ کرے وہ شخص اس امتحان میں ناکامیاب ہے۔ اس شخص کو حقیقۃ حضور کی محبت نہیں صرف زبانی دعویٰ ہے۔ اگر حضور کی محبت اور آپ کی سچی عظمت ہوتی تو ایسے لوگوں کی عزت و عظمت ان سے میل محبت کے کیا معنیٰ؟ خوب یاد رکھو پیر اور استاذ مولوی اور عالم کی جو عزت و عظمت کی جاتی ہے اس کی محض یہی وجہ ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور نسبت رکھنے والا ہے۔ مگر جب اس نے حضور ہی کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کی پھر اس کی کیسی عزت اور اس سے کیسا تعلق؟ اس نے تو خود حضور سے اپنا تعلق قطع کرلیا پھر مسلمان اس سے اپنا تعلق کیوں کر باقی رکھے گا۔

اے مسلمان! تیرا فرض ہے کہ اپنے آقا و مولیٰ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت پر مر مٹے، ان کی محبت میں اپنا جان و مال، عزت و آبرو قربان کرنے کو اپنا ایمانی فرض سمجھے اور ان کے چاہنے والوں سے محبت ان کے دشمنوں سے عداوت لازمی اور ضروری جانے۔ غور کرو کسی کے باپ کو گالی دی جائے اور بیٹے کو سن کر حرارت نہ آجائے تو وہ صحیح معنی میں اپنے باپ کا بیٹا نہیں۔ اسی طرح اگر نبی کی شان میں گستاخی ہو اور امتی سن کر خاموش ہوجائے اس گستاخ سے نفرت و بیزاری ظاہر نہ کرے تو یہ امتی بھی یقیناً صحیح معنی میں امتی نہیں ہے بلکہ ایک زبانی دعویٰ کرتا ہے جو ہرگز قابل قبول نہیں۔ مسلمان ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اپنی صداقت ایمانی کے ساتھ انصاف کریں کہ ایسے لوگوں سے مسلمانوں کو کیا تعلق رکھنا چاہیے؟ بلا رعایت اور بغیر طرف داری کے کہنا اور یہ بھی یاد رکھنا کہ اگر کسی کی شخصیت و مولویت کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی رعایت کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے۔ نبی کے مقابلہ میں نبی کے گستاخ کی طرف داری و رعایت تمھارے کام نہیں آسکتی؟ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد وآله واصحابه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

عقائد کی اصلاح:

عقائد حقہ جو فی زمانہ عقائد اہل سنت و جماعت ہے، اسی پر اٹل رہنے سے مسلمان مسلمان رہ سکتا ہے۔ عقائد وایمان کے بعد علم و عمل اور خیر کا درجہ ہے۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اصول معاشرہ، معاشرہ کی شیرازہ بندی، مسلمانوں میں میل ملاپ، صلح و آشتی، حسن سلوک، معصیت و محارم سے اجتناب وغیرہ کے بارے میں ان کے اقوال و پیش کیے جاچکے ہیں۔

حضرت حافظ ملت نے جہاں مسلمانوں کو عقائد حقہ پر قائم رہتے ہوئے ان کی اصلاح اور ان کی فلاح و کامرانی

کا فارمولہ ونسخہ عطا کیا ہے وہیں انھوں نے مسلمانوں کو بدمذہبی وبدعقیدگی سے دور رہنے کا بھی درس دیا ہے۔

اس حقیقت سے ہر صحیح العقیدہ مسلمان خوب واقف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی عزت وتکریم ہی ایمان ہے۔

امام احمد رضا نے کیا خوب فرمایا ہے:

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ — ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں — ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

نیز ایک شاعر کہتا ہے:

محمد کی محبت دین کی حق شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اور شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں:

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

پس حضرت حافظ ملت ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) بدعقیدگی بڑا ہی مہلک روحانی مرض ہے اور متعدی بھی ہے۔ اس مرض کا مریض دوسروں کو اپنے ہی جیسا بیمار کر دیتا ہے، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ بدعقیدہ لوگوں سے پرہیز وگریز لازم جانیں، ان کی صحبت ان کی دوستی کو ایمانی ہلاکت تصور کریں، ہمیشہ ان سے دور رہیں اور ان کو اپنے سے دور رکھیں، اسی لیے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا:

فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۸ مجلس برکات)

ان سے دور رہو، ان کو اپنے سے دور رکھو کہ کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

امام الانبیاء سید المرسلین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی حفاظت کا یہ بہترین نسخہ تجویز فرمایا ہے۔ مسلمان اس کو استعمال کریں، اپنے نبی کے فرمان پر عمل اور اپنے ایمان کی حفاظت کریں"۔

(معارف حدیث از حضور حافظ ملت ص ۱۹)

(۲) شان رسالت میں گستاخی وبے ادبی کرنے والا خواہ اپنا باپ، استاذ اور پیر ہی کیوں نہ ہو، بڑے سے بڑا عالم وفاضل ہی کیوں نہ ہو قلب مومن میں قطعاً اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ باپ کا ادب، استاذ کا احترام، پیر کی تعظیم وتوقیر، عالم دین کا عزو وقار صرف رضائے الٰہی وخوشنودیٔ رسول کے لیے کیا جاتا ہے اور جب وہ گستاخ اللہ ورسول کا باغی ہو گیا تو پھر اس گستاخ خدا ورسول سے کیا علاقہ، ایمان والوں کا اس سے کیا تعلق؟ (معارف حدیث ص ۲۶، ۲۷)

مذہب اہل سنت و جماعت ہی سچا اسلام ہے:

مسلمان کہلانے والے اپنی بدعقیدگی کی وجہ سے مختلف فرقوں میں تقسیم ہوگئے، شان الوہیت اور شان رسالت میں گستاخیاں کرنا اپنا ایمان بنالیا اور اس درجہ اختلافات پیدا کیے کہ مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کردیا، صحیح عقائد اور صراطِ مستقیم پر قائم رہنے والے صرف اہل سنت و جماعت ہیں، ان کے علاوہ تمام فرقے گمراہ و بد دین ہیں، یہ بدعقیدہ لوگ اگر اپنی ظاہری صورت کو درست بھی کریں تو کیا فائدہ؟ یہ تو ملمع سازی وفریب کاری ہے جو بدترین جرم ہے۔ صحیح معنیٰ میں مسلمان بننے کے لیے پہلے عقائد کی درستگی ضروری ہے اس کے بعد اعمال صالحہ کا عامل ہونا لازمی ہے۔

مسلمانوں کی فلاح:

مسلمانو! جاگو اور خوابِ غفلت سے بیدار ہوجاؤ تمھاری صلاح وفلاح کا راز اسی میں مضمر ہے کہ تم سچے اور پکے مسلمان ہو جاؤ، تمھاری کامیابی اسی پر موقوف ہے کہ تمھاری زندگی اسلامی زندگی اور موت اسلامی موت ہو۔ تمھاری صورت اسلامی صورت ہو اور تمھاری سیرت اسلامی سیرت ہو، تمھارا ظاہر بھی اسلامی ہو اور تمھارا باطن بھی اسلامی، تمھارے عقائد اسلامی عقائد ہوں۔ (ارشاد القرآن ص ۹۰۸)

عزت ووقار کی کلید:

حضرت حافظ ملت فرماتے ہیں:

’’واقعی مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی وجہ صرف یہی ہے کہ انہوں نے رحمت عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن کرم چھوڑ دیا، احکام الٰہی کی پابندی سے منہ موڑ لیا۔

طریق مصطفےٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

گنبد خضرا کی جانب لو لگاؤ:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ مسلمانوں کو درس دیتے ہیں:

’’مسلمانو! تمھاری ہوا کا رخ وہی گنبد خضرا ہے، تمھارا مقصود وہی تاج دار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تمھاری مشکلات کا حل انھیں کی نظر کرم اور اشارۂ ابرو پر موقوف ہے۔ تمھارے مقاصد کا حصول انھیں کی تعلیم پر عمل ہے جس کو مسلمان اپنی بدنصیبی سے فراموش کر چکے ہیں‘‘ (ارشاد القرآن از حافظ ملت ص ۶)

حضرت حافظ ملت نے مسلمانوں کو اسراف بیجا اور تضییع اوقات سے بھی روکا ہے۔ اسراف بیجا سے مسلمانوں کی معاشی حالت کمزور ہوتی ہے نیز تضییع اوقات سے اس کا کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہونچ پاتا۔

آپ نے اسراف بیجا کو نمائش اور تضییع اوقات کو محرومی قرار دیا ہے۔

ردبدعات ومنکرات:

حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو خرافات وخرابات سے دور رہنے کی تلقین فرمائی۔ بدعات ومنکرات کا رد فرمایا۔ بے حیائی، بے پردگی، میلوں ٹھیلوں، کھیلوں تماشوں، ناچ رنگ، سینما تھیٹر وغیرہ سے روکا اور ان کی مذمت فرمائی، ان کی برائیوں سے آگاہ فرمایا۔ غیر اسلامی رسوم اور تقریبات کا رد فرمایا۔

آپ نے اپنے شجرہ شریف میں ضروری ہدایات کے تحت جہاں مذہب اہل سنت وجماعت پر قائم رہ کر بدمذہبوں کو دشمن جاننے اور فرائض کی ادائیگی واعمال صالحہ کی تلقین فرمائی ہے وہیں کذب، فحش، چغلی، غیبت، زنا، لواطت، ظلم، خیانت، ریا، تکبر، داڑھی منڈانے یا کتروانے والے، فاسقوں کی وضع اختیار کرنے وغیرہ کو حرام قرار دیتے ہوئے ان سے بچنے کی سخت تلقین فرمائی ہے۔

آپ صرف مبارک پور یا قرب وجوار ہی میں نہیں وعظ وتقریر کے لیے ملک کے جس مقام اور حصہ پر بھی تشریف لے جاتے وہاں مسلمانوں کو ان تمام برائیوں اور بدعات ومنکرات سے باز رہنے کی تلقین فرماتے۔

تلقین توبہ:

کسی کو اس کی شرعی غلطی پر اصلاح کی نیت سے تنبیہ کرنا امر بالمعروف کا ایک حصہ ہے۔ ایسے مواقع پر عوام تو اصلاح قبول کرلیا کرتے ہیں۔ مگر خواص کو اصلاح کی نیت سے کچھ کہنا بڑا دشوار امر ہے جب کہ خواص کو اس کا زیادہ حق پہنچتا ہے کہ اصلاح کو بلاچون وچرا تسلیم کرلیں تاکہ عوام ان کی پیروی کرکے راہ راست پر آسکیں۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی موجودگی میں ایک مقرر سے باب عقائد کے کسی مسئلہ کے بیان میں غلطی ہوگئی تھی۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے وقت پر جب کرسی پر تشریف فرما ہوئے تو خطبہ مسنونہ کے بعد تلاوت کردہ آیت کریمہ کی تشریح کے بعد فرمایا:

" توبة السر بالسر وتوبة العلانية بالعلانية" آدمی سے اگر غلطی کا صدور خفیہ اور پوشیدگی میں ہو تو اس کی توبہ بھی خفیہ اور پوشیدگی میں ہوگی اور اگر انسان سے غلطی کا صدور علانیہ ہو تو اس کی توبہ بھی علانیہ ضروری ہے تاکہ علانیہ غلطی سے جو لوگ غلطی کا شکار ہوگئے ہوں ان کی اصلاح ہوجائے، اس کے بعد مقرر صاحب کے بیان کردہ مسئلہ کی غلطی کو واضح کرکے مسئلہ کی صحیح صورت سے آگاہ فرمایا اور کچھ کتابوں کے حوالے سے مسئلہ کو مبرہن فرماکر مقرر صاحب کو مائک پر آکر اپنے بیان کردہ مسئلہ سے رجوع کرنے کا حکم دیا"۔ (معارف حافظ ملت از مولانا محمد اسلم مصباحی)

گداگری کی مذمت:

محمد اسلام اللہ خاں ساکن پہاڑ پور ضلع گورکھپور نے ۳؍ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ کو حضرت حافظ ملت سے سوال کیا تھا کہ:

"بعض مسلمانوں کو سوال کرنے کی لت پڑگئی ہے اور عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ تو ہمارے باپ دادا سے ہوتا آیا ہے۔

حالاں کہ یہ لوگ تندرست ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کو دینا جائز ہے کیا شرع شریف میں کوئی ممانعت نہیں ہے؟

جواب میں حضرت نے ارشاد فرمایا:

''پیشہ ور اور نام کے فقیر جو کما سکتے ہیں گھر سے آسودہ حال ہیں ان کو دینا بھی منع ہے کہ اعانت فی المعصیۃ ہے۔ فقیر کہ جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب تک پہونچے یا بقدر نصاب ہو مگر اس کی حاجت اصلیہ میں مستغرق ہو اسے بھی بغیر ضرورت مجبوری سوال کرنا ناجائز ہے اگر چہ اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ مسکین جس کے پاس کچھ نہیں ہے یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے بھی نہیں ہے اسے اپنے کھانے اور بدن چھپانے کے لیے سوال کرنا حلال ہے۔

(ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۲۰۰۱ء، فتاوائے حافظ ملت ص ۹،۸)

ستر پوشی کی تلقین:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ پیکر حیا تھے۔ حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔ حضرت بے حیائی سے سختی سے روکتے تھے، ستر پوشی مردوں کے لیے بھی ضروری ہے۔ آپ ستر پوشی کی تلقین فرماتے تھے۔

ایک بار کا واقعہ ہے:

جمعہ کا دن تھا اور جامع راجہ مبارک شاہ میں نماز جمعہ کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ استنجا کی جگہ کم تھی اور حاجت مند زیادہ، نتیجہ یہ تھا کہ دو آدمی استنجے کے لیے بیٹھے تھے اور متعدد اشخاص لوٹا لیے کھڑے انتظار میں تھے۔

طہارت کے لیے بیٹھنے والوں کی رانیں کھلی ہوئی تھیں۔

حافظ ملت جن کے لیے جامع راجہ مبارک شاہ کا پرشکوہ منبر منتظر تھا۔ صدر دروازہ سے داخل ہوئے اور اتفاقاً حضرت کی نگاہیں گھٹنا کھولے استنجا کرتے شخص پر پڑ گئی تھی مسجد میں پہونچ کر منبر سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور آدھ گھنٹہ تک غیظ میں ڈوبی ہوئی تقریر فرمائی ستر پوشی سے متعلق رسول اللہ کی تعلیمات، بے حیائی پر وعیدیں اور طہارت کے احکام و آداب آپ کی تقریر کا عنوان تھا۔

حافظ ملت کا مصلحانہ کردار:

جب ہم حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے مصلحانہ کردار کو سیاسی، معاشی، تعلیمی، بلکہ یوں کہا جائے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی پستی اور شکست وریخت وغیرہ کے نظریے سے دیکھتے ہیں تو یقیناً آپ کے مصلحانہ کردار کی عظمت عیاں ہو جاتی ہے اور یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت علیہ الرحمہ کشتی ملت کے ایسے ناخدا کی حیثیت سے اٹھ کھڑے ہوئے جنھوں نے کشتی کو تمام تر طوفانوں سے نکال کر وقار وطمانیت اور کامیابی وکامرانی کے ساحل پر لا کھڑا کر دیا۔

مفکر اسلام حضرت مولانا قمر الزماں خان صاحب اعظمی حضور حافظ ملت کی قیادت ومصلحانہ کردار کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''قوم کو تعمیری راہ پر لگانے کے لیے زبان وقلم کی توانائیاں صرف کیں، ان کے اندر عشق رسول کی شمع روشن

کرنے کے لیے جسمانی مشقتیں جھیلیں، باطل کے مقابلے میں صبر واستقلال، ثبات ووقار عطا فرمانے کے لیے اپنے وجود مقدس کو ہر طرح سے ہر محاذ پر سب سے آگے رکھا۔ قوم کے اندر باطل قوتوں کے خلاف مدافعانہ جذبات بیدار کرنے کے لیے مصائب وآلام کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے، غریب قوم کو ایثار وقربانی پر مائل کرنے کے لیے فاقہ کشی کی زحمتیں برداشت کیں، اساتذہ کے اندر دنیاوی مطالبات سے بلند ہوکر دین کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے خودزندگی کے جملہ معاشی مطالبات سے دستبردار رہے۔ طلبہ کے اندر زہد واتقا پیدا کرنے کے لیے آپ اپنی فطرت سلیمہ کے مطابق ہمیشہ پابند شریعت رہے۔ لوگ آداب وشریعت کتابوں میں پڑھ کر جانتے ہیں مگر حضور حافظ ملت کی حیات مقدس شریعت مطہرہ کی ایک روشن کتاب تھی جسے دیکھ کر لوگ قانون زندگی اور دستور حیات سیکھتے تھے۔ ایسے ماحول میں جہاں رخصتیں تلاش کی جاتی ہیں آپ ہمیشہ پابند عزیمت رہے۔

وہ اگر ایک طرف اسلام کا نظام عبادت پیش کرتے ہیں تو دوسری طرف اسلام کا اخلاقی اور روحانی نظام۔ اگر ایک طرف سیاست اسلامیہ عصر جدید کی زندہ حقیقت بن کر نمودار ہوتی ہے تو دوسری طرف وہ اسلام کے ماضی کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ وہ صرف مرثیہ نہ بن جائے بلکہ مستقبل کی راہوں میں امیدوں کے چراغ روشن کرے۔

(حافظ ملت نمبر ۳۲۴،۳۲۵)

تعلیمی زاویے سے مصلحانہ کردار:

حضور حافظ ملت نے اپنا جو نظریہ تعلیم پیش فرمایا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے:

مولانا ایاز احمد صاحب مصباحی رقم طراز ہیں:

''ایک انٹرویو کے موقع پر جامعہ کے مقصد اور غرض وغایت کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ: الجامعۃ الاشرفیہ سے میرا مقصد درس نظامیہ کے طلبہ کو ہندی، انگریزی، عربی زبان کا صاحب قلم اور صاحب لسان بنانا ہے تاکہ وہ ہند اور بیرون ہند مذہب حق اہل سنت کی اشاعت کرسکیں''۔ (حافظ ملت، افکار اور کارنامے ص ۵۹)

حافظ ملت کے نظریۂ تعلیم کے تعلق سے حضرت مولانا عبداللہ خاں صاحب رقم طراز ہیں:

''وہ اپنے نظریۂ تعلیم کے مطابق قوم کے نونہالوں کو کتنی بلندی پر پہنچانا چاہتے تھے، خلاصہ یہ ہے کہ ان کا نظریۂ تعلیم افادی تھا۔ اس کے عناصر ترکیبی صرف اتنے سے تھے کہ علم کو اسلام کا خادم بنادیا جائے اور ایسا شعور بیدار کیا جائے جس سے انسان محض علمی بن کر نہ رہ جائے بلکہ وہ عمل کا پیکر مجسم ہوجائے اور فروعی علوم وفنون میں غلو کی حد تک ایسا انہماک نہ ہو کہ علوم اصلیہ یعنی قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر سے صرف نظر ہوجائے۔

ان کی وضع قطع، ان کا طور زندگی، ان کے اخلاق وعادات سب کچھ اسلامی سانچہ میں ڈھلے ہوئے ہوں، ساتھ ہی ساتھ جدید نظریات وافکار سے مکمل واقفیت رکھتے ہوں تاکہ وہ اسلام کے دفاع میں قدیم آلات حرب کے ساتھ جدید آلات حرب سے بھی مسلح ہوں۔ اگر ایک طرف ان کی قدامت پسندی ان کو سماج ومعاشرہ میں عزت کا مقام عطا کرتی ہو

تو دوسری جانب وہ عصر حاضر کے جدید ذہنوں کو متاثر کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہوں یہی نظریہ دے کر حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ نے قدیم وجدید دونوں ذہنوں کو اس طرح اپنی طرف مائل کیا کہ یہ دونوں گروہ آپ کے گرویدہ وشیفتہ نظر آتے ہیں۔ (حافظ ملت، افکار اور کارنامے ص ۴۱، ۹۵)

سیاسی نہج سے مصلحانہ کردار:

سیاسی رخ پر حضرت حافظ ملت کے مصلحانہ کردار کی بابت مولانا احمد القادری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"قوم مسلم کو جب بھی جس قسم کی ضرورت پیش آئی حافظ ملت نے ان کی دست گیری فرمائی۔ اسی طرح سیاست میں بھی اپنی قوم کو راہ راست پر لگانے سے دلچسپی لی اور مستقل سیاست میں حصہ لیا بلکہ حافظ ملت نے ہندوستانی سیاست پر ایک مستقل رسالہ "الارشاد" کے نام سے تصنیف فرمایا:

حصول آزادی کی کوشش اور مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس تنظیم نے سیاست اور حصول آزادی میں بھر پور حصہ لیا۔ (افکار اور کارنامے ص ۸۲)

اس وقت ہندوستان میں دو بڑی سیاسی جماعتیں ابھر کر سامنے آئیں۔

(۱) انڈین نیشنل کانگریس اور (۲) مسلم لیگ

کانگریس کا دعویٰ تھا کہ وہ بعد آزادی یعنی ملک کو غلامی فرنگ سے آزاد کرانے کے بعد ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سبھی ہندوستانی قوم کی ملی جلی حکومت یعنی سیکولر حکومت قائم کرے گی۔

اِدھر کچھ مسلم لیڈران جو کل تک کانگریس بھگت تھے، کانگریس کے سیاسی لیڈروں سے ان کی ان بن ہوگئی، لہذا انہوں نے بنام "مسلم لیگ" ایک علیحدہ سیاسی پارٹی قائم کرلی۔

مسلم لیگ کی جانب بھاگ دوڑ میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے نمائندے بھی شامل ہوئے۔ انھوں نے اپنی تحریر وتقریر، جان ومال ہر طرح سے لیگ کی حمایت کی۔

لیکن! حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے لیگ کی قیادت کرنے والے مذہب بیزار لیڈروں کے نظریات کا خوب جائزہ لیا تھا، لہذا وہ ان سے علیحدہ ہوگئے۔

لیگی لیڈران کے رویوں سے حافظ ملت نے خوب سمجھ لیا تھا کہ یہ مسلمانوں کے قطعاً ہمدرد نہیں ہیں اور نہ ہی انھیں پاکستان بنا کر حکومت الٰہیہ قائم کرنا ہے۔

اس موقع پر حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے جو سیاسی نظریات پیش فرمائے ہیں اور جس سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا ہے یہاں اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

بہر حال حافظ ملت کی سیاسی بصیرت اور سیاسی نہج سے ان کے مصلحانہ کردار کی وجہ سے سنی مسلمانوں کا ایک

بڑا حلقہ جو تصلب دین کے بجائے جھوٹی سیاست کے لیے استعمال ہو رہا تھا پھر مذہب کی طرف مڑ گیا۔

(۲) اسی طرح سے جب پاکستان بننے کے بعد مسلمانان ہند دیوانہ وار ہجرت کے نام پر ہندوستان سے پاکستان کی طرف کوچ کرنے لگے اور اسی ہجرت کی رو میں مبارک پور کے مسلمان بھی بہنے کے لیے تیار ہو گئے تو حافظ ملت کو کمل کر انھیں روکنے کے لیے میدان عمل میں اترنا پڑا۔ آپ نے قوم کی کھلی بربادی اپنی آنکھوں سے دیکھی اور خون کے آنسو رو پڑے، اس لیے کہ ان کے سامنے آبادیاں ویران ہو رہی تھیں، اثاثے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کی طرح پھونکے جا رہے تھے، مسلمان زندگی سے مایوس ہو رہے تھے خود اس پریشانی کے ماحول کو یوں تحریر فرمایا:

''مسلمانوں پر جو مصیبتیں آئیں تکلیفیں پہونچیں اور شدائد و آلام کے پہاڑ ٹوٹے سب جانتے ہیں، جانی مالی اعزازی نقصانات سب پر روشن ہیں۔ ہر شخص بجائے خود خطرہ محسوس کرتا ہے، تردد و تفکر، اضطراب و بے چینی کے عالم میں حیران و پریشان ہے، گرفتار بلا ہے اور اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے مگر نجات نہیں ملتی۔ (الارشاد القرآن ص ۱)

حافظ ملت نے اس موقع پر نہایت ہی حکمت عملی سے کام لیا اور منتشر و متوحش اذہان کو ترک وطن سے منع فرمایا۔

آپ نے محلہ پورہ صوفی میں شیخ محمد امین صاحب کے دروازہ پر مسلمانان مبارک پور کے سامنے ترک وطن کے خلاف زبردست تقریر فرمائی، اور فرمایا کہ وطن کا سچا شیدائی وہ ہے جو اس کے ہر غلط اقدام کو اپنی غلطی سمجھ کر اصلاح کی کوشش کرے تا کہ غیر ممالک کی نگاہوں میں ملک و وطن کا وقار مجروح نہ ہو۔

اس حکمت عملی اور بروقت اقدام سے صرف مبارک پور اور ضلع اعظم گڑھ ہی نہیں بلکہ یوپی اور بہار کے بہت سے خطے جہاں حافظ ملت کے ہمنوا علماے کرام کی تقریریں ہوئیں اور حافظ ملت کا رسالہ ''ارشاد القرآن'' تقسیم کیا گیا، لوگ بے وطن اور خانماں برباد ہونے سے بچ گئے اور ہندوستان میں زندگی گزارنے کے لیے اس مثبت نظریہ پر کار بند ہو گئے۔

عظیم منصوبہ: الجامعۃ الاشرفیہ اور اس کی تعمیر:

الجامعۃ الاشرفیہ کا قیام حافظ ملت کا سب سے عظیم کارنامہ ہے۔ آج جامعہ اشرفیہ ہی کے فارغین ہند کی سرزمین سے لے کر ایشیا کے مختلف ممالک نیز یورپ و امریکہ اور افریقہ وغیرہ میں غلبۂ اسلام کا کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ اگر جامعہ اشرفیہ نہ ہوتا تو مسلمانان ہند جہالت و پسماندگی اور احساس کمتری کے جانے کس تاریک صحرا میں بھٹک رہے ہوتے۔

اپنی ایک نجی مجلس میں مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے وہابیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بہت اہم اور مفید دلائل و براہین سے مضبوط کتابیں تصنیف کیں اور

وہابیوں نے کثرت سے مولوی پیدا کیے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے میگزین تیار کی، سپاہی نہیں پیدا کیے اور وہابیوں نے زیادہ سے زیادہ سپاہی پیدا کیے۔ (حافظ ملت۔ افکار اور کارنامے ص۳)

لیکن آج دنیا دیکھ رہی ہے، سارا عالم اسلام دیکھ رہا ہے کہ امام احمد رضا نے جو میگزین تیار کی تھی، اس کے استعمال اور اس کے توسط سے غلبۂ اسلام کا کارنامہ انجام دینے کے لیے حافظ ملت نے جامعہ اشرفیہ سے ایسی تربیت یافتہ فوج تیار کردی جو صرف وہابیت ہی نہیں بلکہ ہر باطل کو شکست وریخت سے دوچار کردے۔

حافظ ملت کے اس کارنامہ عظیم سے متاثر ہو کر ڈاکٹر شکیل اعظمی نے بہت ہی سچی بات کہہ دی ہے کہ:

''اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے تجدیدی کارناموں کے بعد نہ جانے کتنے مخلص بزرگوں نے ایسے تعمیری منصوبے بنائے مگر خواب وخیال کی منزل سے آگے نہ بڑھ سکے اور قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند۔ مشیت الٰہی کہ حافظ ملت ہی کے مقدس ہاتھوں سے یہ مہتم بالشان کام انجام دلانا تھا اور دلایا''۔ (حافظ ملت نمبر ص۲۰۷)

الجامعۃ الاشرفیہ کے توسط سے حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے مصلحانہ کردار کی بابت پروفیسر شمیم قریشی رقم طراز ہیں:

''حضرت حافظ ملت ایک زبردست معلم تھے۔ بڑا منصوبہ بنانے والا ذہن رکھتے تھے۔ عزم کار سے بہرہ مند تھے۔ اور قوت وصلاحیت کے آخری حربے کو بھی داؤ پر لگانے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ انھوں نے لاکھوں انسانوں کے تصور کو پیکر حقیقت بخش دیا۔ اور اتنے بڑے کام کا سلسلہ ڈال دیا کہ نسلیں اس سے لپٹی رہیں گی۔ اور خیر جاریہ کا اجر جنت الفردوس کی نورانی دنیا میں انھیں برابر ملتا رہے گا''۔

عمرہا در کعبہ وبت خانہ می نالد حیات | تا زبزم عشق یک دانائے راز آید بروں

راقم الحروف نے حافظ ملت کی عظمت کے اسی گوشہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے عرض کیا تھا:

افتخار ملل کے شیشہ و سنگ
فکر جرأت اثر میں ڈھلتے ہیں
تونے دنیا پہ کردیا ثابت
آندھیوں میں بھی دیپ جلتے ہیں
(حافظ ملت نمبر ص۸۸)

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی تحریر کرتے ہیں:

''تقسیم ہند کے بعد ملک میں اہل سنت وجماعت کے اندر تاریخ وادب کا مذاق اور علمی ودینی تعلیم وتحقیق کی ایک نئی روایت اشرفیہ نے قائم کی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے مسلک حق۔ مسلک اہل سنت کی نشر واشاعت میں تیزی اور گرمی اشرفیہ نے پیدا کی۔ اعلیٰ حضرت کے کتب ورسائل کی اشاعت نیز ان میں ترتیب جدید کے ساتھ منظر عام پر لانے کا کام اشرفیہ نے انجام دیا۔

۱۴اروىں صدی ہجری کے مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے تجدیدی، تبلیغی اور علمی کارناموں کو اجاگر کرنے اور اعلیٰ حضرت اور ان کے علمی کارناموں پر تصنیفی، تحقیقی اور اشاعتی کام کرنے کی پہل اشرفیہ نے کی۔
دینی تعلیم کو فروغ اشرفیہ نے دیا۔ طلبۂ اسلام و علمائے دین کو جدید تعلیم یافتہ پروفیسروں اور اسٹوڈنٹس کے سامنے ایک نئی جرأت و احساس اور وقار و طمانیت کے ساتھ اشرفیہ نے لا کھڑا کر دیا۔
مغربیت کے سامنے مشرقیت کو سرخرو اشرفیہ نے کیا۔ قدیم و جدید کو اسلامی دائرہ کار میں شیر و شکر اشرفیہ نے کیا۔ مسلمانوں کے جمود میں رخنے اشرفیہ نے پیدا کیے اور انہیں جہد و عمل کی راہ اشرفیہ نے دکھائی''۔

(حافظ ملت۔ افکار اور کارنامے ص ۱۳۱، ۱۷)

لاریب! جامعہ اشرفیہ کے توسط سے حافظ ملت نے قومی و ملی قیادت اور مصلحانہ کردار کا جو عظیم ثبوت پیش فرمایا ہے وہ آپ اپنی مثال ہے۔

☆☆☆



چودھواں باب

معمولاتِ عزیزی

جلوت ہے تو ہے زیب دہ مسند ارشاد
خلوت ہے تو انوار حقیقت میں نہاں ہے
پنہاں ہے خموشی میں تکلم کی حلاوت
گفتار میں پوشیدہ معانی کا جہاں ہے

(بدر)

معمولات عزیزی

ارشاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"احب الاعمال الی اللہ ادومھا" اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی ہو حافظ ملت فرائض وسنن کے بچپن سے پابند تھے جب سے بالغ ہوئے نماز تہجد شروع کر دی جس پر آخری عمر تک عمل رہا۔ صلوٰۃ الاوّابین ودلائل الخیرات شریف وغیرہ روزانہ بلا ناغہ پڑھتے آخری ایام میں پڑھنے سے معذور ہو گئے تو دوسروں سے پڑھوا کر سنتے تھے صبح کو ہر روز سورۂ یٰسین وسورۂ یوسف کی تلاوت کا التزام رکھتے اور جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کا بھی معمول تھا۔

اعمال سے دور ونفور قوم کو دعوت عمل دینا حافظ ملت کا خصوصی وصف ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

اے غافل انسان تجھے اپنا کردار درست کرنا چاہیے نیک عمل ہی تیرے ساتھ جائے گا تیرا ساتھ دے گا تیرے کام آئے گا تو اپنے عزیزوں قریبی رشتہ داروں دوستوں کی خوشنودی رضا جوئی میں منہمک ہے۔ مال ودولت کی تحصیل میں سرگرداں ہے۔ ان کو اپنا مونس وغمخوار اور خیر خواہ سمجھا ہے۔ یہ تیری نادانی وغفلت ہے۔ تیرا خیر خواہ وغمخوار تیرا نیک عمل ہے یہ وہاں کام آئے گا جہاں کوئی تیرے کام نہ آئے گا۔ (معارف حدیث ص ۱۴۳)

حافظ ملت کو نماز سے قلبی عشق تھا۔ اللہ کے مقرب بندے قیام صلوٰۃ کے ذریعہ اپنے دین کی عمارت مضبوط کرتے ہیں۔ اور ایک منزل پر پہونچ کر ان کی نمازیں خود ان کی حیات جاودانی کی ضمانت بن جاتی ہیں۔ اس مرحلۂ روحانی کا اگر کوئی چلتا پھرتا نمونہ مجھ بے بصیرت نے دیکھا تو وہ حافظ ملت کی ذات میں دیکھا۔ قیام مبارک پور کے دوران پرانے مدرسہ میں رہتے ہوئے حافظ ملت اپنے گھر میں کوئی نماز (نماز پنجگانہ میں سے) پڑھیں۔ یہ ہم نے نہیں دیکھا۔ صحت مند ہوں یا بیمار۔ پیروں میں چلنے کی طاقت جب تک رہی ان کی نماز مسجد ہی میں جا کر باجماعت ادا ہوتی سفر کے حال میں بھی دوران قیام جماعت کی پابندی کرنا آپ کا وتیرہ تھا۔ حافظ ملت نے اپنی حیات مبارکہ میں افضل العبادات کی اس طور پر محافظت فرمائی کہ نماز حافظ ملت کے لیے خود محافظ بن گئی۔ سفر ہو یا حضر ٹرین میں ہوں یا بس میں وقت، حالات، ماحول چاہے جیسا ہو نماز کا وقت ہو جانے کے بعد وہ اس اہم الفرائض کو ادا کرنے میں تاخیر نہ کرتے۔ متعدد ایسے مواقع آئے کہ وقت پر نماز کو پکڑنے کے لیے انہوں نے ٹرینوں بسوں اور دوسری سواریوں کے چھوٹ جانے کی قطعاً پرواہ نہیں کی۔ یہ اور بات ہے کہ انہوں نے جس کی رضا جوئی کے لیے نماز کو اہمیت دی اس نے ان کے لیے سواریوں کو مسخر کر دیا۔ جن سواریوں کو چھوڑ کر انہوں نے نماز کو لیا خود وہ سواریاں انہیں لیے بغیر آگے نہ گئیں۔

سچ ہے "من کان للہ کان اللہ لـــــہ"

شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا:

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ   کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ

خطیب اعظم سرمایہ اہل سنت علامہ قمر الزماں اعظمی جنرل سکریٹری دی ورلڈ اسلامک مشن رقم طراز ہیں:

نماز سے اس قدر محبت فرماتے تھے کہ سفر وحضر میں ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لیے سراپا اشتیاق وانتظار رہتے تھے۔ میں نے بار بار ان کے ساتھ سفر کی سعادت حاصل کی ہے۔ نماز کو چھوڑنا تو درکنار۔ کبھی سنن ونوافل کو بھی چھوٹتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ٹرین میں سفر فرما رہے ہیں یا بس میں یا کسی اور سواری سے، نماز کا وقت آتے ہی من جانب اللہ کچھ ایسی صورت پیدا ہوتی تھی کہ آپ نماز بخوبی ادا فرما لیتے تھے۔ اہل عقیدت اللہ کی بخشی ہوئی اس توفیق کو حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا نام دیں گے۔ مگر میں عرض کروں گا کہ یہ تو اللہ کا وعدہ ہے۔ "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنی راہ دکھائیں گے۔ (عنکبوت ۶۹/۲۹)

آنکھوں کے آپریشن کے بعد جب کہ ڈاکٹر حرکت کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتے حضور حافظ ملت جملہ نمازیں قیام ورکوع وسجود کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔ بلرامپور کے دوران قیام آپ پر کئی روز استغراق کی کیفیت طاری رہی مگر اوقات نماز میں آپ عالم صحو میں آجاتے اور نماز ادا فرماتے پھر وہی کیفیت ہوجاتی۔

(ماہنامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبر ص ۳۴۹)

جناب حکیم محمد یوسف عزیزی بستوی بیان کرتے ہیں:

"بستی ضلع کے بیشتر مقامات ایسے تھے جہاں کے جلسوں کے منتظمین و اراکین حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی شرکت ضروری سمجھتے تھے اور جلسوں کی تاریخیں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے ہی مانگتے تھے۔ اگر چہ مقامی حالات کے پیش نظر کچھ اپنی طرف سے تذکرہ لکھ دیا کرتے تھے مثلاً مہنداول کے سہ روزہ اجلاس کے لیے بدھ، جمعرات اور جمعہ کا دن بہتر ہوتا تھا" جلسوں کے لیے چاندنی رات بھی مفید ہوتی تھی لیکن فیصلہ ہر حال میں حضرت پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ حضرت بھی بستی ضلع کا خاص خیال فرماتے تھے۔ غرضیکہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے بغیر جلسے نہیں ہوتے تھے یہی وجہ تھی، امرڈوبھا، مہنداول بسڈیلہ وغیرہ کے جلسوں میں حضرت برابر شریک ہوتے تھے۔

"ایک بار حضرت امرڈوبھا کے جلسے میں تشریف لے گئے تھے۔ مہنداول کے چند مریدین ومعتقدین نے مجھ سے کہا کہ حضرت کو مہنداول لے جانے کی کوشش کیجیے۔ یہ بات میرے جذبہ دل کی ترجمانی تھی چنانچہ میں نے حضرت سے جا کر فوراً عرض کیا کہ حضور صبح تھوڑا وقت مہنداول کو عنایت فرمادیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا حکیم صاحب! کل میرا بذریعہ بس لمبا سفر ہے اور بس کے سفر سے اب پریشان ہوتا ہوں۔ اس کے علاوہ بس کے ٹکٹوں پر نمبر کچھ ایسا لکھتے ہیں جس کو وہی پڑھ سکتے ہیں اس لیے میں صبح ہی جانا چاہتا ہوں۔ تاکہ وقت پر پہونچ سکوں۔ میں نے عرض کیا حضور! میں ساتھ چلا چلوں گا۔ آپ صبح ایک گھنٹہ کا وقت مہنداول دیدیں۔ حضرت راضی ہوگئے۔ اور میں صبح کو بذریعہ رکشہ حضرت کو مہنداول لے گیا۔ تقریباً ۱۱ بجے دن میں مہنداول سے گورکھپور کے لیے حضرت کے ساتھ چلا۔ تقریباً ڈیڑھ بجے گورکھپور

پہونچا۔ حضرت کو نچلول ضلع گورکھپور کے جلسہ میں جانا تھا۔ اس لیے میں تیزی سے ٹکٹ کھڑکی کی طرف بڑھا۔ دیکھا نچلول کے لیے ٹکٹ مل رہا ہے۔ اور بھیڑ بھی نہیں تھی۔ آسانی سے ٹکٹ مل گیا۔ اور گاڑی کی تلاش میں گیا گاڑی بھی قریب میں کھڑی تھی۔ سیٹ پر رومال رکھ کر نیچے آیا تو دیکھا حضرت وضو کر چکے ہیں اور مصلی بچھاتے ہوئے فرماتے ہیں حکیم صاحب ٹھیک ہے؟

میں نے قیاس کیا کہ حضرت سمت کے بارے میں دریافت فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا جی حضور! ٹھیک ہے۔ لیکن متصلا دوسرا جملہ بھی عرض کیا۔ حضور گاڑی چھوٹ جائے گی۔ حضرت نے نہایت سنجیدگی اور اطمینان سے فرمایا۔ ''نہیں چھوٹے گی''

اور نماز ظہر کے لیے حضرت نے نیت باندھ لی۔ میں بھاگا گاڑی کے پاس آیا تو دیکھا کنڈکٹر پسنجروں کا شمار کرنے کے بعد اونچی آواز میں کہتا ہے۔ ''ارے بھائی دو آدمی کہاں ہیں''؟ چونکہ میں گاڑی سے نیچے ہی تھا اس لیے دو آدمیوں کی کمی پڑ رہی تھی۔ میں نے کنڈکٹر کی آواز سننے کے بعد بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ اور خاموش رہا۔ کیوں کہ کنڈکٹروں کے مزاج سے میں واقف تھا۔ نماز کی عظمت اور حضرت کی ذات گرامی سے متعلق کوئی ایسا جملہ سننے کے لیے میں تیار نہیں تھا، جس سے مجھ کو تکلیف پہونچے۔ اس لیے میں نے چپ رہنا ہی بہتر سمجھا۔ بلکہ دو چار قدم اور ہٹ گیا۔ جیسے میں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ کنڈکٹر گاڑی سے نیچے آیا۔ اور بکنگ آفس میں گیا۔ بکنگ کلرک نے ٹکٹ کی گڈیوں سے ٹکٹ نمبروں کو ملایا۔ اور حساب درست پایا۔ پھر قبل اس کے کہ کنڈکٹر گاڑی میں آئے۔ حضرت نماز پڑھ چکے۔ ہم لوگ بس میں بیٹھ گئے۔ کنڈکٹر آیا۔ مسافروں کو شمار کیا اور گاڑی چالو ہوگئی۔ سواریاں کم تھیں۔ اس لیے آرام سے بیٹھنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ حضرت بائیں جانب دو سیٹ پر اور میں دائیں اسی کے مقابل جانب تین سیٹ والی جگہ پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد حضرت نے چابی دیتے ہوئے فرمایا۔ اٹیچی میں حلوہ رکھا ہے نکال کر کھالیں۔ گاڑی چلتی رہی سفر لمبا تھا۔ نماز عصر کی ادائیگی کا مسئلہ تھا۔ چلتی گاڑی میں فرض نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔ لیکن جب وقت جا رہا ہو تو حکم یہی ہے کہ جیسے ممکن ہو ادا کر لی جائے۔ پھر بعد میں اعادہ کیا جائے۔ اس لیے حضرت نے نماز عصر گاڑی کی سیٹ پر کھڑے ہو کر ادا فرمائی۔ نماز کے لیے کھڑا ہوتا دیکھ کر میں پیچھے کھڑا ہوگیا کہ اگر گاڑی نے اچھال لیا تو سہارا دے دوں گا۔ لیکن بفضلہ تعالیٰ ایسی نوبت نہیں آئی۔ مغرب کے تھوڑے دیر بعد نچلول کے بس اسٹینڈ پر پہونچے۔ خیال تھا کہ لوگ استقبال کے لیے موجود ہوں گے۔ لیکن وہاں کوئی نہیں ملا۔ ہم لوگ سیدھے مسجد میں گئے حضرت نے پہلے نماز عصر کا اعادہ کیا۔ پھر نماز مغرب پڑھ کر نکلے۔ دیکھتے ہی نعرہ تکبیر اور نعرۂ رسالت بلند ہونے لگا'' (انوار حافظ ملت ص ۶۶/۶۷)

حضرت مولانا غلام محمد بھیروی عزیزی لکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ ٹرین سے سفر فرما رہے تھے عصر کا وقت کم رہ گیا تھا ٹرین ایک اسٹیشن پر رکی حضرت نے اتر کر وضو فرمایا۔ اتنی دیر میں سگنل ہوگیا۔ گارڈ نے ویسل بھی بجادی۔ ٹرین نے رینگنا شروع کر دیا۔ ہمسفر نے کہا حضور ٹرین چل پڑی ہے آپ فورا سوار ہو جائیں۔ لیکن حضرت نے ٹرین پر سوار ہونے کے بجائے پلیٹ فارم پر نماز کے لیے مصلی

بچھادیا۔ سامان ٹرین پر تھا اس لیے ہمسفر فوراً ٹرین پر سوار ہو گیا۔ ٹرین نے اسپیڈ لے لی۔ اور حضرت بڑے اطمینان اور دل جمعی کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے۔ ہمسفر کا بیان ہے کہ نماز کے لیے حضرت نے ٹرین کو چھوڑ دیا۔ یہ اور بات ہے کہ ٹرین نے حضرت کو نہیں چھوڑا۔ ٹرین آؤٹر سگنل سے واپس آئی۔ آپ سوار ہوئے۔ پھر روانہ ہوئی۔ (انوار حافظ ملت ص ۹۸)

مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری فرماتے ہیں:

''میلاد شریف کے چھوٹے جلسوں کا ذکر ہی کیا بڑے جلسوں اور کانفرنسوں میں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نہ بعد مغرب سوتے اور بعد عشا جلسہ سے پہلے بھی اکثر آرام نہیں فرماتے اختتام جلسہ پر قیام گاہ تشریف لاتے۔ مگر معتقدین حصول برکت کے لیے قیام گاہ پر بھی پہنچ جاتے۔ معتقدین کی واپسی کے بعد ذرا سو لیتے پھر تہجد وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ جاتے اور فجر کے وقت مسجد میں موجود رہتے۔

مبارکپور میں الجامعۃ الاشرفیہ کے چندہ کا سلسلہ کئی ماہ تک جاری رہا۔ نماز عشا کے بعد چندہ کے لیے جانا رات کو لگ بھگ دو بجے واپس آنا اس کے بعد معمولات کی ادائیگی پھر بھی آرام کے بعد برابر فجر کے وقت مسجد میں موجود رہتے جب کہ دن میں بھی دوپہر کو کھانے کے بعد صرف قیلولہ فرماتے نہ کہ لیلولہ۔ دوپہر میں کسی کو سوتا دیکھتے تو فرماتے'' یہ قیلولہ کہاں رہا یہ تو لیلولہ ہو گیا۔

جمشید پور میں ایک بار ۱۴ر شعبان کو دن میں دس بجے مدرسہ فیض العلوم پہنچ گئے ملاقاتیوں کی آمد و رفت اور چائے وغیرہ نے کافی ٹائم لے لیا ناشتہ ہی دوپہر کا مختصر کھانا ہو گیا۔ کئی دنوں سے سفر میں تھے اس لیے گیارہ بجنے کے بعد آرام کے لیے حکم دینے کے ساتھ نماز سے پہلے جگا دینے کا حکم بھی فرمایا۔ میں نے ذمہ داری محسوس کرنے والے دو طالب علموں کو بلا کر کہہ دیا کہ حضرت کو پونے ایک بجے جگا دینا۔ میری نگاہ خود بھی بار بار گھڑی پر جاتی رہی۔ پونے ایک بجے خود ہی حضرت کی آرام گاہ میں دبے قدموں چارپائی کے پاس پہنچا ہی تھا کہ سر سے چادر اٹھا کر نیند سے بیدار ہونے کے بعد کی دعا "الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا و الیه النشور" پڑھتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ (معارف حافظ ملت ص ۷۰/۷۱)

نماز نصف شعبان:۔

پندرہویں شعبان کی رات میں سو رکعت نماز پڑھنا حافظ ملت کا معمول تھا۔ اس بارے میں مولانا محمد احمد مصباحی لکھتے ہیں۔

حافظ ملت نے پندرہویں شعبان کے اجلاس (منعقدہ جمشید پور) میں شب برات کی فضیلت پر تقریر فرمائی اور اس میں حاشیہ جلالین للعلامۃ احمد الصاوی المالکی علیہ الرحمہ کے حوالے سے یہ حدیث پیش کی۔

''من صلی فیها مائة ركعة ارسل الله تعالیٰ الیه مائة ملک ثلاثون یبشرونه بالجنة وثلاثون یومنونه من عذاب النار، وثلاثون یدفعون عنه افات الدنیا وعشرة یدفعون عنه مکاید الشیطان''

(صاوی سورۂ دخان پ ۲۰)

جس نے اس شب میں سو رکعت نماز پڑھی۔ خدائے تعالیٰ اس کے پاس سو فرشتے بھیجتا ہے۔ تیس اسے جنت کا مژدہ سناتے ہیں۔ تیس اس کو عذاب دوزخ سے مامون رکھتے ہیں۔ تیس آفات دنیا سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور دس فرشتے شیطان کے مکروفریب اس سے دور کرتے ہیں۔

حافظ ملت نے فرمایا ”ان عظیم فوائد کے پیش نظر، شب برات میں نماز پڑھ لینی چاہیے سو رکعت پڑھنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ بس ڈیڑھ گھنٹہ لگتا ہے۔ میں اس نماز کا پابند ہوں امسال شب برات میں اختلاف رہا، تو میں نے کل بھی سو رکعتیں پڑھیں، اور آج بھی پڑھیں“

حافظ ملت ایک زمانہ سے بلا ناغہ، شب برات جمشید پور میں کیا کرتے۔ اسی شب میں مدرسہ فیض العلوم کا جلسہ دستار بندی منعقد ہوتا ہے جس میں حضرت کی شرکت لازمی سمجھی جاتی۔ میں نے چار سال تو خود مشاہدہ کیا کہ حضرت جلسہ گاہ تشریف لے جانے سے پہلے بعد مغرب فوراً اور کبھی ذرا دیر بعد یہ نماز ضرور پڑھتے آخری سال ۱۳۹۵ھ جس میں حضرت کی طبیعت مضمحل اور نقاہت زیادہ تھی، اس سال بھی یہ نماز فوت نہ ہونے دی۔

حدیث پاک ”افضل الاعمال ادومہا“ (بہترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ رہے) کا جلوہ اگر دیکھنا ہو تو کوئی حافظ ملت کے صبر آزما، اور مشقتوں سے لبریز معمولات زندگی دیکھے۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۸۳)

قرآن عزیز سے عشق:۔

قرآن مجید سے حافظ ملت کو والہانہ عشق تھا۔ دراصل جس شفیق باپ کے زیر سایہ آپ نے تربیت پائی اور جس ماں کی آغوش محبت میں پروان چڑھے انہیں بھی قرآن پاک سے انتہائی شغف تھا۔ بلکہ جس گھر میں در و دیوار سے شب و روز قرآنی نغمے ابلتے تھے آپ نے اس میں پرورش پائی تھی اپنے والد بزرگوار سے حفظ کی تکمیل کے بعد قرآن کی تلاوت سے ایسا شغف ہو گیا تھا کہ ایک ختم قرآن معمول زندگی بن گیا ایک بار خود فرمایا:

”پانچ سال تک میں چار مستقل کام کرتا رہا گھر کا کام اپنے پڑوسیوں سے زیادہ آبادی کے مدرسہ کی معلمی، مسجد کی امامت اور ایک ختم قرآن مجید کی تلاوت“

ابتداءً جب میں تعلیم کے لیے مبارکپور آیا اس وقت حضرت کے چھوٹے شہزادے قاری عبدالقادر بھائی درجہ حفظ میں زیر تعلیم تھے۔ ہم دونوں پرانے مدرسے سے ساتھ ساتھ دارالعلوم آتے جاتے تھے۔

ساتھ ساتھ مدرسہ آنے جانے کے علاوہ ہم لوگ ساتھ ساتھ کھیل کود بھی کرتے۔ ایک دن چار بجے شام کو دارالعلوم میں چھٹی کی گھنٹی بجنے کے بعد میں فارسی خانہ سے اور عبدالقادر بھائی حفظ خانے سے نکلے۔ دفتر دارالعلوم کے عقبی زینے سے اتر کر نیچے اس مقام پر پہونچے جہاں عام طور پر نوٹس بورڈ۔ اور اعلانات لگائے جاتے تھے۔ نوٹس بورڈ دیکھ لینے کے بعد ہم لوگ مین گیٹ کی جانب بڑھنے ہی والے تھے کہ زینے سے حضرت کو اترتے دیکھ کر وہیں رک گئے۔ حضرت کے پیچھے اور بھی علما اور طلبہ تھے۔ حضرت ہمارے نزدیک تشریف لائے تو ہم نے سلام کیا۔ حافظ ملت نے عبدالقادر

بھائی سے کہا آگے چلیے ۔عبدالقادر بھائی حضرت کے احترام میں پیچھے کی جانب سمٹنے لگے تو حضرت نے فرمایا۔ ”آپ قرآن مجید لیے ہوئے ہیں اس لیے میں نے آپ کو آگے چلنے کے لیے کہا قرآن ہمارا امام ہے اسے آگے ہونا چاہیے“۔

سبحان اللہ کلام اللہ کا کتنا احترام تھا حافظ ملت کے دل میں کہ مصحف شریف اٹھائے ہوئے بچے سے آگے چلنا انہیں گوارا نہ تھا۔یقیناً ہمارے اسلاف کرام قرآن مجید کی تعظیم وتکریم کر کے عزت ووقار کے مالک ہوئے تھے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

آپ سفر حضر خلوت جلوت جہاں جس حال میں ہوتے یا تو کسی کام میں مصروف ہوتے ورنہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے ایک بار فرمایا:

”الحمد للہ اپنی جوانی کے ایام میں چھ گھنٹے میں پورا قرآن مجید مصلی پر کھڑا ہو کر پڑھتا تھا۔ اور کھانسنے یا ناک صاف کرنے کی حاجت نہیں ہوتی تھی“

سونے میں تلاوت:۔

محبّ گرامی حضرت مولانا قاری وحافظ قمر الحسن صاحب خطیب ٹکساس (امریکہ) قرآن مجید سے حافظ ملت کے قلبی عشق کا ایک واقعہ اپنے حسین پیرائے میں بیان فرماتے ہیں ۔

”مشہور ہے کہ حافظ ملت قرآن پاک بہت پڑھا کرتے تھے ۔لیجیے اس حقانیت کی شہادت ملاحظہ فرمائیے ۔ کوئی ۱۹۷۰ء کا واقعہ ہے دارالعلوم اہلسنت تدریس الاسلام بسڈیلہ ضلع بستی میں سالانہ امتحان کی تیاری زور وشور پر ہے۔ استاذ العلما جلالۃ العلم کی آمد آمد ہے۔ ہم گداگران بارگہ کج کلاہ علم کے در حکمت پر اپنا اپنا کشکول تمنا لیے کھڑے ہیں۔ امتحان تھا ہو گیا۔ نماز فجر کے بعد راقم (محمد قمر الحسن غفرلہ) کو بھی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ استاذ محترم حضرت مولانا اعجاز احمد خاں صاحب قبلہ اعظمی ادام اللہ ظلالہ نے میرا نام لیا اور میں جھٹ تیل کی شیشی لے کر حاضر بارگاہ ہوا۔ کتنی خوش نصیب ساعت تھی میرے لیے جب ایک مومن کامل کے سر پر روغن آمیزی سے میں اپنے بخت خفتہ کو جگا رہا تھا۔ سر پر علمی حرارتوں کا اثر نمایاں تھا۔ بال بہت خفیف رہ گئے تھے۔ میں نے مالش شروع کی اور چند منٹ بعد حضرت کو نیند آگئی۔ لیکن یہ کیا...... نیند میں بھی تلاوت قرآن مقدس کا فریضہ انجام پا رہا ہے۔ توجہ سے سنا تو ساتویں پارہ سورہ انعام کی آیت شریفہ ”ان اللہ خالق الحب والنوی“ تھی۔ چوں کہ حفظ کر رہا تھا اس لیے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ ساتواں پارہ ختم کے قریب ہے۔ اس وقت شعور بالیدہ نہ تھا۔ مردان خدا کی داخلی کیفیات سے واقف نہ تھا اس لیے اس کو ایک واقعہ سمجھ کر بھول گیا۔ مگر آج ان لمحات کو یاد کرتا ہوں تو عارفین کے نقوش ذہن ودماغ میں مرتسم ہو جاتے ہیں ۔ بات یہ ہے کہ جب ذہن ودماغ، قلب وجگر میں محبوب کی یاد بس جاتی ہے تو سوتے جاگتے وہی نغمہ زبانوں پر مچلتا رہتا ہے۔ (حافظ ملت افکار اور کارنامے ص۱۰۰)

حافظ ملت نے جن امور کو اپنے معمولات میں شامل کرلیا اسے حتی الوسع ترک نہیں کیا۔ زندگی کے اخیر ایام میں جمعہ کا دن تھا۔ سفر سے بخار کی حالت میں واپسی ہوئی تھی۔ اسی عالم میں کسی طرح جمعہ پڑھایا۔ گھر پہونچ کر بیہوش ہوگئے۔ کافی دیر بعد ہوش آیا تو فرمایا۔

''جمعہ کے میرے معمولات میں سورۂ کہف شریف کی تلاوت رہ گئی۔ میں نقاہت کے باعث پڑھ نہیں سکتا۔ کوئی مجھے پڑھ کر سنادے''

شہزادۂ گرامی وقار حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب نے حضرت کو سورہ کہف پڑھ کر سنائی تو اطمینان ہوا۔

استاذ مکرم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان الاعظمی فرمایا کرتے۔

''حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان فرائض وواجبات کے سلسلہ میں اتنے زیادہ پابند تھے کہ سفر میں بھی کوئی نماز قضا نہ ہوتی تھی''

شہزادۂ حافظ ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور فرماتے ہیں:

''وصال سے پہلے رمضان میں...... ایک ہفتہ تک غذا بند رہی۔ علاج ہوتا رہا۔ ایسی حالت میں بھی روزہ نہیں چھوڑا۔ درخواست پیش کی گئی کہ شریعت نے ایسی حالت میں رخصت دی ہے فرمایا ''ہاں'' لیکن جو ثواب رمضان میں ملتا ہے وہ تو نہیں ملتا۔ ایسا مسکت جواب سن کر ہم لوگ منہ تکتے رہ گئے۔ اس پر مزید پنجوقتہ کھڑے ہوکر نماز ادا کرنا تہجد کے وقت اٹھ کر وضو کرنا، کھڑے ہوکر نماز ادا کرنا۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۲۳۹)

حضرت کے تلمیذ رشید ومرید محب حضرت مولانا غلام محمد خاں عزیزی بھیروی علیہ الرحمہ صدرالمدرسین انوارالقرآن بلرامپور۔ جو حافظ ملت کے خدمت گزار مسترشد میں ہیں۔ ان کا بیان بھی ملاحظہ ہو۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں:

''پوری زندگی سراپا نمونہ تھی اور ظاہر وباطن کی یکسانیت کے ساتھ ساتھ ایسے تقویٰ شعار، نگاہوں کے سامنے خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ حضر میں فرائض ونوافل کی پابندی قدرے آسان ہے۔ لیکن سفر میں پابندی کرنا بڑا مشکل نظر آتا ہے۔

حضرت بہت تیز رفتار تھے۔ اور چلنے میں انداز واطوار مسنون ہوتا مولانا غلام محمد عزیزی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

دورۂ حدیث کے سال موسم سرما میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان صبح کے وقت مدرسہ جانے کے لیے نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے ہولیا جیسا کہ میرا معمول تھا حضرت جب راستہ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین سمٹی جارہی ہے لوگ ہزار کوشش کرتے لیکن حضرت سب کے آگے ہی رہتے تھے۔ اس لیے کہ انہیں ''طی ارض کی صفت حاصل تھی'' میں نے بھی کوشش کی کہ قریب ہوجاؤں لیکن نہ ہوسکا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان لال چوک کے قریب پہونچ گئے تھے۔ حضرت کی رفتار میں غیر معمولی تبدیلی دیکھ کر میں تیزی سے آگے بڑھا۔ جب قریب پہونچا تو حضرت نے مجھ سے سوال فرمایا کہ دیکھو ان دونوں سایوں میں کیا فرق ہے یک بیک ایسا سوال جس کا جواب سوچنے کا بھی موقع نہیں تھا۔ میری زبان سے برجستہ نکل گیا کہ بہت بڑا فرق ہے پھر سوال فرمایا کہ کیا فرق ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ حضور کا سایہ

ہے اور یہ آپ کے غلام کا ہے۔ فرمایا یہ نہیں ان دونوں سایوں کے سروں کو دیکھو کیا فرق ہے۔ اب جب میں نے غور سے دیکھا تو ایک نمایاں فرق نظر آیا میں نے عرض کیا کہ حضرت کا سر مبارک چلنے میں متحرک نہیں نظر آتا ہے بلکہ بغیر ارتعاش کے آگے بڑھتا جارہا ہے۔ اور میرا سر چلنے میں متحرک نظر آرہا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ میاں یہی تو بات ہے میں نے چلنا بھی حضرت صدر الشریعہ سے سیکھا ہے۔ چلا اس طرح جاتا ہے۔ اب ذرا غور کیجیے کہ چلنا فطری انداز ہے اور جو انداز شروع شروع میں اختیار ہوجاتا ہے اس کے برخلاف چلنا بڑا دشوار ترین امر ہے بلکہ قریب المحال ہے۔ لیکن حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے روش میں بھی بزرگوں کا انداز روش اختیار فرمایا اور اپنے انداز روش کو بزرگوں کے انداز روش میں (جو عین سنت کے مطابق ہوتی ہے) ڈھال لیا۔ (انوار حافظ ملت ص ۹۷)

زندگی کی یکسانیت اور سادگی:۔

حافظ ملت کی زندگی کے سادے اوراق پر حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے فیضان نے جو علمی و اخلاقی گل بوٹے بکھیر دیے تھے اس کی عطر بیزی کسی دور اور کسی زمانے میں کم نہ ہوئی۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کو ان کی نوجوانی میں دیکھنے والوں نے جس روش پر پایا۔ ان کی ضعیفی اور بڑھاپے کے دور میں بھی اس کے اندر نکھار تو ضرور محسوس ہوا۔ مگر تنزل اور تبدیلی کبھی نظر نہیں آئی۔ انھوں نے جو عادات واطوار اپنے استاذ ومرشد اور مربی سے اپنائے تھے عمر بھر اس سے خصوصاً مبارک پور اور عموماً ہندوستان بھر کو فیض پہنچاتے رہے۔

حافظ ملت پختہ کردار، اور اٹل اصولوں کے مالک تھے۔ ان کی زندگی اور پیغام میں نہایت حسین یکسانیت تھی وہ قرآن وحدیث صرف پڑھاتے نہیں تھے۔ بلکہ کتاب وسنت کی شعاعیں ان کے عمل سے پھوٹ پڑتی تھیں۔ وہ سلف صالحین کی طرح اسلامی انقلاب کے محرک تھے۔ تاحیات وہ اسلام کا پرچم بلند کرنے کے جذبہ سے سرشار رہے۔ مزاج اور ماحول کی کوئی ناہمواری ان کے اندر کوئی منفی تبدیلی نہیں لاسکی۔

وہی آبلے ہیں وہی جلن، کوئی سوز دل میں کمی نہیں
جو لگا کے آگ گئے ہو تم، وہ لگی ہوئی ہے بجھی نہیں

حافظ ملت کے پڑوسی حاجی محمد حسین مبارکپوری کہتے ہیں:

"یہ عجیب بات ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا۔ اور شعور کی آنکھیں کھولیں حضرت کی زندگی میں کسی قسم کا کوئی تغیر وتبدل نہیں دیکھا۔ جو انداز زندگی شروع میں دیکھا تھا۔ انہیں اخیر دم تک اسی پر قائم ودائم پایا۔ نشست وبرخاست، اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، ملنا جلنا، تمام چیزوں کا وہی رنگ تھا۔ جو مبارک پور میں قدم رکھتے وقت تھا۔ شروع سے جس شخص سے جو برتاؤ رہا اسے آخری سانس تک نبھایا۔ تعلقات میں کسی طرح کی تبدیلی نہ آنے دی۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی یہ وہ خصوصیت تھی، جسے اپنے تو اپنے بیگانوں نے بھی تعجب سے بیان کیا" (حافظ ملت میری نگاہ میں ص ۲۵)

مبارک پور کے محلہ حیدر آباد میں ایک صاحب کے گھر میلاد شریف کی مجلس تھی۔ کافی رات گئے مجلس ختم ہوئی اس وقت تک مبارکپور میں بجلی نہیں آتی تھی۔ اور حضرت تنہا تشریف لے گئے تھے، کوئی طالب علم بھی ہمراہ نہیں تھا۔ اس دور

میں قصبہ کے اندر چوری وغیرہ کے واقعات زیادہ ہوتے تھے۔ حضرت اپنی قیامگاہ پرانے مدرسے کے لیے چل کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ صاحب خانہ بھی حضرت کو پہونچانے کے لیے آمادہ کھڑے ہیں۔ اورعرض کرتے ہیں۔ حضرت فاصلہ کافی ہے اور آپ اس اندھیری رات میں تنہا کس طرح جائیں گے۔ میں چل کر پہنچا دیتا ہوں۔

حضرت نے جواباً فرمایا: اس کا مطلب ہوا کہ پھر میں تمہیں پہونچانے آؤں، اور اسی طرح سلسلہ چلتا رہے جاؤ آرام کرو۔ میں بحمدہ تعالیٰ ڈرتا نہیں، تنہا چلا جاؤں گا۔ (انوار حافظ ملت ص ۱۸)

حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنے کام خود اپنے ہاتھوں سرانجام دینے میں کبھی عار نہیں محسوس کرتے تھے۔ گھر پر تنہا ہوتے تو اپنے لیے چائے ناشتہ خود تیار کر لیتے۔ اگر کوئی مہمان آتا۔ تو موسم کی مناسبت سے شربت چائے وغیرہ اپنے ہاتھ سے بنا کر ضیافت کرتے۔ اکثر طلبہ، مدرسین اور علما حضرت کے گھریلو کاموں میں مدد کرنا چاہتے مگر آپ منع فرمادیتے۔ چولہے میں حضرت اکثر ارہر کی لکڑی جلاتے۔ آگ جلانے کے لیے آگ میں پھونکنا پڑتا۔ جس سے راکھ اڑتی اور دامن پر لگتی۔ مگر حضرت اس کو کبھی برا خیال نہ کرتے۔ بلکہ اس لکڑی کے چولہے کو اسٹوو پر ترجیح دیتے۔ کئی لوگوں نے حضرت کی سہولت کے لیے اسٹوو لانا چاہا۔ مگر حضرت نے یہ پسند نہیں کیا۔

مبارکپور میں الیکٹرک لائن لگنے کے بہت دنوں بعد تک حضرت اپنے گھر مٹی کے تیل کی چمنی اور لیمپ ہی استعمال کرتے رہے۔ اور لیمپ کی روشنی میں مطالعہ وغیرہ فرماتے رہے۔ پرانے مدرسہ میں الیکٹرک کی فٹنگ کے بعد بھی حضرت نے اپنے گھر میں بجلی کا پنکھا ہرگز نہیں لگنے دیا۔ بجلی کی لائن لگوانے پر اس غرض سے راضی ہوگئے کہ طلبہ کو مطالعہ میں آسانی ہوگی۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ سر پر ہمیشہ سرسوں کے تیل کی مالش کراتے تھے۔ طلبہ اسی بہانے سے حضرت کی خدمت میں حاضری دیتے اور حضرت سے علمی استفادہ بھی کرتے۔ سفر میں بھی تیل کی شیشی حضرت کی اٹیچی میں پڑی رہتی تھی۔ حضرت کی زندگی چوں کہ نہایت سادی اور بے لوث تھی، اس لیے جن ضروری اشیا نے حضرت کے استعمال میں جگہ پالی، حضرت ان کی حفاظت کرتے تھے۔ مثلاً تیل رکھنے کی عام شیشیاں جو دستیاب ہوتی ہیں۔ اگر ان میں تیل رکھ کر سوٹ کیس کے کپڑوں میں ڈال دیا جائے تو ڈھکن کی خرابی کے باعث شیشیوں سے تیل گر جائے گا۔ حضرت کے پاس ایک عمدہ ڈھکن کی شیشی تھی۔ جس کی وجہ سے حضرت کے ایک عالم مرید مولانا عبداللہ خاں عزیزی کے ساتھ ایک لطیفہ ہوگیا۔

مولانا عبداللہ خاں صاحب ان دنوں فیض الرسول براؤں میں مدرس تھے۔ حافظ ملت وہاں تشریف لے گئے، شب کو مولانا ہی کے کمرے میں استراحت فرمائی۔ جہاں طلبہ نے حضرت کے سر پر مالش کی، واپسی میں شیشی وہیں رہ گئی۔ مبارکپور پہونچ کر حضرت نے مولانا عبداللہ خاں صاحب کو لکھا کہ میری تیل کی شیشی آپ کے کمرے میں رہ گئی ہے کوئی آنے والا ہو تو بھیج دیں۔ خط پڑھ کر مولانا عزیزی سخت بےچین ہوئے۔ کیوں کہ انہوں نے حضرت کی شیشی کا تیل تبرک سمجھ کر خود استعمال کر لیا تھا۔ فکر میں سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ سوچنے لگے شیشی کے اندر تیل تو بہت تھوڑا ہی سا تھا۔ ضرور اس میں کوئی خاص دعا کی گئی ہوگی۔ یا اس میں کوئی دوا شامل رہی ہوگی؟ جس کی اہمیت کے باعث حضرت نے خط

ارسال فرمایا ہے۔ چنانچہ اسی اضطراب کے عالم میں مولانا عزیزی صاحب براؤں شریف سے اپنے گھر گئے۔ خاصی مقدار میں خالص تل کا تیل خریدا۔ اور لے کر مبارک پور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے انہیں دیکھا تو اچانک آنے کا سبب پوچھا۔

مولانا عزیزی صاحب نے جواب دیا حضور آپ کے تیل کو میں نے تبرک سمجھ کر استعمال کرلیا تھا۔ معاف فرمائیں اب یہ تیل لے کر حاضر ہوا ہوں اسے قبول فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا: آپ کو پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ وہ خط میں نے تیل کی وجہ سے نہیں بلکہ اس شیشی کی وجہ سے لکھا تھا۔ اس کا ڈھکن اتنا اچھا ہے کہ سفر میں تیل گرتا نہیں۔

مشقتوں کے پانچ سال:۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان حفظ قرآن اور کچھ فارسی کی تعلیم کے بعد گاؤں کے مکتب کی مدرسی اور فرائض امامت کی ادائیگی کے ساتھ گھر کا کام اپنے پڑوسیوں سے زیادہ کرلیا کرتے رہے، اس کے باوجود روزانہ ایک ختم قرآن کریم کا معمول بھی تھا ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ یومیہ ختم قرآن کا یہ سلسلہ مکمل پانچ سال تک چلتا رہا، تاعمر ختم قرآن کی کوئی روایت راقم کے علم میں نہیں ہے تاہم اتنا جانتا ہوں کہ حضور حافظ ملت کے والد گرامی حافظ غلام نور علیہ الرحمۃ والرضوان کا معمول یومیہ ایک ختم قرآن کا تھا اور اسی گود کے پروردہ حضور حافظ ملت بھی تھے۔

کلکتہ سے شاہ گنج تک ختم قرآن:۔

حضرت مولانا مبین الہدیٰ صاحب گیاوی نے جو حافظ قرآن بھی ہیں بیان کیا کہ ایک بار کلکتہ سے حضور حافظ ملت کے ساتھ سفر کررہا تھا۔ شاہ گنج پہنچے تو فرمایا مبین تم نے کتنے پارے کی تلاوت کی ہے، خاموشی دیکھ کر فرمایا ''الحمد للہ'' کلکتہ سے ٹرین چلی تو شروع کیا تھا اور یہاں شاہ گنج میں ختم ہو گیا۔

خود راقم شعبان ۱۳۹۵ھ ستمبر ۱۹۷۵ء میں جمشید پور سے حضرت کے ساتھ سفر میں تھا، نماز عشا کے بعد تھوڑی دیر آرام فرمایا پھر تہجد کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے اس کے بعد پوری رات سیٹ پر بیٹھ کر قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہے کثرت تلاوت کا یہ عالم کہ زبان سے کچھ بولنے اور سونے کے علاوہ تمام اوقات میں قرآن کریم کی تلاوت کا معمول تھا۔

قرآن سے محبت:۔

مدرسہ فیض العلوم جمشید پور میں نماز عصر کے بعد فرمایا قرآن شریف لے آؤ قرآن شریف لے کر حاضر ہوا تو فرمایا۔ بحمدہ تعالیٰ قرآن شریف مجھ کو ایسا یاد ہے جیسے اور لوگوں کو سورۂ فاتحہ یاد ہے۔ مگر وقت ملنے پر دیکھ کر پڑھتا ہوں اس لیے کہ پڑھنے کا ثواب الگ ہے اور قرآن شریف کو دیکھنے کا ثواب الگ۔

قرآن سننے کا ادب:۔

ایک جلسہ میں راقم نے دیکھا کہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اول وقت میں جلسہ گاہ کے لیے نکلے راقم کے ساتھ چند لوگ پیچھے چل رہے تھے، ابھی ایک گلی میں تھے کہ اسٹیج سے قرآن کریم کے تلاوت کی آواز اعوذ باللہ شروع ہوئی۔ یہ آواز سنتے ہی حضرت حافظ ملت کے قدم رک گئے۔ جب قاری نے قراءت ختم کرلی اس کے بعد آگے بڑھے۔

کسی قاری کی قراءت کے وقت قرآن کریم کا حکم سماع قرآن اور خاموش رہنے کا ہے گویا حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے نزدیک کسی قاری کی قراءت قرآن کے وقت زبان کو روک کر کان کو سماع کی طرف متوجہ رکھنے کے ساتھ اعضاو جوارح کو بھی اپنے اپنے عمل سے روک لینا ضروری تھا۔

☆☆☆



پندرہواں باب

حافظ ملت بحیثیت مرشد

تو کسی دلق نہ سجادہ کا مرہونِ کرم
بس تری سادگی پرُکاری جواہر تیرے
تیرے ہم عصروں پہ بھی کھل نہ سکا راز ترا
دیکھ پایا نہ کوئی جھانک کے اندر تیرے

(بدر)

حافظ ملت بحیثیت مرشد

بیعت کی حقیقت:

بیعت یعنی پیری اور مریدی ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے اور عہد باندھنے کا نام ہے جیسا کہ پیران طریقت نے اپنے ہاتھ سچے مریدوں کے ہاتھوں پر رکھے اور رکھتے ہیں اور کلمہ استغفار اور توبہ کی تلقین کی اور کرتے ہیں اور مریدوں سے یہ عہد لیتے ہیں کہ:

"مَاآتٰکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوْہ وَمَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوا" (حشر ۵۹/۷)

یعنی "جو رسول تمہیں دیں اسے لو اور جس سے تمہیں منع کردیں اس سے باز رہو۔"

اس بیعت کی اصل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخت کے نیچے بیعت کی تو اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا چنانچہ ارشاد فرمایا۔ "لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ" کہ بیشک اللہ تعالیٰ راضی ہوا مسلمانوں سے جب اے رسول وہ تمہارے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کرتے ہیں" نیز خدائے قدوس نے ارشاد فرمایا کہ اے رسول تمہارے صحابہ نے جو بیعت تم سے کی ہے وہ مجھ سے کی ہے اور تمہارا وہ پیارا ہاتھ جو اصحاب کے ہاتھوں پر تھا وہ میرا دست قدرت تھا۔ چنانچہ فرمایا:۔ "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" کہ بیشک وہ لوگ جو تم سے بیعت کرتے ہیں اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

(حضرت میر عبدالواحد بلگرامی سبع سنابل مترجم ۱۰۵-۱۰۶)

پیری مریدی کیا ہے؟

پیری مریدی کی بابت مولانا قاری محمد عثمان اعظمی لکھتے ہیں:۔

"ارادت وعقیدت یعنی مریدی اور پیری کا رشتہ اپنے بنیادی مقصد کے لحاظ سے بہر حال مبارک اور مسعود رشتہ ہے یعنی طہارت قلب اور تزکیہ نفس جو قرآن وحدیث کا منشا اور سیرت رسول ﷺ کا کھلا ہوا تقاضا ہے پیری مریدی کو ہم نرا اجتہادی مسئلہ نہیں کہہ سکتے بلکہ دین وشریعت کے اور مسائل کی طرح یہ بھی کھلا ہوا اور مطلوب مسئلہ ہے چنانچہ قرآن پاک میں جہاں اور بہت سی آیات اس باب میں موجود ہیں وہاں ایک آیت کا یہ ٹکڑا "وَیُزَکِّیْھِمْ" بھی ہمیں صاف صاف بتا رہا ہے کہ تزکیہ قلب قرآن کا مطلوب حکم ہے اور اسی مبارک ومسعود مقصد کے لیے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے۔

اسی طرح احادیث کریمہ میں جہاں اس باب میں واضح بیانات موجود ہیں وہاں "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ" سے بھی صاف صاف پتہ چل رہا ہے کہ مکارم اخلاق کی تکمیل سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح پہلو ہے لہذا تزکیہ نفس اور مکارم اخلاق سے تطہیر قلب کرنا قرآن وحدیث کا محکم حکم ہے اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ پیری اور

مریدی کا مقصد درحقیقت تطہیر قلب اور تزکیۂ نفس ہے پس اس مبارک اور مسعود مقصد کے تحت پیری اور مریدی کا مسعود اور مبارک ہونا غیر اجتہادی مسئلہ ہے۔ (حافظ ملت نمبر ۱۴۲،۱۴۳)

صاحب سبع سنابل حضرت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ العزیز بھی یہی بات فرماتے ہیں:

''پیری مریدی کا انکار کسی زمانہ میں نہ پایا گیا اور نہ بیعت کے قبول میں کسی مجتہد نے کوئی بات نکالی''۔ (سبع سنابل مترجم ۱۰۷)

مریدی دراصل اپنے گناہوں سے توبہ اور کوتاہیوں کی عذر خواہی کرنا ہے۔ بغیر توبہ کے دین بھی نقصان میں اور بے رونق رہتا ہے لہٰذا مریدی بے حد ضروری ہے۔

بغیر پیر کے مرجانا مردار موت کے مانند ہے۔ مریدی دین اور ایمان کی چار دیواری ہے اور ہر مرد مسلمان کو اپنے دین کی فکر رہتی ہے۔ (ملخصا سبع سنابل ص ۱۰۹، ۱۱۰)

مذکورہ بیانات سے یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ پیری مریدی سے مراد ہے تزکیۂ نفس اور تطہیر قلب۔ پیر یا مرشد کا کام فریضۂ ہدایت انجام دینا ہے اور مرید کا کام ہے ہدایت کو قبول کرنا۔ پیر ہادی ہوتا ہے جو مرید سے توبہ کراتا ہے۔ اس کے باطن کی صفائی کرتا ہے اور اسے صراط مستقیم پر گامزن کرتا ہے۔

بیعت و ارشاد بہت ہی عظیم، مقدس اور ذمہ دارانہ منصب ہے جس پر ہر کس و ناکس فائز نہیں ہوسکتا۔ اللہ کے احسان یافتہ بندے یعنی ''صالحین'' ہی اس منصب کے اہل ہیں۔

پیری کے شرائط:

علما و عرفا نے پیری کے حسب ذیل شرائط بیان کئے ہیں۔

(۱) سنی صحیح العقیدہ ہونا۔

(۲) پیش آمدہ مسائل ضروریہ کتابوں سے نکال سکے تا کہ احکام کی بجا آوری اور منہیات سے پرہیز کی صورتوں پر عمل کرنا اور عمل کرانا ممکن ہوسکے۔

(۳) سلسلۂ خلافت حضور ﷺ تک بلا انقطاع پہنچتا ہو (سراج العوارف ص ۲۸)

حافظ ملت بحیثیت مرشد:

پیری کی عام شرائط پر تو حضرت حافظ ملت بدرجۂ اتم کھرے اترتے تھے۔ وہ سنی ہی نہیں سنی گر تھے۔ عمر بھر عقائد اہل سنت کی تبلیغ فرمائی، مسائل شریعت کی خدمت کی اور دین وسنیت کے لئے خود کو ایسا وقف رکھا کہ زمانہ نے انہیں ''حافظ ملت'' کہہ کر یاد کیا اور آج وہ دنیا میں اسی لقب وخطاب سے جانے، پہچانے اور مانے جاتے ہیں۔

آپ نے ۴۴ رسال تک تدریسی فریضہ انجام دیا، فتویٰ نویسی فرمائی، شرعی احکام بتائے، بدعات ومنکرات کا رد فرمایا۔ آپ عالم ہی نہیں ہزاروں علما کے استاذ اور استاذ الاستاذ ہیں۔ جلالۃ العلم اور استاذ العلما کا سہرا حقیقتا آپ ہی کے

سر زیب دیتا ہے۔

فرائض و واجبات کی ادائیگی تو اپنی جگہ، آپ سنن و مستحبات کا بھی اہتمام فرماتے اور منہیات سے تو اس درجہ پرہیز تھا کہ مکروہ تنزیہی سے بھی احتراز کا التزام فرماتے۔ کبھی صدری یا شیروانی کا بٹن کھول کر نہیں پہنتے۔

حضرت حافظ ملت کو سلسلہ اشرفیہ معمریہ، سلسلہ قادریہ رضویہ امجدیہ میں خلافت و اجازت تھی۔ سلسلہ کہیں سے بھی منقطع نہیں تھا اور مرشد اعظم رسول معظم ﷺ تک پہنچا ہوا تھا۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ تینوں شرائط پر آپ بدرجہ اتم پورے اترتے تھے۔

آداب:

اب ہم طریقت کے شرائط پیری پر حافظ ملت کا جائزہ پیش کرتے ہیں:۔

اسلاف کرام اور پیران عظام نے تزکیۂ نفس اور طہارت باطن کا حصول کرنے کے لیے کم خوردن کم گفتن کم خفتن پر عامل رہے حضرت حافظ ملت بھی اپنے طالب علمی کے زمانہ سے اخیر عمر تک کم خوردن، کم گفتن، کم خفتن پر عامل رہ کر تزکیۂ نفس اور طہارت ظاہر و باطن حاصل کیا ہے۔

صدق مقال:

آپ کی زبان پر کبھی کوئی لغو یا فحش کلمہ نہ آیا نہ ہی کسی کی غیبت کی، نہ سننا گوارہ کیا۔ فرماتے ہیں:۔ ”مسلمان کی یہی شان ہے کہ وہ اپنی زبان سے نہ جھوٹ بولے، نہ غیبت کرے، نہ چغلی کھائے، نہ گالی بکے، نہ کسی مسلمان کو برا کہے، نہ ہاتھ سے مارے نہ ستائے، نہ تکلیف پہنچائے۔“ (معارف حدیث ص ۸۔۹)

حرص اور تکبر سے دوری:

حضرت حافظ ملت تاحیات خدمت اسلام کے جذبے کے ساتھ دین کے اکثر شعبوں میں خدمت انجام دیتے رہے مگر کبھی کسی بھی مقام پر دنیوی منفعت کا خیال ذہن میں نہ گزرا۔

جب حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے آپ کو مبارکپور بھیجا تو صاف ارشاد فرمادیا تھا کہ آپ کو خدمت دین کے لئے بھیج رہا ہوں، یہ نہ دیکھئے گا کہ کیا مل رہا ہے۔ الحمد للہ عمر بھر آپ نے ادھر دیکھا ہی نہیں کہ اشرفیہ مجھے کیا دے رہا ہے اور میں اس سے کیا لے رہا ہوں۔

آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ دار العلوم اشرفیہ کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے گزارا مگر کبھی کمیٹی کو تنخواہ کے اضافہ کی کوئی درخواست نہیں دی۔

آپ علما و طلبہ کو ہمیشہ دین کی پرخلوص خدمت کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔

آپ نے اپنا ایک واقعہ اس طرح بیان فرمایا:۔

''گورکھپور کے ایک وکیل صاحب نے میلاد شریف کے لئے ایک بار مدعو کیا،تقریر ہوئی اور واپسی ہوگئی،اس کے بعد ہر سال دعوت آتی رہی ،بخوشی منظوری دیتا اور حاضر ہوتا کہ نہ جانے میں دینوی منفعت کے دخل کا شائبہ تھا۔(معارف حافظ ملت ص ۲۷،از مولانا محمد اسلم عزیزی)

آپ نے جلسوں میں یا مریدین کے حلقہ میں کبھی بھی نذرانہ کی طرف توجہ نہیں کی ۔اسی سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو دنیوی حرص تھی نہ ہی مال و زر کی تمنا۔صرف اور صرف اللہ اور رسول جل وعلا صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اورخوشنودی کے لئے زندگی کی آخری سانس تک خدمت دین میں مصروف رہے۔

حافظ ملت ہمیشہ دوسروں کے دکھ درد کا مداوا کرتے رہے ۔پوری زندگی خدمت دین وملت میں صرف کردی مگر اپنے اہل وعیال کے لئے کچھ بھی نہ جمع کیا۔پسماندگان کے لیے جو سرمایہ چھوڑا وہ دنیوی جائیداد کے اعتبار سے نہ کھیت نہ مکان نہ زر و مال کی شکل میں ہے لے دے کرصرف افلاس وغربت اور کچھ بھی نہیں !حضرت کوخودنمائی سے سخت پرہیز تھا ۔کسی طرح کی علمی بڑائی یا کبر ونخوت سے آپ بہت دور ونفور تھے۔

سبب کبر سے احتراز:

زیارت حرمین طیبین سے واپسی کے بعد ایک موقع پر کسی نے حاجی صاحب کہہ دیا تو ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا الحمد للہ بچپن سے نماز کا پابند ہوں۔کوئی نمازی صاحب نہیں کہتا حج کرلیا تو لوگ حاجی صاحب کہنا چاہتے ہیں۔
مطلب یہ ہوا کہ نماز پڑھنے کی وجہ سے جب کسی کو نمازی نہیں کہا جاتا ہے تو حج کر لینے کے بعد حاجی کیوں کہا جائے''(معارف حافظ ملت ص ٦٦ از مولانا محمد اسلم مصباحی)

(ب)''جناب الحاج حفیظ اللہ بلیاوی مرحوم حافظ ملت کے مرید اور اشرفیہ کے مخلصین میں تھے ۔انہوں نے الجامعۃ الاشرفیہ سنٹرل بلڈنگ میں دارالحدیث کی تعمیر کے سلسلے میں ایک بار عرض کیا کہ اسے میں اپنے خرچ پر رفتہ رفتہ بنوانا چاہتا ہوں اور میری خواہش یہ ہے کہ اس پر میرے بجائے آپ کے نام نامی اسم گرامی کی تختی لگے ۔حافظ ملت نے فرمایا ''حاجی صاحب !وہ آپ ہی کی طرف منسوب ہوگا اور اس پر آپ ہی کا نام کندہ ہوگا۔''

(ماہنامہ اشرفیہ بابت ماہ اگست ۱۹۷٦ء ص ۲۱)

انکسار وتواضع:

حضور حافظ ملت لاریب خلوص واخلاق ودیانت وامانت اور انکسار وتواضع کے پیکر تھے ۔آپ حیا کے حلۂ ایمانی سے آراستہ تھے ۔راستہ چلتے تو نظریں نیچی رکھتے۔فرماتے لوگوں کے عیوب میں نہیں دیکھنا چاہتا۔گھر کے اندر بھی انداز حیادارانہ ہوتا۔غیرمحرم عورتوں کو کبھی سامنے نہ آنے دیتے ۔عورتوں کو بیعت فرماتے وقت اپنے رومال کا ایک حصہ پردے کی اوٹ میں دیدیتے۔

آپ بمبئی میں سیٹھ عبدالمجید صاحب ،مرغی محلہ کے مکان میں قیام پذیر تھے ۔بلڈنگ میں رہنے والی عوتوں نے

مشہور کردیا کہ مولانا صاحب عورتوں سے پردہ کرتے ہیں۔جب یہ بات آپ تک پہنچی تو فرمایا۔"کیا کیا جائے یہ ایک اچھی چیز ہے،عورتوں نے پردہ چھوڑ دیا تو ہم نے اپنا لیا۔

آپ وعدہ کے پابند اور توکل و استغنا کے پیکر تھے۔تواضع آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔بڑوں کا احترام تو دیدنی تھا۔ان کے ذکر کے وقت بھی اس طرح با ادب ہو کر بیٹھتے جیسے وہ سامنے تشریف فرما ہوں۔طلبہ پر شفقت،چھوٹوں کی حوصلہ افزائی اور خرد نوازی تو مشہور ہے۔آپ اپنے معاصرین کی خوبیوں کا دل کھول کر تذکرہ کرتے اور کبھی ان کی یا کسی کی بھی برائی یا غیبت سننا گوارہ نہیں کرتے حتی کہ اپنے مخالفین اور حاسدین کے خلاف بھی کوئی کلمہ سننا پسند نہیں کرتے تھے۔آپ کا تو اخلاقی نظریہ یہ تھا کہ:مومن کے جوہر اخلاق سے یہ بھی ہے کہ دوسروں کو حقیر و ذلیل نہ سمجھے۔اپنی برتری وتفوق کا خواب نہ دیکھے۔لہذا جو اپنے لیے پسند کرے دوسرے مسلمانوں کے لیے بھی وہی پسند کرے۔

"یعنی جیسی اپنی عزت پسند کرے دوسروں کی عزت بھی پسند کرے یہی مسلمانوں کی شان ہے۔"

(معارف حدیث)

شاگرد کے لیے چائے بنائی:

تواضع کا تو یہ عالم تھا کہ اپنے شاگردوں،مریدوں اور خادموں تک کے لئے خود چائے لے کر آتے اور اگر وہ بحیثیت مہمان آپ کے ہاں حاضر ہوتے تو انہیں خود اپنے ہاتھ سے ناشتہ کھانا وغیرہ بنا کر کھلاتے۔(مولانا قمر الحسن بستوی صاحب)

مولانا عبد الرحیم فیض آبادی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کا طالب علم تھا ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ مضافات اعظم گڑھ میں ایک جلسہ میں گیا۔حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اور حضرت مولانا علی احمد مرحوم بھی اس جلسہ میں شریک تھے۔جلسہ ختم فرما کر صبح کی نماز ادا کر کے ٹرین پکڑی۔جب ٹرین اعظم گڑھ رکی حضرت اتر کر نیچے تشریف لے گئے۔دیر ہوئی۔پھر مفتی صاحب بھی گئے۔اور بعد میں مولانا علی احمد مرحوم بھی چلے گئے۔میں اکیلا بیٹھا رہا۔میں نے سمجھا کہ حضرت اشراق کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔تھوڑی دیر بعد دیکھتا ہوں کہ بہ نفس نفیس ناشتہ ہاتھ میں لیے چلے آرہے ہیں۔میرے اندر عقیدت و پشیمانی کے ملے جلے جذبات ابھرے۔مگر پیشانی کی لکیریں دیکھنے کے بعد حضرت نے فرمایا۔چلا گیا تھا کہ تمہارے لیے ناشتہ لے آؤں۔"

(حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۱۰۳)

مرید کا ہاتھ دھلایا:

مرید حافظ ملت ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی مہمان نوازی کا اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں وہ مرشد برحق کی زیارت کے لئے مبارکپور حاضر ہوئے۔جس روز وہ پہونچے اسی روز حضرت کو کہیں باہر جانا تھا لہذا حضرت نے انہیں اپنے کاشانۂ اقدس کے سامنے کے ایک حاجی صاحب کے حوالے کیا اور فرمایا:یہ میرے مہمان ہیں آپ ان کا ہر طرح خیال رکھیں میں پرسوں سفر سے واپس آجاؤں گا۔

دو روز تک وہ حاجی صاحب کے یہاں مہمان رہے۔تیسرے روز حضرت تشریف لائے اور پہلی ہی فرصت میں

انہیں شرف باریابی عطا کی ۔ جو کچھ کہنا سننا تھا کہہ سن لیا اور جو کچھ پانا تھا پالیا۔

اب وہ آگے کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''بعد نماز فجر حضور نے خود اپنے ہاتھ سے حلوا تیار کیا دیسی گھی سے بہت ہی لذیذ، میں نے بہت کوشش کی مگر حضور نے کسی بھی طرح کی خدمت یا ہاتھ بٹانے سے روک دیا۔ ناشتہ تیار ہو جانے کے بعد حضرت نے لوٹا اٹھایا تو میں لپکا کہ ان کے ہاتھ دھلانے کا شرف حاصل کروں مگر حضرت نے لوٹا خود ہاتھ میں لے لیا اور مجھ سے فرمایا: ہاتھ دھویئے۔ میں حیران و پریشان! یا اللہ کیا سرکار مجھ سے ناراض ہیں ۔ میں پورے جسم سے لرز اٹھا۔ حضرت نے میری کیفیت بھانپ لی اور فرمایا: آپ مہمان ہیں، ہاتھ دھویئے، مہمان کا ہاتھ دھلانا اور مدارات کرنا سنت ہے''

(اشرفیہ، مارچ ۱۹۹۳ء ص ۲۷، ۲۸)

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سادات کرام کا از حد احترام کرتے تھے۔

آپ خدمت خلق اور خیر خواہی میں بہت آگے تھے۔

آپ ہمیشہ اور ہر حال میں علما وطلبہ اور عوام وخواص کی خیر خواہی ملحوظ رکھتے ۔آپ نے ہمیشہ طلبہ اور علما کی رہنمائی کی ۔ اپنے نیاز کیشوں، مریدوں اور جس نے بھی آپ سے اپنی کسی کٹھنائی میں مشورہ چاہا یا مدد طلب کی تو اس کی خیر خواہی فرمائی۔

بیماروں کی عیادت، احباب اور متعلقین نیز جاننے والوں کے یہاں کسی کی موت پر تعزیت فرماتے، صبر کی تلقین کرتے ۔ پڑوسیوں اور اہل محلہ کی ہر حال میں خبر گیری کرتے۔

ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن شرر مصباحی لکھتے ہیں:

قصبہ مبارکپور کے مخلص اور بے لوث عوام پر جب بھی کوئی ارضی یا سماوی آفت آتی حافظ صاحب (حافظ ملت) اپنے جہد وعمل اور کشف باطن کی پوری قوتوں کے ساتھ سینہ سپر ہو گئے بہ تقاضائے فطرت ہر گھر کا ایک سرپرست ہوتا ہے جس پر پورے گھر کو ڈھارس رہتی ہے مگر حافظ ملت تو ہر گھر کے سرپرست تھے اور ہر گھر کے محافظ تھے، شادی کی تقریب ہو، کوئی بیمار ہو، کسی کے مقدمہ میں بے گناہ پھنس جانے کا اندیشہ ہو یا کسی کے گھر میت ہوگئی ہو غرضکہ ہر سکھ دکھ میں حافظ صاحب یاد کیے جاتے تھے''۔ (حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۱۰۵)

انسان تو انسان آپ تو جانوروں اور پرندوں کا بھی خیال رکھتے تھے۔

حضرت قاری عبدالحکیم صاحب عزیزی تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت کے دروازے پر ایک کتا رہتا تھا۔ صبح وشام اسے روٹی دیتے، جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو اپنے پڑوسی حاجی سلامت اللہ صاحب سے بتاکید کہہ جاتے کہ حاجی صاحب! کتے کو روٹی دے دیا کریں گے ۔ گھر کے آنگن میں چڑیوں کو روزانہ صبح وشام چاول ڈال دیتے اور پیالہ میں پانی رکھ دیتے ۔ باہر تشریف لے جاتے تو کسی طالب علم کو

گھر کی چابی دے کر ارشاد فرماتے کہ تھیلے سے چاول نکال کر چڑیوں کے لیے ڈال دینا اور پانی بھی رکھ دینا“
(حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۹۳، ۹۴)

مرید بنانے پر حریص نہیں تھے:

حضرت شیخ المشائخ اشرفی میاں اور حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہما سے خلافت واجازت عطا ہونے کے بعد اگر آپ چاہتے تو بیعت وارشاد کا سلسلہ شروع کر دیتے اس لیے کہ پیری کے تمام شرائط آپ کے اندر جوانی کے ایام سے ہی بدرجۂ اتم موجود تھے لیکن آپ نے درس وتدریس، شخصیت سازی، اشرفیہ کی ترقی اور دیگر دینی خدمات کے علاوہ اس طرف کبھی دھیان ہی نہ دیا۔ ہاں جو از خود رجوع کرتا اسے بیعت فرما لیتے۔

اس ضمن میں حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مصباحی عزیزی لکھتے ہیں:

”راقم الحروف نے مولانا منور حسین صاحب گورکھپوری کے ساتھ حاضر بارگاہ ہو کر داخل سلسلہ ہونے کے لیے عرض کیا تو فرمایا سرکار مفتی اعظم ہندولایت کے تاجدار ہیں، ان کی طرف رجوع کرنا چاہیے، میں ایک سیہ کار انسان ہوں، اتنا فرما کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے پھر جب دیکھا کہ ہم لوگ ٹلنے والے نہیں ہیں تو داخل سلسلہ فرمایا اور پھر بیعت وارادت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: نماز کی پابندی اور جھوٹ نہ بولنے کو اپنے لیے لازم کر لو“
(معارف حافظ ملت ص ۱۱۰)

آپ کے ارشاد وہدایت کی قلیل مدت کی بابت حضرت مولانا قاری محمد عثمان اعظمی تحریر فرماتے ہیں ”دنیائے اہل سنت کا باخبر حلقہ اس سے خوب واقف ہے کہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنی باطنی اور عرفانی حیثیت کو پوری طرح چھپائے ہوئے مریدوں کی جماعت پیدا کرنے کے بجائے علما کی فوج تیار کر رہے تھے۔

اس خصوص کے ساتھ حافظ ملت نے جب لوگوں کے اصرار پر ارشاد ہدایت کا ہاتھ عمر کے آخری حصہ میں بڑھایا تو عقیدت وارادت کے بڑھتے ہوئے ہاتھوں نے آپ کی عالمانہ شان کے ساتھ آپ کی عارفانہ آن بان کو بھی اسی طرح لبیک کہا جس طرح الجامعۃ الاشرفیہ کی طرف ہزاروں ہاتھ آگے بڑھے“۔ (حافظ ملت نمبر ص ۱۴۳، ۱۴۴)

حافظ ملت پیشہ ور پیر نہیں تھے:

آپ کسی جلسہ یا کانفرس کی دعوت نہ اس شرط پر قبول کرتے تھے کہ وہاں لوگ آپ سے بیعت ہوں گے نہ ہی جلسہ میں اعلان کرانے دیتے کہ جنہیں مرید ہونا ہو وہ آپ سے بعد جلسہ مرید ہو جائیں۔

مولانا محمد اسلم مصباحی لکھتے ہیں:

(۱) بنگال کے ایک جلسہ میں اختتام جلسہ کے بعد حافظ محمد شریف صاحب نے جو اس جلسہ کے روح رواں تھے اعلان کیا کہ جن لوگوں کو مرید ہونا ہو وہ حضور حافظ ملت سے مرید ہو جائیں یہ سن کر حضور حافظ ملت مائک پر تشریف لائے اور انتہائی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: میں وہ پیر نہیں ہوں جس کا اشتہار اور ایڈورٹائز کیا جائے۔ جب کہ جلسہ گاہ میں

ایسے لوگوں کی کثرت تھی جو مرید ہونے کے ارادہ سے آئے تھے مگر حضرت کو اس کا علم نہیں تھا"۔(معارف حافظ ملت ص ۱۱۴)

زیادتیوں پر صبر:

حضور حافظ ملت نے مخالفت کا جواب کام سے دیا۔ ہمیشہ صابر وشاکر رہے۔ زیادتیاں برداشت کرتے رہے۔ اس طرح کے متعدد واقعات ہیں۔صرف ایک واقعہ پیش کیا جارہا ہے:

۱۹۷۱ء میں جب حضور حافظ ملت کے خلاف پمفلٹ چھاپے گئے تو اہل مبارکپور نے پمفلٹ کے جواب کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا۔"یہ مخدوم زادوں کی طرف سے ہے۔ خدام کو کوئی حق نہیں کہ مخدوم زادوں کا جواب دیں، اس لیے میری طرف سے جواب دینے کی اجازت نہیں ہے اگر ایسا کیا گیا تو مجھے بے حد تکلیف ہوگی۔

(معارف حافظ ملت ص ۱۰۴)

زبانی اور تقریری جواب سے بھی ہمیشہ روکتے ہی رہے کبھی کسی کو جواب دینے نہ دیا۔فرماتے لوگ مجھے الجھا کر مقصد کی راہ سے ہٹانا چاہتے ہیں جواب دینا مخالف کو مضبوط کرنا ہے، میرا مقصد کام کرنا ہے نہ کہ مخالفت۔

اتباع شریعت:

حضرت حافظ ملت نے قدم قدم پر شریعت وسنت کا اتباع کیا اور لوگوں کو صراط مستقیم پر چلایا آپ تو زہد وورع کے پیکر تھے۔ یہاں تو عالم یہ ہے کہ آپ کے بہت سے تلامذہ ومریدین اور فیض یافتہ زہد وتقویٰ کی چلتی پھرتی تصویر نظر آتے ہیں۔

مولانا یٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

"بہت سے تلامذہ اور آپ کے در سے فیض یافتہ اشخاص ایسے بھی ہیں جو علم وعمل زہد وتقویٰ میں حافظ ملت کی تصویر نظر آتے ہیں۔ ان کے ارشاد وہدایت سے دلوں کی دنیا آباد ہورہی ہے۔قریہ قریہ ان کی روحانی تربیت کا سلسلہ عام ہوتا جارہا ہے۔تصفیہ قلوب، اور تزکیۂ نفوس کا کام حکمت وموعظت اور جذبۂ دروں کے ساتھ جاری ہے۔"

(حافظ ملت نمبر ۳۹۷)

حضور حافظ ملت:"اجتناب عن المعصیۃ" کی بابت خود تحریر فرماتے ہیں:

"عبادت الٰہی بڑی چیز ہے۔ فلاح دارین وعزت کونین کا باعث ہے۔خوشنودی خداوندی ورضائے مولیٰ کا سبب ہے بڑی نعمت بڑی دولت ہے، اس کے فوائد شمار سے باہر ہیں لیکن عبادت سے بھی اہم فرض اجتناب عن المعصیۃ ہے۔خداوند قدوس کی نافرمانی سے بچنا عبادت پر مقدم ہے"(معارف حدیث ص ۹۰)

آپ کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ آپ ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دوائیں جن میں الکوحل یا اسپرٹ کا جز ملا ہو سختی سے احتراز فرماتے۔بعض مرتبہ تو جان پر بن آئی مگر ایسی دواؤں کو ہاتھ تک نہ لگایا"

(مولانا حکیم عبدالغفور صاحب، انوار حافظ ملت ص ۳۴)

آپ نے نامحرم عورتوں کو کبھی اپنے سامنے نہ آنے دیا نہ ان کی آواز سننا گوارہ کی ۔ یہ واقعہ اس حقیقت پر غماز ہے۔

''سفر حج کے دوران مظفری جہاز کے کیپٹن عبدالحمید خاں کشمیری صاحب اپنی اہلیہ کے ہمراہ حافظ ملت کی خدمت میں طلب دعا کے لیے حاضر ہوئے۔ان کے ساتھ ان کی اہلیہ بھی تھیں۔ان کی اہلیہ نے درخواست کی کہ حضرت میرے سر پر اپنا دست مبارک رکھ دیں۔مگر حافظ ملت علیہ الرحمہ حزم واحتیاط کا پہاڑ تھے ۔ انہوں نے موصوفہ کے حق میں صرف دعاے خیر کی اور انہیں رخصت فرمایا'' ۔(آداب حج وزیارت ۔از مولانا محمد اسلم بستوی ص ۸۰)

طریقت میں پیری کے تمام آداب پر بھی حافظ ملت بدرجہ اتم کھرے اترتے ہیں۔

(۱) ایک مرشد کامل میں جو اوصاف ہونے چاہئیں حضور حافظ ملت ان تمام اوصاف سے مزین تھے۔

آپ کے مرشد کامل اور روحانی قدروں کے حامل ہونے کی بابت شہزادۂ غوث الوریٰ حضرت مولانا سید غلام مصطفےٰ حضرت القادری دربار شریف کلکتہ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ عالم باعمل ،درویش بے بدل، اہل دل اور صاحب حال تھے، عاشق رسول، شیداے اہل بیت اطہار اور فداے غوث الابرار تھے۔آپ کی ہر ادا اخلاق نبوی کی تصویر تھی ۔

عجز وانکساری ،تواضع وخاکساری آپ کی زندگی کا طرۂ امتیاز تھا'' (حافظ ملت نمبر ص)

(۲) حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب حضور حافظ ملت کی مرشدانہ اکملیت اور عارفانہ حیثیت کے بارے میں رقم فرماتے ہیں:

حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عالمانہ و فاضلانہ حیثیت جو ہر موافق ومخالف کو مسلم ہے اسی طرح آپ کی عارفانہ حیثیت بھی واضح اور غیر مبہم ہے جس طرح آپ کی عالمانہ و فاضلانہ حیثیت آفتاب کی طرح روشن ہے۔عارفانہ حیثیت سے آپ کے لیل ونہار شاہد ہیں کہ اگر چہ آپ اپنی خاندانی کوئی خانقاہ نہیں رکھتے تھے نہ ہی بعض خانقاہوں کے مشہور ومعروف سجادہ نشینوں کی طرح خود کو آراستہ کر کے لوگوں کے لئے باعث کشش بناتے تھے نہ ہی زرق برق لباس میں ملبوس ہوکر لوگوں کی عقیدت وارادت کو شہ دے کر اپنی طرف مائل کرنے کا بیش از بیش سامان رکھتے تھے بلکہ خشک چہرہ ،سادہ لباس اور کم گو ہونے کی وجہ سے آج کی دنیاے ارادت وعقیدت کے لیے آپ بالکل بے کشش تھے۔

لیکن اس کو کیا کہا جائے کہ اس قسم کی بے سروسامانی کے باوجود حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنی باطنی زیب وزینت میں اتنی کشش رکھتے تھے کہ بہت سے خانقاہی اور نورانی چہروں والے پیروں کے لیے باعث رشک ہی نہیں بلکہ باعث حسد بھی بن گئے۔یہ درحقیقت حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی وہ تقویٰ وطہارت اور تعلق باللہ و بالرسول کی قوت تھی جو لوگوں کو ظاہری ساز وسامان کے بغیر انکی طرف جھکنے پر مجبور کرتی تھی ۔'' (حافظ ملت نمبر ص ۱۴۳)

حافظ ملت کی شان مرشدانہ:

(۴) حضرت مولانا عبداللہ خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''میرا وجدان شہادت دے رہا ہے کہ مرشدی حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان جیسے جامع صفات، برگزیدہ، اللہ والے انسان عصر جدید میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔ آپ کی زندگی پاک کھلی کتاب کی طرح میرے اس دعویٰ کا بین ثبوت ہے جس کے ایک ایک ورق کے مطالعہ سے یقین حاصل کیا جاسکتا ہے کہ تقویٰ وطہارت نفس کے پر پیچ دشوار گزار راستے کو آپ نے بڑی آسانی کے ساتھ طے کیا اوامر ونواہی کی بجا آوری تو آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی لیکن اس سے بڑھ کر آداب وسنن میں بھی سیرت نبویہ سے از سر مو تجاوز کرنے کا کوئی سلیم الطبع شخص ثبوت فراہم نہیں کرسکتا اٹھنا بیٹھنا، سفر و حضر بات چیت، باہمی معاشرت معاملات دین و دنیا، عوامی روابط وتعلقات، اپنے پرائے سے سلوک وبرتاؤ سب میں آپ نے طریقہ مصطفوی کا دامن اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیا، حسان العجم خاقانی نے اپنے مرشد کے متعلق یہ دعویٰ کیا تھا۔

رقمہائے کہ اندر خرقہ مرموز اند از بخیہ
رموزِ لوح محفوظ است گر خوانی بایقانش

یعنی میرے مرشد کی گدڑی میں لوح محفوظ کے اسرار ورموز پوشیدہ ہیں اگر تم ان کو علم وایقان کی روشنی میں پڑھو ان کی کتاب زندگی میں رسول اکرم نور مجسم ﷺ کی سیرت پاک کی تحریریں مرقوم تھیں۔

مرشد کامل کا دربار ایسا دربار تھا جہاں کسی کو بری باتوں کا یارائے کلام نہ تھا، غیبت، چغل خوری، فحش کلامی، کسی کے متعلق غلط خیال کا اظہار۔ آپ کی طبیعت سلیمہ کو گوارہ نہ تھا انسانی فطرت کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ اپنے معاصر کی خوبیوں کا اعتراف صدق دل سے نہیں کرتا بلکہ اگر کوئی اس کے معاصر کے اچھے اوصاف وکمالات کا ذکر کرتا ہے تو اس کو ایک گونہ انقباض وتکلیف ہوتی ہے اور دل ہی دل میں پیچ وتاب کھاتا ہے اور سوچتا ہے کہ ایسا نقص وعیب ڈھونڈھ نکالے جس سے وہ لوگوں کی نگاہ میں حقیر نظر آئے اور اس کی اچھائیاں دب کر رہ جائیں لیکن میرے مرشد کا طرہ امتیاز و وصف خصوصی تھا کہ اگر ان کے سامنے ان کے معاصر کا ذکر خیر کیا جاتا تو نہ صرف یہ کہ کشادہ دلی کے ساتھ سماعت فرماتے بلکہ خود بھی اس کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہو جاتے یعنی اپنے حسن ظن کا ایسا مظاہرہ فرماتے جو مومن کامل کا شعار ہوتا ہے۔

قرآن حکیم نے پیروان اسلام کو یہ حکم دیا ہے کہ عام حالت میں کسی کے متعلق برا خیال نہ رکھیں کیونکہ اگر وہ خلاف واقع ہے تو گناہ وعذاب کا باعث ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ امراض نفسانی میں سے ایک ایسا مرض ہے جس سے دائمی مناقشت کی وبا عام ہو جاتی ہے اس سے نفرت وحقارت کا جذبہ ابھرتا ہے اس کے برعکس حسن ظن، مودت والفت جس پاک باطن میں پائی جائے سمجھو اس کا میلان نیکی کی طرف ہے اور اس کا دل آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہے اس اعتبار سے بھی جب ہم حضرت حافظ ملت کی عظیم شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو یقین محکم ہوتا ہے کہ آپ کا آئینہ قلب مجلی و مصفیٰ تھا یہ یقین محض دعویٰ نہیں ہے بلکہ ٹھوس شہادتوں پر مبنی ہے جن سے پتہ چلتا ہے کہ خدائے پاک نے آپ کی طبع سلیم

کو ایسا سنوار کر بنایا تھا کہ اس پر بدگمانی سوء ظن وغیرہ کے امراض نفسانی کا اثر نہیں پڑ سکتا تھا بلکہ بعض نیاز مندوں کو تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ جس طرح خود حضرت دنیا کی آلائشوں سے ستھرے ہیں ایسا ہی سب کے بارے میں خیال رکھتے ہیں خود نیک ہیں سب کو نیک سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات والا تبار فطری طور پر اس قسم کی باطنی بیماریوں سے پاک وصاف تھی ہی۔ اس پر احکام الٰہی کے بجا آوری کے جذبہ نے سونے پر سہاگا کا کام کیا۔

آقاء نعمت نور اللہ مرقدہ "اَلْحُبُّ فِیْ اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِیْ اللّٰہِ" کا کامل نمونہ اور سچی تصویر تھے۔ ان کو مذاہب باطلہ والوں اور شان رسالت میں گستاخی کرنیوالوں سے بیر تھا تو محض خوشنودی الٰہی کے لیے تھا۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ بجالانے والا، اسلام کی دعوت و تبلیغ کی سرگرمیوں میں حصہ لینے والا، بدعت وعقائد فاسدہ سے بندگان خدا کی حفاظت و دیانت کرنیوالا آپ کا بڑا محبوب و پیارا تھا۔

نہیں ہے پیر مے خانہ مگر فیضان باقی ہے
ابھی تک مے کدہ سے بوئے عرفانی نہیں جاتی

(حافظ ملت نمبر ص ۱۷۱-۱۷۲)

مولانا یٰسین اختر مصباحی تحریر کرتے ہیں:

آپ کے ارادت مندوں کا ایک وسیع حلقہ ہے۔ ایک مرشد کی حیثیت سے آپ نے اذہان وقلوب کی تطہیر، اخلاق کی درستگی، اعمال وافعال کی اصلاح، اسلامی شعائر وآداب کی حفاظت و پاسبانی، جذبۂ خدمت خلق، پابندی صوم وصلوٰۃ کی جو روح اپنے حلقۂ ارادت میں پھونکی اور انھیں اسلام وایمان کے لیے جینے کا جو جذبہ پیدا کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

ایک کامل شیخ کی طرح آپ نے ان کی رہنمائی کی متصوفۂ زمانہ کی طرح سامان کشش کا اہتمام نہ کرتے ان کے ظاہری رنگ وروغن اپنی تقدس مآبی کی داستان سرائی خود ساختہ فضائل و مناقب اور طرح طرح کی ان کی عیاریوں و مکاریوں سے سخت متنفر و نالاں تھے۔ آپ کے پاس نہ تو کوئی ظاہری وجاہت تھی اور نہ بے جا شان وشوکت، نہ زہد و پارسائی کا اظہار و اعلان۔ صرف دینداری خدا ترسی، سادگی، بے نفسی عبادت وریاضت اور علم وحکمت کی دولت آپ کے پاس تھی۔ اور بس۔ لیکن خدا جانے آپ کی زبان میں کیا تاثیر اور چہرے پر کیسی سنجیدگی اور کتنا وقار برستا تھا۔ نظر میں کتنی حیا تھی۔ اور فطرت میں کتنی سلامتی تھی کہ جو سامنے آتا اس کا دل آپ کی طرف مائل ہوتا اور کھنچے لگتا۔ باعمل مرشدوں کی طرح مناہی ومنکرات کے ارتکاب اور بے راہ روی سے دور رہ کر ارشاد و ہدایت اور تبلیغ دین کرتے۔ حرص وطمع کا شائبہ تک نہ تھا اور نہ جی حضوری اور قدم بوسی کی خواہش، سلف صالحین کے نقش قدم پر چل کر مشیت الٰہی کے ساتھ اصلاح اعمال وتطہیر قلوب کا فریضہ انجام دیا۔

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق
مثل خورشید سحر فکر کی تابانی میں
بات میں سادہ و آزاد معانی میں دقیق

اس کا انداز نظر اپنے زمانے سے جدا   اس کے احوال سے محرم نہیں یاران طریق

سے عیاں ہے کہ حضور حافظ ملت صحیح معنی میں مرشد کامل اور روحانی اقدار کے حامل تھے۔

حضور حافظ ملت نہ صرف عامل شریعت تھے بلکہ لوگوں کو شریعت کی تعلیم بھی دیتے تھے اور طریقت کا رہرو بناتے تھے۔

شرعی پردہ اور طریقہ بیعت:

"سبع سنابل میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے اور مکان کے اندر تشریف لے گئے تو تمام عورتیں بھی بیعت کے لئے حاضر ہوئیں۔رسول اللہ ﷺ نے کچھ توقف فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ الآیہ۔یعنی اے نبی جب مسلمان عورتیں تمہارے پاس حاضر آئیں اور اس چیز پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی نہ وہ چوری کریں گی نہ زنا کریں گی نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی نہ ایسا بہتان لائیں گی جسے وہ اپنے ہاتھوں پیروں کے درمیان کسب کریں اور نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں۔بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔نبی ﷺ نے اس آیت کے بموجب عورتوں کو بھی بیعت کرلیا۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عورتوں کی بیعت صرف کلام سے ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک کسی عورت کے ہاتھ سے مس نہ ہوا۔"(سبع سنابل ص ۱۰۶۔۱۰۷)

حضور حافظ ملت عورتوں کو پردہ کا حکم دیتے،نامحرم عورتوں سے نہ گفت وشنید کرتے اور نہ انہیں قریب آنے دیتے۔

چند مثالیں:

"حاجی خیر اللہ دلال کے پوتے جناب ولی اللہ صاحب کا واقعہ قاری محمد عبد الحکیم صاحب نے بیان فرمایا،انہوں نے کہا کہ حضرت!میری دادی صاحبہ دیوار کی آڑ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں۔فرمایا عورت کی آواز بھی عورت ہے۔تم ضرورت پوچھ کر آؤ۔"

حالانکہ موصوفہ کی عمر اس وقت ستر سال سے متجاوز رہی ہوگی،اور جناب خیر اللہ دلال صاحب اشرفیہ کے متولی تھے،مولانا محمد اسلم گورکھپوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنی جماعت کے ساتھ مشغول درس تھے،ایک طالب علم نے آکر عرض کیا۔حضور!ایک خاتون آئی ہوئی ہیں۔فرمایا:کسی چھوٹے بچے کو بلاؤ حسب الحکم ایک بچہ کو بلایا گیا۔آپ نے اس سے کہا جاؤ ان صاحبہ سے ان کی ضرورت دریافت کرلو،اسی بچے سے یہ بھی کہلوایا کہ اپنے گھر تشریف لے جائیں۔اور مدرسہ میں کبھی نہ آئیں۔کوئی ضرورت ہوا کرے تو کسی مرد کو بھیج دیا کریں۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ سے اگر کوئی عورت مرید ہونا چاہتی تو اسے پردہ کے پیچھے بٹھایا جاتا۔اس کا کوئی محرم مرد موجود ہوتا۔حضرت اپنے رومال کا ایک حصہ بڑھاتے جسے وہ پکڑ لیتی،اور جو کچھ کلمات حافظ ملت فرماتے،عورت سن کر انہیں نہایت پست آواز میں دہراتی۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے عرس مبارک کے دوسرے دن راقم الحروف نے حضور حافظ ملت اور چند علما کرام

کو اپنے غریب خانے واقع قصبہ خاص محلہ ملک پورہ ،گھوسی زحمت دی۔اس دن میری والدہ ماجدہ جن زاہدہ خاتون نے بایں طور حافظ ملت سے بیعت کی دولت پائی۔حافظ ملت بیٹھک میں دروازے سے لگ کر تشریف فرمائے دروازے کے دوسری جانب والدہ ماجدہ تھیں۔ میں خود والدہ کی گزارشات حضرت کی خدمت میں پیش کر رہا تھا۔نہ والدہ نے حضرت کی زیارت کی اور نہ ہی حافظ ملت نے ان کی آواز سنی نہ دیکھا۔

(۲) ''دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کے جلسہ میں حافظ ملت کی تشریف آوری ہوئی۔ایک صاحب نے حضرت کی خدمت میں آکر عرض کیا حضور! ایک ضعیفہ داخل سلسلہ ہونا چاہتی ہیں، اتنا کہنے کے بعد وہ صاحب انتظام کے سلسلہ میں وہاں سے چلے گئے۔ حضرت جہاں بیٹھے ہوئے تھے اس کمرے کے دروازے کی دراز سے ایک بوڑھی عورت نے جھانک کر حضرت کو دیکھنے کی کوشش کی اگر چہ حضرت کی عادت کریمہ بیٹھے ہوئے بھی سر جھکائے رکھنے کی تھی، مگر معلوم نہیں کس طرح انہیں پتہ چل گیا۔ پھر تو ان کا جلال ظاہر ہوا۔ اور ڈانٹ پھٹکار کر اسے بھگانے لگے۔اس نے اور دیگر لوگوں نے معذرت کی تب جا کر اسے معاف کیا۔ پھر اپنے سلسلہ میں داخل کیا۔اور احکام شرعیہ کی بجا آوری نیز عفت نگاہ کی تعلیم فرمائی''

مریدین کی تعلیم:

بیعت لینے سے پہلے حضرت حافظ ملت بیعت وارادت پر مختصر روشنی بھی ڈالتے تھے۔مرید ہوجانے والوں کو نماز کی پابندی اور جھوٹ سے احتراز کی سختی سے تلقین فرماتے۔

اگر کسی مقام پر بیعت لینے کے بعد رکنے کا موقع ملتا تو مریدین کو جمع کر کے حلقہ بھی کراتے جب جب علاقہ مریدین کا دورہ ہوتا تو وقت نکال کر مریدین کی تعلیم وتربیت فرماتے۔ان کی خیریت دریافت کرتے۔کسی بھی پریشانی میں یا حاجت میں مبتلا مریدین کی پریشانی کے دفعیہ کے لیے دعا کرتے،تعویذات ونقوش دیتے، مشکلات کے حل کی ترکیب بتاتے، حاجتمندوں کی حاجت روائی فرماتے۔

آپ مریدین پر مثل اولا د شفقت فرماتے تھے۔

آپ کے شجرہ شریف میں ذکر جہر کی ترکیب بھی درج ہے اور مریدین کے لیے ضروری ہدایات بھی جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مذہب اہلسنت وجماعت پر قائم رہیں۔ وہابی، دیوبندی، رافضی، تبلیغی، مودودی، ندوی، نیچری، غیر مقلد، قادیانی، وغیرہم سب سے جدا رہیں۔

۲۔نماز پنجگانہ کی پابندی نہایت ضروری ہے۔مردوں کو مسجد وجماعت کا التزام بھی واجب ہے۔

۳۔جتنی نمازیں قضا ہوگئی ہیں سب کا ایسا حساب کہ تخمینے میں باقی نہ رہ جائیں زیادہ ہوجائیں تو حرج نہیں اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کریں۔

۴۔ جتنے روزے بھی قضا ہوئے ہوں دوسرا رمضان آنے سے پہلے ادا کرلیے جائیں۔

۵۔ جو صاحب مال ہیں زکوٰۃ بھی دیں۔ جتنے برسوں کی نہ دی ہو فوراً حساب کر کے ادا کریں۔ ہر سال کی زکوٰۃ سال تمام ہونے سے پہلے دے دیا کریں۔

۶۔ صاحب استطاعت پر حج بھی فرض ہے۔

۷۔ کذب، فحش، چغلی، غیبت، زنا، لواطت، ظلم، خیانت، ریا، تکبر، داڑھی منڈانا یا کتروانا، فاسقوں کی وضع بری خصلتوں سے بچیں۔

خلافت:

قاری عبدالحکیم صاحب کی روایت کے مطابق حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے صرف حافظ محمد حنیف صاحب عزیزی بلرامپوری کو خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔ لکھتے ہیں:

''جناب الحاج حافظ محمد حنیف عزیزی کو حافظ ملت نے بلرام پور کے ایک جلسۂ عام میں اپنی خلافت سے نواز کر بیعت کرنے کی اجازت دی۔ میں خود بھی اس جلسہ میں موجود تھا۔(ازمکتوب قاری عبدالحکیم ۲۵،۸،۹۷ء)

اس سلسلے میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی لکھتے ہیں:

''کچھ لوگوں نے پہلے حضور حافظ ملت کے ۵،۴ خلفا کا ذکر کیا لیکن تحقیق وجستجو کے بعد صرف ایک ہی خلیفہ یعنی حافظ حنیف صاحب کی بابت تصدیق ہوسکی۔ جانشین حافظ ملت، عزیز ملت حضرت علامہ مولانا عبدالحفیظ صاحب دامت برکاتہم النورانیہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ نے اس سلسلے میں صرف حافظ محمد حنیف صاحب قبلہ ہی کے نام کی تصدیق فرمائی۔(مضمون خلیفہ حافظ ملت، حضرت حافظ محمد حنیف بلرام پوری مشمولہ ماہنامہ اسلامک ٹائمز بریلی شریف بابت ماہ فروری ۲۰۰۳ء)

مولانا عبدالمبین نعمانی راوی ہیں کہ حضرت علامہ محدث کبیر ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری بن صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے مجھے حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی موجودگی میں خلافت واجازت سے نوازا۔

خلیفۂ حافظ ملت:

ولادت: حافظ محمد حنیف صاحب بروز دوشنبہ ۱۹۳۴ء بمقام بلرام پور (یوپی) پیدا ہوئے۔

حافظ صاحب کے والد ماجد دیندار انسان تھے لہذا انہوں نے حافظ صاحب کو گھر پر ابتدائی تعلیم کے بعد ''مکتب اسلامی'' بلرامپور میں درجہ حفظ میں داخل کرادیا جہاں آپ نے پانچ پارے حفظ کیے بعدہ جامعہ انوار القرآن بلرامپور میں ۲۶/رویں پارے تک حفظ کیا اس کے بعد حفظ کی تکمیل اپنے استاذ حافظ نور محمد صاحب بلرامپوری سے کی۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۵/رسال تھی۔ قراءت حفص کی تکمیل قاری رحمۃ اللہ صاحب ادروی سے کی، انہیں سے گلستاں بوستاں بھی پڑھی۔ فارسی ودینیات کی تعلیم کے بعد آپ مدرس ہوگئے۔ مدرسی کے ساتھ ساتھ آپ بلرامپور کی بڑی مسجد۔ مسجد ابراہیم مستری میں فریضہ امامت بھی انجام دیتے رہے۔ ۱۶/رسال کی عمر سے ہی فریضہ امامت انجام دینا شروع کردیا تھا۔ آج تک آپ مسجد ابراہیم مستری'' کے امام وخطیب ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے متولی بھی ہیں۔

بیعت وخلافت:

"۱۹۵۲ء میں حضور حافظ ملت علامہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب جب پہلی بار بلرام پور تشریف لائے تو حافظ صاحب وہیں حضور حافظ ملت سے بیعت ہوگئے۔ آپ کو داخل سلسلہ کرنے کے بعد حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز نے بہت بہت دعاؤں سے نوازا۔

۱۹۵۴ء میں حضور حافظ ملت نے آپ کو سلسلہ ہائے قادریہ، برکاتیہ، رضویہ، امجدیہ اور معمریہ اشرفیہ وغیرہ کی خلافت واجازت مرحمت فرمائی اور انہیں بلرامپور ومضافات کے اپنے مریدوں کو تعلیم وتربیت کے لیے بھی متعین فرمادیا۔

حلقہ عزیزیہ قائم کرکے آپ مریدین حافظ ملت سے ذکر واذکار بھی کراتے اور انہیں دینی تعلیم بھی دیتے اور اس طرح انہیں مسلک اہل سنت میں پختہ کرکے اعمال صالحہ کی طرف راغب کرتے۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

ذکروفکر اور عملیات کا رجحان:

کم عمری سے ہی حافظ محمد حنیف صاحب ذکر وفکر کی طرف مائل تھے۔ آپ اکثر گھنٹوں ذکر واذکار میں مشغول رہتے اور اسی کے سبب آپ کو فکر اور مراقبے سے بھی شغف ہوگیا۔ آپ نے عملیات اور چلہ کشی کی جانب بھی توجہ دی۔ چند عاملین نے آپ کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی بھی کی۔ حضرت حافظ ملت نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہوئے اور بعدہ خلافت واجازت کے حصول کے بعد آپ نے "تصور شیخ" بھی شروع کیا اور اس میں آپ کو زبردست کامیابی ملی، ہر قدم پر شیخ کامل نے آپ کی رہنمائی ودستگیری فرمائی۔ آپ نے حروف تہجی کی زکوٰۃ کی ادائے گی چلہ کی حالت میں بالترتیب کی۔ چہل کاف کی زکوٰۃ باموکل ادا کی۔ اس کے علاوہ دعاے حیدری، اللہ عزوجل کے اسماے حسنیٰ، دعائے مغنی، چہل اسما، دعاے سریانی اور نادعلی، سورۂ یٰسین، سورہ مزمل، سورۂ فتح، سورۂ نبا، سورۂ واقعہ، سورۂ ملک وغیرہ کے عملیات میں پختگی حاصل کی۔

حضرت منور شاہ کے عملیات میں بھی آپ طاق ہوگئے۔ یہ عملیات آپ نے بڑی چلہ کشی وجفاکشی کے بعد حاصل کیے۔ آپ نے تنہا جنگلوں، بیابانوں اور رات میں دریاؤں میں کھڑے ہوکر چلہ کشی کی۔ آپ کے تعویذات میں بڑا اثر ہوتا ہے، غیر مسلمین بھی آپ پر بڑا اعتقاد رکھتے ہیں۔ سحر اور آسیب بھگانے میں آپ کو ملکہ حاصل ہے۔ اگر کسی گھر میں کوئی شخص آسیب زدہ ہو اور حافظ صاحب اس کے دروازے تک بھی پہنچ جائیں تو مریض چیخ چیخ کر دہائی دینے لگتا ہے۔ جانے کتنے مرد وعورت کو آپ نے جن کے قبضے سے آزادی دلائی۔ حاضرات میں بھی آپ کو مہارت ہے۔ مفرور کس سمت گیا ہے، کہاں ہے آپ اس کا پتہ حاضرات کے ذریعہ لگا لیتے ہیں اور حاضرات سے ہی جن وشیاطین کی بابت معلومات حاصل کرلیتے ہیں۔

ایام جوانی سے ہی حافظ محمد حنیف صاحب قبلہ کی شہرت بلرام پور سے نکل کر دور دور تک پھیل گئی۔

سحر وآسیب کے مریضوں جن کے علاج کے لیے آپ نے کلکتہ، ممبئی، لکھنؤ، بریلی وغیرہ شہروں کے دورے بھی کیے اور ہر جگہ کامیابی حاصل کی۔

آپ کے معتقدین کا حلقہ بہت وسیع ہے خاص کر پوربی اضلاع میں۔

شیخ طریقت سے عقیدت ومحبت:

حضرت حافظ محمد حنیف صاحب قبلہ کو اپنے شیخ طریقت سیدنا سرکار حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان سے زبردست عقیدت ومحبت ہے۔آپ نے حافظ ملت کی بہت ادائیں بھی پائی ہے مثلاً کم سخنی، سنجیدگی، رعب اور وجاہت، انسان شناسی وغیرہ۔آپ اپنے مرشد زادے عزیز ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے بہت ہی عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اوران کا بڑا احترام کرتے ہیں نیز اشرفیہ کے اساتذہ، حافظ ملت کے تلامذہ اور مریدین بھی آپ سے محبت کرتے ہیں اورآپ کا احترام کرتے ہیں۔

آپ ہر سال عرس عزیزی میں بلرامپور سے کئی بسوں پر عزیزیوں کو لے کر مبارک پور حاضر ہوتے ہیں۔ ہر سال بلرام پور میں بھی عرس عزیزی منعقد کراتے ہیں۔

بیعت وارشاد:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے خلافت واجازت پانے کے بعد سے ہی لوگ آپ کی طرف متوجہ ہونے لگے تھے لیکن آپ نے بیعت کرنے کی طرف دھیان نہیں دیا لیکن جب خود حضور حافظ ملت قدس سرہ نے آپ کی توجہ اس طرح دلائی تب جاکر آپ لوگوں کو مرید فرمانے لگے۔اپنے شیخ کامل کی طرح آپ بھی مرید کرنے کے معاملے میں بہت محتاط ہیں لیکن اس کے باوجود بلرام پور، برگدوا بازار، بستی، گھوسی، (ضلع مئو) لکھنؤ، کانپور اور شمالی ومشرقی نیپال میں آپ کے مریدین کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔

شخصیت:

حضرت حافظ محمد حنیف صاحب قبلہ خوش شکل، خوش اخلاق، خوش گفتار ہیں۔شریعت وسنت کے پابند متقی، پرہیزگار، تہجد گزار ہیں اچھی خاصی عمر ہو جانے کے باوجود چہرے پر بڑی چمک ہے اور ریش وسر کے کم ہی بال سفید ہوئے ہیں۔عطریات وخوشبودار تیل کا کاروبار کرتے ہیں۔طب سے بھی اچھی واقفیت ہے۔(ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی: اسلامک ٹائم بریلی۔فروری ۲۰۰۳ء)

حلقہ ہائے مریدین حافظ ملت:

مندرجہ ذیل مقامات پر حضرت حافظ ملت کے مریدین بکثرت موجود ہیں اعظم گڑھ۔ چریا کوٹ، بلرام پور، مبارکپور، بستی، گورکھپور، بنارس، بکارو اسٹیل سٹی، ٹاٹا نگر جمشید پور (جھارکھنڈ) دھنباد، راوڑ کیلا، جھارسوگڈا، (اڑیسہ)، ہوڑہ، کلکتہ، مغربی بنگال، ناگپور، ممبئی سنبل پور وغیرہ۔

☆☆☆



(سولہواں باب)

حافظ ملت کی ولایت و کرامت

تیرا اخلاص ترا جذبہ عزیمت تیری
دوراندیشی دروں بینی ثقاہت تیری
عہد کو اپنے کیا تونے عمل سے بوجھل
بدؔر عالم اسے کہتا ہے کرامت تیری
(بدر)

حافظ ملت کی ولایت وکرامت

ولی اور ولایت:

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں اپنے اولیا کی شان بیان فرمائی ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔الذین آمنوا وکانوا یتقون۔لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ، لا تبدیل لکلمٰت اللہ ذلک ھو الفوز العظیم۔

سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں ،انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔یہی بڑی کامیابی ہے۔

بندگان خاص پر کریم و رحیم رب کا یہ فضل عظیم ہے کہ وہ خود ان کا ولی ہے۔قرآن مجید میں متعدد ایسی آیات کریمہ ہیں جن میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اہل ایمان کا ،نیکوں کا ،ولی (سرپرست ونگہبان اور دوست) ہے اور ان سے محبت فرماتا ہے۔ملاحظہ فرمائیں۔

☆ اللہ ولی الذین آمنوا — اللہ ایمان والوں کا ولی ہے

☆ وھو یتولی الصالحین — وہ نیکوں کا ولی ہے

☆ ذالک بان اللہ مولیٰ الذین آمنوا — یہ اس لیے کہ اللہ مومنوں کا مولا ہے

☆ یحبھم ویحبونہ — اللہ ان مومنوں سے محبت فرماتا ہے اور مومن اللہ سے محبت کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو بھی اہل ایمان وتقویٰ کا ہر زمانے ہر عالم اور ہر دور میں ولی (نگہبان ،سرپرست اور دوست) بنایا ہے۔

☆ انما ولیکم اللہ ورسولہ — صرف اللہ اور رسول تمہارے ولی ہیں۔

اور دوسری جانب سچے بندگان حق کی یہ شان ہے کہ

والذین آمنوا اشد حبا للہ — مومن اللہ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں

آیت مذکورہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ مومنین صالحین کا ولی اور دوست ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح مومن بندے بھی اپنے رب سے بیحد محبت کرتے ہیں۔تو حسب قانون قرآنی

اوفوا بعھدی اوف بعھدکم — تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا

ان بندوں میں سے جو اوامر الہیہ کی پورے طور پر بجاآوری کریں منہیات سے بچیں اور تقاضائے شریعت کو پورا کریں تو اگر رب کریم اپنی عنایت سے ان کے کان بن جائے جن سے وہ سنیں ،ان کے ہاتھ بن جائے جس سے وہ پکڑیں ان کے پیر بن جائے جس سے وہ چلیں تو کیا بعید ہے۔بندوں میں سے جس نے اپنی پوری زندگی مرضی مولی پر صرف کی۔اگر

مولی تعالی اس کی مرضی سے انہونی کو ہونی بنا دے تو کیا تعجب ہے؟ حدیث قدسی میں اسی بات کو بتایا گیا ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔رب تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ماتقرب عبد الیّ بمثل اداء ماافترضت علیه ولا یزال یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت له سمعا وبصرا ولسانا و قلبا ویدا و رجلا بی یسمع و بی یبصر وبی ینطق وبی یمشی.

کوئی بندہ صرف میرے فرائض کے مثل ادا کر کے میرا تقرب حاصل نہیں کرسکتا اور ادائے فرائض کے بعد نوافل کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں جب وہ اس مقام تک پہونچ جاتا ہے تو میں اس کے کان آنکھ زبان دل ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں وہ میرے ذریعہ سے سنتا دیکھتا بولتا اور چلتا ہے۔

بندہ حق جو مرضی مولا میں اس قدر رفنا ہو جائے کہ اسی کی خوشنودی میں اپنی تمام خواہشات کو مٹا ڈالے پھر کیوں نہ ہو کہ اس سے اپنی شان کے مطابق محبت کرنے والا اور اسے اپنی ولایت سے سرفراز فرمانے والا اسے اس طرح نوازدے کہ وہ اللہ باقی کی صفت بقا کا فیض پا کر، باقی باللہ بن جائے۔یہی وہ منزل ہے جہاں پہونچنے والے بندۂ خدا کو اذیت دینے والے کو شان قدرت دعوت مبازرت دیتی ہے۔

حدیث قدسی ہے۔

"من عادیٰ لی ولیا فقد اٰذنته بالحرب" (بخاری)

جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو اس نے بے شک مجھ سے جنگ مول لی۔

حضرت علامہ شیخ یوسف نبہانی فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد گرامی اس آیت مبارکہ کے مطابق ہے جس میں فرمایا گیا۔

"ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله" بیشک جو آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ صرف اللہ تعالی سے بیعت کر رہے ہیں یعنی ایذائے ولی ایذائے الہی ہے تو دوسری جانب رضاء ولی بھی رضائے الہی ہے اور اسی قاعدہ کی بنیاد پر بیعت محبوب بھی بیعت الہی ہے۔

پھر مزید دو آیات لکھنے کے بعد علامہ قدست اسرارہم کا روحانی ارشاد ملاحظ کیجئے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَامُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْراً اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب۳۳/۳۶)

نہ کسی مومن مرد کو یہ حق پہونچتا ہے نہ مومن عورت کو کہ جب فیصلہ فرمادے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انہیں کوئی اختیار ہو اپنے اس معاملہ میں ۔اور جو نافرمانی کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ کھلی گمرہی میں مبتلا ہو گیا۔

"ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة واعدلهم عذابا مهینا" (الاحزاب۳۳/۵۷)

بیشک جولوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ تعالی انہیں اپنی رحمت سے محروم کردیتا ہے۔دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لئے رسوا کن عذاب۔

ان تینوں آیات قرآنیہ میں اللہ تعالی نے اپنے محبوب پاک سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بیعت کو اپنی بیعت، ان کی رضا کو اپنی رضا، اور ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف (ایذاء) قرار دیا ہے۔ گویا بارگاہ رب الصمد میں حضور کا مقام کتنا ارفع و اعلیٰ بلند و بالا ہے ان فرمودات کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد علامہ قدس سرہ وہ حدیث فضیلت اولیا میں پیش فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے۔

''اللہ تعالیٰ روز قیامت ارشاد فرمائے گا، میں بیمار ہوا۔ تو نے میری عیادت نہیں کی، میں نے تجھ سے پانی مانگا، تو نے پانی نہیں پلایا، میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تو تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ بندہ جواب میں عرض کرے گا۔ میرے رب میں یہ سب کیسے کرسکتا ہوں جب کہ تو خود سارے جہانوں کا پالنہار ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔

''ان عبدی فلانا مرض فلم تعده اما علمت انک لو عدته لو جدت ذالک عندی''

میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی، کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ تو اگر اس کی عیادت کرتا تو اس کا اجر میرے پاس پاتا۔ اسی طرح کھلانے پلانے وغیرہ میں ہوتا۔

اس سے پتہ چلا کہ اولیاء اللہ وہ بندگان خاص ہیں جنہیں مقام قرب نصیب ہو جاتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''حضور سید الاولین والآخرین علیہ وآلہ من الصلوٰت افضلہا ومن التسلیمات اکملہا ہی کی متابعت سے حق تعالی کی محبوبیت کے مقام پر پہونچتے ہیں۔ اور آپ ہی کی متابعت سے مرتبہ عبدیت، جو کمال کے مراتب سے اوپر اور مقام محبوبیت کے حاصل ہونے کے بعد ہے، سے سرفراز ہوتے ہیں۔'' (مکتوبات شریف دفتر اول نمبر ۲۴۹)

حضرات اولیاء اللہ ذات نبی ﷺ کی محبت و متابعت میں فنا کے بعد دربار الٰہی سے کائنات ارضی پر خلیفۃ اللہ مظہر انوار الٰہیہ اور نائب محبوب حق بنا دیئے جاتے ہیں اس لئے اپنی اپنی استعداد کے مطابق ان میں سے ہر ایک کا فیض جاری رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ ظاہری زندگی میں لوگ ان سے رشد و ہدایت پاتے ہیں اور لوگ اپنی صلاحیت کی مطابق ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ ان کی نگاہ کیمیا اثر سے گمراہوں کو ہدایت کا نور ملتا ہے بعد وصال ان کے مزارت سے فیض کا دریا بہتا ہے اور طالبین طمانیت قلب، حاجات دینوی اور نعمت روحانیت پاتے ہیں۔ ان کے فرمودات وارشادات بھی اپنے اندر اثر انگیزی کا خزانہ رکھتے ہیں، ان کی قبروں کی طرح ان کے فرمودات میں بھی روحانی زندگی ہوتی ہے۔ ان کے کلام کو دوا اور نظر کو شفا کہا گیا ہے۔ اس لئے حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ ''فقرا کے در کی جاروب کشی اغنیا کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔'' (مکتوب شریف ۱۰۹ دفتر اول)

تصوف کیا ہے؟

امام اہل سنت اعلی حضرت قدس سرہ نے تصوف کی تعریف اور حقیقت ''مقال عرفا'' میں تصوف کی امہات الکتب سے بیان فرمائی ہے جسے فاضل جلیل فخر رفقا حضرت علامہ محمد احمد المصباحی مدفیضہ نے اپنے مقالہ ''امام احمد رضا اور تصوف'' کے شروع میں سنوار نکھار کر پیش فرمایا ہے۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کے چند ضروری اقتباسات بھی موضوع کی

مناسبت سے یہاں پیش کروں۔ کیونکہ حافظ ملت اسی خورشید رضویت کی ایک چمکدار اور روشن کرن کا نام ہے۔

عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"التصوف انما هو زبدة عمل العبد باحكام الشريعة"

تصوف کیا ہے؟ بس احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ص ۴)

سیدی ابوعبداللہ محمد بن خفیف ضبّی قدس سرہ فرماتے ہیں:

التصوف تصفية القلوب واتباع النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فى الشريعة

تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی ﷺ کی پیروی ہو۔

(طبقات کبریٰ للامام الشعرانی ص ۱۸)

تصوف طریقت ہی کا دوسرا نام ہے۔ اور طریقت اس راہ کا نام ہے جو خدا تک پہنچانے والی ہو۔ اب خدا تک پہنچانے والی راہ کون ہے؟ اسے سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زبان فیض ترجمان سے سنئے۔ **اقرب الطرق الى الله تعالى لزوم قانون العبودية والاستمساك بعروة الشريعة .**

اللہ عزوجل کی طرف سب سے زیادہ قریب راستہ قانون بندگی کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے۔

(بہجۃ الاسرار للعلامہ ابی الحسن علی الشطنوفی ص ۵۰)

ہرصوفی کامل درجۂ ولایت پر فائز ہوتا ہے اور ہرولی صوفی کامل ضرور ہوتا ہے۔ کرامت کے بارے میں قطب الکونین حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كرامة الولى استقامة فعله على قانون قول النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .

ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی ﷺ کے قول کے قانون پر ٹھیک اترے۔ (بہجۃ الاسرار شریف ص ۳۹ طبع مصر)

حضرت شیخ اکبر محی الدین محمد بن العربی قدس سرہ فرماتے ہیں:۔ ایک کرامت تو حسی ہوتی ہے جسے عوام بھی جانتے ہیں جیسے ہوا میں اڑنا، پانی پر چلنا گذشتہ و آئندہ حالات کی خبر دینا، سیکڑوں منزل بیک قدم طے کرلینا۔ دوسری کرامت معنوی ہوتی ہے جسے صرف خواص پہچانتے ہیں وہ یہ ہے کہ:۔

"اپنے نفس پر آداب شرعیہ کی حفاظت رکھنے، عمدہ خصلتیں حاصل کرنے اور بری عادتوں سے بچنے کی توفیق پائے۔ تمام واجبات ٹھیک وقت سے ادا کرنے کا التزام رکھے۔"

ان کرامتوں میں مکر و استدراج کو دخل نہیں۔ اور وہ کرامتیں جنہیں عوام پہچانتے ہیں ان سب میں مکر نہاں کی مداخلت ہوسکتی ہے۔ کرامات معنویہ میں مکر و استدراج کی مداخلت نہیں۔ (فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۳۸۷)

(بحوالہ امام احمد رضا اور تصوف ص ۵۔۷)

کرامت کیا ہے؟

کرامت کیا ہے؟ علامہ بیضاوی، تفسیر القرآن میں "کرامت" کا مفہوم اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''اللہ تعالی کا اپنے احسان وانعام، حفظ ونصر کا کسی بندے پر مبذول فرمانا'' (یونس ۱۰: ۶۳ کے ذیل میں)

جن قرآنی آیات میں کرامات کی اصل ملتی ہیں وہ یہ ہیں آل عمران ۳-۳۷۔ جس میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس مقفل محراب میں کراماتی طور پر بے موسم کے پھل پہونچنے کا ذکر ہے۔ اور وہ آیات جن میں تخت بلقیس کو حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ایک مصاحب کے آن کی آن میں ملک یمن سے ملک شام پہونچانے کا ذکر ہے۔ وہ سورۃ النمل کی ۲۷۔ ۴۰ آیات ہیں۔ عقائد کی مشہور کتاب عقائد نسفی کی شرح جسے علامہ تفتازانی نے کیا (مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۱ھ) اس کے ص ۱۴۴ سے آگے تک کرامات الاولیاء حق پر عقائد اہل سنت کے ماخذ موجود ہیں۔ واضح رہے کہ کرامات اولیاء اللہ کی حقانیت کو امام راسخ العقیدہ مسلمان مانتے ہیں۔ دور قدیم میں معتزلہ اور بعد میں انہی کے نظریات کے کچھ چھوٹے گروہ ہیں جو اس کے خلاف گئے ہیں۔

علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالی علیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں ''کرامات الاولیاء حق'' کی تشریح فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''کرامت ایسی خارق عادت بات کا نام ہے جس کا ظہور بطور تحدی ومقابلہ نہیں ہوتا۔ اور یہ ایسے آدمی سے صدور پذیر ہوتی ہے جس کا ظاہر ٹھیک ہو، صلاح رکھتا ہو، وہ شخص کسی نبی کا پیرو ہو، اور اس کا اعتقاد وعمل بھی درست ہو''

اس تعریف کے ذریعہ، کرامت معجزہ سے الگ ہوگئی کیونکہ معجزہ بطور تحدی ہوتا ہے، الصلاح کی قید سے، معرفت نکل گئی جو عام مسلمان سے بھی سرزد ہوسکتی ہے صحیح الاعتقاد سے استدراج خارج ہوگیا اور پیروی نبی سے جھوٹے مدعیان نبوت نکل گئے۔ علامہ موصوف مزید فرماتے ہیں۔ ظہور کرامات زندہ ومردہ دونوں طرح اولیا سے ہوتا ہے۔ کیونکہ موت نہ ولی کی ولایت کو ختم کرتی ہے نہ نبی کی نبوت کو۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں ''اولیا ولی کی جمع ہے۔ اور ولی وہ ہے جو اللہ تعالی کی ذات وصفات کا عارف ہو۔ وہ ہر ممکن طور پر طاعات پر مواظبت کرتا ہے، معاصی سے بچتا ہے۔ لذات وشہوات میں انہاک سے روگردانی کرتا ہے (شرح العقائد)

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اولیاء کرام سے کرامت کا ظہور جائز ہے کیونکہ یہ ظہور ایک موہوم امر ہے جو عقل میں حدوث پذیر ہوتا ہے۔ اور جب یہ امر حاصل ہو جائے اور کرامت ظاہر ہو تو اس سے شریعت کے کسی اصول پر زد نہیں پڑتی (رسالہ قشیریہ) امام ابواسحاق اسفرائنی کا ارشاد ہے۔

''اولیاء کرام کے لیے کرامات ہوتی ہیں جو قبولیت دعا سے مشابہت رکھتی ہیں'' حضرت علامہ دلجی مقاصد المقاصد کی شرح میں فرماتے ہیں:

''بدعتیوں کی طرف سے کرامات کا انکار کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ نہ تو ان کی اپنی جانیں ایسی باتوں کا منبع ہیں اور نہ ہی وہ اپنے رہنماؤں سے ایسی باتیں سن سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ عبادات ومجاہدہ میں مشغول تھے اور سیئات سے بچتے

تھے۔مگر جب نہ وہ صاحب کرامت تھے نہ ان کے بڑوں کو یہ دولت ملی تو ان اہل بدعت وہوا نے اولیاء امت پر اعتراضات شروع کردیئے، ان کا گوشت نوچنا اور کھال کھینچنی چاہئے، ان کم بختوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ امر ولایت کا مدار طہارت عقیدہ، صفائے باطن اور اطاعت طریقت اور انتخاب حقیقت پر مبنی ہے۔" (شرح مقاصد المقاصد)

وہ پابند شریعت وسنت تھے:

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات　　اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
ہردو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز　　اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دل نواز

حافظ ملت جس طرح علم وفن کے تاجدار تھے، اسی طرح ایک صوفی باصفا، فقر محمدی کے حامل، اور اخلاق عالیہ کا پیکر تھے جس کی شہادت ان کے دور طالب علمی کے معاصرین سے لے کر، اکابر علما صلحا مرشدین اور اہل روحانیت نے دی ہیں۔ شہزادۂ غوث الوریٰ حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ حضرت القادری دربار شریف قادریہ کلکتہ حافظ ملت کے اخلاق فاضلہ اور کمالات عالیہ پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حافظ ملت آسمان علم وفن کے وہ نیر تاباں تھے جن کی ضیاباریوں سے ملک وبیرون ملک کا گوشہ گوشہ جگمگا رہا ہے۔

آپ عالم باعمل درویش بے بدل، اہل دل اور صاحب حال تھے۔ عاشق رسول، شیدائے اہل بیت اطہار اور فدائے غوث الابرار تھے، آپ کی ہر ادا اخلاق نبوی کی تصویر تھی۔"

"عجز وانکساری، تواضع وخاکساری آپ کی زندگی کا طرۂ امتیاز تھا۔ جب آپ دربار شریف میں تشریف لائے تو فقیر نے بارہا کہا کہ ذرا آرام سے تشریف رکھیں، لیکن وہ فدائے غوث پاک دوزانو ہی بیٹھے رہے۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۵۷)

جن کے وصال پر شہزدۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند الشیخ مصطفیٰ رضا خاں القادری علیہ الرحمہ بریلی شریف نے فرمایا:

"اس دنیا سے جو لوگ چلے جاتے ہیں ان کی جگہ خالی رہتی ہے خصوصا مولوی عبد العزیز علیہ الرحمہ جیسے جلیل القدر عالم، مرد مومن، مجاہد، عظیم المرتبت شخصیت اور ولی کی جگہ پر ہونا تو بہت مشکل ہے، یہ خلا پر نہیں ہوسکتا۔"

سید العلما حضرت علامہ شاہ سید آل رسول مارہروی برکاتی علیہ الرحمہ بابانگ دہل اس بات کو بیان کیا کرتے تھے کہ دور طالب علمی زمانۂ اجمیر مقدس میں ہم لوگ دو آمیوں حضور حافظ ملت اور مولانا سردار احمد محدث پاکستان کے تقویٰ اور طہارت باطنی کے قائل تھے اور بیحد احترام کرتے تھے۔

ولایت کی نشانی صرف خرق عادات ہی نہیں ہے بلکہ علماء اعلام کی تصریح کے مطابق درحقیقت پورے طور پر شریعت مطہرہ کی پیروی اور سنت نبوی کا اتباع ہے۔ سید الطائفہ حضرت الشیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا یہی فرمان ہے، اس معیار پر ہم حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو اہل خانہ، اولاد، برادران، مصاحب علما

معاصرین فضلا، مشائخ طریقت، صاحبان حلق وسجادہ اور شب و روز ساتھ رہنے والے طلبہ اور ہمسائے، حتیٰ کہ حافظ ملت کے اساتذۂ کرام اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ سنت رسول کے صرف عالم ہی نہیں عامل بھی تھے۔ یہاں صرف ایک شہادت پیش ہے صوفی باصفا حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم بقائی زیب سجادہ صفی پور شریف لکھتے ہیں۔

''جو ذات مقدس، پیکر سنت وشریعت ہو، سراپا علم وعمل صالح ہو۔ نمونہ حضرات علماء سلف و مرشدان طریقت ہو۔ جنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد احیاء علوم دینی و دنیاوی بنایا ہو۔ جو سنیت کا سچا و صحیح علمبردار ہو۔ جن کے دل میں دنیائے سنیت کی ترقی اور عروج ہی نہ ہو، بلکہ جو انسانوں کو صحیح قسم کا انسان بنانے کی جد جہد کرنا اپنا فرض سمجھے۔ جو ملک وقوم کا مخلص ترین اور پختہ کار و تجربہ کار رہبر ہو۔ جن کا قلم حد درجہ محتاط اور جامع ہو۔ جن کی تحریر حد درجہ دلنشین اور دل میں اتر جانے والی ہو۔ جو اپنے ہر وقت کے اعمال و کردار سے رہبری کر کے سچی تعلیم دیتا ہو۔ جو نام ونمود اور شہرت سے قطعی متنفر ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کا انتہائی فرماں بردار بندہ اور حضور نبی اکرم رحمت دو عالم کا سچا عاشق اور احکام نبوی ﷺ کا ہر حال میں پابند ہو۔ جو سفر میں حضر میں تندرستی میں بیماری میں سکون میں اور دنیاوی الجھنوں میں اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ سے وابستہ رہتا ہو ایسی عجیب ذات گرامی کے متعلق سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۱۲/۱۱۱)

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی زندگی شریعت وطریقت کا کیسا مجمع البحرین تھی۔ اور آپ کے شب و روز میں سنت رسول کس طرح رچی بسی تھی اس بارے میں حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ لکھتے ہیں:

''موجودہ دور انحطاط میں جب کہ بے عملی کا دور دورہ ہے۔ اخلاقی قدروں کی پامالی ہو رہی ہے۔ منصب اور کرسیوں کے لئے ضمیر نیلام ہو رہا ہے، اس دور میں بھی حق پسند وحق گو بندگان خدا کی کمی نہیں۔ گو ان کے کردار و افعال سے کما حقہ دنیا آشنا نہ ہو مگر تجسس کی نگاہ سے اوجھل بھی نہیں۔ انہی بندگان خدا میں حافظ ملت کی ذات تھی۔ جن کو پوری زندگی اخلاق فاضلہ ملکات نفسانیہ کی ایک انجمن تھی۔ کسی نے زہد وتقویٰ کو دیکھا تو رہ تجھ گیا۔ کسی نے توکل و شان استغنا دیکھی تو گرویدہ ہو گیا۔ کسی نے سادگی میں سطوت شاہانہ دیکھی دامن سے وابستہ ہو گیا کسی نے اخلاص وللّٰہیت کا مطالعہ کیا تو اسیر بن گیا کسی نے خوردوں پر شفقت پیار کی برکھا دیکھی تو وارفتہ ہو گیا۔ کسی نے دینی سرگرمیوں کے لئے زندگی وقف کرتے دیکھی تو فدائی بن گیا۔ الغرض آپ کی کتاب زندگی کا ایک ایک ورق، اور حیات کا ایک ایک گوشہ اس قابل ہے کہ اس پر سیر حاصل بحث کی جائے اور قوم کے لئے آپ کے کردار کا ایک دستاویز مہیا کیا جائے۔''

اس طرح تقریباً ربع صدی سے زیادہ حافظ ملت کی خلوت وجلوت کا مشاہدہ کرنے والے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ تحریر فرماتے ہیں:

''دراصل بات یہ ہے کہ حافظ ملت کے مہر و مروت کا رشتہ تاجدار مدینہ آقائے کائنات ﷺ کی ذات مقدسہ سے

ملتا ہے، یعنی اسی رحمت عالم داعی مساوات کے اتباع کا ثمرہ ہے جس کے اخلاق کی نورانی کرنوں سے اگر ایک طرف کا شانۂ امیر منور ہوتا تو دوسری طرف مفلس کی جھونپڑی بھی۔

دربار مصطفیٰ ہے کہ خالق کی بارگاہ
جو مرتبہ فقیر کا وہ شہریار کا

آپ کے معمولات زندگی میں عمل بالسنّت اس طرح رچ بس گیا تھا کہ سیرت و کردار کے ہر گوشہ سے اس کا مظاہرہ ہوتا۔ مجال نہیں کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر کوئی قدم سنت کے خلاف اٹھ جائے خلوت ہو یا جلوت، دن کا اجالا ہو یا رات کی تاریکی ہر لمحہ آپ کی زندگی سنت کی عملی تفسیر تھی'' (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۳۴)

حضرت مولانا عبد اللہ خاں عزیزی لکھتے ہیں ''وہ اگرچہ اہل تصوف کے ایسے گروہ میں نہیں شمار کئے جاتے تھے جنہوں نے حیات کے ہنگاموں سے قطع تعلق کر کے تجرد کی زندگی اختیار کر لی ہو تا ہم ان کا باطن یادالٰہی اور رضاء حق میں مصروف عمل تھا، وہ علم و عمل کا ایسا پیکر مجسم تھے کہ دور دور تک نگاہ ڈالنے سے ایسے انسان کم نظر آتے، وہ خلوص و محبت کی ایسی دنیا اپنے دل میں آباد رکھتے تھے جہاں اپنے پرائے کا امتیاز نہیں تھا، غرض ان کی خوبی و کمال کی داستان بہت لمبی ہے لیکن جس کی وجہ سے میں ان کو ایک عظیم انسان تصور کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ دیگر کمالات انسانی کے ساتھ ان میں طہارت نفس، تقویٰ وخشیت ربانی کے پاک عناصر غالب تھے، ان کا ظاہر عام انسانوں جیسا ظاہر نہیں تھا بلکہ شریعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا ان کا باطن معمولی انسانوں جیسا باطن نہیں تھا بلکہ اس میں خلوص وللّٰہیت کا بحر بیکراں تلاطم خیز تھا ان کے اطوار و عادات کے آئینہ میں پیغمبر اسلام ﷺ کے اخلاق عالیہ کی جھلکیاں صاف دیکھی جاسکتی تھیں۔'' (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۱۷)

یہ سب ان کی روحانیت کا کمال ہے:

حافظ ملت کے استاذ بھائی فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ شاہ سید ظہیر الدین زیدی قبلہ مدظلہ العالی علی گڑھ علوم ظاہری کے ساتھ باطنی تزکیہ کے مراحل کا بھی عرفان رکھتے ہیں۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کے سارے کارنامہ ہائے حیات کو ان کی روحانیت عظیمہ کا ثمرہ بتاتے ہیں۔

''الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا وجود اس کی بقا اور اس کی ترقی میں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی روحانیت حسن عمل اور خلوص وللّٰہیت کا خون گرم کا کام کر رہا ہے، آپ نے قوم کے سامنے بالعموم اور اہل مبارکپور کے سامنے بالخصوص اپنا جو کردار پیش کیا وہ ایک مثالی کردار ہے جس نے انہیں آپ کا گرویدہ و شیدائی بنا دیا، آپ نہایت پرہیز گار عبادت گذار اور شب زندہ دار عابد تھے، توکل اور قناعت آپ کی زندگی تھی اپنے ہم عصر علما میں آپ کا ایک امتیازی مقام تھا حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصحاب خدمت تلامذہ میں سے میرے علم میں صرف دو حضرات کو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ تشنگان علم کی ایک بڑی تعداد ان سے سیراب ہوئی اور ان کا فیضان علم دور دراز علاقوں تک پہونچا۔ (۱) حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ (۲) اور حضرت مولانا حافظ عبد العزیز علیہ الرحمہ ہندوستان میں موخر الذکر کے تلامذہ کی تعداد بہت

زیادہ ہے موصوف کے تلامذہ میں علما و فضلا کی خاصی بڑی تعداد اس وقت ہندوستان کے طول وعرض میں دین کی خدمت انجام دے رہی ہے بلکہ بیرون ہند بھی یہ سلسلہ پھیل چکا ہے۔ حضرت حافظ ملت اپنے تلامذہ کو صرف درس علم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ ان کی روحانی اصلاح وتربیت بھی فرماتے تھے، ان کے عقائد وافکار کی تطہیر بھی فرماتے تھے اور ان کے قلوب کا تزکیہ بھی فرماتے تھے، ان کے سامنے اپنا حسن عمل تقوی اور اپنی متبع سنت زندگی پیش فرماتے جن سے ان کے دل ودماغ میں آپ کی عظمت کے نقوش مرتسم ہوجاتے تھے اور اس سے ان میں اعلی اور خدا پرست وخدا ترس زندگی کا تصور پیدا ہوتا اور شعور بیدار ہوجاتا۔

صبغۃ اللہ:

شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ کے صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر محمد عرفان لکھتے ہیں ''مولانا کا مزاج و مذاق اگرچہ ابتدا سے دینی تھا اور ان کی کسی دور کی تحریریں بھی دینی روح سے خالی نہیں ہیں لیکن عمر کے ساتھ ساتھ دین کا رنگ اور زیادہ گہرا ہوتا گیا اور آخر میں وہ صبغۃ اللہ میں بالکل رنگ گئے تھے، ان میں بڑا روحانی انقلاب ہوگیا تھا، اس روحانی انقلاب اور اس کے نتائج کے بارہ میں دو قسم کے خیالات ہیں، ایک جماعت اس کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتی اور اس کو ان کی علمی عظمت کے منافی تصور کرتی ہے، اس میں اس کو ان کے علمی مرتبہ کا زوال نظر آتا ہے، دوسری جماعت اس انقلاب اور اس کے بعد ہی کی زندگی کو ان کا سب سے بڑا کارنامہ اور حاصل زندگی سمجھتی ہے، یہ دونوں رائیں غلط اور افرط وتفریط پر مبنی ہیں ان دونوں زندگیوں میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ وہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں اور اس سے ان کا مرتبہ اور مقام اور زیادہ بلند ہوگیا ہے اس سے ان کی علمی منزلت میں کوئی فرق آتا ہے اور نہ ان کے علمی کارناموں کی اہمیت گھٹتی ہے یہ دونوں پہلو اپنی اپنی جگہ پر اہم ہیں اور ایک کو بڑھانے کے لئے دوسرے کی اہمیت نہیں گھٹائی جاسکتی یہ کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں اس قسم کے واقعات دوسرے اکابر اسلام کی زندگی میں بھی پیش آچکے ہیں، امام غزالی مولانا روم حتی کہ امام رازی تک کو ان مراحل سے گذرنا پڑا ہے لیکن آج کون صاحب علم ونظر ان کے علمی کارناموں کی اہمیت سے انکار کرسکتا ہے۔ (حافظ ملت نمبر ص ۹۹)

عجز وانکساری:

تصوف اور خدا شناسی کی بنیاد اول خاکساری اور تواضع ہے۔ علامہ نیاز بریلوی فرماتے ہیں:

کچھ نہ ہونا بندگی ہے اے نیاز
کچھ نہ ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں

حافظ ملت میں یہ جوہر بدرجۂ اتم موجود تھا۔ وہ ہزارہا جید علما و اساتذہ کے استاذ، ہزاروں مریدین کے مرشد اور بے مثال جامعہ کے بانی تھے۔ مگر خود نمائی غرور اور نخوت انہیں چھو کر نہیں گزرے تھے بلکہ بیحد متواضع اور مسکین مزاج تھے۔ اپنے تلامذہ اور شاگردوں سے بھی ایسا برتاؤ کرتے جیسے لوگ اپنے بزرگوں اور بڑوں کا کرتے ہیں، ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ آپ کے شاگرد حضرت مولانا شاہ عبد الحق صاحب گھبڑوی یا مولانا محمد محبوب صاحب اشرفی نوادی حضرت

سے ملنے آتے تو حافظ ملت ان کا نہایت خندہ پیشانی سے استقبال فرماتے اور اپنی مسند پر بٹھاتے، یہ اور بات ہے کہ وہ ادب شناس تلامذہ اپنی نشستگاہ پر بیٹھنا ہی باعث سعادت سمجھتے، آپ اپنے خطوط میں اکثر لوگوں کو محبّ محترم تحریر فرماتے بعض تلامذہ کو کسی کام کی طرف متوجہ کرنا ہوتا تو لکھتے:

''آپ سے گزارش ہے کہ فلاں کام کی جانب توجہ دیں'' ایسے ہی شاگرد کوئی عرض پیش کرتے تو فرماتے ''تعمیل حکم میں شریک ہونے کا قصد ہے۔''

آپ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا شاہ سراج الہدی صاحب کے خطوط میں یہ جملے ملتے ہیں:

☆ سراج العلوم کے اجلاس کی دعوت بسر و چشم منظور ہے۔

☆ دعاؤں کا طالب ہوں۔

☆ تعمیل حکم میں کسی نقصان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے شریک ہونے کا قصد ہے۔

☆ آپ سے گزارش ہے کہ۔

☆ آپ کی خدمت میں عرض ہے۔ (نمبر ص ۳۰۲)

رفیق مولانا یٰسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

موٹا جھوٹا کھاتے اور پہنتے، تکلف و تصنع اور ظاہری شان و شوکت رکھ رکھاؤ اور خود نمائی کا کبھی تصور بھی نہ آنے دیا۔ اس کے باوجود اس سادگی پر ہزاروں رعنائیاں قربان تھیں اور دل بے ساختہ کھینچ آتے تھے جو بات کہتے دل سے کہتے اور اس کا اثر یہ ہوتا کہ انہیں آنکھوں سے لگایا جاتا اور دلوں میں جگہ دی جاتی۔ (اشرفیہ نمبر ص ۳۹۷، ۳۹۸)

ان کی زندگی کے عوامی اور نجی دونوں رخ بالکل یکساں ہیں، ایک سی سادگی، بیساختگی، نمائش سے گریز، ملنساری اور محبت کی آمیزش اپنے پرائے ہر ایک سے وضع داری سے ملنا۔

ایک شفیق باپ ایک دردمند بھائی ایک مخلص دوست ایک ذمہ دار مرشد ایک احساس مند استاذ ان تمام حیثیتوں سے ان کی ذات قابل اطمینان اور نمایاں خصوصیت کی حامل ہے، دیانت قول و عمل کی یہ شان کہ اس زمانہ میں کم لوگوں میں دکھائی دیتی ہے۔ چھوٹا بڑا ہر ایک کی نگاہ آپ کی عقیدت کیشیوں سے بوجھل جس سے کردار کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ شخصیت کی حدود بہت دور تک پھیلی ہوئی، ان کی روح کی روشنی سے بہت سارے دل بہت ساری محفلیں منور ہیں، وہ خود اپنی ذات میں انجمن اور بہت سی انجمنیں ان سے فیض یاب ہیں۔

تزکیۂ نفس اور مجاہدہ:

اسلام بنیادی طور پر ایمان کا مطالعہ کرتا ہے پھر عمل صالح کا۔ اس لئے کہ ایمان جس قدر مستحکم ہو کر روح میں جاری و ساری ہوتا ہے اسی انداز سے اس کے اثرات اعمال صالحہ کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی بھی عمل اس کے اثر سے خالی نہیں ہوتا۔

انسان کا اپنے رب کے ساتھ رشتہ محض قانونی اور عقلی رشتہ نہیں ہے جس کا دائرہ صرف واجبات ادا کرنے، احکام کی تعمیل کرنے اور اس کے بدلہ میں ثواب یا جنت حاصل کرنے تک محدود ہو بلکہ یہ محبت و پاکیزہ جذبات کا رشتہ ہے۔ یہ ایسا رشتہ ہے جس پر ذوق وشوق، عشق ومحبت و بیقراری کا غلبہ ہونا چاہئے۔ یہ رشتہ اگر مضبوط ہو گیا تو پھر روح کی معراج اور ایمان کا کمال ہے۔ اسی کو پاکیزگی روح اور تزکیۂ نفس کا نام دیا گیا ہے، مومن میں یہی صفت تمام اعمال صالحہ کا سرچشمہ اور تمام برائیوں سے گریز کا داعیہ ہے، حافظ ملت میں یہ عنصر نمایاں تھا، اسی صفت کو حافظ ملت نے خود کتنے جامع الفاظ میں پیش فرمایا ہے، ملاحظہ ہو:

''اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنا، معصیت سے گریز و پرہیز تزکیہ ہے اس کے بغیر نور عبادت الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا۔'' (معارف حدیث ص ۸۳)

اس مرحلہ میں یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ آیا حافظ ملت نے کوئی چلہ کشی نہیں کی۔ انہیں دنیا سے الگ ہو کر گوشۂ تنہائی میں کبھی مجاہدہ کرتے بھی نہیں دیکھا گیا۔ پھر انہوں نے اپنا تزکیۂ نفس کس طرح کیا؟

اس کا جواب ہمیں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے عنایت فرمادیا ہے کہ علماء اعلام اہل سنت کی یہ خدمات جلیلہ خود نہ صرف عظیم مجاہدہ ہیں۔ اگر حسن نیت برقرار ہے تو مجاہدات سے عظیم تر ہیں۔ الملفوظ میں ہے:

''ایک بار مجاہدہ کا ذکر آیا تو فرمایا اس کے لئے اسی (۸۰) برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال کر دیا جاتا ہے۔ اور صدق نیت کے ساتھ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الٰہی خود کارفرما ہوتی ہے۔ عرض کیا گیا یہ تو اگر اسی کا ہو رہے تو ہوسکتا ہے۔ دینوی ذرائع معاش اور دینی خدمات سب چھوڑنا پڑیں گی۔ فرمایا اس کے لئے یہی خدمات مجاہدات ہیں بلکہ اگر نیت صالح ہے تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ۔'' (الملفوظ ج ا ص ۱۸ مطبوع سمنانی کتب خانہ میرٹھ)

جس نے طوفاں سے کشتی بچالی:

انسان بہت سے ایسے خواب دیکھتا ہے جو دیکھ کر بھول جاتا ہے۔ پھر اچانک کوئی ایسا موقع آتا ہے جب بیداری میں سطح ذہن پر خواب کا پورا منظر ابھر آتا ہے۔

محلہ پرانی بستی مبارکپور میں، قیامگاہ حافظ ملت کے نزدیک، حافظ ملت کے مرید جناب حاجی خلیل احمد صاحب کا مکان ہے۔ حاجی صاحب موصوف نے، مبارک پور شیعہ سنی فساد کیس میں بلاوجہ عمر قید کی سزا کا فیصلہ ہونے کے زمانے میں ''ایک شب خواب دیکھا کہ وہ اور بہت سے لوگوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہیں۔ دریا میں طوفان ہے۔ کشتی ہچکولے کھا رہی ہے، موجوں کی طغیانی سے ہچکولے کھاتی ہوئی کشتی کا نہ کوئی ملاح ہے نہ ناخدا۔ کشتی کے سواروں کو موت کا سایہ سر پہ منڈلاتا نظر آرہا ہے۔ اتنے میں ناگہاں حافظ ملت کی صورت میں ایک بزرگ ظاہر ہوئے اور انہوں نے طوفان کے تھپیڑوں سے کشتی کھینچ کر حضور مخدوم سمنانی، غوث صمدانی سید اشرف جہانگیر کچھوچھوی رضی اللہ عنہ کے روضۂ مقدس کے زینے سے لگادیا۔''

مبارکپور کا شیعہ سنی فساد جو درا صل اہل قصبہ پر حافظ ملت کی حکم عدولی کا ایک وبال تھا، مسلمانان اہل سنت کے

لئے ایک بڑا ملی حادثہ بن کر سامنے آیا (جس کی تفصیل انشاء المولیٰ تعالیٰ تاریخ اشرفیہ میں مفصلاً، اور سوانح میں حسب موقع مختصراً پیش کی جائے گی جس میں بلا وجہ مسلمانوں کا سرمایہ برباد ہوا۔ عزتیں داؤ پر لگیں۔ مقدمہ بازی کی الجھنیں آئیں اور معزز زین اہل سنت کو بلا قصور جیل میں بند ہونا پڑا۔ انہی میں جناب حاجی خلیل احمد صاحب بھی تھے، اعظم گڑھ، ڈسٹرکٹ جج نے اور متعدد لوگوں کے ساتھ انہیں بھی عمر قید کی سزا سنائی۔ اور بالآخر انہیں بنارس جیل بھیج دیا گیا۔ مقدمہ کی پیروی ہوتی رہی۔ ارباب حل وعقد کچہریوں اور عدالتوں کے چکر کاٹتے رہے۔ دوسری طرف حافظ ملت علیہ الرحمہ کسی نافرمان اولاد کے باعث مصائب کے طوفان میں گھر جانے والے خاندان کے سربراہ کی طرح، ایک طرف مقدمہ کی بطریق احسن پیروی کی تاکید کرتے۔ دوسری طرف مظلوموں کی باعزت براءت کے لیے دعائے خیر فرماتے۔ جناب حاجی صاحب کو ضمانت پر رہائی ملی وہ گھر آئے۔ قید و بند کی صعوبت، جیل کی تکلیف دہ فضا کا تصور ذہن پر تھا۔ ضمانت ملنے کے باوجود ان کے ضمیر پر دوبارہ جیل جانے اور وہاں عمر کاٹنے کا فیصلہ بھاری بوجھ بنا ہوا تھا۔ ایک روز اپنے مرشد طریقت کو دعوت دی۔

حافظ ملت اپنے اس وفادار مرید اور حق شناس پڑوسی کے گھر تشریف لے گئے اور حاجی صاحب نیز ان کے سارے خانوادے کی ذہنی خلش، اور فکر مندی ملاحظہ کرنے کے بعد زبان کرامت اثر سے فرمایا:

''اب انشاء اللہ آپ حضرات دوبارہ جیل نہیں جائیں گے۔''

اہل مبارکپور اور خاص طور سے حاجی خلیل احمد صاحب کے گھر والے اس بات کو بھی فراموش نہیں کر سکتے کہ نہایت مایوسی اور پریشان کن حالات میں حافظ ملت کی بشارت کس طرح پوری ہوئی۔ حافظ ملت کی بشارت کے چند روز بعد تمام اسیروں کی مکمل رہائی کا حکم عدالت سے ہوا اور مبارکپور کے درودیوار پر لوگوں کی فرحت و شادمانی کے پھول کھل اٹھے۔ سب ایک دوسرے کو مبارک وسلامت کے تحفے پیش کر رہے تھے۔ حاجی خلیل احمد صاحب کے گھر مبارکبادی دینے والوں کی بھیڑ جمع تھی۔ خوشی اور مسرت کا ماحول تھا۔ اتنے میں حافظ ملت کی تشریف آوری ہوئی محفل پر نور ہوگئی۔ خوشیاں دوبالا ہوگئیں۔ جناب حاجی صاحب خوشی میں دوڑ کر حافظ ملت سے لپٹ گئے۔ حضرت نے دعاؤں سے نوازا، اسی دوران آپ نے فرمایا۔

''حاجی خلیل! تمہاری کشتی ڈوب ہی چکی تھی، لیکن رب کریم نے اسے اپنے فضل سے ترا دیا۔''

حضرت کی زبان سے بات نکلی تھی کہ حاجی صاحب کو کئی شب پہلے کا دیکھا ہوا طوفانی لہروں میں کشتی کا خواب ایک دم یاد آگیا۔ محب گرامی مولانا نصیرالدین صاحب روایت کرتے ہیں کہ ''حاجی صاحب جذبات کے تلاطم سے بے قابو ہو کر قدموں سے لپٹ گئے۔ اور عرض کرنے لگے۔

''حضور ہی کی عنایت سے ہماری کشتی ساحل مراد سے ہمکنار ہوئی۔''

دعا سے بیٹا ہوا:

جناب شیخ مزمل اللہ صاحب کے گھر ماسبق میں کئی بچیوں کی ولادت ہوئی تھی۔ جن میں سے ایک کی پیدائش پر حافظ ملت نے انہیں صبر وضبط کی تلقین بھی لکھی تھی۔ اس کے علاوہ غالباً ان کی اہلیہ اسقاط حمل سے بھی دوچار ہوئی

تھیں، اب جوان کے اہلیہ کو حمل کے آثار ملے تو شیخ صاحب نے حافظ ملت علیہ الرحمہ کے حضور تعویذ کی طلبی کی حضرت نے تعویذ روانہ فرمایا۔

''تعویذ روانہ ہے۔ پہلے سادہ کپڑا لپیٹ لیں، بعدہ موم جامہ کر کے کسی خول میں مضبوط بند کرالیں۔ ڈورا مضبوط اور اتنا لمبا ہو کہ تعویذ گلے میں پہن کر ناف تک رہے۔ پہلے چار روٹی کسی محتاج کو دے دیں۔ اور تین روٹی کالے کتے کو کھلا دیں۔ بعدہ تعویذ گلے میں پہنیں اور بچہ پیدا ہونے تک ہرگز ہرگز تعویذ گلے سے اترے نہیں۔ غسل کے وقت بھی گلے ہی میں رہے، جب بچہ پیدا ہو تو بچے کو پہنا دیں۔ اس وقت ڈورا چھوٹا کر دیں تاکہ تعویذ گلے کے پاس ہی رہے۔''

حفاظت حمل کا نقش پانے کے کئی ماہ بعد شیخ صاحب نے پھر درخواست دعا بھیجی کہ میری اہلیہ کے اس حمل سے بیٹا پیدا ہو، اس کے جواب میں حافظ ملت علیہ الرحمہ نے انہیں تحریر فرمایا۔

''خداوند کریم آپ کو فرزند صالح عطا فرمائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔ آپ نے تاخیر سے اطلاع دی وقت نکل گیا ہے۔ ایک نہایت ہی مجرب عمل ہے۔ وہ یہ کہ تین ماہ کے اندر اپنی حاملہ بیوی کے شکم پر ہاتھ رکھ کر یہ کہے:

''ان کان ذکرا فسمیته محمدا'' تین بار کہے۔ تو اللہ تعالی اس کو فرزند عطا فرمائے۔ یہ آزمودہ عمل ہے۔ آپ نے چار ماہ لکھا ہے۔ اگرچہ وقت گزر گیا ہے مگر آپ اللہ کے فضل و سرکار مدینہ حبیب کبریا کے کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کو کر دیجئے۔ میں دعاء کرتا ہوں۔ خداوند کریم اپنا خاص فضل فرمائے۔ آپ کو فرزند صالح عطا فرمائے، آمین۔'' (اس مکتوب عزیزی پر تاریخ واضح نہیں)

الحمد للہ کہ شیخ صاحب کے گھر مدت پوری ہونے پر بیٹا پیدا ہوا جس کی انہوں نے خبر دی۔ ۲۴ر شوال ۱۳۸۵ھ کو حافظ ملت تحریر فرماتے ہیں:

''آج آپ کا خط ملا، آپ کے فرزند سعید کی ولادت سے بہت خوشی ہوئی، دعا ہے کہ خداوند کریم اس نور نظر لخت جگر کو عمر خضر طالع اسکندری عطا فرمائے۔ علم و عمل کا جامع بنائے۔ آپ کے گھر کا روشن چراغ کرے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین

آپ نے اس کا تاریخی نام طلب کیا ہے۔ اس کا اصل نام محمد ہی ہے، میں نے بھی اس کا وہی اصل نام محمد رکھا۔ تاریخی نام کی مجھے مشق نہیں ہے، آپ کسی دوسرے شخص سے تاریخی نام نکلوا لیں، میری دعائیں شامل حال ہیں۔''

قبولیت دعا:

حافظ ملت مستجاب الدعوات تھے۔ ان کی زبان مبارک سے برآمد ہونے والی التجائیں بارگاہ رب الصمد سے قبولیت کی سند پاتی تھیں۔ یہ ایک نہایت وسیع عنوان ہے جس پر آئندہ اہل تحقیق جستجو کر کے بیحد واقعات و حقائق جمع کر سکتے ہیں۔

بطور تحدیث نعمت عاجز سوانح نگار اپنی سرگزشت پیش کرتا ہے۔ ۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ء میں دار العلوم اشرفیہ سے فراغت اور مزید کچھ روز سرکار حافظ ملت کی کفش برداری کرنے کے بعد، حضرت کے حکم ہی پر میں سب سے پہلے، دار العلوم غوثیہ

ہبلی، انکولا پنویل، مسجد باغ فردوس بھیونڈی جامع مسجد دمن، اور پھر مدرسہ سید العلوم بہرائچ شریف کے چکر کاٹ کر گھر واپس آیا اور حضرت کی بارگاہ میں اپنی بیکاری کی اطلاع لکھی تو حضرت نے بلایا۔مبارکپور حاضری دی تو حسب عادت شفقت کریمانہ کے ساتھ میری بیکاری کی پریشانیوں کو محسوس کر کے ارشاد فرمایا:

''بدر عالم کبھی جگہ کا محتاج نہیں رہے گا جگہیں اس کی محتاج ہوں گی۔''

میں ایک شاعر مزاج، لاابالی نوجوان تھا۔اس عارف حق کے فرمان کا وزن نہیں جانتا تھا۔ مجھے اس وقت کی اپنی بدحالی اور جگہ کی محتاجی نے اندر سے اتنا مایوس کر دیا تھا اور میں ذہنی طور پر اتنا ناامید تھا کہ حافظ ملت نے اتنی عظیم بشارت عطا فرمائی اور میں اس کو سن کر خوش بھی نہیں ہوا۔مگر اس کے بعد سے آج تک کے ایام ولیالی کے انقلاب پر نگاہ ڈالتا ہوں تو میرا دل پکارتا ہے کہ یہ سب کچھ حافظ ملت کے ارشاد گرامی کی کرامت ہے۔

دارالعلوم غوثیہ ہبلی اور دیگر مدارس و مساجد میں تدریس اور خطابت کرتا پھر رہا تھا۔اور حافظ ملت اپنے مکتوب گرامی میں مجھے دعائیں تحریر فرماتے رہتے۔ ۷ ذوالحجہ ۹۰ھ کو لکھتے ہیں۔

''ہبلی سے آپ کا خط آیا تھا۔اس کے بعد معلوم ہوا کہ آپ انکولا پہنچ گئے۔میں نے آپ کو انکولا ہی بھیجا تھا۔ خوشی ہوئی۔دعا ہے کہ خداوند کریم آپ سے ممتاز خدمت انجام دلائے آمین۔ مجھے آپ کی سعادت مندانہ صلاحیتوں سے قوی امید ہے کہ آپ کار لائقہ کو بحسن خوبی انجام دیں گے۔اراکین و ذمہ داروں کو اپنی دینی خدمات سے مطمئن کریں گے۔میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔''

۳ر رمضان ۹۱ھ کو بایں الفاظ نوازا۔

''قوی امید ہے کہ آپ جہاں رہیں گے کامیاب رہیں گے۔مقبول رہیں گے، دینی خدمت انجام دیں گے۔ لیکن مجھے آپ کی جلد جدائی کا افسوس ہے۔میرا خیال تھا کہ دو سال اپنے پاس رکھوں:

ع من درچہ خیالم و فلک درچہ خیال

میرا ارادہ پورا نہ ہو سکا افسوس ہے۔بہر حال میری دعائیں شامل حال ہیں۔خداوند کریم اپنی حفاظت و حمایت کے ظل کرم میں آپ سے دینی خدمات لے۔توفیق خیر بخشے۔آمین

۲۶ر ذوالحجہ ۹۱ھ کو میرے ایک عریضہ کے جواب میں نوازا۔

''آپ جیسے مخلصین سے ناراضی کا خیال بھی خیال خواب ہے۔میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔''

مولائے کریم دینی خدمات کی مزید توفیق رفیق بخشے، نمایاں و ممتاز خدمات انجام دلائے آمین۔''

۳ر رجب ۹۲ھ کو تحریر فرمایا۔

''محبت نامہ صادر ہوا۔پیام مسرت لایا۔احباب کی ملاقات سے تو خوشی ہوتی ہے، لیکن بعض احباب ایسے ہیں کہ ان کا تصور باعث مسرت ہے۔اس فہرست میں آپ بھی ہیں۔دعا کرتا رہتا ہوں۔مولائے قدیر آپ کی عمر میں برکت، علم و فضل میں بیشمار وسعت دے، بصحت و سلامتی شاد و آباد رکھے، دین متین کی نمایاں و ممتاز خدمات انجام

دلائے۔آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم "

مجھ جیسے بے بضاعت بے صلاحیت شخص سے جو کچھ دینی خدمات ہوئیں یا ہو رہی ہیں یا میرے جو بھی احوال ہیں سب ان کی مقبول دعاؤں کا اثر ہے۔

خطیب اعظم حضرت علامہ قمر الزماں خاں الاعظمی جنرل سکریٹری دی ورلڈ اسلامک مشن ارشاد فرماتے ہیں۔

"استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ سفر حج کے لئے تیار تھے میں بلرامپور ان کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا بوقت رخصت میں نے دعا کی درخواست کی اور خدا جانے کیوں اسی وقت مالی پریشانیوں کا خیال آ گیا۔حضور نے دعا فرمائی اور اس کے بعد سے لے کر آج تک میں کبھی مالی پریشانیوں میں مبتلا نہیں ہوا۔(علامہ اعظمی ص ۳۳۹)

جناب مرزا مرتضی حسین صاحب ضلع جج اعظم گڈھ کو الجامعۃ الاشرفیہ کیس کا فیصلہ صادر کر کے بیحد دلی خوشی کا احساس تھا۔وہ اسے اپنی زندگی کا ایک نہایت اہم کارنامہ خیال کرتے تھے۔فاضل جج اسی وقت شخصی طور پر بھی حافظ ملت علیہ الرحمہ سے نہایت متأثر ہوئے۔کانفرنس کے اجلاس کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہ حافظ ملت کی دور اندیشی ،مقبولیت اور خدا ترسی کے قائل تھے پھر زندگی کے مختلف مراحل میں وہ حافظ ملت سے درخواست دعا کیا کرتے تھے۔اس تاریخی مقدمہ کا فیصلہ صادر کرنے کے کچھ ہی روز بعد انہیں ترقی ملی اور وہ ہائی کورٹ الہ باد کے جج ہو کر وہاں گئے۔

جنات بارگاہ حافظ ملت میں:

حضور حافظ ملت سے انسانوں کے علاوہ جن بھی مستفید ہوتے تھے۔بلکہ جن میں حافظ ملت کا جو وقار و احترام تھا وہ واقعات ذیل سے ظاہر ہے،مختار احمد نامی ایک طالب علم نے دوران طالب علمی اپنے رفیق مولانا محمد اسلم گورکھپوری سے بیان کیا کہ آج تین راتیں ہو گئیں، دار العلوم کے آنگن میں بارہ بجے شب کے بعد ڈراونی آوازیں آتی ہیں۔مجھے تو بہت ڈر لگتا ہے چلو حضرت سے اس کا ذکر کیا جائے۔دریافت کرنے پر کئی اور طلبہ نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔مولانا محمد اسلم مولوی مختار احمد کے ساتھ حافظ ملت کی خدمت میں حاضر ہوئے، ماجرا بیان کیا اور عرض کیا کہ حضرت اس بات سے آوازیں سننے والے طلبہ سہمے ہوئے ہیں۔

حافظ ملت نے پوری بات بغور سننے کے بعد فرمایا:"شرارت ہے جاؤ اب یہ آواز نہیں آئے گی"اس کے بعد سے کسی نے آواز نہیں سنی۔

حافظ ملت کے عزیز ترین مترشد حضرت قاری عبد الحکیم صاحب گونڈوی کا بیان ہے۔ایک صاحب کسی جنات زدہ کے لئے حافظ ملت سے دعا کیا ہوا لوبان اور تعویذ لے گئے۔جتنے روز کا عمل تھا پورا کیا۔مگر فائدہ نہیں ہوا، دوبارہ آ کر بتایا کہ حضور! ابھی جنات نے نہیں چھوڑا۔یہ سن کر حافظ ملت نے فرمایا۔

"اب آئے تو اس سے کہہ دینا عبد العزیز نے کہا ہے، بھلائی اسی میں ہے کہ چلے جاؤ"

انہوں نے ایسا ہی کیا۔اور مریض پر جب جنات آیا تو ،حضرت کا فرمایا ہوا فقرہ دہرا دیا۔جنات یہ سنتے ہی چلا گیا اور لوٹ کر پھر نہیں آیا، دور طالب علمی میں مولانا محمد اسلم گورکھپوری کے کمرے میں احسان احمد نام کے ایک طالب علم

جو حسین آباد مبارکپور کے باشندے تھے۔ اچانک ایک شب بارہ بجے بیہوش ہو گئے۔ بیہوشی میں انہوں نے کہا "میں بجلی سرور شہید ہوں" بڑہل گنج میں اس نام کے ایک شہید کا مزار موجود ہے۔ مولانا محمد اسلم صاحب نے نام سنا تو چونکے کئی اور باتوں کا بھی علم ہوا جو مولانا کی قدیم معلومات سے فزوں تر تھیں۔ منجملہ ان باتوں کے ایک پرانی مریضہ کے بارے میں بھی انہوں نے انکشاف کیا کہ "اس پر ایک عامل جن سوار ہے جسے نکالنا عام عاملین کی طاقت سے باہر ہے ہاں اس کے گلے میں حضور حافظ ملت کے ہاتھ کا لکھا ہوا تعویذ پہناؤ تو وہ چلا جائے گا۔"

چنانچہ مذکورہ لڑکی اور خود مولوی احسان احمد حسین آبادی کو حافظ ملت کی نگاہ کرم نے ان آسیبوں سے آزادی بخشی۔ مولانا عبد الرحمٰن پورنوی پرانے مدرسہ میں جن کے کمرے اور قیامگاہ حافظ ملت کے مابین ایک معمولی سی دیوار کا فاصلہ تھا بیان کرتے ہیں کہ "شب میں حافظ ملت کے پاس معلوم نہیں کون کون سی مخلوق آتی ہے آمد ورفت اور سوال و جواب کا سلسلہ نصف شب کے بعد دو گھنٹے گزار کر شرع ہو جاتا تھا۔ پرانے مدرسہ کی عمارت میں خود شریر جنوں کا ایک مرکز تھا جسے حافظ ملت نے روحانی قوت سے ان کی شرارتوں کو شرافت میں تبدیل کر کے اپنی قیامگاہ اور ابتدائی مدرسہ بنایا تھا۔

کشف:

اہل اللہ پر دلوں کے خطرات، اور انسانی ضمیر میں پوشیدہ باتیں منکشف ہوتی ہیں۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ بھی انہی مردان حق میں سے ایک تھے۔ برادران گرامی قدر حضرت مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی اور مولانا محمد عبد المبین نعمانی صاحبان حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مرید اور سلسلہ معمریہ قادریہ میں حافظ ملت سے طالب ہیں۔ ۲۹: صفر ۱۳۹۴ھ کو یہ دونوں حضرات سلسلۂ معمریہ میں طالب ہونے کے لئے حضرت کی قیامگاہ پرانے مدرسہ میں ظہر کی نماز کے بعد پہونچے۔ یہ دونوں حضرات اپنے اپنے ذہن میں الگ الگ دو سوالات لئے ہوئے تھے، جس کی خبر اپنے سوا ان میں سے ایک دوسرے کو بھی نہیں معلوم تھی۔ بیعت کے بعد حافظ ملت نے فرمایا:

"شجرہ پڑھنے کی پابندی رکھئے گا۔ میں جب سے بیعت ہوا ہوں کبھی شجرہ خوانی کا ناغہ نہیں ہوا۔"

مزید فرمایا۔

"بریلی شریف میں بھی یہ سلسلہ ہے مگر اس میں ایک واسطہ زیادہ ہو جاتا ہے"

واضح رہے کہ حافظ ملت سے سلسلۂ قادریہ معمریہ میں سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ تک صرف پانچ واسطے ہیں وہاں سے باہر نکلنے کے بعد مولانا محمد احمد صاحب نے کہا حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے صفر ۱۳۹۳ھ میں بیعت ہونے کے بعد سے شجرہ خوانی مجھ سے کبھی کبھار چھوٹ جاتی تھی۔ میں سوچا کرتا تھا ہمارے پیران کرام شاید کثرت مشاغل میں کچھ رخصت کی راہ رکھتے ہوں۔ مگر حافظ ملت کے اس ارشاد نے آج بات صاف کر دی جب انہوں نے فرمایا کہ

"جب سے بیعت ہوا کبھی شجرہ خوانی کا ناغہ نہیں ہوا"

نعمانی صاحب کہنے لگے آپ کے کہنے پر حضور حافظ ملت سے سلسلۂ قادریہ معمریہ میں طالب ہونے کے لیے میں چلا تو آیا تھا مگر میں چاہتا تھا کہ ہم لوگوں کا سلسلۂ بیعت اور سلسلۂ طلب دونوں آستانۂ رضویہ بریلی شریف ہی سے

ہوتا مگر یہاں ایک واسطہ کم ہونے کی خوشخبری سن کر ایک تو میرا قلبی انقباض دور ہوگیا، دوسرے نزدیک سے نزدیک تر ہونے کی شادمانی الگ حاصل ہوئی۔"

مولانا نصیر الدین صاحب بیان فرماتے ہیں:

"جناب قاری عبدالحکیم صاحب (دارالعلوم اشرفیہ کے سابق شیخ التجوید) بہت ہی نیک نفس اور پرہیز گار شخص ہیں اخلاص و اخلاق کے مجسمہ ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار عشق مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والتسلیم کے فیضان سے قلب کی بالیدگی نے نماز تہجد کے لئے بے قراری پیدا کردی تھی اور وارفتگی شوق میں میرے قدم اپنے مرشد کامل کے کاشانۂ اقدس کی طرف بڑھ گئے کہ ان کی عبادت و ریاضت کا کیف اپنے بے جان سجدوں میں جذب کرلوں۔ تہجد کی رکعتوں کا تعین اور اجازت حاصل کرلوں۔

شام کا وقت تھا آبادی کا ہر متنفس اپنے آرام کی فکر کررہا تھا مگر ایک وارفتہ جگر درویش کو اپنے آقا سے محو راز و نیاز ہونے کا موقع اب میسر آیا تھا، قاری صاحب دبے قدم حجرہ شریف میں داخل ہو چکے تھے۔ سلام نیاز کی آواز سن کر امام العرفاء حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ عالم مشغولیت سے عالم توجہ میں آگئے اور محبت و شفقت کے ساتھ قاری صاحب کو اپنے قریب بیٹھایا، معمول کے مطابق خیریت دریافت کی اور ارشاد فرمانے لگے "قاری صاحب دل کا وہ آبگینہ بڑا قیمتی ہوتا ہے جو داغ عشق رسول ﷺ سے منور ہوجاتا ہے بلا شبہ نماز تہجد معراج عشق و محبت کا زینہ ہے رکعتوں کے تعین میں شہنشاہ قلوب ﷺ سے روایتیں متعدد ہیں مگر بزرگوں کے معمول سے آٹھ رکعت کو ترجیح حاصل ہے یہی میرا بھی معمول ہے" بغیر درخواست پیش کئے جواب سن کر قاری صاحب حیرت و استعجاب میں ڈوب گئے، بارگاہ عزیزی سے جب باہر تشریف لائے تو تحیر و شادمانی کا امتزاج قابل دید تھا۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۴۵۷)

۹۴ھ میں حافظ ملت جمشید پور تشریف لے گئے، نماز مغرب جگسلائی مسجد میں پڑھا کر اپنی قیامگاہ تشریف لے گئے علامہ مصباحی جگسلائی مسجد کے خطیب مولانا محمد حسین اعظمی سے بات چیت میں مصروف ہوئے۔ علامہ مصباحی نے کہا کہ حافظ ملت نے کوئی خاص تصنیفی سرمایہ نہیں چھوڑا۔ جس کے باعث ان کے افادات، اور علوم سے آنے والی نسل محروم رہ جائے گی۔ اس کے بعد کا واقعہ خود علامہ مصباحی سے سماعت فرمائیں۔ اس گفتگو کے بعد میں حضرت کی قیام گاہ پر حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا۔

بفضلہ تعالیٰ تصنیفی صلاحیت مجھے ضرور ملی اور قلم کی قوت بھی... یہ کہہ کر فرمایا کیا کہوں!......

بہر حال مجھے لکھنے پر قدرت تھی جس کا نمونہ العذاب الشدید ہے اسے مقامع الحدید کے جواب میں چند ایام کی مختصر مدت میں تیار کیا مگر چوں کہ عجلت میں لکھا تھا اس لئے خاطر خواہ نہ ہوئی، کتاب اپنے تلمیذ مولانا محبوب احمد صاحب کے نام سے منسوب کردی۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ (حضرت کے استاذ گرامی مولانا امجد علی صاحب قبلہ متوفی ۱۳۶۷ھ) نے کتاب دیکھ کر فرمایا۔ کتاب بڑی معرکۃ الآرا اور جلیل القدر ہے، حافظ صاحب کو اسے اپنے نام سے شائع کرنا چاہیے تھا۔

(رئیس التحریر مولانا ارشد القادری صاحب کا کہنا ہے اس کتاب نے مجھے مناظرہ سکھایا۔)

قوت تصنیف کے باوجود ہمیشہ عوائق و موانع در پیش رہے اور مصروفیات نے گھیرے رکھا جس کے باعث میں کچھ نہ لکھ سکا۔ ایک طالب علم (حضرت نے نام بتایا تھا، مگر مجھے یاد نہ رہا) مرقات (علامہ فضل امام خیر آبادی) کی شرح (مصنفہ مولانا عبد الحق خیر آبادی جس کا درجہ قاضی مبارک کے مساوی ہے) پڑھنا شروع کیا تو ان کے اصرار پر میں نے شرح مرقات کا حاشیہ لکھنا شروع کیا مگر طالب علم موصوف فراغت حاصل کر کے چلے گئے جس کے باعث یہ حاشیہ نا تمام رہ گیا اور پھر کوئی ایسا باذوق طالب علم مذکورہ کتاب پڑھنے والا نہ ملا کہ اس کے لئے حاشیہ کی تکمیل ہو سکے۔"

حضرت مولانا محمد حسین الاعظمی اور حضرت مولانا محمد احمد المصباحی کی باہمی گفتگو جکسلائی مسجد میں ہوئی، اس کے بعد مولانا مصباحی صاحب جب حافظ ملت کی خدمت میں گئے تو انہوں نے بغیر کچھ سنے، تصنیفی کام نہ کر سکنے پر جس طرح مکمل کلام فرمایا وہ در اصل ان دو حضرات کے ذہنوں میں چھپے ہوئے اعتراضات کا جواب تھا، جسے حافظ ملت نے اپنی قوت کشف سے معلوم کرلیا تھا۔

حافظ ملت کے عاشق زار تلمیذ حضرت مولانا کاظم علی جو سفر و حضر میں حضرت کے خادم کی حیثیت سے بھی رہا کرتے تھے، ایک سفر کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت بھاؤ پور کے جلسے میں تشریف لے جانے والے تھے، حضرت کی نگاہ انتخاب نے کفش برداری کے لئے عقیدت کیش کو منتخب کیا۔ چونکہ سالانہ امتحان بالکل قریب تھا اس بنا پر حضرت کی طلبہ نواز ذہنیت کچھ کتب درسیہ ہمراہ لے چلنے کے لئے مصر ہوئی جس میں خاص طور سے منطق کی ایک معرکۃ الآرا کتاب حمد اللہ تھی جس کا درس اس وقت حضرت ہی کے یہاں ہو رہا تھا۔ بہر حال سفر کا آغاز مبارکپور سے ہوا، بذریعہ ٹرین مئو پہونچے، مئو ٹرین پر سوار ہوئے۔ مسافروں کی کثرت ہجوم سے کہیں جگہ نہ مل سکی بالآخر بینچ کے کنارے بکس رکھ کر اسی پر بستر چوڑا کر کے بچھا دیا بعدہ حضرت سے عرض کیا کہ حضرت تشریف رکھیں، حامل النعل اسی بکس سے متصل نیچے بیٹھ گیا میرے اصرار پیہم پر حضرت نے آرام فرمایا، تھوڑی ہی دیر بعد حضرت کی آنکھ لگ گئی اور میں حمد اللہ کے مطالعہ میں مشغول ہو گیا۔ دوران مطالعہ میں مغلقات کتاب حل کرتا جاتا۔ مگر صورت حل پر نئے اشکال پیدا ہوتے رہتے اور اپنی کاوش کو لاحاصل سمجھتا۔ اس عالم میں غیر ارادی طور پر میری گردن حضرت کی جانب مڑ جاتی ہے۔ معاً حضرت بیدار ہو کر ہوش میں آجاتے ہیں۔ اور اپنی خداداد قوت باطنہ سے صورت حال سمجھ جاتے اور فوراً ارشاد ہوتا کیوں اشکال پیدا ہو رہا ہے؟ فلاں اشکال کا دفع یہ ہے اور فلاں اشکال کا حل یہ ہے۔" (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۴۹ ر ۵۰)

شہزادۂ صدر الشریعہ علامہ ضیاء المصطفیٰ القادری سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور حافظ ملت کے انتقال کے بعد ان کی روحانی فیض رسانی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مذاکرہ و درس کے مشکل مراحل پر میں نے خود سیکڑوں بار آزمایا کہ جیسے ہی حضرت کا تصور قائم کیا اشکال کا حل پالیا۔ یقیناً حافظ ملت کے فیوض و برکات ظاہر و باطن ہر حیثیت سے عام ہیں۔"

آج ذروں میں بھی ہنگامے ہوئے ہیں پیدا
قطرے کچھ ٹپکے ہیں شاید کسی پیمانے سے
(المصباح،مطبوعہ۱۹۷۶ء ص ۱۶)

مولانا محمد اسلم عزیزی بیان کرتے ہیں۔حضرت مولانا محمد نعمان خانصاحب صدرالمدرسین الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی نے بیان فرمایا کہ میرے والد گرامی حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان سے ملاقات کے لئے کبھی کبھی حاضر ہوتے، ایک بار ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور چھٹی سے قبل اپنے ایک رشتہ دار کے یہاں چلے گئے جوان دنوں مبارکپور میں رہتے تھے دوپہر کا کھانا وہیں کھاکر واپسی کے وقت ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو حافظ ملت نے ارشادفرمایا خانصاحب پتلی روٹی میرے یہاں بھی پک سکتی ہے میں موٹی روٹی کچھ افادیت کی بنا پر پسند کرتا ہوں۔

مولانا نعمان صاحب فرماتے ہیں کہ والد صاحب رشتہ دار کے گھر واقعی اسی وجہ سے گئے تھے۔مگر یہ بات انہوں نے کسی سے کہی نہیں تھی۔

خواب اور اصلاح حال:

جھارسوگڑا (اڑیسہ) کے ایک نوجوان کا واقعہ ہے کہ وہ نوعمری ہی سے پابند صوم وصلوٰۃ اور وظیفے وغیرہ پڑھا کرتا تھا۔ایک بار کی بات ہے اپنے چند آزاد خیال دوستوں کے بہکاوے میں آکر نماز تراویح کے بعد سینما دیکھنے چلا گیا ،واپس آکر سویا تو خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ دو آدمی اسے بلانے کے لئے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں مقام پر تمہاری طلبی ہے وہ لوگ نوجوان کو لے کر ایسی جگہ پہونچے کہ وہاں سے حد نگاہ تک کانٹوں کا جنگل تھا۔جس میں ایک مکان کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ان دونوں نے نوجوان کو زور سے دھکا دیا۔نوجوان گرتا پڑتا مکان کے دروازے میں داخل ہوگیا، کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک بزرگ تشریف فرما ہیں۔سرخمیدہ، ہاتھ میں عصا،نوجوان سے مخاطب ہوکر عالم جلال میں چھڑی سے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو دیوار پر سینما کی تصاویر ابھرنے لگتی ہیں فرماتے ہیں ''وظیفہ کا اثر یہی ہے''؟

اتنا فرمانے کے بعد انہوں نے نوجوان کو اپنی چھڑی سے مارنا شروع کیا،نوجوان زدوکوب کی تکلیف سے ادھر ادھر ہونے لگا،خواب سے بیدار ہوا تو مار کھا کر تھکا ہوا تھا۔

اس واقعہ کے بعد ایک جلسہ میں اس نے حافظ ملت کی زیارت کی تو اسے خواب میں چھڑی سے زدوکوب کرنے والے بزرگ کو پہچاننا مشکل نہ رہا۔جلسہ کے بعد تخلیہ میں عرض حال کر کے غلامی میں داخل ہوگیا۔اس طرح بیعت سے قبل ہی اصلاح باطن فرمانے والے مرشد کامل کا قلادۂ بیعت گردن میں ڈال کر ابوالفیض کے فیضان کے شامیانے تلے آپہونچا۔

حضرت مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری بیان فرماتے ہیں کہ حافظ ملت جب جمشید پور کے سفر پر روانہ ہوتے تو وہ نوجوان جمشید پور اسٹیشن پر ہمیشہ موجود رہتا۔اس سے طالب ومطلوب کے مابین ڈور کی روحانی مضبوطی کا اندازہ ہوتا ہے۔

تصرف:

حضرت علامہ ارشد القادری صاحب، ورلڈ اسلامک مشن کی سرگرمیوں کے تحت انگلینڈ میں تھے، ادھر ہندوستان میں ان کی سرپرستی میں چلنے والے ادارہ فیض العلوم ،ادارۂ شرعیہ بہار وغیرہ ان کی کمی شدت سے محسوس کررہے تھے۔۱۵رشعبان ۱۳۹۵ھ میں شب برأت کے سالانہ اجلاس میں حافظ ملت علیہ الرحمہ حسب معمول جمشید پور تشریف لے گئے تو ارکان فیض العلوم نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ اب علامہ کی طویل غیر موجودگی سے معاملات بگڑتے جارہے ہیں، حضرت نے انکی باتیں غور سے سماعت فرمائیں اور جواب دیا میں انہیں لکھوں گا کہ واپس آجائیں، جلسۂ عام میں فرمایا۔آپ حضرات پریشان نہ ہوں میں انہیں جلد بلاؤں گا اور وہ آئیں گے۔ اس کے چند ہی روز کے بعد علامہ کا ٹیلیگرام آیا کہ وہ فلاں دن آرہے ہیں ۔اور غالباً ۲۲رشعبان کو وہ جمشید پور آگئے، برطانیہ سے واپسی کے دو ماہ بعد شوال ۱۳۹۵ھ میں وہ مبارکپور وارد ہوئے اور لال چوک کے اجلاس عام میں خود بیان کیا کہ

''حافظ ملت نے مجھے کوئی خط تو نہیں لکھا ،البتہ میرے دل پر تصرف کیا۔مجھے شب برأت کے بعد واپسی کی بے قراری ہوگئی ۔اہلیہ کی علالت کا ایک خط مجھے ملا تھا۔وہی سبب بتا کر میں نے لوگوں پر واپسی کا ارادہ ظاہر کیا اور واپس آگیا۔''

مولا محمد صفی اللہ سرور القادری صدر مدرس مدرسہ مجیدیہ بنارس لکھتے ہیں

''کل بعد نماز عشا حضور فردوس مکانی قدس سرہ النورانی کی شفقتوں کے تصور میں گم تھا کہ اچانک زبان پر ''غفر اللہ لک'' وارد ہوا۔پھر جی میں بات آگئی کہ ذرا جوڑ گھٹا کر اس کو کیوں نہ مادۂ تاریخ بناؤں۔پھر میں نے بے انتہا خوشی محسوس کی بلکہ حضرت کے تصرف روحانی پر محمول کیا، جب کہ بے کم و کاست انہی الفاظ سے تاریخ وصال برآمد ہوگئی ،یعنی ۱۳۹۶ ہجری۔'' (ماہنامہ اشرفیہ مئی جون ۷۷ء ص ۷۲)

کتے کا زہر بے اثر:

ایک بار حافظ ملت کے پاؤں کی پنڈلی میں ایک کتے نے کاٹ لیا۔حضرت نے اس سلسلہ میں نہ کوئی انجکشن لگوایا اور نہ علاج کیا۔مخلصین نے بار بار اصرار کرکے علاج کے سلسلہ میں دریافت کیا تو جواب دیا۔

''مجھے کتے کا زہر اثر نہیں کرے گا۔آپ جانتے ہیں کہ اسپرٹ کی وجہ سے انجکشن میں لگواتا نہیں۔اللہ شفا دے گا''

آپ نے دعاء ماثورہ کے ذریعہ اپنا علاج خود کرلیا۔اگر چہ کتے کے تین دانت اندر تک پیوست ہوئے تھے۔ اور زہر کے اثرات پتہ چلتے تھے۔مگر اللہ کا کرنا کہ وہی ہوا جو حافظ ملت نے فرمایا تھا۔زخم بھر گیا اور درد کافور ہوگیا۔ایک مرتبہ خود ہی فرمانے لگے

''کتنا زہریلا تھا مگر اللہ کے فضل سے کچھ نہیں ہوا۔''

ٹرین رک گئی:

مولانا کاظم علی بستوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

لیلائے شب رخصت ہورہی تھی، سپیدۂ سحر نمودار ہورہا تھا، نسیم سحر ہول ہولے چل رہی تھی، ہجوم کی وہی سابقہ حالت تھی کہ اندر سے باہر اور باہر سے اندر آنے جانے کی کوئی صورت ہی نظر نہ آتی لیکن حضرت نے (بغیر ماحول سے متاثر ہوئے) فرمایا کہ فجر کا وقت ہوگیا ہے نماز کے لئے وضو کرنا چاہیے ایسے وقت میں جب کہ باہر نکلنا اور اندر آنا دشوار ہو عام طور پر دل پر جو گذرتی ہے ہر شخص محسوس کرتا ہے باہر نکلنا تو بڑی بات قضائے حاجت کے لئے بھی ہمت نہ کرے گا مگر حضرت ہیں کہ باہر نکلنے اور وضو فرمانے کے لئے بالکل تیار میرے دماغ نے بھی ایک بوجھ محسوس کیا مگر سوے ادبی کے خیال سے خاموش رہا۔ آپ تشریف لے گئے وضو فرمایا اور پلیٹ فارم پر خالق کائنات کی یاد میں مشغول ہو گئے ادھر ٹرین نے سیٹی دی اور چل پڑی ایسی حالت میں مجھ پر کیا گذری ان اضطرابوں کو الفاظ کے قالب میں ڈھالنے سے قاصر ہوں، انتہائی بے بسی پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھتا رہا اور ورطۂ حیرت میں پڑ کر روح فرسا موجوں کی چوٹ کھاتا رہا میری قوت فیصلہ نے بھی جواب دے دیا اگر زنجیر کھینچتا ہوں تو ارباب سفر ہوش وخرد سے بیگانہ تصور کریں گے یہ خیال آتے ہی زنجیر کی طرف بڑھتے ہوئے ہاتھ از خود دور ہٹ گئے ٹرین سنگل پار کرگئی اور دو میل آگے بڑھ کر اپنی بھرپور رفتار میں آگئی شان قدرت کہ غیبی روحانی طاقت نے ایک بیک برق رفتار ٹرین میں بریک لگادی گویا ایک قسم کا جمود طاری ہوگیا جوٹس سے مس نہ ہوسکا ڈرائیور نے پوری قوت صرف کردی ہر ممکن تراکیب استعمال کئے لیکن گاڑی نے آگے بڑھنے کا نام نہ لیا آخر میں مجبور ہوکر ڈرائیور نے ٹرین کو بیک کیا اب ٹرین پیچھے کو چلنے لگی پلیٹ فارم پر واپس آگئی اور ٹھیک اسی جگہ ہماری بوگی لگی جہاں پہلے تھی میں نے دیکھا کہ حضرت تشہد میں بیٹھے ہوئے ہیں ادھر ٹرین کے گارڈ مع ڈرائیور اور دیگر عملہ گاڑی کا معائنہ کررہے ہیں لیکن نہ گاڑی میں کوئی خرابی نظر آئی نہ لائن میں جب حضرت نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں سجدہ نیاز ادا کرکے نماز پوری کرلی تو اپنی مخصوص رفتار سے ٹرین میں تشریف لائے، سارے مسافرین حیرت زدہ ہوگئے اور چہ می گوئیاں ہونے لگیں کہ ٹرین کیوں رکی سبھوں نے ٹرین رکنے کا سبب دریافت کرلیا اور بے ساختہ پکار اٹھے کہ قربان تیرے، اے بڑھؤ تو گدڑی میں اتنا قیمتی لعل چھپا ہوا ہے۔ غیر مسلم ہمسفروں نے یہ کہا کہ یہ تو بابا کی پوجا کا اثر ہے اور دیر تک مدح وستائش کے پھول برساتے رہے۔ بلاشبہ یہ حضرت کی ایک کھلی اور واضح کرامت ہے جس پر میرا ذاتی مشاہدہ ہے میری نگاہوں نے اس قسم کے بے شمار واقعات بذات خود دیکھے ہیں جسے انشاء اللہ مستقبل میں زیب قرطاس کروں گا۔ (اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۴۰)

ان کا مقام بلند:

دور طالب علمی کے رفیق، صالح وفقیر حضرت مولانا عبد الرحمٰن پورنوی جنہیں ہم لوگ مذاق میں جناتی کہا کرتے تھے۔ پڑھنے پڑھانے میں نہایت ذہین محنتی اور باصلاحیت تھے، دار العلوم اشرفیہ میں ان کا ابتدائی دور عام طلبہ ہی کی طرح

رہا۔مگر بعد میں ان پر رنگ درویشی غالب آتا گیا ،امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف،احیاء علوم الدین ،اور کیمیائے سعادت وغیرہ کے مطالعہ نے ان کی دنیا ہی بدل دی ۔سال فراغت مجھ سے فرمایا کہ حقوق العباد میں ماں کا مجھ پر ذمہ تھا۔ اس بار ان سے معافی طلب کرکے راہ فقر میں نکلنے کی اجازت پا چکا ہوں ۔مبارکپور سے فارغ ہوئے ،اس کے بعد سے لا پتہ تھے، قیام مبارکپور کے آخری دور میں پرانے مدرسہ کی اس تاریک کوٹھری میں رہا کرتے تھے جو جناتی کوٹھری مشہور تھی راتوں کو قبرستان نکل جاتے اور پہروں وہاں روتے بلکتے رہتے ۔ایک بار مجھے بھی ساتھ لے کر قبرستان گئے اور وہاں ان کا رونا بلکنا دیکھ کر خود میں بھی رو پڑا۔

عرصۂ دراز بعد ان کے بارے میں برادر مخلص مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری نے خبر دی کہ جہانگیر گنج کے علاقہ میں کسی طرح ملاقات ہوئی ۔اس وقت بھی وہ قبرستان ہی میں تھے،موصوف سے فرمایا:

''وظیفہ کم کیجئے تصور شیخ کا عمل کیجئے ۔اسی سے روحانیت کی تمام راہوں کا کشف ہوگا۔قلب روشن ہے مگر تصور شیخ نہ ہونے کی وجہ سے قلب سے پردہ کا ازالہ نہ ہوسکا ہے ۔اس کا ازالہ تصور شیخ سے ہوگا۔

مولانا موصوف نے دوستانہ انداز میں عرض کیا کہ پڑھایا جائے یا تصور شیخ کیا جائے ؟فرمایا:

''آپ کے استاذ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان کیا پڑھتے پڑھاتے نہیں رہے ۔کیا وہ پروگرام نہیں کرتے رہے۔یہ سب کرتے رہے ۔اس کے باوجود حضور حافظ ملت کا بلند مقام اب تک میں نہیں دیکھ سکا کہ حضور حافظ ملت ولایت وروحانیت کے کتنے اونچے مقام پر فائز ہیں۔'' (بحوالہ مکتوب مولانا محمد اسلم مصباحی گورکھپوری)

تمہارے لب سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی:

جناب حافظ نثار احمد صاحب (ساکن محلہ دلھن پورہ) مدرس شعبۂ حفظ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کو بچپن ہی سے علم دین خصوصا حفظ قرآن کا بیحد شوق تھا،غریب خاندان میں پیدا ہوئے، ان کے والد جناب عبد الرحیم صاحب حافظ ملت کے شیدا تھے جو بسلسلہ حصول رزق وطن سے باہر رہتے تھے ۔وہ بھی دل سے چاہتے تھے کہ میرا یہ بیٹا حافظ قرآن بنے مگر گھر کی معاشی واقتصادی حالت مانع تھی ۔بہر حال ۱۹۴۹ء میں انہوں نے اشرفیہ سے پرائمری درجات پاس کرکے گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانا شروع کیا اور رات کو محلہ کے ایک حافظ صاحب سے حفظ شروع کیا۔مگر یہ سلسلہ چند ماہ سے زیادہ جاری نہ رہ سکا۔حافظ نثار صاحب کے والد جب گھر آئے اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے رات کو پڑھنا بند کردیا ہے تو فوراً ان کا ہاتھ پکڑا اور حافظ ملت کے پاس لے گئے ۔حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ یاد کیا ہے اس میں سے ایک رکوع سناؤ حافظ نثار احمد صاحب نے سنا دیا۔حضرت نے فرمایا:

''اب تم کو مدرسہ میں داخل کیا جاتا ہے ۔اب یہاں آکر باقاعدہ پڑھو۔''

اور جناب عبد الرحیم صاحب سے فرمایا:

''یہ یہاں داخل کئے جاتے ہیں انشاء اللہ یہاں سے حافظ بھی ہوں گے اور قاری بھی۔''

اگر چہ گھریلو حالت کے پیش نظر یہ ہونا دشوار نظر آتا تھا مگر حافظ ملت کے کرامت آثار فرمان نے اثر دکھایا اور حافظ نثار صاحب ۱۳۷۴ھ میں دارلعلوم میں داخل ہو کر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۵ھ میں حافظ قرآن بن گئے۔اس سال دستار بندی ہوئی اور محراب سنایا۔درمیان میں چند ماہ کا تعطل پھر پیدا ہوا کہ حافظ نثار صاحب معاشی ضرورت کے تحت ممبئی چلے گئے۔مگر حافظ ملت نے ان کے والد کو بھیج کر بلوایا اور تجوید کی تکمیل کروائی۔(ملخصا نمبر ۴۶۹،۴۷۰)

خیرآباد میں حفاظ پیدا ہوں گے:

خیرآباد میں ایک دیوبندی وہابی پیر نے اپنے ماننے والوں میں یہ ڈینگ ماری کہ یہاں بریلویوں (اہل سنت و جماعت) میں کوئی حافظ قرآن ہو ہی نہیں سکتا۔وہاں کے علماء اہل سنت نے یہ بات سنی تو انہیں فکر ہوئی۔مدرسہ ضیاء العلوم کے ذمہ داروں کی طرف سے ایک شخص کو حافظ ملت کی بارگاہ میں بھیجا گیا۔انہوں نے صورت حال بیان کی اور خیرآباد کے لئے ایک باصلاحیت استاذ الحفاظ طلب کیا۔حافظ ملت نے وہاں کے لئے فوراً ایک استاذ کا تقرر کیا جس کی مساعی سے خیر آباد میں حفاظ کی فصل بہار آگئی۔اور نہ صرف خیرآباد اور اطراف و جوانب بلکہ دور دراز تک خیرآباد کے حفاظ کی قرآن خوانی کی دھوم مچ گئی۔وہ استاذ الحفاظ کون تھے۔؟وہ تھے جنات حافظ نثار احمد عزیزی واقعہ کی تفصیل ان سے سماعت کریں:

"غالباً ذوالحجہ ۱۳۸۰ھ کے آخری عشرے میں مولانا غلام محمد صاحب بھیروی (رحمۃ اللہ علیہ) میرے مکان پر آئے اور انہوں نے فرمایا کہ حضرت نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔اس دن گھر پر کچھ ایسی بات ہوگئی تھی کہ میں دن بھر روتا رہا اور یہ سوچ رہا تھا کہ کہاں چلا جاؤں کہ اتنے میں یہ حضرت کا پیغام پہونچا۔میں شاداں و فرحاں پرانے مدرسے حاضر ہوا۔سلام و دست بوسی کی اور ادب سے کنارے بیٹھ گیا۔دیکھا کہ ایک مولانا صاحب حضرت کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔حضرت نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا!حافظ نثار احمد آپ کو خیرآباد جانا ہے۔یہ مولانا خیرآباد رہتے ہیں ان کے مدرسے میں ایک حافظ کی ضرورت ہے خیرآباد کوئی دور نہیں ہے۔گویا مبارکپور کا ایک محلہ ہے۔آپ وہاں جائیں۔مولانا کہتے ہیں کہ خیرآباد میں ایک پیر صاحب آتے ہیں۔جو دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ خیرآباد میں بریلویوں میں حافظ ہو ہی نہیں سکتے۔آپ جائیں انشاء اللہ وہاں حافظ ہوں گے۔"

بوقت حضوری:

حضرات اولیاء اللہ کے حالات میں یہ بات عام طور سے ملتی ہے کہ ذکر نفی و اثبات کے مراحل میں ان میں سے بعض کے اعضاء جسمانی الگ الگ ہو کر مشغول ذکر ہوتے ہیں۔الملفوظ شریف میں ایک صالح امام حرم پاک کا واقعہ مرقوم ہے کہ جب وہ مشغول ذکر ہوتے تو ان کے ہر بن مو سے خون کی چھینٹیں نکل کر زمین پر گرتیں جس سے اسم جلالت مرقوم ہو جاتا۔اس ساعت لی مع اللہ میں بعض خوش نصیبوں نے حافظ ملت کو دیکھا ہے۔واقعہ ملاحظہ ہو۔

بلرام پور ضلع گونڈہ میں حافظ ملت کے ایک جاں نثار مرید جناب ڈاکٹر عبدالمجید کا مکان، حافظ ملت کے قدم میمنت لزوم سے سرفراز تھا۔آخری سالوں میں حضرت اکثر و بیشتر انہی کے گھر قیام فرماتے تھے۔ڈاکٹر صاحب نے

حضرت کی سہولت کے پیش نظر مخصوص کمرہ میں آرام کرنے کا انتظام کیا تھا۔رات گئے حضرت کو کمرے میں آرام کرنے کے لئے چھوڑ کر ڈاکٹر صاحب اس کمرے سے تھوڑے فاصلے پر جا کر لیٹے اور حضرت نے اپنا کمرہ بند کرلیا۔نصف شب کے بعد ڈاکٹر صاحب نے حضرت کے کمرے سے اسم ذات کے ذکر کی ایک غیر متوازن چیخ سنی ۔رات کا سناٹا تھا،ڈاکٹر صاحب کو خوف محسوس ہوا،انجانے اندیشہ سے ڈاکٹر صاحب اٹھ کر کمرے کے دروازہ پر گئے ۔مگر دروازہ اندر سے بند تھا۔ البتہ ایک کھڑکی کھلی ہوئی تھی، ڈاکٹر صاحب نے جھانک کر جو دیکھا تو دم بخود رہ گے ۔حضرت کے اعضاء جسمانی الگ الگ تڑپ رہے تھے اور ان سے اللہ اللہ کی آوازیں نکل رہی تھیں،ڈاکٹر صاحب یہ منظر دیکھ کر خود کو سنبھالتے ہوئے ، دبے قدم واپس اپنے بستر پر لوٹ آئے اور خوف و ہراس کے عالم میں بے چینی کی کروٹ بدلتے ہوئے پوری شب گزاردی ۔ نیند کا دور تک کہیں پتہ نہیں تھا۔اذان فجر سن کر حضرت کمرے سے باہر تشریف لائے ۔ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ دیکھا تھا۔ان کی زبان پر تالا لگا ہوا تھا،حضرت خود ڈاکٹر صاحب سے کہنے لگے ۔

’’ڈاکٹر صاحب آئندہ احتیاط کرنا۔یہ مناسب نہیں ہے۔‘‘

ڈاکٹر صاحب نے اس کے بعد احتیاط برتی اور حضرت جب تک حیات رہے یہ واقعہ کبھی زبان پر نہیں لائے۔

مسجد نبوی شریف کی امامت روحانی:

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی شریف ہے جہاں حافظ ملت علیہ الرحمہ نہایت ہی شاداں و فرحاں جلوہ افروز ہیں، زائرین و واردین کا تانتا بندھا ہوا ہے۔لوگ جماعت در جماعت اور تنہا تنہا بے انتہا خوشی اور مسرت کے جذبات لئے مسجد نبوی شریف کی جانب رواں دواں ہیں ۔کسی طرف سے بسیں آرہی ہیں کہیں سے ٹرکوں لاریوں ،بیل گاڑیوں نیز دیگر سواریوں پر سوار ہو کر لوگ جوق در جوق مسجد نبوی شریف میں حافظ ملت کو مبارکبادی دینے پہونچ رہے ہیں ۔مبارک باد اس عظیم نعمت کی کہ’’ حافظ ملت کو مسجد نبوی شریف کی امامت کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔‘‘

جو بھی مسجد شریف سے مبارکبادی دے کر لوٹتا ہے اس کی خوشی اور مسرت کا عالم بھی قابل رشک ہے۔میں نے سوچا جب اتنے سارے لوگ حافظ ملت کے حضور نذر تہنیت گزارنے جارہے ہیں تو میں بھی کیوں نہ پہونچوں؟

اور حضرت حافظ ملت سے شرف ملاقات حاصل کر کے انہیں مبارکباد دوں ۔معاً یہ خیال ہوا کہ اتنا دور دراز کا سفر طے کس طرح ہوگا۔پھر بھی میں نے کمر ہمت باندھی اور مسجد نبوی شریف میں جا پہونچا۔دیکھا کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان ایک نہایت عالی شان مکان میں جلوہ افروز ہیں اور سامنے ایک وسیع وعریض میدان ہے جو ہرے بھرے درختوں سے شاداب ہے۔ملاقات و نیاز سے مشرف ہو کر جب میں باہر نکلا تو دیکھا ایک صاحب کھڑے ہیں اور وہ حضرت سے ملاقات کے لئے دروازہ کھلنے کے منتظر ہیں۔انہوں نے مجھ سے اپنا مدعا کہا تو میں انہیں بھی یہ کہتے ہوئے اندر حافظ ملت کے حضور لے گیا کہ’’یہ دربار عام ہے آپ کو آجانا چاہئے تھا۔‘‘

اس شخص کے ساتھ حضرت قبلہ نے بیحد اخلاق کریمانہ کا برتاؤ فرمایا۔اظہار خوشی ومسرت کیا اور پند ونصیحت کے انداز میں کچھ ہدایات کہیں ۔اتنے میں میری علیل اہلیہ کے کراہنے کی آواز نے مجھے بیدار کردیا۔یہ تھا خواب ایک صوفی

باصفا حضرت ''پیارے میاں'' صاحب کا جن کا اسم گرامی حضرت مولانا حافظ قاری عبدالمتعال ہے۔ جو شہر مرادآباد کے محلہ اصالت پورہ میں رہتے ہیں۔ نہایت معمر، پرہیز گار متقی شخص ہیں جنہوں نے حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی مجالس سے بھی فیض پایا ہے۔ اور روحانی طور پر سلسلۂ عالیہ قادریہ شیریہ سے منسلک ہیں۔ حضرت پیارے میاں کی پرہیز گاری اور نیک نفسی کی داستان شہر مرادآباد کے باشندوں میں عام ہے۔ انہوں نے یہ مبارک خواب دوشنبہ ۱۸؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ، ۱۷؍دسمبر ۱۹۸۹ء ۴ بجے شب میں دیکھا۔

ہمارے نبی پر نبوت و رسالت ختم ہوگئی مگر رؤیائے صادقہ کا سلسلہ افراد امت میں باقی ہے۔ اور صادق الایمان بندگان حق کے سچے خواب پر امت مسلمہ اعتماد کرتی ہے۔ اس خواب کو صاحب رؤیا نے محب گرامی مولانا عبدالمنان کلیمی سے ذکر فرمایا اور ان سے ہم تک پہونچا۔

احسان وتصوف کے پانچ بنیادی ستون:

حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنی کتاب معارف حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح کی حدیث کے حوالے سے تصوف کی پانچ بنیادوں کی تشریح فرماتے ہیں۔ مختصراً انہی کی تحریروں سے ملاحظہ کر کے اس آئینہ میں حیات حافظ ملت کا جائزہ لیں:

(۱) حرام سے اجتناب (۲) استغناء و توکل (۳) پڑوسی سے حسن سلوک (۴) جو اپنے لئے پسند کرو وہی دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی پسند کر (۵) زیادہ نہ ہنس۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یاخذ عنی ھؤلاء الکلمات فیعمل بھن قلت انا یا رسول اللہ فاخذ بیدی فعد خمسا فقال اتق المحارم تکن اعبد الناس و ارض بما قسم اللہ لک تکن اغنی الناس واحسن الی جارک تکن مومنا واحب للناس ما تحب لنفسہ تکن مسلما و لا تکثر الضحک فان کثرۃ الضحک تمیت القلب۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو مجھ سے کلمات نصیحت لے اور ان پر عمل کرے میں نے کہا ''میں یا رسول اللہ'' حضور نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ کلمے شمار کرائے۔ فرمایا اللہ کے محارم سے بچ، سب سے بڑا عابد ہو اور اللہ کی تقسیم پر راضی ہو تو سب سے بڑا غنی ہو، اور اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کر تو مومن ہو اور اپنے لئے جو پسند کرتا ہے، وہی دوسروں کے لے پسند کر تو مسلمان ہو اور زیادہ مت ہنس کیوں کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کرتا ہے۔ (ص ۹۰/۹۱)

''**اتق المحارم تکن اعبد الناس**'' یعنی اللہ کے محارم سے بچ تا کہ لوگوں میں بڑا عابد ہو۔ اللہ کے وہ محارم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حرام کیا ہے، وہ افعال و اقوال کی شکل میں ہوں یا عقائد فاسدہ کی صورت میں عابد کے لئے ان سب سے اجتناب ضروری ہے۔ تمام بد اعمالیوں، ساری بد کرداریوں سے پرہیز کرے، تمام بری باتوں بدگوئیوں سے زبان کو روکے مثلاً جھوٹ غیبت چغلی وغیرہ جن باتوں کا بولنا زبان پر لانا منع ہے ان سے زبان کو روکے، تمام بد اعمالیوں مثلاً چوری، شراب نوشی حرام کاری وغیرہ سب سے دور رہے۔ اسی طرح عقائد باطلہ فاسدہ سے

قلب کو پاک کرے کیوں کہ باطل عقیدہ حرام ہے، اتق المحارم میں وہ داخل ہے ....

اس لئے عقائد کی اصلاح پہلے ضروری ہے ،اسی لئے اتق المحارم کو مقدم فرمایا تا کہ عابد تمام بد کرداریوں ، بدگوئیوں ،بدعقیدگیوں سے پہلے تائب ہو ،اس کے بعد مصروف عبادت ہوتب اس کی عبادت مقبول ہوگی اور وہ عابد مقبول بارگاہ ہوگا لیکن اگر بدعقیدہ ہے،مثلاً شان الوہیت میں گستاخی کرتا ہے۔کذب کا دھبہ لگا رہا ہے۔خداوند قدوس کے لئے امکان کذب کا عقیدہ رکھتا ہے، خدا کا جھوٹ بولنا ممکن جانتا ہے جیسا کہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے تو اس کی عبادت عبادت نہیں ۔اس کی تسبیح تسبیح نہیں ،زبان سے سبحان اللہ خدا کی پاکی بیان کرے اوردل میں یہ عقیدہ رکھے کہ خدائے تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے تو یہ تسبیح منافقانہ ہے ایسا شخص بلا شبہ منافق ہے ۔اس کی تسبیح ہرگز ہرگز تسبیح نہیں ،اس کی عبادت ہرگز عبادت نہیں لہذا پہلے اپنا عقیدہ درست کرے۔ہیچوں بدعقیدگی سے تائب ہوجائے ۔(ص ۹۴۔۹۵)

دوسری ہدایت یہ فرمائی ''وارض بما قسم اللہ تکن اغنی الناس'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جو تیرے لئے تقسیم کردیا اس پر راضی ہوتو لوگوں میں سب سے بڑا غنی ہو مال کی تکمیل انسان اپنی اپنی ضرورت کی تکمیل کے لئے کرتا ہے جس کا فائدہ اطمنان قلب ہے۔مثلا بھوکا ہے پیٹ بھرے ،ننگا ہے تو تن ڈھانکے ،بے گھر ہے تو گھر بنائے ،پیٹ بھر رہا ہے تو چاہتا ہے عمدہ غذا ملے تن ڈھک رہا ہے تو چاہتا ہے عمدہ لباس پہنے.....

ہزار ہیں تو لاکھوں، لاکھوں ہیں تو کروڑوں کی تمنا، کروڑ ہیں تو اربوں کی خواہش غرضیکہ مال جتنا بڑھا خواہش بڑھتی گئی..

سید اکرم مصلح اعظم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اس مریض کے لئے نسخہ شفا عطا فرمایا جس کے علاج سے مرض کی بیخ و بنیاد ختم ہوجائے ۔

ہمسایہ سے حسن سلوک:

تیسری ہدایت و احسن الی جارك تکن مؤمنا یعنی اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرتا کہ مومن ہو۔حالانکہ اس تعلیم سے قبل ہی وہ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) مومن تھے، صاحب ایمان تھے حضور ﷺ کے صحابی تھے ۔اوراس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑوسی کے ساتھ احسان کریں تب وہ مومن ہوں۔مطلب یہ کہ مومن کامل ہوں۔

جو اپنے لئے پسند کرے وہی اوروں کے لئے:

مومن کا کردار اوراس کا اخلاق اس بلندی پر ہو کہ سب کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا برتاؤ کرے (اورسب کی خیر خواہی کا جذبہ رکھے)

زیادہ ہنسنا دل کومردہ کرتا ہے:

یہ وہ زریں اصول ہے کہ جب تک مسلمان اس کے پابند تھے ان میں اتحاد اتفاق، یک جہتی و ہمدردی ،ایک دوسرے کی خیر خواہی اس درجہ تھی کہ وہ ہر مسلمان کا دکھ درد اپنا دکھ درد سمجھتے تھے،دوسرے کی تکلیف اپنی مصیبت تصور کرتے ۔(تا ص ۹۹)

تقویٰ و پرہیز گاری:۔

تصوف کے ان پانچ بنیادی اصولوں کی روشنی میں ہم جب حافظ ملت کی زندگی کا جائزہ لیں گے تو صاف پتہ چلے گا کہ وہ محارم تو محارم غیر مستحسن سے بھی بچتے تھے، ان کی زندگی سراپا تقویٰ تھی، حرام ناجائز، مکروہ تو چھوڑیئے انہیں یہ بھی گوارہ نہیں تھا کہ غیر اولیٰ کی جانب قدم بڑھائیں ۔زندگی میں کبھی صرف اس وجہ سے انجکشن نہیں لگوایا کہ اسپرٹ (الکحل) جسم پر لگانی پڑے گی ۔آنکھ کا نازک ترین آپریشن ہوا اس وقت بھی آپ نے انجکشن نہیں لگوایا، زہریلے کتے نے کاٹا، اس کے علاج پر احباب نے بہت زور دیا مگر آپ نے انجکشن نہیں لگوایا۔آپ کے برادر خورد مولانا حکیم عبد الغفور صاحب قبلہ بیان فرماتے ہیں:

''ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دوائیں جن میں الکوحل یا اسپرٹ کا جز ملا ہو سختی سے احتراز فرماتے بعض مرتبہ تو جان پر بن آئی مگر ایسی دواؤں کو ہاتھ تک نہ لگایا۔، (اشرفیہ ص ۳۴)

استغنا و توکل :

توکل اللہ کے پیارے مقبول بندوں کی ادا ہے ۔جس میں ان کی زندگی کے شب و روز لپٹے ہوتے ہیں۔ حافظ ملت توکل پر نہ صرف خود پوری عمر کار بند رہے بلکہ متعلقین مدرسین ،ملازمین طلبہ سب کو توکل ہی کی راہ پر چلنا سکھایا۔اور جاتے جاتے اپنے شہزادۂ گرامی حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ (عربک یونیورسٹی) سے فرماتے گئے کہ میرے بعد اہل مبارکپور کچھ خدمت اشرفیہ کا صلہ دینا چاہیں گے مگر لینا نہیں،توکل کے بارے میں آپ نے قوم کو یوں خطاب فرمایا ہے۔

''بندہ جب اپنے رب پر ایمان لایا ہے اور مسلمان ہے تو اس کو اپنے رب پر توکل کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ اگر بندہ کو اپنے رب پر بھروسہ نہیں تو اس کا ایمان ہی کیا ہے ۔اسی لئے تو فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو اللہ پر توکل کرو کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرو ،وہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔وہ جانتا ہے کہ تم اپنے سب کاموں میں اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہو یا اس کے غیر پر اگر تم نے اپنے ہر کام میں اپنے رب پر بھروسہ کیا تو واقعی تم اپنے رب کے فرمانبردار بندہ ہو۔اور اس کے انعام واکرام کے مستحق ہو۔اگر تم نے اپنے کسی کام میں بھی اپنے رب کے غیر پر بھروسہ کیا تو تم مجرم ہو۔ اپنے رب پر ایمان لانے کے بعد غیر پر بھروسہ کرنا بڑا جرم ہے۔''

توکل پر خاص طور پر زور دیتے تو فرماتے ''توکل ہی توکل ہے۔''

آپ اس باب میں اکثر یہ شعر بھی پڑھتے۔

سب کام اپنے کرنا تقدیر کے حوالے
نزدیک عاقلوں کے تدبیر ہے تو یہ ہے

استغنا کا یہ حال کہ دارالعلوم اشرفیہ کی خدمت گزاری کے ابتدائی ایام سے الجامعۃ الاشرفیہ کی سربراہی کے زمانے تک کبھی ادارہ کے سامنے اپنی ضرورت پیش نہیں کی بلکہ ہمیشہ قوم کے سامنے ادارہ کی ضرورت پیش فرماتے رہے۔ مدرس رہے تو بھی اضافۂ تنخواہ کی درخواست نہیں دی بلکہ خود سفارش کر کے دوسرے مدرسین و ملازمین کی تنخواہیں بڑھواتے رہے۔ طلبہ کی ضرورتیں پوری کراتے رہے۔ جس زمانہ میں دارالعلوم اشرفیہ مالی بحران کا شکار تھا۔ ۷ رماہ تک مدرسین کو مشاہرے نہیں ملے تھے، حافظ ملت کو اپنی فکر کبھی نہیں رہی، ہمیشہ ادارہ کے مقاصد اور مدرسین کی ضرورتوں کے لئے فکر مند رہا کرتے تھے۔ آپ چونکہ اللہ تعالیٰ کی عطا پر مطمئن اور متوکل تھے۔ اس لئے رب تعالیٰ نے ارشاد رسول ﷺ کے مطابق آپ کو اغنی الناس بنایا تھا۔ انشاء اللہ المولیٰ اس کا مفصل بیان متعلقہ موضوع کے تحت آئے گا۔

پڑوسیوں سے حسن سلوک:

ہمسایوں سے حسن سلوک کا یہ حال تھا کہ محلّہ پرانی بستی کا بچہ بچہ آپ سے دل و جان سے پیار کرتا تھا۔ کسی کی علالت سنتے تو اس کے گھر جاتے، دعا کرتے، علاج کے سلسلہ میں مشورہ دیتے۔ کسی کا انتقال ہوتا تو جنازہ پڑھاتے، اور غمگساری کرتے، گویا ہر ایک کے خوشی و غم ہر ایک حال میں ساتھ ہوتے۔ سب لوگ اپنے اپنے گھر کے لئے ہوتے ہیں حافظ ملت پرانی بستی مبارکپور کے ہر سنی گھر کے نگہبان تھے۔ سیلاب آیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حافظ ملت جان کی پرواہ کئے بغیر کمر تک پانی میں چل کر محلہ کٹرہ پہونچ گئے اور حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی کے والد گرامی سے فرمایا: حاجی صاحب پھاوڑا لائیے۔ فداکاران حافظ ملت نے حضرت کے قدم تھام لئے اور فرمایا۔ حضور بس! پانی کو جتنا اونچا ہونا تھا ہو چکا، اب آپ تشریف لائے ہیں تو ٹھیک ہو جائے گا۔ اور واقعی ایسا ہی ہوا اپنے پڑوسیوں کی چھپ چھپا کر مدد کرنا حافظ ملت کی عادت مبارکہ تھی۔ یہی وہ اخلاق عظیمہ تھا جس کی وجہ سے حافظ ملت نے جب مبارکپور چھوڑنے کا ارادہ کیا تو اہل مبارکپور نے حافظ ملت کی گلی اور راستے میں خود کو بچھا دیا۔ اور کہا اگر حافظ صاحب کو ہمارے جنازوں کے اوپر سے گزر جانا منظور ہے تو ضرور جائیں۔ مزید تفصیلات اپنے عنوان کے تحت دیکھی جاسکتی ہیں۔

جو اپنے لئے پسند وہی سب کے لیے:

اپنے اہل خانہ اور عزیز و اقربا کی خیر خواہی تو بہت سے لوگ کرتے ہیں مگر ہر ایمان والے کی دلی خیر خواہی کرنا اور اس کے لئے حتی المقدر کوشش کرنا حافظ ملت کا وصف تھا۔ یہی نہیں بلکہ آپ تقویٰ اور پرہیزگاری کے اس مقام پر فائز تھے جہاں انہیں اپنے لئے کوئی تمنا اور خواہش باقی ہی نہیں رہ گئی تھی بلکہ ہمیشہ مسلمانان اہلسنت اور ملت مومنہ کی خیر اندیشی، ترقی اور بہبودی ہی پیش نظر رہتی جس کے مظاہر اسی کتاب کے مندرجات میں موجود ہیں۔ آپ کے استاذ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے آپ کو مبارکپور بھیجنا چاہا تو آپ نے عرض کیا تھا حضرت میں ملازمت نہیں کرنا چاہتا۔ اس پر استاذ گرامی نے فرمایا تھا۔ حافظ صاحب میں آپ کو ملازمت کے لئے نہیں خدمت دین کے لئے بھیج رہا ہوں۔ آپ نے واقعی مبارکپور کی پوری زندگی میں خدمت دین فرمائی، آپ کے کسی عمل سے کبھی یہ محسوس نہیں کیا گیا کہ آپ محض ایک ملازم

کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں ۔ہاں البتہ ،وقت اور ذمہ داری کی ادائیگی ایسی سختی سے کرتے جیسے لگتا ہر لمحہ انہیں کسی غیبی محاسب کی محاسبہ کا خطرہ لگا ہوا ہے ۔مدرسہ کے طلبہ اور پڑوسیوں کے علاوہ ہندوستان کے مختلف خطوں میں متعدد ایسے لوگ تھے جن کی آپ در پردہ اعانت فرمایا کرتے تھے ۔کئی ایسے لوگ بھی تھے جو ہر سال تقریر کے لئے بلاتے اور سفر خرچ تک دینے کا خیال ان کے ذہن میں نہ آتا ۔مگر حافظ ملت مسلمانوں کی خیر خواہی میں وہاں بھی جاتے ۔

آپ کو اہل حاجت کا اتنا خیال تھا کہ سفر حج میں جاتے وقت تقریباً سوالاکھ پینے والا تعویذ لکھ کر مولانا نصیر الدین صاحب ،قاری عبدالحکیم صاحب اور مدرسین کو دے گئے ۔

انہیں ہنستے کس نے دیکھا؟:

وہ پابند سنت سنیہ ،پیکر طہارت وتقویٰ تھے ،حدیث پاک میں جب حضور سرور کائنات ﷺ کی مبارک ہنسی کا ذکر آتا تو اس وقت ادائے سنت کے طور پر ان کے چہرۂ مبارک پر ہنسی کا ظاہر ہونا ضروری تھا ۔جسے دیکھنے والے دیکھتے ۔حضور آقا ومولا ﷺ کے بارے میں آیا ہے کہ سرکار جب بہت خوش ہوتے اور ہنستے تو دندان مبارک سے نور کی شعاعیں پھوٹتیں ۔اپنے آقا کے سچے غلام جب اس مبارک ہنسی کو احادیث میں پڑھتے پڑھاتے تو فیضان نبوت سے ان کے چہرے پر بھی کمال مسرت وشادمانی کی ہنسی دیکھی جاتی ،حضور حافظ ملت جب کسی بات پر خوش ہو کر ہنستے تو آواز نہ نکلتی مگر آنکھوں میں خوشی کا پانی تیر جاتا جسے وہ اپنے رومال میں جذب کر لیتے ۔

تقویٰ کا بھرم:

سچ فرمایا رفیق محترم مولانا محمد احمد مصباحی صاحب نے

''وہ کردار کی پختگی ،اتباع سنت اور اخلاص وتقویٰ کی جیتی جاگتی تصویر تھے ،انہیں دیکھ کر اسلاف کی پاکیزہ زندگی اور بلند کردار وعمل کا نقش آنکھوں میں بھر جاتا تھا ،ان کی حیات سے تاریخ صالحین کے حیرت انگیز واقعات وحالات کی تصدیق ہوتی تھی ،اور اسلام کے مرد مومن اور مثالی انسان کو دیکھنے کی اگر کوئی آرزو کرے تو انہیں پیش کیا جا سکتا تھا ۔افسوس اب ایسے کسی پیکر علم وعمل اور مجسمہ عزیمت واستقامت کے دیدار کے لئے آنکھیں ترستی ہیں ۔دل تڑپتے ہیں آرزوئیں مچلتی ہیں ۔تمنائیں بیقرار ہیں مگر صبح آرزو کا اجالا کہاں؟

مجھے شاہ غلام آسی صاحب مدظلہ کی ایک بات یاد آتی ہے اور بار بار یاد آتی ہے انہوں نے آج سے بہت پہلے اس وقت کہا تھا جب حافظ ملت ،مجاہد ملت اور مفتی اعظم علیہم الرحمہ باحیات تھے کہ ''ان تینوں بزرگوں سے تقویٰ کا بھرم باقی ہے اگر کوئی تقویٰ اور اصحاب تقوی کو دیکھنا چاہے تو ان حضرات کو پیش کیا جا سکتا ہے''۔

اب اگر میں یہ کہوں تو شاید بیجا نہ ہوگا کہ افسوس ان حضرات کی روحوں کے ساتھ ہمارا یہ افتخار واعزاز بھی جاتا رہا ۔اب کون ہے جس کے قد موزوں پر نیابت رسول کی قبا راست کہی جائے ۔جمال تقوی کا طالب اپنے دیدار کی تشنگی کہاں دور کرنے ۔علم وعمل کامل کس گلی میں تلاش کیا جائے ،عزیمت واستقامت اور ورع وتقویٰ کا نازک پیرہن بڑی

حسرت وامید کے عالم میں کسی قدزیبا کا منتظر ہے۔ اتاح الله رجالا یحققون آماله (انوار حافظ ملت ص ۱۱۴)

حافظ ملت کی قیام گاہ پرانے مدرسہ کی عمارت قدیم کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی۔اوپر چھت تھی جس پر جلانے کے لئے اکثر ارہر کی لکڑیاں رکھی جاتی تھیں ۔ایک روز حافظ ملت کچھ لکھنے پڑھنے میں مصروف تھے، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص شیروانی وغیرہ پہنے ہوئے ہاتھ میں عصا لئے اترا چلا آرہا ہے ۔لگتا تھا کوئی علامہ ہے، حضرت نے آہٹ سنی تو فرمایا''کون ہے؟''

چہرہ پرنگاہ پڑی تو ترش لہجے میں فرمایا:

''اچھا تم ہو۔یہ کہنا تھا کہ وہ غائب ہوگیا غالبًا وہ ابلیس تھا۔

ایک روز دوپہر کی پہلی گھنٹی پڑھانے کے بعد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے مولانا اسلم عزیزی گورکھپوری کو بلایا اور اپنی جیب سے دوروپئے نکال کردیے مولانا بیان کرتے ہیں کہ انہیں سے ایک روپیہ میں نے اپنے پاس رکھ لیا اور ایک روپیہ اپنی والدہ ماجدہ کے گولک میں ڈال دیا۔آپ کی والدہ ماجدہ کہتی ہیں کہ وہ روپیہ جب تک گولک میں رہا میں اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق نکال لیا کرتی تھی کبھی پیسہ کم نہیں ہوا۔جب سے وہ روپیہ بے خیالی میں خرچ کردیا گیا۔اس کے بعد ویسی برکت نہ رہی۔

☆☆☆


اللھم افتح لی ابواب رحمتک

سترہواں باب

حافظ ملت اور خدمت خلق

خدمتِ خلق رضائے خالق
مختصراً ہے سیرت ان کی
اہلِ مبارکپور سے پوچھو
رافت ان کی شفقت ان کی

(بدر)

حافظ ملت اور خدمت خلق

مسلمان بھائیوں اور پریشان انسانوں کی خیر خواہی ہر دور میں ہر جگہ اللہ کے پیارے بندوں کا شیوہ رہی ہے۔ اولیاء اللہ اور فنا فی الذات فقرا کے در سے ہر زمانے میں اہل حاجت فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔ دعا تعویذ خدا کے بر گزیدہ بندوں کے نزدیک انسانی ہمدردی کے ساتھ ساتھ تبلیغ دین کا بھی ایک ذریعہ رہا ہے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ اصلاتو علم وشعور کی قندیل تھے، جن کے گرد اگرد ہمیشہ طالبین وشائقین علم کی بھیڑ لگی رہتی اسی کے ساتھ ساتھ حضرت مستجاب الدعوات بھی تھے۔ جن کی دعاؤں کے اثرات نے ہزاروں قلوب منور اور ہزاروں گھر آباد وشاداب کردیے۔ مبارک پور کے ابتدائی ایام میں تو زیادہ نہیں مگر جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ لوگ دور دور سے طلب دعا اور طلب تعویذ کے لیے مبارک پور آتے خود اہل مبارکپور کا یہ حال تھا کہ ان کے نزدیک تقریبا تمام جسمانی امراض کے لیے حضرت کا لکھا ہوا پینے والا تعویذ مجرب تھا۔ کچھ مخصوص تعویذات کے علاوہ حافظ ملت ہر ہفتہ سیکڑوں پہننے اور پینے کے تعویذ تحریر فرماتے۔

پینے کا تعویذ آستانہ بیت الانوار گیا بہار کا قدیم سرمایہ ہے۔ جسے حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ذریعہ دنیا بھر میں فروغ ہوا۔ یہ تعویذ زعفران اور عرق گلاب یا پانی سے لکھا جاتا۔ مبارک پور کے علاوہ حافظ ملت کے تلامذہ اور اہل ارادت ہر ماہ ملک و بیرون ملک سے یہ تعویذ منگوا کر اہل حاجت میں تقسیم کرتے۔ آخری دور میں حافظ ملت درس و تدریس اور معمولات ومشاغل سے جو وقت بھی خالی پاتے اس میں پینے کا تعویذ تحریر فرماتے۔ اپنے تاریخی سفر حج میں جاتے ہوئے آپ نے اوافر مقدار میں لکھ کر تقسیم کرنے والوں کو دیا تھا۔ اس سلسلہ میں حاجی محمد حسین صاحب مبارک پوری کی بیان کردہ باتوں میں سے چند یہ ہیں۔ "اور بہت سے نقوش کے علاوہ حضرت پینے کے لے ایک مخصوص تعویذ تحریر فرماتے تھے عموما سحر جادو فساد قلب وغیرہ میں بے حد مجرب ہے۔

یہ تعویذ زعفران سے لکھا جاتا تھا جو ہر ماہ کا ایک خرچ تھا۔ مگر حضرت نے کبھی کسی تعویذ پر کسی سے کوئی معاوضہ نہیں لیا۔

اخیر سالوں میں یہ حال تھا کہ ایک ایک ہفتہ میں کئی کئی سو تعویذ لکھنے پڑتے۔ حضرت اکثر جمعہ کی نماز کے بعد اپنی بیٹھک میں تشریف لاتے اور لوگوں کو تعویذ تقسیم کیا کرتے تھے۔ آخری دنوں میں جب مصروفیت بہت زیادہ بڑھ گئی اس وقت بھی یہ معمول جاری تھا۔ البتہ جب علالت زیادہ ہوئی اور معذور ہوئے تو جناب مولانا نصیر الدین صاحب مصباحی مدرس الجامعۃ الاشرفیہ کو یہ کام سونپ دیا۔

مبارک پور کے اہل سنت تو حافظ ملت کو اپنا معالج روحانی سمجھتے ہی تھے۔۔ ہندوؤں اور غیر سنیوں میں سے بھی ایسے لوگوں کی تعداد کم نہیں جو حافظ ملت کے تعویذات سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ قرآن وحدیث کے عالم بھی تھے اور عامل بھی۔ آپ مسنون ومشروع ادعیہ اوراذکار کے خود

بھی پابند تھے اور اپنے تلامذہ و مریدین کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔حافظ ملت اپنے تلامذہ اور متوسلین کی بخوبی نگہداشت فرماتے اور مشکل وقت میں دستگیری کرتے۔جناب بیکل صاحب عزیزی بلرام پوری حضرت کے نہایت چہیتے اور لاڈلے مرید ہیں۔

مرشد برحق کی خصوصی عنایات نے انہیں عزت و شہرت کے بام عروج تک پہنچایا۔جہاں پہنچ کر بہتیرے ناپختہ افراد دین، اور دینداروں کے ساتھ سرکش ہوجاتے ہیں۔بیکل اتساہی پر ابوالفیض مرشد کی خصوصی نسبت کا یہ فیض ہے کہ وہ کمال اور ترقی میں جوں جوں بلند ہوتے جاتے ہیں۔اپنے پیر و مرشد اور علماء حق کے حضور اور نیازمند ہوتے جاتے ہیں۔

۱۹۶۸ء میں دشمنوں نے بیکل صاحب کو کوئی زہریلی چیز کھلادی۔انہوں نے حافظ ملت کو خبر دی۔حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اپنے اس لاڈلے روحانی فرزند کے حق میں کیا کچھ خصوصی دعائیں کی ہوں گی وہ تو خدا ہی جانے۔مگر ایک معالج روحانی کی حیثیت سے انہوں نے فی الفور بیکل صاحب کو جو نسخہ علاج روانہ فرمایا اس کے ساتھ وہ مخصوص پینے والا تعویذ بھی تھا۔حضرت کا مکتوب گرامی ملاحظہ کریں جس میں اس خبر سے حضرت کے قلق، بے چینی کا بھی اندازہ ہوگا اور قلبی دعاؤں۔نیز کئی مفید علاج روحانی و حفاظت جسمانی کے عملیات میسر آئیں گے۔

"مکرم و محترم حضرت بیکل صاحب۔سلمکم اللہ تعالی و حفظکم عن شرور الحاسدین و المعاندین دعوات و افرہ متکاثرہ، متزائدہ، وسلام مسنون۔

نامہ صادر ہوا............ آپ کی تکلیف دہ اور پریشان کن علالت سے صدمہ ہوا۔خداوند کریم نے شفادی اس کا شکر و احسان ہے فللہ الحمد والمنۃ۔پینے والا تعویذ روانہ ہے۔

پینے کا تعویذ، طریقہ خاص ا۔

باوضو، درود شریف پڑھتے ہوئے۔نشان سے کاٹ کر موڑ کر رکھیں۔اور بہ ترکیب خاص روزانہ ایک تعویذ، حل کردہ، قدرے آب زمزم کے ساتھ پیتے رہیں۔انشاء المولی القدیر سارا اثر زائل ہوجائے گا۔اور زہر گل جائے گا۔آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین اب آپ کو احتیاط ضروری ہے۔فی زمانہ دوستی کے پردے میں دشمنی ہوتی ہے۔ہر کھانے پینے کی چیز بڑی احتیاط اور تحقیق سے استعمال کی جائے ہر چیز کھانے پینے سے پہلے۔حتی کہ پان سے بھی پہلے

بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ضرور پڑھ لیا کریں۔ناغہ نہ کریں اور روزانہ صبح و شام یہ حصار ضرور کرلیا کریں۔

حصار برائے حفاظت:۔

۷/ بار آیۃ الکرسی اس طرح پڑھیں کہ پہلی بار اپنے جسم پر دم کریں۔اور ۶/ بار شش جہت میں دم کردیں اور سوتے وقت تین بار آیۃ الکرسی اور تین بار چاروں قل پڑھ کر اپنے پورے جسم پر دم کرلیا کریں اور دونوں ہاتھوں پر دم کرکے سارے جسم پر ہاتھ پھیر لیا کریں (محررہ۔۲۹ نومبر ۱۹۶۸ء حضرت بیکل صاحب ہی کو ایک بار ان کی علالت کے

موقع پر پینے والا تعویذ ارسال کرتے ہوئے فیہ شفاء للناس کی تلقین فرماتے ہیں۔

پینے کا تعویذ طریقہ ۲:

"پینے والا تعویذ روانہ ہے بترکیب خاص استعمال کریں ،انشاء المولی القدیر جلد صحت ہوگی، باوضو پانی میں حل کر کے ،قدرے آب زمزم شامل کر کے روز انہ ایک تعویذ استعمال کریں ،شہد یا مناسب شربت بھی شامل کر سکتے ہیں "(محررہ ۱۸رجب ۱۳۹۰ھ) ایک اور مکتوب میں حضرت بیکل کو پینے والے تعویذ کے ہمراہ چند مقوی قلب و دماغ ادویہ بھی تحریر فرمائی ہیں۔

پینے کا تعویذ طریقہ خاص ۳:

پینے والے تین تعویذ مسلسل تین روز باوضو پانی میں حل کر کے قدرے آب زمزم شامل کر کے مع کاغذ کے نہار منہ پئیں۔اس میں شربت انار وغیرہ شامل کر سکتے ہیں۔انشاء اللہ تعالی تین ہی روز میں صحت ہو جائے گی۔صحت کا خیال زیادہ رکھیں۔احتیاط بھی رکھیں۔پانچ بادام اور پانچ منقی اور تین سیاہ مرچ سوتے وقت خوب چبا کر کھا لیا کریں۔اس پر مداومت کی جائے۔یا دواء المسک وغیرہ طبیعت کے مناسب کسی طبیب کی رائے سے استعمال کریں (محررہ ۲۸ مارچ ۱۹۶۹ء)

دعا تعویذ سے تعلق رکھنے والے عاملین بعض عملیات، اور دعوات کے ذریعہ موکلین کو مسخر کرتے ہیں۔پھر ان کے ذریعہ مطلوبہ مقاصد حاصل کرتے ہیں۔مگر خاصان خدا،مقربان بارگاہ الٰہی جو دولت ولایت سے سرفراز کئے جاتے ہیں انہیں ان دعوات وعملیات کے بغیر ہی قوت تسخیر اور متعدد فتوحات سے نوازا جاتا ہے۔حافظ ملت انہی بندگان خاص میں سے ایک تھے۔مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری فرماتے ہیں۔

"درسگاہ میں ایک مرتبہ تقویٰ و پرہیز گاری سے متعلق کلام جاری رکھتے ہوئے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے والد گرامی مرحوم کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک درویش والد گرامی کے پاس تشریف لائے درمیان گفتگو انہوں نے محسوس کیا کہ آمدنی کم اور اخراجات زیادہ ہیں تو کہا میں آپ کو ایک دعا بتا دیتا ہوں اسے آپ روزانہ پڑھا کریں تو مصلی کے نیچے یومیہ خرچ کے لئے پیسے مل جایا کریں گے۔والد صاحب نے پوچھا وہ پیسے کہاں سے آئیں گے تو فرمایا اس سے آپ کو کیا غرض کہ پیسے کہاں سے آئیں گے والد صاحب نے اسے منظور نہیں کیا اور کہا مجھے ایسے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے جس کے بارے میں معلوم نہ ہو سکے کہ کہاں سے آئے ہیں۔

رضائے حق بھی ملی اور موکل بھی:

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا الحمد للہ میں نے کبھی کسی مؤکل کے لے کوئی عمل نہیں کیا جو کیا اللہ اور رسول کی رضا کے لیے کیا بحمدہ تعالیٰ اللہ اور رسول کی رضا کے ساتھ مؤکل بھی ملے۔ایک موقع پر فرمایا نقوش وتعویذات میں ادائیگی زکوٰۃ سے جو تاثیر پیدا ہوتی ہے۔وہی تاثیر نقوش وتعویذات کے سلسلہ میں جھوٹ نہ بولنے

اور پابندی نماز سے آجاتی ہے۔

ترکیب دفع سحر:

مولانا موصوف ہی کی روایت ہے بڑھل گنج ضلع گورکھپور سے قریب موضع تیہر کے رہنے والے عظیم اللہ نامی ایک طالب علم نے راقم سے بیان کیا کہ میرے گھر نہ معلوم کیا بات ہوگئی ہے کہ کھانا پکتا ہے تو اس میں اوپر سے غلاظت گرتی رہتی ہے۔ والدہ سونہیں پاتی ہیں شیاطین ان کو پوری رات پریشان کرتے رہتے ہیں گھر چھوڑ کر فلاں جگہ چلی گئیں ہیں وہاں بھی وہی حالات ہیں۔ اس واقعہ کولیکر ہم دونوں حضور حافظ ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، راقم نے ان کے گھر کا واقعہ بیان کیا تو نام اور جگہ پوچھے بغیر، بلا توقف فرمایا سحر کیا گیا ہے (جبکہ عاملین نام اور جگہ پوچھ کر عمل پڑھنے کے بعد خبر دیتے ہیں) پھر فرمایا اللہ کے رسول کا ارشاد ہے "جادوگروں میں سورۂ بقرہ کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے" "کوئی صحیح خواں مکان کے اندر بلند آواز سے سورہ بقرہ کی تلاوت کر کے ایک بالٹی پانی پر دم کر کے اس پانی کو پورے مکان میں چھڑک دے" غالبا یہ بھی فرمایا تھا کہ پانی سامنے رکھ کر پڑھنا شروع کرے۔

راقم نے عرض کیا حضور وہاں ناظرہ خواں ہی ملیں گے جو عموماً صحیح خواں نہیں ہوتے اگر ان (حافظ عظیم اللہ) چھٹی دیدی جائے تو یہ خود پڑھ لیں گے۔ ارشاد فرمایا چوں کہ ضرورت ہے اس لیے اجازت ہے۔

حافظ عظیم اللہ نے واپسی کے بعد بیان کیا کہ جب اس عمل کو چالیس دن پورے ہوئے پانی پر دم کر کے جب پانی چھڑکنا شروع کیا تو یک بیک پورے مکان میں آگ سی لگ گئی، میں نے پانی چھڑکنا بند نہیں کیا جب مکان کے ہر حصہ میں پانی کے چھڑکاؤ سے فراغت ملی تو آگ بھی بجھ گئی اس کے بعد کبھی یہ شکایت پیدا نہیں ہوئی۔

(معارف حافظ ملت ص ۹۳/۹۴)

تعویذ کی برکت سے:

جناب ماسٹر قیصر جاوید صاحب الجامعۃ الاشرفیہ میں شعبۂ انگریزی کے مدرس ہیں انہوں نے راقم الحروف کو ۱۸/دسمبر ۹۰ء کا یہ واقعہ سنایا۔ انہوں نے کہا کہ

"میری پیدائش سے قبل میرے والدین کو اولاد کے بارے میں بہت فکر رہا کرتی تھے۔ مجھ سے پہلے، میرے دو بھائی اپنی پیدائش کے کچھ روز بعد ہی انتقال کر چکے تھے۔ اس لیے خاص طور سے والدہ صاحبہ مایوسی کا شکار تھیں۔ اسی زمانے میں کسی نے والد صاحب (جناب محمد صدیق صاحب ساکن املو) سے کہا کہ آپ سیدھے حافظ صاحب کے پاس جائیں اور ان سے اپنی اس پریشانی کے لیے دعا کی درخواست کریں۔

چنانچہ حضور حافظ ملت نے نگاہ کرم فرمائی۔ والد صاحب کو ایک تعویذ عنایت کیا۔ اور فرمایا کہ اسے اپنی اہلیہ کے گلے میں پہنا دیں۔ اور جب ولادت ہو جائے تو فوراً ان کے گلے سے نکال کر بچہ کو پہنائیں۔ اس تعویذ کی برکت سے میری پیدائش ہوئی۔ اور میں اب تک بصحت وسلامتی زندہ ہوں۔ اور الحمدللہ کہ الجامعۃ الاشرفیہ کی خدمت کر رہا ہوں"

بیٹا ہونے کا عمل:

حافظ ملت کی ولایت و کرامت کے باب میں جناب شیخ مزمل اللہ صاحب آسام کا واقعہ مرقوم ہے کہ انہوں نے حافظ ملت علیہ الرحمہ سے اپنی اہلیہ کے لیے استقرار و حفاظت حمل کا نقش منگوایا۔ان کی اہلیہ جب امید سے ہوئیں۔ اور حمل پانچ ماہ سے زائد کا ہو گیا تو انہیں خواہش ہوئی کہ اس حمل سے بیٹا ہو تو یہ درخواست حافظ ملت کے حضور پیش کی۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے انہیں،شکم حاملہ پر ان ولدت ذکر افسمیتہ محمدا۔شہادت کی انگلی سے لکھنے کا عمل بتایا اور تحریر فرمایا کہ اگر چہ اس عمل کا وقت گزر چکا ہے تا ہم آپ عمل کریں اور میں دعا کرتا ہوں۔چنانچہ اسی عمل سے شیخ صاحب کے گھر بیٹے کی ولادت ہوئی۔

استخارہ کی تعلیم:

حافظ ملت اپنے اہم کاموں میں خود بھی استخارہ فرمایا کرتے تھے۔اور اس کا حکم اپنے ماننے والوں اور مریدوں کو بھی دیتے تھے۔جناب بیکل صاحب اپنے لیے بلرام پور میں نئے مکان کی تعمیر کرانا چاہتے تھے۔دو جگہیں نظر میں تھیں۔ حضرت سے رائے لی تو حضرت نے وجہ ترجیح بیان فرمائی۔اور استخارہ کی تعلیم دی لکھتے ہیں:

مکان کی تعمیر دونوں جگہ ہو سکتی ہے۔ترجیح پڑوس اور ماحول کے لحاظ سے ہو سکتی ہے۔مکان کے لیے سب سے زیادہ ضروری مناسب پڑوس ہے۔اگر اس میں بھی دونوں مساوی ہوں تو استخارہ کیا جائے بہار شریعت میں صلوٰۃ الاستخارہ ہے"(مکتوب عزیزی بنام بیکل اتساہی ۱۴ر صفر ۸۴ھ)

بخار کا علاج:

"فرزند سعید کی علالت سے افسوس ہے شافی مطلق شفا کامل و عاجل عطا فرمائے۔آمین عزیز مکرم حافظ محمد حنیف صاحب سے کہہ دیجیے وہ باوضو تین بار سورۂ تغابن پڑھ کر دم کر دیں انشاء اللہ بخار اتر جائے گا میں دعا کرتا ہوں جلد شفا ہو۔آمین۔(مکتوبات عزیزی بنام بیکل ۱۴ر ستمبر ۶۴ء)

دفع امراض چشم کے لیے عمل:

"بچوں کی علالت (بخار اور آنکھ کی تکلیف) معلوم ہو کر بہت افسوس ہوا۔خداوند کریم ان کو شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے جلد صحت دے۔ان کے لیے پینے والا تعویذ بہ ترکیب خاص استعمال کرائیں،باوضو تعویذ کو پانی میں گھول کر قدرے آب زمزم شامل کر کے صبح شام پلائیں،اسی سے آنکھ دھوئیں انشاء اللہ تعالیٰ بخار جاتا رہے گا آنکھ کو بھی صحت ہوگی۔ باوضو ۱۱ر بار" فکشفنا عنك غطاءك فبصرك اليوم حديد" پڑھ کر صبح شام آنکھوں پر دم کریں۔مولائے کریم جلد شفا دے آمین۔(مکتوبات عزیزی بنام بیکل اتساہی ۱۳ر ستمبر ۶۸ء)

دفع سحر و بلا کا عمل

جناب شیخ مزمل اللہ صاحب (آسام) کے اہل وعیال اور مکان پر آسیب وسحر کا اثر تھا جس کو ختم کرنے کے لیے حافظ ملت انہیں عمل تحریر فرماتے ہیں۔

''سورۂ بقرہ جو الم سے شروع ہو کر ڈھائی پارہ پر ختم ہوتی ہے۔تین روز تک مکان کے دروازہ پر پڑھی جائے۔ سوا پاؤ لوبان پر دم کیا جائے روزانہ پڑھ کر اس لوبان پر دم کر دیا کریں۔تین روز کے بعد اس لوبان کو ۱۱؍روز سلگایا جائے۔عشا بعد۔اور سب گھر والے اور سب مکان کو دھونی دی جائے۔دھواں ختم ہونے پر راکھ کو کسی برتن میں جمع کرلیں۔ ۱۱؍روز تک جمع کی ہوئی راکھ کو بارھویں دن کاغذ میں لپیٹ کر دریا میں بہا دیا جائے۔ ۲۳؍فروری ۷۶ء کے ایک مکتوب میں ترکیب کے بعد ''نیاز غوث پاک کرنے کو لکھا ہے''

''کامیابی کا نقش روانہ ہے موم جامہ کر کے ٹوپی کے اندر ایسی جگہ سی لیں کہ تعویذ سر کے اگلے حصہ میں رہے''

(مکتوب عزیزی بنام شیخ مزمل اللہ، آسام)

درد سینہ کا علاج

''آپ صاحب فراش ہیں درد سینہ میں مبتلا ہیں دعا ہے کہ شافی مطلق شفائے عاجل و کامل عطا فرمائے۔پوری شفا دے۔دوامی شفا دے۔آمین

بعد نماز معوذتین بعد تسمیہ تین تین بار پڑھ کر سینے پر دم کرلیا کریں۔پینے والا تعویذ روانہ ہے۔آب زمزم میں حل کر کے۔تازہ یا گرم پانی کا اضافہ کر کے روزانہ ایک تعویذ استعمال کریں اس میں خالص شہد یا مناسب شربت شامل کرسکتے ہیں۔(مکتوب عزیزی بنام بکل اتساہی ۲۳؍رجب ۹۲ھ)

شر دشمناں سے محفوظی کا عمل

''دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے، اور کامیابی کے لیے یہ عمل بہت مجرب اور زود اثر ہے ہر نماز کے بعد ۱۱ بار پڑھا کریں۔''اللهم انا نجعلك فى نحورهم و نعوذ بك من شرورهم''

''ہر ماہ میں ۱۱ رتاریخ کو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے لئے ایصال ثواب ضرور کرتے رہو انشاء اللہ تعالیٰ تجارت میں برکت ہوگی رزق حلال میں وسعت ہوگی'' (مکتوب عزیزی بنام شیخ مزمل اللہ ۲۰ ربیع الاول ۹۳ھ)

شجرہ خوانی ہر پریشانی کا علاج ہے

''روزگاری پریشانی ہو یا دوسری قسم کی ہر مشکل پر شجرہ میں دیے ہوئے کسی بھی عمل کو پڑھا جائے انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔میں دعا کرتا ہوں آپ کا مال محفوظ رہے۔روپیہ وصول ہو۔کام مستحکم ہو۔''

(مکتوب عزیزی بنام شیخ مزمل اللہ ۱۴؍رجب ۹۲ھ)

پینے والا تعویذ، طریقہ خاص۴:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا پینے والا تعویذ سحر و آسیب سے متاثر لوگوں کے علاوہ زہر اور تمام لا علاج امراض کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کے استعمال کے مختلف طریقے ہیں ایک خاص طریقہ اس خط میں ملاحظہ ہو۔

''بریلی شریف کی تشخیص اور حکیم صاحب کی تجویز ہو سکتا ہے دونوں صحیح ہوں۔اثرات و امراض سبھی تحت قدرت زیر مشیت ہیں۔تمام اثرات و امراض کا ازالہ سرکار کے کرم کے ایک اشارہ ابرو اور جنبش لب سے ہو سکتا ہے۔بارگاہ الٰہی اور سرکار مصطفوی میں درخواست ہے کہ اپنا خاص کرم فرمائیں''

''پینے والا تعویذ ۴۰ رعدد روانہ ہے صبح کو باوضو تازہ پانی میں حل کر کے قدرے آب زمزم شامل کر کے مع کاغذ کے پی لیا کریں۔شہد یا مناسب شربت بھی شامل کر سکتے ہیں۔اگر روزانہ تین گھونٹ کے انداز سے ۱۱روز تک آب زمزم مل سکے تو ۱۱روز خالص آب زمزم ہی میں استعمال کریں۔بعدہ پانی لیکن قدرے آب زمزم ضرور شامل کیا جائے خواہ دو ہی قطرہ ہو''(مکتوب عزیزی بنام بکل اتساہی ۱۰ رمضان ۸۷ھ)

سواری پر بیٹھنے کی دعا:

جناب بکل صاحب ایک بار ایک کار میں سفر کر رہے تھے۔کنارے پر بیٹھے تھے چلتی کار کا دروازہ کھل گیا مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان کہ بکل صاحب کو کوئی زیادہ جسمانی گزند نہیں پہنچا۔حافظ ملت کو اطلاع ہوئی تو تحریر فرماتے ہیں۔

''آپ کی صحت سے بے اندازہ مسرت ہے آپ کو اور آپ کے تمام احباب کل متعلقین کو مبارکباد۔مولائے کریم کا ہزار بلکہ بے شمار شکر و احسان کہ اس نے آپ کی حفاظت فرمائی اور صحت بخشی۔خداوند قدوس ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھے۔دین متین کی ممتاز و نمایاں بیش از بیش خدمات انجام دلائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین۔آج مبارک بادی کا تار بھی حاضر کیا ہے ملا ہوگا۔اشرفیہ کے پورے اسٹاف و اراکین و مسلمانان مبارک پور کی طرف سے مبارکباد۔

سواری کے خطرہ سے محفوظ رہنے کے لیے یہ دعا نہایت مجرب ہے۔گویا خطرات سے تحفظ کی ضمانت ہے۔اور بلاشبہہ کلام حق کا ضرور ضرور یہی اثر ہے شرط یہ ہے کہ ہر سواری پر سوار ہوتے وقت اس کو ضرور پڑھے۔صرف ایک ہی بار پڑھنا کافی ہے سواری خواہ رکشہ ہو یکہ ہو کار ہو موٹر ہو ریل ہو ہوائی جہاز ہو بحری جہاز ہو پالکی ہو۔جس قسم کی سواری ہو جب سوار ہو ایک بار ضرور پڑھے۔دعا یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم امنت باللہ توکلت علی اللہ سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون.(مکتوب عزیزی بنام بکل اتساہی ۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ)

حضور حافظ ملت ہر سواری پر سوار ہوتے وقت دعا مذکورہ ضرور پڑھا کرتے تھے حتی کہ رکشے تانگے یا سائکل کے پیچھے بھی بیٹھتے تو اسے پڑھتے حضرت کی کفش برداری کے بابرکت ایام میں راقم الحروف کو یہ دعا حضرت سے سن سن کر یاد

ہوگئی۔رفیق محترم مولانا نصیر الدین پلاموی (استاذ الجامعۃ الاشرفیہ) بھی دور طالب علمی سے اس دعا کے عامل ہیں ایک بار ٹرین کا سفر کرتے ہوئے زبردست اکسیڈ ینٹ ہوا۔ٹرین کے ڈبے پٹری سے اتر گئے مولانا موصوف کے ڈبے میں ان کے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگ بھی ہلاک اور زخمی ہوئے۔مگر الحمد للہ انہیں کچھ بھی نہیں ہوا۔صرف ان کا ایک پاؤں کا جوتا کہیں اس طرح دبا کہ ایک جوتا رہ گیا۔پاؤں کو کچھ نہیں ہوا۔حضور حافظ ملت نے اس واقعہ کو سن کر فرمایا تھا یہ دعا کی برکت ہے۔

محب گرامی مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری لکھتے ہیں:

جمشید پور میں بہت سے لوگ حضرت کو اسٹیشن چھوڑنے کے لیے گئے۔راقم الحروف بھی خادم کی حیثیت سے ساتھ تھا، اسٹیشن پر پہنچ کر رک گئے جب سب لوگ اردگرد جمع ہوگئے تو فرمایا۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے میں اس وقت مسافر ہوں اس لیے آپ لوگوں کے لئے دعا کرتا ہوں۔اور بارگاہ خدوندی میں۔ ہاتھ اٹھا کر تمام حاضرین کے لیے فلاح دین و دنیا کی دعا فرمائی۔اس کے بعد ٹرین تک پہنچنے کے لیے آگے بڑھے۔(معارف حافظ ملت ص ۵۹)

آپ ارشاد فرماتے کہ ''اگر کوئی دعاے مذکور پڑھ کر کسی سواری پر بیٹھے۔اور خدانخواستہ کوئی حادثہ ہوجائے تو انشاء المولی الکریم اس دعا کا پڑھنے والا اس حادثہ سے محفوظ رہے گا یہ دعا دور حاضر کی تیز رفتار سواریوں کے حادثات سے محفوظ رہنے کے لیے پڑھنا ضروری ہے'' (مفہوم۔معارف حافظ ملت ص ۵۹)

☆☆☆



(اٹھارہواں باب)

حافظ ملت کے افکار ونظریات

تیری شمعِ فکر سے روشن ہوں سینوں کے چراغ
ہو ترے دم سے اجالا انجمن در انجمن
نسلِ خفتہ جاگ اٹھے وہ پھونک صورِ زندگی
نعرۂ تکبیر سے پھر گونج اٹھیں کوہ و دمن
(بدر)

حافظ ملت کے افکار ونظریات

مسلک:

مسلک کے معنی ہیں۔ مذہب یا مشرب۔ لغات میں بھی مسلک کے یہی معنی ملتے ہیں۔
''مکتب فکر'' ''طور طریق'' ''مسلہ'' ''نظریہ'' ''راستہ'' ''تعلیم'' وغیرہ بھی مسلک کے معانی میں آتے ہیں
ایک شخص جو امام اعظم ابوحنیفہ کا مقلد ہے اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ''حنفی المذہب'' ہے یا مسلکاً حنفی ہے اسی طرح شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ کے لیے کہا جاتا ہے۔
یہاں مسلک اور مذہب ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

حضرت حافظ ملت اور لفظ مسلک کا استعمال:

حضور حافظ ملت نے لفظ ''مسلک'' عقیدہ و مذہب کے لیے استعمال کیا ہے۔
علم غیب مصطفیٰ (ﷺ) پر بحث کرتے ہوئے ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''اشرف انبیا، محبوب کبریا، احمد مجتبیٰ ﷺ کو خداوند قدوس جل وعلیٰ شانہ نے تمام اولین و آخرین کے علوم عطا فرمائے۔ روز اول سے روز اخیر تک کے تمام غیب اور شہادت کا علم دیا، کائنات کے ذرہ ذرہ پر آپ کو مطلع کیا۔
زمین کی تاریکیوں اور سمندر کی گہرائیوں میں جو چیزیں موجود ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کی عطا سے ان پر مطلع ہیں، ان سب کو جانتے ہیں۔ حنفیہ اور تمام محققین اہل سنت خواہ شافعی ہوں یا مالکی یا حنبلی سب کا یہی ''مسلک'' ہے اور ان شاء اللہ العزیز دلائل قاہرہ کی روشنی میں آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو جائے گا کہ

فضل خدا سے غیب شہادت ہوا انہیں
اس پر شہادت آیت و وحی واثر کی ہے

(انباء الغیب ص ۱۷، ۱۸)

یہاں حافظ ملت علیہ الرحمہ نے لفظ ''مسلک'' بمعنی عقیدہ استعمال کیا ہے۔
ایک اور مقام پر حافظ ملت نے ''مسلک'' اور ''عقیدہ'' کو ایک دوسرے کے مترادف استعمال کیا ہے تحریر فرماتے ہیں:
''اہلسنت کا یہی مسلک ہے یہی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم نہ ذاتی ہے نہ غیر متناہی بلکہ اللہ عزوجل کا دیا ہوا علم غیب عطائی و متناہی ہے'' (انباء الغیب ص ۲۶)
حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے لفظ ''مسلک'' ''عقیدہ'' و ''مذہب'' وغیرہ کو ایک دوسرے کے مترادف برتا ہے۔

اہل سنت و جماعت ہی مذہب حق ہے:

ا۔حضرت حافظ ملت نے فرقِ اسلامیہ کی نشاندہی فرماتے ہوئے واضح کیا ہے کہ ۷۲رفرقے گمراہ وناری ہیں اور۷۳رواں فرقہ اہل سنت و جماعت ہی فرقۂ ناجیہ ہے اور یہی مذہب حق ہے۔ لکھتے ہیں:

''ان فرق باطلہ کے بطلان کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ان کا حدوث صدر اول کے بعد ہے، ان کے عقائد صحابۂ کرام کی جماعت کے خلاف ہیں۔ باوجود اس کے ان سب نے آیات قرآنیہ واحادیث صریحہ شہیرہ کا خلاف کیا ہے۔اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ کبارِفرقِ اسلامیہ آٹھ ہیں۔

(۱)معتزلہ(۲)شیعہ(۳)خوارج (۴)مرجئہ(۵)نجاریہ(۶)جبریہ(۷)مشبہہ(۸)ناجیہ۔

معتزلہ کے بیس فرقے ہیں۔شیعہ کے بائیس ،خوارج کے بیس، مرجئہ کے پانچ، نجاریہ کے تین، جبریہ ومُشَبِّہہ کا ایک ایک فرقہ ہے۔ یہ بہتر فرقے ہیں اور تہتر واں فرقہ ناجیہ صرف اہل سنت و جماعت ہے وکذا فی المواقف۔

(فرقہ ناجیہ ص۱۹،۲۰)

مزید تحریر فرماتے ہیں:

''وہ مذہب جس پر چل کر لوگ خدارسیدہ ہوئے اوران کے خدا رسیدہ ہونے کی اطلاع آچکی وہ صرف مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔ دنیا جانتی ہے، تاریخ عالم شاہد ہے کہ اسی مذہب کے پیرو اہل اللہ ہوئے،غوث،قطب ہوئے، ابدال واوتاد ہوئے، ابرار واخیار ہوئے لہذا طالب حق کو''مذہب اہل سنت وجماعت'' ہی اختیار کرنا چاہیے۔(معارف حدیث مطبوعہ بزم عزیزیہ امجدیہ بلرامپور ص۱۴)

آج کل کے وہابی ، دیوبندی، اہل حدیث اور وہابیہ کی دیگر ذریات خود کو سنی کہتی ہیں مگر وہ محض ان کا فریب ہے وہ سب باطل جماعتیں ہیں۔

حافظ ملت اس کی بھی وضاحت فرماتے ہیں:

''آج کل ہندوستان میں جو گمراہ فرقے مثلاً دیوبندی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی وغیرہ ہیں یہ انہیں گمراہ فرقوں کی شاخیں ہیں۔(فرقۂ ناجیہ ص۲۲)

فرقہ شیعہ کی بابت تحریر فرماتے ہیں:

''فرقۂ شیعہ نے قرآن مجید ناتمام وغیر محفوظ مانا جس سے آیت کریمہ "اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ" کا انکار ہوتا ہے۔خلافت اصحاب ثلثہ حضرت صدیق اکبر وفاروق اعظم وعثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے منکر ہوئے جس پر امت کا اجماع ہے۔ اسی طرح ان کے بہت سے گندے عقیدے ہیں لہذا یہ فرقہ بھی مع اپنے تمام شعبوں کے اہل سنت و جماعت سے خارج ہوا۔(فرقۂ ناجیہ ص۲۱)

حضور حافظ ملت نے یہ واضح کر دیا کہ اہل سنت ہی سواد اعظم ہے اور یہی مذہب حق اور ناجی فرقہ ہے بقیہ سارے فرقے باطل، خارج از اسلام اور ناری ہیں۔ نیز حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا اختلاف عقائد میں نہیں ہے۔ یہ سب

اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔ لکھتے ہیں:

''ائمۂ دین حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم سب انہیں اصول وعقائد، پر قائم رہے جو اہل سنت وجماعت کے عقائد ہیں''۔ (فرقۂ ناجیہ ص ۲۲)

مزید فرماتے ہیں: ''جس پر سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام وتابعین وتبع تابعین قائم رہے اور جن پر سلف صالحین کا اجماع ہوا اسی لیے اس مذہب حق کا نام اہل سنت وجماعت ہوا۔ اگر چہ یہ نام حادث ہے لیکن مذہب واعتقاد ان کا قدیم ہے۔ (فرقۂ ناجیہ ص ۲۲)

حضرت حافظ ملت نے یہ حقیقت آشکارا کردی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر سلف صالحین تک سب کا مذہب اسلام ہے لیکن فرقہائے باطلہ بھی چونکہ اپنا مذہب اسلام ہی ظاہر کرتے رہے لہذا ''اصل اسلام'' کو ''سنی اسلام'' یا اہل سنت وجماعت کہا گیا۔ یہی جماعت ''ما انا علیہ واصحابی'' کا مصداق ہے۔

حافظ ملت کی تحریروں سے تو ظاہر ہوگیا کہ آپ کا مسلک (مذہب یا عقیدہ) مسلکِ اہلسنت تھا۔

حافظ ملت حنفی المذہب تھے:

حضور حافظ ملت حنفی المذہب تھے۔ آپ کے فتاوے اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات میں تحریر فرماتے ہیں:

ا۔ ''لہذا ضروری ہے کہ پہلے آیات قرآنیہ سے اصول حنفیہ کی بنا پر استدلال کیا جائے تاکہ کسی حنفی کو مجال گریز اور جائے انکار باقی نہ رہے کیوں کہ مذہب کے اصول ہی اس مذہب کی بنا ومدار ہوتے ہیں لہذا اصول کا انکار مذہب کا انکار ہے۔ (انباء الغیب ص ۲۱)

ب۔ ''اہل سنت کا یہی مسلک ہے یہی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم نہ ذاتی ہے نہ غیر متناہی بلکہ اللہ عزوجل کا دیا ہوا علم غیب متناہی ہے۔ بلفضلہٖ تعالیٰ یہ عقیدہ جو مدعا کا جزء اول ہے آیات قرآنیہ واصول حنفیہ سے ثابت اور آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہوگیا۔ یہ بھی واضح ہوگیا کہ جو شخص نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے علم غیب کا مطلقا انکار کرے اور کہے کہ آپ کو اللہ کا دیا ہوا علم غیب نہیں وہ نہ حنفی ہے نہ مسلمان''۔ (ایضا ص ۲۷)

مندرجہ بالا مثالوں سے ثابت ہوا کہ حضرت حافظ ملت اصول حنفی سے ہی فتویٰ دیتے تھے اور مسائل کا اثبات فرماتے تھے۔

ج۔ ایمان کی تعریف بیان کرتے ہوئے مذہب احناف کی حقانیت ظاہر کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''احناف اور محققین اس کے قائل ہیں کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے اور اقرار باللسان اجرائے احکام کی شرط ہے، اس لیے کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ عمل کا ایمان پر عطف ہے اور عطف میں اصل مغایرت ہے۔ خود اسی آیت يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ پر يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُم يُنْفِقُونَ کا عطف ہے، اس سے ظاہر ہے کہ ایمان اور عمل دو

مغایر چیزیں ہیں۔ نیز اگر اعمال جزو ایمان ہوں تو تصدیق کرنے والے مومن نہ ہوں گے کافر ہوں گے۔ پھر اس آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَكَ بِهٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَمَنۡ یُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدِ افۡتَرٰۤی اِثۡمًا عَظِیۡمًا۔(اسی طرح کے چند عام فہم استدلالات بیان کر کے فرماتے ہیں)علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ شافعی المذہب ہیں مگر مذہب احناف کو یہاں اختیار فرمایا۔ یہ مذہب احناف کی حقانیت کی دلیل ہے"۔(ملفوظات حافظ ملت ص ۳۸،۳۹)

علمبر دار سنیت:

حضرت حافظ ملت صرف سنی حنفی نہ تھے بلکہ سنی گر بھی تھے اور فقہ حنفی کے ماہر بھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اعاظم اہلسنت میں سے ایک اور مذہب اہل سنت کے ناشر و ترجمان تھے برصغیر ہند و پاک اور بنگلہ دیش سے لے کر پوری دنیا میں ایشیا کے مختلف ممالک نیز یورپ وامریکہ وافریقہ میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے تلامذہ در تلامذہ دین وسنیت کی جو خدمات انجام دے رہے ہیں وہ سارے زمانے پر روشن ہے۔ فرش گیتی پر پھیلے ہوئے تلامذۂ حافظ ملت یعنی مصباحی حضرات قطار در قطار جلتے ہوئے چراغوں کی مانند ہر سمت علم وعمل اور دین وسنیت کا اجالا برپا کر رہے ہیں۔

سنیت کی تبلیغ واشاعت اور اہل سنت کے وقار کی خاطر حضور حافظ ملت نے "الجامعۃ الاشرفیہ" کی بنا رکھی۔ الحمدللہ آج وہی الجامعۃ الاشرفیہ جہان علم وفضل کا وقار۔ طالبان علوم دینیہ کا قرار اور چمنستان سنیت کی بہار بنا ہوا ہے۔ اور روشنی کا مینارۂ بلند بنا ہوا مسافران راہ حق کی رہنمائی کر رہا ہے۔ یہی وہ تربیت گاہ دینی ہے جہاں سے سپاہیان اسلام آراستہ پیراستہ ہو کر باطل کو ہر محاذ پر شکست فاش دیتے ہوئے غلبۂ اسلام کا پھریرا لہرا رہے ہیں۔

آپ نے دیوبندیوں کے رد میں ایک رسالہ بنام المصباح الجدید تصنیف فرمایا۔ اس رسالہ کی وجہ تالیف یہ ہے کہ قصبہ بھوجپور ضلع مرادآباد سے تیس سوالات پر مشتمل ایک استفتا آپ کی خدمت میں آیا تھا جس کا منشأ دیوبندی مذہب کی حقیقت دریافت کرنا تھا۔

آپ نے دیوبندیوں کی معتبر کتابوں کے حوالے سے نہایت سلیس عام فہم طرز میں جواب لکھا۔ چونکہ آپ دیوبندیوں کی کذب وکید کی فطرت سے واقف تھے کہ وہ اپنے پیشواؤں مولویان دیوبند کے ان اقوال کفریہ پر پردہ ڈال سکتے ہیں اور قارئین کو بہکا سکتے ہیں لہذا ان کی دہن دوزی کے لیے سرورق پر لکھ دیا کہ "ایک حوالہ بھی غلط ثابت کرنے پر پانچ سو روپیہ انعام۔

الحمدللہ کہ اس معرکۃ الآرا رسالہ نے دیوبندیوں کو دم بخود کر دیا۔ اس رسالہ نے دیوبندیوں کی دھرتی پر زلزلہ برپا کر دیا۔ دیوبندیوں نے جب دیکھا کہ دام فریب میں آئے ہوئے عامۃ المسلمین ہاتھ سے نکل رہے ہیں تو اس کے جواب میں مقامع الحدید لکھی گئی حضرت حافظ ملت نے اس کے جواب میں "العذاب الشدید لصاحب مقامع الحدید" تصنیف فرما کر وہابیت دیوبندیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔

حافظ ملت نے اس کے دو باب قائم کیے ہیں:
باب اول کا عنوان ہے:۔ در ابطال جواب اعتراضات المصباح الجدید
باب دوم کا عنوان ہے:۔ دیوبندی مذہب کا آئینہ
زیر نظر تصنیف میں حضور حافظ ملت نے عقائد دیوبندیہ کا جو بلیغ رد فرمایا ہے اور صاحب مقامع الحدید کی رہزنی کا جس طرح پردہ چاک کیا ہے وہ لائق دید ہے۔ تفصیل کے لیے المصباح الجدید اور العذاب الشدید کا مطالعہ کریں۔
حضرت حافظ ملت نے جگہ جگہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے فتاویٰ اور تحریرات واقوال کی تائید وتصدیق میں مخالف کو منہ توڑ جواب دیا ہے اور اس طرح امام احمد رضا کا دفاع فرمایا ہے۔ اس کی مثالیں زیر نظر کتاب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

عقائد اہل سنت کا اظہار:

محبت رسول ہی ایمان ہے:
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ — ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں — ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

''عزیزوں اور دوستوں کی الفت ہو یا جان ومال کی محبت اگر ان سب پر حب رسول غالب ہے تو یہ واقعی ایمان ہے۔ قابل مبارکباد ہے اور یہی اللہ عزوجل کی سچی محبت ہے۔ محبت رسول ہی محبت خدا ہے۔ "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰه فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُم اللّٰه" میں اسی کی تعلیم ہے۔
ہر چھوٹے بڑے اپنے پرائے حتی کہ اپنی جان ومال، عزت وآبرو ہر شی سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تکمیل ایمان کے لیے ضروری ہے۔ یہ دعویٰ تو ہر مسلمان کرتا ہے مگر ع

دعویٰ بلا دلیل قبول خرد نہیں

دلیل اس دعوے کی یہی ہے کہ ادائے حقوق مصطفےٰ میں جب کوئی طاقت کوئی قوت بھی مقابل آئے تو اس کو پاش پاش کر دیا جائے، دھجیاں اڑا دی جائیں، جان ومال، عزت وآبرو کسی کا پاس نہ ہو، اپنے آرام وراحت، تکلیف ومصیبت کا خیال تک نہ ہو، حکم الٰہی وفرمان رسول کے مقابلے میں کسی کی کوئی پرواہ نہ کی جائے، شان رسالت میں گستاخی وبے ادبی کرنے والا خواہ اپنا باپ، استاذ اور پیر ہی کیوں نہ ہو، بڑے سے بڑا عالم فاضل ہی کیوں نہ ہو، قلب مومن میں قطعاً اس کی گنجائش نہیں، باپ کا ادب، استاذ کا احترام، پیر کی تعظیم وتوقیر، عالم دین کا عزو وقار صرف رضائے الٰہی وخوشنودی رسول کے لیے کیا جاتا ہے اور جب وہ گستاخ اللہ ورسول کا باغی ہو گیا تو پھر اس سے مومن کا کیا علاقہ، ایمان والے کا اس سے کیا تعلق؟

بفضلہ تعالیٰ اہلسنت وجماعت کا اسی پر عمل ہے۔فتاویٰ حسام الحرمین شریف کی یہی تعلیم ہے۔مسلمان اسی کو اپنا معمول بنائیں۔(معارف حدیث ص ۲۵ تا ۲۷)

۲۔رسول کونین ﷺ کا مقام بشریت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی۔آپ کی یہ دونوں جہتیں نصوص قرآنی سے ثابت ہیں مگر حقیقت آپ کی نور ہے۔

وہ بد مذہب جو افضل البشر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں (معاذ اللہ) ان پر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی عظمت واضح کرتے ہوئے تازیانہ حق لگاتے ہیں۔

مولانا محمد اسلم مصباحی عزیزی گورکھپوری لکھتے ہیں:

معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک محفل میں تقریر کرتے ہوئے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں رب کا حکم لے کر حاضر ہوئے۔آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محو خواب پایا۔ بیدار کرنا خلافِ ادب تھا۔ ایک طرف حکم رب العالمین اور دوسری طرف آقا کا خواب ہے۔جبرئیل امین اپنی کافوری پیشانی آقائے کریم کے پاک تلوے سے ملنے لگے کہ ٹھنڈک کے اثر کا احساس فرما کر بیدار ہوں تو رب کا حکم بارگاہ میں عرض کیا جائے۔آقا بیدار ہوئے۔جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا، رب کا حکم لے کر آیا ہوں، رب کی بارگاہ میں بلاوا ہے۔اس کے بعد بیان فرمایا: جسم کا ادنیٰ درجہ پیر کا تلوا ہے اور جسم میں سب سے بلند حصہ پیشانی ہے۔جبرئیل امین نے ملکوتی پیشانی رسول کے تلوے سے مس کر کے یہ ثابت کر دیا کہ مقام ملکوتیت کی جہاں انتہا ہے وہاں سے رسول کی بشریت کا مقام شروع ہوتا ہے۔رسول پاک بشر ہیں مگر ایسے بشر کہ ان کی بشریت کی ابتدا وہاں سے ہے جہاں مقام ملکوتیت کی انتہا ہے۔پھر کون ہے رسول کی بشریت کا مقابلہ کرنے والا"۔(معارف حافظ ملت ص ۴۰،۴۱)

۳۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں:

مولانا محمد احمد صاحب مصباحی، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ لکھتے ہیں:

"انجمن امجدیہ بھیرہ، ولید پور، اعظم گڈھ کے اجلاس میں ایک بار حضرت الاستاذ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ دام ظلہ نے آیت کریمہ "اِنَّـا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا" پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ شاہد کا معنی حاضر ہے۔نماز جنازہ کی وہ دعا جس میں ہے "شَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا" (مغفرت فرما ہمارے حاضر کی اور ہمارے غائب کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہد بمعنی حاضر آتا ہے لہذا آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔بعدہ حافظ ملت نے تقریر کی تو حضرت نے مفتی صاحب قبلہ کی تحسین کے ساتھ حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا یہی مان لو کہ شاہد کے معنی گواہ ہے۔تو بتاؤ گواہ کون ہوتا ہے؟ کیا وہ شخص گواہ ہو سکتا ہے جو واقعہ کے وقت موجود نہ

ہو یا موجود ہو مگر بچشم خود دیکھا نہ ہو۔ ہرگز نہیں! گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ کے وقت حاضر بھی ہو اور ناظر بھی لہذا "انــــا ارسلنک شاھدا "میں شاہد کا معنی گواہ لینے پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر وناظر ہونا اپنی جگہ بعینہ ثابت ہے۔ وللہ الحمد
(حافظ ملت نمبر ص ۱۸۲)

۴۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی:

مولانا محمد اسلم مصباحی عزیزی تحریر کرتے ہیں:

"بخاری شریف میں معراج سے متعلق حدیث پاک پڑھاتے وقت ارشاد فرمایا۔ آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بیالیس مرتبہ معراج ہوئی ۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انکار سے معراج جسمانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے اس لیے کہ معراج جسمانی ہجرت سے پہلے ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انکار ہجرت کے بعد ہے پھر معراج جسمانی پر شبلی نعمانی کا عقلی استبعاد بیان کیا کہ معراج جسمانی میں زمین سے آسمان تک پہنچنے میں کرۂ نار سے گزرنا ممکن نہیں۔ اس کے بعد مولانا محمد فاروق صاحب چریا کوٹی کا جواب ذکر فرمایا کہ آگ کی لو سے ایک دھاگا تیزی کے ساتھ گزار دو تو آگ کا اثر بھی دھاگے پر نہیں ہوتا ہے تو برق رفتار براق کے کرۂ نار سے گزر جانے میں کوئی استبعاد نہیں۔ (معارف حافظ ملت ص ۵۵)

۵۔علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت حافظ ملت نے "معارف حدیث" میں احادیث رسول ﷺ سے رسول کونین ﷺ کے علم غیب کا اثبات فرمایا ہے نیز علم غیب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا پر ایک مستقل رسالہ "انباء الغیب" تصنیف فرمایا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کو اللہ عزوجل نے روز ازل سے روز آخر تک زمین و آسمان کل کائنات تمام موجودات کا علم تفصیلی عطا فرمایا۔ عرش تا فرش ہر شی آپ پر روشن کر دی حتی کہ زمین کی تاریکیوں، سمندر کی گہرائیوں میں کوئی ذرہ ایسا نہیں جو حضور ﷺ پر مخفی ہو اسی کو علم مَـاکَانَ وَ مَا یَکُونُ کہتے ہیں اس مدعا پر آیات واحادیث واقوال ائمہ دین بکثرت ہیں۔" (انباء الغیب ص ۳۵)

۶۔شفاعت مصطفےٰ و امداد اولیا:

تحریر فرماتے ہیں: "اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس شافع مطلق محمد رسول اللہ ﷺ کی وہ شان رفیع ہے کہ آپ کے غلام یعنی اولیاء کرام بھی حضور کے صدقے میں دونوں جہاں میں مدد فرماتے ہیں۔ نزع کے وقت۔ قبر میں منکر ونکیر کے سوال کے وقت۔ حشر ونشر میں۔ ہر جگہ امداد فرماتے اور شفاعت کرتے ہیں۔" (العذاب الشدید لصاحب مقامع الحدید ص ۲۴۸)

۷۔حضور صلی اللہ علیہ سلم کا تصرف:

"حضور کو جب معلوم ہوا کہ آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی اور سورج ڈوب گیا تو مالک کونین نے بارگاہ

خداوندی میں عرض کی کہ الہٰ العالمین علی تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے تو ان کے لئے سورج کو لوٹا دے۔ چنانچہ اس روز مشرق کے بجائے مغرب سے سورج نکلا تو جس مالک کونین کے اشارہ پر ایک بار مغرب سے سورج نکلا اگر وہ چاہیں تو ایک ہزار مرتبہ یہی واقعہ رونما ہو سکتا ہے۔ (حافظ ملت نمبر ص ۲۶۲۔۲۶۳)

۸۔ میلاد پاک کا جواز:

مولانا محمد اسلم مصباحی عزیزی لکھتے ہیں:

''مبارکپور کے ایک جلسہ میں میلاد شریف کے ثبوت میں تقریریں ہوئیں۔ حضور حافظ ملت رضی المولیٰ تعالی عنہ و ارضاہ عنا نے جب تقریر شروع کی تو خطبہ مسنونہ کے بعد آیت کریمہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ وَ إِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا (پارہ ۲۸ مجادلہ)

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو۔ (کنز الایمان)

تلاوت کر کے فرمایا: محافل میلاد شریف اور دینی جلسوں کے علاوہ دنیا کی کوئی مجلس اس آیت کریمہ کا مصداق نہیں ہے جس میں یہ کہا جاتا ہو جو پہلے سے موجود ہیں وہ آگے کھسک کر بعد میں آنیوالوں کو جگہ دیں تو اللہ تم کو جگہ دے گا اور اس پر اللہ کا وعدہ اگر تم نے بعد میں آنے والوں کو جگہ دی تو اللہ تمہیں جگہ دے گا غالبا ارشاد فرمایا: اور دینی جلسوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ سلام پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ (معارف حافظ ملت ص ۳۵۔۳۶)

۹۔ افضلیت صدیق اکبر:

مولانا اختر حسین مصباحی تحریر کرتے ہیں:

''مبارک پور میں دیو بندیوں نے مدح صحابہ تحریک چلائی اس کے جواب میں روافض نے تبرا کی تحریک چلائی۔ دوران اجلاس ایک تبرائی نے یہ کہا ''جگر جگر ہے دگر دگر'' یعنی حضرت علی نبی اکرم ﷺ کے جگر کی منزل میں ہیں اور دوسرے صحابہ نسبتاً اتنے قریب نہیں لھذا وہ سب سے افضل۔ جب حضرت حافظ ملت نے یہ بات سنی تو ارشاد فرمایا:

یہ شاعری ہے۔ شاعری پر شاعروں کے مذہب کی بنیاد ہوتی ہے، اسلام کی بنیاد شاعری پر نہیں۔ اولاً تو حضرت علی رسول اللہ کے جگر نہیں۔ یعنی جز نہیں، جز اولاد ہوتی ہے۔ اور اگر یہ درست مان لیا جائے تو لازم کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی سے بھی افضل ہوں حالاں کہ یہ رافضیوں کے مسلمات کے خلاف ہے اور جمہور امت کے بھی۔ حضرت سیدہ ہی نہیں، لازم کہ حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت زینب و صاحبزادگان حضرت علی سے افضل ہوں، یہ بھی روافض اور پوری امت کے خلاف ہے۔

اس کے بعد حافظ ملت نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تمام امت پر افضلیت مطلقہ قرآن مجید سے یوں ثابت فرمائی۔

سورۂ حجرات میں ہے:۔"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقَاکُمْ" (پارہ۲۶رع۱۴)
بے شک اللہ کے یہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے (کنزالایمان)
اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو تم میں اتقیٰ (سب سے زیادہ متقی ہے) اور سورۂ واللیل میں فرمایا:۔وَسَیُجَنَّبُهَا الاَتْقَی الَّذِی یُوْتِی مَالَه یَتَزَکیٰ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَه مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزیٰ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْه رَبِّه الاعلیٰ (پ۳۰۔ع ۱۷)
ترجمہ: اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے (کنزالایمان)
اور جہنم سے وہ بہت دور ہے جو اتقیٰ (سب سے زیادہ پرہیز گار ہے) جو مال اس لئے دیتا ہے کہ پاک وصاف ہو اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ چکایا جائے۔صرف اپنے بلند وبالا رب کی رضا چاہتا ہے۔
مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں اتقیٰ سے مراد صدیق اکبر ہیں۔بعد کا ارشاد بھی اس پر دلیل ہے۔سوائے صدیق اکبر کے کوئی ایسا نہیں جس پر حضور اقدس ﷺ نے مالی احسان نہ کیا ہو۔اس لئے متعین ہے کہ یہاں اتقیٰ سے مراد صدیق اکبر ہی ہیں۔اب دونوں آیتوں کو ملاؤ تو ترتیب یہ ہوگی۔ابو بکر اتقیٰ ہیں اور یہ اتقیٰ عند اللہ پوری امت سے بزرگ واکرم تو ثابت کہ صدیق اکبر ساری امت سے بلا استثنا بزرگ واکرم ہیں۔
(حافظ ملت نمبر ص ۱۱۸۔۱۱۹۔۱۲۰۔از فقیہ الہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی)
حافظ ملت کا مسلک وعقیدہ وہی ہے جسے ۱۴ اروین صدی ہجری کے مجدد اسلام امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے پیش فرمایا ہے اور جو ان کی تصانیف اور فتاویٰ سے ظاہر و باہر ہے۔
"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے مسلک حق۔مسلک اہل سنت کی نشر واشاعت میں تیزی اور گرمی کس نے پیدا کی؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے کتب ورسائل کی طباعت واشاعت نیز انہیں ترتیب جدید کے ساتھ منظر عام پر لانے کا کام کس نے انجام دیا؟
۱۴ اروین صدی ہجری کے مجدد فاضل بریلوی امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے تجدیدی ،تبلیغی ،اور علمی کارناموں کو اجاگر کرنے ،اعلیٰ حضرت اور ان کے علمی کارناموں پر تصنیفی ،تحقیقی اور اشاعتی کام کرنے کی پہل کس نے کی الجامعۃ الاشرفیہ نے جو حضور حافظ ملت کے خوابوں کا حسین تاج محل اور پر عظمت مینار ہے۔" (حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۲۵)

حافظ ملت کا نظریۂ تعلیم:

باب پنجم میں قرآن واحادیث اور اقوال علما سے تعلیم وتعلم کے فضائل پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔یہ امر مسلم ہے کہ "علم دین" ہی علم نافع اور علم اصلی ہے اور اسی علم کو "العلم نور" فرمایا گیا ہے۔
"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن" فرما کر خالق کائنات اللہ رب العزت نے تخلیق انسانی کا جو

مقصد بتایا ہے یعنی''عبادت''۔انسان اپنے خالق و مالک اور معبود حقیقی کے اس فرمان کو حصول علم دین کے بغیر پورا نہیں کر سکتا۔یہی علم زندگی اور بندگی کا سلیقہ عطا کرتا ہے۔

اسی علم کی بنیاد پر اس علم کے جاننے والوں یعنی علما کو انبیائے کرام علیہم السلام کا وارث ،سید الانبیا ﷺ کا نائب قرار دیا گیا ہے۔

حضور معلم اعظم نبی امی ﷺ نے اسی علم دین کو ہر مسلم مرد وعورت پر "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ" فرما کر فرض قرار دیا ہے۔

حافظ ملت اور علم کی اہمیت:

حضور حافظ ملت سے علم کی اہمیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو یہ جواب عنایت فرمایا:

''علم کا مسئلہ ایسا متفق علیہ ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ،جاہل سے جاہل بھی علم کو بڑی اہم اور عظیم دولت سمجھتا ہے،دنیا کا علم بھی عزت و اقتدار کا ضامن ہے،چہ جائے کہ علم دین کہ یہ وہ دولت عظمیٰ اور عظمت کبریٰ ہے جو انسان کو اشرف المخلوقات اور ممتاز کائنات بناتی ہے مگر علم پر عامل ہونا شرط ہے''(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۷)

حضور حافظ ملت نے خدمت دین اور علم دین کی ترویج و اشاعت کے لئے اپنی حیات کا لمحہ لمحہ وقف کر رکھا تھا اور اسی مقصد کی خاطر آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ قائم فرمایا۔

حافظ ملت اور عصری نظام تعلیم:

حافظ ملت نے یہ کبھی نہیں چاہا کہ ہمارے طلبا و علما محدود زندگی گذاریں ،بلکہ وہ مدارس کی خستہ چٹائیوں سے ایسے جیالے جرأت مند مدبر مفکر ہوشمند اور حالات آشنا سپاہی ڈھالنا چاہتے تھے جو کشا کش حیات کے تمام شعبوں میں اسلامی روح پھونک سکیں ،جن کے ذریعہ گھر سے لے کر مسجد تک دسترخوان سے لے کر ایوان تک نظام مصطفیٰ ﷺ کا بول بالا ہو سکے،آپ مدارس اسلامیہ کے موجودہ نظام تعلیم میں اصلاح کی ضرورت سمجھتے تھے اور مغربی مدارس کی آزاد اور روحانیت بیزار فضا سے متنفر تھے ،جائز حدود تک وہ تعلیمات اسلامی کو جدید طور طریق سے فروغ دینا پسند کرتے تھے ،مغربی تعلیم کے ذریعہ ایجادات و اکتشافات اور فکری ارتقا کے وہ ضرور حامی تھے،مگر اس حد تک نہیں کہ روحانیت کا جنازہ نکل جائے بلکہ وہ عقل و روح کے سلسلے میں مدارس و مکاتب فکر کی غیر متوازن رفتار کو اعتدال کے قالب میں دیکھنا چاہتے تھے۔

انہیں یقین تھا کہ مغرب کی عیش کوش تہذیب اور جنسی بے راہ روی کے پھیلتے ہوئے زہر کا تریاق صرف اسلامی تعلیمات پر عمل میں ہے۔

حضور حافظ ملت مظہر صدر الشریعہ تھے اور انہیں کے تعلیمی مزاج ونظریے کے پیرو تھے۔وہ حریت فکر ونظر کے مبلغ تھے اور اسلامی علوم حاصل کرنے والے طلبہ کو فضائے علم و افکار کا شاہین بنانا چاہتے تھے۔وہ فرسودہ ذہنی کے سائے اپنے طلبہ پر نہیں ڈالنا چاہتے تھے کیوں کہ انہیں طلبہ کو مستقبل کا معمار بنانا تھا۔

حضرت حافظ ملت مسلمانوں کا رشتہ چاہتے تھے۔

اشرفیہ کی تاسیس کا مقصد:

اشرفیہ کی تاسیس کا مقصد محض ایک متوسط درجہ کا دارالعلوم قائم کرنا نہیں تھا بلکہ دینی اسلامی تعلیم میں ایک انقلاب پیدا کرنا، دینی تعلیم کو زندگی اور اسلامی تہذیب کے ساتھ ہم آہنگ بنانا تھا اور ایسے صائب الفکر، بالغ نظر اور ماہر فن علما پیدا کرنا تھا جو بدلے ہوئے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کی نئی نئی ضرورتوں کی تکمیل کے ساتھ مسلمانوں کی علمی و دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکیں۔

اپنے اِنٹرویو کے ایک سوال پر "حضور آپ الجامعۃ الاشرفیہ کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں" فرمایا:
"میں یہ چاہتا ہوں کہ الجامعۃ الاشرفیہ کے فارغین سنی علما ہوں۔وہ ہندی، انگریزی، عربی میں صاحب قلم و صاحب لسان ہوں جو اپنے ملک ہندوستان اور دوسرے ممالک میں مذہب حق اہل سنت کی کما حقہ اشاعت و خدمت کرسکیں۔میں الجامعۃ الاشرفیہ کو اسی منزل پر دیکھنا چاہتا ہوں" (حافظ ملت نمبر ص ۷۷)
"میری تمنا اور خواہش یہ ہے کہ یہاں علوم اسلامیہ اور فنون متداولہ کی تعلیم تو ہو ہی لیکن یہاں کے فارغ التحصیل علما و فضلا عربی زبان و ادب نیز انگلش زبان و ادب میں اتنے اونچے مقام پر فائز ہوجائیں یا اتنی اعلیٰ صلاحیت کے مالک ہوجائیں کہ دنیا کے کونے کونے میں دعوت وتبلیغ اور نشر علوم کے فرائض سے سبکدوش ہونے میں کوئی دقت محسوس نہ کرسکیں" (حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۳۶-۳۷)

ایک جگہ حضرت حافظ ملت نے اپنا نظریہ اس طرح واضح کیا:
"الجامعۃ الاشرفیہ سے میرا مقصد درس نظامی کے منتہی طلبہ کو ہندی، انگریزی، عربی زبان کا صاحب قلم ولسان بنانا ہے" (حافظ ملت نمبر ص ۷۷)

الجامعۃ الاشرفیہ کا تعلیمی نظام:

ہر زمانہ اور ہر دور کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں جن کے لحاظ سے دینی اور روحانی نظام بر پا کرنے کے لئے اقدامات کئے جاتے ہیں۔

دور ماضی میں سلف صالحین نے اپنے انفاس قدسیہ سے زمانہ کی ہر اسلام دشمن تحریک کا جرأت مندانہ مقابلہ کیا اور علمی و تحقیقی میدان میں ان کے اشہب قلم نے وہ جولانیاں دکھائیں کہ تاریخ کے اوراق آج بھی جن کے کارناموں سے درخشاں ہیں۔ تعلیمی امور میں ایسے نصاب مرتب ہوئے جو متعلم کو ہر فن کی اصل روح سے آشنا کرنے کے لئے کافی ہوں۔قدیم نصاب تعلیم کی برکتوں سے آج اہل مغرب بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی

لیکن ماضی کا دور گزر گیا۔ آج زمانہ کے خیالات اور دنیا کے واقعات میں اس تیزی کے ساتھ تبدیلی ہو رہی ہے کہ ان کو جانے اور سمجھے بغیر مسلمانوں کی خدمت کما حقہ انجام نہیں دی جا سکتی۔ دنیا میں سیاسی اور اقتصادی خیالات ایسے چھائے ہوئے ہیں اور اس سرعت سے انقلاب کی گھڑیاں پے در پے آ رہی ہیں کہ ایک عالم دین کو ان کو سمجھنا اور ان کے حل کی تدبیر سوچنا ضروری ہے۔

مشکلات کا مقابلہ کرنا، موجودہ جد و جہد میں مناسب حصہ لینا اور ملک و قوم کی زندگی میں مسلمانوں کے لئے مناسب مقام کے حصول کی کوشش کرتے ہوئے غلبہ اسلام کا کارنامہ انجام دینا ایک عالم دین کا فرض ہے۔

حضور حافظ ملت نے اس مزاج کو سمجھا اور قدیم نصاب تعلیم کی اساسی قدروں کو برقرار رکھتے ہوئے علوم جدیدہ کی شمولیت کے ساتھ ایک ہمہ گیر تعلیمی نظام تشکیل دینے کا عزم مصمم فرمایا۔

عصری علوم اور حافظ ملت:

عصری علوم میں علوم نافعہ یعنی وہ علوم جو تبلیغ اسلام میں دین کے خادم بنائے جا سکیں ان علوم کو بھی سیدنا حافظ ملت نے ضروری سمجھا اسی کے تحت مولانا محمد اسلم عزیزی لکھتے ہیں:

''اسلام کے آفاقی مذہب ہونے کی بنا پر اسلامی رہنماؤں کے لئے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی خواہش اور تمنا آفاقیت کا حامل ہونے کی تھی۔ اسی لئے آپ تلامذہ کے لئے علوم دینیہ تفسیر و حدیث و فقہ و اصول میں مہارت تامہ کے ساتھ ساتھ عصری علوم ہندی، انگلش، ریاضی اور دوسرے مروجہ علوم میں بھی یکتائے روزگار ہونے کا ذہن رکھتے رہے تا کہ علما کسی بھی ماحول میں نہ احساس کمتری کا شکار ہوں اور نہ گفت و شنید کی کسی مجلس میں کسی طرح کی جھجک محسوس کریں اور اقوام عالم تک انہیں کی زبان میں اسلامی احکام پہنچانے پر قادر بھی ہو سکیں۔ اگرچہ معاشرہ میں شاید اس امر کے عملی پہلو کا فقدان ہے، بلکہ ایک عالم کے لئے علم دنیا کا حصول عیب تصور کیا جاتا رہا جبکہ اسلامی احکام کے مبلغین کے لئے ہر زبان کا ماہر ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ امور تبلیغیہ پر ایک عالم کی مہارت ضروری ہے تا کہ اسلامی عقائد و احکام صرف قوم مسلم کے ساتھ خاص ہو کر نہ رہ جائیں۔

دار العلوم اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کی طرف پیش قدمی اور الجامعۃ الاشرفیہ میں انگلش ٹیچرس کا تقرر اور جدید عربی کا انتظام اپنے تلامذہ کو آفاقی بنانے کا پہلا قدم تھا تا کہ علم دین اور علم دنیا کے مابین بیگانگی کے عام ذہن کا خاتمہ ہو سکے اور دنیا کی رائج زبانوں میں اسلام کی تبلیغ بھی ہو سکے۔

یہ امر بھی مسلم ہے کہ علم دین کے نصاب تعلیم میں اتنی گنجائش ہی نہیں کہ درس نظامیہ کی مدت تعلیم میں عصری علوم کو داخل نصاب کیا جائے تاہم اگر ارباب حل و عقد اس سلسلہ میں کوئی راہ نکالنے کے لئے آمادہ ہو جائیں تو مشکلے نیست کہ آساں نہ شود، کے بموجب کوئی نہ کوئی صورت نکل سکتی ہے۔ (معارف حافظ ملت ص ۴۹۔۵۰)

حضور حافظ ملت جہاں طلبہ کو وعظ و تقریر اور مناظرہ کا موثر طریقہ سکھاتے تھے (''بحیثیت استاذ'' میں جس کی

تفصیل آچکی ہے)وہیں آپ طلبہ کو تصنیف و تالیف اور صحافت کی طرف بھی متوجہ کرتے تھے اور اسی مقصد کے تحت آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ سے ماہنامہ ''اشرفیہ'' کا اجرا فرمایا۔اس سے قبل فتاویٰ رضویہ اور دیگر ضروری تصانیف اعلیٰ حضرت و دیگر مصنفین کی کتب کی اشاعت بھی کرائی اور قیمت بہت ہی کم رکھی۔

تصنیف و تالیف اور طباعت کے تعلق سے حضور حافظ ملت کے نظریہ کے سلسلے میں مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب تحریر کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ بڑے افسوس اور قلق کے ساتھ ارشاد فرمایا:

مجھے لوگوں نے کسی کام کا نہ رکھا،غیر اہم کاموں میں مجھ کو ایسا الجھا دیا کہ لکھنے کا کام خاطر خواہ نہ ہو سکا جس کا مجھے افسوس ہے حالانکہ اوائل عمر میں میرا قلم نہایت برق رفتار تھا اور اب نہ تو وہ قوت دماغ ہے اور نہ ہی فرصت اس لیے اب میرا مطمع نظر اور میری زندگی کا مقصد صرف اور صرف الجامعۃ الاشرفیہ کی تکمیل ہے ۔(اور کتاب کے حسن کتابت و طباعت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں)میرا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ کتابوں کی قیمتیں کم ہوں کیوں کہ مذہبی کتابوں کے پڑھنے والے بالعموم غریب لوگ ہوتے ہیں اسی لئے جب میں نے فتاویٰ رضویہ چھپوائی تو اس کی قیمت لاگت سے زیادہ نہیں رکھی۔ہمارا مقصد صرف اشاعت ہے نہ کی تجارت''(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۴۱۲۔۴۱۳)

صحافت اور علما وعوام کی ذمہ داریاں:

حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پریس اور قلم سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''ہر مسلمان مذہب وملت کا ذمہ دار ہے،علمائے کرام زیادہ ذمہ دار ہیں ۔عوام یہ محسوس کرتے ہیں کہ پریس کی طاقت بھی حفاظت مذہب کے لئے ضروری ہے تو علماء اہل سنت کا تعاون کریں،علماء اہل سنت ان شاء اللہ قلمی خدمت بھی کریں گے اور حتی الامکان کرتے بھی ہیں۔

یہ کھلی اور ظاہر حقیقت ہے کہ سنیوں میں جذبۂ تعاون نہیں،سنیوں کے کتنے جرائد ورسالے شائع ہوئے اور اسی بیماری کی نذر ہو گئے۔جماعتیں قائم ہوئیں اور اسی مرض کا شکار ہو گئیں۔

اور یہ سوال کہ کیا سنی علما پیچھے ہیں تو فرمایا۔یہ بات غلط ہے کہ سنی علما وہابیوں سے پیچھے ہیں یہ اور بات ہے کہ وہابیوں،دیوبندیوں،میں پروپیگنڈہ ہے،وہابیوں،دیوبندیوں میں تنظیم ہے،سنیوں میں تنظیم نہیں،یہی وجہ ہے کہ غیروں کا کام منظر عام پر کارنمایاں معلوم ہوتا ہے اور اپنوں کا کام منظر عام پر اس منزل پر معلوم نہیں ہوتا۔اتفاق اور انتشار میں بڑا فرق ہے''(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۶۔۷۷)

حافظ ملت کا تعلیمی پروگرام اور نظریۂ رضوی:

امام احمد رضا کے نظریۂ تعلیم ہی کے مطابق حضرت حافظ ملت نے بھی اسلام کی تعلیم ، خدارسی ورسول شناسی، رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت کے نقوش دلوں پر بٹھانے ،صحابہ واہلبیت ،اولیاوعلما کی عقیدت دلوں میں پیدا

کرنے۔حقیقت پسندی، صداقت پر مبنی تعلیم دینے۔ دین ودنیا میں نافع علوم عطا کرنے، خلوص وللّٰہیت اور غیرت وحمیت دلوں میں پیدا کرنے۔ طلبہ کے دلوں میں تعلیم ومتعلقات تعلیم کی عظمت پیدا کرنے، بری صحبت سے بچا کر بااخلاق وباکردار بنانے اور عزم وحوصلہ پیدا کرنے وغیرہ کی خاطر اشرفیہ قائم فرمایا اور اس سے قبل مصباح العلوم میں بھی اسی نہج پر تعلیم وتربیت کا کارنامہ انجام دیتے رہے۔

مدرسہ کے لیے کشادگی اور ہوا دار ہونا بھی ضروری ہے۔جنہوں نے الجامعۃ الاشرفیہ کی زیارت کی ہے وہ خود بتا سکتے ہیں کہ سرسبز وشاداب خطۂ زمین، ہاسٹل کے ہوادار اور روشنی پہونچانے والے کمرے، طلبہ کی چہل قدمی اور کھیل کود کے لیے وسیع وعریض میدان سب کچھ ہے۔

حافظ ملت ذہین مگر نادار طلبہ کی مالی امداد بھی کرتے تھے، مدرسین کی تنخواہوں کا بڑا خیال کرتے تھے۔مدارس میں اپنے فارغین کے تقرر کی کوشش فرماتے۔

☆☆☆



انیسواں باب

حافظ ملت کی سیاسی بصیرت

قوم کے سبھی افراد پیکرِ عمل بن جائیں
حسنِ موعظت کے ساتھ ایسی ذہن سازی ہو
ہم کو حافظِ ملت سا رہنما اگر مل جائے
پیکرِ سیاست کا پیرہن حجازی ہو
(بدر)

حافظ ملت کی سیاسی بصیرت

سیاست دین سے جدا نہیں:

اسلام میں سیاست دین سے الگ نہیں ہے۔ نہ صرف سیاسی شعبۂ حیات بلکہ سماجی اور معاشی شعبہ ہائے حیات بھی مذہب ہی کے تحت ہیں۔ انسانی شعبہ ہائے حیات میں سیاسی شعبۂ حیات کو سب سے زیادہ طاقتور، موثر اور اہم تسلیم کیا گیا ہے۔ سیاسی شعبۂ حیات میں بگاڑ پیدا ہوجانے سے سماجی اور معاشی شعبہ ہائے حیات بھی متاثر ہوتے ہیں۔ جب سیاست مذہب کی حکمرانی اور رہنمائی میں اپنا سفر طے کرتی رہتی ہے تو نہ یہ صراط مستقیم سے بھٹکتی ہے نہ گمراہ ہوتی ہے لیکن مذہب کی گرفت سے نکل جانے کے بعد یہ خود سب سے بڑی طاقت بن کر دیو استبداد کا رول ادا کرنے لگتی ہے۔ مذہب بیزاری، بدعنوانی، ظلم، اخلاقی گراوٹ اور معاشی بحران کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے جیسا آج کی مسلم دنیا میں دیکھنے کو مل رہا ہے۔ آج سیاست مذہب کے کنٹرول سے نکل کر خود مختار ہوگئی ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے خوب کہا ہے:

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

علمائے سلف نے ہی زمانہ کو سیاست و ریاست اور جہانگیری و جہانبانی کے آداب سکھائے ہیں۔ مدنی تاجدار ﷺ نے قرآن کریم کی روشنی میں جو سیاسی اصول وضوابط پیش فرمائے اس پر عمل کر کے خلفائے راشدین نے اسلامی مملکت کو طاقت ور اور امن وسکون کا گہوارہ بنا دیا تھا لیکن خلافت راشدہ کے بعد جب سیاست نے مذہب کی گرفت سے نکلنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ اس سے آزادی حاصل کر لی اس نے ملوکیت اور آمریت کا چولا بدلا تو علمائے سلف نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ سیاسی بصیرت سے بے بہرہ ہوگئے تھے انہوں نے سیاست میں حصہ تو نہیں لیا لیکن سیاسی مدبر کی حیثیت سے سیاست دانوں سے لے کر عوام تک کو صحیح اسلامی سیاست کا آئینہ دکھاتے رہے۔ ان کی نگاہ ہر سیاسی نشیب وفراز پر لگی رہتی تھی۔ انہوں نے ہی سیاست کی ضرب سے مسلمانوں کے عقائد وایمان کے تحفظ کا سامان فراہم کیا۔

جب ہم برطانوی عہد سے لیکر ہند کی آزادی اور تقسیم ہند کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ ہر محاذ اور ہر نازک موڑ پر علمائے حق نے ہی اپنی سیاسی بصیرت کو بروئے کار لا کر دین وایمان کی حفاظت فرمائی ہے۔ ظلم و جبر کے خلاف جہاد کیا ہے اور حق یہ ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی بنیاد اپنی مردان خدا نے رکھی تھی اور انہوں نے اور ان کے پیروؤں نے آزادی کی حقیقی لڑائی لڑ کر ملک سے انگریزی سامراجیت کو اکھاڑ پھینکا۔

سید سالار جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی جنگ انقلاب کا پرچم علمائے حق ہی نے بلند کیا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی صدرالدین آزردہ، مولانا رضا علی خاں بریلوی، مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی، مولانا فیض احمد بدایونی،

مولانا وزیر خاں اکبر آبادی وغیرہ علماے اہل سنت کے اسما اس سلسلے میں قابل ذکر ہیں۔

علامہ فضل حق خیرابادی

علامہ فضل حق علیہ الرحمہ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ مرتب کیا علما اہل سنت نے اس کی تصدیق کی اور غلامی فرنگ کی زنجیر کاٹنے کے لیے میدان عمل میں اتر پڑے۔قائد تحریک آزادیٔ علامہ فضل حق نے اپنے فتوے اور تقریر کے ذریعہ پورے ملک میں انگریزوں کے خلاف آگ لگادی تھی۔

علامہ موصوف رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مجاہدانہ کارناموں کا اعتراف غیر مقلد مورخ غلام رسول مہر، فاضل دیوبند سعید اکبر آبادی مدیر برہان وسابق صدر شعبۂ سنی دینیات (Sunni Theology) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولوی حسین احمد دیوبندی (ٹانڈوی) وغیرہم نے بھی کیا ہے۔

(۱۸۵۷ء کے مجاہد از غلام رسول مہر ص ۲۰۶ اور ہندوستان کی شرعی حیثیت مطبوعہ علی گڑھ ص ۴۱)

علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ کو کالے پانی کی سزا ہوئی۔ہندوستان کا مایہ ناز فاضل اپنی حیات کے آخری لمحوں تک قید وبند کی مشقتیں برداشت کرتا رہا مگر جذبہ حریت اور جوش جہاد میں کمی آئی نہ ہی ماتھے پر کوئی شکن آپ نے اپنی آخری وصیت یہ فرمائی تھی۔

جب انگریز ہندوستان سے چلے جائیں تو میری قبر پر آکر اطلاع دیدینا۔

مولوی عبدالشاہد شیروانی علی گڑھ رقم طراز ہیں:

''مولانا (فضل حق علیہ الرحمہ) نے آخری وصیت یہ بھی فرمائی کہ جب انگریز ہندوستان سے چلے جائیں تو میری قبر پر خبر کردی جائے۔چنانچہ ۱۵ راگست ۱۹۴۷ء کو رفیق محترم مولوی سید نجم الحسن صاحب رضوی خیرآبادی نے مولانا کے مدفن (درگاہ مخدومیہ) پر ایک جم غفیر کے ساتھ حاضر ہوکر میلاد شریف کے بعد قبر پر فاتحہ خوانی کی اس طرح پچاس سال کے بعد انگریزی سلطنت کے خاتمے کی خبر سنا کر وصیت پوری کی۔''جزاه الله خير الجزاء''

(مقدمہ زبدۃ الحکمۃ ،مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۴۹ء ص ۱۲)

مولانا کفایت علی کافی شہید مرادآبادی قدس سرہ العزیز نے بھی جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انگریزوں نے سر عام مراد آباد کے ایک چوراہے پر تختہ دار پر چڑھا دیا۔یہ ۲۷ ررمضان المبارک بروز جمعرات بوقت عصر کا واقعہ ہے۔روزے کی حالت میں آپ کو تختہ دار پر لایا گیا۔آپ اطمینان سے اپنے آقا۔آقاے نامدار ﷺ کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کررہے تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے جد امجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ نے بھی حکومت فرنگ کے خلاف مجاہدین آزادی کے ساتھ تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔جنرل ہڈسن نے آپ کے سر پر پانچ سو روپے کا انعام رکھا تھا۔

(اندھیرے سے اجالے تک از علامہ عبدالحکیم شرف قادری لاہوری)

الغرض ان مجاہدین آزادی ،علماے حق نے فرنگیوں کے ظلم پر ظلم برداشت کیے، قید وبند کی صعوبتیں جھیلیں مگر اپنی

مجاہدانہ آن بان سے پیچھے نہیں ہٹے اور پوری قوم کو بیدار کر دیا۔

انگریز نواز گروپ:

جہاں ایک طرف یہ علماے اہل سنت غلبۂ اسلام اور ملکی آزادی کے لیے تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے تھے وہیں دوسری جانب سید احمد رائے بریلوی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی وغیرہما برطانیہ کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہو کر قومی وملکی غداری کا کھیل کھیل رہے تھے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی فرنگی غلامی کی شہادت سر سید احمد خاں سے لیجیے۔ لکھتے ہیں:

''اثناے وعظ میں کسی نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر جہاد کا وعظ کیوں نہیں کہتے وہ بھی تو کافر ہیں۔ اس کے جواب میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لئے ہم پر اپنے مذہب کی رو سے یہ بات فرض ہے کہ انگیزوں پر جہاد کرنے میں کبھی شریک نہ ہوں۔'' (مقالات سر سید حصہ نہم ص۱۴۲)

مشہور غیر مقلد فاضل محمد حسین بٹالوی بھی اعتراف کرتے ہیں کہ:

''سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب نے انگریزوں سے جہاد کرنے کا ارادہ نہیں کیا''

سید احمد رائے بریلوی نے تو انگریزوں سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ (اشاعت السنۃ ضمیمہ ۶ جلد۲ ص۵)

''لارڈ ہیٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگذاری سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔

امیر خاں، لارڈ ہیٹنگ اور سید احمد صاحب۔ سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اتارا تھا''

(حیات طیبہ ص۲۹۴)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی شکست انہی ننگ دیں ننگ وطن نمائندگان نجد کی غداری کا نتیجہ تھی۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمان صرف میدان جنگ ہی نہیں ہارے بلکہ اس کے بعد علم وحکمت کا میدان بھی ان کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔ اس یوم شکست اور غلامی فرنگ کا طوق گلے میں آنے سے لے کر غلامی سے رہائی اور تقسیم ہند کے بعد ایک نئے ہندوستان کے وجود میں آنے تک کی نوے سالہ مدت کے زوال مسلم کی داستان ایک الم انگیز داستان اور ایک عظیم ٹریجڈی ہے!

اس نوے سالہ مدت میں ہندوستان مختلف مذہبی عقائد سیاسی تحریکات، سماجی، معاشی اور تعلیمی افکار ونظریات اور بھانت بھانت کے آدرشوں اور فرنگی تعلیم وتہذیب کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ عقائد وایمان نیز سیاسی، سماجی اور معاشی ہر اعتبار سے یہ دور مسلمانان ہند کے لیے ایک تباہ کن دور تھا۔

۱۸۶۷ء میں دار العلوم دیو بند قائم ہوا۔ دھیرے دھیرے دار العلوم دیو بند نجدی وہابی عقائد کا براڈ کاسٹنگ

سینٹر (مرکز نشریات) بن گیا۔ مسلمانوں کے عقیدہ وایمان کے قلعہ مستحکم کی دیواروں کو وہابی عقائد کی دیمکوں نے چاٹنا شروع کیا، سینہ ودل میں فروزاں عشق رسول کی شمعوں کی لو مدھم سے مدھم بلکہ گل کیے جانے کی مہم شروع ہوگئی۔ قاسم نانوتوی نے پُر پیچ انداز میں عقیدہ ختم نبوت سے انکار کر کے قادیانی دھرم کا دروازہ کھولا عیسائی مشنریاں تو حکومت انگلشیہ کی شہ پر کھلے عام عیسائیت کا پرچار کر کے محمدی غلاموں کو ''تثلیث پرستی'' کے جال میں پھانس ہی رہی تھیں۔ سوامیوں اور آچاریوں نے بھی اپنے دھرم کے پرچار کا بیوپار شروع کر دیا۔ ۱۸۸۵ء میں مسٹر ہیوم نے ''انڈین نیشنل کانگریس'' (Indian National Congress) قائم کی تو اکثریتی فرقہ نے اس میں گھس پیٹھ شروع کر دی۔ ملایان نجد و دیوبند بھی مسلمانوں کو اس کے بینر تلے جمع کرنے کا بگل پھونکنے لگے۔ ایک آفت نہیں صدہا قیامتیں تھیں کہ مسلمانوں پر ٹوٹی پڑ رہی تھیں۔

۱۹ ویں صدی کے اختتام اور زمانے کے بیسویں صدی عیسوی کی دہلیز پر قدم رکھنے سے لیکر ۱۹۲۰ء تک جن خاص تحریکوں کو جنم دیا گیا ان کا ایک خاکہ درج ذیل ہے۔

جہاد تحریک، ہجرت تحریک، گئو رکشا تحریک، شدھی تحریک، تحریک خلافت تحریک ترک موالات، ستیا گرہ، اور برت ودھرنے کی تحریک۔

آغاز زوال مسلم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اپنے مقالہ ''تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۲۰ء تک کے زوال مسلم کا جائزہ پیش کیا ہے راقم اس کا اجمالی نقشہ پیش کر رہا ہے۔

''ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال کا آغاز ۱۸۵۷ء میں سلطنت مغلیہ کے سقوط سے شروع ہوا جس میں مرکزیت ختم ہوتے ہی ایک طرف سات سمندر پار کا دشمن انگریز غالب ہوا۔ اور اس نے اپنی جڑیں مضبوط کرنی شروع کیں۔ سلاطین مغلیہ کے عروج تک ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت پر علمائے اہل سنت کی گرفت مضبوط تھی۔ اہل سنت حنفی علما قضاۃ مدرسین فقہا مشائخ مرشدین برصغیر کی مسلم سوسائٹی کو سنبھالے ہوئے تھے۔ اہل سنت کی خوش عقیدگی کے خلاف نت نئے فرقوں کو کھل کھیلنے کے مواقع نہیں تھے۔ ادھر سلطنت مغلیہ ختم ہوئی ادھر غیر مقلد (وہابی) اور آزاد خیال دوسرے لوگوں کی بن آئی انہوں نے اپنے اثر ورسوخ کو انگریزوں سے جوڑنے میں صرف کیا۔ اور ان کی گود میں جا بیٹھے غدر کے تباہ کن ہنگامے میں غیر سنی اکابرین میں سے کئی نام آوروں نے انگریز بہادر کی نمک خواری کا حق ادا کیا۔ نتیجہ علمائے اہل سنت اکثر تو شہید ہوئے جو بچ رہے ان میں سے سیکڑوں کو پھانسی دے دی گئی اس کے بعد بھی جو بچ رہے ان میں سے متعدد ملک بدر ہوئے۔ جو حالات کا رخ دیکھ کر گوشہ گیر ہوگئے۔ انہیں انگریزی دور میں غداروں کی لسٹ میں رکھا گیا اولا تو انہوں نے غیرت ملی کے تقاضوں سے مجبور ہو کر خود ہی خاموشی سے درس وتدریس، خدمت خلق وغیرہ میں اپنے کو لگالیا۔ جو اس لائق تھے کہ کشتی ملت کے شکستہ تختوں کو جوڑ سکتے تھے۔ انہیں ملک کی ناپاک سیاست نے موقع نہیں دیا۔

اس عرصہ میں سید احمد رائے بریلوی ،مولوی اسماعیل دہلوی ، وغیرہم کو پھلنے پھولنے کا خوب موقع ملا اور اسی دور میں یورپین اسلام ازم کی تحریک چلی جب خلیفہ ترکی اور اٹلی کی جنگ ہوئی جن میں انگریزوں نے خود کو غیر جانب دار رکھا جو دراصل مسلمانوں کی دشمنی پر مبنی تھا۔

۱۹۱۳ء میں کانپور مسجد کی شہادت کا حادثہ ہوا جس نے مسلمانوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا۔ ۱۹۱۸ء میں کٹار پور کے اندر ۱۴؍مسلمانوں کو زندہ جلا دیا گیا پھر جلیان والا باغ کا المناک حادثہ ہوا اس کے بعد ولٹ کمیٹی کی رپورٹ نے مسلمانان ہند کو باغی قرار دیا اسی دور میں سلطنت عثمانیہ جس کا عالم اسلام پر دبدبہ تھا۔ عالمی اسلام دشمن قوتوں کے ہاتھوں ختم ہوگئی۔ یہ حادثہ ۱۹۲۴ء میں ہوا۔ سلطنت عثمانیہ اپنے عروج میں قسطنطنیہ سے دنیا کے کن خطوں کو کنٹرول کرتی تھی۔ ملاحظہ کریں۔

بحر قزوین، خلیج فارس، بحر روم، بحر اسود، اناطولیہ، رنگورا، سلیمیا دمشق، بیروت، بیت المقدس، بصرہ، بغداد، مقدونیہ، البانیا، طرابلس، اسکندریہ، کربلا، موصل، مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، بحر قلزم، طائف، صنعا، یمن، عدن اور مسقط۔

(تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

بیسویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی تک سر ابھارنے والی جن تحریکوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں یوں تو سب کی سب اسلام اور مسلم دشمن تھیں لیکن ان میں مندرجہ ذیل تحریکات خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کی مذہبیت، ملی تشخص اور معاشی و تعلیمی فروغ کے لئے نہایت ہی خطرناک تھیں۔

تحریک ہجرت، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور شدھی تحریک ان تمام مسلم کش تحریکات کو جنم دینے میں اسلام دشمن اذہان کی کارفرمائی تھی۔ گاندھی نے ملکی آزادی اور خلافت عثمانیہ ترکیہ کی حمایت کے نام پر مسلمانوں پر ایسا جادو پھونک دیا کہ بڑے بڑے جبہ دستار والے بھی اس گاندھیائی آندھی میں اڑنے اور قومی یک جہتی کے دھارے میں بہنے لگے۔ مولوی عبد الباری فرنگی محلی، حکیم اجمل خاں، علی برادران (محمد علی اور شوکت علی) جیسے صاحبان علم و دانش بھی گاندھی کے سحر سے خود کو بچا نہ سکے۔

گو علمائے اہل سنت میں علامہ معین الدین اجمیری نے انگریزی فوج اور پولیس میں مسلمانوں کی ملازمت کو حرام قرار دیا، ان کا یہ فتویٰ ۱۹۲۱ء میں صادر ہوا۔ وہ بھی ترک موالات کے مؤیدین میں تھے البتہ اس کے ساتھ ساتھ وہ مشرک ہندوؤں کی قیادت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔

ڈاکٹر اقبال بھی اس تحریک کے خلاف تھے۔ وہ انجمن حمایت اسلام کے جنرل سکریٹری تھے۔ اس معاملہ میں انجمن نے یہ طے کیا تھا کہ اپنا کوئی بھی فیصلہ ہم لوگ علمائے اسلام کی رائے اور فتاوے لینے کے بعد ہی صادر کر سکتے ہیں چنانچہ پروفیسر حاکم علی لاہوری (پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور) رکن انجمن اسلامیہ نے امام احمد رضا بریلوی سے ایک فتویٰ حاصل کیا اور اس تاریخی فتوے پر اپنا فیصلہ صادر کیا کہ ہم ترک موالات کو خلاف دین اور مسلمانوں کے لے مضر سمجھتے ہیں۔

دیوبندی فکر و نظر کے مولویوں میں بھی مشرک کی قیادت اور بے لگام موالات پر آوازیں اٹھتی تھیں مگر خال خال۔

مفتی محمود حسین دیو بندی نے ہندوؤں سے ایسی موالات کو مسلمانوں کو ازخود اپنے دین میں تبدیلی اور عقائد کفر اختیار کرنے کے مترادف بتایا۔سید سلیمان ندوی نے بھی یورپین اقوام کی تقلید میں تیز تیز قدم اٹھانے والوں کو غلط گردانا۔

(تحریک عدم تعاون مطبوعہ لاہور ص ۷، ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ۱۹۲۰ء ص ۱۶۹)

ہنگامے اور فتنے برپا تھے، عجیب قیامت خیز دور تھا۔دین وایمان پر کفار ومشرکین اور مرتدین کی یلغار تھی، ہر سمت سے باطل کی للکار تھی، مسلمانوں کے مال وجان اور عزت وآبرو پر حملے ہو رہے تھے لیکن ہمالہ کی گود اور وادی گنگ سے لے کر وادی جہلم ومہران تک پھیلے ہوئے وسیع وعریض غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کی بے حسی اور بے بسی کا عجیب عالم تھا کہیں سے کوئی صدا بلند ہو رہی تھی نہ ہی باطل سے نبرد آزمائی کے لیے کوئی مرد مجاہد میدان کارزار میں اترنے کو تیار تھا لیکن ایک مرد خدا۔غیرت مند عاشق مصطفےٰ امام احمد رضا انگڑائی لے کر میدان عمل میں اترتا ہے، اس کے پیچھے اسکی تیار کردہ ٹیم بھی اترتی ہے اور باطل مذہبی سیاسی، عمرانی، معاشی اور تعلیمی افکار ونظریات وتحریکات کے تاروپود بکھرنے لگتے ہیں۔امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت پر ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا یہ مختصر تبصرہ پیش کیا جارہا ہے۔

''مولانا بریلوی نے اس دور کے سیاسی حساس مسائل کو حل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل تصانیف پیش فرمائیں

(۱) انفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء)

(۲) اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء)

(۳) تدبیر فلاح ونجات واصلاح (۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۲ء)

(۴) دوام العیش فی الائمۃ من قریش (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء)

(۵) المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

(۶) الطاری الداری لھفوات عبد الباری (۱۳۳۹/۱۹۲۰ء)

پہلے رسالہ میں گائے کی قربانی کے جواز وعدم جواز کے متعلق ایک سوال ہے۔مولانا بریلوی نے اس کے مضمرات کو نظر میں رکھتے ہوئے جواب دیا کہ ہندوستان میں گائے کی قربانی کو یک قلم ختم کر دینا ہرگز جائز نہیں'' (ص ۹)

مولانا بریلوی کی سیاسی سوجھ بوجھ اور فقیہانہ بصیرت کو سراہتے ہوئے مولانا شبلی نعمانی کے استاذ مولانا ارشاد حسین رام پوری نے یہ مختصر وجامع تبصرہ پیش کیا۔

الناقد بصیر (پرکھنے والا دیدہ ور ہے)

رسالہ اعلام الاعلام میں دوسرے علما سے اختلاف کرتے ہوئے جنہوں نے غیر منقسم ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر سود کو جائز قرار دیا تھا، مولانا بریلوی نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا اور سود کو حرام لکھا۔

تیسرے رسالہ دوام العیش میں مولانا بریلوی نے مسئلہ خلافت پر بحث کی ہے۔

تحریک خلافت

۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا اس تحریک میں جان ڈالنے کے لیے بعض علما نے خلافت کے لیے قید قریشیت کو ختم کرتے ہوئے۔ سلطان عبد الحمید کو خلیفۂ اسلام اور ان کی سلطنت کو خلافت اسلامیہ قرار دیا۔ مولانا بریلوی کے نزدیک خلیفہ کے لیے شرعاً قرشی ہونا ضروری تھا۔ ان کو سلطان ترکی اور سلطنت ترکی کو حمایت و تائید سے تو اختلاف نہ تھا البتہ سلطان کو خلیفہ کہنے اور سلطنت کو خلافت کا نام دینے سے اختلاف تھا۔ جب ۱۹۲۲ء میں خود مصطفیٰ کمال نے سلطنت ترکیہ کو ختم کیا اور سلطان عبد الحمید کو ملک بدر کیا تو دعویٔ خلافت کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی اور مسلمانوں کو نصاریٰ کے سامنے شرمسار ہونا پڑا۔ مولانا بریلوی سیاسی استحکام کے لیے معاشی استحکام کو ضروری سمجھتے تھے۔ مولانا بریلوی نے ایک طرف اپنا رسالہ تدبیر فلاح ونجات و اصلاح لکھ کر اپنی تجاویز عام کیں تو دوسری طرف انصار الاسلام اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے نام سے ان کے متبعین نے اصلاحی تنظیمیں قائم کیں اور اس وقت جو وہ کر سکتے تھے کیا۔

۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات شروع ہوئی جو تحریک خلافت (۱۹۱۹ء) کا تتمہ کہی جا سکتی ہے۔ تحریک خلافت کے زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کا جو ایک طوفان اٹھا تھا وہ اب شباب پر پہنچ گیا۔ مسلمان عوام وخواص اپنی سادگی اور سادہ لوحی کی وجہ سے اس کے مضمرات کو محسوس نہ کر سکتے تھے مگر علامہ بریلوی نے یہ بات شدت سے محسوس کی اور مسلمانوں کو ایسے اتحاد سے باز رہنے کے لئے للکارا جو ان کی سیاست و معیشت اور مذہب سب کو ختم کر کے رکھ دے چناں چہ انہوں نے شدید علالت کے باوجود رسالہ المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنۃ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) لکھا۔

اسی زمانے میں ان کے دوست اور ہندوستان کے مشہور عالم مولانا عبد الباری فرنگی محلی سے بعض ایسے اقوال و اعمال سرزد ہوئے جو مولانا بریلوی کی نظر میں خلاف شرع تھے اور سیاسی حیثیت سے مسلمانوں کے لیے تباہ کن تھے چناں چہ انہوں نے دوست کی دوستی کی پروا کیے بغیر اس طرز عمل پر سخت تنقید کی۔ مولانا بریلوی کی یہ تنقیدات ان کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے تین حصوں میں بریلی سے شائع کر دیں۔

مولانا بریلوی حریت و آزادی کے لئے جو راہ متعین کر گئے تھے اس پر ان کے صاحبزادگان، خلفا، تلامذہ اور متبعین گامزن ہوئے ۱۹۲۵ء میں مولانا بریلوی کے خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) نے الجمعیۃ العالیۃ المرکزیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی جس نے آگے چل کر مسلمانوں کے لیے قابل قدر خدمات انجام دیں) (امام اہل سنت از ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۳۶ تا ۴۱)

امام احمد رضا کی جو ٹیم یعنی ان کے صاحبزادگان، خلفا اور تلامذہ وغیرہ امام احمد رضا کی حیات سے لے کر ان کے وصال (۱۹۲۱ء/۱۳۴۰ھ) کے بعد بھی تحریکات باطل کا قلع قمع کر کے مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ اور سیاسی، عمرانی، معاشی، تعلیمی بحالی کے لیے امام احمد رضا کے متعین کیے ہوئے راستے پر گامزن رہی ان میں حسب ذیل حضرات کے اسما قابل ذکر ہیں۔

۱۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی (امام احمد رضا کے خلف اکبر)

۲۔مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (امام احمد رضا کے خلف اصغر)
۳۔صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی خلیفہ امام احمد رضا
۴۔صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی خلیفہ امام احمد رضا
۵۔برہان الملۃ مولانا برہان الحق جبل پوری خلیفہ امام احمد رضا
۶۔ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین عظیم آبادی خلیفہ امام احمد رضا
۷۔محدث اعظم ہند مولانا سید محمد میاں کچھوچھوی تلمیذ امام احمد رضا
۸۔پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری خلیفہ امام احمد رضا
۹مولانا سید دیدار علی شاہ الوری خلیفہ امام احمد رضا

امام احمد رضا کے خلفا و تلامذہ اور صاحبزادگان کے علاوہ تاج العلما مولانا سید محمد میاں صاحب برکاتی مارہروی، مولانا سید قطب الدین برہمچاری، اور ان کے شاگرد مولانا غلام قادر اشرفی صاحبان نے ہر تحریک بالخصوص فتنۂ ارتداد (شدھی تحریک) کا زور توڑنے میں اہم کردار ادا کیا کبر سنی کے باوجود حضرت شیخ المشائخ اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے بھی شدھی تحریک کا پوری قوت سے مقابلہ کیا۔

یہاں ایک ایک کر کے سبھی صاحبان عظمت کے کارناموں کا ذکر نہ کر کے ان تحریکات کے تعلق سے چند ہی کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے۔

☆صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے شدھی تحریک کے زمانے میں الموڑہ، نینی تال، ہلدوانی وغیرہ کے پہاڑی علاقوں کا تبلیغی دورہ کیا۔ اشاعت اسلام کے لیے پھیری والوں کے روپ میں اپنے گماشتے بھیجے جنہوں نے گھر گھر جا کر اسلام پھیلایا۔ تحریک خلافت و تحریک ترک موالات کے ہنگامی دور میں تحریر و تقریر کے ذریعہ مسلمانوں تک سچے اسلام کا پیغام پہنچایا۔ تبلیغ دین کی خاطر مراد آباد سے ماہنامہ ''السواد الاعظم'' جاری کیا آپ ہی کی کوشش سے ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے چار روزہ تاریخی اجلاس ہوئے۔

☆حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ العزیز نے تحریک ہجرت ترک موالات اور تحریک خلافت کی تردید میں خاص طور سے ایک رسالہ ''طرق الھدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجھاد'' تحریر فرمایا۔ تحریک جہاد کے مضرات سے مسلمانوں کو آگاہ کیا نادان مسلمانوں کی کم عقلی اور بربادی پر اظہار تأسف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''اس وقت یہ حکم جہاد بھی اسی دشمن اسلام و مسلمین کا حکم ہے جس نے پہلے ہجرت سے نقصان پہنچائے، مسلمانوں کے خاندان برباد کرائے ان کی بیش بہا جائیدادیں اور اموال کوڑیوں میں بکوائے سب کے کوڑے کرائے'' (طرق الھدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجھاد ص ۴۱)

حضرت تاج العلما مولانا سید محمد میاں برکاتی نور اللہ مرقدہ نے وہابیوں کی تحریک خلافت سے وابستگی پر رد شدید

کیا تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے خلاف عملی اقدام بھی کیے۔ حضرت صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اگرچہ دینی اور مذہبی قائد تھے لیکن آپ نے ضرورت پڑنے پر سیاسی اعتبار سے بھی ملت اسلامیہ کی صحیح ترجمانی فرمائی۔ جب دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف میں تھے تو اجمیر مقدس کے قرب و جوار میں پرتھوی راج کی نومسلم اولاد کو دین وشریعت سے آگاہ کرانے اور اعمال کی ترغیب دینے کے سلسلے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا اور آپ کے تلامذہ نے راجستھان کے علاقوں میں تبلیغ دین کا فریضہ بخوبی نبھایا۔

پروفیسر محمد ایوب قادری کے حوالے سے مولانا محمود احمد قادری لکھتے ہیں۔ ''اجمیر کے زمانۂ قیام میں نومسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی نے خوب تبلیغ کی اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے'' (تذکرہ علماء اہل سنت ص ۵۳)

۱۴ر رجب ۱۳۳۹ھ/۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو بریلی میں جمعیۃ العلما ہند کا اجلاس منعقد ہوا جس میں ابوالکلام آزاد کے علاوہ دوسرے لیڈر بھی شریک تھے۔ جمعیۃ کے لیڈر اس جوش وخروش سے آئے تھے گویا ہندو مسلم اتحاد کے مخالف علمائے اہل سنت کو لاجواب کردیں گے۔ حضرت صدر الشریعہ نے جماعت رضائے مصطفیٰ کے شعبۂ علمیہ کے صدر کی حیثیت سے اراکین جمعیت کے غیر مسلموں کے اتحاد و وِداد کے بارے میں ستر سوالات پر مشتمل سوالنامہ (یہ سوال نامہ بنام ''اتمام حجت تامہ'' (۱۳۳۹ھ) میں چھپ چکا ہے اس کے لیے دوامغ الحمیر مطبوعہ مطبع حسنی، بریلی ص ۴۰ تا ۴۶ ملاحظہ کرسکتے ہیں)

مرتب کرکے قائدین جمعیت کو بھجوایا، بار بار اصرار اور مطالبہ کے باوجود انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال نامہ کی تعریف میں امام احمد رضا کو خط لکھا اور اس کی بابت لکھا کہ فی الواقع یہ سوالات فیصلۂ ناطقہ ہیں اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجال گفتگو اور راہ جواب باقی نہیں چھوڑی ہے'' (دوامغ الحمیر۔ مکتوب صدرالافاضل ص ۵۴/۵۵) ابوالکلام آزاد نے خود اس بات کا اعتراف کیا اور بریلی سے روانگی کے وقت اسٹیشن پر کہا۔

''ان (صدرالشریعہ) کے جس قدر اعتراضات ہیں حقیقت میں سب درست ہیں۔ ایسی غلطیاں کیوں کی جاتی ہیں جن کا جواب نہ ہوسکے اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے'' (دوامغ الحمیر۔ مکتوب صدرالافاضل ص ۵۶/۵۷)

آل انڈیا سنی کانفرنس کے پرچم تلے بھی حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کی فلاح واصلاح کے اہم کارنامے انجام دیے۔

حضرت حافظ ملت کی سیاسی بصیرت

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ امام احمد رضا اور صدرالشریعہ قدس سرہما کے علم وفضل وحکمت کے امین ہونے کے ساتھ ساتھ ان تمام صاحبان عظمت کے مصلحانہ کردار اور سیاسی بصیرت کے بھی امین تھے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے جہاں علم وفضل اور حکمت و دانش کے جہان میں انقلاب برپا کرکے ہزارہا شخصیات کی تعمیر کی وہاں مسلمانوں کو سیاسی شعور بھی عطا کیا۔ سیاست کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے والے ہزاروں مسلمانوں کو اپنی سیاسی بصیرت کے

نور سے بے خوفی اور طمانیت کی روشن شاہراہ پر لا کھڑا کیا۔انہیں وطن عزیز ہندوستان ہی میں رہ کر باوقار مومنانہ زندگی گزارنے کا حوصلہ بھی دیا اور سلیقہ بھی بخشا۔چونکہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد اخلاص وللہیت اور اشاعت دین حق پر مبنی تھے لہذا علمائے اہل سنت بڑھ چڑھ کر اسمیں حصہ لینے لگے۔حضور حافظ ملت نے بھی اسکی رکنیت اختیار کرلی۔آل انڈیا سنی کانفرنس (منعقدہ مرادآباد ۱۹۲۵ء) میں آپ نے والنٹیر کی حیثیت سے کام کیا۔

سنی کانفرنس

آپ ۱۹۳۴ء میں مبارکپور تشریف لائے۔یہاں آپ نے ضلع سنی کانفرنس قائم کی اطراف و جوانب میں اس کانفرنس کو مقبول بنانے کے لیے متعدد جلسے کرائے اور ڈھائی ہزار ممبر بنائے۔آپ خود تحریر فرماتے ہیں (حضرت محدث اعظم کے پاس آل انڈیا سنی کانفرنس سے اپنا استعفانامہ بھیجتے وقت)

"یہ خادم اپنے عقیدتمندانہ جذبات کے ساتھ سنی کانفرنس کی خدمت کے لیے تیار ہوا۔حسب الحکم حضور والا مبارک پور میں ضلع سنی کانفرنس قائم کی۔اطراف میں اس کی شاخیں پھیلائیں ،نہایت جد و جہد سے کام ہوا چناں چہ ڈھائی ہزار سنی مسلمان باضابطہ اس کے ممبر بنائے" (الارشاد ص ۱۶ ار از حضرت حافظ ملت)

سنی کانفرنس کے فروغ میں اس طرح بڑھ چڑھ کر حصہ لینے اور سرگرمی سے کام کرنے سے حضرت حافظ ملت کی دینی دردمندی اور فکر ملت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔

انگریزوں کو ملک سے نکال پھینکنے اور زنجیر غلامی کاٹنے کی جد و جہد میں روز بروز تیزی آرہی تھی آزادی کی اس جدو جہد میں "آل انڈیا نیشنل کانگریس" اور "مسلم لیگ" آگے آگے تھیں دونوں ملکی آزادی کی خواہاں تھیں لیکن دونوں کا اصل مطمح نظر ایک دوسرے سے جدا گانہ تھا۔کانگریس ملک میں سیکولر حکومت قائم کرنا چاہتی تھی اور تقسیم ملک کی مخالف تھی۔مسلم لیگ ملک کو آزاد کرانے کے بعد ایک نیا ملک بنام اسلامی جمہوریہ پاکستان بنانے کے لیے جی جان سے کوشش کررہی تھی۔

حالات بدلنے کے ساتھ ساتھ سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد میں بھی تبدیلیاں ہونے لگیں اور اسلام زندہ باد کا نعرہ بلند کرنے والی مسلم لیگ نے رافضی ،قادیانی ،نیچری ،وہابی سب کو مسلمان سمجھ کر بلکہ مسلمان بنا کر ایک گھاٹ پر پانی پلانا شروع کردیا۔

اب اس سلسلے میں مسٹر جناح کا وضاحتی بیان ملاحظہ کیجیے۔"پاکستان میں حکومت الٰہیہ ہرگز قائم نہیں ہوسکتی۔پاکستان ایک جمہوری اسٹیٹ ہوگا جسمیں غیر مسلموں کا بھی حصہ ہوگا۔پاکستان میں کٹھ ملاؤں کی حکومت نہیں ہوگی۔"

(الارشاد ص ۱۷)

کانگریس مسلم لیگ کا فرق

دونوں جمہوری اسٹیٹ کے خواہاں ہیں دونوں ہر مذہب کو مذہبی آزادی دلانے کے خواستگار ہیں کوئی بھی اسلامی

نظام حکومت کا خواہش مند نہیں !

پھر اس پر عمل بھی ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد آج تک وہاں اسلامی احکام و فرامین نافذ نہ ہو سکے۔

مسلم لیگ کے ایک پرانے لیڈر راجہ محمود آباد نے اپنے بیان میں یوں کہا۔

''افسوس ہے کہ آج چالاکی سے ساڑھے تیرہ سو برس کے پہلے کے سوالات اٹھا کر مسلمانوں میں نا اتفاقی پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسلام میں کوئی اختلاف نہیں مگر ہاں سیاست میں ہے آج مذہب کے نام سے لوگوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ ہمارے مولوی کہلانے والے ہم کو ملیامیٹ کر رہے ہیں۔ انہوں نے مذہبی دوکانیں کھول رکھی ہیں۔ ان سے ہم کو بچنا چاہئے'' (روز نامہ اخبار انصاف بمبئی مورخہ ۱۳ر جولائی ۱۹۳۹ء نمبر ۱۰۱ر حاشیہ الارشاد از شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ)

اب ہر ذی شعور مسلمان خود سمجھ سکتا ہے کہ مسلم لیگ کا نظریہ ہرگز اسلامی حکومت کا نہیں تھا بلکہ چند چالاک سیاستدانوں کی اپنے اقتدار کی کوشش تھی۔ مسٹر محمد علی جناح کی نگاہ میں علمائے اہل سنت کا کوئی وقار نہیں تھا۔ سنی مسلمانوں کی حیثیت اس پارٹی میں خدام یا دری بچھانے اور جھنڈا اٹھانے والوں اور ورکروں سے زیادہ نہیں تھی۔ لیکن ان سب کے باوجود مسلمان لیگ کے دیوانے بنے ہوئے تھے۔

حضرت حافظ ملت مسلم لیگ کی سیاسی چالوں پر خوب نظر رکھے ہوئے تھے ان کے سامنے یہ سچائی کھل کر آ گئی تھی کہ کانگریس کی طرح مسلم لیگ بھی مسلمانوں کے لیے سم قاتل سے کم نہیں۔

کانگریس اور مسلم لیگ کی گھناؤنی سیاست اور دین دشمنی سے عامۃ المسلمین کو خبردار کرنے اور لیگ کے جال میں پھنسے ہوئے بہت سے علمائے اہل سنت اور ذمہ داران قوم کو لیگ کے جال سے نکالنے کے لیے تمام تر دینی دردمندی کے ساتھ حقائق و شواہد کی روشنی میں ایک رسالہ بنام ''الارشاد'' تصنیف فرما کر عام کیا۔

حضرت حافظ ملت کی سیاسی بصیرت کو سمجھنے کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے۔

''کانگریس کے مظالم سے تنگ آ کر مسلمان کانگریس سے سخت متنفر ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے اس سے علحدہ ہو گئے۔

ع۔ خود غلط بود آں چہ من پنداشتم

مگر شومی قسمت کہ اب بھی سمجھ میں نہ آیا کہ ہمارے دکھ کی دوا اور ہمارے درد کا علاج یہی ہے کہ ہم اپنے معاصی سے تائب ہو کر خدا پرست بنیں اور قرآنی تعلیم کے مطابق تدابیر اختیار کریں بلکہ کانگریس سے بھاگے تو بے سوچے سمجھے لیگ کی بھیڑ میں کود پڑے۔ کانگریس سے ڈرے ہوئے تھے۔ کفر کے ستائے ہوئے تھے۔ لیگ کی آواز اسلام، اسلام، اسلام زندہ باد سن کر لیگ کو اپنی حفاظت کا قلعہ اور اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ گئے حالانکہ لیگ کے پاس لفظ اسلام کے سوا کچھ نہیں حقیقی اسلام سے اس کو کوئی واسطہ نہیں! (الارشاد ص ۵)

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے بھی اس بات کی تائید کی۔ لکھتے ہیں۔

''وہ مسلمان جو کانگریس کے خلاف مصروف عمل ہونے کے لیے بے چین تھے مسلم لیگ کی طرف ٹوٹ پڑے

اور انتہائی جوش وخروش کے ساتھ اس کی تائید وتقویت کرنے لگے۔تھوڑے ہی عرصہ میں ہندوستان کے طول وعرض میں لیگ پھیل گئی اور اس شان سے پھیلی کہ بہتیری خانقاہوں سے مشائخ کرام تسبیح و مصلیٰ پھیک پھانک کر اسکی صف میں آنے لگے۔ بہتیرے مدرسوں سے علما بغلوں میں قرآن وحدیث دبائے ہوئے دوڑ پڑے"

(اشک رواں از مفتی شریف الحق امجدی)

آل انڈیا سنی کانفرنس

"آل انڈیا سنی کانفرنس' جو سنیوں کی نمائندہ کانفرنس تھی ،دیکھ رہی تھی کہ مسٹر جناح اور دوسرے لیگی لیڈر سنی اور غیر سنی سب کو مسلمان گردان رہے ہیں ۔مسلمان اور مرتد سب کو ایک گھاٹ پر پانی پلا رہے ہیں لیکن اس کے باوجود لیگ سے کنارہ کشی نہ اختیار کر کے بڑے زور شور سے اس کی حمایت جاری تھی ۔لیگ میں سنی تو صرف ورکر کی حیثیت رکھتے تھے جیسا کہ پچھلے صفحہ میں ذکر کیا گیا لیکن غیر سنی فرماں روا بنے ہوئے تھے ۔حافظ ملت لیگ کے اندر کا حال یوں بیان کرتے ہیں ۔

"وہ لیگ میں فرمانروا ہیں ،حاکم ہیں مخدوم ہیں ،سنی اکثریت کی تمام خدمات انہیں کے اعزاز و اقتدار کی نذر ہیں وہ مختار ہیں سیاہ وسفید کے مالک ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں'' (الارشاد ص ۱۴)

حافظ ملت کا نظریہ یہ تھا کہ سنی کانفرنس تمام سنیوں کی حمایت سے خود اپنے طور پر اسلامی حکومت کا مطالبہ کرے، لیگ میں ہرگز شامل نہ ہو نہ اس کی حمایت کرے ۔لکھتے ہیں ۔

"مسلمانان اہل سنت کی اتنی اکثریت ہے کہ اگر ایک دم سارے سنی مسلمان خلافت کمیٹی (یا مسلم لیگ) سے نکل جائیں تو کوئی مجھے بتا دے کہ خلافت کمیٹی (یا لیگ) کے پاس کیا رہ جائے گا ؟ اس کا دفتر کہاں رہے گا ؟ اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون اٹھائے گا ؟ ان حقائق میں کیا اس دعویٰ کی روشنی نہیں کہ خلافت (اور حکومت) صرف سنیوں کو قائم کرنا ہے ۔

حضور حافظ ملت اس دور کے سیاسی زعما اور لیڈروں سے اس درجہ نالاں تھے کہ بس !انہیں نام نہاد مسلم ہمدرد لیڈروں کی بدولت ان گنت مسلمان قتل ہوئے ،بے گھر ہوئے ،بے زر ہوئے یہاں تک کہ کرسی کے ان بھوکے لیڈروں نے مسلمانوں کے عقیدہ و ایمان کو بھی پامال کر کے رکھدیا ۔بالآخر حضرت حافظ ملت نے ان حالات سے دوچار ہو کر آل انڈیا سنی کانفرنس کا استعفا حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے پاس بھیج دیا اور اسکی اشاعت بھی کرادی ۔جب ان سے بعض لوگوں نے اس اشاعت کی وجہ دریافت کی تو فرمایا ۔

میرا ارادہ استعفا شائع کرنے کا نہ تھا لیکن میری علاحدگی سے بہت سے احباب کو غلط فہمی ہے ۔بہت سے غلط فہمی پیدا کرتے ہیں، بہت کو حیرت ہے، بہت سے استفسار کرتے ہیں اور علاحدگی کی وجہ دریافت کرتے ہیں لہذا اس مختصر تحریر کے ساتھ اپنے استعفا کو جو ۱۲ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ کو داخل ہے شائع کرنا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ غلط فہمی دور ہو اور صحیح وجہ معلوم ہو سکے ۔لیکن حافظ ملت نے ایسا کیوں کیا اس سلسلہ میں انہوں نے کئی صفحات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا جس کا اجمالی

تعارف گذر چکا ہے اس رسالہ کے آخر میں فرماتے ہیں۔

''ان مختصر دلائل کی روشنی میں آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہوگیا کہ جس طرح کانگریس کی شرکت واعانت ناجائز اور حرام ہے اسی طرح بحکم شرع لیگ کی شرکت واعانت بھی ناجائز وحرام ہے اور ثابت ہوگیا کہ سنی کانفرنس لیگ کی موید ہے مسٹر جناح پر اپنے مکمل اعتماد کا اعلان کرتی ہے اس لیے میں سنی کانفرنس سے مستعفی ہوگیا''

بنارس سنی کانفرنس کی صدارت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد تھی اس لیے حافظ ملت نے اپنا استعفا انہیں کے نام ارسال کیا اور اس کی ایک کاپی آل انڈیا سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ارسال کی۔ چونکہ اس استعفا سے حافظ ملت کی سیاسی آگہی سمجھنے میں کافی مدد ملے گی اور ان کے سیاسی موقف کی تائید کے ساتھ ان کی سیاسی کارگذاریوں پر طائرانہ نظر بھی پڑے گی اس لیے ذیل میں اس استعفا کی نقل بعینہ پیش کی جارہی ہے۔

نقل استعفا : سیدی وسندی حضرت مخدوم صاحب قبلہ دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اس دور پرفتن میں سنی کانفرنس کی نئی زندگی سے روحانی مسرت تھی بڑی امید تھی کہ یہ خاص دینی و مذہبی جماعت کانگریس، لیگ، احرار وغیرہ سب سے بے تعلق اور علیحدہ رہ کر اہل سنت کی تنظیم کرے گی اور تمام بے دینوں بد مذہبوں سے مسلمانان اہل سنت کو علاحدہ اور محفوظ رکھتے ہوئے ان کی صحیح رہنمائی فرمائے گی اس لیے یہ خادم اپنے عقیدت مندانہ جذبات کے ساتھ سنی کانفرنس کی خدمت کے لیے تیار ہوا حسب الحکم حضور والا مبارک پور میں ضلع سنی کانفرنس قائم کی اطراف میں اس کی شاخیں پھیلائیں نہایت جدو جہد سے کام ہوا چناں چہ ڈھائی ہزار سنی مسلمان باضابطہ اس کے ممبر بنائے مگر جب سے ہندوستان میں الیکشن کا دور شروع ہوا کارکنان سنی کانفرنس نے لیگ کی حمایت شروع کردی منفرداً و مجتمعاً ہر طرح لیگ کی تائید کرتے رہے بڑے بڑے عمائد کانفرنس نے پوری طاقت سے لیگ کا ورک کیا چناں چہ ان کی محنتوں کا نتیجہ یہ شائع ہوا کہ نوے فیصدی کا سہرا سنی کانفرنس کے سر ہے کارکنان سنی کانفرنس کی اس لیگ نوازی سے خادم متاثر ضرور تھا تاہم اس کی تاویل کرتا تھا اور اس کو ان حضرات کی شخصی اور مقامی خصوصیت پر محمول کرتا تھا یہ خیال کرتا تھا کہ سنی کانفرنس کا مقصد لیگ کی تائید نہیں ہے اس لئے امید ہے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس میں اس کی تلافی ہوجائے گی مگر بنارس کے اجلاس کا دعوت نامہ آیا تو اس میں بھی مقاصد سنی کانفرنس میں پاکستان اور لیگ شامل ہے اگرچہ پاکستان کی تفسیر بایں الفاظ ہے (آئین شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر ایک آزاد با اختیار حکومت کا مطالبہ) لیکن سنی کانفرنس کی طرف سے یہ الفاظ پاکستان کے لیے صرف دعائیہ ہو سکتے ہیں بطور مطالبہ ہرگز نہیں اس لیے کہ پاکستان لیگ کا مطالبہ ہے جو تمام مسلمانوں کی واحد نمائندگی کی مدعی ہے اور سنی کانفرنس نے اپنی تائید سے لیگ کے اس دعویٰ کو حکومت برطانیہ سے منوادیا ہے لہذا اگر سنی کانفرنس کی تائید وحمایت سے بالفرض پاکستان ملا بھی تو لیگ کو ملے گا اور

وہ لیگی پاکستان ہوگا جس کی تشریح مسٹر جناح نے بارہا کی ہے کہ پاکستان میں حکومت الٰہیہ ہرگز نہیں قائم ہوسکتی پاکستان ایک جمہوری اسٹیٹ ہوگا جس میں غیر مسلموں کا بھی حکومت میں حصہ ہوگا لیگی اخبار 'تنویر' ۱۲ اپریل میں ہے قائد اعظم نے کہا ہے کہ:

''پاکستان میں کٹھ ملاؤں کی حکومت نہیں ہوگی اب پاکستان کی وہ تفسیر جو سنی کانفرنس کر رہی ہے کیا معنی رکھتی ہے اگر کوئی معنی ہوسکتا ہے تو یہ کہ اس کی تفسیر سے مسلمان متاثر ہوکر حمایت پاکستان میں زیادہ سے زیادہ قربانیاں پیش کریں اور بس!

اس طرح لیگ کی تائید میں دینی امور کی قید اس قید کی عملی حقیقت آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علمائے کرام کے متفقہ فیصلہ سے ظاہر ہوجاتی ہے الیکشن کے لیے فیصلہ یہ تھا (مسلم لیگ جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین وممبران اس کی تائید کرسکتے ہیں) اس فیصلہ میں لیگی نمائندہ کی تائید مقید ہی تھی کہ اگر لیگ نے سنی نمائندہ کو منتخب کیا ہے تو اس کی سنی کانفرنس کے اراکین وممبران تائید کریں گے مگر عملا یہ قید بالکل ہی نظر انداز کردی گئی اور غیر سنی نمائندوں کی بڑی قوت کے ساتھ تائید کی گئی بڑے بڑے عمائدین سنی کانفرنس نے یہ جانتے ہوئے کہ نمائندہ ہرگز سنی نہیں ہے اس کا ورک کیا اور نہایت ہی عرق ریزی سے اس کی تائید کی لہذا عمائدین سنی کانفرنس کے اس عمل نے ثابت کردیا کہ ''سنی کانفرنس'' کے متفقہ فیصلہ میں سنی کی قید احترازی نہ تھی تو اب لیگ کی تائید میں یہ دینی امور کی قید علی ہذاالقیاس۔

نیز لیگیوں نے تقریراً اور تحریراً شور مچایا اور عوام سنیوں کو دھوکہ دیا کہ سنی کانفرنس چونکہ لیگ کی تائید کرتی ہے لہٰذا سنی مسلمان لیگ کو کامیاب بنائیں تو میں نے ایک مختصر مضمون بعنوان۔غلط فہمی کا ازالہ ''الفقیہ'' میں بھیجا جس کا حاصل یہی تھا کہ سنی کانفرنس نے صرف نمائندے کی تائید طے کی ہے سنی کانفرنس مطلقا لیگ کی مؤید نہیں تو اولا اس مضمون کو بے اثر کرنے کے لئے اسے گمنام چھاپا (مؤیدین) سنی کانفرنس اس بے اثر کو بھی برداشت نہ کرسکے بلکہ اٹاوہ سنی کانفرنس سے اس کی بڑی مبسوط تردید شائع ہوئی اس پر مرکز کے سکوت نے اور واضح کردیا کہ فیصلہ میں سنی کی قید احترازی نہ تھی ایسی صورت میں عملا لیگ کی تائید مطلق ہی رہ جاتی ہے اور عملی طور پر ان قیود کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا پھر ان باریکیوں کو عوام بے چارے کیا سمجھیں ان کو جب یہ معلوم ہوگیا کہ سنی کانفرنس کے مشاہیر علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ لیگ کی تائید میں شائع ہوگیا تو پھر کیا تھا جھک پڑے جس کے زہریلے نتائج مذہب پر اس قدر اثر انداز ہوئے کہ تصلب فی الدین کا خاتمہ ہوگیا اور ان کی خوش عقیدگی لیگ سے اس قدر بڑھی کہ خواہ قادیانی ہو یا رافضی، دیوبندی ہو یا خارجی اگر وہ لیگی ہے تو سنی مسلمان اس کی تعظیم وتوقیر کے لیے تیار ہے مبارک پور کے سنی اپنی مذہبی خصوصیت میں ممتاز تھے مگر لیگ کی خوش عقیدگی نے ان سے مرتد اشرف علی تھانوی کے خلیفہ ظفر احمد تھانوی کا استقبال کرایا اس کا لکچر سنوایا اس کے پیچھے نماز پڑھوائی اس کے پیر کے موزے دھلوائے غرضیکہ بڑی تعظیم وتکریم کرائی اس کی صفائی میں کہتے ہیں کہ ہم مذہبا ظفر احمد تھانوی کو نہیں مانتے صرف سیاسی رہنما ہونے کی حیثیت سے مانتے ہیں اگر مسلمانان مبارک پور پر لیگ کا بھوت نہ سوار ہوتا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے یہ ہیں لیگ کی تائید کے زہریلے نتائج لہذا جب آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں بھی لیگ کی تائید ہورہی

ہے تو اب میرے نزدیک نہ کسی تاویل کی گنجائش نہ اس کی تلافی کی امید باقی اس لیے سنی کانفرنس کی خدمت سے معذور ہو کر نہایت ہی افسوس کے ساتھ اس تحریر کو بطور استعفا پیش کرتا ہوں اور نہایت ہی ادب سے مخلصانہ عرض کرتا ہوں کہ اگر سنی کانفرنس نے لیگ سے اپنی علاحدگی اور بے زاری کا اعلان کر دیا تو میں بسر و چشم اسکی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

فقط عبد العزیز عفی عنہ

۱۲ر جماد الاولی ۶۵ھ

(الارشاد از حافظ ملت ص ۱۹)

ترک وطن کی مخالفت: حضرت کی یہ دور بینی اور سیاسی بصیرت اس حقیقت کی غماز ہے کہ وہ واقعی حافظ ملت تھے۔ حافظ ملت سچے محب وطن بھی تھے۔ تقسیم ہند کے بعد وطن عزیز ہندوستان سے ترک وطن کر کے سرحد پار ملک پاکستان جانے والوں کو آپ نے غیرت دلائی کہ تم چلے جاؤ گے تو مدارس و مساجد اور مزارات کی حفاظت کون کرے گا؟ وہ ہندوستان جس میں خواجہ اجمیری و محبوب الٰہی نے انسانیت کا درس دیا تھا۔ خسرو، عشقی، اور کافی کے نغمات جس کی پروائیوں میں رچے بسے تھے۔ دہلی کے خانوادہ ولی اللہی اور لکھنؤ کے علمائے فرنگی محل، خیر آباد کے گہوارہ علم و شعور، بریلی کے امام احمد رضا نے جس دھرتی پہ بیٹھ کر پوری دنیائے اسلام کے مسائل کا حل تلاش کیا تھا جس جگہ تاج اور قطب مینار ہی نہیں ہمارے تہذیبی ارتقا کی ہزاروں نشانیاں موجود ہیں اس وطن کو چھوڑ کر الگ تھلگ گوشۂ تنہائی اختیار کیا جائے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ ہی روز بعد ہماری ساری علامتیں ہماری ساری نشانیاں بلکہ برصغیر ہند پر اسلامی عروج و ارتقا کی تاریخ کے سارے ذخیرے گنگ و جمن کی لہروں میں گم ہو جائیں گے۔

اس بات سے قطع نظر کہ نظریۂ پاکستان اور وطن چھوڑ کر پاکستان کی طرف کوچ کرنے کے بارے میں اس دور کے علما نے کیا احکام صادر کیے تھے۔ حافظ ملت نے قوم کی کھلی بربادی اپنی آنکھوں سے دیکھی اور خون کے آنسو رو پڑے اس لیے کہ ان کے سامنے آبادیاں ویران ہو رہی تھیں اثاثے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کی طرح بہائے جا رہے تھے۔ مسلمان زندگی سے مایوس ہو رہے تھے۔ خود اس پریشانی کے ماحول کو یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"مسلمانوں پر جو مصیبتیں آئیں تکلیفیں پہونچیں اور شدائد و آلام کے پہاڑ ٹوٹے سب جانتے ہیں جانی مالی اعزازی نقصانات سب پر روشن ہیں۔ ہر شخص بجائے خود خطرہ محسوس کرتا ہے۔ تردد و تفکر اضطراب و بے چینی کے عالم میں حیران و پریشان ہے گرفتار بلا ہے اور اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے مگر نجات نہیں ملتی۔"

(ارشاد القرآن ص ۱۱ از حافظ ملت)

ہندوستان چھوڑنے اور پاکستان بسانے کا نشہ ایسا نشہ تھا جس نے ملک کی ہزاروں آبادیوں کو اجاڑ دیا لاکھوں گھر برباد ہو گئے جانے والوں پہ کیا گزری وہ انہیں کو معلوم مگر جو لوگ بچ رہے وہ بھی اپنے پیش رووں کی تقلید میں تیاریاں

کر رہے تھے کچھ تذبذب کا شکار تھے۔

ع" بہت کچھ جا چکے ہیں اور کچھ تیار بیٹھے ہیں"

حافظ ملت نے اس موقع پر نہایت حکمت عملی سے کام لیا اور منتشر و متوحش اذہان کو ترک وطن سے منع فرمایا۔ اور ان کے لرزیدہ قدموں کو ملک کے اندر رہ کر اپنے دین قویم پر اخلاص و دیانت داری سے مستقیم ہونے کی ہدایت کی اپنا ملک اپنا وطن چھوڑ کر دوسری آبادی دوسرے خطے میں بلاوجہ جانا نہ عقل کے لحاظ سے مناسب ہے نہ شعور کے لحاظ سے بلکہ مسلمان کے لیے تو روے زمین کی پوری بساط بچھا دی گئی ہے۔ جس جگہ چاہے رہے جدھر چاہے جائے اس کی شان یہ ہے کہ۔

ع" ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

ترک وطن کب ضروری ہے؟ جب تک اپنے وطن میں رہ کر اسلام اور شریعت اسلامیہ پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے ترک وطن کی کوئی حاجت نہیں۔ ہاں جب دین پر عمل کرنا دشوار ہو جائے شریعت کے قوانین کے نفاذ پر پابندیاں عائد ہو جائیں، فرائض کی ادائیگی دشوار ہو جائے اس وقت ضرورت دینیہ کے لیے ترک وطن کرنا ضروری ہے لکھتے ہیں۔

"مسلمانو! تمہارے دنیا میں آنے کی غرض اور تمہارا مقصود اصلی اللہ عز و جل کی عبادت ہے تمہارا رب فرماتا ہے۔ "وَمَا خَلَقْتُ الجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ"۔ یعنی میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ لہذا مسلمانو! جب تک تم اپنے وطن میں اپنے رب کی عبادت میں آزاد ہو تمہارا مقصود حاصل ہے۔ ایسی صورت میں ہرگز کہیں جانے کی ضرورت نہیں اور خدا نہ خواستہ تم اپنے رب کی عبادت سے روک دیے جاؤ اور اس مقصود کے حاصل کرنے سے مجبور کر دیے جاؤ تو ایسی صورت میں بشرط استطاعت ترک وطن ضروری ہے اور محض یاد الٰہی کے لیے ضروری ہے خوشنودی خدا کے لیے ضروری ہے اس میں کسی خطۂ زمین کی تخصیص نہیں جہاں بھی امن کے ساتھ اپنے رب کو یاد کر سکو وہاں جا کر اپنے رب کی عبادت کرو اگرچہ جنگل اور پہاڑ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ۔

رند جو ظرف اٹھالے وہی پیمانہ بنے
جس جگہ بیٹھ کے پی لے وہیں میخانہ بنے

(ارشاد القرآن ص۲۲ از حافظ ملت)

اس دور کے حالات سے واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہوں گے کہ مسلمانوں میں وطن چھوڑنے اور پاکستان آباد کرنے کے جذبات کا کیا حال تھا اور اس ماحول میں نہایت جرأت مندی اور حوصلہ کے ساتھ عام رجحان کے خلاف آواز اٹھانا کس دل گردے کا کام تھا۔ مسلمانوں کی آبادی ہونے کے لحاظ سے نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کے شکست، ریخت اور رحلت کے شور سے مبارک پور کو متاثر ہونا چاہئے تھا اور مبارک پور متاثر بھی تھا مگر حضور حافظ ملت اور آپ کے ہم نوا علما نے اس اثر کو اپنی تقریروں اور تحریروں سے زائل کر دیا حافظ ملت قبلہ کے استاذ گرامی حضرت

صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے خود مبارکپور تشریف لاکر رحلت پاکستان کے خلاف زبردست تقریر فرمائی۔ اشرفیہ کا ماضی اور حال میں ہے،

''آپ نے محلہ پورہ صوفی میں شیخ محمد امین صاحب کے دروازہ پر مسلمانان مبارک پور کے سامنے ترک وطن کے خلاف زبردست تقریر فرمائی اور کہا کہ ہمیں اسی ملک میں رہنا ہے اور اس عزم وحوصلہ کے ساتھ کہ ہمارے اسلامی شعائر کے تمام گوشے حسب سابق قائم ودائم رہیں گے اور مستقبل میں دین حنیف اور اس کے ارکان پر کسی بھی حملہ کا مقابلہ ہمیں یہیں رہ کر کرنا ہے ہندوستان ہمارا وطن ہے اس کے اندر ہونے والی ہر بدعنوانی کو ہمیں خود اپنی کمزوری تصور کرنا ہوگا۔ وطن کا سچا شیدائی وہ ہے جو اس کے ہر غلط اقدام کو اپنی غلطی سمجھ کر اصلاح کی کوشش کرے تاکہ غیر ممالک کی نگاہ میں ملک و وطن کا وقار مجروح نہ ہو۔ (اشرفیہ کا ماضی اور حال ص۲۰۔

حافظ ملت حضرت صدرالشریعہ کی آغوش تربیت کے پروردہ تھے انہیں پوری طرح احساس تھا کہ تقسیم ملک کے بعد ہندوستان میں بچے ہوئے غریب ونادار مسلمانوں کی کشتی شکستہ پتوار کے ساتھ طوفانی موجوں کا زیادہ دیر تک مقابلہ نہیں کرسکتی ساحل مقصود تک پہونچنا تو درکنار کچھ دور کا سفر بھی ناممکن دکھائی دے رہا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہندوستان میں بچے ہوئے مسلمانوں کو اسلامی شعور وافکار سے بے بہرہ نہ ہونے دیا جائے بلکہ وہ اسلامی علوم اور اپنے مذہبی معاملات میں اس قدر آسودہ اور خود کفیل ہوں کہ ان سے ان کا ایمانی اور ملی تشخص نہ چھینا جا سکے جس کے لیے نہ صرف یہ کہ پامردی سے اسی ملک میں رہنا ضروری ہے بلکہ رہ کر علم وتہذیب کے ادارے انجمنیں مدارس اور بزمیں بنانا نہایت ضروری ہے چنانچہ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنی اسی تقریر میں فرمایا:

''اصلاح قوم وملت کے لیے ضروری ہے کہ متین وسنجیدہ ماحول شناس مصلح اور مفکر زیادہ سے زیادہ پیدا کیے جائیں تاکہ ملک ووطن وقوم ملت کی سچی خدمت اور معاشرہ کی اصلاح کا فریضہ انجام پا سکے (صفحہ۲۲)

اس قسم کے افراد پیدا کرنے کے لیے کن کارخانوں کی حاجت ہے صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے صاف لفظوں میں اس کی نشاندہی کردی فرماتے ہیں:

''ان کاموں کی راہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اصلاح امت کے کارخانے دانشگاہیں اور مدارس زیادہ سے زیادہ قائم کیے جائیں (اشرفیہ کا ماضی اور حال۲۲)

اس حکمت عملی اور بروقت اقدام نے صرف مبارک پور اور ضلع اعظم گڑھ ہی نہیں بلکہ یوپی اور بہار کے بہت سے خطے جہاں ان علمائے کرام کی تقریریں ہوئیں (اور حضور حافظ ملت کا رسالہ ارشادالقرآن تقسیم کیا گیا) لوگ بے وطن ہونے سے بچ گئے اور ہندوستان میں زندگی گزارنے کے لیے اس مثبت نظریہ پہ کاربند ہوگئے۔

حافظ ملت نے مسلمانوں کے جانی اور مالی نقصانات کی علت قرآنی اصول '' ما اصابکم من مصيبة فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر ''یعنی بھلائیاں خدا کی جانب سے ہیں اور پریشانیاں تمہاری بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں اور بہت سوں کو اللہ معاف کردیتا ہے۔ کے تحت ان کی خدا سے غفلت اور دین سے بے راہ روی بتائی۔ سوالیہ انداز میں خود ہی

اس داستان الم کا حال پیش کرتے ہیں اور خود جواب دیتے ہیں:

''اسی زمین پر مسلمان نہایت سکون واطمنان سے باعزت زندگی بسر کرتے تھے۔اسی آسمان کے نیچے حمایت الٰہی کے سایہ میں امن وآشتی، صحت وسلامتی کے گہوارہ میں مطمئن تھے تائید الٰہی شامل حال تھی، نصرت الٰہی پشت پناہی کرتی تھی، مگرآج مسلمان بے کس ہے، بے بس ہے، غم واندوہ کا مجسمہ ہے، خوف وہراس کا شکار ہے، زندگی وبال جان ہے، کوئی تدبیر کارگرنہیں ہوتی، اس بلائے عظیم سے کسی طرح نجات نہیں ملتی، کیا زمین بدل گئی، آسمان تبدیل، ہوگیا آخر مسلمانوں پراس بلائے عظیم کے مسلط ہونے کا سبب کیا ہے؟ (ارشادالقرآن ص ۱۱ از حافظ ملت)

خودہی آگے چل کر جواب دیتے ہیں جس میں مسلمانوں کی بداعمالیوں اور برائیوں اورشریعت سے غفلت کا صراحۃً ذکر کیا ہے اورلب لباب کے طور پر یہ اشعار تحریر کرتے ہیں۔

غلط روی سے منازل کا بعد بڑھتا ہے　　مسافرو! روش کارواں بدل ڈالو
جگا جگا کے تمہیں تھک چکے ہیں ہنگامے　　نشاط ولذت خواب گراں بدل ڈالو
سفینہ جا کے کنارہ سے لگ تو سکتا ہے　　ہوا کے رخ پہ چلو بادباں بدل ڈالو

(ارشادالقرآن ص ۳ از حافظ ملت)

ہوا کا رخ اس وقت تک چاہے جو کچھ رہا ہو مگر صبر وتوکل اور خوف ورجا کے اسلامی اور اسی قرآنی ارشاد کے بعد قوم نے اپنی توجہ کا رخ بدل دیا۔اور ہر طرف سے یک سو ہوکر دارالعلوم اشرفیہ اور اسی قسم کے دوسرے اداروں کی طرف متوجہ ہوئی۔اس عالم رستاخیز نے جب لاکھوں انسانوں کو بے گھر اور بے در بنا دیا جو دینی مدارس اور اسلامی درسگاہوں کی خبر گیری کون کرتا۔مگر واہ رے حافظ ملت جیسا مردمجاہد سارے ہنگاموں سے بےفکر اور بے نیاز ہوکر آپ اپنی فطری دلچسپی اور لگن سے بدستور نوجوانان ملت کوعلم دین وشریعت سے لیس کرنے میں منہمک رہے چنانچہ حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدفیضہ اپنے معائنہ ۱۹۵۰ء میں لکھتے ہیں۔

''مجھے دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مدرسہ مصباح العلوم مبارک پور بحمدہ تعالیٰ اس زمانہ میں بھی جب تقسیم ہند وپاک نے دینی مدارس کی جان پر بری بنادی ہے شاہراہ ترقی پر گامزن ہے جس کا میں نے کئی برس پہلے بھی معائنہ کیا تھا۔اب جب سے بفضلہٖ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ جل وعلا وعلیہ التحیۃ والثنا پہلے سے ہر اعتبار سے بلند وبالا پایا۔

(اشرفیہ کا ماضی وحال ص ۲۴۔از بدرالقادری)

حافظ ملت کی زندگی کے جس رخ کو پیش کیا گیا ہے اور تقسیم ملک کے وقت ان کی ملکی اور وطنی محبت کا جو انداز سامنے آتا ہے اور ہندوستانی مسلمانوں کو اپنے وطن میں صبر وتوکل کے ساتھ رہنے کی جو تلقین ثابت ہے اس کی تفصیل جاننے کے لیے آپ کو ان کی چالیس سالہ جانفشانیوں کا جائزہ لینا ہوگا اور الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کے مجوزہ خاکہ کا مکمل تجزیہ کرنا پڑے گا اور ان کی زہرہ گداز جاں کاہیوں کو دیکھنا ہوگا تو اندازہ ہوگا کہ ۴۷ء کے ہنگامہ میں ایک عظیم

حلقۂ مسلمین کی امامت اور ان کی حفاظت و صیانت کے لیے مجاہدانہ انداز میں میدان عمل میں کودنے والا عمر بھر ان اندرونی اور بیرونی ہنگاموں سے ٹکراتا رہا جو اس کے عظیم مقصد الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسیٹی) کی راہ میں حائل ہوئے ہیں یونیورسٹی کا خاکہ مرتب ہونے سے آسودۂ خاک ہونے تک بے شمار ایسے مراحل آئے کہ ان کی حکیمانہ فکر نے قائدانہ رنگ اختیار کیا اور سچ تو یہ ہے کہ تعمیر ملت کے اس عظیم کام میں حافظ ملت کی جرأت و عزیمت اگر یہ روپ نہ اختیار کرتی تو جھوٹی قیادت اور من مانی چودھراہٹ کی ملت فروش اسکیمیں اس عظیم ادارہ کو بھی خیالات و پروگرامات سے آگے بڑھ کر کبھی منصۂ شہود پر نہ آنے دیتیں۔ مگر قربان جایئے اس بوڑھے مجاہد کی ہمت مردانہ پر جس نے ماحول کی مخالفت کی پرواہ کیے بغیر اپنا سفینہ موجوں کے حوالے کر دیا اور دنیا نے دیکھا کہ

ع؎ موجیں سمٹ کے رہ گئیں کشتی کے آس پاس

☆☆☆



بیسواں باب

اشرفیہ کا ماضی اور حال

آشیاں سازی میں تنکا تنکا چنتے ہیں طیور
ہم نے اپنے بال و پر بھی آشیاں کو دے دیے
عشق میں پروانوں نے بازی لگا دی جان کی
اک جھلک کے بدلے سب برق تپاں کو دے دیے

(بدر)

مبارک پور کی تاریخ

یہ بات تو مسلم ہے کہ پہلے پہل یو پی کے خطہ پورب کو اپنے سمند اقبال سے نوازنے والے سلطان الشہدا، سید سالار مسعود غازی بہرائچی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے روحانی وعرفانی قافلہ کے غازیوں اور مجاہدوں نے ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ مبارک پور کو بھی اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند کر اسے برکتیں عطا کیں اور حضرت ملک شدنی اور نہ معلوم کن کن شہداء کے وجود کا تخم اس خطہ ارض کو حاصل ہوا

زمانہ آگے بڑھتا رہا تا آنکہ دور ہمایوں ۹۲۵ھ میں جب مسلمانوں کے دم قدم سے نو آبادیاں قائم ہو رہی تھیں'' اس وقت قصبہ مبارک پور'' کی بنیاد پڑی۔ اگر چہ اس وقت تک اسے کوئی باقاعدہ نام نہیں ملا تھا۔

بانی مبارک پور:

مبارک پور کے بانی ہیں حضرت سید راجہ مبارک علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں حضرت راجہ سید مبارک بن حضرت راجہ سید احمد بن حضرت راجہ نور بن حضرت راجہ سید حامد (رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہم) کا سلسلہ نسب حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہما) سے جا ملتا ہے۔

حضرت راجہ سید مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تذکرہ'' گنج ارشدی'' نامی کتاب میں ملتا ہے۔

حضرت راجہ سید مبارک کے والد ماجد حضرت راجہ سید احمد قدس سرہ عین جوانی میں شادی کے چند ماہ بعد انتقال کر گئے تھے۔ راجہ سید مبارک کی والدہ کو اس وقت ایک ماہ کا حمل تھا۔ آپ کی ولادت کے بعد آپ کے جد محترم حضرت راجہ سید نور علیہ الرحمہ نے آپ کی پرورش کی۔ وہ پیار سے راجہ سید مبارک کو'' ماکھو'' کہا کرتے تھے۔

جد محترم نے اپنے یتیم پوتے کی تعلیم وتربیت کر کے بچپن ہی میں ان کو خلافت واجازت بھی مرحمت کر دی تھی۔

گو راجہ سید مبارک ظاہری علوم سے زیادہ واقف نہیں تھے مگر مشیخت وروحانیت میں بلند مقام ومرتبے کے مالک تھے۔ آپ کے حلقہ ارادت وخلافت میں اولیائے کاملین کی ایک کثیر تعداد تھی۔

راجہ سید مبارک علیہ الرحمہ نے اپنے خاندان کے بزرگوں کی طرح جون پور اور اس کے اطراف وجوانب میں رہ کر ارشاد وتبلیغ کی خدمت انجام دی۔

آپ تبلیغ واشاعت دین کی غرض سے کڑا مانک پور ضلع پرتاب گڑھ (یو، پی) سے قاسم آباد تشریف لائے، قاسم آباد میں آپ نے اپنی تبلیغ وارشاد اور بیعت وارادت سے ایک نئی روح پھونکی، اسلام کو ضیاء بخشی، مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کیا، معصیت اور گمرہی میں مبتلا لوگوں کو راہ راست دکھائی اور'' قاسم آباد'' کو از سر نو آباد کر کے اس کا نام مبارک پور رکھا۔

آپ بڑے عابد وزاہد اور بلند روحانی مقام کے مالک تھے۔ کڑا مانک پور میں ۲ر شوال ۹۶۵ھ کو آپ کا وصال ہوا اور اپنے دادا حضرت سید نور کے پہلو میں دفن ہوئے۔

''گنج ارشدی'' میں آپ کی تاریخ وفات یہ ہے:

امام سالکاں وقطب الاقطاب — سرِ دیں حضرت راجی مبارک
چوں زیں دنیائے دوں رحلت نمودہ — بلطف حق تعالیٰ وتبارک
ہمہ قدوسیاں بر مسند عرش — بترک دار بردندش تبارک
شدہ مذکور سالش گفتہ حامد — بحق شد راجی سید مبارک

۹۶۵ھ

آپ کے صاحبزادے راجہ سید مصطفےٰ نے مزار پر (۹۶۵ھ) گنبد تعمیر کرایا۔

مسجد راجہ مبارک شاہ:

الجامعۃ الاشرفیہ سے متعلق ''مسجد راجہ مبارک شاہ'' جو اپنی وسعت وعظمت اور شان وشوکت میں دور دور تک مشہور ہے وہ راجہ مبارک شاہ صاحب ہی کے نام سے موسوم ہے۔ قصبہ مبارک پور میں جمعہ وعیدین کی سب سے بڑی جماعت یہیں ہوتی ہے۔

حضرت راجہ سید مبارک شاہ علیہ الرحمہ کے خانوادہ کے ایک بزرگ حضرت سید غلام نظام الدین (م ۱۱۲۸ھ) راجہ خیر اللہ شاہ محمد آبادی کے نام سے مشہور ہوئے اور ''محمد آباد گوہنہ'' سے تقریباً ایک کلومیٹر مغرب میں واقع موجودہ قصبہ'' خیر آباد'' آپ ہی نے بسایا۔

سلسلۂ چشتیہ میں شاہ ابوالغوث گرم دیوان شاہ متوفی ۱۱۷۸ھ مزار، لوہرا مبارک پور آپ ہی کے مرید ہیں۔
(علامہ یٰس اختر مصباحی: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ص۱۴)

مبارک پور کے دینی وعلمی ادارے:

مبارک پور کے مغرب میں ''مدرسہ حنفیہ جون پور'' اور مشرق میں ''مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور'' دو قدیم دینی وعلمی ادارے تھے۔ مقامی سطح پر کچھ لوگ ابتدائی تعلیم کے بعد مزید تعلیم کے لیے مذکورہ دونوں اداروں اور معدودے چند لکھنؤ یا دلی حصول تعلیم کے لیے جاتے تھے۔

یہ مبارک پور میں حضرت حافظ ملت کی تشریف آوری اور ''مدرسہ اشرفیہ باغ فردوس'' کے قیام کے پہلے کی بات ہے اور آج ''الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور'' تو عالم اسلام کا ایک نمایاں علمی مرکز ہے۔

مبارک پور میں دیوبندیوں کا ادارہ ''احیاء العلوم'' اور غیر مقلدین کا ''دار التعلیم'' ہے اور شیعوں کا ادارہ ''باب العلم'' ہے۔ یہاں بوہرہ اسماعیلی فرقہ کے معتقدین کے بھی چند گھر ہیں۔ انھوں نے بھی اپنا ایک سینٹر بنا لیا ہے۔

مبارک پور کی شہرت وعظمت کا سبب:

ملک ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے شہر اعظم گڑھ کو دسمبر ۱۸۳۲ء میں ضلعی حیثیت حاصل ہوئی۔ اعظم گڑھ میں بڑی بڑی عظیم ونامور علمی وادبی ہستیوں نے جنم لیا ہے اور اسی بناء پر اسے ''مردم خیز خطہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

کل تک یہ قصبہ گمنام تھا لیکن اس نے پوری دنیا میں ایک غیر معمولی پہچان بنالی ہے۔ عالم اسلام کا کوئی بھی خطہ وعلاقہ ایسا نہیں جہاں مبارک پور کی شہرت نہ پہنچی ہو۔ اور مبارک پور کی یہ شہرت عظیم مرکز علمی ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کے سبب ہے۔ لیکن الجامعۃ الاشرفیہ کو مبارک پور کی سرزمین پر وجود کس نے بخشا؟ حضرت حافظ ملت علامہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ نے اور آج مبارک پور کو یہ شہرت ومقبولیت، عزت وعظمت اور بڑائی وبلندی بلاشبہ اسی ذات بابرکات کی بدولت حاصل ہے۔

اسی معمار قوم وملت، باغبان باغ فردوس، جلالۃ العلم، استاذ العلماء حافظ ملت، محدث مرادآبادی ثم مبارک پوری، بانی الجامعۃ الاشرفیہ ہی نے مبارک پور کو قابل مبارک باد بنایا۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے مبارک پور کی سرزمین پر ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کی شکل میں علم وحکمت کا ایسا مرکز قائم فرمادیا جس پر بغداد وقرطبہ، شیراز واصفہان، سمرقند وبخارا، اور قاہرہ کے جامعات کو بھی رشک آتا ہے اور جہاں کے فاضلین دنیا کے کسی بھی جدید دانش کدہ اور ماڈرن یونیورسٹی کے دانش وروں اور پروفیسروں سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر علم وحکمت کے کسی بھی موضوع پر گفتگو کر سکتے ہیں اور احساس کمتری میں مبتلا ہونے کے بجائے خود انہیں احساس کمتری میں مبتلا کرنے کا مادہ رکھتے ہیں۔

''الجامعۃ الاشرفیہ'' ایک ایسا منارۂ نور ہے جو تہذیب جدید کے اخلاق وانسانیت سوز شعلوں کو کاٹتا ہوا، نئی روشنی کی برپا کی ہوئی جہالت وگمرہی کی تیرگی کو چیرتا ہوا بندگان الٰہی کی ہدایت ورہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہوا انہیں صراط مستقیم پر گامزن کرتا چلا جارہا ہے۔

نہ صرف برصغیر بلکہ یورپ وامریکہ اور افریقہ کے تشنگان علوم نبویہ بھی اپنی پیاس بجھانے اور سرمست وسرشار ہونے کے لیے اسی میخانہ علم وحکمت کی جانب کھینچے چلے آتے ہیں۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے کیمپس (Campus) میں داخل ہوتے ہی نگاہوں میں چمک اور چہرہ پر تازگی آجاتی ہے۔ دل مضطرب کو قرار آجاتا ہے۔ سینہ فخر سے تن جاتا ہے۔ اللہ اکبر! یہ ایک ایسا باغ فردوس ہے جہاں ہر سو علم وحکمت ودانش کوثر وتسنیم کے دھارے بہتے نظر آتے ہیں۔

جامعہ کے درودیوار سے حمد الٰہی اور مدح رسالت پناہی کے مچلتے ہوئے نغمے۔ جامعہ کی فضاؤں میں گونجتی ہوئی قرآن وسنت کی جاں بخش اور ایمان افروز صدائیں ذہن کے دریچوں کو بہار ابد کی جاں فزا ہواؤں کے لیے وا کر دیتی ہیں۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے عمر بھر ''الجامعۃ الاشرفیہ'' (باغ فردوس) کی باغبانی و پاسبانی کا فریضہ انجام دیا۔

طلبائے اسلام کی جماعت کو تعلیم وتربیت سے آراستہ و پیراستہ کرتے رہے اور ''اشرفیہ'' ہی کو آخری آرام گاہ بنالیا۔

یہ حافظ ملت ہی کے قدموں کی برکت ہے کہ انہوں نے مبارک پور کی سرزمین کو آسمان کی بلندی عطا کردی۔ اللہ کے احسان یافتہ بندوں کی یہی تو شان ہوتی ہے کہ

تو جہاں ناز سے قدم رکھ دے
وہ زمیں آسمان ہے پیارے

مبارک پور اور اس کی مذہبی تاریخ:

مبارک پور اپنے ضلعی مقام اعظم گڑھ سے تقریبا سترہ کلومیٹر شمال مشرق میں کئی مربع کلومیٹر پر پھیلی ہوئی ایک مسلم اکثریت کی آبادی ہے۔ مسلمانوں میں '' بنکر طبقہ'' کی تعداد غالب ہے۔

مبارک پور کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت استاذ محترم بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ نے جو کچھ تحریر فرمادیا ہے وہ سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت نے اس پورے ماحول کی بہترین تصویر کشی فرمائی ہے جسے ہم یہاں من وعن نقل کرتے ہیں۔

''یہ آبادی آج سے تقریبا ساڑھے تین سو سال قبل کی ہے۔

یہاں کا خاص ذریعۂ معاش بنکاری ہے۔ قدیم عہد میں سوتی کپڑے (گزی وغیرہ) تیار ہوتے تھے لیکن جلد ہی یہاں کے ہنرمندوں نے ریشم اور سوت کی آمیزش سے چند نفیس قسم کی پوشیش بنائیں جو مدتوں شرفاء کا لباس اور خوشروؤں کی زینت رہیں اور مشروع، غلطاں، سنگی، گلبدن وغیرہ کے نام سے مشہور عالم ہوئیں۔ اب خالص ریشم اور زری کے بنارسی کپڑوں میں یہاں کے ہنرمند اپنا جواب نہیں رکھتے۔

''محمد آباد کے قریب مبارک پور نام کا بڑا قصبہ ہے جو پرانے زمانے سے پارچہ بافی کا مرکز ہے۔ (حیات شبلی ص۵۶) معاشرت یہاں کی نہایت سیدھی سادھی اور تقریبا اسلامی احکام کے موافق تھی۔ اب انقلاب زمانہ کے ساتھ یہاں بھی کچھ تجدد کی ہوا چل پڑی ہے۔ بیشتر آبادی اگر چہ بے پڑھی لکھی تھی لیکن خیر غالب اور نیکی نمایاں تھی۔

مولوی مکرم احمد عباسی چریا کوٹی اپنی قلمی تصنیف '' دہ بند'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''مبارک پور میں پانچ ہزار خانہائے نورباف ہیں۔ ہر ہر محلہ میں مسجدیں موجود ہیں، پانچوں وقت کی جماعتیں نماز کی دھوم دھام سے ہوتی ہیں۔ اہل محلہ سب کاروبار چھوڑ کے واسطے تحصیل فضیلت جماعت کے مسجد میں آتے ہیں۔ فقیر، درویش، ملّے، مسافر، غریب الوطن، مساکین، مرثیہ خوان زیادہ تر یہاں وارد ہوکے مبلغ معتد بہ پا جاتے ہیں۔ فی تھان کسی قدر زکوٰۃ کے طور پر نکال کے ایک خزانہ میں کہ موسوم بہ گولک کرلیا ہے جدا دھرتے ہیں جس سے پیسہ ایک مقدار کثیر میں موجود رہتا ہے اور اسے مصارف خیر میں صرف کرتے ہیں۔ اکثر باثروت وصاحب مال ہیں۔ گلبدن وسوتی پہلے پہل یہیں بنایا گیا اور اب تک یہاں کا ساعمدہ اور ارزاں دوسری جگہ نہیں بنایا گیا۔ بالفعل مشروع وسنگی واصناف پارچہائے سادہ ورنگین یہاں بہتر بنایا جاتا ہے اور بکفایت تام ہاتھ آتا ہے۔ بازاروں میں غلہ اس افراط سے آتا ہے کہ

بڑے بڑے شہروں کا گولہ اس کا رشک کھاتا ہے'' (دہ بند ص ۳)

مدرسہ مصباح العلوم کا قیام:

اس کے بعد تاریخی حقائق جاننے کے لیے ہم بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی کی تحریر من وعن پیش کرتے ہیں

آج سے سو سال قبل شعبان ۱۲۹۲ھ کا بیان ہے اور یہ لگ بھگ وہی وقت ہے جب کہ مبارک پور کے افق پر دودمان خاندان اشرفیہ۔ شہزادۂ غوث الوریٰ حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی تبلیغی سرگرمیاں رشد و ہدایت کا آفتاب بن کر چمک رہی تھیں اور پورا مبارک پور ان کے قدموں میں اپنا دل بچھائے ہوئے تھا اور عجب نہیں کہ اوپر عباسی صاحب کے حوالے سے یہاں کی جس عام دینداری کا ذکر کیا گیا ہے انہیں کی مسیحا نفسی کا اثر ہو۔ انہی کی تحریک وترغیب سے آج سے تقریباً اسی سال قبل مبارک پور گولہ بازار کی مسجد میں ایک مدرسہ بنام ''مصباح العلوم'' قائم ہوا جس کے انتظام کاروں میں حافظ عبدالسبحان صاحب پورہ رانی اور ایوب سردار کا نام سرفہرست ہے۔

انتہائی کوشش کے باوجود اس کے ابتدائی مدرسین کا پتہ نہ چل سکا۔ نصاب تعلیم کے بارے میں ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ مکتبی تعلیم کے ساتھ ساتھ کچھ عربی تعلیم کا بھی انتظام تھا کیوں کہ اسی میں تعلیم حاصل کر کے مولوی رفیع الدین و مولوی محمد عمر صاحب مولوی کہے جانے لگے۔

دس سال کے بعد مدرسہ کی فلاح و بہبود کی خاطر پورے قصبہ کی ایک عام میٹنگ ہوئی جس کے نتیجے میں ایک وسیع اور جامع ترکمیٹی عالمِ وجود میں آئی جس کے ارکان میں حسب ذیل افراد نامزد ہوئے۔

مولوی الٰہی بخش صاحب پورہ دلہن، یہ ایک کامیاب طبیب بھی تھے۔ سردار محمد طیب گرہست پورہ خضر، یہ نہایت چالاک اور با اثر شخص تھے۔ حاجی عبدالحق، بابو سردار، ان کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ عبدالحکیم سردار پورہ صوفی اور حسین بخش وغیرہ اور چوں کہ اس اجتماع میں پورے قصبہ کی نمائندگی تھی اس لیے نسبۃً اس وقت تک یہاں جتنے فرقے ممتاز تھے سبھی خیال کے مدرس رکھے گئے۔

چنانچہ مصنف بہار شریعت حضرت مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ کے برادر بزرگ حضرت مولانا ''محمد صدیق'' صاحب جو حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جون پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے ارشد تلامذہ سے تھے وہ گھوسی سے بلائے گئے۔ دیوبندیت اس وقت نمایاں نہیں تھی کہ اس کا کوئی نمائندہ ہو لیکن غالباً لاعلمی میں ہی مولوی ''محمد محمود صاحب'' ساکن موضع پورہ معروف بلائے گئے۔ مقامی طور پر مولوی نور محمد صاحب مرحوم۔ یہ سنی مکتب فکر کے ترجمان تھے اور شیعہ مدرس ماسٹر مہدی حسن خاں مقرر ہوئے اور مدرسہ گولہ بازار کی مسجد سے منتقل ہو کر پورہ رانی میں کرایہ کے مکان مملوکہ جودھا دھوبی میں قائم ہوا۔

مولوی محمود دیوبندی صاحب ساکن پورہ معروف کا قیام پورہ دلھن میں مولوی الٰہی بخش کے وہاں تھا۔ مولوی

صاحب موصوف مسلکاً دیوبندی تھے۔ ابتداءً تو وہ تمام سنی معمولات بجالاتے رہے لیکن ہر دم کی صحبت اور بات چیت سے مولوی الٰہی بخش اور طیب گرہست وغیرہ ارکان مصباح العلوم پر اثر انداز ہو چکے تھے اور مدرسہ کے طلبہ میں بھی اپنے خیالات کی اشاعت شروع کر دی تھی۔ اپنی کسی مجلس میں مولوی محمود مولوی شکر اللہ اور مولوی نعمت اللہ نے امکان کذب کا مسئلہ بیان کیا اور اپنا عقیدہ ظاہر کیا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔

اس وقت کے ایک طالب علم محمود شاہ نے ان لوگوں کے فاسق و بد دین ہونے کا تحریری فتویٰ دیا جس کی شکایت ارکان مدرسہ کے پاس پہونچی۔ طیب گرہست نے معاملہ کی تفتیش مولوی نور محمد صاحب مرحوم کے سپرد کی لیکن پھر قضیہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر "محمود شاہ" کو مدرسہ سے خارج کر دیا۔

طیب گرہست کا یہ اقدام پورے قصبہ میں آگ لگا دینے کے لیے کافی تھا چنانچہ ایک عام شورش اور عوام کے شدید ہیجان کے نتیجے میں کمیٹی میں نیا خون شامل ہوا۔ اور بدلو میاں، حافظ محمد ابراہیم مرحوم سابق متولی، حاجی خیر اللہ مرحوم سابق متولی دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم ممبران کے زمرے میں داخل ہوئے۔

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ طیب گرہست ایک شاطر مدبر تھے چنانچہ انہوں نے منھ بھرائی کے لیے عوام کے کچھ نمائندے تو کمیٹی میں رکھ لیے لیکن در پردہ اسی کوشش میں رہے کہ نئے مذہب کو فروغ اور مذہب اہل سنت و جماعت کا استیصال ہو جائے اور اس کے لیے حالات یوں سازگار ہو گئے کہ اسی دوران میں ہندوستان کے سیاسی بازی گروں نے یہاں بیٹھ کر خلافت اسلامیہ کی بقا و تحفظ کا جہاد شروع کر دیا اور سارے ہندوستان میں چندہ جمع کر کے قسطنطنیہ بھیجنے اور جنگ بلقان کے سلسلہ میں ٹرکی کی مدد کرنے کا نام ہو رہا تھا۔ مبارک پور کی گلی گلی میں

بولیں اماں محمد علی کی　　　　جان بیٹا خلافت پہ دے دو

کا نعرہ لگ رہا تھا۔

یہاں کی بہو بیٹیوں کے گلے اور ہاتھ کے زیور اتر رہے تھے۔ اس اثنا میں بقرعید کے موقع پر چرم قربانی کی رقم لگ بھگ سات سو روپے مدرسہ کے فنڈ میں جمع ہوئی۔ اس موقع پر مدرسہ کی انتظامیہ کمیٹی ہوئی۔ طیب گرہست نے یہ تجویز رکھی کہ اس وقت خلافت وقوم کی بقاء مدرسہ کے تحفظ سے زیادہ اہم ہے اس لیے مدرسہ فی الحال موقوف کیا جائے اور اس کی ساری رقم بھی "سمرنا فنڈ" میں بھیج دی جائے۔ خلافت کے نشہ میں پوری قوم سرشار تھی ہی! تجویز باتفاق آرا پاس ہوئی اور مدرسین اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد یہ صاف نظر آنے لگا کہ بلی تھیلے سے باہر آچکی ہے۔ اور مولوی محمود حسب دستور پڑھا رہے ہیں۔

سابق متولی حاجی خیر اللہ صاحب دلال مرحوم کا بیان ہے کہ میں، حافظ محمد ابراہیم، بابو سردار اور میاں جی بدلو نے جب یہ دیکھا تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے کیوں کہ جیسا ہر جگہ ہوتا ہے یہاں بھی شیطان دولت کے گنبد پر انڈا دے چکا تھا، ثروت گمرہی کے خانے میں منظم ہو چکی تھی اور یہاں کا سرمایہ دار طبقہ مولوی محمود صاحب کے فیور میں تھا۔ ہم چاروں نے طیب گرہست سے پوچھا آخر مدرسہ کے اختتام کی تجویز کیا ہوئی؟ انہوں نے کہا بحال ہے! ہمارا سوال تھا پھر مولوی محمود

صاحب کیسے پڑھا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا مولوی الٰہی بخش صاحب وغیرہ نے نجی طور پر انہیں روک لیا ہے۔

اگر تم میں سکت ہو تو تم بھی اپنے طور پر اپنے مولویوں کو بلوا کر تعلیم دلوا سکتے ہو۔ ہم نے دیکھا ہم خود ہی لاعلمی میں اپنا گلا کاٹ چکے تھے اور حریف خوش تھا کہ ان محتاجوں سے کیا ہو سکے گا؟

ہم لوگ یہ جواب سن کر قصبہ کے زمیندار اور رئیس شیخ عبدالوہاب گرہست کے پاس گئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا یہ خوش عقیدہ آدمی تھے اور مولوی محمود صاحب سے کچھ ایسا متاثر بھی نہ تھے انہوں نے ہماری ڈھارس بندھائی اور ہمیں اسی کی ضرورت تھی چنانچہ ہم نے متوکلا علی اللہ مولوی محمد صدیق صاحب گھوسوی مرحوم ومغفور اور مولوی نور محمد صاحب مرحوم پیش امام جامع مسجد راجہ مبارک شاہ کی خدمات حاصل کیں۔

مدرسہ کی اپنی نجی عمارت تو تھی نہیں اس لیے پہلی جگہ دونوں فریق میں سے کوئی بھی نہیں پہنچا ہماری اس جدوجہد میں چون کہ سابق الذکر مولوی محمد عمر صاحب سبزی فروش بھی شامل تھے جو شاہ عبداللطیف صاحب ستھنی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید تھے اور ہم سب لوگوں کو حضور مخدوم اشرف جہانگیر رضی اللہ عنہ کے سلسلے سے تعلق تھا اس لیے ہم نے اپنی اپنی عقیدت کے اظہار کے لیے مدرسہ کے سابق نام پر مزید دو حرفوں کا اضافہ کیا اور اب پورا نام مدرسہ لطیفیہ اشرفیہ مصباح العلوم ہوا یہ حادثہ ۱۳۲۹ھ کا ہے۔

آمدنی کے سارے ذرائع مثلاً کوڑی (گولک وغیر) پر مبارک پور کے سرمایہ دار (محمودی گروپ) ہی چھائے تھے۔

ظاہر ہے اس کس مپرسی کے عالم میں اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ مدرسہ کسی نہ کسی طرح اپنی زندگی کے دن گذار رہا تھا بالکل خانہ بدوشانہ انداز میں اس مسجد سے اُس دالان میں اور اس دالان سے اس برآمدے میں اس برآمدہ سے اُس مکان میں، اس مکان سے فلاں دوکان میں منتقل ہوتا رہا اور یہی حال اس میں علما کی آمد و رفت کا بھی رہا۔۔۔

مولانا صدیق صاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کے شاگرد مولوی عبدالحی اور مولوی محمد یحییٰ صاحبان کام چلاتے رہے پھر مولانا عبدالسلام صاحب شاگر مولانا محمد صدیق صاحب صدرالمدرسین ہوئے۔ ان کے بعد مولانا عبدالمنان صاحب گیاوی مقرر کیے گئے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد مولانا اکرام الحق صاحب گنگوہی نے مسند صدارت سنبھالی پھر مولوی انیس احمد صاحب صریر آرائے درس ہوئے۔ اسی طرح تقریباً بارہ سال کی مدت میں چھ مدرس آ جا چکے تھے۔

مولانا محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس مدرسہ نے ایک دفعہ غیر معمولی ترقی بھی کی جب کہ اس کی دومنزلہ پختہ عمارت مولوی محمد عمر صاحب سبزی فروش کی کوشش سے وہیں تعمیر ہوئی تھی جہاں اب دیوبندی جامع مسجد ہے (آج سے چالیس سال قبل اس مدرسہ کا شمال مشرقی کونہ باقی تھا جسے میں نے خود دیکھا ہے) کسی وجہ سے اس عمارت کا بھی یہاں کے عام سنیوں نے بائیکاٹ کیا اور اسی چپقلش میں مدرسہ کے لطیفیہ کا لفظ بھی علیحدہ کر دیا گیا اور اب صرف مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم رہ گیا اور مدرسہ اسی سابقہ خانہ بدوشانہ زندگی پر قانع رہا جو ابتدا سے ہی اس مدرسہ کا طرہ امتیاز تھا۔ تا آنکہ ۱۳۴۱ھ میں رئیس قصبہ جناب عبدالوہاب صاحب نے محلہ پرانی بستی میں ایک خام دومنزلہ عمارت مدرسہ کے لیے مخصوص کر دی اور تھکے ماندے مسافر کو گویا ایک منزل مل گئی۔

اسی دوران میں مولوی شکر اللہ صاحب دیوبند سے فارغ ہوکر آچکے تھے۔ لوگوں میں نیا خون، دل میں جوان عزائم اور مزاج میں لیڈری کا شوق، بڑی شد و مد کے ساتھ انہوں نے مبارک پور کو نئی ریت میں بدلنے کا پرشور اقدام کیا۔ صاحب ثروت کم، ذی اثر زیادہ تھے اور دولت مند گروپ بھی انہیں کی طرف تھا۔ بہت جلد ہی یہ محسوس ہونے لگا کہ مبارک پور ایک نئے مذہبی دور میں داخل ہونے والا ہے۔

مدرسہ الگ ہونے کے باوجود جمعہ ایک ہی جگہ راجہ مبارک شاہ علیہ الرحمہ کی مسجد میں سنی امام حضرت مولانا نور محمد صاحب علیہ الرحمہ کی امامت میں ہوتا تھا لیکن مولوی شکر اللہ صاحب موصوف نے کمال عجلت سے اپنا جمعہ علیحدہ کرلیا۔

معدودے چند پرانے خیال کے خوش عقیدہ مسلمان یہ صورت حال دیکھ کر گھٹ رہے تھے۔ مدرسہ اشرفیہ زندہ ضرور تھا مگر مردہ سے بدتر۔ امید ٹوٹ چکی تھی اور مستقبل بھیانک ہورہا تھا کہ تاریکیوں میں نور کی کرن جگمگانے والے پروردگار نے غیب سے انتظام کردیا۔

مبارک پور کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں دنیاوی سربراہی بھی دینی قیادت کے ساتھ چلتی ہے۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے کتنے افراد مبارک پور کے افق پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے مگر یہ ساری چمک دمک اسی وقت تک رہی جب تک وہ مذہبی قیادت بھی کرتے رہے، جہاں مذہبی سرگرمیوں سے دل چسپی کم ہوئی دنیاوی حیثیت سے بھی ایک دم بجھ گئے بلکہ ختم ہوگئے۔

ہوا یہ کہ عبدالوہاب صاحب گرہست کا گھرانہ پورے قصبہ میں ممتاز اور پورے ضلع میں ممتاز مسلم گھرانہ تھا اور پورے قصبہ کی سربراہی بھی تقریباً اسی گھرانے کی میراث تھی۔ مولوی شکر اللہ صاحب کی سرگرمیوں کے نتیجہ میں اب سیاسی رہنمائی کا مرکز ثقل بھی بدل رہا تھا اس لیے اس خاندان کی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالنے کے لیے نہایت ضروری تھا کہ عوامی رابطہ کی طرف توجہ دی جائے۔ ادھر قصبہ کے غربائے اہل سنت مولوی شکر اللہ صاحب کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر اپنی کمزوری کی بنیاد پر اس امر کی سخت ضرورت محسوس کرتے تھے کہ کسی مضبوط قیادت کے ذریعہ مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کی بقا اور ترقی اور مذہب اہل سنت و جماعت کے استحکام کو حتمی بنایا جائے۔ الغرض مبارک پور کے سنیوں کو ایک لیڈر کی ضرورت تھی جن کی رہنمائی میں یہ لوگ چلیں۔ اس طرح مبارک پور کی سنیت اور مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم فریقین کے لیے نقطہ اتحاد ثابت ہوا۔ اور حسن اتفاق سے اس خاندان سے جو فرد اس کام کے لیے آگے بڑھا وہ نہایت جری، انتہائی ہوشمند، پرجوش اور متہور میری مراد ''مرحوم محمد امین صاحب گرہست انصاری'' سے ہے جن کی شعلہ بیانی اور پرجوش قیادت نے تقریباً چوتھائی صدی پورے مبارک پور کو زندہ اور متحرک رکھا۔

افسوس! آج مرحوم ہم میں نہیں ہیں مگر ان کے زریں کارنامے مبارک پور کی پیشانی پر سنہرے حروف سے لکھے ہوئے ہیں۔ ہم دست بدعا ہیں مولیٰ عزوجل ان کی روح کو سکون بخشے اور ان کی کوتاہیوں سے درگذر فرمائے۔ ہم ان کو

اپنے جذبات احترام پیش کرتے ہیں کہ مبارک پور میں گرتی ہوئی سنیت کو سنبھالا بلکہ عروج وارتقاء بخشنے والوں میں ان کا نام بھی سرفہرست ہے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گل کی نگہبانی کرے

۴۴ھ کے لگ بھگ جناب محمد امین صاحب مدرسہ کے ہی نہیں پورے قصبہ کے سنیوں کے بھی صدر قرار پائے۔ مدرسہ کے انتظام میں استقلال پیدا ہوتے ہی اس کے مدرسوں میں بھی قیام وثبات پیدا ہوگیا۔ اور ۱۳۴۶ھ میں مولانا شمس الحق صاحب ساکن گجہڑہ ضلع اعظم گڑھ کا تقرر بمشاہرہ بیس روپے ماہانہ بعہدہ صدر مدرسی ہوا۔ موصوف تھے تو فاضل دیوبند لیکن مسلسل چھ سال تک نہایت خوش اسلوبی سے مدرسہ کو فارسی اورابتدائی عربی تک باقی رکھا۔ انہیں کی کوشش سے مولانا علی احمد صاحب، مولانا محمد محبوب صاحب اشرفی، مولانا محمد حاتم صاحب، مولانا حفیظ الدین تعلیم پاکر اس لائق ہوئے کہ مزید تعلیم وتکمیل کے لیے بریلی، میرٹھ، امروہہ وغیرہ دور دراز مدارس اہل سنت میں گئے اور مدرسہ کے مذہبی (سنی) کردار پر بھی مولانا نے آنچ نہ آنے دی۔ گویا

ع پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اس وقت بھی صدر کمیٹی محمد امین انصاری مرحوم ہی تھے اور ورکنگ کمیٹی میں حسب ذیل افراد کے نام دستیاب ہوسکے ہیں۔

(۱) حاجی غلام رسول

(۲) حاجی پھیکو صباغ (یہ نہایت دیندار اور حد درجہ امین تھے اور مدت العمر مدرسہ کے خازن رہے)۔

(۳) حاجی عبدالسبحان صاحب سوت والے

(۴) بابو سردار۔ یہ مدرسہ کے قدیم ترین رکن اور نہایت سرگرم کارکن تھے۔

(۵) حاجی محمد عثمان صاحب پورہ رانی۔ قیاس یہ ہے کہ حاجی خیر اللہ دلال متولی اور محمد ابراہیم صاحب متولی بھی ضرور ممبر رہے ہوں گے۔

یہاں یہ بات جان لینی بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ خاندان اشرفی سے رابطہ کی وجہ سے مبارک پور کی سنیت کا تعلق پورے ہندوستان کی سنیت سے قائم اور زندہ تھا بلکہ ہندوستان کے مقتدر علما اہل سنت اس کے نگراں، مربی اور سرپرست تھے۔ سب سے قدیم روداد جو دستیاب ہوسکی ہے، اس میں تحریر ہے۔

"دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم"

اٹھائیس سال سے تعلیمی اور تبلیغی خدمات انجام دے رہا ہے جس کے سرپرست شمع شبستان غوثیت حضرت مولانا شاہ ابوالمحامد سید محمد صاحب کچھوچھوی دامت برکاتہم وعلامہ زمن خاتم الفقہا حضرت صدرالشریعہ مولانا شاہ امجد علی قبلہ دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔

(روداد ۵٦-۱۳۵۷ھ ص ۴)

اس وقت بھی یہاں کا سالانہ جلسہ پورے علاقہ میں مشہور تھا اور مشاہیر علماء اہل سنت یہاں تشریف لاتے تھے۔ مثلاً شیخ المشائخ اشرفی میاں علیہ الرحمہ، ان کے خلف ارشد مولانا سید احمد اشرف عرف بڑے مولانا صاحب، نواسے حضرت محدث اعظم ہند مولانا سید محمد صاحب اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ، حضور صدر الشریعہ حضرت مولانا شاہ محمد امجد علی صاحب، حضرت مولانا محمد فاخر صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم۔

آخر وہ دن بھی قریب آگئے کہ مبارک پور کو رحمت الٰہی کی بجلیوں نے اپنا نشیمن بنایا۔ کچھ تو مولوی شکر اللہ صاحب کی مسلسل جارحیت کے ردعمل میں، کچھ مدرسہ کی حالت کے یک گونہ استحکام کے نتیجے میں اور کچھ جماعت اہل سنت میں بھی مقامی علماء (مثلاً مولانا حفیظ اللہ صاحب قریشی رضوی علیہ الرحمہ وغیرہ) کے پیدا ہوجانے کی وجہ سے یہاں کے سینوں میں زندگی کی نئی حرارت پیدا ہوئی اور مدرسہ کو مزید ترقی دینے کا خیال رونما ہوا جسے یہاں کے ارکان نے اپنے سرپرستوں کی خدمت میں رکھا۔

(مفتی عبدالمنان اعظمی: مضمون مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور (شمارہ مئی جون جولائی ۱۹۸۴ء)

حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ کا بیان ہے: ''۱۴ رویں صدی کی دوسری دہائی میں کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد خانوادۂ اشرفیہ کے مشہور شیخ حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب (اشرفی میاں) رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک دینی مدرسہ بنام ''مدرسہ مصباح العلوم'' قائم کردیا۔ (مدرسہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ جون، جولائی ۱۹۸۴ء ص ٦)

تاریخ اشرفیہ ایک نظر میں

۱۔مدرسہ اشرفیہ (واقع محلہ پرانی بستی) کی تاسیس	۱۳۲٦ھ/۱۹۰۷ء
۲۔حافظ ملت کی تشریف آوری (۲۹ شوال)	۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء
۳۔دارالعلوم اشرفیہ (باغ فردوس) کی تعمیر	۱۳۵۳ھ/۱۹۳۵ء
۴۔تاسیس بدست حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ	۱۳۵۳ھ/۱۹۳۵ء
۵۔سن وفات حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ	۱۳۵۵ھ/۱۹۳٦ء
٦۔انجمن اہل سنت واشرفی دارالمطالعہ کی بناء	۱۳۵۵ھ/۱۹۳٦ء
۷۔عمارت دارالعلوم اشرفیہ (باغ فردوس) کی تکمیل	۱۳٦۳ھ/۱۹۴۴ء
۸۔گولہ بازار زمین کی خریداری	۱۳٦۴ھ/۱۹۴۵ء

۹۔حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کا وصال	۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء
۱۰۔جامع مسجد راجہ مبارک شاہ کی تعمیر جدید	۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء
۱۱۔سنی دارالاشاعت کا قیام	۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء
۱۲۔فتاویٰ رضویہ جلد سوم (قلمی) کی طباعت واشاعت	۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء
۱۳۔وصال حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ (سرپرست)	۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء
۱۴۔مدرسہ اشرفیہ شعبہ نسواں کا افتتاح	۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء
۱۵۔فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قلمی) کی طباعت واشاعت	۱۳۸۶ھ/۱۹۶۷ء
۱۶۔وفات شیخ محمد امین انصاری مرحوم (صدر اشرفیہ)	۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء
۱۷۔وصال حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف علیہ الرحمہ (نائب شیخ الحدیث)	۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء
۱۸۔حضرت مولانا شاہ مختار اشرف کچھوچھوی صاحب کا سرپرستی سے اعلان براءت	۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء
۱۹۔حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کو سربراہ اعلیٰ منتخب کیا گیا	۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء
۲۰۔الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کا سنگ بنیاد	۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
۲۱۔کل ہند تعلیمی کانفرنس مبارک پور	۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
۲۲۔وصال حضرت مولانا شمس الحق علیہ الرحمہ (مدرس اشرفیہ)	۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء
۲۳۔دوسری کانفرنس اور دارالاقامہ کا سنگ بنیاد	۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء
۲۴۔شعبہ نشریات الجامعۃ الاشرفیہ کا افتتاح	۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء
۲۵۔ماہنامہ اشرفیہ کا اجراء (ماہ صفر، فروری)	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۲۶۔فتاویٰ رضویہ جلد پنجم کی اشاعت (جون)	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۲۷۔وصال حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ (شب یکم جمادی الآخرہ)	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۲۸۔حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ کو سربراہ اعلیٰ منتخب کیا گیا	۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۲۹۔افتتاح اشرفیہ شعبہ فوقانیہ (جونیئر ہائی اسکول)	۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء
۳۰۔برکاتی ہاسٹل (جدید دارالاقامہ) کا سنگ بنیاد	۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء
۳۱۔افتتاح شعبہ نسواں (اشرفیہ جونیئر ہائی اسکول)	۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء
۳۲۔ادارہ تحقیقات حافظ ملت کا قیام	۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء
۳۳۔دارالحفظ والتجوید کا سنگ بنیاد	۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء
۳۴۔مدرسہ اشرفیہ (واقع محلہ پرانی بستی) کی تعمیر جدید	۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء
۳۵۔مسجد جامعہ (عزیز المساجد) کا سنگ بنیاد	۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء

۳۶۔ مجلس شرعی کا قیام	۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء
۳۷۔ ٹیچرس فیملی کالونی کا سنگ بنیاد	۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء
۳۸۔ احسن العلماء ڈائننگ ہال کا سنگ بنیاد	۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء
۳۹۔ مرکزی امام احمد رضا لائبریری کا سنگ بنیاد	۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء

حافظ ملت کی تشریف آوری

حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قبلہ بھوجپوری (مرادآباد) رحمۃ اللہ علیہ بحکم حضرت صدرالشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی گھوسوی (اعظمی) قدس سرہ العزیز۔ شعبان ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء مبارک پور تشریف لائے۔ حضور حافظ ملت کی مبارکپور میں تشریف ارزانی خطہ کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے جسے نہایت اہمیت سے دیکھا جانا چاہئے۔ الحمدللہ کہ استاذ گرامی بحرالعلوم علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ نے اپنے قلم سے اس منظر کو محفوظ فرمالیا ہے جسے ہم حضرت کے شکریے کے ساتھ یہاں نقل کرتے ہیں۔ ''آج چالیس سال گزر جانے کے بعد بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے اور میں اپنی چشم تصور سے دیکھ رہا ہوں۔ وہ ایک نہایت تابناک اور روشن دن تھا اور نکھری ہوئی دھوپ میں پورا مبارکپور چمک رہا تھا جب حافظ ملت طاب ثراہ یہاں تشریف لائے۔

مدرسہ کی قدیم عمارت (واقع پورانی بستی) جس کا صدر دروازہ پچھم رخہ ہے اور جو تقریباً تیس فٹ لانبی ایک دالان میں کھلتا تھا اُسی دالان سے متصل پورب رخہ اتنا ہی بڑا ایک برآمدہ اور اُس کے پورب آنگن اور آنگن و برآمدہ سے متصل اوتر جانب ایک کمرہ تقریباً چالیس فٹ پورب پچھم لانبا جس کا ایک دروازہ دکھن رخہ آنگن میں اور اُسی رخ پر برآمدہ میں کھلتا تھا اُسی موخر الذکر دروازے کے پاس اس وقت کے صدرالمدرسین حضرت مولانا شمس الحق صاحب علیہ الرحمۃ کی نشست تھی اور یہ پورا کمرہ اُنکی درس گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ حضرت حافظ ملت قبلہ سب سے پہلے وہیں مولانا کی درسگاہ میں تشریف فرما ہوئے۔

سر پر راجستھان کی کیسری رنگ میں رنگا ہوا عمامہ جسم پر بادامی رنگ کے نیچے دامن کی شیروانی، شرعی پاجامہ اور پیر میں لدھیانہ کے سرخ رنگ کے جوتے ہاتھ میں بانس کی چھڑی (غالباً مرزا پوری) مختصر قد اور معمولی جسم وجثہ کے انسان اور نگاہیں نیچی کر کے چلنے کی ایک امتیازی شان .... مگر حافظ ملت کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کے حضور زمانہ کی نبض ٹھہر گئی ہے اور وقت کے ساعت نما میں ٹائم کا کانٹا پچاس سال پیچھے کھسک گیا ہے۔ بالوں کی سپیدی کے علاوہ زمانے کے مرور کا کوئی اثر آپ اُن پر ملاحظہ نہیں کر سکتے۔

اللہ اللہ! اس طویل مدت میں کتنے طوفان آئے بگولے پیدا ہوئے، آندھیاں اٹھیں کہ بڑے بڑے سے پہاڑ ہل گئے لیکن آپ کی وضع قطع کیا بدلتی کہ چال میں بھی سرموفرق نہیں آیا۔ وہی لباس جو چالیس سال قبل تھا اور وہی رفتار جو

چالیس سال پہلے تھی۔

حضرت کی تشریف آوری کے وقت مصباح العلوم کے مدرسین:

(۱) مولانا سید شمس الحق گجہڑوی (۲) مولانا نورمحمد مبارک پوری (۳) منشی جوادعلی خاں (۴) حافظ عبدالغفور (۵) حافظ عبدالرحمٰن۔

صدر مدرسہ: محمد امین صاحب گرہست۔ ناظم: علیم اللہ۔ نائب ناظم: حاجی محمد عمر

ممبران مدرسہ اور مخلصین جماعت اہل سنت:

(۱) حاجی محمد صدیق (۲) منور سیٹھ (۳) محمد یوسف مناظر (۴) حاجی ولی اللہ (۵) خلیل مسٹر (۶) حاجی یادعلی (۷) حاجی گلزار (۸) بدلو خلیفہ (۹) محمد یوسف میلاد خواں (۱۰) محمد سلیمان (۱۱) مولوی فقیر اللہ (۱۲) حاجی بیٹھے (۱۳) حاجی رحمت اللہ (۱۴) حاجی مقیم اللہ (۱۵) حافظ عبدالحلیم (۱۶) حاجی سلامت (۱۷) حاجی خیر اللہ دلال (۱۸) حافظ محمد ابراہیم (۱۹) عبدالخالق وغیرہم۔

مولوی شکر اللہ دیوبندی سے مناظرہ:

مبارک پور میں دیوبندیت کے علم بردار مولوی شکر اللہ (فاضل دیوبند) سے مناظرہ، دیوبندیوں کی شکست اور حضرت حافظ ملت و سنیوں کی فتح مبین، مبارک پور کی فتح، وغیرہ کا بیان باب اول میں آچکا ہے۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی دینی سربراہی میں اشرفیہ کے ارباب حل وعقد اور مخلصین اہل سنت نے محرم ۱۳۵۳ھ تا ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ کے تقریری ہنگاموں کا ماحول سرد پڑتے ہی ایک نیا تعمیری عمل شروع کردیا۔ قوم کے ابھرے ہوئے جذبات کا صحیح استعمال کرنے کے لیے جامع مسجد راجہ مبارک شاہ میں بروز جمعہ اشرفیہ کی تعمیر وترقی کا منصوبہ تیار کر کے چندہ کی مہم شروع کردی۔

اہل مبارک پور کا چندہ:

حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب تحریر کرتے ہیں:

''یوں تو چندہ ساری دنیا میں ہوتا ہے اور سب قومیں کرتی ہیں اور اس کے لیے طرح طرح کے طریقے بھی ایجاد کرتی ہیں لیکن مبارک پور میں مذہبی امور کے لیے چندہ اپنی تاریخ رکھتا ہے جس کے موجد بھی خود مبارک پور والے ہیں اور جس پر مبارک پور کے باہر ہی کے لوگ نہیں بلکہ خود مبارک پور والے بھی غور کرتے ہیں تو حیرت زدہ ہوتے ہیں۔

مبارک پور میں چندہ کے سلسلے میں زبردست تیاریاں کی جاتی ہیں اور چندہ لینے والوں کا اہتمام چندہ دینے والوں سے کم نہیں ہوتا۔ ہفتوں پہلے ہی چندہ کی نظمیں تیار ہو رہی ہیں، نظم پڑھنے والوں کی ٹولیاں مشق کر رہی ہیں، جھنڈے جھنڈیاں بنائی جارہی ہیں اور روشنی کے لیے گیسوں کا انتظام ہو رہا ہے۔ عورتیں بھی اپنے اپنے زیور چندہ کے لیے

صاف کر رہی ہیں ۔ سرمایہ دار بینکوں سے رقمیں نکلوا رہے ہیں۔ لوگ اپنے جانور، بکری، بھینس، مرغی وغیرہ بھی دینے کو تیاری کر رہے ہیں، گویا کہ چندہ کی مہم نہ ہو ''جشن مسرت'' کا موقع سعید ہو۔

مولانا ارشد القادری کے سحر نگار قلم نے مبارک پور کے انوکھے مسلمانوں کے اس دل آویز منظر کی اچھی تصویر کشی کی ہے وہ اپنی تصنیف ''تاریخی مرقع'' میں رقمطراز ہیں۔

پورے قصبہ کی ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی ۔ طے ہوجانے کے بعد جمعہ کے دن بھری مجلس میں اعلان کر دیا گیا کہ آج فلاں محلّہ سے چندہ شروع کیا جائے گا آنا فانا یہ خبر بجلی کی طرح سارے قصبہ میں پھیل گئی۔ اس خبر کا نشر ہونا تھا کہ ہر طرف زندگی کے آثار نظر آنے لگے، لوگ اس طرح مسرور ہو رہے ہیں جیسے انہیں تسکین حیات کی ایک غم ربا مصروفیت ہاتھ آ گئی محلّہ میں جس کے گھر چندہ ہونے والا ہے وہاں خوشی کا عالم کچھ نہ پوچھئے ہر طرف گھر میں صفائی ہو رہی ہے دروازوں پر چھڑکاؤ کیا جا رہا ہے گھر کے بچے رنگا رنگ کپڑوں میں ملبوس نظر آ رہے ہیں، قریبی رشتہ دار شادیوں کی طرح نوید بھیج کر بلائے جا رہے ہیں غرض اندر سے لے کر باہر تک ایک عجیب چہل پہل ہے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ شب میں یہاں کسی تقریب عیش کی محفل طرب منعقد ہونے والی ہے۔

عام دلچسپیوں کا حال یہ ہے کہ سر شام ہی لوگ اپنی ضروریات سے فارغ ہوکر ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اب یہاں سے چھوٹے بڑے جھنڈوں اور جھنڈیوں کے ساتھ ایک شاندار جلوس میں یہ مجمع اس محلّہ کی طرف روانہ ہوا۔ جس راستے سے گزرے ایک جم غفیر ساتھ ہوتا گیا یہاں تک کہ ہزاروں کی تعداد میں یہ جلوس ایک دروازے پر پہونچ کر رک گیا گردن اٹھا کر ذرا اس مجمع پر نظر ڈالیے! دیکھئے اس میں قصبہ کے متمول حضرات بھی ہیں جو ہاتھوں میں جھولیاں لیے کھڑے ہیں یہ دن کے مسند نشیں تاجر ہیں جو رات کے وقت درویشوں کے بھیس میں نظر آ رہے ہیں۔ ایک طرف وارثین انبیاء کی مقدس قطاریں ہیں جن کے وقار علم وفضل سے مجمع میں ایک عجیب شوکت نظر آ رہی ہے دوسری طرف طلبہ اسلام کا جواں سال طبقہ ہے جو نظم وضبط میں مصروف ہے۔

آگے آگے ایک مخصوص گروہ خوشنوا نعت خوانوں کا ہے جن کے ہاتھوں میں مجمع کا دل ہے اس اجتماع میں انہیں بڑی اہمیت حاصل ہے کہا جاتا ہے یہ اپنے رزمیہ ترانوں سے پتھر کے جگر میں بھی شگاف ڈال دیا کرتے ہیں (ص ۱۱، ۱۲)

اے عزیز اس زندۂ جاوید کو میرا اسلام
رہتی دنیا تک رہے گا جس کا روشن آفتاب

قصہ کوتاہ طرفین کی اس تیاری کے بعد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ کی سربراہی میں مدرسہ کے طالب علموں اور قصبہ کے عوام وخواص کا یہ قافلہ شوق جو کبھی سو دو سو کبھی ہزار دو ہزار بھی ہوتا ہے جھنڈیاں لیے جھولیاں سنبھالے اس شخص کے گھر پہونچتا ہے۔

وہ دیکھئے نظم خواں نے مصرع اٹھایا، ساتھیوں نے آواز ملائی اور مجمع سے سبحان اللہ اور الحمد للہ کی آوازیں بلند ہوئیں اور دوسرے سننے والوں کے ساتھ ساتھ گھر والے کے چہرہ پر بھی ایک رنگ آیا۔ اتنے میں نظم خواں نے کوئی پرجوش

مصرع، کوئی جذباتی شعر، یا وجد آفریں بند پڑھا، پھر کیا تھا گھر والوں نے کیف میں ڈوب کر اپنی جیبیں خالی کرنا شروع کیا۔ گھر کے اندر سے ننھے ننھے بچوں کی قطار، عیدی لباس میں آراستہ، ہاتھوں میں نوٹ دبائے چلی آرہی ہے، چندہ جمع کرنے والوں نے اسے سمیٹا، اور ہاتھ میں بلند کر کے نعرۂ تکبیر لگایا اور پورے مجمع سے اسی خوشی کے ساتھ اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی، اس نے نعرۂ رسالت بلند کیا تو مجمع نے یا رسول اللہ کا نعرہ مارا۔ ابھی مجمع پر سکون بھی نہ ہوا تھا کہ پھر کوئی جذباتی موڑ آگیا اور بالا خانہ سے نوٹوں کا ہار لٹکایا گیا، یہ عورتوں کی طرف سے ہیں قافلہ شوق کی پذیرائی تھی کسی نے اس ہار کو اچک لیا اور فوراً وصول کرنے والے تک پہونچا دیا گیا، اس نے پھر وہ ہار ہاتھوں پر اچھال کر نعرۂ تکبیر ورسالت بلند کیا اور سامعین کی پرشکوہ جوابی آواز آسمانوں سے ٹکرانے لگی۔

وہ دیکھئے پھر چندہ وصول کرنے والا کوئی چیز بلند کر رہا ہے ارے یہ تو بنارسی ساڑی ہے یہاں کا عام کاروبار یہی ہے لیجئے حاضرین میں بحث اٹھ کھڑی ہوئی، سو روپے کی ہوگی۔ ۷۵ روپے کی ہے نہیں سوا سو کی ابھی بحث ادھوری تھی کہ پھر سب نگاہیں دروازے کی طرف بلند ہوگئیں۔ خدا کی راہ میں گلا کٹانے کا محاورہ ہے مگر اس وقت ضرورت گلا خالی کرنے کی ہے اور مبارک پور کی زندہ دل خواتین نے یہ ضرورت پوری کر دی ہے گھر والی نے گلے کا ہار راہ حق میں اتار کر دے دیا ہے اور دیکھئے ماں کی تقلید میں بچی نے کان کے بالے بھی نذر کر دیئے، بوڑھی اماں نے ناک کی گھسی پٹی کیل راہ حق میں اتار دی ہے چلئے اب وہ زیور سے بالکل فارغ البال ہوگئیں ادھر مجمع ہے کہ لہریں لے رہا ہے اچھل اچھل پڑھ رہا ہے جذبات کی شدت سے پورا ماحول گرم ہوگیا ہے۔ اچھا اچھا یہ بھاری بھرکم سی کیا چیز ہے جسے دو آدمیوں نے سر سے اوپر سنبھال رکھا ہے؟ ''بیں'' ادھر بچوں کے دودھ پینے کی بکری بھی مدرسہ پر قربان کر دی۔ سبحان اللہ کیا حوصلہ ہے اور دریا دلی ہے '' نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، نعرۂ رسالت یا رسول اللہ، اتنے میں نظم ختم ہوگئی لوگوں نے گھر والوں کی حیثیت کا اندازہ لگا کر کہا اب بس۔ مگر وہ تو کسی اور نشہ میں سرشار ہے کہہ رہا ہے ابھی کیسے اور پڑھو۔ اور پڑھو دو ایک آدمیوں نے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہاں تو الٹا اثر ہے۔

ناصحا مت کر نصیحت دل مرا گھبرائے ہے
اس کو دشمن جانتا ہوں جو مجھے سمجھائے ہے

خیر اس کے بعد بیحد اصرار پر دوبارہ نظم خوانی شروع ہوئی۔ دیکھئے دنیا کا عجیب وغریب نظارہ، چھ مہینہ کا بچہ بنا سنوار کر اندر سے لایا اور مانگنے والوں کے ہاتھ پر اچھال دیا کہ یہ بھی مدرسہ کے لیے۔ اللہ اللہ!

پارۂ لخت جگر سے کی تواضع عشق کی
سامنے مہماں کے جو کچھ بھی تھا حاضر کر دیا

اب پھر نوٹوں کی بارش شروع ہوئی اب کیا ہے؟ اب بچہ مدرسہ کو روپیہ دے کر خریدا جا رہا ہے۔ چلیے طرفین قیمت پر راضی ہوگئے۔ اب بچہ پھر گھر میں واپس بھیج دیا گیا کہ پھر بالا خانے سے نوٹوں کی بارش ہونے لگی روپے خزاں دیدہ پتوں کی طرح بکھر گئے مگر لوٹنے والوں کی دیانت دیکھیے ایک ایک روپے سمیٹ کر وصول کرنے والے تک پہونچا دیا اب

پھر وصول کرنے والے نے گھر والے کی طرف دیکھا۔گویا اب کیا ارادہ ہے؟ اس نے زبان سے تو کچھ نہ کہا لیکن نہایت بے کسی سے آنکھ سے اشارہ کر دیا یہ ایک خاموش معذرت ہے کہ" حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا" چندہ وصول کرنے والے نے ہاتھ کے اشارے سے پڑھنے والوں کو روکا اس طرح اس گھر کا چندہ ختم ہوا۔مبارکپوری مسلمانوں کے جذبات دینی کا اسی قسم کا منظر تعلیمی کانفرنس کے موقع پر دیکھنے کو ملا۔ چنانچہ بدرالقادری کی ڈائری کا یہ ورق ملاحظہ کریں۔

کانفرنس کا چندہ شروع کرتے وقت الجامعۃ الاشرفیہ کے بانی حضور حافظ ملت نے ایک سو ایک روپئے عطا فرمائے یوں آغاز ہوا اور مسلمانان مبارکپور اپنی گاڑھی کمائی راہ حق میں نثار کرتے رہے نوادہ کے ایک سرفروش نے ڈیڑھ ہزار کی خطیر رقم دی اور دوسرے روز اسی محلہ کے باقی حضرات کے پاس لوگ چندہ کیلئے گئے تو اس جانباز نے پھر اپنے گھر بلایا اور سینکڑوں روپئے پھر حاضر کئے۔حضرت حافظ ملت کے روکنے کے باوجود کہ آپ بس کریں۔خدا جزائے خیر دے۔ یہ آپ کی استعداد سے باہر ہو رہا ہے مگر اس دیوانہ دیں نے اپنی فدائیت جاری رکھی اور آخر میں ایک کپڑے کی بندھی ہوئی پوٹلی جو دیکھنے میں وزنی معلوم ہو رہی تھی لاکر حافظ ملت کے قدموں میں ڈالدی اور بولا۔حضور یہ میری زندگی کا وہ قیمتی سرمایہ ہے جسے میں نے ہمیشہ اپنے سینے سے لگا رکھا۔واقعہ یوں ہے کہ مجھے بچپن سے پرانے سکے اور اشرفیاں جمع کرنے کا شوق تھا اور اب جبکہ جسم کے بال سفید ہو چلے ہیں اور یہ شوق بھی پایہ تکمیل کو پہونچ چکا ہے۔ میں الجامعۃ الاشرفیہ کیلئے اپنی یہ عزیز متاع آپ کے قدموں میں ڈالتا ہوں۔قبول فرمائیں۔

سرفروشی کا یہ جذبہ واقعی رقت انگیز تھا جس نے اسلامی فدائیت کی تاریخ پھر سے زندہ کردی تھی۔اشرفیہ کے ناظم اعلیٰ قاری محمد یحییٰ صاحب بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب دیگر تمام بزرگوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔حضور حافظ ملت کی تو ہچکی بندھی ہوئی تھی۔واللہ عجب جذبات ہیں۔

اُن کے قدموں پہ دل وجاں کو فدا کر دیتا
ایک سجدہ تو محبت کا ادا کر دیتا

کانفرنس کے موقع کا چندہ اپنے دامن میں اس قسم کے سینکڑوں واقعات سمیٹے ہوئے ہے جس کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

اب ہم لوگ چندہ گاہ تک پہونچ چکے تھے میر مجلس حضرت حافظ ملت تھے مفتی اشرفیہ بھی پاس ہی تشریف فرما تھے نعت خوانوں کی ایک جماعت اس وقت ایک مدحیہ قصیدہ پڑھ رہی تھی۔

چاند سورج کی جب تک روانی رہے
میرے حافظ تیری زندگانی رہے

صاحب خانہ دونوں ہاتھوں سے دولت لٹا رہے تھے کبھی مٹھی بھر بھر کر نوٹوں کی بارش کرتے اور کبھی عورتوں کی طرف سے سہرے کے دھاگوں میں گندھے ہوئے روپئے پیش ہوتے نعرۂ تکبیر ورسالت کی گونج ہر لمحہ سنائی دیتی اور یہ دلفریب منظر دیکھنے کے لئے لوگ بڑے ذوق وشوق سے جمع تھے تقریباً بارہ بجے تک ایک ہی گھر چندہ ہوتا رہا اور دل

والے سخی نے خدا کی راہ میں ہزاروں روپے بہا دیے (حافظ ملت نمبر صحفہ ۳۷۴)

نیلامی کا منظر:

حضرت بحرالعلوم رقم طراز ہیں:

نظم خوانوں اور خواص اور کبھی کبھی پورے مجمع کی چائے اور شربت، پان سے تواضع ہو رہی تھی کہ مجمع سے شور بلند ہوا صاحب جو پنکھی اس گھر سے ملی ہے رومال دیا گیا ہے اس کو نیلام کیا جائے۔ چلئے یہ تماشہ بھی دیکھ لیں۔ کچھ بلندی پر کھڑے ہو کر ایک شخص نے کہا، سرکاری بولی پچیس روپئے مجمع کے ایک گوشہ سے آواز آئی پانچ روپئے دوسرا بولا دس روپئے، تیسرا بولا پندرہ، چوتھے نے کہا بیس، پھر پچیس، پینتالیس، اکیاون اب ذرا آوازوں کا زور ٹوٹا۔ نیلام کرنے والے نے ختم کرنا چاہا، ایک دو کوئی بول پڑا ساٹھ، آخر ستر پر بولی ختم ہوئی۔ خریدار نے پنکھی وصول کیے دام دیئے اور بولا میں نے یہ پنکھی پھر مدرسے پر دے دی اور پھر وہی مسابقت شروع ہوئی، گویا

ع تماشا کر رہے ہیں مرنے والے عید قرباں میں

یہاں یہ سوچا جا سکتا ہے کہ شاید پہلے ہی سے لوگوں کو تیار کیا گیا ہو اس طرح چندہ دیا جائے اور اس کی نمائش کی جائے لیکن یہ وہاں ہوتا ہے جہاں دوسروں کو تماشا دکھانا ہو اور جو خود ہی اپنا تماشا آپ ہو وہ کسی سے کیا ٹریننگ لے گا۔

اتنی دیر میں لسٹ تیار ہو گئی نقد ایک ہزار ساڑی نقشی چار عدد، کان کے بالے طلائی ایک جوڑا، ہاتھ کا کنگن نقرئی، ایک جوڑا، بکری بچوں سمیت تین عدد، پنکھیاں پانچ عدد، غلاف تین، رومال آٹھ، پوری فہرست مجمع کو سنا دی گئی۔ حضور حافظ ملت نے مسرت کے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں اور فرط جذبات سے لرزتے ہاتھوں کے ساتھ اہل خانہ اور مبارک پور والوں کے لیے دعا مانگنی شروع کی۔ دل جذبات کی آگ میں گداختہ ہو ہی چکے تھے۔ سب نے پورے خلوص سے آمین کہی، نعرۂ تکبیر و رسالت بلند ہوا۔ زندہ باد کے نعرے لگے اور یہ قافلہ اب دوسرے دروازے پر جمع ہو گیا۔ پھر تیسرے پھر پانچویں دروازے پر پہنچ گیا۔ یہ درمیان میں ایک گھر چھوڑ کیوں دیا گیا کیا کسی دوسرے فرقے کا ہے "نہیں سنی ہی ہے ایک دکھیاری بیوہ ہے جو دوسروں کے سہارے زندگی کے دن کاٹ رہی ہے"۔

ادھر وہ غریب جو بڑی دیر سے دروازہ کھولے ایک ٹمٹماتا دیا رکھے اپنی باری کا انتظار کر رہی تھی۔ لوگوں کو آگے بڑھتا دیکھ کر لاٹھی ٹیکتی ہوئی باہر آئی اور ایک آدمی کو پکڑ بولی بھیا ہو کیا مدرسہ مالداروں کا ہی ہے غریبوں کا نہیں"۔ نہیں ماں غریب تو مالدار سے زیادہ حقدار ہیں۔ تب میرے گھر چندہ مانگنے کیوں نہیں آئے بڑھیا نے بہت تیز نشتر لگایا تھا۔ سننے والا تڑپ اٹھا اور دوڑا ہوا ذمہ داروں کے پاس گیا اور ماجرا بیان کیا سارا مجمع اب اسی بیوہ کے گھر پلٹ پڑا۔ بڑھیا نے مرغی کے تین انڈے جمع کر رکھے تھے پورے حوصلہ کے ساتھ نظم پڑھوائی اور وہی انڈے دے دیئے اللہ اللہ یہ بڑھیا تو بازار مصر کی بڑھیا سے زیادہ باحوصلہ نکلی کہ وہ بیچاری خریداری کی حسرت دل میں لیے گئی اور اس نے خرید بھی لیا اور دام بھی چکا دیئے۔ (ایضا اشرفیہ، فروری ۱۹۸۵ء)

یہ چندہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ کے کسی جمعہ سے شروع ہوکر دومہینہ چلا اور اس حساب سے جمادی الآخرہ کی آخری تاریخوں میں مکمل ہوا۔ خود ذمہ داران اشرفیہ نے اس پر جو تبصرہ شائع کیا۔ اسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

مدرسہ کے تمام (تعلیمی) اخراجات کا بار برداشت کرتے ہوئے مدرسہ کے تعمیری چندہ میں جس جذبہ سے حصہ لیا ہے۔ اس میں مسلمانان مبارک پور فی زمانہ اپنی آپ ہی نظیر ہیں۔ غریب مسلمانوں نے اپنی ہر چیز کو مدرسہ پر اس ذوق سے قربان کیا کہ خود وصول کنندگان جب ان کو روکتے تھے تو وہ اپنے جذبے میں مچل کر رہ جاتے تھے اور دلی خواہش یہی ہوتی تھی کہ دنیا کی متاع قلیل جو کچھ ہے وہ رضائے الٰہی کے لیے مدرسہ پر قربان ہوجائے روپیہ، پیسہ، گائے، بھینس، مرغی، بکری، گھوڑا، برتن، کپڑا، زیور، ہر قسم کی چیز کو نثار کیا وہ کون سی اپنی ضروریات کی چیز ہے جو مسلمانان مبارک پور نے اپنے مدرسہ پر قربان نہ کی ہو۔ ایثار وقناعت اسی کا نام ہے۔ زیور عورتوں کو کس قدر مرغوب ومحبوب ہے۔ ہر چیز سے پیارا اور ہر چیز سے محبوب تر عورتوں کے لیے زیور ہے مگر واہ رے جذبۂ دینی پہلی منزل کے تعمیری چندہ میں علاوہ طلائی زیور کے عورتوں نے تخمیناً ڈیڑھ من پختہ زیور مدرسہ پر نثار کیا۔ (روداد دار العلوم ص۳، ۱۳۵۶ھ)

چندہ ختم ہونے کے بعد صدر مدرسہ جناب محمد امین صاحب انصاری کے مکان کے وسیع صحن میں چندہ جمع ہونے والی چیزوں کا جو مینا بازار روزانہ ہفتوں لگتا رہا۔ اس کو میں نے بچشم خود دیکھا ہے بلکہ ایک زیور اس بازار سے تو خریدا بھی ہے۔ دیہاتی بازار میں بساطہ والوں کی دوکان کی جو حیثیت ہوتی ہے بالکل وہی کیفیت تھی ایک بڑی سرخ رنگ کی چادر پر ڈھیروں زیور اور سامان بکھرا پڑا رہتا لوگ اپنی اپنی پسند کا سامان گھر لے جاتے اور گھر والوں کو پسند کرا کے پھر اس کے دام چکاتے۔ دیانت داروں کی اس بھیڑ میں کچھ غلط قسم کے لوگ بھی تھے جنہوں نے سامان لے کر پیسہ ادا نہیں کیا۔ یا پسند کرانے کے نام پر کوئی چیز لے گئے اور واپس لا کر نہیں دی۔

نقد وصولی کے سلسلے میں روئداد ۵۶ھ میں ۸؍ ہزار نو روپے کا عدد درج ہے اور العذاب الشدید میں نقد آمدنی کی مقدار دس ہزار کے قریب تحریر ہے۔ العذاب الشدید میں یہ تقریبی عدد بتایا گیا ہے۔

آج سے لگ بھگ پچاس، باون سال قبل کا ۸؍ ہزار آج کے اس ہوشربا گرانی کے زمانہ میں آٹھ لاکھ کے برابر ہوگا۔ اس وقت قصبہ کے نادار مسلمانوں نے یہ فقید المثال قربانی پیش کی۔ واقعتاً غربائے اہل سنت نے مدرسہ کے لیے دل نکال کر رکھ دیا چندہ دینے والوں میں کمیت کے لحاظ سے چاہے اور بھی کوئی آگے رہا ہو۔ لیکن کیفیت کے لحاظ سے عالی مرتبت جناب سلامت اللہ عطار صاحب مرحوم سب سے آگے تھے اور بالاتفاق تمام اہل قصبہ نے انہیں ''مدرسہ کے مجنوں'' کا خطاب دیا تھا۔ چندہ کے لیے بار بار مدرسہ کے ذمہ داروں کو بلایا، ہر بار چندہ دیا۔ چندہ دیتے وقت ان کی از خود وارفتگی دیکھنے کے لائق ہوتی تھی۔ لوگوں کے روکنے اور منع کرنے پر وہ کہتے ''دیتا میں ہوں تکلیف آپ لوگوں کو کیوں ہوتی ہے''

سکندر لوٹ کر بھی خوش نہیں دولت زمانے کی
قلندر مایۂ ہستی لٹا کر رقص کرتا ہے

آپ ایک جنرل مرچنٹ تھے۔ ساتھ ہی ساتھ یونانی مفرد اور مرکب دوائیں بھی فروخت کرتے تھے۔ میرے

اپنے خیال میں اس وقت پورے قصبہ میں حکیم خدا بخش مرحوم پورہ رانی واحد کامیاب ترین حکیم اور یہ تنہا کامیاب دوا فروش تھے غفر اللہ لہما۔

اس وقت چندہ کی نظم پڑھنے والوں میں یہ نام یاد آرہے ہیں:

(۱) میاں جی غلام حسین مرحوم پورہ رانی۔ ان کا ذکر اس سے قبل ذمہ داروں کے سلسلہ میں آچکا ہے۔

(۲) منشی محمد یوسف مرحوم محلہ علی نگر۔ آپ نے مدت العمر موضع ''اساؤر'' (ایک مضافاتی دیہات) میں بچوں کو ابتدائی اردو اور قرآن شریف وغیرہ کی تعلیم دی۔ اور آپ مبارک پور میں اس وقت میلاد شریف پڑھنے والوں کے سرخیل تھے۔ نظم خوانی بھی کرتے تھے مگر خاص کمال روایت خوانی کا تھا۔ ایک خاص مترنم لہجے میں نہایت جوش وخروش سے اور خوش الحانی کے ساتھ روایتیں پڑھتے تھے۔

(۳) عبد الخالق محصل مرحوم پورہ رانی۔ یہ بھی نہایت خوش آواز، جہیر الصوت، نظم خوان میلادی تھے۔ نہایت تنو مند بہادر اور بنوٹ باز تھے۔ مدت العمر دار العلوم سے منسلک رہے۔ بعد میں مدرسہ کی تحصیل ووصولی کا کام کرتے تھے۔ یہ تینوں حضرات ایک ساتھ مل کر مصرع اٹھاتے اور دوسرے لوگ اسی کی تکرار کرتے۔

(۴) محمد صابر قوال مرحوم پورہ خضر۔ یہ میلاد شریف کی مجلس میں نعت خوانی بھی کرتے تھے۔

(۵) محمد ابراہیم مرحوم میلاد خواں۔ پورہ خواجہ

(۶) محمد یوسف مرحوم میلاد خواں۔ پورہ خواجہ

اس وقت پورے قصبہ میں میلاد خوانوں کی یہ واحد قابل ذکر جماعت تھی اور اسی نے مسلسل دو مہینہ تک پوری جانفشانی سے ۴ر بجے شام سے ۱۲ر بجے رات تک مسلسل نظم خوانی کر کے مدرسہ کے لیے چندہ فراہم کیا۔

آج یہ سبھی لوگ مرحوم ہو چکے ہیں لیکن حق وصداقت کی راہ میں اپنے خون جگر سے چراغ جلا گئے ہیں اور دار العلوم کے ساتھ ساتھ یہ بھی حیات جاوید پا گئے ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

چندہ کی نظم لکھنے والوں میں اس وقت دو قابل ذکر نام یاد آرہے ہیں۔

(۱) میاں جی عبد الکریم اشرفی المتخلص بہ ''عاشق'' محلہ پورانی بستی یہ ایک صوفی مشرب، بزرگوں کے صحبت یافتہ، جہاں دیدہ، منحنی قد کے دبلے پتلے بزرگ تھے جب ان کی نظم پڑھی جاتی تو مجمع کے کسی گوشہ میں لاٹھی ٹیکے ہوئے موجود رہتے اور اپنے پورے وجود سے اشعار میں ڈوب کر سنتے، ان کے کان، ناک، آنکھ، اور منہ کے ساتھ ساتھ دیگر اعضائی حرکات وسکنات بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں اگر آج وہ کسی مجمع میں ہوں تو لوگ انہیں کو دیکھ دیکھ کر ہنسیں گے۔ لیکن اس وقت مجمع کا ہر ہر فرد اپنے ہی جذبات کی شدت اور وفور تاثیر میں اس طرح غرق ہوتا کہ کسی کو کسی دوسرے کی سدھ بدھ نہیں ہوتی تھی۔ سب کی آنکھیں چندہ دینے والے کے دروازے پر اور کان نظم خوانوں کی آواز پر ہوتے گویا

فرصت کہاں کہ چھیڑیں کریں آسماں سے ہم
لپٹے پڑے ہیں لذت دردِ نہاں سے ہم

(۲) منشی محمد زماں صاحب ''زماں'' مرحوم پورہ رانی ۔ جیسا کہ اس سے قبل میں کہیں ان کے بارے میں لکھ چکا ہوں کہ یہ ایک گوشہ نشین خاموش طبع آدمی تھے ۔ اور بنکاری کے شغل کے ساتھ ساتھ مشق سخن میں بھی مبتلا رہتے تھے ۔ گویا ہندوستان کے مشہور صاحب طرز غزل گو شاعر حسرت موہانی کے اس شعر کی پوری تفسیر تھے ۔

ہے مشق سخن جاری چکی کی مصیبت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

شعرا کی تاثیری قوت اور اشعار کی انقلابی تاثیر کے بارے میں کتابوں میں پڑھتے آئے تھے ۔ سبعہ معلقہ کے مشہور شاعر عمرو بن کلثوم کے بارے میں تحریر ہے کہ اس کے اِسی ایک قصیدہ نے جو سبعہ معلقہ میں درج ہے پوری ایک صدی تک اس کی قوم کو سنبھالے رکھا، گرنے نہیں دیا، قوم کا بچہ بچہ انہیں اشعار کے نشہ میں اپنی ماں کی آغوش میں آنکھیں کھولتا اور اسی کی ترنگ میں پروان چڑھتا اور جب بولنے کے قابل ہوتا تو اس کی ماں اسے سکھاتی ۔

اذا بلغ الفطام لنـــا صبی　　　　تخر له الجبـــائر ســـاجدينا

ہمارا کوئی بچہ جب دودھ چھوڑنے کی عمر کو پہنچتا ہے تو بڑے بڑے سرکش سلطان اسے سجدہ کرتے ہیں ۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعراء صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا " اهـجـوهم فانه اشد عليهم من رشق النبل " تمہاری ہجو کفار پر تیر کی دھار سے بھی زیادہ سخت ہے ۔

ہمارے منشی زماں مرحوم ہندوستان کے اردو شاعروں میں نام آور نہ ہوں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی قومی اور ملی شاعری نے مبارک پور میں پوری سنی قوم کو مدتوں سرگرم اور سرمست رکھا اور مبارک پور میں اس غیر معمولی دینی اور علمی جدوجہد میں جہاں اور عوام نے بہت کچھ کام کیا ہے زماں مرحوم کی شعلہ نوائیوں نے بھی بڑا کام کیا ہے ۔

مبارک پور کے ایک کہنہ مشق اور صاحب دیوان شاعر حبیب مرحوم سے شرف تلمذ تھا ۔ جس کا ذکر اکثر اپنے اشعار میں کرتے ہیں ۔ مولیٰ تعالیٰ مرحوم کی قبر پر اپنی رحمت اور غفران کی بارش کرے کہ مبارک پور میں دینی سرگرمی کی لو تیز کرنے میں مرحوم ''السابقون الاولون'' کا درجہ رکھتے ہیں ۔

پہلے چندہ میں منشی زماں مرحوم کی جو نظم سب سے زیادہ کامیاب ''مؤثر'' اور پرجوش ثابت ہوئی اس کے چند شعر یاد رہ گئے ہیں ۔

سینوں میں ہے گل گلزار مصباح العلوم　　　　چشم اعدا میں کھٹکتا خار مصباح العلوم
بن کے جب تیار ہوگا تب مزا آجائے گا　　　　ہر مخالف دیکھ کر اس کی طرف تھرائے گا

ہمیں نہایت افسوس ہے کہ اب یہ ساری مذہبی اور قومی نظمیں مفقود ہیں۔کوشش کے باوجود انہیں بتانے والا کوئی نہیں اتفاق سے ان کا مطبوعہ دیوان بوسیدہ حالت میں ہمارے ہاتھ لگا جو غزلوں پر مشتمل ہے۔

حافظ ملت جانِ محفل:

چندہ وصول کرنے والوں میں عوام وخواص سبھی شریک ہوتے تھے۔لیکن حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کلیدی ہوتی تھی کہ ان کی شرکت کے بغیر نہ چندہ دینے والوں کو مزہ آتا نہ چندہ لینے والوں کو اس لیے حضرت والا کو روزانہ بلاناغہ پورے وقت ڈیوٹی دینی ہوتی تھی۔

کر رہی تھی در حقیقت کام ساقی کی نگاہ　　میکدہ میں گردشِ مینا برائے نام تھی

اس قافلہ میں ایک شخص اور بھی بڑی اہمیت رکھتا تھا جو نظم خوانی کرنے والوں اور اہل خانہ کے درمیان گھر کے دروازے پر کھڑا رہتا تھا۔اس کا کام بھی دوہرا ہوتا۔ادھر نظم خوانوں کو جوش دلاتا۔اپنی واہ واہ، ماشاء اللہ الحمد للہ سے ان کا دل بڑھاتا۔ادھر چندہ دینے والوں کو حوصلہ دلاتا۔ان سے مختلف انداز میں مطالبہ کرتا اور جب کچھ مل جاتا تو عوام کو دکھا کر نعرہ لگاتا۔پہلے چندہ میں اس کام کے کرنے والے مختلف حضرات تھے مجھے حاجی نعمت اللہ عرف پٹھے محلہ نیا پورہ کا نام یاد ہے۔مرحوم اپنی پاٹ دار آواز میں، ہر دم اپنے چست اور دلچسپ فقروں سے پورے مجمع کو مسلسل بیدار اور تروتازہ رکھتے تھے۔

عمائدین:

دیگر سربرآوردہ لوگوں میں اس وقت اکثر شریک ہوتے تھے۔خود صدر مدرسہ جناب محمد امین صاحب انصاری، ناظم جناب علیم اللہ صاحب مرحوم، جناب محمد سلیمان صاحب رنگریز، جناب حاجی رحمت اللہ صاحب خازن، جناب متولی خیر اللہ صاحب پرانی بستی، جناب مولوی فقیر اللہ صاحب اسعد پورہ دیوان، جناب حکیم محمد عمر صاحب مرحوم (پورہ صوفی)، مولوی فقیر اللہ صاحب مرحوم شاعر بھی تھے اور ان کی نظمیں بھی چندہ میں پڑھی جاتی تھی۔انہیں کی تخریج کردہ تاریخ سنگ بنیاد "باغ فردوس" بیحد مقبول خاص وعام ہوئی۔

پھر نہ تاریخ کیوں "باغ فردوس" ہو۔

۱۳۵۳ھ (ایضا اکتوبر ۱۹۸۵ء)

مبارکپور کی دینی وعلمی تاریخ میں یہ بات کلیدی حیثیت کی حامل ہے کہ صدر مدرسہ اور رئیس اعظم مبارکپور جناب شیخ محمد امین صاحب انصاری نے عین وسط بازار کے اندر اپنی قیمتی زمین کا پلاٹ دارالعلوم اشرفیہ کیلئے دیا۔مولا تعالیٰ اس باغ فردوس کے ذریعہ تیار ہونے والے علماء وقراء حفاظ کی خدمات دینی کے صدقے مرحوم قائد سنیت کے مرقد پر اپنے کرم سے جنت الفردوس کی کھڑکیاں کشادہ فرمائے۔آمین

اس داستان پر کیف کے بارے میں آیئے پھر سے حضرت بحرالعلوم قبلہ کی بزم میں حاضری دیں۔

مدرسہ کی نئی عمارت کے لیے مسلمانان مبارک پور نے شیخ محمد امین انصاری سے جو صدر مدرسہ کے ساتھ ساتھ رئیس مبارک پور بھی تھے، گولہ بازار مبارک پور میں وسیع قطع آراضی حاصل کی اور شوال ۱۳۵۳ھ میں اس میں سنگ بنیاد رکھنے کا منصوبہ طے ہوگیا۔ حضرت صدرالشریعہ، حضرت محدث اعظم ہند اور دیگر علمائے اہل سنت شریک ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ بعد نماز جمعہ بزرگان دین اور حافظ ملت نے اپنے مقدس ہاتھوں سے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھ کر اس کے فروغ وترقی اور بقاواستحکام کی دعا فرمائی۔

سنگ بنیاد رکھنے کے بعد حضرت قبلہ اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''فقیر نے تو اپنی کرنی دکھادی اب تم لوگ بھی اپنی اپنی کرنی دکھاؤ''

اس کا سال تاسیس ''باغ فردوس'' (۱۳۵۳ھ) ہے۔ ''دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم'' اس کا نام رکھا گیا اور ''دارالعلوم اشرفیہ'' کے نام سے اسے شہرت حاصل ہوئی۔ اس کی دومنزلہ عظیم الشان عمارت دس سال میں تیار ہوئی۔ تقریباً ۴۰ رسال تک اس عمارت میں تعلیم ہوتی رہی۔ اب اس قدیم دومنزلہ عمارت کو منہدم کرکے اس کی جگہ پانچ منزلہ عظیم الشان عمارت کی تعمیر ہوچکی ہے جس کی نچلی دومنزلوں میں تجارتی، دوکانیں ہیں۔ اوپر کی تینوں منزلوں میں قصبہ کے طلبہ حفظ قرآن اور پرائمری کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اسی عمارت میں ماہنامہ اشرفیہ کا دفتر بھی ہے۔

خلاصہ

دوماہ کے اندر اس زمانے میں تقریبا دس ہزار کا چندہ ہوا۔ منشی زماں مبارک پوری، فقیر اللہ اور میاں عبدالکریم اشرفی عاشق کی پرجوش نظموں نے مبارکپور میں ایک ''عجیب انقلابی ماحول'' برپا کردیا تھا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہم اپنا مال وزر نذر تمنا کرکے چھوڑیں گے   تمام اغیار کو محوتماشا کرکے چھوڑیں گے
جہاں میں حسن عالم گیر برپا کرکے چھوڑیں گے   تمہیں ہم قیس کی مانند شیدا کرکے چھوڑیں گے
ہم اپنے مدرسہ کو رشک لیلیٰ کرکے چھوڑیں گے

اب رفعت بام گردوں کو نظروں میں نہ لایاجائے گا   ایوانِ جناں کے پہلو میں اک قصر بنایاجائے گا
فیضان وکرم کی بارش میں راتوں کونہلایاجائے گا   سدرہ سے عروس رحمت کو مہمان بلایاجائے گا
طیبہ کے چمکتے گنبد پر ایمان لٹایاجائے گا

حضرت حافظ ملت کے ساتھ آنے والے طلبہ:

بقول مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی حضور حافظ ملت (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے ساتھ صرف دو طالب علم۔ مولانا محمد خلیل صاحب کچھوچھوی اور قاری اسدالحق صاحب کو لائے تھے (مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک)

لیکن بقول مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب گیاوی:

"مبارک پور تشریف لانے کے بعد سلسلۂ درس وتدریس کا آغاز کرنے کے لیے حافظ ملت کو چند منتہی طلبہ کی ضرورت پیش آئی ۔ چنانچہ حضرت نے از راہ شفقت ودلنوازی جن چند طلبہ کو خطوط لکھ کر اپنے پاس بلوایا تھا ان میں سے ایک میں بھی تھا۔ میرے بعد قاری اسد الحق صاحب، مولوی محمد خلیل، مولوی محمد عثمان ممبئی والے اور مولوی محمد عباس کٹکی بھی یکے بعد دیگرے حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے" (حافظ ملت نمبر ص ۱۰۷)

چند اولین طلبہ اس طرح ہیں:

مولوی محمد ابراہیم پنجابی (گورداس پور۔ پنجاب)، قاری مصلح الدین صاحب (حیدر آباد دکن) مولوی عبد السبحان (آسام)، مولوی عبد القیوم (آسام)

دار العلوم اشرفیہ کے مدرسین کا مختصر تعارف:

مبارک پور میں حضور حافظ ملت کی تشریف آوری ۱۳۵۲ھ کے وقت مدرسہ اشرفیہ میں مندرجہ ذیل مدرسین تھے۔

۱۔ **مولانا سید شمس الحق صاحب:** دار العلوم میں مفوضہ خدمات انجام دیتے رہے ۔ مرنجاں مرنج طبیعت، باغ وبہار شخصیت، گلستاں وبوستاں سعدی از بر، اور ہر چھوٹے بڑے سے بہت جلد بے تکلف ہوجانے والے، ہم نے دیکھا حضور صدر الشریعہ مولانا شاہ امجد علی صاحب علیہ الرحمہ بھی آپ پر بے حد شفقت فرماتے اور آپ کے ساتھ بے تکلفانہ ہنستے بولتے تھے۔

۲۔ **مولانا نور محمد صاحب مبارک پوری:** آپ کا تعلق مبارک پور کے اس خاندان سے تھا جو حضرت راجہ شاہ مبارک علیہ الرحمہ کے ساتھ کڑا مانک پور (پرتاب گڑھ) سے آکر آباد ہوا تھا، جن کو یہاں کی "قضا" سپرد کی گئی تھی ۔ جب میں نے دیکھا تو یہ منصب صرف نکاح خوانی تک محدود تھا۔ آپ کی تعلیم محلہ رسول پور کے علمی گھرانہ مولانا لعل محمد صاحب کے وہاں ہوئی تھی ۔ مولانا نور محمد صاحب مرحوم اس وقت بھی مبارک پور میں اہل سنت وجماعت کے پشت پناہ تھے اور تمام تر معمولات سنیت از قسم نیاز فاتحہ، قیام ومیلاد اور مجالس محرم ساری ضروریات پورے مبارک پور میں آپ ہی انجام دیتے، راجہ شاہ مبارک کی مسجد جامع کے خطیب تھے اور تقریباً ہر جمعہ کو نیا خطبہ پڑھتے ۔ ذی علم تھے میں نے ان کی کئی قلمی بیاضیں دیکھی ہیں جس میں احادیث کا انتخاب، اختلافی مسائل پر گراں مایہ علمی کتابوں کی نقل قابل ذکر ہے ۔ پورا دیوان لطف اور مولود سعید وغیرہ بر زبان تھے اور اس بلند آہنگی سے میلاد شریف پڑھتے کہ دور دور تک آواز جاتی، اشعار ایک خاص سر اور لے میں پڑھتے جواب عنقا ہے اللہ غریق رحمت کرے، مبارک پور کی تاریخی شخصیتوں میں سے تھے فارسی زبان میں خاص طور پر ید طولیٰ حاصل تھا۔ (مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک)

۳۔ منشی جواد علی خاں مرحوم:

آپ پرائمری درجات کے ہیڈ منشی مجلسی آدمی تھے۔

۴۔حافظ عبدالغفور صاحب مرحوم:

آپ درجۂ حفظ وناظرہ کے مدرس تھے۔نہایت پاکباز، پابند اورادو وظائف، عابد وزاہد، تہجد گزار، قرآن بہت اچھا یاد تھا اورنہایت خوش الحان تھے۔اخیر عمر میں کسی نے عداوۃً پان میں سیندور کھلا دیا تھا جس کی وجہ سے آواز خراب ہوگئی تھی۔

۵۔حافظ عبدالرحمٰن عرف ٹنی مرحوم:

یہ بھی نہایت درجہ ذاکر وشاغل اور صاف باطن آدمی تھے۔حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے خلیفہ ومجاز تھے اور غالبًا مرید بھی کرتے تھے۔زندگی بھر مجرد ہی رہے۔گھر سے تھوڑی دور مشہور تالاب استلاؤ کے پوربی جنوبی کنارے پر ایک کمرۂ عبادت، سامنے تھوڑا صحن اسی میں کنواں جن کو چہار دیواری سے گھیر رکھا تھا۔کمرے میں ایک طرف قبر بھی تیار کرالی تھی۔خیال یہ رہا ہوگا کہ مرنے کے بعد یہی مقبرہ ہوگا۔لیکن لوگوں کے منع کرنے سے یہ بات نہ ہوسکی اخیر وقت میں ایک مقامی سرمایہ دار نے ظلماً ان کے مکان پر قبضہ کرلیا تو اسی کمرے میں اٹھ آئے تھے ان کے وصال کے بعد اب یہ بطور مسجد استعمال ہورہا ہے۔مدرسہ میں قواعد بغدادی اور قرآن مجید کے ابتدائی پارے پڑھاتے تھے زبان سے ت کے بجائے ٹ ادا کرتے۔اسی لیے دورانِ تدریس اکثر لطائف وظرائف بھی رونما ہوتے رہتے۔بچوں کی تعزیر کے لیے مختلف قدو قامت کی چھڑیاں بنا رکھی تھیں تاکہ جگہ پر بیٹھے ہی بیٹھے سب کی نگرانی ہوجائے۔بوقت ضرورت چھڑی پھینک کر مارتے اور نشانے پر جا بیٹھتی۔

۶۔دادا عبدالحق:

یہ گونڈہ ضلع کے رہنے والے تھے۔زیادتی عمر اور لمبی داڑھی کی وجہ سے پورے مدرسہ میں دادا ہی مشہور تھے۔جب دیکھیے یا کتاب دیکھتے ملیں گے یا کسی کو پڑھاتے اور سمجھاتے۔طلبہ ان سے بیحد مانوس اور یہ بھی کسی کو کبھی جھڑکنا جانتے ہی نہ تھے جیسے سچ مچ پورا مدرسہ ان کی اولاد در اولاد ہی ہو۔(مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ تک قسط دوم،سوم)

آپ آئے بہار آئی:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مبارک پور تشریف لانے کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان کے گوشے گوشے سے طلبہ آنے لگے اور دیکھتے دیکھتے طلبہ کی ایک بہت بڑی بھیڑ ان کے گرد جمع ہوگئی جن کی تعداد اس وقت بھی بلا مبالغہ سو سے اوپر تھی۔

اس وقت طلبہ کا قیام گاہ سے درس گاہ یا وہاں سے دیگر مقامات تک ہاتھ میں درسی کتاب لے کر چلنا فخر سمجھا جاتا تھا۔درس گاہ میں تو خوب جم کر تعلیم ہوتی ہی تھی۔درسگاہ سے باہر بھی یا تکرار کی جارہی ہے یا کسی مسئلہ علمی میں تبادلۂ خیال ہورہا ہے۔راستے میں آتے جاتے یا تفریح کے وقت کسی نہ کسی موضوع پر زور آزمائی ہورہی ہے جس سے طلبہ کی جماعت دور سے پہچانی جاتی تھی۔

طلبہ کے قیام وطعام کے مسئلہ کا حل:

اس وقت جمع ہو جانے والے طلبہ کو مقامی سنی مسلمان گھرانوں میں ایک ایک طالب علم تقسیم کر دیئے گئے جس کے لیے " جاگیر" "مجگر" اور "جاگیر دار" کی اصطلاحیں وضع ہوئیں اور "مسلمانان مبارک پور زندہ آباد" کہ انہوں نے عرب کی روایتی مہمان نوازی کی یاد تازہ کر دی۔ طالب علموں کے لیے اپنے دیدۂ دل فرش راہ کر دیئے۔ گھر میں جو کچھ پکا سب کا سب لا کے مولانا کے سامنے رکھ دیا کہ پہلے آپ کھالیں تو گھر کے بقیہ لوگ، گھر میں کوئی چیز آتی تو گھر کے اور افراد کی طرح مولانا کا بھی حصہ لگتا۔ کتنے لوگوں نے خود بھوکے رہ کر مولانا کو کھلایا۔ کیوں کہ انہیں یہ بتایا گیا تھا کہ یہ مہمانان رسول ہیں اور یہ چلتے ہیں تو ان کے قدم کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں اور ان کی دوات کی روشنائی شہیدوں کے خون سے زیادہ قیمتی ہے۔ اسی لیے اہل مبارک پور بھی ان سے فرشتوں کی سی توقع رکھتے اور ویسا ہی احترام بھی کرتے بعد کے حالات نے احترام وعقیدت کی وہ فضا تو ختم کر دی لیکن اب بھی جس اعزاز واکرام کے ساتھ اہل مبارک پور طالب علموں کو کھانا کھلاتے ہیں پورے ہندوستان میں اس کی نظیر نہیں۔

اور رہنے سہنے کا مسئلہ یوں حل کیا گیا کہ مختلف دالانوں، امام باڑوں اور مسجد کے حجروں، شیخ محمد امین صاحب صدر مدرسہ کے مکان وغیرہ مختلف جگہوں پر ان کے قیام کا انتظام۔ قیام وطعام کے اس انتظام اور طلبہ کے مذکورہ بالا مشغلہ علمی کی وجہ سے پورے مبارک پور میں ایک علمی ہل چل پیدا ہوگئی جس کا اثر اشرفیہ کے حلقہ سے باہر بھی محسوس کیا جانے لگا۔

کتابوں کا قحط:

معاملہ صرف غذائی پریشانی تک نہیں تھا بلکہ کھانے پینے، رہنے سہنے کے علاوہ طلبہ کو اور بھی ضرورتیں تھیں جنہیں کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جب طلبہ زیادہ ہوئے تو ان کے لیے کتابیں بھی درکار ہوئیں۔ دارالعلوم کے ذمہ داروں نے اس سلسلے میں بڑی تگ ودو کی۔ مخیر حضرات نے اپنی طرف سے کتابیں خرید کر وقف کیں۔ پرانی روداد وں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ جناب حاجی محمد عمر صاحب کا نام سب سے پہلے کتابیں وقف کرنے والوں میں ملتا ہے جنہوں نے شرح جامی، ملاحسن، میر قطبی وغیرہ سیکڑوں روپئے کی کتابیں دیں۔ (روداد ١٣٦١ھ/١٩٤٢ء تا ١٣٦٢ھ/١٩٤٢ء ص ١٦)

(حوالہ اشرفیہ کا ماضی اور حال۔ بدر القادری ص ٢٧، ٢٨)

اور بھی کچھ لوگوں نے کوشش کر کے مدرسہ کے لیے کتابیں فراہم کیں اور سالانہ بجٹ میں اس کے لیے رقم منظور ہوئی مگر پھر بھی کتابیں ہمیشہ پڑھنے والوں کے لحاظ سے کم ہی رہیں۔ بالآخر اس کے لیے خاص طور سے اپیل شائع ہوئی۔

مثالی حوصلہ مندی:

١٣٦٣ھ/١٩٤٤ء تک دارالعلوم کے سارے اخراجات کی کفالت صرف اہل مبارک پور کرتے رہے کسی باہری اشتراک وتعاون کا کوئی دخل نہ تھا۔ "باغ فردوس" کی قلعہ نما شاندار عمارت کا مکمل صرفہ اہل مبارک پور نے اپنی جیب سے

پورا کیا مگر جب طلبہ، مدرسین اور دوسرے شعبوں میں ترقی ہوئی تو باہری اعانت ضروری ہوگئی۔

اشرفیہ تحریک:

مدرسین کا بڑھتا ہوا اسٹاف، طلبہ کی تعداد میں سال بہ سال اضافہ، ''باغ فردوس'' کی دومنزلہ وسیع عمارت بھی تنگ ہوگئی۔ (معائنہ حضرت مولانا نذیر الاکرم صاحب، رحمۃ اللہ علیہ مرادآبادی ۸ رفروری ۱۹۶۰ء)

''طلبہ کی تعداد زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ دارالعلوم کی وسیع اور مایہ ناز عمارت بھی اب ناکافی ہے۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں جلد کسی عالی شان عمارت کا انتظام فرمادے اور اس گلشن سنیت کو لہلہاتا ہی رکھے اور اس کی ایمانی اور عملی عطر باریوں سے دنیا مہکتی رہے۔'' (ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد)

یہ تنگی ۱۹۶۰ء میں پیدا نہیں ہوئی بلکہ اس سے پانچ سال پیشتر کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ بہت پہلے سے موجود تھی

روداد ملاحظہ ہو:

''آپ کو یہ معلوم کر کے بے حد تعجب اور بے پایاں مسرت ہوگی کہ الحمد للہ یہ عمارت بھی اب مدرسہ کے لیے ناکافی ہے چنانچہ اس ضرورت کو محسوس کر کے گولہ بازار میں ایک زمین خریدی گئی ہے اور ارادہ کیا گیا ہے کہ نیچے کا وہ حصہ جو دوکان کے لائق ہے اس کی دوکان بنوائی جائے اور جو حصہ اس کے علاوہ بچے اس کا دارالاقامہ بنا کر اس میں طلبہ کو رکھا جائے مگر افسوس اور ہزار افسوس چند بدطینت لوگوں نے اس زمین ومکان کو دارالعلوم کی ملکیت ہونا گوارہ نہ کیا اور محض از راہ شرارت اس زمین پر مقدمہ قائم کر دیا۔ (روداد ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء ص ۵)

الجامعۃ الاشرفیہ۔عربی یونیورسٹی کا منصوبہ:

معمار قوم وملت سیدنا حافظ ملت ایک عظیم منصوبہ ساز تھے وہ آگے اور آگے بڑھنا چاہتے تھے اور دارالعلوم اشرفیہ کو ایک عظیم عربی یونیورسٹی میں تبدیل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔

ہم کہاں رکتے ہیں عرش وفرش کی آواز سے
ہم کو جانا ہے بہت اونچا حد پرواز سے

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی فکر رسا نے اچھی طرح اس حقیقت کا سراغ لگا لیا تھا کہ کوئی قوم اپنے قائد کے بغیر نہ اپنا وجود باقی رکھ سکتی ہے۔ اور نہ اپنے تشخص کا تحفظ کر سکتی ہے۔ اور یہ نکتہ بھی ان کی نگاہ سے مخفی نہیں تھا کہ تعلیم کے بغیر قائدانہ صلاحیتوں کا ابھرنا ممکن نہیں ہے۔

اس لیے حقائق کی روشنی میں انہوں نے ایک ایسے آفاقی سطح کے دینی تعلیمی مرکز کے قیام کا فیصلہ کیا جہاں سے علماء اسلام کی بارآور نسل ہمیشہ پیدا ہوتی رہے۔

حضرت کی نگاہ سے یہ حقیقت بھی پوشیدہ نہیں تھی کہ کسی ہمہ گیر تعلیمی منصوبے کی تکمیل کے لیے بنیادی طور پر دو چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ بہترین اسٹاف اور ضرورت کے مطابق عمارتیں۔

اسٹاف تو حافظ ملت نے اپنی تیس سالہ تدریسی زندگی میں خود تیار کرلیا تھا۔ علم وفن کے اصناف میں خود ان کے پیدا کردہ ماہرین اتنی بڑی تعداد میں تھے کہ وہ جہاں بھی بیٹھ جاتے ایک دینی یونیورسٹی کی بنیاد پڑ جاتی لہذا اب سوال صرف عمارتوں کی تعمیر کا تھا اوراس کے لیے ضرورت تھی وسیع وعریض خطہ زمین کی چنانچہ حضرت نے مبارک پور کے باہر زمینوں کی خریداری کا سلسلہ شروع کیا۔ جب ۳۲/ ایکڑ زمین کا وسیع رقبہ حاصل ہوگیا تو اب انہیں کام کے آغاز کی فکر ہوئی۔

چوں کہ اس وقت حافظ ملت اشرفیہ کے صرف صدر مدرس تھے اور انہیں انتظامی امور میں اتنا دخل نہیں تھا کہ وہ اس عظیم منصوبہ کو اپنی صوابدید پر شروع کرسکیں لہذا انہیں اس کے لیے مجلس انتظامیہ سے اجازت کی ضرورت تھی مگر اس میں کامیابی ہوتی نظر نہ آئی تو انہوں نے عمر عزیز کو مزید انتظار میں گزارنے کے بجائے دارالعلوم اشرفیہ سے استعفا دے دیا۔ یہ شعبان ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء کا واقعہ ہے۔

حضرت کے استعفا سے مبارک پور میں ایک ہلچل مچ گئی ۔ اس بات کو لے کر ۱۶/ شوال المکرم ۱۳۸۸ھ صبح مطابق ۶/ جنوری ۱۹۶۹ء دن کے ۹/ بجے سے ۱۱/ بجے تک ورکنگ کمیٹی اور رات کے ۸/ بجے سے ۱۰/ بجے تک جنرل کمیٹی کا ہنگامی اجلاس زیر صدارت حضرت سرپرست صاحب قبلہ (حضرت مولانا سید مختار اشرف قبلہ علیہ الرحمہ کچھوچھوی) دارالعلوم اشرفیہ منعقد ہوا۔ ایجنڈا درج ذیل ہے:

(۱) حافظ ملت شیخ الحدیث صاحب دارالعلوم ہذا کے استعفا اور پھر مشروط واپسی کے نتیجے میں جماعت اہل سنت کے اندر جو ہیجانی کیفیت پیدا ہوگئی ہے اسے دارالعلوم اشرفیہ کی ورکنگ کمیٹی انتہائی تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اور اس کی قطعی رائے ہے کہ اس ہیجان خیز ماحول میں جذبات سے بالاتر ہوکر مکمل سنجیدگی سے کام نہ لیا گیا تو جماعت یقینی طور پر افتراق کا شکار ہوجائے گی ۔ جس کا لازمی اثر دارالعلوم اشرفیہ کی کارکردگی پر پڑے گا۔ اور یہ ایسا مذہبی اورملی نقصان ہوگا جس کی تلافی ناممکن ہوگی۔

(۲) جناب شیخ الحدیث صاحب دارالعلوم اشرفیہ نے اپنی واپسی کی جو شرط تحریر فرمائی ہے اس کے بارے میں جماعت اہل سنت دو حصوں میں بٹ چکی ہے اور یہ صورت حال ہمارے مستقبل کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ عوام کے سامنے کوئی ایسا حل پیش کیا جائے جس سے شیخ الحدیث حافظ ملت کی اصل شکایت بھی رفع ہوجائے اور عوام کے اندر اتحاد واتفاق کی لہر دوڑ جائے۔

مذکورہ بالا دونوں ایوانوں میں مقررہ ایجنڈے پر مختلف خیالات پیش کیے گئے ۔ بالآخر جنرل کمیٹی نے متفقہ طور پر حضرت سرپرست صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی صوابدید پر فیصلہ کے انحصار کا اعلان کردیا۔ چنانچہ حضرت ممدوح کا درج ذیل تحریری فیصلہ باتفاق آرا منظور ہوا۔

فیصلہ:

حافظ ملت مولانا عبدالعزیز صاحب شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کے استعفا نامہ سے پیدا شدہ بحرانی

حقیقت نگار مورخ کا قلم ۲۱/ربیع الاول ۱۳۹۲ھ ۶/مئی ۱۹۷۲ء کی تاریخ کو جلی حرفوں سے لکھے گا۔ کیوں کہ یہی وہ تاریخ ہے جس کی ساعت وسطیٰ میں مغرب کے سفر پہ جاتے سورج نے کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ مبارک پور کی مبارک سرزمین پر علوم انبیاء کے سچے وارثوں نے اپنے ہاتھوں سے دین وملت کے شہرستان کی نیو میں اینٹیں رکھی تھیں۔

اس منظر کو تاجدار ویکلی بمبئی کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:

"مفتی اعظم ہند قبلہ کی رہبری میں جب علما کا قافلہ چلا تو اعلان وہدایت کے باوجود مسلمانوں کا اپنے جذبات مسرت پہ قابو پانا ناممکن ہوگیا۔ والنٹیر اور رضا کاروں کی پوری فوج اپنی کوشش کے باوجود دیوانگی شوق کے اس قابل احترام اظہار پر نظم وضبط کا کوئی پہرہ نہ بٹھاسکی۔ جذبات محبت کے دیوانے اپنے اکابر کی قدم بوسی دست بوسی اور مصافحہ کے لیے شوق کی وارفتگی میں مچل رہے تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند کی قیادت میں جب علما کا کارواں اس سرزمین پر پہونچا، جہاں سنگ بنیاد رکھا جانے والا تھا۔ تو پوری فضا عشق وایمان اور کیف ومستی کی برسات میں بھیگی ہوئی تھی۔ جذبۂ مسرت سے چھلکتے ہوئے آنکھوں کے پیمانے۔ لب پر درود وسلام کے نذرانے، رہ رہ کر نعرۂ تکبیر ورسالت کی تکرار۔ پوری فضا پر عشق ومحبت اور شوق وتمنا کا پھیلا ہوا جادو۔ اس ماحول میں حضور مفتی اعظم ہند کا اس یونیورسٹی کے لیے پہلی اینٹ رکھنا۔ ایک ایسا نورانی منظر تھا۔ جس کی لذت روح تو محسوس کرسکتی ہے۔ مگر الفاظ ومعانی کی دنیا تعبیر سے قاصر ہے۔ (تاجدار ۱۲/مئی ۱۹۷۲ء ص ۷)

مجلس علما:

ملت کے ہزاروں نمائندے ملک کے گوشے گوشے سے اس ساعت سعید کا منظر اپنی نگاہوں میں سمیٹنے کے لیے جمع تھے۔ یہ سہ روزہ تعلیمی کانفرنس جو ہندوستانی مسلمانوں کے تعلیمی مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے منعقد ہوئی تھی۔ اپنے دامن میں عزم وحوصلہ کی بے پناہ وسعت رکھتی تھی۔ ملک کے مسلمان نمائندے جن اہم موضوعات پر سنجیدگی سے غور کرنے کے لیے جمع تھے وہ یہ ہیں۔

(۱) مقتضائے وقت کے مطابق ایک جامع اور جدید نصاب تعلیم کی تدوین پر غور۔

(۲) بین المدارس تعلقات کے اخلاقی اور ادارتی ضابطوں کی تشکیل پر غور۔

(۳) موجودہ معاشرہ کی اخلاقی، اصلاحی، تبلیغی، اجتماعی، علمی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر عربی مدارس کے طلبہ کی ذہنی علمی اور عملی تربیت کے لیے ایک جامع نظام کی ترتیب پہ غور۔

(۴) عربی مدارس کے درمیان تعلیمی معیار کی حد بندی پہ غور۔

(۵) دینی مدارس کے نظام عمل میں مناسب تبدیلیوں کے لیے مدارس کے نمائندگان پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ کی تشکیل، کانفرنس کی مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۶/مئی ۱۹۷۲ء، ۸/بجے دن میں ان تمام مسائل پر صائب الرائے حضرات نے نہایت سنجیدگی سے غور وخوض کرکے ایک ایک موضوع کا واضح حل تلاش کیا۔ جس پر بحمد اللہ عملی کارواں بڑی

سبک خرامی سے رواں دواں ہے۔

میں ظلمت شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہوگی آہ میری نفس مرا شعلہ بار ہوگا

اجلاس عام:

۶/۵ ر۷ رمئی ۱۹۷۴ء تینوں شب اجلاس عام منعقد ہوئے۔ جن میں علماء کرام کے ولولہ انگیز بیانات ہوئے۔ اور اس مرکزی درسگاہ کی تعمیر وترقی کے لیے پوری ملت اسلامیہ کو آمادگی کی دعوت دی گئی۔

مستقبل کے پلان کی وضاحت ہوئی۔ معماران قوم وملت نے نصوص قرآنیہ کی روشنی میں اس ضرورت کا اعلان کیا۔

☆ "مَنْ ذَاالَّذِی یُقْرِضُ اللّٰہ قَرضاً حَسَناًفَیُضٰعِفَه لَه اَضْعَافًا کَثِیرًا"

ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اس کے لیے بہت گنا بڑھا دے۔

☆ مَثَلُ الَّذِینَ یُنْفِقُونَ اَموَالَهُم فِی سَبیلِ اللّٰه کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۢبَتَتْ سَبعَ سَنَابِلَ فِی کُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِأَةُ حَبَّةٍ"

ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں۔ ہر بال میں سو دانے۔ (سورۂ بقرہ پارہ ۳ ع ۳۶)

☆ اَفَرأَیْتُمْ مَا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُم تَزْرَعُونَ اَم نَحْنُ الزّٰارِعُونَ لَوْنَشَاء لَجَعَلْنَاه حطامًا فَظَلْتُم تَفَکَّهُونَ"

تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔ کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔ ہم چاہیں تو اسے روندن کردیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔ (سورہ واقعہ پارہ ۲۷ رع ۱۴)

آخری اجلاس:

۷ رمئی کو دن بھر شدید دھوپ اور لو، رہی رات ہوئی تو ہوا کے سرد جھونکوں نے ماحول کو خوشگوار بنا دیا۔ اسی نور بار رات میں کانفرنس کا آخری اجلاس عام منعقد ہوا۔ دیوانگانِ رسول عشق وایمان کی وارفتگی میں متوالے ہوئے جارہے تھے۔ کیوں کہ ان کے روبرو گنبد خضریٰ کا دل فریب منظر تھا۔ نور ورحمت میں بھیگی ہوئی رات کا ایک ایک لمحہ سرمایۂ حیات کی قربانی کا پیغام بن کر دل کے دروازہ پہ دستک دے رہا تھا۔ نائبین رسول کی زبان سے ملت بیضاء کی زندگی کے لیے اہل ایمان کے جذبات کی قربانی مانگی جارہی تھی۔ اشک بار نگاہیں محسوس کررہی تھیں۔ گویا دیار حبیب سے ہوکر آنے والی بادصبا سینے میں ایمان کی متلاطم موجوں سے سرگوشیاں کررہی ہے اور نور ورحمت والے تاجدار اپنے دیوانوں پر رحمت کی پوری فراوانی کے ساتھ متوجہ ہیں۔

بھر گیا دامن نظارہ گل نرگس سے
آنکھ اٹھا کر جو کبھی تونے ادھر دیکھ لیا

تکبیر کی ضربوں نے دلوں کو بے قابو کردیا۔ اور مسلمانوں نے اپنا قیمتی سرمایہ تعمیر ملت کے لیے وقف کردیا۔ دینے والوں نے دامن خالی کرلیے ایسا لگتا تھا گویا اسٹیج پہ روپیوں کا مینہ برس رہا ہے۔ ملک بھر کے اس نمائندہ اجلاس میں بھی مبارک پور کی ایمانی بالیدگی کے نقوش سب سے روشن رہے۔

اے مبارک پورا اے رشک شعور علم وفن
دیکھتا ہے چشم حیرت سے تجھے چرخ کہن

توشعور و آگہی تومخزن اسرار ہے
تیرے ہر ذرہ میں شور موج گوہر بار ہے

مثل سیماب آج بیداری تری جوبن پہ ہے
رب ارنی کا تقاضا پھر ترے چتون پہ ہے

اسی کانفرنس کا اثر ہے کہ آج لق ودق ویرانہ میں الجامعۃ الاشرفیہ کی درسگاہ اپنی پیشانی پر قربانی ملت کے یہ سنہرے نقوش لیے کھڑی ہے۔

درسگاہ کی تعمیر میں حصہ لینے والے ہمدردان ملت

اسمائے گرامی	مکمل پتہ	جزوعمارت	سائز
جناب الحاج حفیظ اللہ صاحب	رئیس چیت بڑا گاؤں۔ بلیا	دارالحدیث	۴۲×۴۲
جناب حاجی غلام حسین وحاجی محمد حسین صاحبان	محلہ پرانی بستی۔ مبارک پور۔ اعظم گڑھ	ہال کمرہ	۴۰×۳۰
جناب محمد ابراہیم محمد جعفر تنکیکر	اورن ضلع قلابہ بمبئی	ہال کمرہ	۲۰×۳۰
جناب الحاج منظور احمد صاحب	نوادہ مبارک پور اعظم گڑھ	ہال کمرہ	۲۰×۳۰
جناب محمد مزمل وخلیل احمد صاحبان	پرانی بستی مبارک پور اعظم گڑھ	کمرہ	۲۰×۳۰
جناب عبداللہ صاحب ابن حاجی محمد صدیق مرحوم	پورہ صوفی مبارک پور اعظم گڑھ	کمرہ	۲۰×۳۰
جناب محمد حسن صاحب ابن حاجی محمد صدیق مرحوم	پورہ صوفی مبارک پور اعظم گڑھ	کمرہ	۲۰×۳۰
جناب عبدالرشید وعبدالقیوم صاحبان	پرانی بستی مبارک پور اعظم گڑھ	کمرہ	۲۰×۳۰
جناب الحاج محمد منیر صاحب	نوادہ مبارک پور اعظم گڑھ	کمرہ	۲۰×۳۰
جناب محمد ابن حاجی عبدالکریم صاحب	پورہ رانی مبارک پور اعظم گڑھ	کمرہ	۲۰×۳۰

جناب حاجی رحمت اللہ ابن حاجی عبدالکریم مرحوم	پرانی بستی مبارک پور اعظم گڑھ	کمرہ	۲۰x۳۰
جناب احسان احمد و محمد نعمان صاحبان	پورہ رانی مبارک پور اعظم گڑھ	کمرہ	۲۰x۳۰
جناب نیاز احمد ابن حاجی محمد تقی صاحب	پورہ رانی مبارک پور اعظم گڑھ	کمرہ	۲۰x۳۰
جناب محمد سعید ابن حاجی منور سیٹھ	پورہ صوفی مبارک پور اعظم گڑھ	کمرہ	۲۰x۳۰
جناب علی حسین ابن حاجی محمد ابراہیم سابق متولی	پرانی بستی مبارک پور اعظم گڑھ	کمرہ	۲۰x۳۰
جناب الحاج سیٹھ محمد ریاض علی صاحب	ماہل ضلع اعظم گڑھ	کمرہ	۲۰x۳۰
جناب الحاج شہرت علی صاحب	مئو پوسٹ براؤں ضلع بستی	کمرہ	۲۰x۳۰
جناب محمد مصطفےٰ صاحب سیٹھ	آگرہ روڈ کرلا بمبئی	کمرہ	۲۰x۳۰
جناب الحاج منیجر خاں صاحب	دھتکی ڈیہ جمشید پور، بہار	کمرہ	۲۰x۳۰
اہلیہ محترمہ جناب منیجر خاں صاحب	دھتکی ڈیہ جمشید پور بہار	کمرہ	۲۰x۳۰
جناب الحاج محمد ظہور صاحب	چیت بڑا گاؤں ضلع بلیا	کمرہ	۲۰x۳۰
جناب محمد مرسلین صاحب	ڈمزن لین کلکتہ	کمرہ	۲۰x۳۰
جناب الحاج عبدالمنان صاحب	ہوڑہ	کمرہ	۲۰x۳۰
جناب سیٹھ محمد اقبال صاحب	خیرآباد اعظم گڑھ	کمرہ	۱۵x۳۰
جناب آفتاب احمد صاحب	عظمت گڑھ، اعظم گڈھ	کمرہ	۲۰x۳۳½
جناب الحاج عبدالرزاق مرحوم	انصاری منزل مرادآباد	کمرہ	۱۵x۳۰
جناب ڈاکٹر عبدالمجید خاں صاحب	بلرام پور گونڈہ	کمرہ	۱۶x۳۳½
جناب الحاج عبدالقدوس صاحب	سدانند بازار، بنارس	کمرہ	۱۶x۳۳½
جناب مولانا غلام یٰسین صاحب	مدن پورہ، بنارس	کمرہ	۱۶x۳۳½

زبان خلق

پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

"کل ہند تعلیمی کانفرنس میں علما، مشائخ، مفکرین، شعرا اور سینکڑوں ڈیلی گیشنز کے علاوہ درجنوں مؤقر اخبارات کے نمائندوں نے بھی شرکت کی اور ہندی، اردو اور انگیریزی کے اخبارات نے اس کے متعلق نہایت واضح

بیانات وتبصرے بھی شائع کیے۔

سب تو نہیں مگر ان میں سے صرف اردو اخبارات کے چند تراشے ہم بلا تبصرہ ''زبان خلق'' کے عنوان سے پیش کرتے ہیں۔

''شاباش ہیں اہل مبارک پور جنہوں نے چند دنوں میں قومی ضرورت کے لیے ڈیڑھ لاکھ روپیہ جمع کر دیا''۔

۵، ۶، ۷، مئی کو مبارک پور میں کل ہند تعلیمی کانفرنس پوری طرح کامیاب رہی۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے سینکڑوں علما و مشائخ کے علاوہ ہزاروں مشاہدین وعمائدین نے شرکت کی۔ (روزنامہ پیغام کانپور ۱۴ رمئی ۷۲ء)

اہل مبارک پور کا جذبۂ اسلامی واقعی قابل دید ہے۔ اور ایک اعلیٰ مثال ہے۔ جنہوں نے چند دن کے اندر ڈیڑھ لاکھ روپیہ یونیورسٹی کے لیے فراہم کر دیا۔ جو روپیہ دینے کے قابل نہ تھے انہوں نے سونے چاندی کے زیورات اور جو کچھ ان کے پاس تھا نذر کر دیا۔ ایڈیٹر پیغام کا کہنا ہے کہ ۶ رمئی کو میری موجودگی میں صرف نصف گھنٹہ کے اندر پچاس ہزار روپے لوگوں نے جمع کر دیا۔ ان میں زیادہ تر نقد رقم تھی کچھ چک اور زیورات تھے۔ (ایضا)

کل ہند تعلیمی کانفرنس مبارک پور

۵ رمئی ۷۲ء کی شام سے شروع ہو کر ۸ رمئی کی صبح کو کل ہند تعلیمی کانفرنس کی روح پرور اور عہد آفریں تقریب ختم ہوئی۔ قصبہ کے باہر ایک مربع میل کے رقبہ میں تین دنوں تک خیموں، شامیانوں استقبالیہ کے دفاتر اور رنگا رنگ دوکانوں کا جو شہر بسا ہوا تھا وہ آج ختم ہو گیا۔ ایک اندازہ کے مطابق اس میں شریک ہونے والوں کی تعداد تین لاکھ سے متجاوز تھی۔ کئی سو معززین وعمائدین اور ملک کے ہر صوبہ سے تقریباً پانچ سو علما و مشائخ اور دینی مدارس کے اساتذہ نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔ (روزنامہ سیاست جدید ۱۸ رمئی ۷۲ء)

ہر سہ اجلاس شب کے آخری حصہ تک پورے کیف ونشاط میں چلتے رہے ۶ رمئی ۷۲ء کی شام کو دس ہزار کے مجمع میں ''حضور مفتی اعظم ہند قبلہ'' اور دیگر اکابرین ملت نے مجوزہ عربک یونیورسٹی کا سنگ بنیاد رکھا۔ حافظ ملت کی سربراہی میں تعمیر ہونے والی یونیورسٹی کے ساتھ اہل مبارک پور اور بیرونی مخلصین کے والہانہ جذبۂ عقیدت کا سب سے کھلا ہوا مظاہرہ اس وقت ہوا جب سنگ بنیاد کے موقع پر صرف درسگاہ کی مرکزی عمارت کے سارے کمروں کی تعمیر کا ذمہ چند اصحاب خیر نے لے کر کئی لاکھ افراد کو محو حیرت بنا دیا عطیات کی صورت میں جن رقوم کا اعلان کیا گیا۔ ان کا میزانیہ پچاس ہزار سے متجاوز تھا۔ مردوں کے علاوہ عورتوں نے بھی اپنے طلائی اور نقرئی زیورات دے کر اپنے جذبۂ عقیدت کا ثبوت دیا۔ (ایضا)

۲۸ رکمروں کے بنوانے کی ایک ایک اور دو دو کر کے لوگوں نے ذمہ داری لے لی۔ ۲۸ رہزار نقد اور ۲۲ رہزار روپے کے لوگوں نے وعدے کیے۔ مستورات نے ڈھائی ہزار روپے کے زیورات دیئے۔ اہل مبارک پور ایک لاکھ ۷۵ رہزار پہلے ہی دے چکے تھے۔ چندوں کا یہ سلسلہ جاری ہے اس یونیورسٹی کی تعمیر میں آسام، بنگال، اڑیسہ، بہار، یوپی،

کشمیر، گجرات، مہاراشٹر، آندھرا پردیش اور نیپال سے آئے ہوئے نمائندوں نے بھی چندہ دیا۔ مختصر یہ کہ تعمیرات سے متعلق جس قدر رقم کی ابتدائی ضرورت تھی ۔ اس سے بھی زیادہ رقم جمع ہوگئی (یہ اخبار کا اپنا نظریہ ہے صورت واقعہ کا اس سے مطابق ہونا ضروری نہیں) عطیہ دینے کا یہ اچھوتا انداز بنکروں کے فراخ دلی کی خصوصیت ہے ۔ ایسا منظر ہندوستان کے کسی حصہ میں نظر آنا ممکن نہیں۔

یونیورسٹی سے متعلق کانفرنس میں سیکڑوں عالموں اور تقریباً دو ہزار ڈیلی گیٹوں نے حصہ لیا۔

کل ہند تعلیمی کانفرنس نے مولانا عبدالعزیز صاحب کو اپنے اعتماد اور حمایت کا یقین دلایا۔ (قومی آواز لکھنؤ ۱۴رمئی ۱۹۷۲ء)

''جوش عمل اور جذبۂ ایثار کا بے مثال مظاہرہ ایک تاریخ ساز اجتماع'' یہ کانفرنس حضور حافظ ملت کی چالیس سالہ دینی خدمات کا جشن اعتراف تھا جس میں پوری قوم نے اپنے اعتماد اور بھروسے کی کل پونجی اس مرد حق آگاہ کے قدموں پر نچھاور کر کے اپنی حق پسندی، احسان شناسی، اور شکر گزاری کا ایسا ثبوت دیا جس کی مثال ماضی قریب کی تاریخ میں نہیں ملتی ۔ نمائندہ ہفتہ وار ''تاجدار'' اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے۔

یہ کانفرنس دین وشریعت کے تحفظ اور تعلیمات رسول کی ترویج واشاعت کے لیے مسلمانوں کے جذبات احساسات اور شعور کا ایسا بے غبار آئینہ ہے جس میں ملت کی تمناؤں کا تابندہ رخسار دیکھا جا سکتا ہے۔

۵، ۶، ۷رمئی ۷۲ء مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں ہونے والی کل ہند تعلیمی کانفرنس کا چرچا اور شہرہ مہینوں سے تھا۔ الحمد للہ کہ ملت کا یہ عظیم اجتماع یقین کی تمام دولتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے انتہائی کامیابی اور حسن وخوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ پورا قصبہ مبارک پور اور ایک ایک گھر اور ہر گھر کے تمام افراد نے اس کانفرنس کو اپنے قلب کی دھڑکن اور روح کی آرزو سمجھتے ہوئے ۔ اپنے تن من دھن سے اسے کامیاب بنانے اور نتیجہ خیز ثابت کرنے میں اپنی بہترین صلاحیتیں وقف کر دیں۔ اور اس طرح اہل مبارک پور کی ان خدمات نے اپنے باشندوں کو شہرت دوام باعث فخر اور لائق رشک بنا دیا۔ ادارہ تاجدار تمام سنی مسلمانوں کو اس شاندار کامیابی اور مخلصانہ خدمات پر مبارک باد پیش کرتا ہے۔ بارہ ایکڑ زمین پر پھیلی ہوئی طویل وعریض جلسہ گاہ خیموں، چھولداریوں اور پنڈالوں کی سجی ہوئی ایک بستی اور کہکشاں بدوش روشنیوں کا ایک خوبصورت ترین شہر معلوم ہو رہا تھا۔ لاکھوں آدمیوں کا بے پناہ ہجوم شوق وجذبات میں اکابرین ملت کے ایمان افروز پیغامات سننے کے لیے امنڈ پڑا تھا۔ دلوں کی وسعت کے باوجود قصبہ کی آبادی اپنے مہمانوں کے لیے خاصی تنگ ہوگئی تھی ۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد جلسہ کی باقاعدہ کاروائی کا آغاز ہوا۔ نعرۂ تکبیر کی گونج میں صدر کانفرنس ''حضور سید العلماء'' نے خطبۂ صدارت کا آغاز فرمایا۔ پورا خطبہ ایمان وعمل کی تاریخ میں ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ بدلے ہوئے حالات میں دینی تعلیم کا تحفظ ہمہ گیر اشاعت اور دارالعلوم اشرفیہ کو پورے ملک کے لیے ایک عظیم یونیورسٹی میں ڈھال دینے کا حسین ترین خاکہ تھا۔ ایک ایسی تعلیم گاہ جس میں دینی شعور اور اسلامی احساس کی بنیاد پر مسلمانوں کی نئی پود کو حالات حاضرہ کی مکمل بصیرت مل سکے اور اسی کے ساتھ ساتھ ایک ایسی تربیت گاہ جہاں معاشی مشکلات کو دور کرنے

کے لیے فن اور ہنر کے مختلف شعبے قائم کیے جائیں۔ پورے خطبہ میں مستقبل کی حسین تعمیر کے لیے واضح اشارات موجود ہیں۔ (ہفتہ وار تاجدار ۱۲؍مئی ص ۷)

یقین ہے کہ تعمیری پروگرام اور دوسرے تمام کاموں پر جلد از جلد قابو پالیا جائے گا اور آج کا خاکہ کل کی ایک تاریخی حقیقت میں تبدیل نظر آئے گا۔ یہ صحیح ہے کہ تمام کاموں کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے پچاس لاکھ سے زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ پورے ملک کے حساس باشعور مخلص اور دیندار سرمایہ دار اس تعمیر میں اپنی دولت کا قابل ذکر حصہ خرچ کرنے کے لیے منتظر اور بے چین ہیں اس سلسلہ میں اہل مبارک پور کا ایثار اتنا مثالی ہے کہ جس کو مستقبل کا مورخ ایثار وقربانی کی داستان کا عنوان بنائے گا۔ چھوٹے سے قصبے نے تقریباً پونے دو لاکھ روپے محبت کی پہلی قسط کے بطور حاضر کیے ہیں۔ دوسرے اور تیسرے اجلاس میں پچاس ہزار سے زائد کی نقد رقم وصول ہو چکی ہے اس طرح یہ ابتداء حسن انتہا کا بہترین ثبوت ہے۔

زندہ باد اے مرکز دین وشریعت زندہ باد
زندہ باد اے حافظ ناموس ملت زندہ باد

(ایضا)

عربی یونیورسٹی کا سنگ بنیاد ایک عظیم مقصد کی ابتدا ہے

''اہل مبارک پور نے ریگزار کو گلزار بنا دیا'' نمائندہ اعظمی ٹائمز اپنی رپورٹ میں رقم طراز ہے۔

پچھلے ایک ہفتہ سے دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مبارک پور کے منتظمین اور اہل مبارک پور حضرت مولانا عبد العزیز صاحب کی سربراہی میں جس جذبۂ شوق، ہمت او رلگن کے ساتھ ایک کل ہند پیانہ پر تعلیمی کانفرنس اور سنی یونیورسٹی کے قیام کے لیے کوشش کر رہے تھے اس نے ۵؍مئی کی شام کو حقیقت کا روپ اختیار کرلیا اور یونیورسٹی کی مجوزہ ۱۱ ایکڑ زمین پر انسانوں کا موجیں مارتا ہوا سمندر جو گواہ تھا اس بات کا کہ پرخلوص جذبۂ ایمانی، عمل پیہم اور مستقل مزاجی اپنی راہ میں حائل بڑی سے بڑی رکاوٹوں کی پرواہ نہیں کرتی اور انہیں ٹھوکروں سے ہٹاتی منزل کی طرف گامزن رہتی ہے۔ اہل سنت وجماعت کے تمام رہنماؤں کے علاوہ تقریبا دو ہزار ڈیلی گیٹ ملک کے کونے کونے سے اس تعلیمی کانفرنس اور تقریب سنگ بنیاد میں شرکت کرنے کے لیے آئے تھے۔ بریلی سے ''مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب'' اور بمبئی سے سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفےٰ صاحب ''صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء'' کی تشریف آوری اور سرپرستی نے اس کی افادیت، اہمیت اور فضیلت کو اور منور کر دیا تھا۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسہ، مولانا قاضی شمس الدین صاحب جون پور، حضرت مولانا سید شاہ اسرار الحق صاحب کوٹہ، مولانا عبد المصطفےٰ صاحب، مولانا مفتی رضوان الرحمٰن صاحب اندور، مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی الہ آباد، مولانا ارشد القادری صاحب جمشید پور ٹاٹا، اور حضرت بیکل اتساہی بلرامپور سے اس تقریب میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے۔

(اعظمی ٹائمز ۱۰ر مئی ۷۲ء)

''بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی اس عظیم مقصد کی تکمیل میں سدّ راہ نہ بن سکے گی''

۵ر مئی کو بعد نماز عشاء جلسۂ عام کا آغاز ہوا۔ جس میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے صدر حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب نے ایک بصیرت افروز تقریر کی جس میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے اجتماع کی اہمیت اور ایک یونیورسٹی کے قیام پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے فرمایا کہ سنی یونیورسٹی کے قیام کا مقصد قرآن کی روشنی میں یونیورسٹی کے مختلف شعبوں سے ایسے طالب علم پیدا کرنا ہے جو اگر ایک طرف اسلام کی تصویر ہوں گے تو دوسری طرف عصر جدید کے تقاضوں سے اس طرح ہم آہنگ ہوں گے کہ جدیدیت سے مرعوب ہونے کے بجائے مذہب اور دین کے لیے سپر کا کام بھی کریں گے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں بار بار قرآن کی اہمیت پر زور دیا اور کہا کہ صرف قرآن کی تعلیم ہی ایک یونیورسٹی کے قیام کے تقاضوں کو پورا کردے گی۔ انہوں نے تقریر کے دوران میں ان لوگوں کو بار بار تنبیہ کی جو اس عظیم اجتماع اور یونیورسٹی کے مقصد میں رخنہ انداز ہونا چاہتے ہیں انہوں نے عوام کو یقین دلایا کہ کوئی بھی مخالفت عوام کے عزم محکم کو روک نہ سکے گی۔ (ایضاً)

کانفرنس کے بعد ہی ۵ر جولائی ۷۲ء سے تعمیری کام شروع ہوگیا۔ پورے ملک کے مسلمانوں میں اس تعمیری جوش وخروش کی لہر محسوس کی گئی اور مجوزہ پروگرام کے ماتحت علما کا ایک وفد ملک کے مختلف حصوں میں گیا۔ جس کا عامۃ المسلمین نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ خیر مقدم کیا اور تعاون پیش کیا۔ ذیل میں اسی سے متعلق چند اور تراشے پیش خدمت ہیں:

الجامعۃ الاشرفیہ کے وفد کی شاندار کامیابی:

یاد ہوگا کہ اس سے پہلے خبر دی جا چکی ہے کہ ''عربی یونیورسٹی'' مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کی بورڈنگ ہاؤس اور دوسری عمارتوں کے لیے سرمایہ کی فراہمی کی غرض سے حضور حافظ ملت دامت برکاتہم القدسیہ کی سربراہی میں جمشید پور بھیونڈی، بمبئی کے لیے وفد روانہ ہو چکا ہے۔

الحمد للہ! وفد کی کامیابی کی ابتدائی رپورٹ نہایت حوصلہ افزا اور مستقبل میں روشن امکانات کی بہت بڑی ضمانت ہے جمشید پور سے علامہ ارشد صاحب، مولانا عبدالمنان صاحب مفتی دارالعلوم اشرفیہ نے اطلاع دی ہے کہ حضرت حافظ ملت قبلہ کی اپیل پر یہاں کے لوگوں نے والہانہ انداز میں ۶۵ر ہزار ۸ر سو روپے کا گرانقدر عطیہ پیش کیا۔ جمشید پور سے علامہ ارشد و مولانا اسرار الحق صاحبان حضرت کے ہمراہ ہو گئے اور وفد وہاں سے روانہ ہو کر بھیونڈی پہنچ چکا ہے۔ معلوم ہوا کہ بھیونڈی کے فداکاران اسلام نے بھی اپنی مالی قربانی اور بھرپور تعاون کا پورے جوش وخروش کے ساتھ یقین دلایا ہے۔

(اردو ٹائمز بمبئی ۱۱ر اکتوبر ۷۲ء)

عربی یونیورسٹی کے لیے عطیات کی فراہمی کا سلسلہ:

''بمبئی سے تقریباً تین لاکھ روپئے جمع ہونے کی توقع''۔ بمبئی ۲۵؍اکتوبر (اسٹاف رپورٹر) مبارک پور میں مجوزہ عربی یونیورسٹی کی تعمیر کے سلسلہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کی قیادت میں مقبول اور ممتاز شاعر بیکل اتساہی، مفتی عبدالمنان صاحب اور مولانا قمرالزماں صاحب پر مشتمل جو وفد بمبئی میں آیا ہے۔ اس نے بفضل خدا اب تک بمبئی کے مخیّر حضرات سے مل کر تقریباً ایک لاکھ روپیہ جمع کرلیا ہے ابھی عطیات کی فراہمی کا سلسلہ جاری ہے امید ہے کہ بمبئی سے تین لاکھ روپے اس عظیم دینی درسگاہ کے لیے حضور حافظ ملت صاحب کو نذر کیے جائیں گے۔ (اردو ٹائمز بمبئی ۲۷؍اکتوبر ۷۲ء)

اشرفیہ کے وفد کا پر جوش خیر مقدم:

۲۹؍ستمبر کو جو وفد حضرت حافظ ملت کی قیادت میں یہاں پہونچا ہے آج اس کا چوتھا دن ہے۔ قصاب واڑہ بنگال پورہ ''باغ فردوس'' کے عظیم الشان جلسوں میں وفد کے ارکان حضرت مولانا اسرار الحق صاحب، حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اور حضرت مولانا ارشدالقادری صاحب کی ولولہ انگیز تقریروں سے یہاں کے مسلمانوں میں دینی جذبات کا تلاطم قابل دید ہے۔ کل یکم اکتوبر کو پھر بعد نماز مغرب الحاج سیٹھ عبدالغفور صاحب مرشد شرفی کے دولت کدہ پر شہر کے عمائدین کا ایک خصوصی اجتماع ہوا جس میں زیر تعمیر یونیورسٹی کی تفصیلات اور اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی گئی۔ اس ضمن میں مولانا ارشدالقادری صاحب نے بتایا کہ یہ وفد جمشید پور سے یہاں پہونچا ہے جہاں کے مسلمانوں نے یونیورسٹی کے ہاسٹل کی تعمیر کے لیے ۶۷؍ہزار روپے پیش کیے ہیں۔

زیر تعمیر یونیورسٹی کی تفصیلات معلوم کرکے عمائدین کا مجمع بے حد متاثر ہوا۔ اور اس مجلس میں الحاج سیٹھ عبدالغفور مرشد اور ان کے بھائی نے ہوسٹل کے دو کمروں کی تعمیر کا ذمہ لیا۔ جناب سیٹھ محمد حنیف صاحب نے اپنے والد کی طرف سے ایک کمرہ کی تعمیر کا وعدہ کیا۔ باغ والوں نے اپنے جلسہ میں ایک کمرہ کی تعمیر کا وعدہ کیا۔ واضح رہے کہ ایک کمرہ کی تعمیر پر ۶؍ہزار روپئے لاگت کا تخمینہ ہے۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق ۳؍اکتوبر سے یہاں کے رؤسا، عمائدین سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔ (اردو ٹائمز بمبئی ۴؍اکتوبر ۷۲ء)

بے شمار شکر واحسان ہے اس رب قدیر کا جس نے پورے ملک کے مسلمانوں کو اس عظیم کام کی طرف متوجہ کردیا ہے۔ یہ کیوں نہ ہو کہ اس کی تعمیر میں آقائے نعمت حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب جیسی عظیم شخصیت کی بے دریغ قربانی اور تمام علما ومشائخ عظام کے علاوہ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند کی دلی دعائیں شامل حال ہیں۔

حضور مفتی اعظم ہند کا پیغام:

دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کو ایک عظیم سنی یونیورسٹی میں تبدیل کرنے کی نیک کوشش کا میں خیر مقدم کرتا ہوں اور حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ انہیں اپنے عظیم مقاصد میں کامیاب

فرمائے اور حضرات اہل سنت کو توفیق بخشے کہ وہ اشرفیہ یونیورسٹی کی تعمیر میں حصہ لے کر دین کی ایک اہم اور بنیادی ضرورت پوری فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ (فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ ۲۶؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ)

دوسری تعلیمی کانفرنس

مورخہ ۱۶؍۱۷؍نومبر ۱۹۷۳ء کو ہونے والی کانفرنس بھی اسی سلسلۂ تعمیر ملت کی ایک کڑی تھی جس کی بنیاد ۶؍مئی ۱۹۷۲ء میں رکھی گئی تھی۔ درسگاہ کی دومنزلہ عمارت صرف ڈیڑھ سال میں منصۂ شہود پر آگئی۔ یہ اشرفیہ کی انتظامیہ اور شعبۂ تعمیرات کا جیتا جاگتا کارنامہ ہے جسے پورے ملک نے بیک نگاہ محسوس کیا۔

اس موقع پر مجلس شوریٰ نے ادارہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیش نظر مختلف باقاعدہ بورڈ قائم کردیئے تاکہ کام میں سہولت ہو۔

(ا) تعمیراتی بورڈ جس کا کام ادارہ سے متعلق تمام تعمیری امور کی انجام دہی ہے اس کے منصرم جناب عبدالمغنی صاحب ہیں۔

(ب) تین وسیع النظر، تجربہ کار اور جدید وقدیم علوم کے ماہر علما کا بورڈ جو تمام اسلامی یونیورسٹیوں اور مذہبی اداروں کے نصاب ہائے تعلیم کی روشنی میں عربی یونیورسٹی (الجامعۃ الاشرفیہ) مبارک پور کا مکمل نصاب تعلیم مدوّن کریگا۔ اس کے علاوہ پانچ مذکورہ بالا صفات کے ماہر علماء کا بورڈ اس لیے تشکیل دیا گیا تاکہ "الجامعۃ الاشرفیہ" کا دستور اساسی مرتب ہو۔ نیز شعبۂ نشر واشاعت کے قیام کی منظوری اسی موقع پر ہوئی۔

اسی کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ "الجامعۃ الاشرفیہ" کی تعلیمی زبان عربی ہوگی۔ عربی ادب، کے علاوہ چار مستقل زبانیں اردو، فارسی، سنسکرت اور انگریزی کی تعلیم دی جائے گی تاکہ دوسرے طبقات مذاہب سے افہام وتفہیم آسان ہو۔ اور اسلام کے پیغام حق کو مختلف زبانوں میں دنیا کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ تمام تدریسی شعبوں کے لیے ماہر اساتذہ کی خدمات حاصل کی جارہی ہیں۔

درسگاہ:

عربی درسگاہ کی دومنزلہ عمارت جس میں ۲۰×۳۰ فٹ کے بیس کمرے ۴۰×۳۰ فٹ کے دوہال کمرے ہیں۔ یہ تمام کمرے شمالاً جنوباً ہیں جن کے درمیان میں ہال کمرے ہیں۔ ہال کمرہ کے سامنے برآمدے کے بعد دونوں طرف دو کمرے ہیں۔ گیٹ میں داخل ہونے کے بعد پہلے دونوں کمروں کا سائز ۱۵×۳۰ ہے۔ جن سے متصل ہی اوپر جانے کے لیے دونوں طرف ۱۰×۱۶ فٹ کے زینے۔ زینہ سے ملے ہوئے دونوں کمرے ساڑھے ۳۳×۱۶ فٹ کے ہیں۔ دارالحدیث کا گنبد، گیٹ اور اس سے متصل دونوں کمروں کی بالائی منزل پہ ہوگا۔ گنبد کا سائز ۴۲×۴۲ فٹ ہوگا۔ اس عمارت میں اب صرف گنبد کی تعمیر باقی رہ گئی ہے۔ (نوٹ! الحمد للہ اس گنبد کی تعمیر بھی اب مکمل ہوچکی ہے۔)

درسگاہ کی عمارت کے بعد ہم مستقبل میں بننے والی عمارتوں کا ایک مختصر خاکہ پیش کرتے ہیں۔ جس سے اندازہ

ہوگا کہ ملک وملت کی تعمیر کا یہ کارخانہ کتنی وسعت چاہتا ہے اوراس کے لیے کتنی قربانیاں درکار ہیں۔

دور ہے منزل مقصود مگر ہے تو سہی
راہ کٹ جائے گی تو عزم سفر پیدا کر

دارالاقامہ:

یہ دومنزلہ عمارتیں ہوں گی جو مرتبہ نقشہ کے مطابق درسگاہ سے ہٹ کر بنائی جائیں گی۔ ہوسٹل (Hostel) کی دو الگ الگ عمارتیں ہوں گی جو ایک دوسرے کے بالمقابل بنیں گی۔ ہر عمارت میں ۲۷رکمرے ہوں گے جن کا سائز ۲۰×۳۰ ہوگا۔ ان کے درمیان میں میدان ہوں گے۔ دارالاقامہ کی مجوزہ عمارتیں بالکل جدید طرز کی ہوں گی جن میں طالب علموں کے لیے ہر قسم کی سہولیات ہوں گی اور تعلیمی زندگی کے تمام لوازمات مہیا ہوں گے۔

مسجد کی عمارت:

جو اتنی طویل وعریض ہوگی کہ ہزاروں نمازی بیک وقت نماز ادا کرسکیں گے۔

دارالتحفیظ کی عمارت:

جس میں کم از کم ڈیڑھ سو طلبہ مختلف حصوں میں متعدد اساتذہ کے زیر نگرانی تعلیم حاصل کرسکیں۔ مشقی شبینہ کی جماعت کے لیے درمیان میں ایک بڑا ہال ہوگا۔

دارالتجوید کی عمارت:

جہاں مستقل طور پر قراءت عاصم بروایت حفص اور قراءت سبعہ کے درجات ماہرین فن کی نگرانی میں چلیں گے۔

دارالتصنیف والتالیف کی عمارت:

جس میں مصنفین ، مؤلفین، نیز مترجمین اسلامی نظریات کی متحمل کتابیں لکھیں گے جو وقت کے تقاضوں اور حالات حاضرہ کو پیش نظر رکھ کر مرتب ہوں گی۔

درالافتاء کی عمارت:

جس کے ذریعہ وقت کی الجھی ہوئی شخصی، سماجی، معاشرتی اور اجتماعی گتھیاں فقہ اسلامی کی روشنی میں حل کی جائیں گی۔

لائبریری کی عمارت:

جس میں دنیا کی ممتاز زبانوں کے اندر لازمی علوم وفنون کی کتابوں کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہوگا۔ دارالتصنیف والتالیف اوردارالافتاء کی عمارتیں لائبریری سے قریب ہوں گی۔

مکتبہ جامعہ کی عمارت:

جس کے ذریعہ ملک اور بیرون ملک کو صالح اسلامی لٹریچر برآمد کیا جاسکے گا۔

جامعہ طبیہ کی عمارت:

جہاں حکمت وطب کی مکمل تعلیم اور عملی تربیت گاہ کے جملہ لوازمات کے ساتھ درجات کھولے جائیں گے۔ ایک رہائشی ہسپتال بھی اس عمارت سے ملحق ہوگا۔

مہمان خانہ کی عمارت:

جو بالکل جدید طرز کی ہوگی۔ اس میں معزز مہمانوں کے لیے قیام کی سہولت ہوگی۔

پریس اور فن کتابت کی تربیت گاہ کی عمارت:

خطاطی اور پریس کے کام سیکھنے والوں کو یہاں ہر قسم کی سہولت ہوگی۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے دفاتر کی عمارت:

جملہ شعبہ جات کو باقاعدگی سے جاری رکھنے کے لیے انتظامیہ کے ماتحت ان میں حساب کتاب کا مکمل انتظام ہوگا۔

ہائی اسکول کی عمارت:

جہاں جزوی تبدیلی کے ساتھ پرائمری سے میٹرک تک انگریزی نصاب کی تکمیل کرائی جائے گی۔

جامعہ کے لیے رہائشی عمارتیں:

یہ عمارتیں جامعہ سے متعلق اساتذہ اور ملازمین کے لیے ہوں گی۔

جامعہ اسٹاف سے متعلق مارکیٹ کی عمارتیں:

یہ کرائے پر چلنے والی دوکانیں ہوں گی جو جامعہ کے لیے آمدنی کا اہم ذریعہ ہوں گی۔

بیت المال کی عمارت:

یہ جامعہ کے مطبخ اور شعبۂ تعمیرات وغیرہ سے متعلق سامان کی حفاظت کے لیے ہوگی۔

’’الجامعۃ الاشرفیہ کی مجوزہ عمارتوں کے لیے اب تک ۳۳/ ایکڑ زمین (33 Acre) حاصل کی جاچکی ہے۔ مزید توسیع کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ موجودہ حاصل شدہ رقبۂ زمین پر ایک مختصر لیکن نہایت خوبصورت پر فضا اور خوشنما ٹاؤن کی پلاننگ عمل میں آچکی ہے۔ جو متعدد شاہراہوں، ذیلی سڑکوں روشنی کے ستونوں، پانی کے نلوں، باغات، چمنستان، پارک، تالاب، مارکیٹ اور جملہ لوازم شہریت پر مشتمل ہے‘‘۔

ہمدردان قوم:

پرانے ہیں یہ ستارے فلک بھی فرسودہ — جہاں وہ چاہیے مجھ کو کہ ہو ابھی نوخیز
حدیث بیخبراں ہے تو بازمانہ بساز — زمانہ باتونہ سازد تو بازمانہ ستیز

دارالاقامہ کی تعمیر میں ابتداءً حصہ لینے والے ہمدردان ملت

۱	جناب محمد قاسم صاحب مرحوم	شوز مرچنٹ بسٹوپور جمشید پور بہار	ایک کمرہ
۲	جناب محمد سمیع احمد صاحب عزیزی	شوز مرچنٹ بسٹوپور جمشید پور بہار	ایک کمرہ
۳	اہلیہ محترمہ محمد سمیع عزیزی	شوز مرچنٹ بسٹوپور جمشید پور بہار	ایک کمرہ
۴	محترمہ حشمتی بی زوجہ دیانت علی صاحب مرحوم	امرڈوبھا بستی یوپی	ایک کمرہ
۵	جناب سیٹھ محمد بشیر صاحب	بمبئی	ایک کمرہ
۶	جناب سیٹھ احسان اللہ صاحب	بمبئی	ایک کمرہ
۷	جناب حاجی جہانگیر عرف بھولا میاں مرحوم	پیرپینتی بھاگل پور	ایک کمرہ
۸	محترمہ جن رحمانو بی مرحومہ	پیرپینتی بھاگل پور	ایک کمرہ
۹	جناب سیٹھ مقصود احمد صاحب	یوپی آٹو موبائکس کرلا بمبئی	ایک کمرہ
۱۰	جناب ظفر الدین احمد شہاب الدین	جھارسوگڑھ سندرگڑھ	ایک کمرہ
۱۱	صاحبزادہ مرتضیٰ حسین مرحوم منجانب نظر محمد خان	کرلا بمبئی	ایک کمرہ
۱۲	جناب سیٹھ محمد سمیع صاحب	کوری پاڑہ بھیونڈی تھانہ مہاراشٹر	ایک کمرہ
۱۳	جناب زین اللہ حاجی نصیب دار حاجی شکر اللہ مرحوم	کرلا بمبئی	ایک کمرہ
۱۴	مرحوم الحاج محمد علی صاحب مؤذن	کھاڑی مسجد کرلا بمبئی	ایک کمرہ
۱۵	جناب عبدالرحیم شیخ عمر باوزیر	ماہم شریف بمبئی	ایک کمرہ
۱۶	محترمہ سلمیٰ عبدالرحیم باوزیر	ماہم شریف بمبئی	ایک کمرہ
۱۷	جناب حاجی محمد منیر صاحب منجانب مصطفےٰ صاحب	نوادہ مبارک پور اعظم گڑھ	ایک کمرہ
۱۸	جناب قمر الحق سراج الہدیٰ صاحبان	پرانی بستی مبارک پور	ایک کمرہ
۱۹	جناب مولانا ضیاء الحق معین الحق مصباحی صاحبان	مصطفےٰ بازار، بمبئی	ایک کمرہ
۲۰	جناب حاجی منظور احمد صاحب	نوادہ مبارک پور اعظم گڑھ	ایک کمرہ

۲۱	جناب مختار احمد صاحب بھٹے والے	پرانی بستی مبارک پور اعظم گڑھ	ایک کمرہ
۲۲	جناب ڈاکٹر عبدالجید صاحب	بلرام پور گونڈہ، یوپی	ایک کمرہ
۲۳	جناب محمد ابراہیم صاحب عزیزی اینڈ سنس	ادری اندارا، اعظم گڑھ	ایک کمرہ
۲۴	جناب مولانا امام الدین صاحب	بسکھاری ضلع فیض آباد	ایک کمرہ
۲۵	جناب حاجی عابد علی خاں صاحب	دیولی مبارک پور اعظم گڑھ	ایک کمرہ
۲۶	جناب حاجی محمد صدیق صاحب	مہراج گنج	ایک کمرہ
۲۷	جناب محمد خلیل صاحب	مرزاپور	ایک کمرہ
۲۸	جناب حاجی سراج الدین صاحب	نوادہ مبارک پور اعظم گڑھ	ایک کمرہ
۲۹	جناب حاجی خلیل الرحمٰن صاحب	نوادہ مبارک پور اعظم گڑھ	ایک کمرہ
۳۰	جناب خالد جاوید اقبال احمد صاحبان	خیرآباد اعظم گڈھ	ایک کمرہ
۳۱	جناب شبیر جمال دواخانہ	مبارک پور اعظم گڑھ	ایک کمرہ
۳۲	جناب مولوی محمد اسحٰق صاحب مرحوم	مڈھا ضلع بلیا	ایک کمرہ
۳۳	جناب شیخ جمن صاحب انصاری مرحوم	مڈھا ضلع بلیا	ایک کمرہ
۳۴	جناب الحاج موسیٰ علی محمد لمبا مرحوم	اپلیٹہ کاٹھیاواڑ	ایک کمرہ
۳۵	جناب شیخ ضمیر الدین صاحب عرف مرلا سیٹھ	بانکڑہ ہوڑہ	ایک کمرہ
۳۶	محترمہ آسیہ خاتون صاحبہ والدہ محترمہ جناب حاجی عبدالمنان صاحب	ہوڑہ	ایک کمرہ
۳۷	جناب محمد مقبول صاحب انصاری	جمرا ضلع دیوریا	ایک کمرہ
۳۸	جناب شیخ فتح محمد حاجی عبدالغفور مرحوم	چیت بڑا گاؤں، بلیا	ایک کمرہ
۳۹	جناب سیٹھ عبدالقدوس صاحب	بنارس	ایک کمرہ
۴۰	جناب سیٹھ ابوالحسنات وسیٹھ شاہ محمد صاحبان	نیابازار اعظم گڑھ	ایک کمرہ
۴۱	جناب سیٹھ محمد یٰسین صاحب	نیابازار اعظم گڑھ	ایک کمرہ
۴۲	زکریا اینڈ برادرس	ریوڑی تالاب بنارس	ایک کمرہ
۴۳	نصیر برادرس	مالتی باغ بنارس	ایک کمرہ
۴۴	جناب نظام الدین ولد محمد قاسم صاحب	نیابازار اعظم گڑھ	ایک کمرہ

۴۵	جناب شعبان احمد شیخ	ٹیگور نگر، وکرولی بمبئی ۸۳	ایک کمرہ
۴۶	منجانب بزم امجدی	چوک بازار جکسلائی ٹاٹا نگر، جمشید پور	ایک کمرہ
۴۷	جناب حفیظ الدین صاحب عزیزی مرحوم	برمامائنس ٹاٹا نگر جمشید پور	ایک کمرہ

اشرفیہ کے فروغ میں مدرسین کی قربانیاں اور مشائخ کے تاثرات

کسی بھی علمی درسگاہ کو فروغ دینے کے لیے صرف روپے پیسے ہی کافی نہیں ہوتے بلکہ اس کے علاوہ تعلیمی امور انجام دینے کے لیے ایسے لائق مدرسین اور صلاح کار بھی ضروری ہوتے ہیں جو انہماک اور توجہ کے ساتھ مقررہ نصاب تعلیم کے سانچہ میں طلبہ کو پوری طرح ڈھال دیں اور ان کے اخلاق واطوار کی اس طرح اصلاح کریں، کہ وقوم وملت کے لیے مفید ہوسکیں۔ ہندوستان میں اسلامی مدارس اور دینی درسگاہوں کی کمی نہیں، بعض اپنی جگہ کچھ تاریخی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ جنہوں نے وقت کے نازک مرحلوں میں قوم وملت کی اصلاح بھی کی ہے۔ دارالعلوم اشرفیہ ان درسگاہوں کے سرخیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس نے اپنے فرزندوں کے ذریعہ صالح معاشرہ کی ترتیب اور وفادار فرزندان وطن پیدا کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ اور علمی میدان میں بھی ہندوستان کے مسلمانوں سے اپنا لوہا منوالیا۔ یہ اس کی اعلیٰ کارکردگی کا بین ثبوت ہے یوں تو مدرسہ ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء سے کسی نہ کسی عالم کی سرکردگی میں برابر چلتا ہی رہا۔ مگر جب سے حافظ ملت نے اس کی صدر مدرسی قبول فرمائی وہی تاریخ عروج اشرفیہ کا زینہ ثابت ہوئی۔ جیسا کہ ''جامعہ معینیہ عثمانیہ'' کے شیخ اپنے معائنہ ۱۹۴۸ء میں فرماتے ہیں:

مولانا محمد شریف اجمیر مقدس ''میں نے عرصہ ہوا اس مدرسہ کا معائنہ کیا تھا اس وقت اس کی ابتدائی حالت تھی۔ موجودہ صدر مدرس صاحب جب سے تشریف لائے مدرسہ نے بہت ترقی کی ہے اور دارالعلوم کی صورت اختیار کرلی ہے جملہ اساتذہ اپنے فرائض کو نہایت محنت سے انجام دیتے ہیں۔ (حضرت مولانا محمد شریف صاحب جامعہ عثمانیہ (اجمیر شریف)

امیر کارواں اگر اپنے اندر منزل تک پہونچنے کا عزم رکھتا ہو تو وہ اپنے تھکے ہارے کاہل وکسل مند رفقائے سفر کو جو درمیان راہ ہی میں قیام کی جستجو میں ہوں چند قدم اور آگے بڑھا کر منزل سے قریب تر کرسکتا ہے، کسل مند رفیق سفر تو جلد از جلد اپنی تکان دور کرنے کے لیے سورج کے مغرب میں چھپنے کا انتظار کرتا رہتا ہے مگر اسے کیا معلوم کہ اس وقت دو ایک منزل کا طے کرلینا قافلے کو منزل مقصود تک جلد پہنچنے میں مفید ثابت ہوگا۔

حافظ ملت کی سرکردگی میں مدرسین وارکین اور مخلصین کا جو قافلہ چلا تھا پوری کوشش سے جلد از جلد اپنی مراد پالینے کے لیے بے قرار تھا۔ اب میں ذیل میں کچھ مقتدر شخصیتوں کے معائنے پیش کروں گا جس سے حقیقت واقعہ کا علم ہوگا۔

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ''اراکین مدرسہ کو میں مبارک باد دیتا ہوں، انہوں نے نہایت کدوکاوش اور جاں فشانی

سے کام لیا اور اچھے سلیقے سے کام انجام دیا۔ ان کے حسن انتخاب کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ صدر مدرس ہی ایسا چھانٹ کر رکھا ہے جس نے مدرسہ کو باغ و بہار، نہایت شاداب چمن گلزار کر دکھایا۔ یہ ساری برکات میرے گمان میں اسی وجود مسعود کی ہیں۔ یہ ساری بہار اسی کے دم سے ہے۔ اسی کے فیض قدم سے ہے، یہ روشنی اسی کے جلوے کی ہے۔ اسی کے خلوص اسی کے اخلاق اسی کے انتخاب نے اچھے قابل مدرسین وطلبہ کو جمع کر دیا۔ مولیٰ تعالیٰ اسے اور مدرسہ کو نظر بد سے بچائے رکھے۔ آمین! (۷ر ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ)

سرکار کلاں حضور سید مختار اشرف ''آج مجھے دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم کے رجسٹر حاضری طلبہ و مدرسین ورجسٹر حساب آمدنی ومصارف وغیرہ بالتفصیل باقاعدہ دکھلائے گئے۔ مدرسہ ہذا کا حسن انتظام نیز حضرات مدرسین کے جذبات واخلاص خصوصاً مکرمی حافظ مولانا عبدالعزیز صاحب اشرفی کے ایثار مخلصانہ ہمدردی اور خدا داد قابلیت اور طلبہ میں تحصیل علوم فنون کا شوق ذوق تہذیب واخلاق دیکھ کر جو مسرت ہوئی وہ تحریر سے باہر ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ اس مدرسہ کو ہمیشہ ہرا بھرا رکھے اور ایسے پھول کھلائے کہ اس کی مہک سے عالم مستفیض ہو۔ آمین! (حضرت مولانا سید مختار اشرف کچھوچھہ مقدسہ)

نہایت جاں فشانی اور دل جمعی سے کام کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ دارالعلوم نے نہایت لمبی مسافت مختصر عرصہ میں طے کر لی۔ جس کا اعتراف مذکورہ معائنوں سے ہوتا ہے۔ مدرسہ کی تاریخ میں ایسا وقت بھی آیا جو مالی اعتبار سے بڑا صبر آزما تھا۔ اخلاق پیشہ مدرسین نے اس وقت ہمت ہار دینے کے بجائے نہایت دل جمعی اور اطمینان کے ساتھ خدمات کی رفتار اور تیز کر دی۔ اور ان کے صبر وتحمل کی پیشانی پر ذرہ برابر بھی بل نہ آیا۔

کہیں روکے سے رکتی ہے تجلی نور ایماں کی
ہوا روکے تو کشتی تیز چلتی ہے مسلماں کی

اس وقت خود ارا کین وممبران ادارہ کی ہمتیں ڈانوا ڈول ہوگئیں تھیں کہ اب مدرسہ کو اتنے وسیع پیمانہ پر چلانے کے بجائے مختصر کیا جائے۔ روداد میں اس کے متعلق تحریر ہے۔

''دارالعلوم ہذا کی کوئی مستقل آمدنی نہیں جو کچھ علم دوست حضرات سے پہنچ جاتا ہے وہی سال بھر تک صرف ہوتا ہے اور پھر سفراء جاتے ہیں اور استدعا کرتے ہیں۔ مقامی اور بیرونی آمدنی کی صرف یہی ایک صورت ہے درمیان میں ایک ایسا بھی وقت آیا تھا کہ غیر مستقل آمدنی بھی بند ہوگئی تھی۔ تو ارا کین اس عظیم الشان دارالعلوم کو مکتب کی شکل میں منتقل کرنے پر مجبور ہوئے تھے۔ اس وقت مدرسین کے ایثار اور بے نفسی نے ہی دارالعلوم کو باقی رکھا۔ ورنہ یہ دارالعلوم کب کا ختم ہو چکا تھا۔ (روداد ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۵ء تا ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء ص ۶)

سچ ہے:

جلا کر خرمن دل عشق کو تابندگی دیدے
بلا خون جگر یہ آئینہ تاباں نہیں ہوتا

مخلصین اشرفیہ نے اس کے لیے اپنے متاع مقدور کی قربانیاں دیں اور رب کائنات نے ان کی قربانیوں کو قبول بھی فرمالیا پھر کیا تھا جو کلفتوں کی تاریک رات جھیل جائے وہ مسرتوں کے روشن دن ضرور پائے گا۔ جو وحشت وفراق کے درد میں تڑپے گا اسے قربت کی چاشنی ضرور میسر آئے گی۔ اس لیے کہ ہر سختی کے بعد آسانی ہر مصیبت کے بعد آرام قدرت کا اٹل قانون ہے۔ ”فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا“

جب اشرفیہ کا سفینہ غربت وافلاس کے طوفان سے صحیح وسالم بچ نکلا تو قدرت نے اس کے لیے پرسکون اور اطمینان بخش راہ عطا فرمائی۔ جس پہ چل کر اس نے علمی خدمات میں ریکارڈ قائم کردیا۔ چنانچہ اس کا اعتراف حضرت علامہ شاہ اجمل صاحب علیہ الرحمہ ناظم اعلیٰ مدرسہ اجمل العلوم سنبھل مراد آباد ۷/شعبان ۱۳۷۶ھ کے معائنہ میں فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

مفتی محمد اجمل شاہ نعیمی ”آج ۷/شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ کو میں نے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کے درجۂ اعلیٰ اور دیگر درجات کی چند مشہور اور مشکل کتابوں کا امتحان لیا۔ میری عادت کسی مدرسہ کی رعایت اور جانب داری کی نہیں۔ بلکہ طلبہ سے ان کی استعداد اور کتاب کی حیثیت کے اعتبار سے سوالات کرنے اور کماحقہ طلبہ کی قابلیت اور استعداد کا صحیح جائزہ لینے کی ہے تاکہ اراکین مدرسہ کے سامنے صحیح معیار تعلیم پیش کرسکوں۔ اور دیانت داری سے انہیں طلبہ کی اہلیت مدرسین کی محنت اور عرق ریزی کا واقعی اندازہ بتاسکوں۔ یہ وہ بات ہے جس میں نہ میں کسی سے مرعوب ہوتا ہوں نہ کسی کی رعایت کرتا ہوں۔ اس دارالعلوم کے طلبہ کا میں نے خوب جم کر امتحان لیا۔ ہر ایک سے سوال کرکے اس کی صحیح استعداد کا معیار قائم کیا۔ اور ہر حیثیت سے اس کی قابلیت کا جائزہ لیا۔ اور پھر ہر ایک کو صحیح نمبر دیا۔ بحمدہ تعالیٰ طلبہ کو بہترین ذی استعداد پایا اور خصوصا بعض کو بے نظیر اور بے مثل نہایت قابل ٹھہرایا۔ اور یہ کیوں کر نہ ہو اس کے مدرسین نہایت جانکاہی اور عرق ریزی سے درس کی خدمت کو انجام دیتے ہیں خصوصاً صدر المدرسین، بدر المعلمین، فاضل جلیل، عالم نبیل، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، حضرت مولانا مولوی حافظ عبدالعزیز صاحب دام فیوضہ قابل صد تحسین ہیں۔ یہ ساری بہار انہیں کے دم قدم کا صدقہ ہے اور اس چمن مصطفوی کی بہار انہیں کی ذات پر موقوف ہے“۔

محدث اعظم ھند علیہ الرحمہ۔ حضرت العلام نے جن حقیقتوں کا اعتراف مذکورہ الفاظ میں کیا ہے حضور محدث اعظم ہند مولانا سید محمد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے اپنے معائنہ ۱۰/شعبان ۱۳۶۹ھ میں انہیں خصوصیات کی وضاحت فرمائی ہے۔

”آج دس شعبان مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کے درجۂ اعلیٰ کے ان طلبہ کا امتحان لیا گیا جو تفسیر وحدیث کی آخری تعلیم حاصل کرچکے تھے۔ صحیح عبارت خوانی اور صحیح ترجمہ اور صحیح مطلب بتانے میں طلبہ نے بے حد خوش کیا اور ان مقامات کا سوال کیا گیا جس کو پہلے سے متعین نہیں کیا گیا تھا۔ کتاب سے باہر کی باتیں امتحان ذکاوت کے لیے پوچھی گئیں اور یہ نہ

گھبرائے اور سوال کا جواب مدرسانہ انداز میں دیتے رہے اور اس تجربہ کی بنیاد پر جو ملک کے مدارس عربیہ کا رکھتا ہوں اور جا بجا امتحان کی خدمت مجھ سے لی جاتی ہے میں بغیر کسی مبالغہ کے کہتا ہوں کہ اس مدرسہ کے کمزور طالب علم کا درجہ دوسرے مدارس کے قابل فخر طلبہ سے بڑھا ہوا پایا۔ یہ مدرسین کرام کی انتھک کوششوں کا، معاونین مدرسہ کی پاک نیتوں کا ثمرہ ہے۔
(فجزاهم الله تعالیٰ احسن الجزاء)

حافظ ملت اور انجمن اہل سنت واشرفی دارالمطالعہ

مولانا عبدالغفار اعظمی مصباحی تحریر فرماتے ہیں:

''یہ حافظ ملت ہی کا کارنامہ ہے جنہوں نے محنتی اور اہل ذوق طلبہ کی رہنمائی کر کے اتنی متحرک وفعال ''انجمن اہل سنت'' اور اس کی گرانقدر لائبریری ''اشرفی دارالمطالعہ'' مبارک پور کو وجود بخشا کہ اس کے فیوض وبرکات سے ایک دنیا سیراب ہو رہی ہے۔ دارالعلوم اشرفیہ کے باکمال طلبہ نے درسی کتب میں ٹھوس صلاحیت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اسی دارالمطالعہ سے اپنی علمی وفنی غذا حاصل کی ہے۔

انجمن اہل سنت مبارک پور نے ''جشن عید میلاد النبی'' صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا مقدس اور قابل تقلید جلسہ وجلوس کا اہتمام کیا ہے کہ قرب وجوار ہی نہیں دور دور تک اس کے اثرات کی گونج سنائی دیتی ہے۔ (ماہنامہ اشرفیہ۔ فروری ۱۹۸۸ء)

اشرفی دارالمطالعہ کے تین اہم شعبے:

(۱) شعبۂ تحریر (۲) شعبۂ تقریر (۳) شعبۂ تبلیغ

اس انجمن اہل سنت واشرفی دارالمطالعہ کے زیر اہتمام ''المصباح میگزین'' اور نہ جانے کتنی کتابیں بالخصوص تصانیف امام احمد رضا شائع کی جاچکی ہیں۔

اشرفی دارالمطالعہکے معائینے

(۱) حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب قبلہ قدس سرہ:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ محب محترم عالی درجت حامی سنت ماحی بدعت مولانا مولوی صوفی حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ کے فیوض وبرکات کا اثر ہے۔ (سردار احمد ۵؍شعبان ۱۳۶۵ھ)

(۲) شیر بیشۂ اہل سنت: خدا تبارک وتعالیٰ پھر اس کا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مبارک انجمن کو حضرت بابرکت مولانا الحافظ المفتی محمد عبدالعزیز صاحب مرادآبادی دام بالفیوض والایادی کی سرپرستی میں اشاعت اسلام وتبلیغ سنیت کی توفیق ہمیشہ بالخیر والعافیۃ والفتح والنصرۃ عطا فرماتا رہے۔ آمین!

(حشمت علی ۲۲؍ربیع الاول ۱۳۷۰ھ)

(۳) مولانا نذیر الاکرم: مولیٰ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں اس لائبریری کو دارالعلوم اور اس کے روح رواں حضرت حافظ ملت قبلہ دامت فیوضہم کے زیر سایہ روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ (نذیر الاکرم

(نعیمی ۸ ۶۰/۳)

(۴) **محدث اعظم ہند:** میری مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم اپنے تمام علمی شعبوں میں ترقی یافتہ مدارس میں امتیازی درجہ پیدا کر رہا ہے اور بعونہ تعالیٰ ابھی ترقیات کی تڑپ مدرسین وطلبہ میں موجود ہے اور ہر روز مہینوں کی رفتار سے بلندی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ (۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ)

(۵) **غزالی دوراں:** جامعہ مصباح العلوم سنیوں کے دین ومذہب کی حفاظت کے لیے ایک مضبوط قلعہ ہے اور اس کے معاونین ومنتظمین طلبہ ومدرسین اس قلعہ کی خدمت اور تحفظ وبقا کے شیدائی ہندوستان کے طول وعرض میں ایسا باوقار محکم ومضبوط دارالعلوم اہل سنت کا نظر نہیں آتا۔ دارالعلوم کی عمارت وکتب خانہ، طلبہ ومدرسین کی خدا داد قابلیت حسن انتظام جامعہ کے خصوصیات سے ہیں۔ (سعید احمد کاظمی ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ)

(۶) **محدث اعظم پاکستان:** دارالعلوم اشرفیہ کی عمارت کو دیکھ کر فرحت وسرور حاصل ہوا اور اس دارالعلوم میں حضرات مدرسین وطلبہ کے ہجوم کو دیکھ کر فقیر کی خوشی کی حد نہ رہی۔

مصباح العلوم کی خصوصیات میں سے اس انجمن کا انعقاد اور دارالمطالعہ کا قرار بھی۔

(۵/ شعبان ۱۳۶۵ھ)

(۷) **مولانا ساجد علی خان:** عرصہ دراز سے اس مبارک ادارہ کی شہرت سن رہا تھا لیکن آج اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ترقی کی اعلیٰ منازل کو ماشاء اللہ طے کر رہا ہے۔ (ساجد علی خاں ۳/ اپریل ۱۹۶۲ء)

(۸) **مولانا رحمانی میاں بریلی شریف:** بچپن سے سن رہا تھا کہ قصبۂ مذکور میں علم وفضل کا ایک بحر ذخار موجزن ہے آج اس مبارک سفر میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' کے مطابق کہیں بڑھ چڑھ کر پایا سب سے پہلے جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم کی حسین وخوشنما عمارت کو دیکھ کر دلی مسرت حاصل ہوئی جس میں سیکڑوں طلبائے کرام حصول علم دین میں تندہی کے ساتھ مشغول ہیں۔ (ریحان رضا خاں رحمانی ۲۴/ جنوری ۱۹۶۹ء)

(۹) **محدث اعظم ہند:** دارالمطالعہ کی دیدہ زیبی اور کتابوں کے ذخیرے میں روز بروز ترقی کتابوں کے رکھنے میں بڑی ندرت کے ساتھ باسلیقگی، طلبہ میں شوق مطالعہ اور ذخیرۂ کتب میں علوم وفنون کی ہمہ گیری پر نظر کرنے سے عیاں ہے کہ اراکین انجمن دارالمطالعہ ہزاروں مبارک باد کے مستحق ہیں۔ (سید محمد ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ)

(۱۰) **مفتی عبدالحامد بدایونی:** مقام مسرت ہے کہ مبارک پور جیسے تاریخی مقام پر اشرفی دارالمطالعہ کے سرگرم کارکنان اور طلبہ نے باوجود قلت وقت اور گوناگوں علمی مصروفیات کے عمیق توجہات سے اس دارالمطالعہ اور کتب خانہ میں بعض نایاب وکمیاب کتابیں جمع کرلی ہیں کہ طلبہ کے علمی وتاریخی مذاق اور سعی کی داد دینی پڑتی ہے۔

(عبدالحامد بدایونی ۱۱ ربیع النور ۱۳۶۶ھ)

(۱۱) مفتی محمد اجمل شاہ: دارالمطالعہ کا بھی معائنہ کیا جس میں مختلف فنون کی مشہور و نادر کتابوں، دینی و سیاسی رسالوں عربی و فارسی و اردو کے ماہوار و روزنامے و رسالوں و اخباروں کا بہترین اور زبردست ذخیرہ پایا۔ (مفتی محمد اجمل ۸ رشعبان المعظم ۱۳۷۶ھ)

اشرفی دارالمطالعہ میں نادر کتب:

اس دارالمطالعہ میں نایاب کتابوں کو پایا جن کتابوں کو فقیر خود تقریباً پندرہ سال سے تلاش کر رہا ہے اور جدوجہد کے باوجود پنجاب و ہند میں ان کتابوں کو حاصل نہ کرسکا بحمدہ تعالیٰ اس اشرفی دارالمطالعہ میں ان کتابوں کو موجود پایا۔ (۵ رشعبان ۱۳۶۵ھ)

(۱۲) مفتی نظام الدین الہ آباد: ابھی ابھی بعض ایسی کتابیں نظر سے گذریں جو نہ صرف کمیاب بلکہ نایاب ہیں جن سے ممتاز لائبریریوں کی فہرستیں خالی ہیں۔ (نظام الدین ۲۳ رشعبان ۱۳۶۵ھ)

(۱۳) شفیق جون پوری: بعض نایاب کتابیں نظر سے گذریں جو بڑے بڑے کتب خانوں میں بہ مشکل دستیاب ہوتی ہیں۔ (شفیق جونپوری مئی ۱۹۷۴ء)

اخبارات و جرائد و رسائل بھی لائبریری میں آرہے ہیں۔ میری یہ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمارے طلبہ اور کارکنان دارالمطالعہ کی سعی حسنہ کو قبول فرمائے اور یہ کتب خانہ و دارالمطالعہ ایک مرکزی حیثیت اختیار کرے اگر حضرات اہل سنت کے مدارس عربیہ اشرفی دارالمطالعہ کی طرح کام کریں اور اسے نقش راہ بنائیں تو بلا شبہ اہل سنن فنی و علمی، ادبی و تاریخی ترقیات حاصل کرسکیں۔ (عبدالحامد بدایونی ۱۱ ربیع النور ۱۳۶۶ھ)

(۱۴) مولانا ابوالوفا فصیحی: بالخصوص عہد حاضر کے سیاسی اور دینی مرجحات پر مشتمل علمی مقالات اور دیدہ زیب کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ (ابوالوفا فصیحی ۱۳ ستمبر ۱۹۵۵ء)

(۱۵) سید اسرار الحق: دارالمطالعہ کی بعض قدیم نادر و نایاب کتابیں دیکھ کر اگر ایک طرف روح پھڑک اٹھی تو دوسری جانب جدید لٹریچر اور معلومات عامہ سے متعلق ہر مکتبۂ خیال اور ہر مضمون پر کافی کتابیں و رسائل دیکھ کر بے اختیار دل جھوم اٹھا۔ (سید اسرار الحق ۱۹ نومبر ۱۹۶۱ء)

نظم و ضبط:

(۱۶) صدر الشریعہ: کتابیں نہایت قاعدے کے ساتھ عمدہ طریقہ پر رکھی ہوئی ہیں دارالمطالعہ میں ایک رجسٹر بھی ہے جس میں لوگوں کے نام درج کیے جاتے ہیں جو یہاں حاضر ہو کر کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ (ابوالعلیٰ امجد علی اعظمی ۱۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ)

(۱۷) مفتی اعظم ہند: فقیر نے اشرفیہ مصباح العلوم میں انجمن اہل سنت و اشرفی دارالمطالعہ کو ملاحظہ کیا جس کی خوش انتظامی سے بہت مسرور ہوا۔ (مصطفیٰ رضا قادری ۱۹ رجب ۱۳۶۵ھ)

(۱۸) علامہ کاظمی صاحب: انجمن اہل سنت واشرفی دارالمطالعہ اور مدرسہ کے حسن انتظام کو دیکھ کر احقر کی مسرتوں کی انتہا نہ رہی۔ (سید سعید احمد کاظمی ۲۹؍جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ)

طلبہ کا معیار ذوق:

صدر الشریعہ:۔ دارالمطالعہ میں ضروری کتابیں جن کی طلبہ وعلما کو عموماً ضرورت ہوا کرتی ہے موجود پائیں اور طلبہ کا یہ شغف دیکھتے ہوئے بہت زیادہ مسرت ہوئی کہ انہوں نے بعض کتابیں اور رسائل جو دستیاب نہ ہو سکیں اپنے قلم سے تحریر کی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نقل کتب کا سلسلہ جاری ہے اور چند طلبہ کتابوں کے نقل کرنے میں بیش قیمت وقت صرف کرتے ہیں۔ (۱۸؍جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ)

جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انجمن اہل سنت اشرفی دارالمطالعہ کے بانیوں۔ مولانا قاری محمد عثمان صاحب گھوسوی، مولانا صوفی وجیہ الدین صاحب پیلی بھیتی، مولانا عبدالرؤف صاحب، مولانا ظفر علی نعمانی صاحب اور مولانا علی احمد صاحب وغیرہ نے ماہ ربیع الاول شریف کی آمد پر جلوس عید میلاد النبی کا پروگرام بنایا۔ قاری محمد عثمان صاحب نے ایک پٹھے پر جلی قلم سے ''قد جاء کم من اللہ نور'' اور ایک شعر'' آؤ مل کر ہم منائیں جشن میلاد رسول۔ آج کے دن مالک خلد بریں پیدا ہوئے'' لکھا اور سب نے کچھ جھنڈے اور جھنڈیاں بنائیں اور ۱۲؍ربیع الاول شریف کو صبح آگے آگے مولانا علی احمد صاحب، قاری محمد عثمان صاحب اور چند طلبہ مذکورہ بالا شعر پڑھتے ہوئے قصبہ میں گھوم آئے۔

آئندہ سال سے اس جلوس میں اہل مبارک پور کا بھرپور اشتراک بھی رہا اور گیارہ تاریخ کی رات میں جلسہ کا انعقاد بھی شروع ہوا۔ آج یہ جلوس ایک تاریخی حیثیت حاصل کر گیا ہے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی قیادت میں الجامعۃ الاشرفیہ تحریک کا آغاز ہوجانے کے بعد ارباب حل وعقد نے ضروری سمجھا کہ اس عظیم الشان منصوبہ کی خبروں سے مسلمانوں کو وقتاً فوقتاً لازمی معلومات فراہم ہوتی رہیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر شعبہ نشر واشاعت قائم کیا گیا۔ راقم الحروف کو حافظ ملت نے اس شعبہ کی خدمت کے لیے مبارک پور طلب فرمایا۔ میرے مبارکپور پہنچنے کے بعد اس سلسلہ کا پہلا اشتہار یہ تھا۔

الجامعۃ الاشرفیہ کا اشاعتی پروگرام

کسی بھی اہم تحریک کو فروغ دینے میں اس کی نشری قوت کا خاص دخل ہوتا ہے۔ مگر اس کے برخلاف اشرفیہ نے اب تک ملک میں جو مثالی وقار پیدا کیا ہے وہ اس کی ممتاز دینی خدمت کا مرہون منت ہے، اب جب کہ دارالعلوم

اشرفیہ نے ترقی کر کے یونیورسٹی کی شکل اختیار کی ہے تو مستقل شعبہ نشر واشاعت کی شدید ضرورت محسوس کی جانے لگی، جامعہ کی مجلس شوریٰ نے شوال ۱۳۹۴ھ میں اس شعبہ کے لیے بھی منظوری دے دی تھی، مگر مناسب آدمی تلاش کرنے میں تاخیر ہوتی گئی۔

بحمد اللہ مولانا بدر عالم صاحب بدر القادری گھوسوی کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں امید ہے کہ اب اشاعتی کام باضابطہ شروع ہو جائے گا اور ایک تشنگی جو ہند کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے لاکھوں مشتاقان اشرفیہ کا احساس بن چکی ہے رفع ہو جائے گی۔

نشر واشاعت کی راہیں:

(۱) ایک ماہانہ جریدہ کا اجراء جس سے ملک کے مسلمان اس عظیم درس گاہ کے بڑھتے قدم اور وقیع دینی خدمات سے واقف ہو سکیں۔

(۲) مذہبی اصلاحی اور تعمیری مضامین کے ذریعہ عامۃ المسلمین میں دینی روح پھونکنا۔

(۳) مفید موضوعات پر کتابیں شائع کرنا۔

(۴) اشرفیہ کی زریں تاریخ کی ترتیب و تدوین۔

اپیل:

ملت اسلامیہ کے ہمدردوں اور اشرفیہ کے بہی خواہوں سے گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں شعبہ کا ہر ممکن تعاون کریں بالخصوص فارغین اشرفیہ، علما، قرا اور حفاظ حضرات ماہنامہ کے لیے خریداروں کی فراہمی میں اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیں اور مفید مشوروں سے نوازیں تا کہ اشرفیہ کے پیغام کو گھر گھر عام کیا جا سکے۔

منجانب: شعبۂ نشریات الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی مبارک پور اعظم گڑھ)

شعبۂ نشر واشاعت کی اہمیت:

حضرت حافظ ملت تحریر کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ وہ تحریر کو تدریس سے بھی زیادہ مشکل کام سمجھتے تھے۔ وہ تعلیم و تربیت اور تعمیر شخصیت کے ساتھ ''پرورش لوح و قلم'' کے بڑے حامی تھے۔ وہ خود بھی سریع القلم تھے اور ابتدا میں انہوں نے تحریری و تصنیفی کاموں میں بھی حصہ لیا لیکن تدریسی و تبلیغی اور تعمیری سرگرمیوں نیز دیگر دینی مصروفیات کے باعث آپ کو تصنیف و تالیف کا زیادہ موقع نہ مل سکا پھر بھی معارف حدیث، ارشاد القرآن، المصباح الجدید اور دیگر مضامین (جو وقتاً فوقتاً رسائل میں چھپتے رہے) سے آپ کے ذوق تصنیف و تالیف اور تحریری امور کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سنی دار الاشاعت کا قیام:

حضور حافظ ملت کے لائق و فائق شاگردان کے معتمد و نائب، حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب بلیاوی رحمۃ

اللہ علیہ۔ ''سنی دارالاشاعت'' کے محرک تھے۔ یہ ادارہ ۱۹۵۹ء میں دارالعلوم اشرفیہ میں قائم ہوا۔

حضرت علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمہ مفتی اعظم اور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہما کی نگاہ میں:

حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب قدس سرہ نے کچھ مدت تک ''دارالعلوم مظہر اسلام'' بریلی شریف میں بھی تعلیم دی۔ جب آپ وہاں سے مبارک پور آنے لگے تو حضرت مفتی اعظم ہند علامہ مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب قبلہ نوری بریلوی نوراللہ مرقدہ نے فرمایا:

''مولانا عبدالرؤف کا جانا ہمارے مدرسہ کی موت کے مترادف ہے۔'' (اشرفیہ کا ماضی وحال از۔ بدرالقادری)

حضرت علامہ عبدالرؤف صاحب قبلہ نے حضرت حافظ ملت کی حیات ہی میں ۱۹۷۱ء میں وفات پائی۔ ان کی وفات سے حضرت حافظ ملت کو بڑا صدمہ ہوا اور آپ نے فرمایا'' آج میرا داہنا ہاتھ کٹ گیا''

مفتی اعظم کا کرامت آثار جملہ۔ اور سنی دارالاشاعت کا قیام:

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ دارالعلوم اشرفیہ تشریف لائے تو آپ سے عرض کی گئی'' فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا کوئی انتظام ہوا؟ تو آپ نے فرمایا'' تم لوگوں کے علاوہ کس سے اس کی توقع ہوسکتی ہے'' حضرت کے اس کرامت آثار جملہ نے دلوں میں ہمت اور عزائم میں استواری پیدا کی اور دارالعلوم اشرفیہ کی رہنمائی میں کام شروع ہوا اور ''سنی دارالاشاعت'' کی بنیاد رکھی گئی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص بقلم ناظم سنی دارالاشاعت، مبارک پور)

مفتی اعظم کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ دینی کام بالخصوص تصانیف امام احمد رضا کی اشاعت کا کام اگر کہیں سے ہوسکتا ہے تو صرف ''اشرفیہ'' سے ہی ممکن ہے۔

حضرت کے اسی فرمان اور کرامت آثار جملہ نے مبارک پور میں ''سنی دارالاشاعت'' کی بنیاد قائم کرادی۔

۱۹۶۳ء میں فتاویٰ رضویہ جلد سوم اور ۱۹۶۷ء میں جلد چہارم کی اشاعت ہوئی۔ لاریب! یہ حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اہم وعظیم کارنامہ ہے بعد میں حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ نے فتاویٰ رضویہ جلد ۵، ۶، ۷، ۸ کی تدوین فرمائی اور یہ جلدیں شائع ہوئیں۔

اس دارالاشاعت سے امام احمد رضا اور دیگر علما کی تصانیف بھی شائع ہوچکی ہیں۔

شعبۂ نشریات:

مجلس شوریٰ نے ۱۹۷۴ء میں ''شعبۂ نشریات'' کی منظوری دی۔

یکم اگست ۱۹۷۴ء کو حضرت شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین علیہ الرحمہ کی صدارت میں ایک اجلاس دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں منعقد ہوا اور باتفاق رائے ''شعبۂ نشریات'' کے قیام کی منظوری عمل میں آگئی۔

ادارہ کے ممبران نے اپنے نظام عمل کو دوحصوں پر منقسم کیا۔

پہلا حصہ: تحریر وتصنیف اوراس سے متعلق امور کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔
دوسرا حصہ: تحریر وتصنیف کوشائع کرنے اوراس کے اسباب مہیا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔

اسمائے ممبران حصہ اول:

۱۔ حضرت شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین قبلہ
۲۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب
۳۔ حضرت مولانا ضیاء المصطفےٰ صاحب
۴۔ حضرت مولانا عبداللہ خان صاحب
۵۔ حضرت مولانا محمد یٰسین اختر صاحب
۶۔ حضرت مولانا بدرالقادری صاحب
۷۔ حضرت مولانا محمد نصیرالدین صاحب

اسمائے ممبران حصہ دوم:

۱۔ مولانا بدرالقادری صاحب
۲۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب
۳۔ حاجی عبدالستار صاحب
۴۔ جناب عبدالاول ایڈوکیٹ صاحب

(ملخصاً نقل۔ کاروائی اجلاس)

شعبۂ نشریات سے سب سے پہلے حضرت حافظ ملت کی کتاب ''ارشادالقرآن'' شائع ہوئی۔

پہلی منزل

شعبۂ نشریات نے اپنے اشاعتی پروگرام کا آغاز حضور حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے رسالہ ''ارشادالقرآن'' سے کیا۔ حضرت کی انقلاب انگیز روحانی شخصیت کی طرح یہ مختصر تحریر بھی شعبۂ نشریات کے لیے مشعل راہ اور روشن مستقبل کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

آپ نے ہماری امید سے زیادہ اپنی دلچسپی کا اظہار فرمایا اور صرف ڈیڑھ ماہ کی قلیل مدت میں پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا۔ اب ہم دوسرا ایڈیشن شائع کرتے ہوئے آپ کی قلبی ہمدردی کے خواہشمند ہیں۔ (بدرالقادری یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء)

شعبۂ نشریات سے متعدد کتب ورسائل شائع ہوچکے ہیں۔ چند خاص کتابوں کے اسماے درج ذیل ہیں:

۱۔ ارشاد القرآن ۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ

۲۔ الوسیلۃ السنیۃ ۔ حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ المدیح النبوی ۔ مرتبہ: مولانا یٰسین اختر مصباحی

۴۔ الادب الجمیل ۔ مرتبہ: مولانا افتخار احمد مصباحی

۵۔ اشرفیہ کا ماضی اور حال ۔ مولانا بدرالقادری

ماہنامہ اشرفیہ کا اجرا

شعبۂ نشریات کی جانب سے ۱۹۷۶ء میں ''اشرفیہ'' کے نام سے ماہنامہ کا ڈکلریشن حاصل ہوگیا۔ پہلی تعلیمی کانفرنس کے انعقاد کی تیاری کے زمانہ سے ہی اشرفیہ سے ایک ماہنامہ نکالے جانے کا پروگرام تھا اوراسی لیے حافظ ملت علیہ الرحمہ راقم بدرالقادری کو ادبی مشق کی طرف خصوصی توجہ دلایا کرتے تھے ۔ ڈکلریشن ملنے میں دیری ہورہی تھی لیکن حضرت مطمئن تھے کہ ڈکلریشن ملے گا ضرور تو دیر ہی سے اور ''دیر آید درست آید''

(۱) راقم بدرالقادری کو ماہنامہ کی ادارت سونپی گئی ۔ حضرت مولانا سید شمیم گوہر صاحب رقمطراز ہیں:

فروری ۱۹۷۶ء میں اشرفیہ کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔ معیاری، موقر اور جامع رسالہ کے اجرا پر دنیائے علم وادب نے داد وتحسین عنایت کی اور چند ہی ماہ کے اندر عوام وخواص کے دلوں پر چھاتا چلا گیا۔ ابھی یہ رسالہ اپنی چوتھی منزل سے گزرنے ہی پایا تھا کہ یکم جمادی الآخریٰ ۱۳۹۶ھ میں حضور حافظ ملت نے دار فانی کو خیر باد کہہ دیا۔ پانچویں شمارے میں بستر علالت سے لے کر سپرد لحد تک کے تمام مناظر پرغم کی عکاسی کے ساتھ '' حافظ ملت نمبر'' کا اعلان بھی شامل تھا۔

'' حافظ ملت نمبر'' کی تیاری میں تقریبا دو سال لگ گئے اور شعبۂ نشریات کی یہ چوتھی پیش کش اپریل ۱۹۷۸ء میں منظر عام پر آئی مگر اچانک عیوب واغلاط کی بنا پر اشاعت روک دی گئی ۔ دریں اثنا مولانا بدرالقادری ہالینڈ روانہ ہوگئے اور ادارت کی ذمہ داری راقم السطور کو سونپی گئی اور اس طرح اغلاط وعیوب سے صاف اور ازسرنو تصحیح ہونے کے بعد اپریل ۱۹۸۰ء میں ۵۸۶ صفحات کے اس نمبر کی باقاعدہ اشاعت ہوئی اور منظر عام پر آیا۔'' (ماہنامہ اشرفیہ)

مولانا ڈاکٹر سید شمیم گوہر الہ آبادی:

(۲) مولانا بدرالقادری کے ہالینڈ چلے جانے کے بعد'' ماہنامہ اشرفیہ'' کی ادارت کا قرعہ فال آپ کے نام سے نکلا۔ آپ کو شعر وشاعری کا اچھا ذوق ہے۔ طنز ومزاح نگاری سے بھی دل چسپی ہے آپ بہت اچھے قلم کار ہیں۔ آپ کے دور ادارت میں ادب وشاعری اور تنقید وتبصرہ سے متعلق اچھے خاصے مضامین زینت ماہنامہ ہوتے رہتے تھے۔

'' مجاہد ملت نمبر'' آپ ہی کی ادارت میں شائع ہوا۔ اس وقت آپ '' خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ الہ آباد'' کے وارث وسجادہ نشین ہیں''۔ (الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور از مولانا یٰسین اختر مصباحی ص ۳۴، ۳۵)

(۳) حضرت قاری محمد یحییٰ صاحب اعظمی مصباحی (رحمۃ اللہ علیہ):

آپ حضور حافظ ملت کے معتمدین میں تھے۔ایک مدت تک دار العلوم اشرفیہ کے ناظم اعلیٰ رہے۔۱۹۹۶ء میں آپ کا وصال ہوا۔ڈاکٹر سید شمیم گوہر صاحب کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال تک ماہنامہ کی ادارت کی ذمہ داری آپ نے نبھائی۔

حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی صاحب علیہ الرحمہ (م ۱۹۹۱ء):

ادارت اور دیگر خدمات اشرفیہ میں حضرت قاری محمد یحییٰ صاحب کے خاص رفیق کار تھے۔

(۴) مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی: حضرت قاری محمد یحییٰ صاحب علیہ الرحمہ کے بعد آپ ماہنامہ اشرفیہ کے مدیر منتخب ہوئے۔

مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی تحریر فرماتے ہیں:

''نعمانی صاحب نے جب ماہنامہ اشرفیہ کی ادارت کی باگ ڈور سنبھالی تو تبلیغ واصلاح کی جانب خصوصی توجہ دی۔'' (الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ص ۳۵)

(۵) مولانا مبارک حسین مصباحی: آپ سربراہ اعلیٰ حضرت عزیز ملت مولانا شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ کے داماد ہیں۔اشرفیہ کے مدرس ہونے کے بعد تقریباً ۱۵ر سال سے اشرفیہ کے مدیر بھی ہیں۔آپ اچھے خطیب وقلمکار اور بہت ہی سوجھ بوجھ کے مالک متحرک نوجوان ہیں۔آپ کی ادارت میں رسالہ صوری اور معنوی اعتبار سے دن بدن نکھرتا چلا جارہا ہے اور اس کی اشاعت ومقبولیت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

آپ کی ادارت میں اب تک متعدد وقیع نمبر نکل چکے ہیں جیسے: (۱) صدر الشریعہ نمبر ۱۹۸۵ء (۲) حافظ ملت افکار اور کارنامے ۱۹۹۱ء (۳) پیغمبر اعظم نمبر ۱۹۹۱ء (۴) انوار حافظ ملت نمبر ۱۹۹۲ء (۵) تعلیمی کنونشن نمبر ۱۹۹۶ء (۶) سلطان الہند غریب نواز نمبر ۱۹۹۸ء (۷) جشن شارح بخاری نمبر ۲۰۰۰ء (۸) فقیہ اعظم ہند نمبر ۲۰۰۰ء (۸) خصوصی شمارہ بیادگار حضرت رئیس القلم ۲۰۰۲ء (۹) سید ین نمبر ۲۰۰۲ء

ماہنامہ اشرفیہ کے شمارہ اول میں حافظ ملت کا ارشاد گرامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمـــــده ونصلی علیٰ حبیبه الکــــــریم

اما بعد! برادران اسلام السلام علیکم! مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ایک قدیم دینی درس گاہ ہے جو ترقی کر کے دار العلوم اشرفیہ ہوا اور اب ''الجامعۃ الاشرفیہ'' ہے۔یہ دینی ادارہ اپنی پوری جدوجہد کے ساتھ تعلیمی وتبلیغی خدمات انجام دیتا رہا۔

۲۰ر شوال ۱۳۹۳ھ کی مجلس شوریٰ نے اس میں شعبۂ نشر واشاعت کا اضافہ کیا۔یہ شعبہ اپنی بساط کے مطابق تقریری وتحریری خدمات انجام دیتا رہا۔

قلمی خدمات: ''ارشاد القرآن'' ''اشرفیہ کا ماضی اور حال'' ''الوسیلۃ السعیۃ'' شائع ہو کر منظر عام پر آچکیں۔

اب مستقل ''ماہنامہ اشرفیہ'' آپ کے زیر نظر ہے۔ان شاء المولیٰ القدیر یہ ماہنامہ نہایت پابندی کے ساتھ وقت پر

پہنچتا رہے گا۔امید کہ آپ اس کی قدر کریں گے اور حتی الامکان اس کی اشاعت کو فروغ دیں گے اور اعانت فرمائیں گے۔
دعا ہے کہ مولائے کریم اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ میں اس ماہنامہ اشرفیہ کو قوم وملت اور مذہب اہل سنت کے لیے مفید تر فرمائے۔(آمین ثم آمین)

فقط عبدالعزیز عفی عنہ

۲۵رذوالحجہ ۱۳۹۵ھ

(الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور از مولانا یٰس اختر مصباحی ص ۳۷)

لائبریری اور کمپیوٹر سینٹر:

اشرفیہ سے متعلق سب سے قدیم لائبریری ''اشرفی دارالمطالعہ'' ہے جس سے نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے طلبہ اشرفیہ علمی استفادہ کررہے ہیں۔ مجلات ورسائل بھی اس لائبریری میں آتے ہیں ان سے بھی طلبہ استفادہ کرتے ہیں۔ اس کا انتظام وانصرام طلبہ سے ہی وابستہ ہے۔علاوہ اس کے ''مکتبۃ اللغۃ العربیۃ'' کے نام سے بھی طلبہ کی ایک لائبریری ہے جس میں عربی زبان کی نادرونایاب کتابوں کا اچھا ذخیرہ ہے۔

اس لائبریری میں طلبہ کے لیے درسی کتب کے ساتھ ساتھ غیر درسی کتب کا بھی وافر ذخیرہ ہے۔اس مرکزی لائبریری میں تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، فلسفہ ومنطق، سیروتاریخ، تصوف، عربی ادب اور میراث ومناظرہ وغیرہ کی ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔

طلبہ کو ان کی جماعت کے حساب سے شوال میں کتابیں تقسیم کی جاتی ہیں۔جنہیں وہ سالانہ امتحان کے بعد تعطیل کلاں میں گھر جانے سے قبل جمع کردیتے ہیں۔

طلبہ کی یہ لائبریری اب ایک الگ عمارت ''امام احمد رضا لائبریری'' میں منتقل ہوچکی ہے۔

ایک بڑے ہال میں ''اشرفیہ کمپیوٹر سینٹر'' قائم ہوچکا ہے جس کے اندر ملٹی میڈیا بیس کمپیوٹر ہیں۔۳رٹیچر روزانہ طلبہ کو کمپوزنگ، ڈیزائننگ اور پروگرامنگ کی ٹریننگ دیتے ہیں۔

شارح بخاری دارالافتاء

اشرفیہ کے دارالافتاء میں خود حضور حافظ ملت، حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف صاحب وغیرہ نے بھی فتاویٰ لکھے ہیں اور خاص طور سے یہ شعبہ حضرت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی کے سپرد تھا۔۱۹۷۶ء سے ۲۰۰۰ء تک حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمہ نے صدر شعبہ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ کی حیثیت سے عظیم فقہی خدمت انجام دی ہے۔اس دارالافتاء سے ہزارہا ہزار فتاوے تحریر کیے جاچکے ہیں۔

اب دارالافتاء کے لیے ایک علیحدہ بلڈنگ ''شارح بخاری دارالافتاء'' تیار ہوگئی ہے اور دارالافتاء اسی میں منتقل

ہوگیا ہے۔ اس کی علیحدہ لائبریری بھی قائم کردی گئی ہے۔ حضرت شارح بخاری کے نائب حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ اس وقت اس شعبہ کے صدر مفتی ہیں۔

مجلس شرعی:

مجلس شرعی سے قبل ''شرعی بورڈ'' کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اس بورڈ کے کنوینر حضرت علامہ ارشدالقادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

رویت ہلال اور نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے سوال پر پورے ملک میں مسلمانانِ اہل سنت کو جن مشکلات اورافتراق وانتشار کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے آپ اس سے ناواقف نہیں ہیں۔

وقت کے انہی اہم سوالات پر غور کرنے کے لیے ۳؍ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۲؍جولائی ۱۹۸۵ء کو الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں مشاہیر علمائے اہل سنت کی ایک مجلس شوریٰ زیر صدارت قائم مقام مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری منعقد ہوئی جس میں مذکورہ بالا مسائل کو شرعی اصولوں کی روشنی میں حل کرنے کے لیے ۳۰؍مفتیان کرام پر مشتمل ایک شرعی بورڈ کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔ استفتاء کے لیے بورڈ کے ارکان اور ملک وبیرون ملک کے مفتیوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی ذمہ داری کاتب الحروف ارشد القادری کو اور عرب ملکوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی ذمہ داری مولانا محمد احمد مصباحی کو سونپی گئی۔

یہ بھی طے پایا کہ ۱۵؍صفر المظفر مطابق ۳۰؍اکتوبر کو بورڈ کی پہلی میٹنگ بنارس میں رکھی جائے اور اس میں سارے فتاوے سامنے رکھ کر کوئی متفقہ فیصلہ کیا جائے۔ قرار داد کے مطابق اس خط کے ہمراہ ایک استفتاء اور بورڈ کے ارکان کی فہرست حاضر کر رہا ہوں۔ از راہِ کرم ۳۰؍ستمبر ۸۵ء تک استفتاء کا جواب ارسال فرمادیں تا کہ ۳۰؍اکتوبر کی میٹنگ میں پیش کرنے کے لیے ہم اس کا خلاصہ مرتب کرسکیں۔ دو مہینے کی طویل مدت میں فقہ حنفی کے ذخائر اور اعلیٰ حضرت کے فتاوے کو کھنگال کر استفتاء کا ایسا جواب مرحمت فرمائیں کہ مسائل کا حل تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ خدا کے لیے ایسا ہرگز نہ کریں کہ جواب ہی سے ہمیں محروم کردیں۔

والسلام آپ کا مخلص

ارشد القادری کنوینر شرعی بورڈ

اسمائے گرامی مفتیان کرام اہل سنت ارکان شرعی بورڈ:

(۱) جانشین اعلیٰ حضرت مفتی اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری

(۲) شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(۳) بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی ضلع اعظم گڑھ

(۴) محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری نائب شیخ الحدیث اشرفیہ مبارک پور

(۵) شیخ الاسلام حضرت علامہ سید شاہ محمد مدنی میاں صاحب مدنی میشن۔اپوزٹ پریس کالج احمد آباد
(۶) حضرت مولانا مفتی اشفاق حسین صاحب نعیمی مفتی راجستھان دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور
(۷) حضرت مولانا فضل کریم صاحب قاضی ادارۂ شرعیہ بہار۔ سلطان گنج۔ پٹنہ
(۸) حضرت مولانا قاضی عبدالرحیم صاحب مرکزی دارالافتاء،۸۲/سوداگران، بریلی شریف
(۹) حضرت مولانا مفتی محمد عارف صاحب رضوی جامعہ منظراسلام سوداگران، بریلی شریف
(۱۰) حضرت مولانا مفتی محمد ایوب صاحب جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مرادآباد
(۱۱) شمس العلماء حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب شیخ الحدیث فیض العلوم جمشید پور
(۱۲) حضرت مولانا مفتی غلام محمد خاں صاحب رضوی، مہتمم دارالعلوم امجدیہ ناگپور
(۱۳) حضرت مولانا مفتی جلال الدین صاحب امجدی دارالعلوم فیض الرسول، براؤں شریف، بستی
(۱۴) حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب نائب مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
(۱۵) حضرت مولانا مفتی محمد اعظم صاحب مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی جی بہاری پور، بریلی
(۱۶) حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین صاحب دارالعلوم غریب نواز مرزا غالب روڈ، الہ آباد
(۱۷) حضرت مولانا مفتی عاشق الرحمٰن صاحب جامعہ حمیدیہ دریا گنج، الہ آباد
(۱۸) حضرت مولانا مفتی محمد محبوب صاحب اشرفی انجمن معین الاسلام پرانی بستی شہر بستی
(۱۹) حضرت مولانا خادم رسول صاحب جامعہ حمیدیہ رضویہ مدن پورہ ہٹیہ، وارانسی
(۲۰) حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب مہتمم دارالعلوم محمدیہ باؤلا مسجد، لائل روڈ
(۲۱) حضرت مولانا مفتی عبدالجلیل صاحب جامع اشرف کچھوچھہ شریف
(۲۲) حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مدرسہ حنفیہ کھگڑا کشن گنج
(۲۳) حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب دارالعلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ چائی کلاں بستی
(۲۴) حضرت مولانا سید اصغر امام صاحب جامعہ فاروقیہ ریوڑی تالاب، بنارس
(۲۵) حضرت مولانا محمد احمد صاحب مصباحی مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڑھ
(۲۶) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دارالعلوم شاہ عالم، احمد آباد
(۲۷) حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب رضوی مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ
(۲۸) حضرت مولانا مفتی محمد یامین صاحب جامعہ حمیدیہ رضویہ ہٹیہ مدن پورہ وارانسی
(۲۹) حضرت مولانا مفتی محمد میاں صاحب دہلوی مسجد شیخان باڑہ ہندوراؤ، دہلی

(ماہنامہ اشرفیہ جولائی، اگست ۱۹۸۵ء)

ارشد القادری۔ کنوینر شرعی بورڈ

۲۷/جولائی ۸۵ھ

بعد میں باقاعدہ ۲۴/جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ/۱۹/دسمبر ۱۹۹۲ء مجلس شرعی کا قیام عمل میں آیا۔

عہد حاضر میں سائنس کی حیرت انگیز ترقی سے روزانہ نئی نئی ایجادات سامنے آرہی ہیں اور طرح طرح کی تبدیلیاں رونما ہورہی ہیں۔ علاوہ ازیں تجارتی واقتصادی میدان اور بینکنگ وغیرہ میں بھانت بھانت کے اصول وفارمولے بھی وضع ہورہے ہیں۔ ان تمام امور کے تعلق سے شرعی احکام کی پیچیدگیوں اور احکام نے علمائے کرام اور مفتیان عظام کے لیے زبردست الجھنوں یا صبر آزما کدوکاوش کا سامان بھی پیدا کردیا ہے۔ ان تمام مشکلات کو دیکھتے ہوئے مفتیان کرام کے ایک بورڈ کی ضرورت محسوس ہوئی اس لیے کہ تن تنہا ہر عالم ومفتی کے لیے اس ذمہ داری سے عہدہ برآنا ہونا مشکل ہے۔

اس معاملے میں الجامعۃ الاشرفیہ کے ذمہ داروں نے سب سے پہلے شدت کے ساتھ اس کی ضرورت واہمیت کومحسوس کیا اور ''مجلس شرعی'' کا قیام عمل میں آیا۔

مفتی الجامعۃ الاشرفیہ حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب کا یہ اعلان ملاحظہ کیجئے۔

۲۳/جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹/دسمبر ۱۹۹۲ء بروز شنبہ عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی تحریک پر درج ذیل علمائے کرام کی ایک مجلس مشاورت منعقد ہوئی۔

(۱) عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ سربراہ اعلیٰ دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور۔ (۲) نائب مفتی اعظم ہند وشارح بخاری حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی دامت برکاتہم العالیہ صدر شعبۂ افتاء دارالعلوم اشرفیہ (۳) ممتاز الفقہاء محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری شیخ الحدیث و صدرالمدرسین دارالعلوم اشرفیہ۔ (۴) حضرت مولانا محمد احمد صاحب مصباحی استاذ دارالعلوم اشرفیہ (۵) محمد نظام الدین رضوی (مفتی واستاذ) دارالعلوم اشرفیہ

اس مجلس میں نوپید مسائل کا شرعی حل تلاش کرنے کے لیے اتفاق رائے سے علما کی ایک مجلس کا قیام عمل میں آیا جس کا نام ''مجلس شرعی'' رکھا گیا۔ عبوری طور پر اس کے درج ذیل ارکان نامزد ہوئے:

(۱) حضرت عزیز ملت مدظلہ العالی (۲) نائب مفتی اعظم ہند دام ظلہ العالی (سرپرست) (۳) حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی (صدر) (۴) حضرت مولانا محمد احمد صاحب مصباحی (رکن) (۵) محمد نظام الدین رضوی (رکن) (۶) جناب مولانا معراج القادری صاحب (رکن) (۷) جناب مولانا نسیم صاحب شعبۂ افتا دارالعلوم اشرفیہ (رکن) (۸) جناب مولانا آل مصطفیٰ صاحب استاذ جامعہ امجدیہ گھوسی، مئو (رکن)

مجلس شرعی کی پہلی نشست ۲۷/جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ کو جامعہ اشرفیہ میں بوقت ۸/بجے شب منعقد ہوگی جس میں طریقۂ کار کی تجاویز کی منظوری اور آئندہ سیمینار کی تاریخ اور موضوع بحث کا تعین ہوگا۔

معلن

نظام الدین
رکن مجلس شرعی
۲۵ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ
۲۱/۱۲/ ۱۹۹۱ء

اس مجلس شرعی کے زیر اہتمام اب تک متعدد سیمینار (مختلف اہم موضوعات پر) منعقد ہو چکے ہیں۔

ادارہ تحقیقات حافظ ملت

۱۹۸۹ء میں حضرت عزیز ملت قبلہ کی سر پرستی میں اس ادارہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کا بنیادی مقصد ہے حضرت حافظ ملت، جامعہ اشرفیہ اور فرزندان اشرفیہ کے حوالے سے سوانحی، تاریخی اور تحقیقی امور انجام دینا۔

۲۸/دسمبر ۱۹۸۹ء کو اس کا پہلا ''حافظ ملت سیمینار'' ۷/دسمبر ۱۹۹۱ء کو منعقد ہوا۔ اس سیمینار کے مقالات کا مجموعہ بنام ''حافظ ملت۔ افکار اور کارنامے'' ۱۹۹۰ء میں اس ادارہ سے شائع ہو چکا ہے۔ مرتب ہیں مدیر اشرفیہ مولانا مبارک حسین صاحب مصباحی۔

دوسرا سیمینار حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی کی حیات وخدمات پر ان کی حیات میں منعقد ہو چکا ہے۔

دوسرے سیمینار کے مقالات ''انوار حافظ ملت نمبر'' ۱۹۹۴ء (ماہنامہ اشرفیہ) میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ادارہ مولانا مبارک حسین صاحب مصباحی کے زیر عمل ہے۔

شعبۂ نشریات کا میڈیا سیمینار

تنظیم ابنائے اشرفیہ (جنرل سکریٹری۔ مولانا مبارک حسین صاحب مصباحی۔ مدیر اعلیٰ ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور) کے زیر اہتمام۔ ۱۹/۲۰/ربیع الآخر ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۸، ۱۹/مئی ۲۰۰۶ء زیر صدارت حضرت عزیز ملت مولانا شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ۔ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور۔ دو روزہ میڈیا سیمینار منعقد ہوا۔ نظامت کے فرائض مولانا مبارک حسین صاحب مصباحی نے انجام دیے۔

موضوع تھا: اسلام اور عصر حاضر کا چیلنج۔ میڈیا کے حوالے سے

اس سیمینار میں جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی۔ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ کے لکچرار صاحبان۔ متعدد رسائل وجرائد کے مدیران اور صحافی صاحبان نیز بریلی شریف، سنبھل، رام پور، مئو، اعظم گڑھ، روناہی اور دیگر مقامات کے مشاہیر علما، دانش وران ملت وغیرہ نے شرکت کی۔

اس میڈیا سیمینار کی دھمک پورے ملک کے مذہبی حلقوں کے علاوہ حلقۂ دانشوران نیز حلقۂ غیر مسلمین میں بھی محسوس کی گئی

اور الجامعۃ الاشرفیہ کی عظمت کا مزید اعتراف کیا گیا۔ ملک کے مسلمانان اہل سنت اور مدارس اسلامیہ کا یہ پہلا میڈیا سیمینار تھا اور اس معاملہ میں ’’الجامعۃ الاشرفیہ‘‘ کو اولیت حاصل رہی۔

تربیت طلبہ اور دعوت و تبلیغ: یہاں مذہبی و دینی تربیت کا خاص لحاظ رکھا جاتا ہے۔ مدرسہ سے کچھ دور ایک مسجد ہے۔ طلبہ نماز باجماعت اس مسجد میں ادا کرتے ہیں اور مدرسین حضرات اس امر کی خاص نگرانی رکھتے ہیں۔ خلق نبوی وعادتِ مصطفوی کے ساتھ آراستہ ہو کر ایک ایک فارغ التحصیل یہاں سے باہر نکلتا ہے اور اسی مشعل کی روشنی اطراف واکناف ہند میں پھیلاتا ہے۔ یو پی۔ سی۔ پی، حیدرآباد، بنگال، بہار، مارواڑ، اڑیسہ، پنجاب غرض کہ تمام ہندوستان میں یہاں کے تعلیم یافتہ آج مسند تدریس وافتا وارشاد پر متمکن ہیں۔ رات دن ہمارے پاس ہندوستان کے تمام اطراف سے یہاں کے فارغ التحصیل کی طلبی کے خطوط آتے رہتے ہیں۔ مگر ہم ان کی آرزو پوری نہیں کر سکتے، تقریر وتحریر میں جو ملکہ ہمارے دارالعلوم کے طلبہ کو حاصل ہے وہ باید وشاید ہی کسی مدرسہ میں ہو۔ پھر بحمدہ تعالیٰ وہ ہر جمعرات کو اطراف مبارک پور میں جو دیہات وقصبات واقع ہیں وہاں پیدل جا کر اور چار چار چھ چھ میل سفر کر کے لوگوں کو اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ اور یہ سب کام محض حسبۃً للہ ہوتا ہے۔ اس سے کوئی دنیوی غرض وابستہ نہیں۔ اس دارالعلوم کے فاضل آج بھی بہت سی جگہ مسند صدارت پر فائز ہیں اور اپنے علم وفضل کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ جس کی فہرست اسی روداد کے نقشۂ فارغ شدگان میں درج ہے ملاحظہ فرمائیں:

اسی روداد ۶۴۔۱۳۶۵ھ کے آخری صفحات پہ دس گیارہ سال کے اندر اشرفیہ سے فارغ ہونے والے طلبہ کے نام اس طرح درج ہیں۔ نمبر ۲۶ رکا نام غلام رشید علامہ ارشد القادری ہے۔

۱	جناب مولوی قاری اسد الحق صاحب	تدریس	خطیب جامع مسجد جالی محلہ بمبئی
۲	جناب مولوی محمد خلیل صاحب کچھوچھوی	تدریس	صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ انوار العلوم جین پور
۳	جناب مولوی علی احمد صاحب مبارکپوری	تدریس وافتا	دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ
۴	جناب مولوی محمد حاتم صاحب مبارک پوری	تجارت	مبارک پور اعظم گڑھ
۵	جناب مولوی محمد محبوب صاحب اشرفی مبارک پوری	تدریس وافتا	صدر مدرس مدرسہ احسن المدارس کانپور
۶	جناب مولوی عبدالحق صاحب گونڈوی	تدریس وافتا	صدر مدرس مدرسہ احسن المدارس کانپور
۷	جناب مولوی جان عالم صاحب مئوی	تدریس	مدرس محمد علی میموریل اسکول چمن گنج کانپور
۸	جناب مولوی محمد حفیظ الدین صاحب اعظمی	حکمت	گولا بازار ضلع گورکھپور
۹	جناب مولوی وجیہ الدین صاحب امانی غازیپوری	سجادہ نشین	خانقاہ مولانا ضیاء الدین علیہ الرحمہ پیلی بھیت
۱۰	جناب مولوی پیر جی محمد شفیع صاحب جودھپوری	خطیب	خانقاہ مولانا ضیاء الدین علیہ الرحمہ پیلی بھیت

۱۱	جناب مولوی قاری محمد عثمان صاحب گھوسی	تدریس	صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ جالپور فیض آباد
۱۲	جناب مولوی عبدالغفار صاحب بلیاوی	تدریس	خانقاہ سرکانہی ضلع مظفر پور، بہار
۱۳	جناب مولوی مصلح الدین صاحب قندھاری	تدریس وخطابت	خطیب جامع مسجد صدر ناگ پور
۱۴	جناب مولوی عبدالستار صاحب اعظمی	تجارت	کریم الدین پور گھوسی، اعظم گڑھ
۱۵	جناب مولوی عبدالرؤف صاحب بلیاوی	تدریس	دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ
۱۶	جناب مولوی ظفر علی صاحب بلیاوی	تدریس وافتا	صدر مدرس دارالعلوم اہل سنت اپلیٹا کاٹھیاواڑ
۱۷	جناب مولوی کلیم حسام الحق صاحب بلیاوی	طبابت	بلیا، یوپی
۱۸	جناب مولوی افتخار احمد صاحب اعظمی	تدریس	مدرسہ عربیہ مگہر بستی
۱۹	جناب عبدالسبحان صاحب آسامی	تدریس	صدر مدرس مدرسہ عربیہ جھنڈواڑہ، سی، پی
۲۰	جناب مولوی عبدالقیوم صاحب آسامی	تدریس	مدرسہ عربیہ جھنڈواڑہ، سی، پی
۲۱	جناب مولوی حافظ رحمت اللہ صاحب اعظمی	تدریس	مدرسہ عربیہ جھنڈواڑہ، سی، پی
۲۲	جناب مولوی عبدالسلام صاحب مبارک پوری	تجارت	مبارک پور اعظم گڑھ
۲۳	جناب مولوی اختر حسین صاحب اعظمی	تجارت	موضع ادری ڈاکخانہ اندارا ضلع اعظم گڑھ
۲۴	جناب مولوی مقبول احمد صاحب اعظمی	تجارت	کریم الدین پور گھوسی اعظم گڑھ
۲۵	جناب مولوی سید عبدالحق صاحب مبارک پوری	تدریس وخطابت	مدرسہ عربیہ مسجد غریب شاہ دھوراجی کاٹھیاواڑ
۲۶	جناب مولوی غلام رشید صاحب بلیاوی	تدریس	مدرسہ عربیہ آنولہ ضلع بریلی
۲۷	جناب مولوی محمد شفیع صاحب مبارک پوری	تدریس	مبارک پور اعظم گڑھ
۲۸	جناب مولوی عبدالعزیز صاحب مبارک پوری	تدریس	مبارک پور اعظم گڑھ
۲۹	جناب کلیم الدین صاحب مالدہی	تدریس	مالدہ، بنگال
۳۰	جناب مولوی غلام مصطفےٰ صاحب بلیاوی	تدریس	رتسڑ بلیا
۳۱	جناب مولوی گل محمد مالیگاؤں	تدریس	مدرسہ عربیہ حنفیہ اسلام پورہ مالیگاؤں، ناسک
۳۲	جناب مولوی محمد حسین صاحب سمند پوری	تدریس وخطابت	مدرسہ جامع مسجد انڈال بازار ضلع بردوان

۴۳	جناب مولوی عبدالحق صاحب ولید پوری	تدریس	صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ ضیاء العلوم خیرآباد
۴۴	جناب مولوی محمد فاروق صاحب بنارسی	تجارت	مبارک پور ضلع اعظم گڑھ

اشرفیہ کے ممتاز مدرسین

مخلص وباصلاحیت اور صاحب کردار مدرسین بھی مدرسہ کی روح اور کسی بھی تعلیمی ادارہ کی کامیابی وترقی کی ضمانت ہوتے ہیں۔ ان کی استعداد ولیاقت، عادات واطوار اور احساس ذمہ داری کا طلبہ کے دلوں پر گہرا نقش ثبت ہوتا ہے اور وہ اپنے آپ کو انھی مدرسین کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بفضلہٖ تعالیٰ اشرفیہ مبارک پور اس سلسلے میں خوش قسمت رہا ہے اور اسے ملک کے نہایت قابل اور قیمتی مدرسین میسر آتے رہے ہیں۔ حافظ ملت کی دور اندیش اور مردم شناس نگاہوں کا اس سلسلے میں بڑا دخل رہا ہے۔ چند ممتاز مدرسین اشرفیہ کے نام ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔ جن کی اپنے اپنے دور میں بے پناہ شہرت ومقبولیت علما اور طلبہ کے درمیان اس حد تک رہی ہے کہ دوسرے مدارس اسلامیہ انھیں رشک بھری نگاہوں سے دیکھتے رہے ہیں۔

حضور حافظ ملت تو آخر دم تک اشرفیہ کے صدرالمدرسین رہے ہیں ان کے علاوہ چند نام یہ ہیں:

(۱) حضرت مولانا غلام جیلانی اعظمی متوفی ربیع الاول ۱۳۹۷ھ فروری ۱۹۷۷ء

(۲) حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری متوفی ربیع الاول ۱۴۱۰ھ اکتوبر ۱۹۸۹ء

(۳) حضرت مولانا قاضی شمس الدین احمد جعفری جونپوری متوفی ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

(۴) حضرت مولانا محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری متوفی ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ مارچ ۱۹۷۷ء

(۵) حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی متوفی رمضان ۱۴۰۵ھ مئی ۱۹۸۶ء

(۶) حضرت مولانا ثناء اللہ اعظمی متوفی محرم ۱۴۱۱ھ اگست ۱۹۹۰ء

(۷) حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف مصباحی بلیاوی ثم مبارک پوری متوفی ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

(۸) حضرت مولانا قاری محمد عثمان اعظمی مصباحی متوفی ربیع الاول ۱۴۱۶ھ اگست ۱۹۹۵ء

(۹) حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ مبارک پوری مصباحی متوفی ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

(۱۰) حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی مصباحی متوفی ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

(۱۱) حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی مصباحی

(۱۲) حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی

(۱۳) حضرت مولانا عبداللہ عزیزی مصباحی

(۱۴) حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

(۱۵) حضرت مولانا عبدالشکور گیاوی مصباحی

مذکورہ بالا شخصیتوں میں سے ہر فرد اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب ہے اور ہند و پاک کے مدارس اہل سنت و علمائے کرام ان کی علمی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہیں۔ طلبۂ اشرفیہ ان کی تدریس و تعلیم و تربیت اور انداز تفہیم کی وجہ سے اوقات درس کے علاوہ خارجی اوقات میں استفادہ کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں اور ان کی نگاہ توجہ وعنایت کے متمنی رہتے ہیں۔ ان کے دینی و علمی اوصاف ومحامد روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

بیرون ملک فرزندان اشرفیہ کی خدمات

دارالعلوم اشرفیہ سے تکمیل علوم اسلامیہ کر کے دستار فضیلت اور سند فضیلت حاصل کرنے والے بیشمار فرزندان اشرفیہ ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اشرفیہ کا سحاب علم وفضل خطۂ ہند کی تقریبا ہر وادی وکوہسار پر جھوم جھوم کر برس رہا ہے اور تشنہ لبوں کو سیراب کر رہا ہے۔ ساتھ ہی اس کے فیضان سے افریقہ اور یورپ وامریکہ کے بہت سے ممالک سیراب ہو رہے ہیں۔

نیپال تو ہمارا پڑوسی ملک ہے اور آمد و رفت کی سہولتوں کی وجہ سے بہت سے نیپالی طلبہ اشرفیہ میں تعلیم حاصل کر کے نیپال واپس جاتے ہیں اور اپنے یہاں خدمت دین کرتے ہیں۔ درجنوں فرزندان اشرفیہ نیپال کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جن میں مفتی نیپال حضرت مولانا محمد جیش مصباحی برکاتی نیپالی کا نام پورے نیپال میں مشہور ومعروف ہے اور نیپال کے سنی عوام اپنے مذہبی مسائل کے حل کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

کراچی پاکستان میں حضرت مفتی ظفر علی نعمانی مصباحی سابق ممبر قومی اسمبلی پاکستان وبانی دارالعلوم امجدیہ کراچی پورے پاکستان میں قدر ومنزلت اور عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور علما وخواص کے درمیان آپ مسند اعزاز وتکریم پہ بٹھائے جاتے ہیں۔ صدرالشریعہ کے فرزند حضرت قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی مصباحی خطیب نیومیمن مسجد کراچی کی شخصیت بھی محتاج تعارف نہیں۔ حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فرزند مولانا عطاء المصطفیٰ قادری مصباحی دارالعلوم امجدیہ کراچی کے نوجوان اور ممتاز مدرس ہیں۔

دیگر فرزندان اشرفیہ جو مختلف ممالک میں دینی وعلمی خدمات انجام دے رہے ہیں ان میں سے چند نام یہ ہیں:

مولانا افتخار احمد قادری مصباحی	مدینہ منورہ حجاز مقدس
مولانا عبدالمجید بستوی مصباحی	ماریشش افریقہ
مولانا فیاض احمد مصباحی	ماریشش افریقہ
مولانا حمید الحق مصباحی	زمباوے افریقہ
مولانا عبدالمجید نوری مصباحی	ساؤتھ افریقہ

مولانا سید علیم الدین اعظمی مصباحی	ساؤتھ افریقہ
مولانا فتح احمد بستوی مصباحی	ساؤتھ افریقہ
قاری عظیم الدین مصباحی	ساؤتھ افریقہ
مولانا قمر الحسن بستوی مصباحی	امریکہ
مولانا احمد القادری مصباحی	امریکہ
مولانا نعیم اختر اعظمی مصباحی	سرینام امریکہ
مولانا بدر القادری مصباحی	ہالینڈ
مولانا شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی	ہالینڈ
مولانا محمد محفوظ مصباحی	ہالینڈ
مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی	انگلینڈ
مولانا ممتاز احمد اشرف القادری مصباحی	انگلینڈ
مولانا قاری محمد اسماعیل مصباحی	انگلینڈ
مولانا ارشاد احمد مصباحی	انگلینڈ
مولانا محمد اقبال پٹیل مصباحی	انگلینڈ
مولانا غلام یزدانی مصباحی	انگلینڈ
مولانا محمد یونس مصباحی گجراتی	انگلینڈ
مولانا محمد الیاس مصباحی گجراتی	انگلینڈ
مولانا نوشاد عالم مصباحی غازی پوری	ساؤتھ افریقہ
مولانا نظام الدین پٹیل مصباحی	انگلینڈ
مولانا عبد الرب مصباحی	امریکہ
مولانا سراج احمد حبیبی مصباحی	ساؤتھ افریقہ
مولانا امان اللہ مصباحی	ساؤتھ افریقہ

قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کے ساتھ مل کر آج سے تقریباً ستائیس سال پہلے مکہ مکرمہ کی پرنور فضا اور نورانی ماحول میں حضرت علامہ ارشد القادری مصباحی نے ایک عالمی اسلامی تنظیم کا منصوبہ بنایا اور پھر انگلینڈ میں ورلڈ اسلامک مشن کا قیام عمل میں آیا۔ جس نے انگلینڈ میں اہل سنت کو منظم کر کے کئی ایک قابل قدر کارنامے انجام دیئے اور مشن کے وفود نے کئی بار متعدد ممالک کے تبلیغی دورے کیے۔ شروع میں مشن کو متحرک وفعال بنانے کے لیے بائیس مہینے تک علامہ نے انگلینڈ میں قیام کیا اور اب تک دسیوں مرتبہ وہ انگلینڈ و ہالینڈ کا سفر کر چکے ہیں۔ مولانا قمر الزماں اعظمی

مصباحی ورلڈ اسلامک مشن کے مرکزی جنرل سکریٹری ہیں۔ کچھ دنوں تک مولانا اعظمی نے ''حجاز'' کے نام سے اردو زبان میں ایک دینی رسالہ بھی انگلینڈ سے نکالا۔

راقم بدرالقادری مصباحی ہالینڈ کی، سرزمین پر دینی خدمات عرصہ تیس سال سے انجام دے رہا ہے۔ کئی کتابوں کا مصنف بھی ہے۔ ''ندائے اسلام'' کے نام سے عرصہ تک اس نے ایک مذہبی ماہنامہ ہالینڈ سے نکالا۔

دعوت اسلامی جو ہندو پاک کے علاوہ متعدد ممالک میں مثبت انداز سے دینی و اصلاحی خدمت انجام دے رہی ہے۔ جس کے امیر مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی ہیں۔ اس دعوت اسلامی کا منصوبہ مولانا شاہ احمد نورانی کے مشورے سے علامہ ارشدالقادری نے بنایا اور انہی حضرات نے مولانا محمد الیاس عطار قادری کو اس کا امیر منتخب کیا۔

فرزندان اشرفیہ کی مخلصانہ محنت اور سرگرم جدو جہد سے جہاں اہل سنت کا سر فخر سے اونچا ہو رہا ہے وہیں الجامعۃ الاشرفیہ کا ستارۂ اقبال بھی بلند اور روشن و منور ہو رہا ہے۔

فرزندان اشرفیہ کے قائم کردہ تحریری واشاعتی ادارے

اشرفیہ کے ماحول میں دینی و علمی پرورش پانے والے طلبہ ابتدا ہی سے انفرادی و اجتماعی طور پر قومی و ملی احساس وشعور سے لبریز ہوتے ہیں۔ جماعت کے ٹھوس اور مستحکم اور دیرپا مفادات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تحریر واشاعت کی جانب انہوں نے ہمیشہ توجہ کی اور اشرفیہ نے ایسے اصحاب قلم پیدا کیے جن کے قلم کی عظمت کا لوہا اپنے بیگانے سبھی مانتے ہیں۔ اہل حق فرزندان اشرفیہ کی تحریریں پڑھ کر جھوم اٹھتے ہیں، ان کے چہرے کھل اٹھتے ہیں اور اہل باطل فرزندان اشرفیہ کے صریر خامہ کی ہیبت سے لرز اٹھتے ہیں۔

شارح بخاری فقیہ اعظم ہند حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی مصباحی متوفی ۶ر صفر ۱۴۲۱ھ ۱۱ر مئی ۲۰۰۰ء اور رئیس التحریر علامہ ارشدالقادری مصباحی، مفتی عبدالمنان اعظمی، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا یٰسین اختر مصباحی، مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری جیسے چند نام بطور مثال پیش کر دینا کافی ہے۔ حضرت مولانا محمد میاں کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد صابر القادری نسیم بستوی جیسے اصحاب قلم بھی اشرفیہ کے پروردہ اور حافظ ملت کے تلامذہ میں ہیں۔

اپنے ذوق تحریر واشاعت کی تسکین اور جماعت کی ضرورت کے پیش نظر فرزندان اشرفیہ نے اپنے اپنے طور پر کئی ایک تحریری واشاعتی ادارے قائم کیے۔ جن میں سے چند نام یہ ہیں:

(۱) سنی دارالاشاعت مبارک پور:

۱۹۵۹ء میں سنی دارالاشاعت کا قیام حافظ ملت کی سرپرستی میں ہوا۔ عملی طور پر حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی مصباحی اس کے روح رواں تھے اور حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی مصباحی، حضرت قاری محمد یحییٰ مبارک پوری مصباحی، حضرت

مولانا محمد شفیع اعظمی مصباحی سنی دارالاشاعت کے دست و بازو تھے۔ حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی مصباحی کے وصال ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء کے بعد حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی مصباحی نے سنی دارالاشاعت کی پوری ذمہ داری سنبھالی، امام اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کے فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا سہرا سنی دارالاشاعت کے سر ہے۔ جلد سوم سے جلد ہشتم تک فتاویٰ رضویہ کی اشاعت سنی دارالاشاعت مبارک پور ہی سے ہوئی۔ الحمدللہ اب فتاویٰ رضویہ کی اشاعت رضا اکیڈمی ممبئی سے مکمل بارہ جلدوں میں اور ترجمہ کے ساتھ تیس جلدوں میں ہو رہی ہے۔

(۲) حق اکیڈمی مبارک پور:

حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی مصباحی کے فرزند مولانا محمد احمد مصباحی مرحوم ۱۹۶۸ء میں اشرفیہ سے فارغ ہونے کے بعد رانچی بہار گئے اور وہیں لگ بھگ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے حق اکیڈمی قائم کی، مولانا مرحوم کو تحریر و اشاعت سے لگاؤ اور دلچسپی تھی۔ انہوں نے حق اکیڈمی کی طرف سے چھوٹی بڑی کئی ایک کتابیں شائع کیں۔ بعد میں ان کے بھائی مولانا شکیب ارسلاں مصباحی نے اکیڈمی کی ذمہ داری سنبھالی۔ بہت پہلے حق اکیڈمی رانچی سے مبارک پور منتقل ہوئی، اب مولانا شکیب ارسلاں مصباحی مبارک پوری حق اکیڈمی کو تجارتی کتب خانہ کی طرح چلا رہے ہیں۔

(۳) المجمع الاسلامی مبارک پور:

ایک وسیع ہمہ گیر منصوبہ کے تحت ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں اس کا مبارک پور میں قیام عمل میں آیا۔ اس کی باضابطہ ایک کمیٹی ہے مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری مصباحی، مولانا بدرالقادری مصباحی اور مولانا یٰسین اختر مصباحی اس کے بانی ارکان ہیں۔ ایک سو سے زیادہ دینی و علمی کتابیں المجمع الاسلامی سے شائع ہو چکی ہیں۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے مشرق میں واقع ملت نگر کے اندر ''المجمع الاسلامی'' کی اپنی زمین پر عمارت تعمیر ہو چکی ہے۔ جو، نو (۹) کمروں، لائبریری، دارالمطالعہ کے دو ہال اور سیمینار ہال ۶۱×۶۴ پر مشتمل ہے۔ مزید کام جاری ہے۔

المجمع الاسلامی کے چند شعبے اور منصوبے:

(۱) دارالتصنیف (۲) دارالتحقیق و تصحیح (۳) دارالکتب (۴) دارالمطالعہ (۵) دارالاشاعت (۶) دارالتربیت والتعلیم (۷) سیمنار ہال (۸) مہمان خانہ (۹) اسٹاف کوارٹر (۱۰) شعبۂ مالیات

(۴) دائرۃ البرکات قصبہ گھوسی:

حضرت شارح بخاری نے ۱۹۸۴ء میں نزہۃ القاری شرح بخاری کی طباعت و اشاعت کے ساتھ اس کا آغاز فرمایا۔ نزہۃ القاری کی نو ضخیم جلدیں دائرۃ البرکات کی طرف سے شائع ہوئیں۔ دائرۃ البرکات ہی کی طرف سے حضرت شارح بخاری کی یہ کتابیں بھی شائع ہوئیں۔

(۱) اشرف السیر (۲) مقالات امجدی (۳) اسلام اور چاند کا سفر (۴) اثبات ایصال ثواب (۵) سنی اور دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ (۶) فتنوں کی سرزمین کون؟ نجد یا عراق (۷) امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر (۸) اذان خطبہ کہاں ہو؟ (۹) تنقید بر محل (۱۰) مقالات شارح بخاری (تین جلدوں میں) اول مطبوعہ باقی زیر طبع گیارہ سو صفحات پر مشتمل معارف شارح بخاری دائرۃ البرکات کے اہتمام سے شائع ہوا۔

(۵) دائرۃ المعارف الامجدیہ قصبہ گھوسی:

مولانا عبدالمنان کلیمی مصباحی اور مولانا علاء المصطفیٰ قادری مصباحی نے ۱۹۷۷ء میں دائرۃ المعارف الامجدیہ قائم کیا۔ جس کی طرف سے اپریل ۱۹۷۸ء میں قصبہ گھوسی کے اندر صدرالشریعہ سیمینار منعقد ہوا۔ صدرالشریعہ کے فتاویٰ کا مجموعہ بنام ''فتاویٰ امجدیہ'' کی جلد اول، دوم، سوم، چہارم کی ترتیب واشاعت اسی دائرۃ المعارف سے ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ صدرالشریعہ مختصر تعارف مرتبہ مولانا آل مصطفیٰ مصباحی اور صدرالشریعہ کی حیات وخدمات مرتبہ مولانا فیضان المصطفیٰ قادری مصباحی کی طباعت واشاعت دائرۃ المعارف الامجدیہ نے کی۔

(۶) المجمع المصباحی مبارک پور:

مولانا مبارک حسین مصباحی اور مولانا زاہد علی سلامی مصباحی نے تقریبا ۱۹۹۰ء میں المجمع المصباحی قائم کیا جو اشاعت وتجارت کی بنیاد پر کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے، دو تین ماہ پہلے سیرۃ النبی کے موضوع پر پیر محمد کرم شاہ ازہری کی مشہور وضخیم کتاب ''ضیاء النبی'' شائع کی جو سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ شرح مسلم، ۷، جلدوں میں از غلام رسول سعیدی، تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ، خطبات نظامی، العذاب الشدید، انسان کامل وغیرہ پینتالیس سے زائد کتابیں المجمع المصباحی کی طرف سے اب تک شائع ہوچکی ہیں۔

(۷) افکار حق بائسی:

مولانا غلام جابر شمس مصباحی، ان کے رفقائے درس اور دیگر ساتھیوں نے اشرفیہ کے زمانۂ طالب علمی میں تقریبا ۱۹۸۸ء میں ادارہ افکار حق قائم کیا۔ بائسی ضلع پورنیہ بہار میں اس کا آفس ہے۔ اردو اور انگریزی میں پچیس تیس کتابیں ادارہ افکار حق بائسی نے شائع کیں۔ اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

(۸) المجمع العلمی ہزاری باغ:

مولانا طیب علی رضا مصباحی اور ان کے ساتھیوں نے لگ بھگ ۱۹۸۶ء میں المجمع العلمی قائم کیا اور اس کی طرف سے تقریبا ایک درجن کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ مولانا طیب علی رضا مصباحی اور مولانا انور نظامی مصباحی المجمع العلمی ہزاری باغ کے روح رواں ہیں۔ (الجامعۃ الاشرفیہ از مولانا یٰسین اختر مصباحی، ص ۴۸ تا ص ۶۲)

(۹) دارالقلم :-

دارالقلم دہلی کے نام سے، ذاکر نگر نئی دہلی میں حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی نے ایک اشاعتی و تصنیفی ادارہ قائم کیا ہے جس میں باضابطہ تصنیف واشاعت کا کام جاری ہے بعض طلبہ کو تربیت بھی دی جاتی ہے، تقریباً ۲۵ کتابیں اس سے شائع ہوچکی ہیں اکثر بانی ادارہ علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب کی ہیں، ادارہ کے احاطے میں ایک شاندار قادری مسجد بھی ہے۔ جو ادارہ ہی کے ساتھ قائم ہوئی ہے۔

ان اداروں کے علاوہ اشاعتی و تصنیفی اور بہت سے ادارے ہیں جنہیں ازراہ اختصار نظر انداز کیا جارہا ہے،

اشرفیہ کا انتظام وانصرام

اشرفیہ کے وسیع انتظامات کو کنٹرول کرنے اور نظم وضبط بحال رکھنے کے لیے مجلس انتظامی کی روایت اشرفیہ میں آغاز عمل ہی سے قائم ہے۔ شیخ محمد امین انصاری صدر مدرسہ اور شیخ علیم اللہ ناظم وخیر اللہ دلال متولی مدرسہ کے ایک روداد میں ہے۔

'' دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم قصبہ مبارک پور اعظم گڑھ ۳۲ سال سے ایک باضابطہ کمیٹی کے ماتحت قائم رہ کر تعلیمی اور تبلیغی خدمات انجام دے رہا ہے جس کے سرپرست شمع شبستان غوثیت حضرت مولانا العلام الشاہ ابوالمحامد سید محمد صاحب قبلہ محدث کچھوچھوی دامت برکاتہم وعلامہ زمن خاتم الفقہاء حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ ابوالعلاء محمد امجد علی صاحب قبلہ اعظمی دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ علاوہ اراکین وعہدہ داران کے چالیس اشخاص معززین قصبہ ممبر کمیٹی ہیں جن کے مشورے سے امور انتظامی طے پاتے ہیں۔ (مطبوع ص۲، روداد ۶۲ ۱۳۶۱ھ)

مدارس اہل سنت میں فرزندان اشرفیہ کی تدریسی خدمات

اشرفیہ کی ٹھوس تعلیم وتربیت کے مفید اثرات ونتائج اور حسن کارکردگی کے خوشگوار نتائج ہمیشہ سامنے آتے رہے۔ اشرفیہ کی حیثیت ایک ایسے پاور ہاؤس کی ہوگئی ہے جس سے علم کی روشنی پھیلتی اور دوسرے مدارس کو اس پاور ہاؤس سے بجلی ملتی رہتی ہے۔ اشرفیہ ایک ایسا علمی کارخانہ ہے جس کی پیداوار ہمیشہ اچھی اور معیاری ہوئی ہے اور جب کسی کارخانے میں معیاری سامان تیار ہو تو اس کی مانگ بڑھ جاتی ہے اور دور دراز تک کے لوگ اس کے طلب گار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے تقریباً سارے قابل ذکر سنی مدارس میں فرزندان اشرفیہ بہترین دینی وعلمی خدمات انجام دے رہے ہیں اور شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ بعض مدارس تو ایسے ہیں کہ ان کے بانی وشیخ الحدیث وصدر المدرسین سے لے کر درس نظامی کے آخری مدرس تک تقریباً سب کے سب فرزندان اشرفیہ ہی ہیں۔ جیسے دارالعلوم محمدیہ بمبئی بعض ایسے مدارس ہیں جن میں تقریباً آدھے درجن فرزندان اشرفیہ امتیازی حیثیت کے ساتھ تدریسی عملہ میں شامل ہیں جیسے درالعلوم

فیضان اشرف باسنی ضلع ناگور شریف راجستھان۔

ذیل میں چند ایسے مدارس اہل سنت کے نام دیئے جارہے ہیں جن میں ایک دو سے لے کر کئی ایک فرزندان اشرفیہ تدریسی خدمات پر مامور ہیں۔

(۱) دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف

(۲) جامعہ رضویہ نوریہ بریلی شریف

(۳) دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف

(۴) جامعہ نعیمیہ مرادآباد

(۵) جامع اشرف کچھوچھہ شریف

(۶) دارالعلوم امجدیہ ناگ پور مہاراشٹر

(۷) دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور راجستھان

(۸) شمس العلوم قصبہ گھوسی ضلع مئو

(۹) الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی ضلع فیض آباد

(۱۰) دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی

(۱۱) دارالعلوم غریب نواز الہ آباد

تفصیل عمارات الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

قصبہ مبارک پور سے باہر چالیس ایکڑ زمین میں الجامعۃ الاشرفیہ کی متعدد عمارتیں مکمل ہوکر زیر استعمال ہیں۔ ان کا ایک اجمالی تعارف ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

(۱) سینٹرل بلڈنگ الجامعۃ الاشرفیہ: کل ۳۱ رکمروں پر مشتمل ہے جس میں ۲۸ رکمرے ۲۰×۳۰ کے، اور دو بڑے ہال ۳۰×۴۰ کے اور ایک دارالحدیث ۴۲×۴۲ مربع فٹ کا ہے۔ دارالحدیث کا گنبد زمین سے ۱۰۷ رفٹ بلند ہے۔ یہ پرشکوہ عمارت دو منزلہ ہے۔

(۲) دارالتحفیظ والتجوید: اس میں ۲۸ رکمرے ہیں۔ ۲۰ رکمروں کا سائز ۱۵×۲۰ ہے۔ اور ۸ رکمرے ۲۰×۲۵ کے ہیں۔ یہ عمارت بھی دو منزلہ ہے۔

(۳) عزیزی ہاسٹل: دو منزلہ ہے جس میں کل چھوٹے بڑے ۱۲۰ رکمرے ہیں

(۴) برکاتی ہاسٹل: اس کی عمارت بھی دو منزلہ ہے جس میں کل چھوٹے بڑے ۲۲ رکمرے ہیں۔

(۵) احسن العلماء ڈائننگ ہال: اس میں ۱۲۰×۳۰ رکے دو بڑے لمبے ہال ہیں اس کے علاوہ ۸ رکمرے اس سے متعلق ضروریات کے لیے ہیں۔

(۶) ٹیچرز کالونی: اس کی عمارت بھی دو منزلہ ہے جس میں ۱۲رفلیٹ ہیں۔ ہر فلیٹ میں ۳رروم، ایک مطبخ اور جملہ ضروریات رہائش مہیا ہیں۔

(۷) عزیز المساجد: کے نام سے ایک عظیم الشان مسجد ہے۔ جس کا اندرونی حرم ۱۷۷×۸۰رکا ہے۔ پوری مسجد ۵۳۱۴۵رمربع فٹ پر مشتمل ہے۔ یہ ہندوستان کی تین چار سب سے بڑی مسجدوں میں سے ایک ہے۔

(۸) لائبریری: طلبہ کے لیے ایک لائبریری ہے جس میں دو بڑے ہال، آفس اور لائبریرین کے لیے ایک کمرہ دیگر ضروریات کے ساتھ ہے۔

(۹) دارالشفا: گیٹ کے بغل میں دارالشفا نام کی عمارت ہے جس میں چھوٹے بڑے ۳رکمرے دیگر ضروریات کے ساتھ ہیں۔ پانی کی ٹنکی بھی ہے۔

(۱۰) پاور ہاؤس: یہ ۳رکمروں پر مشتمل ہے۔ جس میں ۴رجنریٹر ہیں۔ ایک ۶۳رکے وی کا دوسرا ۱۴۳رکے وی کا۔ تیسرا ۱۵رکے وی کا۔ اور چوتھا ۵رکے وی کا ہے۔

(۱۱) پانی ٹنکی: الجامعۃ الاشرفیہ کی تمام آبی ضرورت کے لیے ایک بہت بڑی پانی کی ٹنکی ہے جو ڈھائی لاکھ لیٹر کی ہے۔ اس کے علاوہ ہر عمارت میں ہزار، دو ہزار لیٹر کی ضمنی ٹنکیاں بھی ہیں۔

قصبہ مبارک پور میں اشرفیہ کی زمین اور اس کی عمارتیں

اس سے پہلے جن عمارتوں کا تعارف کرایا گیا ہے وہ قصبہ سے باہر ہیں جہاں اپنے شعبوں کے ساتھ الجامعۃ الاشرفیہ قائم ہے۔ ذیل میں ان عمارتوں کا تعارف اور ان کی زمینوں کی نشاندہی کی جارہی ہے جو آبادی کے اندر ہیں۔

(۱) باغ فردوس: دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور۔ یہ عمارت پانچ منزلہ ہے جس کا رقبہ سات ہزار تین سو (۷۳۰۰) مربع فٹ ہے۔ جس میں بیسمنٹ اور گراؤنڈ فلور پر ۹۰ردوکانیں ہیں۔ اوپر کی تین منزلوں میں دفتر ماہنامہ اشرفیہ، درجات تحتانیہ و درجۂ حفظ کا ایک سیکشن اور نماز باجماعت کے لیے ایک ہال ہے۔

(۲) باغ فردوس سے قریب جنوبی سمت میں ایک مارکیٹ ہے جس کا رقبہ ۳۵۰۰رمربع فٹ ہے۔ یہ دو منزلہ عمارت ہے جس کے حصے میں ۱۳ردوکانیں اور اوپر ۳ربڑے ہال ہیں۔

(۳) باغ فردوس سے متصل جنوبی زمین کا رقبہ ۳۰۰رمربع فٹ ہے۔ جس پر درجات تحتانیہ کے لیے درسگاہوں کی تعمیر کا کام جلد ہی شروع ہوگا۔

(۴) اشرفیہ مارکیٹ: دو منزلہ عمارت ہے جس میں کل ۵۸ردوکانیں ہیں۔

(۵) اشرفیہ مارکیٹ کے شمال میں بھی ایک دو منزلہ عمارت ہے جس میں ۸ردکانیں ہیں۔

(۶) اشرفیہ مارکیٹ کے سامنے پچھم جانب قریب ۳۰۰رمربع فٹ پر مشتمل دو منزلہ عمارت ہے جس میں ۴ردکانیں ہیں۔

(۷) نعمانی دواخانہ والی عمارت بھی دومنزلہ ہے جس میں ۲۰؍دوکانیں ہیں۔
(۸) اشرفیہ مارکیٹ کے پورب دومنزلہ گیٹ ہے جس میں نیچے ۳؍دکانیں اوپر ۲؍بڑی دوکانیں ہیں۔
(۹) محلہ پرانی بستی میں ایک مارکیٹ ہے جس میں نیچے ۳؍دوکانیں اوراوپر ایک بڑا کمرہ ہے۔
(۱۰) محلہ کٹرہ مین ایک منزلہ مارکیٹ ہے جس میں ۱۸؍دوکانیں ہیں۔
(۱۱) محلّہ پورہ خواجہ میں درجات تحتانیہ کے لیے ۲۵×۲۰؍کے چار کمرے، آنگن اور برآمدہ بھی ہے۔
(۱۲) محلّہ نوادہ میں ۲؍دوکان کی ایک عمارت ہے۔
(۱۳) محلّہ نوادہ روڈ پر ایک مختصرسی زمین بھی ہے۔
(۱۴) محلّہ پورہ دلہن میں ۱۰۰۰؍مربع فٹ کی ایک زمین ہے جس میں ایک بڑا ہال ہے۔

اشرفیہ عزیز از جان عزیز

اشرفیہ: حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کا منشا، مقصد اور نظریہ تھا۔
اشرفیہ: حافظ ملت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز تھا اور کیوں نہ ہو کہ انہوں نے چالیس سال تک اس ''باغ فردوس'' کو اپنے خون جگر سے سینچ کر بہاروں کا وہ شباب عطا کیا کہ اشرفیہ۔ واقعی ''باغ فردوس'' بن گیا۔
آج الجامعۃ الاشرفیہ جماعت اہل سنت کا سب سے بڑا علمی مرکز ہے جسے ''ازہر ہند'' کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔
اشرفیہ تو وہ ہے جس کا تعارف خود حافظ ملت نے اپنے قلم حق رقم سے فرمایا۔ جس کے چندے کے لیے پورے ملک میں وفود بھیجے، مریدین ومعتقدین و متعلقین، تلامذہ اور علاقہ کے ذمہ داران اہل سنت کو چندہ کی فراہمی کے لیے خطوط بھیجے۔ خود بھی وفد کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں ضرورت پڑی کبر سنی کے باوجود دورے کیے۔

تعارف جامعہ بقلم بانی جامعہ

حضرت حافظ ملت شیخ مزمل اللہ صاحب (آسام) کے نام جو مکتوب ارسال فرماتے ہیں، اس میں الجامعۃ الاشرفیہ کا مختصر تعارف بھی پیش فرماتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

''عربی یونیورسٹی کے تعمیری چندہ کے لیے آسام کے دورے کا ارادہ ہے۔ اسی لیے آپ کو لکھا تھا کہ مقامی اخبارات میں اطلاع دے دیں اور خصوصی احباب سے تذکرہ کردیں۔ کام بہت بڑا ہے۔ بڑی زبردست کوشش کی ضرورت ہے۔'' (مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ صاحب ۲۴؍جمادی الآخرہ ۱۳۹۴ھ)

الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی قصبہ مبارک پور۔ ضلع اعظم گڑھ۔ صوبہ یوپی میں یہ عظیم الشان عربی یونیورسٹی قائم ہوئی۔ پچیس ایکڑ وسیع زمین میں جس کی نہایت شاندار، پرشکوہ عمارت تعمیر ہورہی ہے۔ اس یونیورسٹی میں علوم دین کے ہر شعبہ اور ہر فن کی مکمل تعلیم ہوگی۔ اردو، فارسی، عربی، انگریزی، ہندی، پانچوں زبانوں کا پورا درس دیا جائے گا۔ اس

یونیورسٹی کا فاضل پانچوں زبانوں میں صاحب قلم، وصاحب لسان ہوگا۔یعنی قلم اٹھائے گا تو عربی انگریزی، ہندی وغیرہ میں مضمون لکھے گا۔ زبان کھولے گا تو پانچوں زبانوں میں تقریر کرے گا۔ تاکہ ہندوستان اور بیرون ہند ہر ملک میں جاکر دینی خدمات انجام دے۔ یہ پورے ہندوستان کا واحد ادارہ ہے۔ مسلمان اس کی امداد واعانت کی طرف پوری توجہ فرمائیں۔اس کے عمارتی چندہ کے لیے ماہ رجب میں وفد آسام کا دورہ کرے گا۔فقط''

''شیخ مزمل اللہ صاحب (آسام) کے نام حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مکتوب گرامی سے واضح ہے کہ ''اشرفیہ ان کا ''منشا، مقصد اور نظریہ'' تھا۔

مولانا شاہ مبین الہدیٰ صاحب گیاوی رقمطراز ہیں:

''حافظ ملت کی تحریک اور ان کا مشن معلوم کرنے کے لیے مکتوبات کے تراشے ملاحظہ کیجیے جو مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب کے نام ہیں:

صرف ایک مکتوب کا حوالہ:

''میرا منشا صرف خدمت دین ہے''میرا نظریہ، مدرسہ ہے''اور اب حضرت کے ایک تقریر کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے جو آپ نے طلبہ اشرفیہ کو خطاب کرتے ہوئے اس وقت فرمایا تھا جب کہ حضرت شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین صاحب قبلہ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ اشرفیہ سے مستعفی ہوکر حافظ ملت کی عدم موجودگی میں تشریف لے جاچکے تھے اور طلبہ میں ایک ہنگامی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ جب آپ باہر سے تشریف لائے تو اس وقت یہ تقریر فرمائی۔

حافظ ملت کی تقریر کا خلاصہ

عزیز از جان عزیز:

یہ تقریر حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اس وقت فرمائی تھی جب کہ حضرت شمس العلما مولانا شمس الدین جونپوری علیہ الرحمہ اشرفیہ سے مستعفی ہوکر چلے گئے۔

مولانا عبدالمبین نعمانی ناقل ہیں، حضرت نے فرمایا:

اس کو (دارالعلوم اشرفیہ کو) بہر حال اس پر چلنا ہے، پھلنا پھولنا ہے، اس کی پستی کو میں کسی طرح برداشت نہیں کرسکتا اس کے لیے عبدالعزیز اپنی جان کھپا سکتا ہے، اپنے کو مٹا سکتا ہے مگر آخری دم تک اس کی پستی کو نہیں دیکھ سکتا۔''

یہ مدرسہ اشرفیہ اس پر بزرگوں کی نظر ہے۔ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ جن کی ولایت میں کوئی شک نہیں۔

آپ جب حج سے واپس تشریف لائے تو بیمار ہوگئے، مجھے معلوم ہوا تو فوراً کچھوچھہ مقدسہ زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت نے دیکھتے ہی سب سے پہلے مدرسہ کے بارے میں دریافت فرمایا کہ مدرسہ چل رہا ہے؟ میں نے عرض کیا حضور! مدرسہ چل رہا ہے، پھل رہا ہے، پھول رہا ہے۔ اس وقت تقریبا ستر طلبہ کو خوراک ملتی تھی۔ جب حضرت نے

مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا تاریخی نام ''باغ فردوس'' (۱۳۵۳ھ) ہے اور واقعی یہ ''باغ فردوس'' ہے۔ اس کا یہ نام آسمان سے اترا ہے تو اس کی پہلی اینٹ رکھنے کے بعد حضرت نے فرمایا:

''جو اس کی ایک اینٹ کھسکائے گا خدا اس کی دو اینٹ کھسکائے گا'' حضرت صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب حج کا ارادہ فرمایا۔ اندارا اسٹیشن پر میں نے حضرت سے عرض کیا حضور! مجھے اس وقت دو باتیں کہنی ہیں۔ حضور! میں سرکار کی بارگاہ میں یوں تو اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان سے صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ پیش ہی کرتا ہوں۔ مگر چاہتا ہوں کہ حضرت تشریف لے جارہے ہیں سرکار کی بارگاہ میں میرا سلام عرض کردیں۔ تو فرمایا: میاں ایک مرتبہ بھی سلام کا جواب مل گیا تو بیڑا پار ہے۔ اس کے بعد عرض کیا حضور! اشرفیہ کے بارے میں مجھے کچھ خطرات محسوس ہورہے ہیں اور اس کا مستقبل کچھ تاریک نظر آرہا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا: ''اشرفیہ چلے گا، بڑھے گا، ترقی کرے گا اور جو اس کی مخالفت کرے گا ذلیل ہوگا۔''

حضرت مولانا نسیم بستوی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

''حضرت (حافظ ملت) کو اپنے اس تعلیمی ادارہ سے کس قدر عشق اور گہرا لگاؤ تھا اس کا اندازہ آپ کے حسب ذیل پرجوش کلمات سے لگایا جاسکتا ہے۔

''میں پیدا ہی کیا گیا تھا اشرفیہ کے لیے۔ اسی کے لیے زحمتیں برداشت کرتا ہوں اور اسی میں مرجانا ہے۔'' ایک مرتبہ تو جمال وجلال کے ملے جلے انداز میں یوں فرمایا: ''اشرفیہ کو میں نے اپنے پسینے سے نہیں اپنے خون سے سینچا ہے۔'' (انوار حافظ ملت ص ۴۵)

الجامعۃ الاشرفیہ تاثرات کے آئینے میں

الجامعۃ الاشرفیہ گو کہ آج قوم کی امانت، ملت کی ضرورت اور اہل سنت کا علمی مرکز اور دینی وفکری پرشکوہ قلعہ کی صورت میں سرزمین مبارک پور کے علمی جمال اور دینی حسن کا غازہ بنا ہوا ہے۔ مگر اس کا فیضان سارے عالم کے لیے عام ہے اور جس کی ضیاپاش کرنوں سے یورپ وایشیا کے علمی وفکری ایوان روشن وتابناک ہیں۔ یہ وہ از ہر ہند ہے جس کی شاخوں پر ملک وبیرون ملک کے خوش آہنگ وخوش نوا بلبل قرآن وحدیث کے ایسے حجازی نغمے الاپتے ہیں جن کے زمزموں سے پورے ملک کی فضا گونج اٹھتی ہے اور جس کی آغوش تربیت سے ایسے جواں مرد و باہمت باطل شکن مجاہدین اور ائمہ فن نکلے ہیں جو وقت کے طوفانوں، زمانہ کے چیلنجوں اور حالات کے سیل رواں کے سامنے ''سد سکندری'' اور ''بنیان مرصوص'' بن کر حریم اسلام کی پاسبانی کرتے ہیں، اس گلشن بے خار اور گہوارہ علم وادب سے ایسی صاحب ایمان اوراولوالعزم شخصیتیں اٹھیں جن کی اذانیں یورپ کے کلیساؤں سے ٹکرائیں، جن کی تکبیریں مغرب کی فضاؤں میں گونجیں، جن کا قلم بے باک خنجر خونخوار اور کلک برق بار بن کر خرمن وہابیت ونجدیت اور جملہ فرقِ باطلہ پر ٹوٹا اور جو علمی وفکری، تحریری وتقریری، تحقیقی وتصنیفی، دینی ودعوتی، مذہبی وسیاسی، ہر میدان میں فائق رہے۔ اور آج بھی اس عظیم اسلامی یونیورسٹی (الجامعۃ الاشرفیہ) سے ملک وملت کی دینی ومذہبی قیادت کا ایسا سیل رواں ہے جس سے دینی مدارس کی کشت زار علم وتحقیق اور امت مسلمہ کو درپیش مسائل کی آبیاری ہوتی ہے۔

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ وبالا

آج الجامعۃ الاشرفیہ صرف ایک دینی درسگاہ ہی نہیں ہے بلکہ وہ علم وفقہ اور دینی رہبری کا ایسا پاور ہاؤس بن گیا ہے جو علم نبوی کے نور سے روشنی لیتا ہے اور مسلمانوں کے شب وروز کی زندگی کے تاریک گوشوں کو ہدایت وعرفان سے روشن ومنور کرتا ہے اور ایسا چشمۂ شیریں ہے جس کا ایک سرا زندگی سے اور دوسرا سرا نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہوا ہے۔ یہ قوم مسلم کی ایک ایسی دینی ضرورت ہے جس نے اپنے دور تاسیس سے لے کر آج تک قوم کے تمام مسائل حل کرنے کی کوشش کی ہے اور ہر دور میں ملت اسلامیہ کو علمی وفکری غذا فراہم کرتا رہا ہے۔

جامعہ اشرفیہ کے یوم تاسیس سے لے کر اس کی تعمیر کی ابتدا تک (حیات حافظ ملت میں) اور حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد سے لے کر اب تک جامعہ اشرفیہ میں ملک وبیرون ملک کے جانے کتنے علما ومشائخ، پروفیسران ودانش وران نے بہ نفس نفیس جامعہ میں تشریف لا کر اس کا معائنہ کیا اور جانے کتنی نامور ہستیوں نے جامعہ کی ترقی، اس کے دینی وعلمی کارناموں سے متاثر ہو کر اس پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اپنے تاثرات پیش فرمائے۔ ان میں اپنے بھی ہیں اور بیگانے بھی۔

الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کے سنگ بنیاد کا آغاز حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ ہی کے دست پاک سے پہلی اینٹ رکھنے کے بعد ہوا تھا۔

اب آئیے تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند کے اثر انگیز قلم کا پیغام ملاحظہ کیجئے جو آپ نے جامعہ کے تعاون کے لیے قوم کو دیا تھا۔

مسلسل ۵،۶ رسال کی علالت کے بعد جب حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے معتقدین کے اصرار پر تبلیغی دورہ شروع کیا تو پہلا سفر اندور کا ہوا، دوسرا گورکھپور کا اور تیسرا سفر مبارک پور کا۔ الجامعۃ الاشرفیہ کا پہلا سنگ بنیاد آپ ہی کے دست مبارک نے رکھا تھا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ارادوں کے مطابق رکھا جانے والا یہ وہی پتھر ہے جس کے اوپر آج ایک سے ایک عظیم الشان بام ودر دکھائی دے رہے ہیں جسے آج دنیا مرکزی دینی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ کے نام سے جانتی پہچانتی ہے۔ مفتی اعظم ہند کے دست مبارک سے رکھا ہوا یہ پہلا پتھر اب قلعۂ عظیم اور قصر نعیم میں تبدیل ہو چکا ہے۔ خوش نصیب عمارت کی آج حسرت بر آئی ہے آج حضور مفتی اعظم ہند اپنی آنکھوں سے اس قلعہ کا پہلی بار دیدار فرمارہے ہیں۔ ان کی دعاؤں کا یہ انمول شگوفہ اپنی زبان مبارک سے کہہ رہا ہے "اپنے اس محسن انسانیت کا دیدار کرنے کے لیے میں کب سے تڑپ رہا تھا جس نے حضور حافظ ملت کے منصوبہ پر پہلی بار اپنی مہر صداقت ثبت فرمائی تھی۔ نگاہوں کے اس مقدس اور قیمتی وصل کا منظر شاید کبھی دیکھنے میں نہ آیا ہو۔ آج خوش نصیب جامعہ کے خوش نصیب محراب ودر حضرت کی آمد پر اپنی آنکھیں بچھائے ہوئے ہیں اور ان کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ جامعہ کے مرکزی ہال میں حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب قبلہ نے حاضرین سے خطاب فرمایا اور حضور مفتی اعظم ہند کی روحانی شخصیت پر

ایسی پر اثر تقریر فرمائی کہ حاضرین پر رقت طاری ہوگئی۔

شاہزادہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس جامعہ اشرفیہ کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ دشمنوں سے محفوظ رکھے اور اس کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ یہاں کے مشفق اساتذہ پر، مخلص اراکین وعہدہ داران پر، عزیز طلبہ پر اور مبارک پور کے دین پرور باشندوں پر اپنا فضل وکرم فرمائے۔ آمین

حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اعظمی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ نے مہمانان خصوصی کی تشریف آوری پر اپنا تاثر پیش فرمایا کہ جامعہ اشرفیہ کی دعوت شرف قبول سے نوازی گئی اور جس کے لیے ادارہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب قبلہ کا انتہائی ممنون کرم ہے کہ حضرت والا نے اپنی مصروفیات کے باوجود حضور کی معیت میں تشریف لاکر رضوی فیض وکرم کی یاد تازہ فرمادی۔ امید کہ عنایات وفیوض کی یہ بارش ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ حضور مفتی اعظم ہند کی معیت میں تشریف لانے والے تمام حضرات کا ادارہ ممنون ومشکور ہے۔

آج الجامعۃ الاشرفیہ سورج کی ہر نئی کرن کے ساتھ ترقی کی ایک نئی منزل طے کررہا ہے۔ سرکار مفتی اعظم ہند کا روحانی تصرف وتعلق آج بھی اس میں کارفرما ہے اور انشاء اللہ صبح قیامت تک رہے گا۔ آمین

الجامعۃ الاشرفیہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہما ہی کے مشن کو لے کر آگے بڑھ رہا ہے اور صرف ہند ہی نہیں بیرون ہند بھی پرچم سنیت بلند کرنے میں کامیاب وکامران ہے۔

سفیر مدینہ کا تاثر:

حضرت الشیخ مولانا فضل الرحمٰن مدنی بن قطب مدینہ علامہ شاہ محمد ضیاء الدین مدنی خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہما الرحمہ نے راقم سے ایک ملاقات میں فرمایا کہ ایک بار میں نے والد گرامی کی حیات میں ہندوستان جانے کا ارادہ کیا تو حضرت قطب مدینہ نے فرمایا کہ ہندوستان جانا تو اجمیر مقدس، بریلی شریف وغیرہ کی حاضری کے بعد مبارک پور جاکر حافظ ملت قبلہ سے ضرور ملاقات کرنا۔

چنانچہ حضرت نے دوشنبہ ۱۱ ربیع الآخر ۹۶ھ کو مبارک پور تشریف ارزانی فرمائی۔ جامعہ کے تمام علما وطلبہ نیز اشرفیہ نواز اہل عقیدت نے حضرت کے قدوم میمنت لزوم کو اس لحاظ سے جامعہ کے لیے اور خود مبارک پور کے لیے نہایت فال نیک تصور کیا کہ خود سرکار محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر منور کا نمائندہ ہمارے پاس تشریف لایا۔ اپنے والد گرامی کی ہدایت کے مطابق شیخ مدنی نے الجامعۃ الاشرفیہ میں رات بھر قیام فرمایا۔ حضور حافظ ملت کی زیارت کی۔ علما وطلبہ نے گرم جوشی سے ان کے استقبال میں دوسرے روز ایک جلسہ کیا۔ جس میں حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری نے شیخ مدنی کا تعارف کرایا۔ حضرت شیخ مدنی نے بھی حضور حافظ ملت سے ملاقات اور جامعہ کی زیارت کرکے اپنی قلبی مسرت کا اظہار فرمایا۔ (ماہنامہ اشرفیہ مئی ۱۹۷۶ء کے صفحہ ۱۹ر پر رپورٹ شائع ہوئی)

مولانا عبدالکریم بنگلہ دیش:

حضرت مولانا عبدالکریم قادری نعیمی، مدرسہ اسلامیہ فرید پور، بنگلہ دیش ماہنامہ اشرفیہ پر تبصرہ کے ضمن میں رقم

طراز ہیں:

''الجامعۃ الاشرفیہ کی ہمہ گیر دینی وملی خدمات معلوم کر کے ہم اہل سنت بنگلہ دیش بیحد مسرور ہوئے۔ اللہ رب العزت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس جریدہ کو بیش از بیش ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ حضور حافظ ملت کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں''۔ (ماہنامہ اشرفیہ مئی ۷۶ء ص ۳۸)

حضرت مولانا سید کمیل اشرف صاحب:

''اشرفیہ تو گہوارۂ تعلیم اور ایک آفتاب جہاں تاب ہے۔ ہم اس آفتاب کی روشنی ہیں۔ روشنی آفتاب سے دور جاسکتی ہے لیکن جدا نہیں ہوسکتی۔'' (ماہنامہ اشرفیہ، جنوری ۱۹۸۷ء)

مولانا سید ظفر الدین اشرف سجادہ نشین آستانہ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھہ شریف:

''باوجود اس کے کہ مخالفین نے کافی تگ ودو اور جہد مسلسل سے کام لیا لیکن پھر بھی الجامعۃ الاشرفیہ کا انعقاد ہونا تھا ہو کر رہا اور آج تشنگان علم دین متین اس مثالی دانش گاہ سے سیراب ہو رہے ہیں۔'' (حافظ ملت نمبر ص ۸۶)

سیاح ایشیا حضرت مولانا سید مظہر ربانی صاحب باندوی:

سیاح ایشیاء حضرت مولانا سید مظہر ربانی باندوی لکھتے ہیں:

''ان کے تلامذہ اور عقیدت مندوں کا گروہ اور الجامعۃ الاشرفیہ کی دنیائے سنیت میں مرکزیت وافادیت بذات خود ان کا مکمل تعارف ہے۔ کیوں کہ ہر درخت کے برگ وبار سے درخت کی اصلیت وحقیقت معلوم ہوجاتی ہے۔

پھل پھول پتیوں پہ تیری نظر ہے بس
جڑ پر نظر نہیں ہے کہ جس کی ہے سب بہار

آج حافظ ملت کے ہزاروں شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد، ہند وبیرون ہند میں درس وتدریس، تصنیف وتالیف، افتاء وقضا، ہدایت وارشاد، خطابت وقیادت کے منصب پر فائز ہو کر، ہر طرف علم وحکمت کی جو روشنی پھیلا رہے ہیں۔ یہ حافظ ملت کے علمی وروحانی فیضان کا ناقابل تردید شاہکار ہے۔

''فقیر نے ہندوستان کے علاوہ دوسرے ملکوں میں بھی حافظ ملت کی خاموش علمی وروحانی اعلیٰ تربیت کے نمونے جابجا دیکھے ہیں۔'' (حافظ ملت۔ افکار اور کارنامے ص ۸)

مولانا اسلم بستوی علیہ الرحمہ:

انہوں (حافظ ملت) نے الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی (جو ایک تحریک ہے) قائم کر کے نئی نسل کے تابناک مستقبل کی بنا رکھی ہے۔ اس طرح حضور حافظ ملت نے اپنی تحریک (عربی یونیورسٹی) کے ذریعہ دینی تعلیم کو دنیاوی تعلیم سے مربوط کر کے اور ان تعلیمات کو اقتصادیات سے ہم آہنگ کر کے یہ ثابت کر دینے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے کہ

اسلام ایک مذہب نہیں بلکہ بلاشبہ وہ ایک مکمل ضابطۂ حیات بھی ہے۔ (حافظ ملت۔افکار اور کارنامے ص ۲۱)

جناب سید حامد صاحب وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ:

میں جامعہ اشرفیہ کے مقدس بانی کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور ان سب حضرات کو سپاس پیش کرتا ہوں جو اس مشعل کو جلائے ہوئے ہیں اور جنہوں نے اس کی لو تیز تر کر دیا ہے۔ اس دار العلوم کا پہلا نام مصباح العلوم تھا یہاں کے فارغین اپنے آپ کو مصباحی لکھتے ہیں گویا یہ ادارہ اسم با مسمّیٰ ٹھہرا کیوں کہ اس نے رات کے اندھیرے میں ایک مشعل جلایا جس کے نور سے نہ جانے کتنے دل اور نہ جانے کتنے لوگ مستنیر ہوئے۔ یہ بڑا ہی قابل قدر کارنامہ ہے جو سنہرے حرفوں میں لکھا جائے گا۔

میں غور کروں گا انشاء اللہ آپ کی یونیورسٹی کی اسناد کو ہماری یونیورسٹی اپنے قواعد کی رو سے جہاں تک تسلیم کر سکتی ہو وہاں تک ضرور تسلیم کرے۔ (اشرفیہ مارچ، اپریل ۸۵ء)

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی بریلی شریف:

''تقسیم ہند کے بعد سے ملک میں اہل سنت وجماعت کے اندر تاریخ وادب کا مذاق اشرفیہ نے قائم کیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے مسلک حق، مسلک اہل سنت کی نشر و اشاعت میں تیزی اور گرمی اشرفیہ نے پیدا کی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے کتب ورسائل کی طباعت واشاعت نیز انہیں ترتیب جدید کے ساتھ منظر عام پر لانے کا کام اشرفیہ نے انجام دیا۔

۱۴ اردیں صدی ہجری کے مجدد، فاضل بریلوی امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے تجدیدی، تبلیغی اور علمی کارناموں کو اجاگر کرنے اور ان کے علمی کارناموں پر تصنیفی، تحقیقی اور اشاعتی کام کرنے کی پہل اشرفیہ نے کی۔ دینی تعلیم کو فروغ اشرفیہ نے دیا، طلبۂ اسلام وعلمائے دین کو جدید تعلیم یافتہ پروفیسروں اور اسٹوڈنٹس کے سامنے ایک نئی جرأت واحساس اور وقار وطمانیت کے ساتھ اشرفیہ نے لا کھڑا کر دیا۔

مغربیت کے سامنے مشرقیت کو سرخرو اشرفیہ نے کیا، قدیم وجدید کو شیر وشکر اشرفیہ نے کیا۔ مسلمانوں کے جمود کو اشرفیہ نے توڑا اور انہیں جہد وعمل کی راہ دکھائی۔'' (حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۱۳۱، ۱۷)

برطانیہ سے حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل مصباحی کا تبصرہ یہ تھا: یہاں برطانیہ میں اردو داں اہل علم طبقہ سنیوں میں اتنے اہم علمی مجلہ کو پا کر بیحد مسرور ہے۔

''اشرفیہ کے ارکان واساتذہ کی یہ ایک بہت سعید کوشش ہے جو جامعہ کو دنیا میں متعارف کرانے کا مستحکم ذریعہ ہے۔ یقیناً حافظ ملت کی روح آپ سے بہت خوش ہوگی''۔ (اشرفیہ جنوری ۷۷ء ص ۳۹)

پروفیسر مسعود احمد صاحب:

ماہنامہ اشرفیہ کی اشاعت کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ کے متعلق پروفیسر محمد مسعود نے گورنمنٹ کالج سندھ سے یہ تاثر تحریر فرمایا:

مدرسہ نہیں یونیورسٹی:

’’الجامعۃ الاشرفیہ کے متعلق تفصیلات پڑھ کر بیحد مسرت ہوئی اب معلوم ہوا کہ یہ مدرسہ نہیں بلکہ ایک یونیورسٹی سے کم نہیں ہے۔‘‘ (ماہنامہ اشرفیہ مئی، جون ۷۷ءص ۳)

حضرت احسن العلماء مولانا سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ مارہروی علیہ الرحمہ:

’’اس عظیم الشان نمبر (حافظ ملت نمبر) جو ایک ایسی ذات گرامی سے منسوب ہے جس کے ادنیٰ خوشہ چینوں میں حکمت ودانش، علم ومعرفت کی چلتی پھرتی یونیورسٹیاں ہیں۔ موقر جریدہ ماہنامہ اشرفیہ قابل مبارکباد ہے کہ اس نے اتنا عظیم الشان حافظ ملت نمبر شائع کر کے ہمیں پھر بیدار کرنے کی کوشش کی۔ ان کی بارگاہ میں الجامعۃ الاشرفیہ کے لیے ہم سب سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔‘‘ (ماہنامہ اشرفیہ جنوری ۱۹۹۴ء)

مولانا جلال الدین نوری بغداد یونیورسٹی:

’’حقیقت ہے کہ اگر آپ نے اشرفیہ کا اجرا نہ کیا ہوتا تو شاید ہم حضور حافظ ملت کی سچی تصویر اور ان کی بیشمار دینی ملی بے لوث خدمات سے قطعی غافل رہتے۔‘‘ (اشرفیہ جنوری ۱۹۹۷ء)

جامع مسجد راجہ مبارک شاہ کی تعمیر:

جامعہ اشرفیہ سے متعلق جامع مسجد راجہ مبارک شاہ اپنی وسعت وعظمت میں دور دور تک مشہور ہے۔ یہ مسجد بانی مبارک پور راجہ مبارک شاہ ہی کے نام سے موسوم ہے۔ قصبہ مبارک پور میں جمعہ اور عیدین کی سب سے بڑی جماعت یہیں ہوتی ہے۔ اس مسجد کی نئی تعمیر کی بنیاد ۱۹۵۱ء میں حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ہی رکھی تھی۔

طول وعرض اور زیب وخوش نمائی کے اعتبار سے یہ مسجد برصغیر میں اپنی آپ مثال ہے۔ اس مسجد کی تعمیر نو کے وقت مسلمانانِ مبارک پور کے جوش وولولہ اور مالی ایثار کا عالم دیدنی تھا۔ اس مسجد کی خصوصیات اور اہل مبارک پور کی شان سخاوت ملاحظہ فرمائیے۔

’’ابھی کل کی بات ہے کہ تقریباً چار ہزار افراد کی سمائی رکھنے والی طویل وعریض جامع مسجد جب یہاں کے نمازیوں پر تنگ ہوگئی تو صورت حال نے اس قوم (قوم مسلم) کو توسیع مسجد پر مجبور کردیا چنانچہ پرانی مسجد شہید کر کے اب وہ ایسا فلک نما ایوان عبادت بنا رہے ہیں جس کے متعلق ماہرین فن کا کہنا ہے کہ تکمیل کے بعد یہ عظیم الشان عمارت جدید آثار اسلامی میں ایک اعلیٰ ترین نمونہ قرار دی جائے گی۔

مسجد نبوی کا عکس جمال:

بخوبی اندازہ لگ سکتا ہے کہ تکمیل کے بعد یہ مسجد کس شوکت وجمال کی آئینہ دار ہوگی۔

اب اس مسجد عظیم کی ایک ایسی اہم ترین خصوصیت سے میں آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں جس کے متعلق پورے وثوق

کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ دنیا میں کسی مسجد کو بھی حاصل نہیں اور جو اسلامیان ہند کی پیشانی کا بالکل پہلا طغرائے امتیاز ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ پچھلے دنوں یہاں کے دیندار مسلمانوں نے ماہر انجینئروں کا ایک وفد بھیج کر مسجد نبوی کا پیمائشی خاکہ حاصل کیا تھا اب حرم نبوی کا وہی نقشۂ جمال معماروں کے سامنے رکھ دیا گیا ہے اور کوشش کی جارہی ہے کہ یہ مسجد اسی نقشہ کے مطابق تیار ہو۔

غنچے اس کے ہیں گل اس کے ہیں بہاریں اس کی
خون سے اپنے بنائے جو گلستاں کوئی

گویا یہ لوگ دیار ہند میں ایوان حبیب کا عکس اتار کر دیدہ ہائے ناشکیب کے لیے تسکین کی ٹھنڈک مہیا کر رہے ہیں:

دل فرش راہ کیجیے آنکھیں بچھایئے

زندہ باد! اے مبارک پور کے ارجمند مسلمانو!! کہ تم نے مدینۃ النبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہجراں نصیب بیتابوں پر ہمیشہ کے لیے ایک بار احسان رکھ دیا۔ ہماری گردنیں تمہاری فلک پیما ہمتوں کے سامنے خم ہیں اور ہمارے دل کی زبانیں تمہاری دعاؤں کے لیے فارغ!

الجامعۃ الاشرفیہ کی متنازعہ آراضی کا حل:

ایک قطعہ آراضی جو یونیورسٹی کی سینٹرل بلڈنگ کے جنوب جامعہ ہی کے احاطہ میں واقع ہے اس کا حصول سخت مشکل مرحلے میں آگیا تھا۔ غیر مسلم مالک سے مقدمہ بازی ہوئی اور ادارہ کی خاصی رقم صرفہ میں آگئی مگر اس پر بھی زمین نہ حاصل ہوسکی۔

مولانا عبید اللہ خاں اعظمی کا کارنامہ:

مولانا عبید اللہ خانصاحب اعظمی ممبر راجیہ سبھا کی کوشش سے الحمد للہ مورخہ ۲۱ر صفر المظفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۴ر اکتوبر ۱۹۸۸ء کو یہ عقدہ لاینحل شائستگی کے ساتھ حل ہوگیا۔ یہ مسئلہ مولانا عبید اللہ خاں صاحب نے عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ کے حکم کے مطابق بہت ہی خوبی کے ساتھ حل کیا۔ معاملات کے تصفیہ میں مولانا محمد ادریس صاحب بستوی نائب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ کا بھی تعاون شامل رہا۔

صلح نامہ کی تکمیل کے بعد ۵ر اکتوبر ۱۹۸۸ء کو مالک زمین نندلال گپتا عرف منو بابو اپنے فرزندوں کے ساتھ جامعہ میں آئے اور اپنی رضامندی اور خوشی کا اظہار کیا۔ منو بابو اور ان کے لڑکوں نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مزار پاک پر حاضری بھی دی۔ (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ نومبر ۱۹۸۸ء، اداریہ)

ترانۂ اشرفیہ

پیش کردہ: بموقع عرس عزیزی یکم جمادی الآخرہ ۱۴۱۵ھ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

از: بیکل اتساہی عزیزی

اشرفیہ ہے باغ ہمارا، ہم ہیں اس کے پھول — ہماری منزل عشق رسول
قادریت کا روپ ہے اپنا رنگ اپنا سمنانی
رضویت کا لہو ہے نس نس امجدیت کا پانی
شان فقیرانہ بھی اپنی ، عزم اپنا سلطانی
تاج ہمارا حافظ ملت کے قدموں کی دھول — ہماری منزل عشقِ رسول
دنیا کے باغوں سے پیارا یہ ہے باغ ہمارا
اس کی ہر کیاری سے اُبھے عظمت کا اجیارا
اس کے ہر ذرّے پہ نچھاور جلووں بھرا منارا
حسن زمانہ، دولت دنیا، ہم کو نہیں قبول — ہماری منزل عشقِ رسول
اس باغ فردوس کو نوری موسم سے لہکائیں
اپنی خوشبو سے ہر دل کی انگنائی مہکائیں
ہم مصباحی قدم قدم پر حق کے دیپ جلائیں
باطل کو ناکام ہی رکھنا اپنا رہے اصول — ہماری منزل عشقِ رسول
چاندی کا آکاش ہے یہ اپنا سونے کی انگنائی
اس کے چاند ستارے بانٹیں اندھوں کو بینائی
اس کا ہر رہ گیر کرے دنیا کی راہ نمائی
یا رب ترے حبیب کی مدحت ہے اس کا معمول — ہماری منزل عشق رسول

دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور

از: حضرت بیکل اتساہی عزیزی بلرامپوری

ہے منور کتنا خد و خال مصباح العلوم — ضوفشاں ہر اک قدم ہے لعل مصباح العلوم

جھانکتی ہے جس کے ٹپ سے شان مستقبل کی لاج ‏ رحمتوں کی گود میں ہے حال مصباح العلوم

☆☆☆

فصل گل کا رازداں گلزار مصباح العلوم ‏ نشر گاہ سنت، اذکار مصباح العلوم
ہر قدم درس محبت، ہر چلن جانِ شعور ‏ کتنے خوش آئند ہیں آثار مصباح العلوم
منکر علم شہ والا پنپ سکتا نہیں ‏ ہاتھ ملتا جائے گا بیزار مصباح العلوم
میری جانب اک نگاہ ملتفت اے اہل خیر ‏ ہیں صدا دیتے در و دیوار مصباح العلوم
جب چٹک کر کوئی غنچہ اس کے گلشن میں کھلے ‏ ساری دنیا کہہ اٹھے شہکار مصباح العلوم
دے اثر اس کو الٰہی صدقۂ خیرالوریٰ ‏ ہو مسیحا کے جہاں بیمار مصباح العلوم

کیوں نہ گونجے ہر طرف بیکل صدائے آفریں
چھا گئے جب ہر طرف انوار مصباح العلوم

☆☆☆


2020.01.26 18:10

اکیسواں باب

حافظ ملت اور فکر رضا

عاشق غوث الوریٰ میرے حافظ ملت
مظہرِ فکرِ رضا میرے حافظ ملت
نبض ڈوبنے کو تھی قومِ اہل سنت کی
تونے کر دیا زندہ میرے حافظ ملت

(بدر)

حافظ ملت اور فکر رضا

عام طور پر ''فروغ رضویات'' سے امام احمد رضا کی حیات وشخصیت اور ان کے مختلف دینی ،تجدیدی، اصلاحی، روحانی، علمی اور ادبی کارناموں سے تحریری وتحقیقی امور کی انجام دہی مراد لی جاتی ہے لیکن فروغ رضویات کے باب میں اور بھی کچھ امور ہیں جیسے۔

(۱)افکار رضا کی اشاعت کے لیے اشاعتی اداروں ،تحریکوں اور تنظیموں کا قیام۔

(۲)وعظ وتقریر اور مناظرہ کے ذریعہ افکار رضا کی اشاعت۔

(۳)امام احمد رضا کے عقائد ونظریات اور تصنیفات وتالیفات پر معترضین ومخالفین کے اعتراضات کا جواب اور ابطال۔

(۴)امام احمد رضا کے کتب و رسائل کی اشاعت نیز ان کا ترجمہ ،تلخیص ،تحشیہ ،تخریج ،توضیح ،تقدیم اور ترتیب جدید کے ساتھ اشاعت۔

جہاں تک تعلق ہے امام احمد رضا کی حیات وشخصیت اور ان کے مختلف دینی ،تجدیدی ،اصلاحی ،روحانی ،علمی اور ادبی کارناموں پر تصنیفی وتحقیقی امور کی انجام دہی کا تو اس ضمن میں حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی کوئی تحریر تو نظر نہیں آتی لیکن دار العلوم اشرفیہ (مصباح العلوم) کے قیام سے لے کر الجامعۃ الاشرفیہ (مجوزہ عربی یونیورسٹی) کے قیام تک حضور حافظ ملت کی تصنیفی ،تدریسی ،تبلیغی خدمات نیز وعظ وتقریر ،مناظرہ اور رشد و ہدایت وغیرہ کارناموں سے لے کر آپ کے ہر عمل اور اٹھے ہوئے ہر قدم میں ''فروغ رضویات'' کا کارنامہ نظر آتا ہے۔

آپ کی حیات ظاہری تک اشرفیہ سے فروغ رضویات کا جو فریضہ انجام دیا گیا ہے ،اس کے علاوہ آپ کے وصال پاک سے لے کر اب تک فرزندان اشرفیہ کے کارناموں کو دیکھا جائے تو ''فروغ رضویات'' میں جو کارہائے نمایاں ان صاحبان علم وفضل نے انجام دیے ہیں وہ مجموعی طور پر پوری دنیائے سنیت کے کارنامۂ فروغ رضویات سے بہت زیادہ ہے۔

''فروغ رضویات'' کے سلسلے میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے ذاتی کارناموں کے باوصف فرزندان اشرفیہ کے کارنامۂ فروغ رضویات کا اجمالی جائزہ پیش ہے:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا (م ۱۳۴۰ھ) کے بعد جب حضور حافظ ملت ''دار العلوم معینیہ اجمیر شریف میں زیر تعلیم تھے اور وہاں ایک شامی بزرگ تشریف لائے تھے جنہوں نے امام احمد رضا کے تعلق سے حسب ذیل روایت بیان فرمائی تھی اسے حافظ ملت نے ہی عام کیا جس سے امام احمد رضا کی عظمت شان اجاگر ہوئی۔حضور حافظ ملت کا یہ تحریری بیان ''فروغ رضویات'' میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضور حافظ ملت کا تحریری بیان ملاحظہ کیجئے:

اعلیٰ حضرت بارگاہ رسالت میں:

ادھر ۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ جمعہ کے دن دو بجکر ۳۸ منٹ پر بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت قبلہ دنیائے دنی سے روانہ ہو رہے ہیں ادھر بیت المقدس کے ایک شامی بزرگ ٹھیک ۲۵؍صفر کو خواب میں کیا دیکھ رہے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر دربار ہیں لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے وہ شامی بزرگ بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں فداک ابی وامی میرے ماں باپ حضور پر قربان! کس کا انتظار ہے؟ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا احمد رضا کا انتظار ہے۔ انہوں نے عرض کی احمد رضا کون ہے؟ حضور نے فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد انہوں نے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہندوستان کے بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور اب تک بقید حیات ہیں پھر تو وہ شوق ملاقات میں ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ جب بریلی پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ آپ جس عاشق رسول کی ملاقات کو تشریف لائے ہیں وہ ۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ کو اس دنیا سے روانہ ہو چکا ہے۔

دارالعلوم اشرفیہ ضلع اعظم گڑھ کے عظیم المرتبت محدث حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مرادآبادی واقعۂ مذکورہ بالا کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

میری زندگی کا سب سے بہترین زمانہ دارالخیر اجمیر شریف کی حاضری کا وہ دور طالب علمی ہے جس میں نو سال تک سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار میں حاضری نصیب ہوئی اور استاذ محترم حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی کفش برداری کا شرف حاصل رہا۔ اس مبارک زمانہ میں اکثر علما، مشائخ اور بزرگان دین کی زیارت میسر آتی تھی انہیں بزرگوں میں حضرت دیوان سید آل رسول صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ماموں صاحب قبلہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو بڑے بلند پایہ بزرگ تھے دیوان صاحب کے یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ موصوف کی خدمت میں (میری) حاضری ہوا کرتی تھی۔ وہ اکثر بزرگان دین کے واقعات بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت موصوف نے بیان فرمایا کہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ میں ایک شامی بزرگ دہلی تشریف لائے۔ ان کی آمد کی خبر پا کر (میں نے) ان سے ملاقات کی، بڑی شان وشوکت کے بزرگ تھے۔ طبیعت میں بڑا ہی استغنا تھا۔ مسلمان جس طرح عربوں کی خدمت کیا کرتے تھے ان (شامی بزرگ) کی بھی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ نذرانہ پیش کرتے تھے مگر وہ قبول نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بفضلہ تعالیٰ میں فارغ البال ہوں، مجھے (روپیہ پیسے کی) ضرورت نہیں۔ (مجھے) ان کے اس استغنا اور طویل سفر سے تعجب ہوا عرض کیا حضرت! یہاں (ہندوستان میں) تشریف لانے کا سبب کیا ہے فرمایا؟ مقصد تو بڑا زریں تھا لیکن حاصل نہ ہوا جس کا افسوس ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۲۵؍صفر ۱۳۴۰ھ کو میری قسمت بیدار ہوئی خواب میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضر دربار ہیں، لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے قرینہ سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی کا انتظار ہے میں نے بارگاہ

رسالت میں عرض کیا فداک ابی و امی کس کا انتظار ہے؟ارشاد فرمایا احمد رضا کا انتظار ہے میں نے عرض کیا احمد رضا کون ہیں؟ فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں بیداری کے بعد میں نے تحقیق کی معلوم ہوا مولانا احمد رضا خاں صاحب بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور بقید حیات ہیں۔ مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا میں ہندوستان آیا بریلی پہونچا معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور وہی ۲۵ رصفران کی تاریخ وصال تھی۔ میں نے یہ طویل سفر صرف ان کی ملاقات کے لئے ہی کیا لیکن افسوس کہ ملاقات نہ ہو سکی۔

اس سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت بارگاہ رسالت میں معلوم ہوتی ہے۔کیوں نہ ہو عاشقان رسول یوں ہی نوازے جاتے ہیں۔ (ماہنامہ پاسبان الہ آبا(شمارہ مارچ واپریل ۱۹۶۲ء ص ۴)

انتباہ:

میں نے استاذ گرامی حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے براہ راست واقعۂ مذکورہ بالا کی تصدیق حاصل کی ہے۔ماہنامہ پاسبان میں ان شامی بزرگ کی جائے سکونت کا ذکر نہیں تھا۔میں نے حضرت علیہ الرحمہ سے دریافت کیا۔حضرت نے فرمایا کہ وہ شہر بیت المقدس کے باشندہ تھے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس تحریری بیان کا حوالہ امام احمد رضا کے متعدد سیرت نگاروں اور تذکرہ نویسوں نے بھی دیا ہے اور متعدد رسائل و جرائد میں بھی یہ بیان شائع ہو چکا ہے۔

تصانیف حافظ ملت میں امام احمد رضا کے حوالے:

حضور حافظ ملت نے اپنی تحریروں میں امام احمد رضا کے اشعار وکتب کے حوالے بھی دیے ہیں،مسلک رضا کی تائید کی ہے اوران پر اعتراضات کے جواب بھی دیے ہیں۔

مثال(ا) معارف حدیث کے ایک باب کی ابتدا حضور حافظ ملت۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی اس رباعی سے کرتے ہیں:

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

(معارف حدیث ص ۲۴ رناشر بزم عزیزیہ امجدیہ بلرام پور)

(ب)ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''بفضلہٖ تعالیٰ اہلسنت و جماعت کا اسی پر عمل ہے''فتاویٰ حسام الحرمین'' شریف کی یہی تعلیم ہے،مسلمان اسی کو اپنا معمول بنائیں۔'' (معارف حدیث ص ۲۷)

اس تحریر سے ظاہر ہے کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اعلیٰ حضرت کی تعلیمات پر قائم ودائم رہنے کی تلقین فرماتے ہوئے انہیں کے اسی مسلک کو مسلک حق تسلیم کرتے ہیں۔

(ج) حافظ ملت اپنی ایک تصنیف ''انباء الغیب'' میں تحریر کرتے ہیں:

''علم غیب نبی ﷺ ایمان والوں کے لئے بدیہیات شرعیہ سے ہے۔ ہر مومن کا ایمان ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالی کے محبوب ہیں۔ محبوب سے پیاری کون سی چیز ہے جس کو اس سے چھپایا جائے گا، اسی کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

(انباء الغیب مطبوعہ آل انڈیا بزم عزیزی ممبئی ۷۰)

(د) بد مذہب لوگ جب ہر طرف سے گرفت میں آکر پھڑ پھڑانے لگتے ہیں تو ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' والی کہاوت پر اعلیٰ حضرت پر الٹی سیدھی تان توڑنے لگتے ہیں۔

حضور حافظ ملت اپنی تالیف "العذاب الشديد لصاحب مقامع الحديد" میں امام احمد رضا پر ایک اعتراض کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

''مرثیہ (مرثیہ گنگوہی) کے اس شعر میں

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

حضرت عیسی علیہ السلام پر گنگوہی صاحب کی برتری اور فوقیت ظاہر ہے اور ''المصباح الجدید'' کا اعتراض بالکل حق و بجا ہے اور دیوبندیوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ مرثیہ کے اس کفری شعر کے مقابلہ میں مدائح اعلیٰ حضرت کا یہ شعر پیش کیا

شفا بیمار پاتے ہیں طفیل حضرت عیسیٰ
ہے زندہ کر رہا مردے خرام احمد رضا خاں کا

مرثیہ کے مقابلہ میں مدائح اعلیٰ حضرت کا پیش کرنا کتنی بڑی شرم کی بات ہے۔ مدائح کے قائلین عوام الناس ہیں، اہلسنت کے نزدیک انکا قول معتبر نہیں اور مرثیہ تو تمہارے شیخ الہند کا ہے جن کے ہر قول پر دیوبندی ایمان لا چکے ہیں پھر مدائح سے مقابلہ کیسی شرمناک حرکت ہے مگر بات یہ ہے کہ علما اہلسنت میں سے کسی کا کوئی ایسا قول قیامت تک مل ہی نہیں سکتا اس لئے عوام ہی کے اقوال کو لاتے ہیں اور وہ بھی محض عوام کو دھوکہ دینے کے لئے۔ کیا اس شعر میں بھی ہے۔ اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم۔ کیا اسمیں بھی تقابل ہے، کیا اس میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کو اعلیٰ حضرت کی مسیحائی دکھائی گئی ہے۔ تم نے اس کا مقابل بنانے کے لیے شعر کا مطلب بگاڑا، لفظ طفیل کو ایک ہی طرف لیا طفیل حضرت عیسیٰ کا تعلق دونوں مصرعوں سے ہے اور مطلب صاف یہ ہے کہ بیماروں کا شفا پانا اور مردے زندہ ہونا یہ دونوں کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طفیل و صدقے سے ہے اور اس کا ظہور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سعی وکوشش سے ہے لہذا ثابت ہوا کہ مدائح کے

اس شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف ہے مگر دیوبندیوں کو کیا سوجھے۔

ع آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے

(العذاب الشدید ص ۵۶۔۵۷ مطبوعہ المجمع المصباحی، مبارکپور)

(ہ) بدمذہب "مقامع الحدید" ص ۲۹ پر لکھتا ہے:

"مدائح اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ وغیرہ کے لوح کے صفحہ پر آپکے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب کو شیخ الاسلام والمسلمین لکھا گیا ہے اور آپ کی منطق کے لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کے شیخ اور مسلمین میں صدیق اکبر، فاروق اعظم سے لیکر قیامت تک کے مسلمان بلکہ انبیا علیہم السلام بھی شامل ہیں۔اب آپ کی منطق کے لحاظ سے مولوی احمد رضا خانصاحب ان سب کے شیخ اور امام ہوں گے۔

جواب ملاحظہ کیجئے:

"سنئے ہم آپ کو شیخ الاسلام والمسلمین اور آپ کے مخدوم الکل کا فرق بتائیں۔اولا یہ کہ شیخ الاسلام سلطنت اسلامیہ میں علمائے اعلام ومفتیان عظام کے لئے ایک ممتاز عہدہ رہا ہے اور ترکستان میں اب تک تھا، اسی لحاظ سے ممتاز علما کو اس لقب سے ملقب کیا گیا ہے اور مخدوم الکل نہ کسی عہدہ کا نام ہے نہ کسی مخصوص شی کا اسم بلکہ وہ ہمیشہ عموم ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے پھر اس سے معارضہ کیوں کر صحیح ہوگا؟ (العذاب الشدید ص ۷۷)

(و) اسی "العذاب الشدید لصاحب مقامع الحدید" میں اعلیٰ حضرت کے خلف اصغر حضور مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کی کنیت "آل الرحمٰن" پر اعتراض کرتے ہوئے مؤلف کتاب کہتا ہے کہ جب مولوی مصطفیٰ رضا خاں کا نام آل الرحمٰن ہے تو گویا ان کے باپ مولوی احمد رضا خاں صاحب کو رضا خانی خدا سمجھتے ہیں۔"

اس کا جواب حضور حافظ ملت اس طرح دیتے ہیں:

"آل الرحمٰن پر اعتراض تھانوی کی خبث باطنی کا نتیجہ ہے۔آل کے معنی پیرو ومطیع منتخب اللغات وغیرہ کتابوں میں لکھے ہیں اور آل کی اضافت رحمٰن کی طرف اس معنی کو معین کر رہی ہے لہذا آل الرحمٰن کے حقیقی معنی مطیع الرحمٰن ہیں۔ مطیع الرحمٰن پر تمہارا اعتراض ہے اور کیوں نہ ہو تمہارے نزدیک تو واجب الاطاعت گنگوہی صاحب ہی ہیں۔خدا کی اطاعت، رسول کی اطاعت تمہارے نزدیک سب بیکار ہے جب تک گنگوہی کے سامنے سر نہ جھکائے۔اسی لئے تو گنگوہی صاحب کو مطاع العالم، مخدوم الکل پکارتے ہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ!" (العذاب الشدید ص ۸۰)

زیر نظر کتاب میں حضور حافظ ملت نے اور بھی مقامات پر امام احمد رضا پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں اور بدمذہبوں کا رد وابطال فرمایا ہے۔

صرف ایک مثال اور پیش کرنے پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

"مؤلف یعنی صاحب مقامع الحدید لکھتا ہے کہ امام احمد رضا نے اسمٰعیل دہلوی کے کفریات شمار کرائے ہیں، اسے نبی کریم ﷺ کو اذیت دینے والا، گالیاں دینے والا بتایا اور اس کو کافر نہیں کہا بلکہ تمہید ایمان میں لکھ دیا اور میں اسمٰعیل دہلوی

کے کفر پر حکم نہیں کرتا۔"

اس کا جواب دیتے ہوئے حضور حافظ ملت اس بد مذہب کی جہالت بھی آشکارا کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت پر یہ اعتراض دیوبندیوں کی جہالت ہے۔کفر فقہی اور کفر کلامی میں فرق نہ جاننے پر مبنی ہے۔اس جہالت کا ایک شعبہ یہ ہے کہ الکوکبۃ الشہابیہ اور تمہید ایمان میں فرق نہیں جانتے۔الکوکبۃ الشہابیہ کفر فقہی کے بیان میں ہے۔اسمٰعیل دہلوی پر فقہی کفریات عائد ہیں۔تمہید ایمان کفر کلامی کے بیان میں ہے۔کفر فقہی سے بھی کافر کہنا جائز ہے ضروری نہیں۔متکلمین محتاطین کف لسان کرتے ہیں۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کمال احتیاط ہے کہ اسمٰعیل دہلوی کے سیکڑوں فقہی کفریات موجود ہوتے ہوئے کف لسان فرماتے ہیں۔تمہید ایمان میں صرف کف لسان ہے، اسمٰعیل کو مسلمان کہاں لکھا ہے یہ دیوبندیوں کا افترا ہے۔جب تفصیل آئے گی افترا پردازیوں کا پردہ چاک کردیا جائیگا۔"

(العذاب الشدید ص ۱۱۷۔۱۱۸)

تقریر کے ذریعہ فکر رضا کی اشاعت:

حضور حافظ ملت اپنی تقریروں میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا تذکرہ بھی فرماتے تھے ان کے اشعار کے حوالے دیتے ہوئے ان کی بہت ہی نفیس شرح بھی بیان کرتے تھے۔وہ اپنی ایک تقریر تو خاص امام احمد رضا کے اس شعر پر کرتے

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

"گو پاس کچھ رکھتے نہیں" کی تشریح اس طرح کرتے کہ آقا ﷺ ایسے سخی ہیں کہ اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھتے، اپنے منگتوں کو سب کچھ عطا فرمادیتے اور" ان کے خالی ہاتھ میں" کو زور دیکر پڑھتے اور فرماتے کہ ہاں ساری نعمتیں خالی انہی کے ہاتھ میں ہیں، ان کے ہاتھ خالی نہیں ہیں بلکہ سب کچھ صرف اور صرف انہی کے ہاتھ (اختیار) میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہی کو "قاسم نعمت" کیا ہے۔

سنی دارالاشاعت کا قیام:

دین وسنیت کی تبلیغ اور اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے افکار وتعلیمات نیز مسلک اعلی حضرت کی اشاعت ہی کے لئے حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ نے دارالعلوم اشرفیہ (مصباح العلوم) میں ۱۹۵۹ء میں شعبہ نشر و اشاعت بنام "سنی دارالاشاعت" قائم کیا اور اپنے تلمیذ رشید وعزیز علامہ حافظ عبد الرؤف صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا ناظم مقرر فرمایا۔حافظ جی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حافظ ملت کے ایما پر بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی نے اس اہم ذمہ داری کا بار گراں اپنے دوش مبارک پر اٹھالیا اور حافظ جی علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چل کر ما بعد کی جلدوں کو نہایت عرق ریزی سے مرتب فرمانے میں مصروف رہے۔

(ا) فتاویٰ رضویہ کی اشاعت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے وصال ۱۹۲۱ء تک ''فتاوی رضویہ'' کی صرف پہلی جلد شائع ہوئی تھی بعد میں جلد دوم صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے اہتمام میں چھپی اور کتاب النکاح تین اجزا میں سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے خاص اہتمام سے شائع کی۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ''فتاوی رضویہ'' کی مزید جلدوں کی اشاعت کی طرف توجہ کی اور اس شعبہ کا آغاز فتاوی رضویہ جلد سوم کی ترتیب واشاعت سے ہوا۔ تیسری جلد کا مسودہ مفتی اعظم ہند کے پاس سے آیا تو غیر مبوب اور غیر مربوط تھا جس کی تبویب مولانا مجیب الاسلام صاحب ادروی نے فرمائی۔ اس کے بعد منظر عام پر لانے کے لئے تحقیق وترتیب اور اصل ونقل کے تقابل کے لئے بیشمار مراحل سے گزرنا پڑا جن کو ناظم ادارہ نے اپنی بلند ہمتی اور مستقل مزاجی سے بخوبی انجام دیا۔ اب تک یہ سلسلہ ساتویں جلد تک پہنچا ہے۔ (ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور اگست ۱۹۹۰ء ص ۵)

(ب) حضور حافظ ملت کی حیات ہی میں ''رضویات'' پر آپ کے تلامذہ کی مندرجہ ذیل کتابیں اور رسائل شائع ہوئے۔

(ا) سوانح اعلیٰ حضرت۔ حضرت مولانا بدر الدین احمد رضوی۔ مکتبہ براؤں شریف بستی

(۲) مجدد اسلام۔ مولانا نسیم بستوی۔ مکتبہ امجدی پچپڑوا، گونڈہ

(۳) التحقیقات۔ مفتی محمد شریف الحق امجدی۔ مکتبۃ الحبیب الہ آباد

وصال کے کچھ عرصہ کے بعد یہ کتابیں شائع ہوئیں:

(۴) حاشیہ النور والضیاء از انجمن اہل سنت اشرفی دار المطالعہ مبارکپور

(۵) حاشیہ ابر المقال از انجمن اہل سنت اشرفی دار المطالعہ مبارکپور

(۶) امام شعر وادب مولانا وارث جمال بستوی۔ مکتبہ غوثیہ، بڑھیا بستی

(۷) ماہنامہ المیزان کا امام احمد رضا نمبر بمبئی۔ مولانا سید جیلانی محامد و مولانا محمد احمد مصباحی مبارک پوری

مولانا سید اصغر امام صاحب قادری مصباحی ولی عہد آستانہ قادریہ امجھ شریف اورنگ آباد (بہار) نے امام احمد رضا کے حسب ذیل کتب ورسائل (۱۳۹۶ھ تا ۱۳۹۸ھ) شائع کیے:۔

(ا) الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام

(۲) بدر الانوار فی آداب الآثار

(۳) منبہ المنیہ بوصول الحبیب الی العرش والرویۃ

(۴) صلات الصفا فی نور المصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۵) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین

(۶) خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال

(۷) سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید

(۸) اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد

(۹) النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء

(۱۰) تمہید الایمان بآیات قرآن

(۱۱) ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال

امام احمد رضا کی حیات اور کارناموں پر فرزندان اشرفیہ کی کتابیں:

(۱) امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات (مولانا یٰسین اختر مصباحی)

(۲) معارف کنز الایمان (مولانا یٰسین اختر مصباحی)

(۳) امام احمد رضا کی فقہی بصیرت جد الممتار کے آئینے میں (علامہ محمد احمد اعظمی مصباحی)

(۴) ترتیب و تعارف جد الممتار (عربی) (علامہ محمد احمد اعظمی مصباحی)

(۵) امام احمد رضا اور تصوف (علامہ محمد احمد اعظمی مصباحی)

(۶) تذکرہ رضا (مولانا محمد احمد مصباحی مبارکپوری)

(۷) عشق رضا کی سرفرازیاں (مولانا مبارک حسین مصباحی)

(۸) امام احمد رضا کا محدثانہ مقام (مولانا مبارک حسین مصباحی)

(۹) امام احمد رضا اور تعلیمات تصوف (مولانا مبارک حسین مصباحی)

(۱۰) امام احمد رضا اور مسلک جمہور (مولانا مبارک حسین مصباحی)

(۱۱) افکار رضا (مولانا قمر الحسن بستوی مصباحی)

(۱۲) الشیخ احمد رضا (عربی ترجمہ) (مولانا عارف اللہ فیضی مصباحی)

(۱۳) امام احمد رضا کا ذوق عبادت مکتوبات کے آئینے میں (مفتی محمد نظام الدین رضوی)

(۱۴) تنویر رضا (مولانا عبید اللہ خاں اعظمی)

(۱۵) امام احمد رضا اور مولانا ابو الکلام آزاد کے افکار (ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی)

(۱۶) آئینہ امام احمد رضا (مولانا غلام جابر مصباحی)

(۱۷) اصلاح معاشرہ اور امام احمد رضا (مولانا قمر الزماں مصباحی)

(۱۸) مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا (مفتی محمد شریف الحق امجدی)

(۱۹) امام احمد رضا اپنے مکتوبات کے آئینے میں (علامہ ارشد القادری)

(۲۰) فن تفسیر میں امام احمد رضا کا مقام امتیاز (علامہ ارشد القادری)

(۲۱) امام احمد رضا بحیثیت نشان سنیت (مولانا جیلانی میاں کچھوچھوی مصباحی)

(۲۲)امام احمد رضا اور علوم عقلیہ (مفتی شبیر حسن رضوی مصباحی)
(۲۳)مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام کا تحلیلی جائزہ (مولانا اسلم بستوی مصباحی)
(۲۴)امام احمد رضا اور علوم نقلیہ (مفتی محمد اشرف رضا مصباحی)
(۲۵)فقہی عبارات پر امام احمد رضا کا کلام اور تحقیق و تنقیح (مفتی آل مصطفیٰ مصباحی)
(۲۶)امام احمد رضا اور اردو تراجم کا تقابلی جائزہ (علامہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی مصباحی)
(۲۷)امام احمد رضا اور ترجمہ قرآن پاک تحقیق کے اجالے میں (علامہ عبد القدوس مصباحی)
(۲۸)تجلیات کنز الایمان (مولانا مبین الہدیٰ مصباحی جمشید پوری)
(۲۹)تعلیمات امام احمد رضا پر ضمیمۂ رد منکرات (مولانا مبین الہدی مصباحی)
(۳۰)رانچی میں یوم رضا (مولانا محمد احمد مصباحی مبارکپوری)
(۳۱)قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی (مولانا قاری رضاء المصطفیٰ مصباحی)
(۳۲)مسلک امام احمد رضا (مولانا محمد حنیف خاں رضوی مصباحی)
(۳۳)مہر درخشاں (مولانا یٰسین اختر مصباحی)
(۳۴)انوار کنز الایمان (مولانا وارث جمال مصباحی)
(۳۵)امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں (مولانا یٰسین اختر مصباحی)
(۳۶)ارشادات اعلیٰ حضرت (مولانا عبد المبین نعمانی)
(۳۷)تصانیف رضا (مولانا عبد المبین نعمانی)
(۳۸)معمولات رضویہ (مولانا عبد المبین نعمانی)
(۳۹)الفضل الموہبی از امام احمد رضا کا عربی ترجمہ (مولانا افتخار احمد اعظمی)

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور مارچ ۲۰۰۳ء مضمون از مولانا غلام مدثر رضوی)

امام احمد رضا کے خلفا و تلامذہ کا تعارف:

امام احمد رضا کے خلفاء و تلامذہ کا تعارف درحقیقت شخصیت کے تعارف کا ہی ایک روشن اور درخشندہ باب ہے۔ پروردگان اشرفیہ نے امام احمد رضا کے تعارف کے اس باب میں بھی ایک مثالی نمونہ قائم کر دیا ہے۔

ان کے خلفا و تلامذہ کی حیات و خدمات اور فضائل و کمالات میں انہوں نے بے شمار کتب و رسائل اور مقالات و مضامین لکھے ہیں۔ یہاں صرف چند کتابوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱)انوار مفتی اعظم از علامہ محمد احمد مصباحی (۲)ذکر حضور مفتی اعظم از مفتی محمد اشرف رضا مصباحی (۳)تعارف صدر الشریعہ از مفتی عبد المنان اعظمی (۴)تجلیات مفتی اعظم ہند از مولانا قمر الحسن بستوی (۵)مفتی اعظم اپنے فضل و کمال

کے آئینے میں از مفتی محمد شریف الحق امجدی (۶)مفتی برہان الحق جبل پوری حیات و خدمات ازمولانا عبد الوحید مصباحی (۷)ماہنامہ اشرفیہ کا صدرالشریعہ نمبر از مولانا مبارک حسین مصباحی (۸)صدر الشریعہ حیات وخدمات از مولانا فیضان المصطفے مصباحی (۹)مختصر سوانح صدر الشریعہ از مفتی آل مصطفیٰ مصباحی (۱۰)ماہنامہ حجاز جدید کا مفتی اعظم نمبر ازمولانا یٰسں اختر مصباحی (۱۱)مولانا حشمت علی لکھنوی ایک تحقیقی مطالعہ از ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی۔

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور مارچ ۲۰۰۳ء)مضمون از مولانا غلام مدثر رضوی۔

اعتراضات کے جوابات:

فرزندان اشرفیہ نے مخالفین امام احمد رضا کے اعتراضات والزامات کا ہمیشہ تقریری اورتحریری طور پر ایسا دندان شکن جواب دیا ہے کہ مخالفین کے دانت کھٹے ہوگئے اور انہیں مذہب اہل سنت و جماعت کے عقائد ومسائل اور امام احمد رضا کے افکار ونظریات پر دوبارہ اعتراضات کی ہمت نہ ہوئی۔اس سلسلے میں مصباحی برادران کی چند کتابیں یہ ہیں:

(۱)الدیو بندیت افادات حافظ ملت ترتیب مولانا محبوب اشرفی مصباحی (۲)تنقید برمحل (۳)اذان خطبہ کہاں ہو؟ مولانا عبدالحق رضوی مصباحی (۴)تحقیقات اول ،دوم از مفتی محمد شریف الحق امجدی مصباحی (۵)الوسیلۃ السنیہ ازمولانا محمد شفیع اعظمی مصباحی(۶)عصمت انبیا (بعض لوگوں نے عصمت انبیاء پر کلام کیا تھا اس کے جواب میں مفتی محمد نظام الدین رضوی نے یہ کتاب لکھی)(۷)شمالی امریکہ کی سمت قبلہ تحقیق کے آئینے میں (۸) کنز الایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ از مفتی آل مصطفیٰ مصباحی۔ان جیسی سیکڑوں کتابوں کا نام لیا جا سکتا ہے ،مصباحی برادران کے لاکھوں فتاوے ہزاروں مقالات ومضامین کے نام بھی دیو بندیوں کے رد اور ان کے اعتراضات کے جوابات اور مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت میں پیش کیے جاسکتے ہیں۔

رسائل ومجلّات:

رسائل ومجلّات کے ذریعہ ہر دور میں فرزندان اشرفیہ مسلک اعلیٰ حضرت اورفکر رضا سے باخبر کرتے رہتے ہیں: چند جرائد ومجلّات کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) ماہنامہ اسلام ،بنارس۔مولانا قاری محمد عثمان اعظمی مصباحی (۲)پندرہ روزہ جام کوثر ،کلکتہ (۳)ماہنامہ جام نور ،کلکتہ(۴)ماہنامہ رفاقت پٹنہ۔تینوں کے مدیر علامہ ارشد القادری مصباحی رہے (۵)فیض الرسول ،براؤں شریف مولانا صابر القادری ،نسیم بستوی،مولانا محمد احمد مصباحی مبا کپوری(۶) ماہنامہ المیز ان ممبئی ۔مولانا سید محمد جیلانی محامد مصباحی (۷) ماہنامہ نمائندہ الہ آباد۔مولانا سید شمیم گوہرالہ آبادی مصباحی (۸)ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور۔مولانا مبارک حسین مصباحی (۹)ماہنامہ اعلی حضرت ،بریلی ۔مولانا نسیم بستوی (۱۰) پندرہ روزہ شان ملت پٹنہ۔قاری محمد عثمان اعظمی مصباحی(۱۱)ماہنامہ الدعوۃ الاسلامیہ ،انگلینڈ (مولانا قمرالزماں اعظمی مصباحی (۱۲)پندرہ روزہ ریاض عقیدت ،کوئج

جالون۔مولانا اسلم بستوی (۱۳) ہفت روزہ تاجدار بمبئی۔مولانا اسلم بستوی مصباحی (۱۴) سالنامہ المصباح مبارکپور۔ مولانا سید اصغر امام قادری مصباحی (۱۵) سہ ماہی کوثر مبارک پور۔مولانا نوشاد عالم غازی پوری مصباحی (۱۶) سہ ماہی احساسات سکٹھی مبارکپور۔مولانا محمود احمد مصباحی مبارکپوری (۱۷) ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بریلی۔مولانا محمد حنیف خاں رضوی مصباحی (۱۸) ماہنامہ جام شہود کلکتہ۔مولانا سید رکن الدین اصدق مصباحی (۱۹) وائس آف اسلام۔مولانا بدر القادری مصباحی (۲۰) ماہنامہ حجاز لندن۔مولانا قمرالزماں اعظمی مصباحی (۲۱) ماہنامہ حجاز جدید، دہلی۔مولانا یٰس اختر مصباحی (۲۲) ماہنامہ کنزالایمان، دہلی۔مولانا یسین اختر مصباحی (۲۳) The Geft مولانا فتح احمد بستوی مصباحی۔

مندرجہ بالا رسالوں میں سے بیشتر تو وہ ہیں جو اپنے اپنے دور میں علم و ادب کے اعلیٰ معیار پر فائز ہونے کی وجہ سے عوام وخواص میں مقبول اور محبوب رہے، ان میں اعلیٰ حضرت کی حیات وخدمات، افکار وکارنامے اور عقائد ومعمولات کے تعلق سے مسلسل مقالات ومضامین شائع ہوئے۔بعض رسالوں نے امام احمد رضا کے تعلق سے کچھ وقیع نمبرات بھی شائع کیے ہیں مثلا (۱) ماہنامہ المیزان کا عظیم وضخیم امام احمد رضا نمبر (۲) ماہنامہ حجاز جدید کا امام احمد رضا نمبر (۳) ماہنامہ تجلیات ناگپور کا مجدد اعظم نمبر۔اس کے مدیر مفتی غلام محمد رضوی ناگپوری حافظ ملت کے شاگردوں میں سے ہیں (۴) ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی کی ادارت میں امام احمد رضا کے پیرخانہ کے حوالے سے ''سیدین نمبر'' نکلا جو صوری اور معنوی اعتبار سے آج تک کے نمبروں میں سب سے ممتاز ونمایاں ہے۔

ملک و بیرون ملک کے مختلف رسائل ومجلّات میں اعلیٰ حضرت کے تعلق سے فرزندان اشرفیہ کے مقالات و مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں ان سب کو جمع کیا جائے تو امام احمد رضا کے افکار ونظریات کا عظیم انسائیکلو پیڈیا تیار ہو سکتا ہے۔(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور۔مارچ ۲۰۰۳ء مضمون از مولانا غلام مدثر رضوی)

مولانا غلام مدثر رضوی لکھتے ہیں:

حقائق وشواہد کی روشنی میں مولانا یٰسین اختر مصباحی کا یہ قول صحیح اور درست نظر آتا ہے:

''ہندوستان میں رضویات کے ذخیرہ کا ۱۹۴۷ء کے بعد جائزہ لیجئے تو بڑی آسانی کے ساتھ اس نتیجے تک آپ پہنچ جائیں گے کہ فرزندان اشرفیہ نے رضویات کے موضوع پر جو کچھ خود لکھا اور لکھنے اور چھاپنے والوں کو ترغیب دی، رہنمائی کی، تعاون کیا، وہ اتنا زیادہ ہے کہ خلاصہ کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ رضویات کے باب میں ۸۵ رفیصد حصہ فرزندان اشرفیہ کا ہے۔'' (ایضاص ۶۴)

مولانا مبارک حسین مصباحی ماہنامہ اشرفیہ کے ایک اداریہ میں رقم طراز ہیں:

''الجامعۃ الاشرفیہ نے گونا گوں صلاحیتوں سے لیس ہزاروں باکمال مردان کار پیدا کیے اور انہیں امام احمد رضا کی فکرو بصیرت سے سرشار کر کے ملک و بیرون ملک کے علمی او تبلیغی محاذوں پر روانہ کیا، جو جہاں پہنچا قائد و رہنما ثابت

ہوا۔مصباحیت کا علامتی نشان لیے ہوئے جوق در جوق علما کے قافلے آج بھی الجامعۃ الاشرفیہ سے نکل رہے ہیں ،اور ہجوم عوام سے لے کر دانش کدوں تک فکر رضا کا اجالا عام کررہے ہیں ،تحقیق وتصنیف ،دعوت وتبلیغ تحریک وتنظیم ،مناظرہ و خطابت ،رشد و ہدایت اور سیاست وصحافت ہر رخ پر فکروعمل کی مکمل توانائیوں کے ساتھ مصباحی دستے میدان عمل میں عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر اسلام کے خلاف اٹھتے طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مسلسل پیش قدمی کررہے ہیں۔''(ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۲۰۰۳ء ص ۴)

فرزندان اشرفیہ کی غیر معمولی خدمات سے متاثر ہو کر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی لکھتے ہیں:

''تقسیم ہند کے بعد ملک میں اہل سنت و جماعت کے اندر تاریخ و ادب کا مذاق اور علمی و دینی تعلیم و تحقیق کی ایک نئی روایت اشرفیہ نے قائم کی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے مسلک حق مسلک اہل سنت کی نشر و اشاعت میں تیزی اور گرمی اشرفیہ نے پیدا کی ،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے کتب ورسائل کی طباعت واشاعت نیز انہیں ترتیب جدید کے ساتھ منظر عام پر لانے کا کام اشرفیہ نے انجام دیا۔

۱۴ اروں صدی ہجری کے مجدد امام احمد رضا نوراللہ مرقدہ کے تجدیدی ،تبلیغی اور علمی کارناموں کو اجاگر کرنے ،اعلیٰ حضرت اور ان کے علمی کارناموں پر تصنیفی ،تحقیقی اور اشاعتی کام کرنے کی پہل اشرفیہ نے کی۔

دینی تعلیم کو فروغ اشرفیہ نے دیا ،طلبائے اسلام اور علمائے دین کو جدید تعلیم یافتہ پرفیسروں اور اسٹوڈنٹس کے سامنے ایک نئی جرأت واحساس اور وقار وطمانیت کے ساتھ اشرفیہ نے لا کھڑا کردیا۔

مغربیت کے سامنے مشرقیت کو سرخرو اشرفیہ نے کیا ،قدیم وجدید کو اسلامی دائرہ کار میں شیر وشکر اشرفیہ نے کیا اور انہیں جہد وعمل کی راہ اشرفیہ نے دکھائی۔''(حافظ ملت افکار وکارنامے ص ۱۳۔۱۷)

احترام علما ومشائخ

ادب واحترام ،اخلاق عالیہ کا حصہ ہے اس خزانہ سے بھی حافظ ملت کو وافر حصہ ملا تھا ،اپنے اساتذہ ،مشائخ اور محسن علما کا ادب تو سبھی کرتے ہیں ،اور اساتذہ ،والدین اور بزرگوں کا نیاز مند اور ادب شناس ہی ان کی دلی دعاؤں سے نوازا جاتا ہے۔انسان کی اپنی محنت کاوش اور جانفشانی اسے علم وفضل کا وہ مقام بلند نہیں دیتی جو محنت وصلاحیت کے ساتھ ان مربیوں کی قلبی دعائیں اسے بخشتی ہیں۔حافظ ملت اپنے والدین کریمین کے بھی بیحد ادب شناس تھے۔حافظ ملت نے جن والدین کی آغوش میں پرورش پائی تھی وہاں تعلیم سے زیادہ تربیت پر زور دیا جاتا تھا۔(نمبر ص ۶۷)

اس کے بعد تعلیمی میدان میں قدم رکھا تو اپنے ہر استاذ کا اس طرح ادب واحترام کیا کہ اس کا دل جیت لیا۔اور اپنی خدمت گزاری اور نیاز مندی کے سبب اس کی کامل توجہ ،ہمدردی اور علم بخشی کے مستحق ہوئے۔چنانچہ حکیم محمد شریف

صاحب مرادآبادی جن کا مطب شہر میں تھا۔اور وہ مرادآباد سے بھوجپور (حافظ ملت کے وطن) آیا کرتے تھے۔بھوجپور کے بہت سے لوگ حکیم صاحب سے علاج کراتے تھے۔حکیم صاحب جب آتے تو حافظ ملت کی اقتدا میں نماز پڑھتے۔حافظ ملت امام مسجد ہونے کے باوجود حکیم صاحب سے اس طرح ادب و احترام سے ملتے کہ ان کے دل میں از خود یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں اپنا علم طب اس باصلاحیت باادب نوجوان میں منتقل کردوں۔

حافظ ملت بیان فرماتے ہیں:

''میرے اوپر ان کی نظر عنایت ہوئی۔فرمایا حافظ صاحب! میں آپ کو طب پڑھاؤں گا۔میں نے کہا حکیم صاحب: میں غریب آدمی، میرے والد کثیر العیال، گھر کا دارو مدار مجھی پر ہے۔میں باہر جانہیں سکتا۔حکیم صاحب نے فرمایا۔ٹرین سے مرادآباد آؤ۔سبق پڑھ کر واپس آجایا، کرو تمہارا نقصان نہیں ہوگا۔آمدورفت کا کرایہ بھی میں دوں گا۔''

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ٦٦)

وہ جوہر ادب ہی تھا جس نے حکیم صاحب کے دل میں جگہ بنائی اور وہ اپنی طرف سے کرایہ دے کر، بلانے اور پڑھانے پر آمادہ ہوئے۔یوں تو حافظ ملت اپنے تمام اساتذہ، مشائخ اور اکابر اہل سنت کا بیحد ادب کرتے تھے۔مگر جس شخصیت کے علم وفضل نے حافظ ملت کی ذات پر سب سے زیادہ اثر ڈالا تھا، وہ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ تھے۔

صدرالشریعہ حضرت مولانا شاہ امجد علی قادری قدس سرہ کی بارگاہ میں جب وہ اپنے وطن گھوسی تشریف لاتے علما فضلا روٴسا اور زائرین کی بھیڑ جمع رہتی، حضرت کی نشست گاہ ہر وقت بھری رہتی۔صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی بیٹھک کے سامنے سے لوگ ننگے سر نہیں گزرتے تھے، مائیں بچوں کو ادب سکھاتیں بڑے مولانا صاحب آتے ہیں، صدر صاحب آتے ہیں ان راستے سے جانا تو حضرت کو سلام کرنا۔حاضرین کی کثیر تعداد ہونے کے باوجود آپ کی مجلس میں ایک عجب سناٹا ہوتا۔والد مرحوم حافظ محمد رمضان صاحب بتایا کرتے تھے کہ حضرت کے زمانے میں، ان کی موجودگی کے وقت جب میں بڑا گاؤں (جہاں ان کی ہمشیرہ مرحومہ یعنی راقم الحروف کی پھوپھی جان کا گھر تھا) جاتا تھا تو میرے بہنوئی جناب محمد مرحوم کہتے بابو! صدر صاحب آئے ہیں ادھر ادب سے جانا۔

صدرالشریعہ علیہ الرحمہ اپنی بیٹھک سے کسی کام کے لئے اٹھ کر اندر جاتے تو تمام اہل مجلس سروقد کھڑے ہو جاتے اور واپس تشریف لاتے تو دوبارہ کھڑے ہوتے۔اور حضرت کے بیٹھنے پر سب لوگ بیٹھتے۔مگر اس مجلس میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو اس وقت تک سروقد برابر کھڑا رہتا جب تک حضرت خود اسے بیٹھنے کے لئے نہ کہتے۔اور بیٹھتا بھی تو با ادب دوزانو، یہ تھا صدرالشریعہ کا چہیتا شاگرد جسے دنیا نے آگے چل کر ''حافظ ملت'' محدث مبارکپوری اور محدث مرادآبادی کے القاب سے پہچانا۔سچ ہے

ع باادب بانصیب بے ادب بے نصیب

حافظ ملت خود باادب تھے اور یہی جوہر انہوں نے اپنے فرزندوں اور تلامذہ میں منتقل فرمایا۔حافظ ملت علیہ الرحمہ کو اپنے استاذ و مرشد صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے دلی محبت تھی جب بھی نام نامی لیتے نہایت ادب و احترام سے

''حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ''فرماتے ۔سیدی اعلیٰ حضرت یا اکابر اہل سنت میں جب کسی کا ذکر فرماتے تو تعظیم و احترام سے آپ کی گردن خم ہو جاتی اور ان کی محبت میں آپ کی آنکھیں نمناک ہو جاتیں۔ دور طالب علمی میں راقم الحروف نے سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے متعلق ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی میں ایک مضمون لکھا۔ جب وہ چھپ کر آیا تو لے کر حافظ ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔آپ اپنی قیامگاہ پر تشریف فرما تھے۔تخت پر بیٹھے کچھ تحریر فرما رہے تھے۔میں نے رسالہ پیش کیا اور دعا چاہی ۔حضرت نے میرے مضمون کو پڑھنا شروع کیا، پھر میں نے دیکھا کہ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ''عشق رسول'' کی باتیں پڑھ کر حافظ ملت کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔حافظ ملت علم و معرفت اور عادات و اخلاق میں حضور صدر الشریعہ کے مظہر تھے ۔آپ اپنے استاذ و مرشد کی شخصیت ہی نہیں بلکہ ان کی ایک ایک صفت سے محبت فرماتے تھے ۔ان کے عزیز و اقارب اور ان سے تعلق رکھنے والی ہر شی حافظ ملت کو محبوب تھی۔

ایک دَور میں حضرت مولانا علامہ عبد المصطفےٰ ازہری ابن صدر الشریعہ علیہما الرحمہ دار العلوم اشرفیہ میں مدرس تھے حافظ ملت دار العلوم کے صدر المدرسین تھے اس کے باوجود استاذ زادے کا بیحد ادب و احترام کرتے تھے اور ان کے شایان شان تکریم فرماتے تھے۔

علامہ عبد المصطفےٰ ازہری فرماتے ہیں:

''حافظ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی چند خصوصیات میں سے ایک یہ خصوصیت تھی کہ وہ اپنے اساتذہ اور اپنے تمام مشائخ اور ان کے متعلقین کا پورا پورا ادب کرتے تھے کسی فعل یا قول سے یا ترکیب سے وہ ایسا ظاہر نہیں کرتے تھے کہ کسی بزرگ سے تعلق میں کوئی کمی ظاہر کریں۔'' (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۸۴)

حافظ ملت اپنی محسن شخصیات کے متعلقین اور اساتذہ و مشائخ کی اولاد کا بھی حد درجہ احترام فرماتے تھے۔حضرت علامہ ازہری کا بیان ہے:

''میں جب ۱۹۶۱ء میں ہندوستان حاضر ہوا۔تو حافظ صاحب خود میرے مکان پر ملنے کے لئے تشریف لائے۔اتفاق سے میں دوسری جگہ تھا تو وہاں تشریف لائے اور ملاقات کی اور نہایت ہی محبت اور تواضع سے پیش آئے۔اور یہ میری آخری ملاقات تھی۔'' (نمبر ص ۸۸)

حافظ ملت، قوم و ملت کے بہی خواہ تھے۔ان کی شفقتیں عام تھیں ۔وہ اپنے ماتحت مدرسین و علماء کی علمی ترقی اور کمال کی راہیں بھی استوار فرماتے تھے ۔جس کا احساس عالی ظرف علماء و اساتذہ کو تھا۔حضرت علامہ ازہری ابن صدر الشریعہ لکھتے ہیں:

''جب میں دار العلوم اشرفیہ میں مدرس تھا تو حافظ صاحب نے مسلم شریف میرے متعلق کی تھی ۔اور کئی سال جب تک میں مبارکپور رہا دورہ کے طلبہ کو مسلم شریف پڑھایا کرتا تھا۔بعد میں جب میں بحیثیت شیخ الحدیث کے جامعہ محمدی شریف آیا تو مجھے بخاری پڑھانے میں کسی قسم کی خاص دشواری پیش نہیں آئی۔'' (اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۸۸)

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی زوجہ محترمہ مخدومہ نانی جان علیہا الرحمۃ (وفات: ۲۹ رجب یکم جنوری ۱۹۹۰ء) کا

حافظ ملت عمر بھر ماں کی طرح ادب ولحاظ فرماتے رہے۔

ان کی ہر بات حافظ ملت کے لئے حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ گھوسی اور اس کے مضافات کے لوگ مخدومہ نانی جان صاحبہ کی وساطت سے حافظ ملت کی خدمت میں اہم سے اہم مسئلہ بھی پیش کرنا آسان سمجھتے تھے۔ دارالعلوم اشرفیہ میں طلبہ کے داخلے عموماً نصف شوال سے پہلے ہوا کرتے تھے۔ اور اس کے لئے بھی مجلس انتظامیہ کی طرف سے ایک تعداد مقرر کی جاتی تھی۔ مگر وقت گزر جانے کے بعد اور مقررہ کوٹہ پورا ہو چکنے کے باوجود اگر کسی طالب علم کے لئے مخدومہ نانی جان صاحبہ علیہا الرحمۃ سفارش فرمادیتیں تو کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اسے مبارکپور سے واپس آنا پڑا ہو۔ قصبہ خاص گھوسی سے حاجی عظیم اللہ مرحوم بالکل اسی انداز میں شوال کی تاریخیں گزر جانے کے بعد حافظ محمد عین الدین و حافظ محمد انوار الحق کو دارالعلوم اشرفیہ شعبہ حفظ میں داخل کرانے کے لئے لے گئے تھے۔ راقم الحروف ان دنوں مبارکپور ہی میں زیر تعلیم تھا۔ طلبہ کا معینہ کوٹہ پورا ہو چکا تھا۔ مگر حاجی صاحب مرحوم نے حافظ ملت کے سامنے مخدومہ نانی جان صاحبہ کا رقعہ پیش کیا۔ تو حافظ ملت علیہ الرحمہ نے درخواست داخلہ پر تحریر فرمایا کہ ان لوگوں کا داخلہ حضور مخدومہ ملت کی سفارش پر کیا گیا۔

شوال ۱۳۹۲ھ کا پر بہار مہینہ تھا جب الجامعۃ الاشرفیہ درسگاہ کی سنٹرل بلڈنگ کا جشن افتتاح ہوا۔ شہزادۂ امام احمد رضا حضور مفتی اعظم ہند درس بخاری شریف کا آغاز کرنے کے لئے تشریف فرما تھے۔ علما مشائخ، مفسرین، شیوخ الحدیث کا اجتماع تھا۔ مسلمانان اہل سنت بھی بڑی تعداد میں موجود تھے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ اس وقت کھڑے ہوتے ہیں اور مفتی اعظم ہند کی شخصیت کا تعارف کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے:

"حضور مفتی اعظم ہند قبلہ بلا شبہ ولیؒ کامل ہیں۔ آج جو اُن سے ایک سبق پڑھے گا وہ آئندہ اس پر فخر کرے گا۔ جو اُن کے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ اس پر فخر کرے گا۔ جو اُن کی دست بوسی کرے گا وہ اس پر فخر کرے گا۔ اور جو ان کی زیارت سے مشرف ہوگا وہ اسے بھی فخریہ بیان کرے گا کہ میں نے حضور مفتی اعظم کی زیارت کی ہے۔"

حافظ ملت علیہ الرحمہ مذکورہ باتیں کہتے جاتے تھے اور الجامعۃ الاشرفیہ کے شیخ الحدیث شمس العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب جعفری علیہ الرحمہ ایک ایک بات کی تصدیق کرتے جاتے تھے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ ایک جلسہ میں حضرت مولانا ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت سے ملے، انہیں اپنے قریب عزت و احترام سے بیٹھایا۔ کچھ دیر بعد ان سے اسٹیج ہی پر کوئی اور عالم ملنے آئے، حضرت سر خمیدہ اس سے باتیں کرنے لگے۔ حضرت رحمانی میاں نے موقع غنیمت خیال کیا اور وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ جا بیٹھے۔ بات سے فراغت کے بعد حافظ ملت نے نگاہ اٹھائی اور رحمانی میاں صاحب کو اپنی مسند پر نہیں پایا تو اسٹیج پر نگاہ دوڑا کر ان کے پاس تشریف لے گئے اور پھر لا کر مسند پر اپنے ساتھ بٹھایا۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت نے یہ واقعہ حافظ ملت کے عرس چہلم پر بیان فرمایا

دارالعلوم اشرفیہ گولہ بازار کی عمارت میں راقم الحروف نے اپنے دور بے شعوری میں یہ منظر بچشم خود دیکھا ہے کہ حافظ ملت کی درسگاہ سے جانب مشرق متصلا بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی قبلہ کی درسگاہ تھی۔ امتحان سالانہ اور جلسۂ

دستار بندی کا موقع تھا۔حضرت محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ ایک پلنگ پر جلوہ فرما ہیں۔حافظ ملت علیہ الرحمہ ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو ان کے اصرار کے باوجود پلنگ پر بیٹھنے کے بجائے فرش پر بیٹھ کر اپنا ہاتھ پلنگ کی پٹی پر رکھ لیتے ہیں۔اور دیر تک محدث اعظم ہند سے باتیں کرتے ہیں۔جن لوگوں نے حضور مفتی اعظم ہند شہزادہ اعلیٰ حضرت شاہ مصطفےٰ رضا خاں قدس سرہ سے حافظ ملت کے حصول نیاز اور ملاقات کا منظر دیکھا ہے وہ گواہی دیں گے کہ حافظ ملت ہمیشہ دست بوسی کی کوشش فرماتے اور سرکار مفتی اعظم انہیں سینے سے لگاتے، اپنے پاس بٹھانے پر اصرار فرماتے مگر حافظ ملت کچھ فاصلہ پر نہایت مؤدب بیٹھتے تھے۔

حضور مجاہد ملت کی شان درویشی کا تو حال ہی الگ تھا۔یہ دونوں واقفان راز جب باہم ملتے تو ایک دوسرے کا حد درجہ احترام فرماتے ایک دوسرے کی دست بوسی و قدم بوسی کی کوشش فرماتے۔یہی ادب و لحاظ حافظ ملت اپنے جملہ معاصرین اور صاحبان نسبت کا فرماتے۔

حافظ ملت کے دم قدم کی برکت سے دارالعلوم اشرفیہ نے اپنا مقام بنالیا تو اراکین اور ارباب حل وعقد نے ملک کے مشاہیر علما اور ماہرین علوم کو یہاں لانے کا پروگرام بنایا۔ایک بار یہ بات سامنے آئی کہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلیفہ ارشد اور شاگرد رشید ملک العلماء علامہ ظفرالدین احمد بہاری علیہ الرحمہ کو لایا جائے۔حافظ ملت علیہ الرحمہ نے سنا تو بہت خوش ہوئے اور اپنی عادت مبارکہ کے مطابق فرمایا ''یہ تو بہت خوشی بات ہے حضرت تشریف لائیں میں خادم ہوں حذمت کرتا رہوں گا۔میں نے دس سال حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ علیہ الرحمہ کی کفش برداری کی ہے، حضرت مولانا تشریف رکھیں گے، اور میں ان کے سامنے درس دوں گا۔''

جناب قاری محمد عبدالحکیم صاحب نے بیان کیا کہ تلشی پور سے ایک حافظ ملت کے معتقد بلرامپور بغرض ملاقات آئے، دوران گفتگو انہوں نے کہا کہ مولانا عتیق الرحمٰن صاحب آپ کے متعلق ایسا ایسا کہتے ہیں۔

حافظ ملت نے فرمایا! جی ہاں، مولانا عتیق الرحمٰن صاحب قبلہ ایک جید عالم دین ہیں۔سنیت کے خادم ہیں، بہت بڑے مبلغ ہیں، بڑوں کو حق ہے کہ چھوٹوں کو جو چاہیں کہہ لیں۔مگر چھوٹوں کو حق نہیں کہ بڑوں کو جواب دیں۔

۱۹۷۱ء میں سادات کچھوچھہ کی طرف سے ''اشرفیہ'' کے خلاف مطبوعہ اشتہار جب حافظ ملت کے سامنے آیا اور حامیان اشرفیہ میں سے بعض لوگوں نے اس کا جواب دینا چاہا تو آپ نے فرمایا:

''یہ مخدوم زادوں کی طرف سے ہے خادم کو حق نہیں کہ مخدوم زادوں کو جواب دے میری طرف سے جواب دینے کی ضرورت نہیں، اگر ایسا کیا گیا تو مجھے بیحد تکلیف ہوگی۔''

اسی موقع پر جب اہل عقیدت نے جواب دہی پر اصرار کیا تو سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

''جو میری طرف سے جواب دے گا، وہ میرا نہیں، میرا نہیں، میرا نہیں۔'' (معارف حافظ ملت ص ۸۶)

سنی جمعیۃ العلماء کی آل انڈیا کانفرنس منعقدہ کانپور میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تو مولانا سید محمد مدنی کچھوچھوی شہزادہ محدث اعظم سے ملنے خود ان کی قیام گاہ پر گئے۔باوجودیکہ مدنی میاں حافظ ملت کے شاگرد ہیں۔

سیوان کانفرنس میں پہنچے تو رات کا تہائی حصہ گزر چکا تھا، علما میں سے کسی کو زحمت نہیں دی اور عام شرکا کی قیام گاہ میں سو رہے۔

سراج العلماء حضرت مولانا شاہ سراج الہدی گیاوی (علیہ الرحمہ) اور علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ ۱۳۷۵ھ میں ساتھ سفر حج و زیارت میں رہے۔ واپسی کے بعد دونوں حضرات نے باہم طے کیا کہ ساتھ ہی مبارکپور حاضر ہوں اور حافظ ملت کی زیارت کریں۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کو ان دونوں حضرات کے عزم کی خبر ہوئی تو حضرت سراج العلماء کو لکھا:

''یہ تو آپ کا کرم ہے اور علامہ ارشد القادری سلمہ کی بے پایاں محبت ہے کہ یہاں تشریف لا کر ملاقات طے فرمائی ہے۔ لیکن میری غیرت محبت مجھے حاضری پر مجبور کرتی ہے کہ (آپ لوگوں کے) حج و زیارت کے بعد میں خود حاضر ہو کر ملاقات کروں۔''

حافظ ملت اعراس میں عادۃً شرکت نہیں کرتے تھے البتہ اپنے مرشد و استاذ صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت ابو العلا مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں گھوسی پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ آپ نے تعلیمی ذمہ داریوں کو بطور مجاہدہ اپنی ذات پر لازم کر لیا تھا۔ اس میں انہماک اور مشغولیت کو ہمیشہ مقدم رکھتے تھے۔ عمر کے آخری حصہ میں جب کہ الجامعۃ الاشرفیہ کے فارغ علما نے ملک کے طول و عرض میں اپنی علمی بساطیں بچھالیں اور حافظ ملت کی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر جا پہونچا، جلسہ جلوس اعراس، کانفرنسیں اور مناظرے میں ہر جگہ حافظ ملت کو پکارا جانے لگا۔ اس وقت حافظ ملت حالات کا لحاظ فرماتے ہوئے ضروری پروگراموں میں شرکت کرنے لگے۔

اہل مبارکپور اور ذمہ داران ملت نے آپ کو جب الجامعۃ الاشرفیہ کا سربراہ اعلیٰ بنا دیا اس کے بعد سے تو آپ سیماب پا ہو گئے۔ ہر وقت سفر کے لئے پابہ رکاب رہتے۔ ملک کے طول و عرض میں ہر اہم دینی پروگرام میں شرکت فرماتے خصوصی معاونین اشرفیہ کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لیے طول طویل سفر کرتے۔ اس دور میں آپ کی مصروفیات متنوع اور ہمہ جہت تھیں۔ ایک طرف جامعہ کا منصوبہ دوسری طرف عام لوگوں کو اس کی کیا خبر کہ وہ دور روحانی لحاظ سے حافظ ملت کا تکمیلی دور تھا۔ اور تاریخ عرفا میں یہ بات ملتی ہے کہ ان کی صراحی قلب جب عرفان سے لبریز ہو جاتی ہے تو گاہے وہ خود سفر کر کے اہل صلاحیت تک نعمت روحانی پہونچاتے ہیں۔

جناب مولانا محمد احمد مصباحی لکھتے ہیں:

حضرت شاہ یار علی صاحب علیہ الرحمہ (براؤں شریف) کے پہلے عرس کا دعوت نامہ حافظ ملت کی خدمت میں پہونچا تو ہم لوگ درسگاہ میں موجود تھے۔ حضرت نے خط پڑھا اور باآواز بلند فرمانے لگے۔ ''انشاء اللہ شرکت کروں گا ضرور حاضر ہوں گا۔''

ہم لوگ کچھ سمجھے نہیں، مگر حضرت کو سمجھانا اور بتانا ہی مقصود تھا۔ شاہ صاحب کا نام لیا اور ان کے محاسن بتانے لگے۔ اسی وقت پہلی بار مجھے شاہ صاحب کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ چالیس سال تک ان کی جماعت تو جماعت

تکبیرۂ اولیٰ بھی فوت نہیں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

جناب راز الہ آبادی کے بارے میں جب معلوم ہوا کہ مفتی اعظم ہند قبلہ کے مرید ہو گئے ہیں تو انہیں مبارکبادی اور فرمایا ''بہت بڑے شیخ کا دامن پکڑا'' راز صاحب ہندوستانی غزلیں مشاعروں کے مشہور شاعر اور مذہبی اسٹیجوں کے نعت خواں تھے۔ بیعت کے بعد انہوں نے مسنون داڑھی رکھی۔ حافظ ملت نے ایک جلسہ میں انہیں مشروع داڑھی سے مزین دیکھا تو برسرعام فرمایا ''یہ مفتی اعظم ہند کی کھلی کرامت ہے۔''

مولانا تجمل ہدیٰ صاحب گیاوی حافظ ملت علیہ الرحمہ کے برگزیدہ تلمیذ اور مرید ہیں۔ انہوں نے مولانا محمد اسلم مصباحی گورکھپوری سے بیان کیا کہ:

''صاحبزادہ گرامی مرتبت (عزیز ملت) مولانا عبدالحفیظ صاحب (موجودہ سربراہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور و جانشین حافظ ملت) کو میں ابتدائی درجوں کی کچھ کتابیں پڑھاتا رہا۔ انہی ایام میں عزیز ملت قبلہ حضرت کے پاس تخت پر بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران میں حاضر بارگاہ ہوا۔ تو ارشاد فرمایا:

''عبدالحفیظ! یہ تمہارے استاذ ہیں۔ استاذ کا ادب ضروری ہے۔'' (معارف حافظ ملت ص ۶۱)

☆☆☆



بائیسواں باب

ارشادات حافظ ملت

نپا تلا ان کا ہر جملہ
ہر اک بات میں حکمت ان کی
غور سے سنیے! اپنے پرائے
کیا کہتے ہیں بابت ان کی

(بدر)

بزرگان دین کے قلم وزبان سے نکلے ہوئے الفاظ وکلمات ارشادات عالیہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ ارشادات علم وحکمت، پندوموعظت، معرفت وحقیقت کا بیش بہاخزانہ ہوتے ہیں اور تاثیر وافادیت کے نور سے ایسے معمور ہوتے ہیں کہ عقیدہ وعقیدت کی دنیا کو بھی منور کرتے ہیں اور فکر وذہن ونظر کی کائنات کو بھی نور بار کرتے ہیں۔ ان کی نورانیت میں سورج کی ہر نئی شعاع اور چاند کی ہر نئی کرن کے ساتھ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ موجودہ نسل کی تو یہ صالح رہنمائی کرتے ہی ہیں، آنے والی نسلوں کے لیے بھی منارۂ نور بن کر انہیں صراط مستقیم پر گامزن رکھتے ہیں۔

ان ارشادات کی کئی جہات ہوتی ہیں۔ کبھی یہ اقوال کی شکل میں ڈھل جاتے ہیں تو کبھی ملفوظات کی صورت اختیار کرلیتے ہیں اور کبھی نکتہ آفرینی کے جلوے دکھاتے ہیں۔

اقوال ایسے لفظوں کا مجموعہ ہوتے ہیں جن کا ہر ہر لفظ معنویت وبلاغت کا چمن زار ہوتا ہے۔ یہ اپنی تاثیر میں ایسے بھرپور ہوتے ہیں کہ ضرب المثل بن جاتے ہیں۔

جیسے یہ مشہور زمانہ اقوال:

۱۔ موت برحق ہے

۲۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں وغیرہ

نکتہ سنجی یا نکتہ آفرینی سے مراد ہے بات میں بات پیدا کرنا۔ اس سے برجستگی اور حاضر جوابی کا اظہار ہوتا ہے اور حکیمانہ بصیرت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ نکتہ آفرینی میں طنز ومزاح کی ہلکی پھلکی شعاعیں بھی پھوٹتی نظر آتی ہیں۔

ملفوظات: بزرگوں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا مجموعہ ہی ہوتے ہیں۔ بزرگوں کے نصیحت آمیز کلمات، علم وحکمت کی باتیں، عارفانہ گفتگو اور تقریریں وغیرہ ملفوظات ہی کے دائرے میں آتے ہیں۔

صوفیہ واولیا اپنی مجالس میں الگ الگ مواقع پر جو کچھ بھی زبانی ارشاد فرماتے تھے یا کسی مرید ومعتقد یا سائل کے سوال کا جواب زبانی طور پر دیتے تھے انہیں بھی ملفوظات میں شامل رکھا گیا ہے۔

عربی وفارسی زبان میں بھی اس کی روایت رہی ہے اور اردو میں بھی۔

۱۴ ارویں صدی ہجری میں۔ مجدد اسلام، امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے ملفوظات کو بڑی شہرت ملی جو آج تک شہرت ومقبولیت کی منزلوں سے گزر رہا ہے۔ ان ملفوظات کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلف اصغر حصرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے یکجا کرکے مرتب فرمایا تھا۔

اعلیٰ حضرت کے ملفوظات اپنی علمی ومعلوماتی گرانقدری میں لاجواب ہیں۔ حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ کے اولیاء کاملین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین میں ہیں۔ آپ کے ارشادات عالیہ جو ان کے نوک قلم سے نکلے وہ تو آپ کی تصانیف میں موجود ہیں اور جو زبان سے ادا ہوئے ان میں سب تو نہیں لیکن کچھ آپ کے تلامذہ نے ضرور یکجا کیے۔

حافظ ملت نے شعور کی آنکھیں کھولیں تو قرآن مجید ان کے سینے پر مرتسم ہو چکا تھا۔ علوم اسلامیہ کی تحصیل سے

فراغت کے بعد ان کی زندگی پر کوئی ایسا دور نہیں گزرا جب وہ انوار قرآن، افکار قرآن اور عرفان قرآن سے سرشار نہ رہے ہوں۔ علم و حکمت، پند و موعظت، اور معرفت و حقیقت کی تمام نہروں کا سرچشمہ کتاب اللہ اور سنت ہیں۔ حافظ ملت عمر بھر جن کی غواصی کرتے رہے۔

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد کے مطابق حافظ ملت کا ذہن و فکر قرآن و حدیث کی کسوٹی بن چکا تھا، جو منشاء ربانی اور مزاج مصطفوی کے مطابق ہر پیش آمدہ مسئلہ کی تحلیل کرتا تھا، انقلابات عالم ہوں یا سیاسات ملکی قومی و ملی دشواریاں ہوں، یا جماعت و فرد کی الجھنیں حافظ ملت کا اخاذ ذہن اصول شرعیہ کے مطابق اس کی عقد کشائی کر لیتا تھا۔ وہ مومنانہ فراست کے مالک تھے۔ عام نگاہوں پر جو باتیں مخفی ہوتیں، وہ ان پر عیاں ہوتیں، اعجاز قرآن اور برکات جوامع الکلم نے ان کے پر حکمت اقوال سے مترشح ہیں۔

دنیا میں عظیم انسانوں کے اقوال و فرمودات ہدایت و منزل رسی اور حصول مقاصد کا سہل ذریعہ قرار دیے جاتے ہیں اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ حافظ ملت کے اقوال زریں کو بھی محفوظ کیا جائے، یوں تو راقم سطور کے رفقاء نے قرطاس و قلم سے وابستہ ہونے کے بعد ہی سے تلاش و جستجو شروع کر دی تھی ماہنامہ اشرفیہ کے اجراء نے اس سلسلہ میں مزید نگینوں کو جمع کرنے کا راستہ نکالا، اور الحمد للہ کہ آج ہمارے پاس حضرت کے اقوال زریں معتد بہ تعداد میں موجود ہیں۔ حیات حافظ ملت سے اکتساب فیض کرنے والا بالیقین ان سے استفادہ کر کے خوش ہوگا۔

عزیز الخلائق ہونے کے لئے کسب کمال ضروری ہے۔

عقل مند وہ ہے جو دوسروں کے تجربوں سے فائدہ اٹھائے۔

آرام طلبی تخریب زندگی ہے۔

خود کو تجربہ گاہ بنانا عمر کو ضائع کرنا ہے۔

میرے نزدیک مخالفت کا جواب کام ہے۔

کام دین کا ہو یا دنیا کا صحت پر موقوف ہے۔

کام کرو نام کی پرواہ نہ کرو، نام تو ہو ہی جائے گا۔

ہر دل عزیزی چاہو تو با کمال بنو۔

بد اعمالی سبب ذلت و باعث ہلاکت ہے۔ (معارف)

زیادہ ہنسنا اور قہقہ لگانا مومن کی شان نہیں۔

قلب کی زندگی ذکر و فکر ہے۔

محبت رسول ہی محبت خدا ہے۔

مسلمان کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔

کتاب جب سینے سے لگائی جائے گی تب سینے میں اترے گی۔

اقوال زریں

☆ مشیت ایزدی وقضائے الٰہی میں چارہ نہیں۔

☆ مشیت ایزدی میں صبر ہی شان زندگی ہے۔

☆ حقیقت یہی ہے کہ دنیا بے حقیقت اور بے ثبات ہے ہم سب کے لئے یہ وقت آنا ضروری ہے پیک اجل کو لبیک کہنا لابدی ہے۔

☆ جب اطباء وڈاکٹر جواب دے چکیں تو علاج ختم کر دینا چاہئے اور شافی مطلق سے لو لگانا چاہئے وہ حیوم وقیوم اور قادر مطلق ہے زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرنا اسی کے اختیار میں ہے۔

☆ حقیقی مساوات صرف اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔

☆ مومن کے جوہر اخلاق سے یہ بھی ہے کہ دوسروں کو حقیر و ذلیل نہ سمجھے۔ اپنی برتری اور تفوق کا خواب نہ دیکھے۔ اپنی عزت کچھ نہیں اصل عزت دین کی عزت ہے اور ہم سب کی ساری عزتیں اسی کا صدقہ ہیں۔

☆ وہ عزت کس کام کی جو دین کی عظمت کے لئے استعمال نہ ہو۔

☆ دین کے لیے زبان کھولنا اور ہاتھ پھیلانے سے عزت گھٹتی نہیں، بڑھتی ہے۔

☆ مومن کبھی بوڑھا نہیں ہوتا یعنی اس کے حوصلے جوان ہوتے ہیں اور اس کا دین ترقی کرتا ہے۔

☆ ہوشیار طلبہ وہ ہیں جو اساتذہ سے علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی سیکھتے ہیں۔

☆ آدمی اپنے استاذ سے استفادہ کا محتاج رہتا ہے جس طرح سے مرید اپنے پیر کا۔

☆ آرام طلبی تخریب زندگی ہے۔ضرورت سے زیادہ آرام کرنا زندگی کو برباد کرنا ہے۔

☆ ملازموں اور مزدوروں کے ساتھ بھی نرمی وخوش اخلاقی سے پیش آئے۔

☆ زندگی وہ ہے جو کسی دوسرے کے کام آسکے۔

☆ آدمی کو ہمیشہ باوقار رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ وقار وضع اور رکھ رکھاؤ سے نہیں بلکہ مستحکم وقار عمدہ اخلاق سے قائم ہوتا ہے۔

☆ لوگ کپڑے پر دھوبی سے استری کراتے ہیں، جوتے پر خود پالش کرتے ہیں فیشن میں اپنا خیال رکھتے ہیں نہ وقت کا۔

☆ کامیاب انسان وہی ہے جو دوسروں کے تجربہ سے فائدہ اٹھائے خود تجربہ کرنا عمر ضائع کرنا ہے۔

☆ اپنی صحت اور جسمانی قوت کی طرف خیال کیجیے۔ دین اور دنیا کا ہر کام تندرستی چاہتا ہے۔ دین کی اچھی خدمت بھی اچھی صحت اور تندرستی پر موقوف ہے اس لیے صحت اور تندرستی کا اہتمام کرنا چاہیے۔

☆ اپنی قدر پہلے خود پہچانو دنیا میں باعزت بنو گے۔جس نے اپنا وقار خود خراب کرلیا دنیا کی نظر میں بھی ذلیل وخوار رہا۔

☆ انسان کو دوسروں کی ذمہ داریوں کے بجائے اپنے کام کی فکر کرنی چاہیے۔

☆ زندگی کام کا نام ہے اور بے کاری موت کا۔

☆ آدمی کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے جو شخص بے کار ہے گویا مردہ ہے۔کام کے آدمی بنو، کام ہی آدمی کو معزز بناتا ہے۔

☆ اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت۔

☆ زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام۔

☆ احساس ذمہ داری سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔

☆ جس سے کام لیا جاتا ہے اسے ناخوش نہیں کیا جاتا ہے۔

☆ انسان کو مصیبت سے نہیں گھبرانا چاہیے۔کامیاب وہ ہے جو مصیبتیں جھیل کر کامیابی حاصل کرلے۔مصیبتوں سے گھبرا کر کام چھوڑ دینا بزدلی ہے۔

☆ جسم کی قوت کے لیے ورزش اور روح کی قوت کے لیے تہجد ضروری ہے۔

☆ تضییع اوقات سب سے بڑی محرومی ہے۔

☆ جس کی نظر مقصد پہ ہوگی اس کے عمل میں اخلاص ہوگا اور کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

☆ قابل قدر وہ نہیں جو عمدہ لباس میں ملبوس ہو اور علم وادب سے بے بہرہ بلکہ لائق تعظیم وہ ہے جس کا لباس خستہ ہو اور سینہ علم سے معمور۔

☆ جس کی صحبت سے اخلاق میں گراوٹ پیدا ہو اس کی صحبت کو جلد از جلد چھوڑ دینا چاہیے۔

☆ ایسی تعلیم جس میں تربیت نہ ہو۔ بے سود ہی نہیں بلکہ نتیجۃً مضر ہے۔

☆ تقریر سب سے آسان کام ہے۔تدریس اس سے مشکل اور سب سے مشکل تصنیف۔
☆ بزرگوں کی مجلس سے بلا وجہ اٹھنا خلاف ادب ہے۔
☆ ایسی جگہ نہیں بیٹھنا چاہئے جہاں سے اٹھنا پڑے۔
☆ بے محل اعتراض وجواب کی فطرت سے لوگوں میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔
☆ مخالفت نفس تمام عبادتوں کا سر چشمہ ہے۔
☆ بدن کی سلامتی قلتِ طعام میں اور روح کی سلامتی ترکِ گناہ میں اور دین کی سلامتی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ہے۔
☆ آدمی کو کام کرنا چاہئے۔شہرت اور ناموری کی فکر میں نہیں پڑنا چاہئے۔
☆ اتفاق طاقت ہے۔اتفاق زندگی ہے۔اتفاق کامیابی ہے۔نا اتفاقی کمزوری ہے۔ نا اتفاقی موت ہے، ناکامی ہے۔
☆ سفر اور سقر میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔
☆ ہر ذمہ دار کو اپنا کام ٹھوس کرنا چاہئے۔ٹھوس کام ہی ذمہ داری کی ضمانت ہوتا ہے۔
کامیاب انسانوں کی زندگی اپنانی چاہئے۔ پھر وضاحت فرمائی: میں نے حضرت صدرالشریعہ کو ان کے تمام معاصرین میں کامیاب وموقر پایا، اس لیے خود کو انہیں کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی۔
☆ مسلمان وہی ہے جو اللہ ورسول کا فرماں بردار ہے۔
☆ معالج کی بہترین جگہ بیماروں کا حلقہ ہے تندرستوں کی انجمن نہیں۔
☆ دنیا کا علم بھی عزت ووقار کا سبب ہے چہ جائے کہ علم دین۔
☆ لمبی چوڑی عمارتیں ہوں تعلیم نہ ہو تو سب بے کار ہے۔
☆ حقیقت میں نماز تو جماعت ہی کی نماز ہے ورنہ صرف فرض کی ادائیگی۔
☆ اللہ پر توکل کرنے والا دونوں جہان میں سر بلند رہتا ہے۔
☆ دین کے لیے گردن کٹانے کی ضرورت پڑے تو کٹا دینی چاہیے مگر پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔
☆ جب سے مسلمانوں نے خدا سے ڈرنا چھوڑ دیا ہے ساری دنیا سے ڈرنے لگے ہیں۔
☆ آج کل آدمی ہم مطلب پہلے ہوتا ہے ہم مذہب بعد میں۔
☆ خدا سے ڈرنے والا کسی سے نہیں ڈرتا۔

ملفوظات

نیت:

تمام افعال واعمال کا دارو مدار نیت پر ہے جیسی نیت ویسا ہی عمل ، نیک نیتی سے عمل مقبول ہے ، باعثِ اجروثواب ہے۔ بد نیتی سے عمل مردود ہے۔ موجبِ عذاب وعتاب ہے۔

قول ہو یا فعل، اخذ ہو یا ترک، از قبیل عبادات ہو یا معاملات، کسی عمل پر بھی اجروثواب کا حصول حسن نیت پر موقوف ہے۔ اصول دین میں یہ اصل عظیم اصل الاصول ہے۔ (معارف حدیث از حافظ ملت ص ۵)

نور ایمان:

نور ایمان سے جب مومن کا دل جگمگا اٹھتا ہے تو اس کا پاکیزہ اثر روحانیت پر اس درجہ پڑتا ہے کہ روح مرتبۂ کمال پر پہنچتی ہے، حیوانیت ودرندگی دور اور لوازم بہیمیت کافور ہوجاتے ہیں ۔ اس وقت انسان اخلاق حمیدہ سے آراستہ وپیراستہ ہوکر انسان کامل ہوجاتا ہے اور اپنے خالق ومالک کو خوب پہچانتا ہے۔ اس کی طاعت وعبادت میں خوب لذت پاتا ہے، پیکرِ اخلاص بن جاتا ہے جو کام کرتا ہے رضائے الٰہی اور خوشنودی خداوندی ہی مقصود ہوتی ہے ۔ زبان اور ہاتھ ہی کیا جسم کے تمام اعضا حکم الٰہی کے ماتحت ہی کار فرما رہتے ہیں ۔ ہر حرکت وسکون خوشنودی معبود ہی کے لیے ہوتا ہے۔ (ایضا ص ۸)

عبادت:

نماز حضور قلب کے ساتھ پڑھی جائے۔ نماز کے وقت اعضائے بدن کا قبلہ کعبۂ معظّمہ ہوتا ہے ۔ اگر اعضا اس کی طرف نہ ہوں تو نماز درست نہیں ہوتی۔ اسی طرح دل کا کعبہ ذات خداوند قدوس ہے ۔ اگر دل اپنے قبلہ سے پھر جائے تو یہ نماز کیسے درست ہوگی؟

حصول خشوع کی ترکیب:

حضرت! نماز پڑھتا ہوں مگر خشوع وخضوع حاصل نہیں ہوتا بلکہ بعض دفعہ پڑھتے پڑھتے اکتاہٹ محسوس ہونے لگتی ہے اس کے لیے کون سی تدبیر اختیار کروں؟ فرمایا جی ہاں! بندۂ مومن کے لیے نماز سے زیادہ اہم چیز اور کیا ہے جب بندہ نماز پڑھے تو اپنے قلب وجگر کو ہر چہار جانب سے موڑ لے اور یہ سوچ کر مصلیٰ پر کھڑا ہو کہ میں احکم الحاکمین کی بارگاہ میں کھڑا ہوں اور اس کو دیکھ رہا ہوں ۔ اگر دل میں یہ بات نہ آئے تو اس یقین کے ساتھ پڑھے کہ میرا اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ آپ اس طرح پڑھ کر تو دیکھیں۔

چنانچہ انہوں نے ایسے ہی نماز پڑھنی شروع کی پھر چند ہفتے کے بعد خط لکھا کہ حضرت کے فرمان پر عمل کیا۔ اب

نماز میں طبیعت لگتی ہے۔ (حافظ ملت نمبر ص ۳۱۰، ۳۱۱ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور)

شانِ بندگی:

الٰہی عظمتوں اور رفعتوں کے سامنے سر نیاز جھکانا ہی شان بندگی ہے۔ اس مالک ومولا تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی نیازمندی اور قربانی پیش کرنا ہی سرمایۂ عبودیت ہے۔ عبد ومعبود کا رشتہ وعلاقہ وہ ہے کہ جان ومال، عزت وآبرو ہر چیز قربان کی جاسکتی ہے۔ معبودِ حقیقی کی رضا وخوش نودی کے لیے قربانی بندہ کی سرفرازی وسربلندی ہے۔

(معارف حدیث از حافظ ملت ص ۱۱۵)

مشیت ایزدی وقضائے الٰہی میں چارہ نہیں مشیت ایزدی پر صبر ہی شان بندگی ہے۔

(ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

معیارِ ایمان:

ہر چھوٹے بڑے، اپنے پرائے، حتی کہ اپنی جان ومال، عزت وآبرو ہر شے سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تکمیلِ ایمان کے لیے ضروری ہے۔ یہ دعویٰ تو ہر مسلمان کرتا ہے مگر

ع دعویٰ بلا دلیل قبول خرد نہیں

دلیل اس دعویٰ کی یہی ہے کہ ادائے حقوق مصطفےٰ میں جب کوئی طاقت کوئی قوت بھی مقابل آئے تو اس کو پاش پاش کردیا جائے، دھجیاں اڑادی جائیں۔ جان ومال عزت وآبرو کسی کا پاس نہ ہو، اپنے آرام وراحت، تکلیف ومصیبت تک کا خیال نہ ہو۔ حکمِ الٰہی وفرمانِ رسول کے مقابلے میں کسی کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔

شانِ رسالت میں گستاخی وبے ادبی کرنے والا خواہ اپنا باپ، استاذ اور پیر ہی کیوں نہ ہو، بڑے سے بڑا عالم وفاضل ہی کیوں نہ ہو قلب مومن میں قطعاً اس کی گنجائش نہیں، باپ کا ادب، استاذ کا احترام، پیر کی تعظیم وتوقیر، عالم دین کا عزو وقار صرف رضائے الٰہی وخوشنودی رسول کے لیے کیا جاتا ہے اور جب وہ گستاخ اللہ ورسول کا باغی ہوگیا تو پھر اس (گستاخ خدا ورسول) سے کیا علاقہ، ایمان والوں کا اس سے کیا تعلق؟

اللہ کی عبادت:

عبادت الٰہی، طاعت ربانی، رضائے الٰہی کا سبب ہے۔ بالخصوص نماز دنیا وآخرت کی نعمتوں اور برکتوں کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔ ادائے فرض کے بعد نوافل کی مداومت بارگاہ خداوندی میں بڑی مقبولیت رکھتی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز نفل کے پابند تھے۔ اذان کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتے، جب بے وضو ہوتے وضو کرتے اور دو رکعت نماز نفل تحیۃ الوضو پڑھا کرتے تھے۔ اس نماز کی پابندی نے ان کو زندگی میں جنت میں پہنچادیا۔ (معارف حدیث از حافظ ملت ص ۸۶)

اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنا معصیت سے گریز پرہیز تزکیہ ہے۔ اس کے بغیر نور عبادت الٰہی حاصل نہیں

ہوسکتا۔ (معارف حدیث ص ۶۵)

معصیت سے اجتناب اور اس کا فائدہ:

عبادت الٰہی بڑی چیز ہے۔ فلاح دارین وعزت کونین کا باعث ہے، خوشنودی خداوندی ورضاے الٰہی کا سبب ہے، بڑی نعمت بڑی دولت ہے۔ اس کے فوائد گنتی وشمار سے باہر ہیں لیکن عبادت سے بھی اہم فرض اجتناب عن المعصیۃ ہے۔

خداوند قدوس کی نافرمانی سے بچنا، عبادت پر مقدم ہے، کتنا ہی بڑا عابد ہو جب تک وہ اللہ عزوجل کے محارم سے نہ بچے عبادت کے ثمرات وبرکات سے کما حقہ مستفیض نہیں ہوسکتا اس لیے سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے محارم سے بچے تو لوگوں میں سب سے بڑا عابد ہو۔ (معارف حدیث از حافظ ملت ص ۹۰)

اجتناب عن المعصیۃ کا فائدہ:

خداوند تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام فرمادیا ان کا ارتکاب نہ کرے۔ جن چیزوں سے باز رہنے کا حکم فرمایا، ان کے قریب نہ جائے کیوں کہ معصیت خداوند کریم کی ناراضی کا سبب ہے۔ خداوند کریم کی جب تک نافرمانی کرتا رہے گا اس کی رضا تجھے حاصل نہ ہوگی اور رضاے الٰہی جب تک حاصل نہ ہوگی عبادت کا مقصود ہی حاصل نہ ہوگا۔ اس لیے کہ مقصود عبادت رضاے الٰہی وخوشنودی خداوندی ہے۔ لہٰذا خواہ کتنی ہی عبادت کرے۔ صائم الدہر اور قائم اللیل ہی کیوں نہ ہو جائے لیکن اگر معصیت میں مبتلا ہے تو مقصود عبادت فوت ہے۔ ثمرۂ عبادت سے بے بہرہ ہے، اس لیے تمام معاصی سے تائب ہو اور جملہ نافرمانیوں کو ترک کر! تب تیری عبادت بارگاہ الٰہی میں درجۂ کمال پر پہنچے گی اور پورا پورا فائدہ حاصل ہوگا۔ اس لیے فرمایا: اتق المحارم تکن اعبد الناس اللہ کے محارم سے بچ تب لوگوں میں بڑا عابد ہوگا۔ (معارف حدیث ص ۹۰)

قلب کی زندگی اور موت:

خوف الٰہی وخشیت ربانی سے قلب آراستہ ہوتا ہے۔ زیادہ ہنسنا، قہقہہ لگانا یہ مومن کی شان نہیں کیوں کہ اس سے دل سخت ہوتا ہے قلب کو یاد خدا سے غفلت ہوتی ہے جو قلب کی موت ہے۔

اعمال کا مدار نیت پر قلب کی زندگی ذکر وفکر ہے، یاد الٰہی ہے۔ مولیٰ سبحانہ تعالیٰ کا تقرب ونزدیکی حاصل کرنا ہے۔

(ایضاً ص ۶۷، ۱۱۵)

اعمال کا مدار جب نیت پر ہے تو کوئی عبادت بغیر نیت کے صحیح نہیں اور جس عمل کی نیت کی اس کا ثواب پائے گا۔ لہٰذا اگر کوئی عمل ایسا ہے جس میں کئی نیتیں ہوسکتی ہیں تو جس کی نیت کرے گا اس کا ثواب پائے گا۔ مثلاً ایک فقیر جو اپنا قریبی رشتہ دار بھی ہے۔ اس کو اللہ کے لیے کچھ دیا۔ اگر صرف محتاج سمجھ کر دیا تو صرف صدقہ کا ثواب پائے گا اور اگر صرف قرابت دار سمجھ کر دیا تو صلہ رحمی کا ثواب پائے گا اور اگر محتاجی وقرابت داری دونوں کا لحاظ کرتے ہوئے دیا، تو ایک

ہی عمل میں صدقہ وصلہ رحمی دونوں کا ثواب پائے گا۔ (معارف حدیث ص ۷)

حبّ خدا ورسول:

محبت ومودت، الفت وعقیدت ایک قلبی کیفیت ہے جو حیاتِ انسانی کا محور اور زندگانی کا مرکز ہے۔ میلانِ قلب ہی انسانی حرکات وسکنات کا مدار ہے۔ دل کا جھکاؤ جس طرف ہوتا ہے، سر سے پیر تک تمام اعضا اسی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جس سے محبت ہوتی ہے، اس کی ہر ادا اچھی، ہر بات پیاری معلوم ہوتی ہے، اس کے ہر قول وفعل کو اپنانا دلی خواہش اور قلبی تمنا ہوتی ہے۔ صرف یہی دیکھنا ہوتا ہے کہ محبوب کی مرضی کیا ہے، محبوب کیا چاہتا ہے، محبوب جو کہے وہی کیا جائے، جس طرف لے جائے، اسی طرف جائے۔ اس کے اشارۂ ابرو اور جنبش لب پر مرنا اور جینا معراج تمنا ہے۔ کرشمۂ محبت کا جب اتنا بلند مقام ہے تو اگر قلب مومن میں کسی غیر کی محبت بھی اللہ اور رسول کی محبت سے زیادہ ہو بلکہ برابر بھی ہو تو مومن کو رضائے الٰہی وخوشنودیٔ رسول حاصل کرنا محال ہو جائے حالانکہ یہی مقتضائے ایمان ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ایمانی قلب میں سب سے زیادہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو، عزیزوں اور دوستوں کی الفت ہو یا جان ومال کی محبت اگر ان سب پر حبّ رسول غالب ہے تو یہی واقعی ایمان ہے، قابل مبارکباد ہے اور یہی اللہ عزوجل کی سچی محبت ہے۔ محبت رسول ہی محبت خدا ہے۔ قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللہَ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ اللہُ۔" میں اسی کی تعلیم ہے۔ (معارف حدیث ملخصاً ص ۲۴)

شانِ مسلم:

مسلمان کی یہی شان ہے کہ وہ اپنی زبان سے نہ جھوٹ بولے نہ غیبت کرے نہ چغلی کھائے، نہ گالی بکے، نہ کسی مسلمان کو برا کہے نہ ہاتھ سے ستائے نہ تکلیف پہنچائے۔ (معارف حدیث ص ۲۵)

شافیٔ مطلق سے لو لگانی چاہیے:

جب اطبا اور ڈاکٹر جواب دے چکیں تو علاج ختم کر دینا چاہیے اور شافی مطلق سے لو لگانا چاہیے وہ حی وقیوم اور قادر مطلق ہے۔ زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرنا اسی کے اختیار میں ہے۔ (ارشاد القرآن از حافظ ملت ص ۵)

انسان اور اس کا مقصود:

انسان: انسان کو انس لازم ہے، وہ کیا انسان ہے جس کے دل میں دوسروں کی ہمدردی نہ ہو۔ صرف اپنی ضرورتیں پوری کر لینا انسانیت نہیں۔ انسان وہی ہے جس کے دل میں دوسروں کی ہمدردی اور غم خواری ہو۔ اس لیے اسلام کا زریں اصول مسلمانوں کا باہمی اتحاد واتفاق ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کی غمخواری وہمدردی ہے، امیر کو غریب کی، مالدار کو نادار کی ہمدردی، امداد واعانت نہایت ہی مستحکم اور بڑا ہی زریں اصول ہے۔ جب کبھی غربا ومساکین کو حاجت پیش آئے تو فوراً مسلمان اس کو سہارا دیں اور اپنی طاقت بھر ان کو قوت پہنچا کر ان کی ضرورت کو پورا کریں۔ ایسا نہیں کہ

بڑے بڑے رؤسا، امرا، اور بڑے بڑے دولت مندوں ہی کو یہ حکم ہے بلکہ ہر مسلمان کے لیے دوسروں کی غمخواری اور اپنے مقدور بھر ہمدردی لازم ہے۔ (معارف حدیث ص ۱۱۲)

انسان کا مقصود: انسان اشرف المخلوقات ہے اس لیے اس کا مقصود بھی ہر شے سے اشرف واعلیٰ وبرتر وبالا ہونا چاہیے۔ اسلام کا بڑا احسان ہے کہ انسان کا مقصد سمجھا دیا اور بتادیا کہ انسان کا مقصود صرف ذات الٰہی اور خوشنودی ربانی ہے۔ انسانی زندگی اور زندگی کے تمام مراحل ومنازل اسی لیے ہیں کہ وہ اپنے مالک ومولیٰ تعالیٰ کی طلب میں کوشاں اور اس کی مرضی کا جویاں رہے۔ انسان غریب ہو یا امیر، بادشاہ ہو یا فقیر، تخت نشیں ہو یا فرش خاک پر بیٹھنے والا، اگر خداوند قدوس کی یاد میں ہے، کامیاب ہے اگر اس کی یاد سے غافل ہے، ناکام ہے۔

اس غفلت کو دور کرنے کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لائے اور مخلوق کی رہنمائی فرمائی خصوصاً سید الانبیاء سرور عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب عجیب حکیمانہ انداز اور نرالے نرالے عنوان بیان سے ہدایت فرمائی۔ فرمایا دنیا میں مسافرانہ زندگی بسر کرو۔ (معارف حدیث ص ۵۳)

دنیا وآخرت:

عزیزو! دنیا فانی ہے، ناپائیدار ہے، آخرت باقی ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ دنیا کی زندگی بے ثبات ہے، ختم ہونے والی ہے، آخرت کی زندگی جاودانی ہے، دنیا میں انسان آخرت کے لیے آیا ہے۔ اس جاودانی زندگی کا سامنا کرنا ہے اسی لیے سید عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: الدنيا مزرعة الآخرة دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں کی نیکی وہاں کام آئے گی۔ آخرت کی منزل کٹھن ہے۔ (معارف حدیث ص ۵۶)

مسلمان کا مقصد:

مسلمان کا مقصد آخرت ہے، دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے دوزخ سے نجات پائے، جنت میں داخل ہو، انعامات واکرامات کا مستحق ہو، یہی اس کا مطمح نظر ہو، اگر چہ جنت کی تمام نعمتیں، ساری خصوصیتیں محض فضل ربانی وعطائے الٰہی ہے۔ لیکن اس مولائے نعیم وغافر نے اس کے حصول کے لیے اسباب مقرر فرمائے ہیں۔ جنت کے ان خصوصی انعامات واکرامات کا ذریعہ تقویٰ اور حسن خلق ہے۔ یوں تو ہر نافرمانی اور معصیت دوزخ کا سبب ہے مگر دو چیزیں خاص طور پر انسان کو دوزخ میں لے جانے والی ہیں۔ انسان کا منہ اور اس کی شرمگاہ۔ (معارف حدیث ص ۵۹)

مونس وغم خوار:

اے غافل انسان! تجھے اپنا کردار درست کرنا چاہیے۔ عمل ہی تیرے ساتھ جائے گا، تیرا ساتھ دے گا، تیرے کام آئے گا، تو اپنے عزیزوں، قریبی رشتہ داروں، دوستوں کی خوشنودی، رضاجوئی میں منہمک ہے۔ مال ودولت کی تحصیل میں سرگرداں ہے، ان کو اپنا مونس وغمخوار اور خیر خواہ سمجھتا ہے یہ تیری نادانی ہے، غفلت ہے۔ تیرا خیر خواہ اور مونس وغم خوار تیرا نیک عمل ہے۔ یہ وہاں کام آئے گا جہاں تیرا کوئی نہ ہوگا۔ تو قبر میں اکیلا ہوگا۔ تنہا ہوگا۔ بڑے بڑے گہرے دوست

اور مخلص خیر خواہ، قریبی رشتہ دار سب علاحدہ ہوجائیں گے اور اپنے ہاتھوں سے تجھے ہزاروں من مٹی کے اندر دفن کر کے چلے آئیں گے۔ تیری اس تاریک قبر میں اگر روشنی ہے تو تیرا نیک عمل۔ لہذا تو اپنے مخلص دوستوں کو پہچان اور ان کی قدر کر، زندگی غنیمت جان، تمام بد کرداریوں سے توبہ کر اور اعمال صالحہ کی طرف متوجہ ہو، توشۂ آخرت جمع کر! یہی تیرے کام آئے گا۔ (معارف حدیث ص ۱۱۱)

ذلت وہلاکت کا سبب:

بد اعمالی بلاشبہ سبب ذلت اور باعث ہلاکت ہے، مسلمان اگر اپنی عزت چاہتے ہیں اور دونوں جہان کی سربلندی وسرفرازی مقصود ہے تو جلد از جلد تمام گناہوں سے سچی توبہ کر کے نہایت مضبوطی کے ساتھ صراطِ مستقیم پر قائم ہوجائیں۔ حضرت شاہ آسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کارِ امروز بفردا مگزار اے آسی
آج ہی چاہیے اندیشۂ فردا دل میں

(معارف حدیث ص ۱۲۰)

بارامانت:

اے مسلمان! تیرے دوش ہمت پر بار امانت ہے۔ تجھے یاد رکھنا چاہیے کہ تیرا ہی قول ہے

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام منِ دیوانہ زدند

تو اس بار امانت کا حامل ہے جس کو آسمان وزمین اور پہاڑ بھی نہ اٹھا سکے تو نے اس کو اپنے دوش ہمت پر لیا اور اس امانت کی کما حقہ حفاظت تیرے ذمہ ہے ان کی پوری حفاظت اسی طرح ہوسکتی ہے۔ (معارف حدیث ص ۵۴)

خوف خدا:

مسلمان خدا سے ڈریں، صرف خدا سے ڈریں، خدا کے سوا کسی سے نہ ڈریں، غیرت الہی کو یہ ہرگز گوارا نہیں کہ اس کا بندہ ہوکر اس کا پرستار ہوکر اس کے سوا کسی سے ڈرے۔ (ارشاد القرآن ص ۱۱) آپ اکثر فرمایا کرتے۔ جب سے لوگوں نے خدا سے ڈرنا چھوڑ دیا ساری دنیا سے خوف زدہ ہیں۔

قناعت:

حضور نے قناعت کی تعلیم دی کہ تقسیم الہی پر راضی ہو تو سب سے بڑا غنی ہو۔ کیوں کہ کتنا ہی بڑے سے بڑا مالدار کیوں نہ ہو اگر اس کو قناعت نہیں تو اطمینان قلب حاصل نہیں ہوسکتا اور غنا ومالداری سے مقصود اطمینان قلب ہی ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا تقسیم الہی پر راضی ہو تو بڑا غنی ہوجائے گا۔ (معارف حدیث ص ٦٧)

توکل:

بندہ جب اپنے رب پر ایمان لایا ہے اور مسلمان ہے تو اس کو اپنے رب پر توکل کرنا لازمی وضروری ہے۔ اگر بندہ کو اپنے رب پر بھروسہ نہیں تو اس کا ایمان ہی کیا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو اللہ پر توکل کرو، کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرو وہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تم اپنے کاموں میں اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہو یا اس کے غیر پر۔ اگر تم نے اپنے ہر کام میں اپنے رب ہی پر بھروسہ کیا تو واقعی تم اپنے رب کے فرمانبردار بندے ہو اور اس کے انعام واکرام کے مستحق ہو۔ اگر تم نے اپنے کسی کام میں بھی اپنے رب کے غیر پر بھروسہ کیا تو مجرم ہو۔ اپنے رب پر ایمان لانے کے بعد غیر پر بھروسہ کرنا بڑا جرم ہے۔

حضرت حافظ ملت قدس سرہ کبھی ''توکل'' پر خاص طور سے زور دیتے تو یوں فرماتے۔

''توکل ہی توکُل ہے''

آپ اس باب میں اکثر یہ شعر بھی پڑھتے تھے

سب کام اپنے کرنا تقدیر کے حوالے
نزدیک عاقلوں کے تدبیر ہے تو یہ ہے

(اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

صبر وضبط:

صبر کا اجر بے شمار ہے، بے حساب ہے، صبر کامیابی اور نصرت الٰہی کا سبب ہے اسی لیے بہت مرتبہ صابرین کی تھوڑی تعداد بھی غالب ہوئی اور صابرین کو سرداری وپیشوائی ملی۔۔۔ غور تو کرو صبر پر بے حساب اجر کا وعدہ ہے۔ صبر پر نصرتِ الٰہی اور امداد غیبی کا وعدہ ہے، صبر پر فتح دینے کا وعدہ ہے۔

سید صاحب! (سید رکن الدین صاحب اصدق) روے زمین پر کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکتی جہاں آدمی کے مزاج وطبیعت کے خلاف باتیں نہ ہوں۔ کیا مبارک پور میں میری مرضی کے خلاف باتیں نہیں ہوئیں؟ مگر دین کے خادموں کو ہمیشہ صبر وضبط سے کام لینا چاہیے۔ (ایضا)

مخالفت کا جواب:

میرے نزدیک ہر مخالفت کا جواب کام ہے۔ میں نے مخالف کو کبھی مخالفت کا جواب نہیں دیا بلکہ اپنے کام کی رفتار اور تیز کردی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کام مکمل ہوا اور میرے مخالفین کام کی وجہ سے میرے موافق بن گئے۔ (حافظ ملت نمبر)

حقیقی مساوات:

آئی ہے میرے ساتھ مساوات کی شعاع
یہ آفتابِ وقت کی پہلی کرن نہیں

مذہب اسلام کی خشت اول سے لے کر اس کی تعمیر ثریا تک مساوات کی تعلیم ہے۔ حقیقی مساوات صرف اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔

بلا شبہہ اسلامی تعلیم یہی سبق دیتی ہے کہ بھائی کو کم از کم اپنے برابر یا بلند سطح پر ضرور رکھنا چاہیے۔ اپنے آرام کی فکر ہو تو اپنے بھائی کے آرام و راحت کو بھی ضرور یاد رکھے۔ خود تکلیف سے بچے تو اپنے بھائی کو بھی تکلیف سے بچائے۔ نوکروں، ملازموں اور مزدوروں کے ساتھ بھی نرمی وخوش اخلاقی سے پیش آئے، ان کے راحت وآرام کا بھی خیال رکھے۔ (معارف حدیث ص۸۳، ۸۵)

معاشرہ کی شیرازہ بندی:

اسلامی اصولوں کے ماتحت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ مسلمان کو دوسرے مسلمان سے دلی ہمدردی، امداد واعانت اور اس کی پردہ پوشی مسلمانوں کا ملی فریضہ ہے۔ اگر مسلمان اس کے عامل ہو جائیں تو ان کی ساری مصیبتیں ختم ہو جائیں، تمام پراگندگی وتشتت کا خاتمہ ہو جائے اور اتحاد واتفاق سے قوم مسلم کی شیرازہ بندی ہو کر وہ طاقت پیدا ہو جائے کہ قوم مسلم کی عظمت رفتہ واپس آ جائے۔ (معارف حدیث ملخصا ص۶۸، ۶۹)

رحمت عالم کی آخری وصیت:

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو آخری وصیت فرمائی تھی: ترکت فیکم الثقلین ما ان تمسکتموهما لن تضلوا كتاب الله وعترتي ' میں نے تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں سے وابستہ رہو گے ہرگز نہ بھٹکو گے۔ وہ وزنی چیزیں قرآن مجید اور میرے اہلبیت ہیں، قرآن مجید ایک متن ہے اور اہل بیت اطہار اس کی عملی تفسیر، قرآن مجید ایک مکمل قانون ہے اور اہل بیت کرام کما حقہ اس کے عامل اور حافظ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وہ نسخۂ کیمیا عطا فرمایا تھا جو مسلمانوں کی فلاح دارین وعزت کونین کے لیے اکسیر اعظم تھا۔ اگر چہ اللہ ورسول کے فرمان کے بعد کسی تجربہ کی ضرورت نہیں، کسی آزمائش کی حاجت نہیں، مگر تجربات اور واقعات بھی شاہد ہیں کہ مسلمان واقعی جب تک اس پرکار بند رہے سربلند رہے۔ (ارشاد القرآن از حافظ ملت ص۶، ۷)

علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ سید المرسلین محبوب رب العالمین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے سارے اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا۔ عرش سے فرش تک، شرق سے غرب تک ساری کائنات حضور کے پیش نظر کر دی، ملکوت السموات والارض کا ذرہ ذرہ حضور پر روشن کر دیا۔ روز ازل سے یوم آخر تک سب ما کان

وما یکون کا علم عطا فرمادیا۔ عالم کا ایک ذرہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ رہا بلکہ یہ ساری کائنات حضور کے علم عظیم کا ایک ادنیٰ حصہ ہے۔آپ کا علم وسیع اس سے ہزاروں درجے زیادہ ہے۔ یہ عقیدہ بہت سی آیات قرآنیہ وکثیرہ احادیث نبویہ واقوال ائمہ سے ثابت ہے۔

علم مصطفےٰ کی وسعت:

علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت ادارک انسانی اور طاقت بشری سے خارج ہے۔انسان کی کیا مجال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا احاطہ کرسکے۔ رب السموات والارض نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر چیز روشن کردی۔کھلی، چھپی، ظاہر وباطن ہر شے پیش نظر فرمادی، گذشتہ، آئندہ اور موجودہ کل حالات اور تمام واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روشن کردیے۔ (ایضاص ۶۲)

دین حق:

دین حق صراط مستقیم ، مذہب اہل سنت وجماعت ہے۔اس کے علاوہ تمام مذاہب باطل ہیں۔نجات اخروی کا مدار صرف مذہب اہل سنت ہے۔لہذا ہر فرض سے اہم فرض مذہب اہل سنت پر استقامت ہے۔لہذا زمانہ کروٹیں بدلا کرے، فتنے پیدا ہوا کریں، حوادث روزگار نیرنگیاں دکھایا کریں، مصائب وآلام بجلیاں گرایا کریں، طالب حق کو بہر حال صراطِ مستقیم پر قائم رہنا ہے۔ فتنے ضرور پیدا ہوں گے۔مکار دکیّاد ضرور آئیں گے، دجال وکذاب ضرور رونما ہوں گے، ان سب کا مقصد مسلمانوں کو صراط مستقیم سے ہٹا کر اپنے دام میں لینا، جال میں پھنسانا ہے۔مخبر صادق سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے اور ان دجالوں اور کذابوں کی پہچان بتائی ہے اور ان کے فتنوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔ (ایضا)

اتحاد واتفاق:

مسلمانوں کی صلاح وفلاح اسی میں ہے کہ آپس میں اتحاد واتفاق کے ساتھ رہیں، اخوت اسلامی کے ماتحت زندگی گزاریں۔ مسلمان کو مسلمان کے ساتھ حسن سلوک رکھنا چاہئے۔ بدظنی بدگمانی بری بات ہے۔

بغض وعناد:

بغض وعناد کو محبت ومودت میں تبدیل کرنا جنگ وجدال کو صلح وآشتی سے بدل دینا اصلاح ذات البین ہے۔

(معارف حدیث ص ۱۲۶)

استاذ کا کمال:

نیکو کار اصلاح پذیر اور اچھے طلبہ کو چاہنا استاذ کا کمال نہیں بلکہ شاگرد کا کمال ہے کہ اس نے اپنے آپ کو چاہے جانے کے قابل بنایا۔ استاذ کا کمال تو یہ ہے کہ جو چاہے جانے کے قابل نہ ہو اس کی اصلاح کر کے چاہے جانے کے قابل

بنادے۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

روشن ماضی کی یاد:

نصرتِ الٰہی تمہارے بازو تھامتی تھی، تائید غیبی تمہاری پشت پناہی کرتی تھی، غیرت الٰہی کو تمہاری ناکامی گوارا نہ تھی اسی لیے تمہاری تعداد کم سے کم اور تھوڑی سے تھوڑی بھی کامیاب ہوتی تھی۔ بدر واحد کے واقعات تو تمہیں ضرور یاد ہوں گے، خیبر وحنین کو بھی تم نہ بھولے ہوگے، معرکہ موتہ ویرموک جیسے ہزاروں شاندار کارناموں سے تمہاری روشن تاریخ جگمگا رہی ہے۔ تمہاری قلت، تمہاری عسرت، تمہاری ناداری اور تہی دستی نے کبھی بھی تمہیں ناکام نہ کیا۔ بھوک اور پیاس کی شدت نے کبھی بھی تمہارے قدم کو لغزش نہ دی۔

ملت کا درد وغم:

دینی خدمات کا مخلصانہ جذبہ ہم سے رخصت ہوگیا اور نصیب دشمنان ہوگیا۔ ۲۰، ۲۵ روپے پر کافی تعداد میں مل جاتے ہیں۔ نہ معلوم کیسے گذر کرتے ہیں۔ خداوند کریم ہم کو توفیق خیر بخشے جو ہر اخلاق عطا فرمائے۔

فی زمانہ اخلاص وایثار تو کیا دیانتداری بھی ختم ہو رہی ہے۔ ہماری تمام خصوصیات ہم سے رخصت ہوگئیں۔ مولیٰ تعالیٰ رحم فرمائے۔

افسوس ہے کہ لوگوں میں اخلاص واستقلال نہیں، کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں، وعدہ کا بھی خیال نہیں کرتے۔ سینوں میں آرام طلبی زر پرستی کا مرض بھی ہے۔ عجب قحط الرجال ہے کام کے آدمی دستیاب ہی نہیں ہوتے۔ جن کو کام کا سمجھا جاتا ہے وہ بھی نتیجتاً ناکارہ ہی ثابت ہوتے ہیں۔

(حافظ ملت نمبر)

خدمت دین:

میرا منشا صرف خدمتِ دین ہے۔ میرا نظریہ مدرسہ ہے، میرا مقصد یہ ہے کہ سنی علما زیادہ سے زیادہ اور قابل سے قابل تیار ہوں جو دین متین کی نمایاں اور زریں خدمات انجام دیں اسی کے لیے میری تمام تر سعی اور کوشش ہوتی ہے۔

(حافظ ملت نمبر)

کام سے نام:

آدمی کو کام کرنا چاہئے۔ شہرت اور ناموری کی فکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔ کام کرو خود ہی اس کے صدقے میں نام اور شہرت حاصل ہو جائے گی اور جو شہرت کی فکر میں پڑتا ہے وہ اصل میں کام نہیں کرتا نام کرتا ہے۔ اسی طرح آدمی کو منصب اور عہدے کی خواہش نہیں کرنی چاہیے بلکہ کام کرتے رہنا چاہیے، منصب اور عہدے خود ہی اس کا قدم چومیں گے۔

(حافظ ملت نمبر)

اشرفیہ کو خون جگر پلایا:

میں نے اشرفیہ کو خونِ جگر پلایا ہے۔ میں اشرفیہ کے لیے اپنی جان کھپا سکتا ہوں، مگر اس کی پستی آخر دم تک نہیں برداشت کر سکتا۔ میں نے اشرفیہ کو اپنا پسینہ نہیں خون پلایا ہے۔

مدرسہ سے طلبہ کا اخراج:

مدرسہ سے طلبہ کا اخراج بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی باپ اپنے کسی بیٹے کو عاق کر دے۔ یا جسم کے کسی بیمار عضو کو کاٹ کر الگ کر دیا جائے۔

انتظامی مصالح کے پیش نظر اگر چہ یہ شرعاً مباح ہے لیکن میں اسے بھی ابغض مباحات کے قبیل سے سمجھتا ہوں۔

(حافظ ملت نمبر)

مدرس اور مدرسہ کی تبدیلی:

میں مدرس کا تقرر کرتا ہوں ہٹاتا نہیں ہوں۔ مدرس اپنی خوشی سے خود چھوڑ دے اسے اختیار ہے۔

بار بار مدرس اور مدرسہ کی تبدیلی مضر ہے، وثوق واعتماد جاتا رہتا ہے اور کام بھی نہیں ہوتا۔ بزرگوں نے بتایا ہے۔ ''یک در گیر محکم گیر'' (ایضاً)

مدرسہ سب سے اہم:

مسجد بنانا ثواب۔ سرائے بنانا ثواب۔ یتیم خانہ بنانا ثواب۔ مگر مدرسہ سب سے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ اگر علما نہ پیدا ہوں گے تو ان سب کو کون آباد کرے گا۔ کون حفاظت کرے گا۔ میں نے مدرسہ کو بہت سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ (ایضاً)

فسادات کی وجہ:

مولانا عبدالمبین نعمانی بیان کرتے ہیں:

بتاریخ ۲۴ رمئی ۱۹۷۴ء بروز جمعہ حضرت میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اتفاقاً کچھ سیاسی بحث چھڑ گئی ملک کی موجودہ سیاسی پارٹیوں پر تبصرہ فرمانے کے بعد حضرت نے فرمایا ایک مرتبہ چند افراد فسادات کے اسباب پر تبادلۂ خیالات فرما رہے تھے ہر ایک اپنی اپنی رائے پیش کر رہا تھا اس میں مولانا اعظمی صاحب (عبدالمصطفیٰ اعظمی گھوسوی) بھی تھے انہوں نے بھی اپنی رائے پیش کی (حضرت نے فرمایا) میں نے کہا سب غلط ہے۔ مجھ سے سنیے، فسادات کیوں ہوتے ہیں؟ فسادات صرف دو وجہ سے ہوتے ہیں ایک تو لیڈروں کی وجہ سے اور دوسرے اخبارات کی وجہ سے۔ لیڈر لوگ ایک دوسرے کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کرتے ہیں پھر فسادات ہوتے ہیں اور اخبارات ان کو بڑھا چڑھا کر مشتعل انداز میں شائع کرتے ہیں اگر حکومت ان دونوں پر پابندی لگا دے تو آج فسادات ختم ہو سکتے ہیں

اورامن قائم ہوسکتا ہے۔سب نے اس پراتفاق کیا۔

عیب جوئی:

اگر تمہارا عیب کوئی ظاہر کرے تو دیکھو وہ عیب تم میں پایا جاتا ہے یا نہیں! اگر پایا جاتا ہے تو اس سے باز آؤ اور عیب ظاہر کرنے والے سے کہو کہ تم نے مجھ پر کرم کیا کہ میرا عیب مجھ کو بتادیا اور اگر یہ عیب تم میں نہیں تو خداوند کریم سے دعا کرو کہ اس عیب ظاہر کرنے والے کو عیب جوئی سے بچائے اور مجھ کو بدکلامی سے محفوظ رکھے۔

نمونۂ عمل:

حضرت حافظ ملت سے جب یہ سوال کیا گیا کہ:

"کچھ ایسے افراد کی نشاندہی فرمائیں جو آپ کی زندگی کا نمونۂ عمل ہیں"؟ اس استفسار پر ارشاد فرمایا:

نمونۂ عمل کردار سے بنتا ہے جو کردار لیتا ہے وہ نمونۂ عمل بنتا ہے۔ میں نے چالیس سال اشرفیہ مبارک پور میں تدریسی خدمات انجام دیں، بڑے بڑے قابل فاضل ہوئے، جو کردار اپنائے گا وہ نمونۂ عمل بنے گا۔ پڑھانا میرے اختیار میں تھا، پڑھادیا، نمونۂ عمل بنانا میرے اختیار سے باہر ہے۔ (حافظ ملت نمبر)

ستر عورت:

حافظ ملت کے وطن مالوف بھوجپور ضلع مراد آباد میں ماسٹر ابراہیم نام کے ایک صاحب نیکر پہننے کے عادی تھے انہوں نے حضرت سے استفسار کیا کہ گھٹنے کھولنے کی ممانعت کیوں ہے؟

آپ نے فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ "الركبة عورة" ماسٹر صاحب مطمئن نہیں ہوئے۔ کہا ضرور ہے لیکن دل مطمئن نہیں ہوتا، عقل قبول نہیں کرتی۔ فرمایا۔"اچھا اب دل ودماغ کا اطمینان بھی حاصل کرلیجیے۔ بتائیے کوئی عضو بدن یا ہڈی ہی ہو تو اس کا حکم یکساں ہونا چاہیے یا مختلف"۔ کہا یکساں۔ پوچھا گھٹنے سے لے کر کولہے تک ایک ہڈی ہے یا مختلف۔ کہا ایک ہی ہے تو فرمایا گھٹنے کے حصے کو کھولتے ہوئے جب کوئی جھجھک محسوس نہیں ہوتی تو آخر کولہے کے حصے کو کھولنے میں عار کیوں ہے۔ اس عقلی استدلال پر ماسٹر صاحب جھوم اٹھے اور پورے طور پر مطمئن ہوگئے۔ (حافظ ملت نمبر از ڈاکٹر شکیل اعظمی)

نماز:

حافظ ملت نے فرمایا:

میں نے (بی بی مسجد ہوڑہ) جمعہ کے دن تقریر کی کہ دیکھو ایک مؤذن پکارتا ہے اور سب مسلمان اس ایک پکار پر دوڑ پڑتے ہیں۔ اگر صحیح معنوں میں مسلمان ہیں تو بات کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ اس میں اس بات کا درس ہے کہ جب بھی کوئی اللہ کے دربار میں، یا اللہ کے احکام کے لیے پکارے تو مسلمان کا یہ شیوہ ہے کہ فوراً دوڑ پڑتا ہے اس کی پکار پر اور یہ دربارِ الٰہی ہے اس میں سب برابر ہیں۔ باہر تو کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے کوئی شاہ ہے اور کوئی گدا ہے مگر یہاں

آئے تو سب ایک۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

آج کل بہت سے مسلمان نماز ہی نہیں پڑھتے اور جو پڑھتے ہیں تو بس آئے، اٹھے بیٹھے اور چلے گئے، تو ایسے نماز نہیں ہوتی۔ نماز دل سے پڑھنی چاہیے۔ اس کا جو قاعدہ ہے اس طرح پڑھنی چاہیے، میرے پاس ایک صاحب سراج الدین نام کے آئے اور کہا کہ نماز میں میرا دل نہیں لگتا ہے۔ میں نے کہا نماز جیسی دلچسپی کی تو کوئی چیز نہیں دیکھی گئی کیسے تمہارا دل نہیں لگتا ہے۔ کہا کہ بہت کوشش کرتا ہوں مگر دل نہیں لگتا۔ میں نے کہا تو نماز ایسے پڑھا کرو کہ جب مؤذن اذان پکارے تو یہ سمجھو کہ مجھ کو بلایا جارہا ہے اور جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو اس کے معنی پر غور کرو، پھر جب مسجد چلو تو اس تصور کے ساتھ کہ ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ہر قدم پر ایک گناہ مٹایا جاتا ہے اور جب نماز میں کھڑے ہو تو کم از کم اتنا تو تصور جماؤ کہ میں خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہوں، اس کے سامنے ہاتھ باندھے ہوں دیگر طریقے تو اپنی جگہ ہیں صرف اتنا ہی اگر تصور جم جائے تو پھر دھیان ادھر ادھر ہوگا ہی نہیں۔

(قلمی یادداشت۔ از مولانا محمد عبد المبین نعمانی صاحب)

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال:

انجمن تبلیغ اہل سنت تحریک صلوٰۃ غوری گنج بنارس کے ایک اجلاس میں غالباً ۱۹۷۰ء یا ۱۹۷۱ء کا واقعہ ہے جلسہ والوں نے حضرت حافظ ملت سے عرض کیا کہ حضرت! اپنی تقریر میں لاؤڈ اسپیکر سے متعلق وضاحت فرمادیں کہ اس کی آواز پر نماز میں اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت نے دوران تقریر ارشاد فرمایا۔

آج کل لوگ لاؤڈ اسپیکر کے نماز میں استعمال کرنے پر سوال کرتے ہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ اس سلسلہ میں دو اقوال ہیں ایک تو یہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز چوں کہ امام کی بعینہ آواز نہیں ہے اس لیے اس کی آواز پر رکوع وسجود وغیرہ کرنا جائز نہیں، دوسرے یہ کہ جائز، لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس جھگڑے سے نجات کی سب سے آسان شکل یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر نماز میں استعمال ہی نہ کیا جائے اور بغیر لاؤڈ اسپیکر کے نماز پڑھی جائے، تاکہ کسی قسم کا مسلمانوں میں اختلاف ہی نہ ہو، کیوں کہ لاؤڈ اسپیکر لگانے کے بعد ہی یہ جھگڑا اٹھتا ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں ہوئی، جب کہ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے نماز پڑھنے میں اور نماز صحیح ہوجانے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، ایسا کیوں نہ ہو کہ جھگڑے والی بات کو چھوڑ کر وہ صورت اختیار کرلی جائے جس میں سرے سے کوئی جھگڑا ہی نہ ہو، اور حدیث شریف میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی ہی صورت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "دع ما یریبک الی مالا یریبک" یعنی ایسی چیز کو چھوڑ دو جس میں شک وشبہہ ہو اور اسے اختیار کرلو جس میں کوئی شک وشبہہ نہیں۔ لہٰذا میری رائے میں یہی صورت زیادہ مناسب ہے کہ لاؤڈ اسپیکر نماز میں استعمال ہی نہ کیا جائے کہ نماز میں کسی قسم کا جھگڑا اور شبہہ پیدا ہو۔ (از: مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی)

تقویٰ:

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی بیان فرماتے ہیں کہ جب ۸/اپریل ۱۹۷۱ء یوم پنج شنبہ حضور حافظ ملت مدرسہ عربیہ اہل سنت بحر العلوم خلیل آباد ضلع بستی (یو پی) میں مجھے برائے تدریس بھیج رہے تھے، تو وہ دوپہر کا وقت تھا حضور نے اپنے ساتھ ہی دوپہر کا کھانا کھلایا اور درمیان میں مختلف وصیتوں سے بھی نوازتے رہے اور فرمایا۔ دیکھو جانے کے بعد سب سے ضروری چیز یہ ہونی چاہیے کہ اپنا علمی وقار بہر حال باقی رکھا جائے۔ دوسرے یہ کہ جانے کے بعد سب سے پہلی جو تقریر ہو وہ نہایت درجہ کامیاب ہو، تیسرے یہ کہ ہر اس بات سے یک لخت اجتناب ہونا چاہیے جس سے ایک انسان کے دل میں کسی طرح کی اخلاقی گراوٹ کا شائبہ بھی گزرے۔

حقیقت میں یہ اس حدیث رسول کی ترجمانی تھی جس میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اتقوا مواضع التھم" (تہمت کی جگہوں سے بچو) اور آخر میں فرمایا: دیکھو جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کو کہیں بھیجتے تو ان کو یوں وصیت فرماتے: "اوصیکم و نفسی بتقوی اللہ" میں تم کو اور اپنے کو تقویٰ، خوف خداوندی کی وصیت کرتا ہوں اور یہ حضور کی انتہائی ذرہ نوازی ہے کہ غلاموں کی وصیت میں اپنے کو بھی شامل کرلیا (حالانکہ حضور ہی کا قول ہے "انا اتقکم و اعلمکم باللہ" (قلمی یادداشت از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی)

تصنیفی صلاحیت:

بفضلہٖ تعالیٰ تصنیفی صلاحیت مجھے ضرور ملی اور قلم کی قوت بھی، مجھے لکھنے پر قدرت تھی جس کا نمونہ المصباح الجدید (عقائد علماء دیوبند) ارشاد القرآن، معارف حدیث وغیرہ ہیں لیکن قوتِ تصنیف کے باوجود ہمیشہ عوائق وموانع در پیش رہے اور مصروفیات نے گھیر رکھا جس کے باعث میں کچھ نہ لکھ سکا، ایک طالب علم (مولوی محمد عثمان مرحوم) مرقات (علامہ فضل امام خیر آبادی) کی شرح (مصنفہ مولانا عبدالحق خیر آبادی) جس کا درجہ قاضی مبارک کے مساوی ہے۔ پڑھنا شروع کیا تو ان کے اصرار پر میں نے شرح مرقات کا حاشیہ لکھنا شروع کیا مگر طالب علم موصوف فراغت حاصل کر کے چلے گئے جس کے باعث یہ حاشیہ نا تمام رہ گیا، اور پھر کوئی ایسا باذوق طالب علم مذکورہ کتاب پڑھنے والا نہ ملا کہ اس کے لیے حاشیہ کی تکمیل ہو سکے۔ (حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۱۷۶، از مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی)

اشاعت وصحافت اور علما وعوام کی ذمہ داریاں:

پریس اور قلم سے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا۔ ہر مسلمان مذہب وملت کا ذمہ دار ہے، علمائے کرام زیادہ ذمہ دار ہیں، عوام یہ محسوس کرتے ہیں کہ پریس کی طاقت بھی حفاظت مذہب کے لیے ضروری ہے تو علمائے اہل ست کا تعاون کریں علماء اہل سنت انشاء اللہ قلمی خدمت بھی کریں گے اور حتی الامکان کرتے بھی ہیں۔

یہ کھلی اور ظاہر حقیقت ہے کہ سنیوں میں جذبۂ تعاون نہیں سنیوں کے کتنے جرائد ورسالے شائع ہوئے، اور اسی

بیماری کی نذر ہو گئے، جماعتیں قائم ہوئیں اور اسی مرض کی شکار ہو گئیں۔

(اور یہ سوال کرنا کہ کیا سنی علما پیچھے ہیں) یہ بات ہی غلط ہے کہ سنی علما وہابیوں سے پیچھے ہیں یہ اور بات ہے کہ وہابیوں، دیوبندیوں میں پروپیگنڈہ ہے وہابیوں دیوبندیوں میں تنظیم ہے، سنیوں میں تنظیم نہیں، یہی وجہ ہے کہ غیروں کا کام منظر عام پر کارنمایاں معلوم ہوتا ہے، اور اپنوں کا کام منظر عام پر اس منزل پر معلوم نہیں ہوتا۔ اتفاق اور انتشار میں بڑا فرق ہے۔(حافظ ملت نمبر ماہنامہ اشرفیہ ص ۷۶، ۷۷)

تصنیف وطباعت:

ایک مرتبہ بڑے افسوس اور قلق کے ساتھ ارشاد فرمایا:

مجھے لوگوں نے کسی کام کا نہ رکھا غیر اہم اور غیر ضروری کاموں میں مجھ کو ایسا الجھا دیا کہ لکھنے کا کام خاطر خواہ نہ ہو سکا، جس کا مجھے افسوس ہے حالانکہ اوائل عمر میں میرا قلم نہایت برق رفتار تھا، اور اب نہ تو وہ قوت دماغ ہے اور نہ ہی فرصت اس لیے اب میرا مطمح نظر اور میری زندگی کا مقصد صرف اور صرف الجامعۃ الاشرفیہ کی تکمیل ہے۔

(اور کتاب کی حسن کتابت وطباعت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں)

میرا ہمیشہ یہ خیال رہا کہ کتابوں کی قیمتیں کم ہوں کیوں کہ مذہبی کتابوں کے پڑھنے والے بالعموم غریب لوگ ہوتے ہیں، اسی لیے جب میں نے فتاویٰ رضویہ چھپوائی تو اس کی قیمت لاگت سے زیادہ نہیں رکھی، ہمارا مقصد صرف اشاعت ہے نہ کہ تجارت۔(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۴۱۲، ۴۱۳ از مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی)

بنیادی کتابوں کی اہمیت:

آپ نے بارہا ارشاد فرمایا کہ علم اونچی کتابوں سے نہیں حاصل ہوتا، بلکہ ابتدائی کتابوں سے حاصل ہوتا ہے اور وہیں سے آگے بڑھنے کی صلاحیت اجاگر ہوتی ہے تم خود ہی غور کرو کہ تشحیذ اذہان کے لیے شرح جامی کتنی ہی اعلیٰ درجے کی کتاب ہو لیکن جو قواعد نحو میر، ہدایۃ النحو وغیرہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ شرح جامی کے پڑھنے کے بعد ان میں کیا اضافہ ہوتا ہے؟ اس میں نکتہ بعد الوقوع کا کثرت سے بیان ہوتا ہے، اصول وقواعد کے علل واسباب کی توضیح وتشریح ہوا کرتی ہے، علمی نقطۂ نگاہ سے یہ تشریحات وتوضیحات کتنی ہی اہمیت رکھتے ہوں، اور طلبہ کے ذہن میں ان سے کتنا ہی جلا پیدا ہوتا ہو، لیکن درحقیقت جو قواعد اور گرامر ابتدائی کتابوں میں بیان کردیے گئے ہیں، اور جن کی ضرورت عبارت خوانی یا عبارت فہمی میں پڑتی ہے۔ ان سے زائد شرح جامی وغیرہ میں کتنا پایا جاتا ہے؟ اس لیے تعلیم کا اسلوب یہ ہونا چاہیے کہ طلبہ بنیادی کتابوں پر مکمل طور سے حاوی ہو جائیں، اور تمرین ومشق کے ذریعہ ان کو قواعد کا استحضار ہو جائے یہی ان کو آگے بڑھنے کی راہیں ہموار کرے گا۔(حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۳۹ / مقالہ از مولانا عبداللہ صاحب گونڈوی مصباحی)

علم اور عمل:

علم کی اہمیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو یہ جواب عنایت فرمایا۔

علم کی اہمیت کا مسئلہ ایسا متفق علیہ ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں، جاہل سے جاہل بھی علم کو بڑی اہم اور عظیم دولت سمجھتا ہے، دنیا کا علم بھی عزت واقتدار کا ضامن ہے، چہ جائے کہ علم دین کہ یہ وہ دولت عظمیٰ اور عظمت کبریٰ ہے جو انسان کو اشرف المخلوقات اور ممتاز کائنات بناتی ہے مگر علم پر عامل ہونا شرط ہے۔(حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص ۷۷)

حسن نیت:

حضرت کا طریقۂ تعلیم وتربیت اتنا مؤثر تھا کہ دلوں کو مسخر کرلیتا تھا، انہوں نے تقریبا چالیس سال تک ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' بخاری شریف کی تعلیم دی، جب بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھاتے تھے تو اپنے تلامذہ کو ''انما الاعمال بالنیات'' کا درس ایسے دلنشیں انداز میں دیتے جو دلوں میں گھر کر جاتا تھا، اور وہ فرماتے تھے کہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث پاک سے اپنی کتاب کی ابتدا اس لیے فرمائی کہ وہ طالبان علم حدیث پر واضح کرنا چاہتے تھے کہ مشکوۃ نبوت کے انوار وتجلیات سے اسی وقت مستنیر ہوا جا سکتا ہے جب کہ نیتوں میں اخلاص پیدا ہوجائے اور دنیا پرستی کا منحوس سایہ انسان کے ذہن پر نہ پڑے، (اور بار بار یہ بھی ارشاد فرماتے) خواہ کتنا ہی علم حاصل کرلیا جائے، لیکن اس کا اثر اگر انسان کی زندگی پر نمایاں نہ ہو تو ایسا علم سودمند نہیں ہوتا، اس لیے جو کچھ پڑھا جائے اور جتنا بھی پڑھا جائے اس عزم اور ارادے سے پڑھا جائے کہ اس پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

(حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۳۸ / مقالہ از مولانا عبداللہ گونڈوی مصباحی)

صدرالشریعہ کا مقام:

حافظ ملت نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔حضور اعلیٰ حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کے بعد زہد اور تقویٰ، اتباع سنت، علم وفضل، خدمت دین میں حضرت صدرالشریعہ (مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی) قبلہ علیہ الرحمہ کا پہلا مرتبہ ہے، اس جامعیت میں موصوف منفرد ہیں۔

حضرت صدرالشریعہ کا علمی وقار تو غیروں کو بھی مسلم ہے، اپنوں کا تو یہ عالم ہے کہ حضرت مولانا شاہ سید احمد اشرف صاحب قبلہ علیہ الرحمہ فرزند رشید حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے بھاگل پور کی کانفرنس میں علمائے اہل سنت کا تعارف کرایا اور حضرت صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کرایا تو فرمایا، یہ علم کی لائبریری ہیں۔

حضرت صدرالافاضل (مولانا نعیم الدین) مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھوچھہ مقدسہ کے مجمع عام میں حضرت قبلہ کا تعارف کراتے ہوئے آپ کے علم وفضل کے ساتھ یہ بھی فرمایا۔

اعلیٰ حضرت کے احب الخلفا ہیں، اس سے اعلیٰ حضرت کی محبت معلوم ہوئی، اعلیٰ حضرت نے جو دینی خدمت آپ کو سپرد کی، ان سے آپ کا علمی وقار ظاہر ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضرت صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ فرمایا ''تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا'' اعلیٰ حضرت نے کسی کی بے جا تعریف کبھی نہیں فرمائی، اپنی نماز جنازہ کے لیے

یہ وصیت فرمائی ''حامد رضا خاں وہ دعائیں جو کہ فتاوی میں لکھی ہیں، خوب از بر کرلیں تو وہ نماز پڑھائیں، ورنہ مولوی امجد علی''۔ (حافظ ملت نمبر اشرفیہ ص۴۳،۷۷، ۴۷)

اخلاق اور استقلال کی برکت:

مولانا سید رکن الدین اصدق ادارۂ شرعیہ پٹنہ نے بیان فرمایا کہ دستار بندی کے بعد ۱۱ رشعبان المعظم ۱۳۸۶ھ کی صبح جب میں اپنے آقائے نعمت حضور حافظ ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضرت نے مجھے بلا کر قریب بیٹھایا اور اچھوتے انداز میں فرمایا۔

سید صاحب رات کی دستار بندی کے بعد آپ کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوگیا ہے، اور اب آپ گھر سے باہر تک دوسری ہی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔ مگر ماشاء اللہ جو خوبیاں ہونی چاہئیں وہ ہیں، مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، البتہ بحیثیت استاذ صرف ایک بات کہنی ہے اور یہ کتاب میں پڑھ کر نہیں چالیس سالہ تجربہ کی روشنی میں کہہ رہا ہوں کہ اگر آدمی کے اندر دو چیزیں پیدا ہو جائیں تو انسان کیا۔ قدموں کے نیچے کی کنکریاں بھی اس کا احترام کریں گی۔ ایک اخلاق اور دوسرا استقلال (حافظ ملت نمبر)

عہد حافظ ملت کی سیاست:

آپ سے سوال کیا گیا کہ سنِ شعور کے وقت ملک کا سیاسی مزاج کیا تھا، اس پر حضرت نے یہ جواب مرحمت فرمایا۔

سیاست کے معنی اگر انتظام ملکی ہیں تو اس وقت نہایت معقول انتظام تھا۔ مظلوموں کی دادرسی ہوتی تھی، ظالموں کو پوری سزا دی جاتی تھی۔ اس وقت جتنی چوری ہوتی تھی، اس سے زیادہ اب ڈاکہ زنی ہوتی ہے، اس وقت مار پیٹ کے جتنے واقعات ہوتے تھے، اس سے بہت زیادہ اب قتل وغارت ہورہا ہے، ہر طبقہ نہایت مطمئن اور امن وچین کی زندگی بسر کرتا تھا، کچھ سیاسی جماعتیں میدان میں آئیں، انہوں نے بڑی جدو جہد کی، متفقہ طور پر کوشش کر کے ملک کو آزاد کرالیا، اور جواب حالات ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔ (حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۱۷)

مسلم پرسنل لا کا تحفظ کیسے؟

مسلم پرسنل لا میں ترمیم کے خلاف مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے، اس استفسار پر حضرت نے جواب مرحمت فرمایا:۔

اپنے دین کے تحفظ وبقا کے لیے حتی المقدور ہر مسلمان پر کوشش فرض ہے، جو مناسب تدابیر ہوں عمل میں لائیں سب سے ضروری تدبیر یہ ہے کہ مسلمان مسلمان بن جائیں۔

عورت کو حق طلاق اور اسلامی قوانین اِرث کے خلاف ہندوستانی حکومت کے مرتب کردہ قوانین پر موجودہ مسلمان کیا کریں؟ اس سوال پر حضرت نے درج ذیل جواب عنایت فرمایا:۔

حق وہ ہے جو اللہ اور رسول نے دیا، اس کے سوا سب ناحق ہے، مرد کو طلاق کا حق حق ہے عورت کو طلاق کا حق

دینا ناحق ہے۔ خلاف عقل اور خلاف فطرت ہے عورت ناقص العقل ہے، مرد کامل العقل ہے، اس سے پہلے یورپ پر بھی یہ بھوت سوار ہوا، اس نے عورت کو بھی حق طلاق دیا اس کے بعد جو طلاق بازی شروع ہوئی تو عاجز آگئے، وراثت بھی علی ہذا القیاس، مسلمان حتی الامکان مناسب تدابیر اختیار کریں اور مداخلت فی الدین سے اظہار بیزاری کریں، دین ومذہب میں مداخلت کا کسی کو حق نہیں، یہ مسلمانوں پر سب سے بڑا ظلم ہے۔ (حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۷۵،۷۶)

موت کیا ہے؟

انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے جب کہا جاتا ہے۔ فلاں آدمی مرگیا۔ تو بتاؤ جسم وروح میں سے وہ کون سی چیز ہے جو مرگئی یا فنا ہوگئی، کیا روح مرجاتی ہے، ہرگز نہیں، اہل اسلام میں ہی نہیں بلکہ فلاسفہ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ روح نہیں مرتی، پھر کیا جسم مرجاتا ہے؟ یہ بھی نہیں اسے تو تم آنکھوں سے دیکھتے ہو، ہاتھوں سے ٹٹولتے ہو، تمام اعضا اپنی جگہ سلامت ہیں۔ کوئی عضو فنا نہیں ہوا پھر موت کیا ہے؟ میں کہتا ہوں موت جسم اور روح کے اختلاف کا نام ہے، جب تک روح اور جسم کا اتصال واتفاق تھا، آدمی زندہ تھا، جب دونوں میں اختلاف اور جدائی ہوگئی کہہ دیا انسان مرگیا۔

معلوم ہوا اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت۔ ایک جسم وروح کا اختلاف شخص کی موت ہے، ایک محلّہ، ایک گاؤں، ایک شہر یا ایک ملک کا اختلاف اس محلّہ، گاؤں، شہر یا ملک کی موت ہے۔

(حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۱۸۴،۱۸۵، از مولانا محمد احمد صاحب مصباحی بھیروی)

جاہلانہ طلسم خطابت اور حافظ ملت:

جن دنوں عربی یونیورسٹی کی تعمیری سرگرمیاں شباب پر تھیں۔ شرپسندوں نے ایک جاہل واعظ پالن حقانی کو مبارک پور بلایا اور مسلسل کئی جلسوں میں اہل سنت وجماعت کو سب وشتم وطعن وتشنیع کا نشانہ بنایا گیا، جس سے سنیوں میں اضطراب واشتعال کی کیفیت پیدا ہوگئی چنانچہ سنیوں کا ایک نمائندہ وفد حافظ ملت کی بارگاہ میں پہنچا اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا اور مطالبہ کیا کہ ان جہالت آمیز بیانات اور گمراہ کن خیالات کی تردید وتکذیب کے لیے فی الفور جوابی جلسے منعقد کیے جائیں، لیکن حافظ ملت نے انتہائی متانت اور فراست کے ساتھ وفد کو سمجھایا کہ۔

اس وقت ہمارے سامنے الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر وتشکیل کا عظیم الشان منصوبہ ہے، ہمیں اپنے بنیادی مقاصد پر ہی نظر رکھنی چاہیے، معاندین کا دلی مقصد یہ ہے کہ غیر ضروری مسائل میں الجھ کر اپنے تعمیری منصوبوں سے غافل ہوجائیں، علاوہ ازیں یہ واعظ محض جاہل انسان ہے اس کے جواب کے لیے جلسے کرنا خواہ مخواہ اس کی حیثیت اور اہمیت کو بڑھاوا دینا ہے، اس جماعت کے مقتدر علما کے جواب ہم تو برابر اپنی تحریروں اور تقریروں میں دیتے رہے ہیں اور آئندہ بھی جب کبھی ضرورت پیش آئے گی ان کی علمی بے مائیگی اور مذہبی بے راہ روی کا پردہ چاک کرتے رہیں گے، لیکن ہمارے لیے یہ وقت کام اور صرف کام کا ہے، ہمیں اپنے کام ہی سے کام رکھنا چاہیے خدانخواستہ اگر سنیوں پر ان کی تقریروں سے

کوئی وسوسہ یا شبہ پیدا ہو تو اس کے ازالہ کے لیے میں اور الجامعۃ الاشرفیہ کے اساتذۂ کرام ہمہ وقت موجود ہیں، جب جہاں اور جس وقت جو بھی چاہے ہم سے مسائل کی تحقیق کر کے اطمینان قلب حاصل کر سکتا ہے ویسے ہر جمعہ کو ہم خطبہ سے قبل مختلف فیہ مسائل اور جواب طلب امور پر روشنی ڈالتے رہیں گے تاکہ سادہ لوح مسلمان گمراہ کن افکار و خیالات سے متاثر نہ ہوسکیں۔ (حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۲۰۷، ۲۰۸، از ڈاکٹر شکیل اعظمی گھوسوی)

اعدائے دین کے مقابل میں تکبر جائز:۔

۱۵ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۹ھ ۳۰ر اگست ۱۹۶۹ء شنبہ درس بخاری شریف پارہ ۲۶ر میں حضور حافظ ملت (علیہ الرحمۃ) نے فرمایا:

مومن عزت اسی وقت حاصل کر سکتا ہے، جب اعدائے دین کی تذلیل کرے اور بوقت مقابلہ انہیں حقیر و ذلیل ثابت کر دے، اگر ان کے سامنے انکسار و تواضع سے پیش آئے تو اس میں اس کی ذلت ہے۔ محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ (علامہ سید محمد صاحب کچھوچھوی، شاگرد اعلیٰ حضرت متوفی ۱۳۸۱ھ) کا بیان ہے کہ میرا ایک گستاخ رسول سے مناظرہ ہوا جس میں اس نے ''صرفی مسئلہ'' پر بحث کرتے ہوئے مجھ سے بطور طنز کہا کہ آپ نے شرح مأۃ بھی نہیں پڑھی اس پر میں نے اس کی بھرپور تذلیل و تحقیر کی اور اپنے کو اس کے مقابلے میں بہت کچھ بڑھایا جس سے وہ رسوا ہو کر شکست خوردہ ہوگیا۔ میں نے مناظرہ میں فتح تو حاصل کر لی، لیکن میرے دل میں اپنے ان جملوں سے جو اپنی بڑائی میں کہہ ڈالے تھے، انقباض پیدا ہوگیا کہ میں کبر و عجب کا مرتکب ہوا جو قطعاً مذموم ہے، طبیعت میں ایک تکدر رہا کرتا تھا، جس کے باعث میں نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی جانب رجوع کرنا چاہا، حاضر بارگاہ ہوا، وہاں تو دل کی ڈھڑکنیں دیکھی جاتی تھیں، اور سطح دماغ پر ابھرتے ہوئے اعتراضات کا بچشم بصیرت مشاہدہ ہوا کرتا تھا، پہنچنے کے بعد فرمانے لگے۔

فقیر کو کبھی اپنی بڑائی پسند نہیں آتی، خدا کا فضل ہے کہ جو کچھ ملا ہے کچھ اپنے کو اس پر غرور و ناز نہیں، تکبر اور عجب بہت ہی مذموم ہے، آدمی کسی بھی بلند مرتبہ پر پہنچ جائے اسے فخر نہیں کرنا چاہیے، محدث اعظم بیان فرماتے ہیں اتنے جملے سننے کے بعد میں دم بخود رہ گیا، اب تو کچھ پوچھنے کی بھی مجال نہ رہی اور میں اپنے نفس پر بہت زیادہ ملامت کرنے لگا لیکن اعلیٰ حضرت نے پھر اس کے بعد فرمایا مگر دشمنان رسول اور اعدائے دین کے مقابلے میں کبھی انکسار نہیں برتنا چاہیے۔ وہاں تو یہ شخص دین حق کا ذمہ دار ہوتا ہے اسے مذہب کو بلند و برتر ثابت کرنا ہوتا ہے اور حمایت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ان کی عظمت شان کا اظہار اس کا فریضہ ہوتا ہے۔ وہاں تواضع و انکسار سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا اس لیے ان کے مقابلے میں اپنے کو بلند و بالا کہنا جائز اور دین متین کی حمایت ہے۔

محدث صاحب فرماتے ہیں۔ میں اتنا سننے کے بعد بہت مسرور ہوا، دل کا انقباض اور تکدر دور ہوا اور انشراح صدر ہوگیا۔ فالحمد لله علیٰ ذٰلک۔ (حافظ ملت نمبر از مولانا محمد احمد مصباحی)

اشرفیہ کا مقصد:

میں چاہتا ہوں کہ الجامعۃ الاشرفیہ کے فارغین سنی علما ہوں، وہ ہندی، انگریزی، عربی میں صاحب قلم وصاحب لسان ہوں جو اپنے ملک ہندوستان اور دوسرے ممالک میں مذہب حق اہل سنت کی کما حقہ اشاعت وخدمت کر سکیں، میں الجامعۃ الاشرفیہ کو اسی منزل پر دیکھنا چاہتا ہوں۔ (حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص ۷۷)

کام کا جذبہ:

آخری ایام میں جب حضرت بیمار تھے بعض لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کچھ روز مکمل آرام فرمالیں اور تبلیغی دوروں کو بند کر دیں، اگر صحت رہی تو پھر یونیورسٹی کا کام ہو جائے گا، اس شدید نقاہت وعلالت کے عالم میں اس جدوجہد کا اثر جسم پر اچھا نہ پڑے گا۔

ارشاد فرمایا۔ میاں! اونچ نیچ ہوش وحواس والے کو سمجھایا جاتا ہے۔ اور میں تو الجامعۃ الاشرفیہ کے لیے عقل وہوش کی دنیا سے نکل کر جنون کی سرحد میں داخل ہو چکا ہوں۔ اس لیے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ (نعمانی)

روانگی حج کے وقت خطاب:

حضرت حافظ ملت نے حج وزیارت کی روانگی کے وقت اہل مبارک پور سے فرمایا کہ یہ میرے رب کا احسان عظیم ہے کہ اس نے مجھے قباحت شرعیہ سے بچایا اور بغیر فوٹو کے مجھے حج وزیارت کی منظوری ملی۔

آپ نے اہل مبارک پور سے یہ بھی کہا کہ مبارک پور کے طویل دوران قیام میں ہو سکتا ہے ان سے کسی کو کوئی اذیت پہنچی ہو تو وہ اس کے لیے انہیں معاف کرے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حاجی محمد عمر صاحب (سابق ناظم) نے بھی صفائی کر لی اب میرے اور ان کے درمیان کوئی خلش باقی نہیں ہے، حاجی صاحب کے لیے دعاے خیر کرتا ہوں۔ خداوند کریم ان کو صحت اور تندرستی دے۔ آمین۔

اس کے بعد دار العلوم اشرفیہ کے لیے جو فرمایا، ملاحظہ کریں۔

”برادران اسلام! میری زندگی کا اہم مقصد دار العلوم اشرفیہ ہے میں نے اس کو اپنا مقصد زندگی قرار دیا ہے، ۳۵ رسالہ زندگی کا بڑا قیمتی وقت اس کی خدمت میں صرف کیا ہے، آپ حضرات کی مخلصانہ خدمات اور بے مثال قربانیوں سے یہ دار العلوم اس منزل پر پہنچا کہ اپنی خصوصیات میں امتیازی شان رکھتا ہے، پورے ہندوستان پر اس کی خدمات کا سکہ ہے، ملک کے طول وعرض سے خراج تحسین وصول کرتا ہے، یہ مذہب وملت کا قلعہ ہے، بڑی وزنی اور شاندار درسگاہ ہے، اب یہ خادم جا رہا ہے آپ کے اشرفیہ کو آپ کے سپرد کرتا ہے، آپ اس کو اپنا مقصد زندگی قرار دیں۔ اور اپنی زریں خدمات سے ہمیشہ اس کی آبیاری کرتے رہیں پورا خیال رکھیں کہ اشرفیہ کے کسی شعبہ میں تنزل وانحطاط نہ ہونے پائے، بلکہ آپ کی خدمات سے یہ آگے بڑھتا رہے خداوند کریم آپ حضرات کو جزاے خیر دے، شاد وآباد رکھے۔ آمین“۔

(حافظ ملت نمبر ماہنامہ اشرفیہ ص ۲۷۷،۲۷۸، از مولانا اسلم بستوی انوار القرآن بلرامپور)

خاک در رسول کا سرمہ:

مدینہ طیبہ جب حاضر ہوئے تو مسجد نبوی میں باب جبریل کے قریب بڑی مشکل سے کچھ گرد پاک ہاتھ میں آئی تو انہیں حضرت نے اپنی آنکھوں میں لگایا۔ اور اس کی توجیہ یہ بیان فرمائی کہ یہ دن نصیب ہونے سے پہلے میں دعا میں یہ شعر بھی پڑھا کرتا تھا۔

وہ دن خدا کرے کہ مدینے کو جائیں ہم
خاک در رسول کا سرمہ لگائیں ہم

لہذا مدینہ طیبہ پہنچ کر میں نے اپنی یہ آرزو تو پوری ہی کرلی اور اس کی تصدیق بھی ہوگئی کہ میرا مذکورہ بالا شعر دعا میں پڑھنا محض شاعری نہ تھا۔ (حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ۔ روایت حضرت مولانا نصیر الدین پلاموی۔ ناقل مولانا اسلم بستوی)

جانشین کا انتخاب:

شدید علالت کے دوران خیر خواہوں اور جاں نثاروں نے صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب (موجودہ سربراہ جامعہ) کے متعلق جانشین نامزد کرنے پر پیہم اصرار کیا اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ۔

اگر وہ اس منصب کے لائق ہوں گے، ان کی ذات میں ایسے اوصاف ومحاسن پیدا ہوجائیں گے جو اس عہدۂ جلیلہ کے لیے درکار ہیں تو طالبان رشد وہدایت خود ہی ان کی جانب متوجہ ہوجائیں گے۔

(حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص ۲۱۰ از جناب ڈاکٹر شکیل گھوسوی)

عربی یونیورسٹی کا تصور:

میں نے دار العلوم اشرفیہ کو ترقی کی منزل پر پہنچانے کے لیے ''الجامعۃ الاشرفیہ'' قائم کیا، اشتہار میں احباب نے بلا میری رائے کے اس کا ترجمہ بریکٹ میں عربی یونیورسٹی کردیا نہ میں نے یونیورسٹی قائم کی، نہ کرسکتا ہوں الجامعۃ الاشرفیہ سے میرا مقصد درس نظامی کے منتہی طلبہ کو ہندی، انگریزی، عربی زبان کا صاحب قلم وصاحب لسان، بنانا ہے، تاکہ وہ ہندو بیرون ہند مذہب حق اہل سنت کی اشاعت کرسکیں، خیال تو بہت زمانہ سے تھا، لیکن ہر کام کا وقت ہے، وقت آیا، ہوا، ہو رہا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا۔ (حافظ ملت نمبر، اشرفیہ ص ۴۷)

اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا:

بلا وجہ آپ لوگ مجھے کام سے روکتے ہیں، اور کہیں جانے نہیں دیتے، بیمار اپنی حالت خود سب سے بہتر جانتا ہے، جب میں خود اپنے کو صحت یاب پا رہا ہوں، تو آپ لوگ کیوں بیمار بیمار کی رٹ لگا رہے ہیں۔ (حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص ۴۰۹ از مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی رکن المجمع الاسلامی)

اضطراب:

اشرفیہ کے سلسلہ میں ان کے بڑھتے ہوئے اضطراب کو دیکھ کر ان کے خدام عرض کرتے، حضور! آپ زیادہ پریشان نہ ہوں، خدائے قدوس آپ کی پرخلوص سعی کو رائیگاں نہ فرمائے گا، اور الجامعۃ الاشرفیہ کا تخیل ایک حقیقت بن کر منصۂ شہود پر ضرور جلوہ گر ہوگا، تو آپ نے ارشاد فرمایا، تمہارا کیا خیال ہے ایسے انسان کے بارے میں جو اپنے اردگرد کاموں کا انبار دیکھ رہا ہے اور یہ بھی دیکھ رہا ہے کہ سورج بس غروب ہی ہونے والا ہے۔ کیا وہ کاموں کی کثرت، اور وقت کی قلت دیکھ کر مضطرب نہ ہوگا اور کیا اس کا اضطراب بجا نہ کہلائے گا۔ (حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص۳۴۴، از مولانا قمرالزماں صاحب مصباحی انگلینڈ)

اشرفیہ کی حفاظت وخدمت:

اشرفیہ کی حفاظت کے لیے اللہ کی رحمت اور مسلمانوں کا جذبۂ صادق ضروری ہے اور وہی کافی ہے۔ میں نے اپنے کو ہمیشہ دارالعلوم اشرفیہ کا خادم جانا، خدمت ہی اپنا کام ہے، عہدہ اور اختیارات کا استعمال میرے خیال میں نہیں۔
(حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ۷۵)

اشرفیہ کی سربراہی:

کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اشرفیہ کو اپنی حیات ہی میں ایسے ایثار پسند اور سنجیدہ ذہن لوگوں کو سپرد کردیں جو آپ کے مرتب کردہ قوانین پر اس مشن کو ترقی دیں؟ اس سوال پر حضرت نے جواب عنایت فرمایا:

میری حیات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، کب تک ہے؟ میں تو اسی وقت تیار ہوں، قوم نے میرے سر جو بار رکھا ہے اگر قوم آج چاہے تو وہ میری جگہ دوسرے کو مقرر کردے۔ یہ قوم کی امانت ہے، قوم کو اختیار ہے مجھے اختیار نہیں۔
(حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص۷۵)

اشرفیہ کی مخالفت:

کچھ لوگوں نے اشرفیہ کی مخالفت کیوں کی اس سوال پر فرمایا:

اس سوال کا جواب وہی لوگ دے سکتے ہیں، موافقت کرنے والا اس کے اسباب خود جانتا ہے مخالفت کرنے والا مخالفت کے اسباب جانے گا دوسرے کو کیا معلوم۔ (حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص۷۴)

اشرفیہ کا اشتہار:

الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کے جشن تاسیس کے زریں موقع پر دارالعلوم اشرفیہ میں ابنائے قدیم کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انتہائی موثر اور رقت انگیز لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ۔

میں نے آج تک کوئی کاغذی اخبار واشتہار تو نہیں شائع کیا (حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی، مفتی

عبدالمنان صاحب اعظمی، علامہ ارشد القادری، علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، مولانا قمر الزماں اعظمی اور دیگر موجود ممتاز شاگرد وعلما کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا) یہ ہیں اشرفیہ کے وہ زندہ جاوید اخبارات واشتہارات جنہیں ہم نے بڑے اہتمام کے ساتھ خون جگر کی سرخیوں سے شائع کیا ہے۔ کاغذی اخبارات واشتہارات پڑھ کر ردی کی ٹوکریوں یا گندی نالیوں میں ڈال دیے جاتے ہیں۔ یا پھاڑ کر راستوں میں بکھیر دیے جاتے ہیں۔ اور قدموں کے تلے آکر پامال ہوجاتے ہیں۔ لیکن یہ وہ اخبارات واشتہارات ہیں جو نہ کسی کے پھاڑنے سے پھٹ سکتے ہیں نہ راہوں میں پامال کیے جاسکتے ہیں اور نہ بادباراں کی یورشوں سے معدوم ہوسکتے ہیں۔

نوٹ کرلو عام کاغذی اخبارات واشتہارات اپنے عارضی وجود کے ساتھ وقتی افادیت ہی کے حامل ہوتے ہیں لیکن یہ میرے شائع کردہ اخبارات واشتہارات تو اپنے قیمتی وجود سے اور پھر اپنے تلامذہ کے تسلسل وتوسط سے رہتی دنیا تک خلق خدا کے لیے صحیح معلومات کا ذریعہ اور رشدو ہدایت کا وسیلہ بنے رہیں گے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

(حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص ۲۱۰، از جناب ڈاکٹر شکیل گھوسوی)

اشرفیہ اور قلمی شعور:

الجامعۃ الاشرفیہ کے نصاب تعلیم میں متعدد کتابیں شامل کرنے اور فرزندان اشرفیہ میں قلمی شعور پیدا کرنے کے متعلق جب حضرت حافظ ملت کے سامنے گفتگو ہوتی تو حضرت اپنے دردو کرب کا اظہار فرماتے۔ اور ساتھ ہی حوصلہ افزائی بھی کرتے، ایک موقع پر جب کہ اس طرح کی گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت نے بڑے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

میرے نزدیک ان سب کا جواب الجامعۃ الاشرفیہ ہے انشاء اللہ کام ہوگا اور اسی سے سب کچھ ہوگا۔

(حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ ص ۴۰۴۔ از مولانا یٰسین اختر مصباحی ایڈیٹر حجاز جدید دہلی)

ہمارے یہاں کام زیادہ پروپیگنڈہ کم ہے اور دوسروں کے یہاں کام سے زیادہ پروپیگنڈہ ہے۔ علما کی تنخواہ اتنی ہونی چاہئے کہ وہ خوشحال رہیں اور آبادی کے دوسرے لوگوں کے سامنے ذلیل نہ ہوں۔

ملازمین کی درخواستوں پر جلد غور کرنا چاہیے۔ میں لوگوں کو رکھتا ہوں ہٹاتا نہیں ہوں۔ یہ اشرفیہ پلے گا، بڑھے گا اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ ذلیل ہوگا، ذلیل ہوگا۔ (قول صدر الشریعہ بروایت حافظ ملت)

حافظ ملت کی نکتہ سنجی

حافظ ملت عالم راسخ بھی تھے اور زاہد شب زندہ دار بھی۔ مگر ان کی زندگی میں ظاہر دارانہ خشکی نہیں تھی بلکہ ان کی مجلس جہاں قال اللہ اور قال الرسول سے پر رونق ہوتی، وہیں اس میں دنیا اور کشاکش دنیا کے مختلف پہلوؤں پر غور وفکر اور تبادلۂ خیالات بھی ہوتے۔ حافظ ملت جہاں صلحا اور عرفا کی جانشینی کے فرائض ادا کرتے، مزاح وخوش کلامی بھی

فرماتے۔مگر اس طرح کہ سننے والوں کے ذہن میں علم وحکمت کے اس جبل شامخ کا وقار اور بلند ہوجاتا۔ اور مجلس نشاط وکیف سے زعفران زار بن جاتی۔ الفاظ کی مختصر سی تبدیلی کے ذریعہ نہایت بلند اور نصیحت آموز نکتہ سنجی میں حافظ ملت کو کمال حاصل تھا اور یہ سب کچھ بلا تکلف اور برجستہ ہوتا۔

اردو ادب کے ذخیرے میں انشا پردازی کرنے والوں اور زبان وبیان کے ماہرین نے شب وروز مشقت کر کے جو ادبی شہ پارے چھوڑے ہیں میں ان کے روبرو حافظ ملت کی زبان سے برجستہ صادر ہونے والے اقوال وفرمودات۔ او ر برجستہ زیر قلم لائے ہوئے حافظ ملت کے مضامین کو پیش کرتا ہوں۔ ارباب نقد ونظر خود فیصلہ کریں کہ یہ سب ادبیات اردو کے خزانہ میں قیمتی اور نایاب اضافہ ہے یا نہیں؟

ضرورت ہے کہ اب نوجوان اہل علم وادب حافظ ملت کا اس لحاظ سے بھی مطالعہ شروع کریں۔ اسے ہم اپنی غفلت ہی کہیں گے کہ حافظ ملت کے ایسے فرمودات جمع کرنے پر اُن کی حیات میں کوئی توجہ نہیں دی گئی ورنہ وہ ایک قیمتی خزانہ بنتا۔ تاہم مختلف ذرائع سے حکم وامثال کے جو درر ولآلی ہم جمع کر سکے ہیں وہ نذر قارئین کرتے ہیں۔

اسراف:

جناب قاری عبدالحکیم صاحب سابق مدرس شعبۂ حفظ تجوید دارالعلوم اشرفیہ بیان کرتے ہیں:

کسی طالب علم نے دوران عبارت خوانی "اَلْاِسْرَافُ فِیْ الْوُضُوْءِ" کو "اَلْاَسْرَافُ فِیْ الْوُضُوْءِ" پڑھ دیا اس پر حافظ ملت نے فرمایا:

"یہاں لفظوں کا اور وہاں پانی کا"

کالا کالا:

"ایک طالب نے بخاری شریف کی عبارت خوانی میں "قــال قــال" کو کالا کالا پڑھ دیا۔ تو حافظ ملت نے صفحہ کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کالا کالا نہیں قال قال ہے۔

امامت بھی کوئی کام ہے:

حضرت مولانا قاری رحمت اللہ صاحب ادروی کوٹا ٹانگر کی خطابت وامامت کے لیے طلب کیا گیا وہ امامت کی گوناگوں پابندیوں اور ذمہ داریوں کے خیال سے دعوت قبول کرنے میں پس وپیش کر رہے تھے۔ اس وقت حافظ ملت نے فرمایا "امامت بھی کوئی کام ہے؟ نماز تو پڑھنا ہی ہے۔ پچھلی صف میں نہ کھڑے ہو کے اگلی میں کھڑے ہوگئے"۔

علم کی قیمت:

حافظ ملت قبلہ کے پاس مدرسین، ائمہ اور مبلغین کی طلبی کے خطوط برابر آتے رہتے۔ جن میں سے بعض نہایت مضحکہ خیز ہوتے تھے۔ ایک مدرسہ کے لیے صدر مدرس کی ضرورت تھی۔ مدرسہ کی منتظمہ نے حافظ ملت سے درخواست کی

کہ آپ ہمیں جو صدر مدرس عنایت فرمائیں اس میں مندرجہ ذیل خوبیاں ہونی چاہئیں۔

''عالم ہو، قاری ہو، حافظ ہو، وجیہہ ہو، خوش آواز ہو، مقرر ہو، مناظر ہو، شادی شدہ ہو''

تنخواہ فی الحال ستر روپے مہوار دی جائے گی۔ طلبہ درسگاہ میں درس کے لیے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت خط پڑھ کر مسکرا رہے ہیں۔ طلبہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اتنے میں حضرت نے طلبہ کو بھی وہ خط پڑھ کر سنانا شروع کیا۔ سب مسکرا پڑے۔ آپ نے فرمایا:

''بندۂ خدا نے ایک وصف کے لیے دس روپے ماہوار تو رکھے ہوتے۔

اس کے بعد سارے اوصاف پر ایک بار پھر نظر دوڑا کر فرمایا۔ اتنا کچھ لکھا۔ حاجی کی شرط نہیں لگائی؟

متعلم مولانا حسام الدین گھوسوی نے عرض کیا۔ شاید حج وہ خود کرائیں۔ اس جواب سے محظوظ ہوئے۔ اور سبق شروع ہوگیا۔

ملنا مشکل ٹکنا مشکل:

حافظ ملت کے ایک معتقد ایک مولانا صاحب کو اپنے ادارہ کے لیے نہایت شوق اور جتن سے لے جانے کی گفتگو میں کامیاب ہوئے۔ مولانا موصوف کی عادت ہے کسی ایک مسند پر جم کر بیٹھ نہیں پاتے۔ اور جہاں بھی جاتے ہیں تھوڑے ہی دنوں بعد وہاں سے چل پڑتے ہیں۔ پھر بھی اہل ادارہ مولانا صاحب کے بہت متمنی رہتے ہیں۔

حضرت کے معتقد کی ان سے بات چیت طے ہوگئی تو انہوں نے حصول شاباشی کے لیے اس کا ذکر حافظ ملت سے کیا۔ اس پر حافظ ملت نے برجستہ فرمایا۔ ''اول یہ کہ ملنا مشکل، مل جائیں تو ٹکنا مشکل''

ہم ہار نہیں جمع کرتے:

آسام میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ایک محبّ خاص شیخ مزمل اللہ صاحب تھے۔ جو اپنے اچھے برے ہر دور میں حضور حافظ ملت سے وابستہ رہے تجارت کرتے تھے۔ کبھی خسارہ ہوتا تو اپنے شیخ سے دعا طلب کرتے اور ترقی وخوشحالی کا زمانہ آتا تو مرشد مخلص حافظ ملت کو خوش خبری سناتے۔ ایک بار ان کے علاقے میں حافظ ملت تشریف لے گئے۔ ساتھ میں جناب مولانا مفتی عبدالمنان صاحب بھی تھے۔ شیخ صاحب نے حافظ ملت اور مفتی صاحب کا شاندار استقبال کیا۔ ہار پہنایے۔ اس سفر سے واپسی کے کچھ دنوں بعد شیخ مزمل اللہ صاحب نے استقبالیہ میں پہنایا ہوا مفتی صاحب کا ہار ڈبہ میں بند کر کے حضرت کے پتے پر مبارک پور روانہ کیا۔ اور خط لکھا کہ حضرت کو جو ہار پہنایا گیا تھا عنقریب وہ بھی روانہ کروں گا۔ اس پر حضور حافظ ملت نے انہیں جو مکتوب روانہ فرمایا۔ اس میں ظاہر داری اور بناوٹ سے ان کے تنفر اور خالصا لوجہ اللہ خدمت دین سے قلبی لگاؤ کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضور حافظ ملت محض رضاے الٰہی کے حصول ہی کو کامیابی وکامرانی سمجھتے تھے۔ جسے انہوں نے شیخ صاحب کے خط میں ہار کے مقابلے میں جیت سے تعبیر فرمایا۔

تحریر فرماتے ہیں ''خط ملا۔ ڈبہ میں بند حضرت مفتی صاحب کا ہار بھی ملا۔ وہ ان کو دے دیا۔ میرے لیے بھی ہار

بھیجنے کو لکھا ہے۔ یہ کام ہرگز نہ کرنا۔ ہم لوگ ہار جمع کریں تو مکان میں جگہ نہ رہے۔ ہزاروں جگہ ہار ملتے ہیں۔ ہمارا طریقہ ہار جمع کرنا نہیں۔ البتہ جیت جمع کرتے ہیں یعنی رضائے الٰہی جو خدمت دین سے حاصل ہوتی ہے۔ ہار کو وہیں چھوڑ آتے ہیں یہ لوگوں کی عقیدت ہے کہ اس کو تبرک سمجھ کر رکھیں۔ (مکتوب بنام شیخ مزمل اللہ صاحب مورخہ ۲۴ر رجب ۱۳۸۸ھ)

نیچری:

حضرت کے مایۂ ناز تلمیذ شیخ الاسلام مولانا سید محمد مدنی میاں سجادہ نشین حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی نے راقم الحروف سے ۲۰ر اکتوبر ۱۹۹۰ء کو ہالینڈ میں یہ دونوں واقعہ سنائے کہ

نیچریوں پر طنزیہ تبصرہ فرماتے ہوئے حافظ ملت علیہ الرحمہ نے دوران درس ارشاد فرمایا:

''اگر نے چری'' ہو تو صحیح آواز کہاں برآمد ہوگی'' (یعنی بانسری اگر چر گئی ہے تو آواز صحیح نہیں نکلے گی، یوں ہی نیچری لوگوں کو سمجھ لیجیے جن کے ایمان میں خرابی آگئی ہے وہ صحیح بات کیسے کریں گے)۔

ابوالکلام آزاد:

مشہور کانگریسی لیڈر ابوالکلام آزاد کے بارے میں فرمایا:

''آں جناب جب تک اپنے والد گرامی علیہ الرحمہ کے عقیدہ اور طریقہ پر مولانا رہے اس وقت تک ابو الکلام تھے۔ بعد میں لیڈر بنے تو ''آزاد'' ہو گئے۔

مقالہ یا منہ کالا:

صوبہ بہار کے کسی جلسہ میں ایک صاحب نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ جلسہ حضرت کی صدارت میں ہو رہا تھا اور ماحول ایسا تھا کہ وہ مختلف گروہوں کے آپسی اختلاف کی فضا تھی۔ مقالہ خواں نے ابتدأ اتحاد کے نظریہ کو اجاگر کیا اور اخیر تک پہنچتے ایک گروہ کی وکالت اور طرف داری کا رنگ اختیار کر لیا جس سے بجائے اس کے کہ میل ملاپ کی کوئی شکل نکلتی اور کشیدگی ہوگئی حضرت کی حیثیت ثالث کی تھی جنہیں دونوں طرف کے لوگوں سے تعلق تھا اور دونوں کے خیر خواہ تھے وہ لوگ بھی حضرت کو ایک دوسرے سے کم نہ چاہتے تھے اس مقالہ سے دوسرے گروہ کی دل شکنی ہوئی اور بات سلجھنے کی بجائے اور الجھنے لگی۔ حضرت نے فوراً مائک ہاتھ میں لیا اور فرمایا ایک ہوتا ہے مقالہ پیش کرنا اور ایک ہوتا ہے منہ کالا پیش کرنا۔ آں جناب نے ''منہ کالا پیش کیا ہے''۔

حلقہ یا ہلکا:

ہندوستان کے بعض خطوں میں حضور حافظ ملت کے سلسلۂ ارادت میں داخل ہونے والوں کی خاصی تعداد موجود ہے۔ بالخصوص جمشید پور بہار اور بلرام پور تو اس اعتبار سے حافظ ملت کی راجدھانی کہی جاتی ہے۔ حضرت سال میں کبھی

جب ان مقامات پر گذرتے اور قیام کا موقع ملتا تو حضرت خود حلقہ کی محفل میں شرکت کرتے تھے اور مریدین کو توجہ اور تعلیم سے نوازتے تھے۔ایک بار اسی قسم کی محفلوں کا ذکر آیا تو لوگوں کی عدم توجہی اور غیر مخلصانہ طریقہ کار پر نکتہ چینی کرتے ہوئے فرمایا۔میاں یہ حلقہ ہے یا ہلکا؟ یعنی خلوص محبت اور دل کی لگن کے ساتھ ذکر کی مجلسوں سے حلقہ کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ ورنہ صرف خانہ پری کے لیے گاہے گاہے محض حاضری کا نام حلقہ نہیں ہے ''حلقہ کو اتنا ہلکا نہیں سمجھنا چاہیے''۔

فرشتوں کی ٹرین:

۱۹۶۸ء میں حضرت کے سفر ممبئ میں میں ہمراہ تھا۔ممبئ مرغی محلہ میں عبدالمجید سیٹھ کے مکان کی دوسری منزل پہ قیام تھا۔ بھیونڈی سے جناب سیٹھ عبدالشکور صاحب نے ایک آدمی بھیجا کہ حضرت کو فرصت ہو تو چند گھنٹوں کے لیے دعوت قبول کریں اور بھیونڈی تشریف لائیں حضرت کا یہ خاص مزاج تھا کہ رؤسا اور سیٹھوں سے زیادہ قریب نہ ہوتے تھے مگر ان رئیسوں کی قدر فرماتے جن سے دین کا کام ہو رہا ہو۔سیٹھ عبدالشکور مرحوم رئیس بھیونڈی اور ان کا خاندان بھیونڈی میں دینی خدمات کے معاملہ میں ممتاز ہے اس لیے حضرت ان لوگوں کا بہت خیال فرماتے تھے۔ دعوت منظور کر لی وہ شخص اجازت لے کر بھیونڈی جانا چاہ رہا تھا اس نے کہا کہ وہاں جا کر اطلاع بھی کر دوں اور گاڑی لیتا آؤں حضرت نے کہا نہیں میں لوکل سے چلوں گا۔ روانگی ہوئی لوکل فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں بیٹھے راستے میں آپ نے شیروانی اتاری اور اپنی سیٹ سے اٹھ کر چلے۔ میں سمجھ گیا کہ استنجا کی حاجت ہے میں نے عرض کی حضور یہ لوکل ٹرین ہے اس میں استنجا خانہ نہیں ہوتا۔ حضرت نے متبسم ہو کر فرمایا۔تو کیا لوکل ٹرین میں فرشتے سفر کرتے ہیں؟

منہ صفا:

علما اور بزرگوں سے مصافحہ کرتے وقت ان کی دست بوسی کی جاتی ہے ان کے مبارک ہاتھ آنکھوں سے لگائے جاتے ہیں حضرت کے ساتھ مصافحہ کرنے والے بھی اکثر ایسا کیا کرتے تھے مگر بعض لوگ اس طرح اپنے ہونٹ، آنکھیں اور چہرہ ہاتھ پہ ملنے لگتے تھے کہ کچھ دیکھنے میں بھی اچھا نہ معلوم ہوتا۔مگر حضرت اس وقت ان لوگوں سے کچھ نہ کہتے۔ایک بار نہایت نرم انداز میں فرمایا۔ مصافحہ کا مطلب منہ صفا کرنا نہیں ہوتا۔مگر کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں۔

بنا نہیں بگڑ گیا:

ہدایۃ النحو کا سبق شروع ہو رہا تھا۔ایک طالب علم نے عبارت پڑھی۔لفظ تھا ''بِنائً'' اس کو اس نے پڑھا ''بَنائً'' آپ نے کمال شفقت سے تبسم ریز ہو کر فرمایا۔ارے جنتی بَنَا نہیں۔ یہ تو بگڑ گیا۔

چلنا اور چالنا:

پتلا ناہموار راستہ تھا ارد گرد کیچڑ پڑی تھی اور ہم لوگوں کو بہت جلدی میں کہیں پہنچنا تھا۔مگر ایک شخص ٹانگیں لہراتا ہوا جھومتا جھامتا پورے راستہ کو گھیرے ہوئے چلا جا رہا تھا ہم لوگ اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح آگے نکل جانے کا راستہ

دے دے تو تیز تیز چل کر جلد اپنی منزل پر پہنچ جائیں مگر ایسا نہ ہوسکا۔منزل پر پہنچنے کے بعد حضرت نے فرمایا بعض لوگ چلتے ہیں اور کچھ لوگ چالتے ہیں۔

دیکھنا اور دِکھنا:

نامحرموں کو بالقصد دیکھنا اسلام میں گناہ ہے۔اگر اضطراراً راستہ چلتے ہوئے کسی نامحرم پر نظر پڑ جائے تو پہلی نظر قابل معافی ہے مگر کسی کو بار بار اور قصداً دیکھنا حرام اور ناجائز ہے۔حضرت فرماتے تھے۔ایک ہے دیکھنا اور دوسرا دِکھنا (نظر آجانا) یہ جرم نہیں مگر دیکھنا (ارادۃً نظر ڈالنا) گناہ ہے۔

تقیہ اور تبرّا:

رات میں دو بجے جلسہ ختم ہوا منتظمین نے سونے کے لیے ایک لمبا چوڑا پرانا پلنگ بچھا دیا۔حضرت لیٹے اور تھوڑی دیر بعد نماز تہجد کے لیے اٹھے اس سے فارغ ہو کر سونے کے لیے دراز ہوگئے مگر نیند نہ آسکی، صبح کو فجر بعد میزبان نے پوچھا۔حضرت آپ لگتا ہے سو نہ سکے؟ آپ نے فرمایا۔جی ہاں! آپ خود فرمایئے میں سنی آدمی ہوں۔مجھے ایسی جگہ کیسے نیند آسکتی ہے جہاں نیچے سے تقیہ اور اوپر سے تبرّا ہو رہا ہو۔؟ یعنی پلنگ میں سے نکل نکل کر کھٹملوں نے یلغار کردی تھی اور اوپر سے مچھروں کا حملہ تھا۔

زیادہ نہیں بولتے:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اندر اور بہت سے محاسن کے ساتھ حوصلہ افزائی کا جوہر بھی بے حد تھا۔آپ کی اسی خوبی نے کتنے ذروں کو آفتاب کی تابناکی اور قطروں کو سمندر کی وسعت عطا کردی مگر جب کوئی شخص خودستائی اور ڈینگ کی منزل میں آجاتا تو آپ نہایت لطیف کنایہ سے کبھی طنز بھی فرماتے اور اسے باز رکھنے کی کوشش کرتے ایک صاحب مہینہ میں کئی بار آکر حضرت کے پاس اپنی کارستانیاں پیش کرتے۔فلاں جگہ گیا، یہ تقریر کی اس طرح بحث ہوئی یوں جواب دیا۔حضرت سنتے جاتے اور شاباشی واہ واہی کرتے جاتے، ایک بار حسب معمول وہ صاحب اپنی تقریر شروع کیے ہوئے تھے۔حضرت میں نے فلاں مقام پر بدمذہبوں سے یوں مقابلہ کیا وہ اس طرح بھاگے میں نے یوں پیچھا کیا اس کے بعد حضرت، لوگوں کے اصرار پر میں نے چار گھنٹے تقریر کی۔حضرت نے نہایت ناگواری کے باوجود نہایت اطمینان سے اپنے مخصوص لہجہ میں فرمایا۔مولانا تقریر کرنا اور دین کی تبلیغ کرنا بہت بڑا کام ہے۔مگر ''زیادہ نہیں بولتے'' سمجھے آپ، انہوں نے کہا۔جی ہاں!

قیلولہ یا لیلولہ:

ظہر بعد کا مدرسہ تھا حضرت کے پاس پہلی گھنٹی تھی، طلبہ درسگاہ میں پہنچے۔جماعت کے کچھ طلبہ موجود نہیں تھے حضرت نے ان کے بارے میں پوچھا فلاں فلاں کہاں ہیں۔موجود طلبہ ابھی حضرت کی بات کا جواب دے نہیں سکے

تھے۔ اتنے میں وہ لڑکے آگئے۔ ان کے چہروں پر حضرت نے نیند سے فوری بیداری کے آثار دیکھ کر فرمایا۔

''قیلولہ کرنا ہمارے سرکار کی سنت ہے۔مگر سنت وہیں تک ہے کہ قیلولہ طویل ہو کر لیلولہ نہ بن جائے''

اب ذیل میں مولانا صابر القادری نسیم بستوی مصباحی اور کچھ دوسرے مصباحی حضرات کے بیان کردہ نکات لکھے جاتے ہیں۔

گھر جاؤگے تو گِھر جاؤگے:

ایک مرتبہ راقم الحروف رخصت حاصل کرنے کے لیے حافظ ملت کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب میں نے عرض کیا کہ حضور! مجھے گھر جانے کے لیے اتنے ایام کی رخصت چاہیے۔آپ نے برجستہ اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا۔ ''گھر جاؤگے تو گِھر جاؤگے'' یہ کہہ کر مجھے رخصت عنایت فرمادی۔ اس مفہوم کو مولانا محمد اسلم مصباحی نے زیر اور زبر کا فرق کے عنوان سے بیان فرمایا ہے۔(معارف حافظ ملت ص ۶۳)

عالِم یا آلم:

غلط کار اور بدکردار برائے نام عالموں یا بد مذہبوں کے سربراہوں اپنے گروہ کی قیادت کرنے والے رسوائے زمانہ اور مذہب وملت کے پیشہ ور تخریب پسندوں پر بھرپور مگر مہذب ولطیف طنز فرماتے ہوئے کہا کرتے۔

''یہ عالم نہیں بلکہ آلم ہیں''

عالم اور آلم کے معنوں کا فرق محسوس کرکے آپ فوراً خود بھی اپنا فیصلہ کچھ اس انداز میں صادر کیے بغیر نہ رہیں گے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک
کجا ذرّہ کجا خورشید افلاک

مِیلا نہیں مَیلا:

حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کے آستانہ مبارکہ پر عرس کی تقریب تھی۔ ہر طرف سے لوگ جوق در جوق حاضری کے لیے جارہے تھے۔ایک شخص آیا اور اس نے کہا حضرت مخدوم صاحب کا میلا لگا ہے۔ میں جانا چاہتا ہوں اور میری بیوی بھی جانے کو تیار ہے۔ یہ سن کر حضرت نے نہایت شدت سے اظہار ناراضگی فرمایا۔اور کہا۔عرسوں کی مبارک تقریبات میں لہو ولعب اور عورتوں کی شرکت نے اس کو میلا بنادیا۔

''ان لوگوں کا یہ مِیلا نہیں مَیلا ہے''

اصل اونچائی:

ایک متعلق شخص الجامعۃ الاشرفیہ کی فلک بوس عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گفتگو کررہا تھا اس کا روئے سخن حضرت کی طرف تھا۔ حضرت اب تو مدرسہ بہت اونچا ہوگیا ہے۔ ماشاء اللہ کیا کہنا۔ حضرت نے فرمایا میاں صاحب

اس کے اونچا ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی عمارتیں اونچی ہوگئی ہیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کا نظام تعلیم وتربیت اور کام اونچا ہوگیا ہے۔

زیروزبر:۔

گونڈہ ضلع کے ایک جلسہ میں۔ ''موت العالم موت العالم'' کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ عالم اور عالم میں زیروزبر کا فرق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عالم ہے تو عالم ہے۔ عالم نہیں تو عالم نہیں۔ بلکہ جب عالم کی موت ہوتی ہے تو عالَم زیروزبر ہوجاتا ہے۔

خالی ہاتھ کا مطلب:

کسی جلسہ میں ایک مرتبہ اختیار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا ذکر کرتے ہوئے۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دوجہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

پڑھ کر ارشاد فرمایا۔ اس شعر کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ ہاتھ خالی تھا اور خالی ہاتھ نعمتوں سے بھر گیا۔ اور اس شعر کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صرف دست پاک میں دوجہاں کی نعمتیں ہیں۔ (روایت مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری)

بازآئی کا دو مطلب:

ایک طالب علم رخصت لینے کے بعد بوقت روانگی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضرت ملا جامی علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ دعائیہ شعر

بہ سفر رفتنت مبارک باد بسلامت روی وباز آئی

پڑھ کر فرمایا۔ اس شعر کا ایک مطلب یہ ہے کہ خیرت کے ساتھ جاؤ اور خیریت کے ساتھ رہو پھر سلامتی اور خیریت کے ساتھ واپس آکر اپنے کام میں مصروف ہوجاؤ۔ اور ایک مطلب اس شعر کا یہ بھی ہے کہ اس کے بعد اس حرکت سے باز آجاؤ اس لیے کہ بار بار آنا جانا تعلیم کے لیے سخت مضر ہے۔ (روایت مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری)

پڑھنا اور پھاڑنا:

مولانا صابر القادری نسیم بستوی مصباحی راوی ہیں:

''پڑھنے پڑھانے کے معاملہ میں جو طلبہ بد ذوق ہوتے۔ اور برائے نام بس درس میں شرکت وشمولیت کی حد تک ہی طالب علم ہوتے۔ ان کے متعلق فرماتے۔ ''میاں کچھ لوگ پڑھتے ہیں۔ اور کچھ پھاڑتے ہیں (یعنی کتابوں کی ناقدری کرتے ہیں)

ممتاز ممتاز رہے گا:

بمبئی کے ساحل سے حجاج کرام کا سفینہ روانہ ہونے والا تھا۔ حضور حافظ ملت کے فدائیوں اور شیدائیوں کی ساحل پر بھیڑ جمع تھی۔ آنکھوں میں محبت والفت کے موتی جھلمل جھلمل کر رہے تھے۔ لوگ مدینے کے مسافر کے دست و پا چوم رہے تھے۔ حضرت کے داماد جناب حافظ ممتاز احمد واصف حضرت سے بغل گیر ہوئے تو وفور جذبات میں بے قابو ہو کر ان کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ حافظ ملت نے سر پر دست شفقت پھیرا اور پیشین گوئی فرمائی۔

''فکر نہ کرو انشاء اللہ ممتاز ممتاز رہے گا''

اس تھوک پر کون نہ تھوکے گا:

دارالعلوم اشرفیہ کے شعبۂ حفظ وقراءت کے شیخ حضرت قاری عبد الحکیم صاحب ''حافظ ملت کے ساتھ دارالعلوم کی عمارت میں داخل ہوئے۔ آنگن کی دیوار پر کسی نے پان کھا کر نہایت بدنما داغ بنا دیا تھا''۔ حافظ ملت کی نظر پڑی تو فرمایا۔

''قاری صاحب اس تھوک پر کون نہیں تھوکے گا'' (معارف حافظ ملت ص ۶۴)

امام کی کھانسی کھانسیوں کی امام:

رفیق محترم مولانا یٰسین اختر مصباحی نے بیان کیا کہ ایک بار کہیں مسجد میں نماز باجماعت پڑھی امام صاحب کو کھانسی بہت آتی رہی یا کہا جائے وہ کھانستے رہے۔ بعد نماز حضرت نے فرمایا:

''امام صاحب کی کھانسی کھانسیوں کی امام ہے''

جہل پڑھنا خود جہل ہے:

مدراک شریف (سورۃ الکہف) کی عبارت ہے۔

یعنی ان قولھم ھذا لم یصدر عن علم ولکن عن جَھل مفرط''

مولانا محمد اسلم عزیزی گورکھپوری نے عبارت خوانی کے دوران لفظ جیم کو زیر کے ساتھ پڑھ دیا۔ اس پر فرمایا:

''جِہل پڑھنا خود جَہل ہے''

اَشرفی اور اَشَرُفی:

ایک صاحب نے خانوادۂ اَشرفیہ کے کسی فرد کے غیر مستحسن کردار کا ذکر کرتے ہوئے لفظ اَشَرُفی استعمال کیا تو برجستہ فرمایا ''اَشرفی بگڑا بھی تو اَشَرُفی ہو گیا''۔

یہ نقل ہی اصل ہے:

مبارک پور کے ایک جلسہ میں ایک مقرر نے وہابیوں کے عقیدہ ''نماز میں حضور کا خیال نہ آئے'' کا رد بلیغ کیا تھا۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی تقریر کے درمیان مقرر کے رد بلیغ کی تائید میں فرمایا ''نماز اداے رسول کی نقل کا نام ہے پھر یہ کیسے ممکن کہ نماز میں حضور کا خیال نہ آئے'' اور اپنے اس دعویٰ کو "صلوا کما رأیتمونی اصلی" (بخاری ج ا ص ۸۸ یعنی میرے نماز پڑھنے کے طریقہ پر نماز پڑھو) کی روشنی میں اس طرح واضح فرمایا کہ ہر خاص وعام کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ واقعی نماز اداے رسول کی نقل کا نام ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ نقل ہی اصل ہے۔

چھپانا اور چھپانا:

حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی ایک تقریر کے لیے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے حکم کی تعمیل میں مبارک پور تشریف لائے اور وہابیہ کی کتابوں کے حوالہ سے وہابیت کا بطلان آفتاب نیم روز کی طرح واضح کردیا۔ وہابیوں کے پاس اس کا کوئی جواب تو تھا نہیں، قصبہ میں یہ سرگوشیاں ہونے لگیں، اس طرح نہیں بولنا چاہیے ۔ ان سرگوشیوں کا ذکر حضرت حافظ ملت کی بارگاہ میں ہوا تو برجستہ ارشاد فرمایا ''چھپانا تھا تو چھپایا کیوں''؟ (بتوثیق قاری عبدالحکیم صاحب قبلہ گونڈوی)

اور بہت کچھ ہیں:

ایک صاحب ایک مصباحی عالم کی شکایت لے کر آئے ۔ حضرت! انہوں نے یہ خرابی کی ۔ یہ نقصان کیا ۔ یوں بے خوفی دکھائی ۔ ہمیں ان سے یہ امید نہیں تھی ۔ کیوں کہ وہ آپ کے شاگرد ہیں ۔ دیر تک اپنی تقریر سنانے کے دوران انہوں نے بار بار اسی جملہ کی گرہ لگائی کہ ''وہ آپ کے شاگرد ہیں۔

حافظ ملت نہایت صبر وتحمل سے ۔ سنتے رہے پھر یک بیک اپنے دونوں ہاتھوں کو زانو پر مار کر سر اٹھایا اور گرجدار آواز میں فرمایا۔

جی ہاں! وہ میرے شاگرد ہیں۔ مگر اس سے بہت پہلے ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ سیدنا امام اعظم کے مقلد ہیں اور مسلمان با ایمان بھی ہیں۔ حضرت کی پر جلال آواز میں انہوں نے جواب باصواب سنا تو سٹپٹا گئے ۔ اس کے بعد پھر کبھی اس بات کا ذکر نہ کیا''۔

آج کل کئی خانقاہیں خوامخواہ بن چکی ہیں ۔

آج کل بنام پیر بہت لوگ پیڑ (درد) بن چکے ہیں

آج کل کے بہت سے پیران نابالغ مرید کے نام پر لوگوں کو مریض بناتے ہیں اور ''خلافت'' نہیں خالی آفت تقسیم کرتے ہیں (حافظ ملت)

لمبا پاجامہ:

ایک طالب علم کے پاجامے کی مہریاں ضرورت سے زیادہ لمبی تھیں۔ ٹخنوں کو چھپاتے ہوئے زمین پر گھسٹ رہی

تھیں بایں حال وہ حافظ ملت کی درسگاہ کے سامنے سے گزرا۔ اتفاقاً اس پر حافظ ملت کی نظر پڑ گئی بلاکر پوچھا! آپ نے ازار کو پہن رکھاہے یا ازار نے آپ کو پہن رکھا ہے ۔ طالب علم ہیبت سے کانپتے ہوئے! حضرت! درزی نے لمبا کردیا۔۔۔ یہ کہتے ہوئے پاجامے کو کمر کے پاس لپیٹنے لگا۔ حضرت نے فرمایا:

اوپر کی طرف موڑنا بھی کف ثوب ہے ۔ اور نیچے کی مہری کا موڑنا بھی کف ثوب ہے دونوں طرح سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ ٹخنے کے اوپر تک چھوٹا کرائیے ۔

ہم مذہب اور ہم مطلب:

قصبہ لار ضلع دیوریا کے دیندار رئیس جناب مقبول انصاری صاحب رضوی ، حافظ ملت کی شخصیت اور کارناموں کے دلدادہ ہیں انہوں نے اپنے ایک کارخانہ کا منیجر، کسی دیندار عالم خاندان کے فرد کو بنایا تھا۔ مگر منیجر خلاف توقع شاطر نکلا، ایک ملاقات کے دوران مقبول انصاری صاحب حافظ ملت سے منیجر کی شکایت بایں الفاظ کررہے تھے ۔ حضور! میں نہیں سمجھ رہا تھا کہ ہمارے ''ہم مذہب'' ہوکر ہمارے ساتھ ایسا کریں گے؟

حافظ ملت نے فرمایا: انصاری صاحب! آج کل انسان ''ہم مطلب پہلے ہوتا ہے ، ہم مذہب بعد میں''۔ اب اس برجستہ جملہ کے حوالے سے بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان صاحب اعظمی قبلہ جیسے کلام فہم اور زبان داں کا ، حافظ ملت کے کلام بلاغت نظام پر تأثر ملاحظہ کیجیے۔

''سیٹھ صاحب پر اس جملہ کا جو اثر ہوا ہو۔ لیکن میرا یہ حال ہے کہ جب جب اس کی یاد آتی ہے ۔ لطف ولذت سے ہوش گوش کے ساتھ ساتھ دل ودماغ بھی سرشار ہوجاتے ہیں۔ ہم مطلب کو مطلبی اور خودغرض کے معنی میں میرے کانوں نے زندگی میں پہلی بار سنا۔ اور عجب نہیں اردو زبان میں پہلی دفعہ یہ لفظ اس معنی میں استعمال بھی کیا گیا ہو۔ لیکن موزونیت اور برجستگی کا یہ عالم ہے کہ زبان کے پورے ذخیرے میں اس موقع پر اس معنی کو ادا کرنے کے لیے شاید اس سے زیادہ موزوں کوئی لفظ نہ ملے ۔ مخاطب کے کلام کو اس کی مراد کے خلاف ، طریق استعمال میں ادنی تغیر کرکے پلٹ دینا۔ معانی وبلاغت کی انوکھی دستکاری ہے''۔ (اشرفیہ، حافظ ملت نمبر ص ۱۴۶،۱۴۵)

بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی لکھتے ہیں

مرشد برحق آقائے نعمت حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار علمی عملی اخلاقی روحانی اعلی درجہ کی خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا اور محاسن وہبی وکسبی ذاتی اور عرضی سے مزین کیا تھا۔ انہی خوبیوں میں ایک خوبی یہ تھی کہ قدیم صوفیا حکما اور اخلاقیین کی طرح آپ کی زبان فیض ترجمان سے بھی موقع بموقع ایسے کلمات صادر ہوتے ہیں جو ضرب المثل بنائے جانے کے لائق ہیں۔ اور ان میں اختصار اور ایجاز کے ساتھ معانی وحکم کے سمندر موجزن ہیں۔ جن میں کسی نہ کسی قسم کی علمی یا لسانی طرفگی یا لطافت حکمت ضرور پائی جاتی ہے ۔ یا زندگی کے کسی اہم مسئلہ پر، پر لطف انداز میں

رہنمائی اور ہدایت موجود ہے“۔

انہوں ہی نے فرمایا:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ شاعر نہیں تھے، کبھی آپ نے کچھ اشعار کہے تھے ان کی فنی حیثیت کیا تھی، زبان و بیان اور اسلوب نگارش کیا تھا معلوم نہیں۔ لیکن طبع رسا اتنی موزوں، فطرت اتنی سلیم واقع ہوئی تھی کہ برجستہ بھی جو کلام آپ کی زبان سے ادا ہوتے نظم کا لطف اور شعر کا مزا دے جاتے تھے“۔

☆☆☆



(تیئسواں باب)

سفرِ آخرت

لبریز وہیں رہ کے ہراک جام کروں گا
مرقد ہی سے میخانے کا ہر کام کروں گا
مئے خانہ میرے بعد مرا بند نہ کرنا
میں زیرِ زمیں جاتاہوں آرام کروں گا

(بدر)

سفر آخرت

موت برحق ہے۔ جو اس دنیا میں آتا ہے اسے ایک دن اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کرنا ہی پڑتا ہے۔ اللہ کے سوا ہر شئی فانی ہے۔ صرف وہی حی و قیوم ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

انبیا کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کی فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے

(اعلیٰ حضرت قدس سرہ)

انبیائے کرام اور ان کے سید و سردار مدینے کے تاج دار ﷺ کی حیات کے صدقے میں نائبین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از مرگ وہ حیات پاجاتے ہیں جس پر زندگی خود ناز کرتی ہے۔

حضور حافظ ملت اس دنیا میں تشریف لائے۔ انہوں نے اپنی حیات کا لمحہ لمحہ غلبۂ اسلام کے لئے وقف کر دیا تھا ان کی ہر ادا اور ہر صدا سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا آئینہ تھی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کی ۴۳ سالہ زندگی کا ہر ہر لمحہ بلا مبالغہ خدمت دین متین، فروغ علم اسلام، شخصیات کی تعمیر اور قوم و ملت کے تحفظ اور پاسبانی میں صرف ہوا۔ مبارک پور کی سرزمین کو میدان عمل بنا کر ہندوسندھ کی سرزمین سے لے کر یورپ و امریکہ اور آسٹریلیا و افریقہ تک دین وسنیت اور سرور دین و دنیا کے علم و عشق اور عقیدت کا ایسا اجالا برپا کر دیا کہ نہ صرف ان کے اپنے عہد کی نسل اس نور کی برسات سے سیراب و مسرور ہوگئی بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی آپ کے تقدیسی کارنامے منارۂ نور بنکر ان کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔

رب عظیم کو اپنے اس بندۂ نیک اور مرد مومن سے اپنے دین اور اپنے حبیب لبیب ﷺ کے علم شریعت و سنت کے فروغ و اشاعت کا جو کام لینا تھا جب اس کی تکمیل ہوگئی تو وعدۂ الٰہیہ کے مطابق اسے بھی یہاں سے کوچ کرنا پڑا۔

اللہ اکبر! حضور حافظ ملت عروس مرگ سے ہم آغوش ہوگئے۔ وہ اپنے رب سے ایسے واصل ہوئے کہ زندگی ان کی موت پر رشک کرنے لگی۔ آج بھی ان کا نام زندہ ہے۔ ان کے نقوش قدم سے وہ شعاعیں پھوٹ رہی ہیں کہ بس۔

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بھٹک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

ان کے نقش قدم کا جس نے بھی سراغ پالیا وہ ہرگز ہرگز نہ بہک سکتا ہے نہ بھٹک سکتا ہے۔

آپ جب تک زمین پر رہے، چلتے ہی رہے، کام کرتے ہی رہے، زندگیاں نکھارتے رہے، تقدیریں سنوارتے رہے، کبھی شکست خوردہ نہ ہوئے، ہمیشہ ہر محاذ پر کامیاب و کامران رہے جب تک اس زمین پر رہے آسمان بن کر رہے۔ اور میرا حسن ظن ہے کہ آج وہ زیر زمین آرام فرما ہیں۔

بستر علالت سے آغوش لحد تک:

حضور حافظ ملت کے خلف اکبر اور جانشین، عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب موجودہ سربراہ اعلی الجامعۃ الاشرفیہ۔''حضرت حافظ ملت کے چند آخری ایام'' کے عنوان سے رقم طراز ہیں:۔

''وصال سے پہلے رمضان میں آپ مکان پر سخت بیمار ہو گئے تھے۔ہم اپنے محسن سے ناامید ہو گئے تھے،آنسو بہاتے تھے بارگاہ ایزدی میں التجا کرتے تھے کہ الہ العالمین ہماری عمروں میں سے کاٹ کر کشتی کے اس کھیون ہار کو دے دے۔اس حالت میں ہمیں دلاسا دیتے تھے کہ میں انشاء اللہ ابھی زندہ رہوں گا۔پریشان ہونے کی ضرورت نہیں!''

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور۔حافظ ملت نمبر جلد ۳ شمارہ ۲۹،۳۰،۳۱ جون جولائی اگست ۱۹۷۸ء ص ۲۳۹)

شدید علالت میں بھی رمضان کے پورے روزے رکھے:

حضور حافظ ملت نے شدید علالت کے باوجود رمضان المبارک کے پورے روزے رکھے۔حالانکہ شریعت نے ایسی حالت میں رخصت دی ہے لیکن آپ نے فرمایا:۔

''جو ثواب رمضان میں ملتا ہے وہ اس کے بعد کی ادائیگی میں تو نہیں مل سکتا''

اس شدید علالت کی حالت میں بھی پنج وقتہ نمازیں کھڑے ہو کر ادا کرتے،تہجد کے وقت اٹھ کر خود سے وضو کرتے اور کھڑے ہو کر ہی یہ نماز بھی پڑھتے۔ماہ شعبان ہی میں حضرت کو موتیابند کی شکایت لاحق ہو گئی تھی۔شوال کے بعد بہرائچ شریف میں آنکھ کے آپریشن کی تیاری ہوئی۔آپریشن کے وقت آپ درود پاک کا ورد کرتے رہے۔آپریشن ہو بھی گیا مگر آپ کو احساس تک نہ ہوا کہ آپریشن کب ہوا۔آپریشن کے بعد خود ہی فرمایا:۔

''سب درود شریف کی برکت ہے کہ مجھے پتہ تک نہ چلا کہ ڈاکٹر نے کب اپنا کام ختم کیا''

ڈاکٹر نے آپ کو اسپتال سے ڈسچارج کرنیکی اجازت اس شرط پر دی کہ آپ مبارک پور تشریف نہ لیجا کر بلرام پور میں پندرہ روز آرام کریں اس کے بعد جانچ کے لئے پھر بہرائچ تشریف لائیں۔آپ نے اس تاکید کو بہرحال مان لیا۔بلرام پور میں اپنے مرید خاص ڈاکٹر عبدالمجید خاں صاحب کے یہاں پندرہ روز قیام فرمایا۔ٹھیک پندرہ یوم بعد خود فرمایا اب جانچ کے لئے بہرائچ چلیے۔جانچ کے بعد مبارک پور کا سفر کیا۔ٹھنڈک کی وجہ سے کھانسی کی شکایت ہو گئی جو آنکھ کے لئے بہت ہی مضر ہے مگر اسی حالت میں مبارکپور آکر جامعہ کی ضروریات پوری کرنیکی تدابیر کرنے لگے۔

اسی دوران ہوڑہ سے حاجی قاسم صاحب نے دعوت دی جس پر علامہ ارشد القادری صاحب کی سفارش تھی۔آپ ایسے عالم میں بھی حضرت عزیز ملت کو ساتھ لے کر ہوڑہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

ہوڑہ سے ایک ہفتہ بعد واپسی ہوئی۔اس کے بعد حضرت مولانا سید حامد اشرف صاحب کے اصرار پر دارالعلوم محمدیہ ممبئی کی دعوت منظور کر لی۔اسی موقع پر حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب نے ''شہید اعظم کانفرنس'' کی دعوت کی، آپ نے اسے بھی منظور فرمالیا۔

آٹھ دس دنوں بعد ممبئی سے واپسی ہوئی ۔ چونکہ آپریشن کے بعد سے اب تک آنکھ کی روشنی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا تھالہذا جانچ کے لئے پھر بہرائچ جانا طے کیا ۔ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد بتایا کہ پتلی کے اوپر خون جم گیا ہے ۔ڈاکٹر نے بذریعہ آپریشن اسے دور کیا اسپتال سے واپسی پر پھر دینی امور اور تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔

مارچ کے مہینے میں طبیعت بہت زیادہ ناساز ہوگئی سارے پروگرام منسوخ کردیے۔

جو زندگی بھر کام کرتا رہا، جس نے کبھی آرام نہ کیا اس نے فرمایا:۔

مجھے مبارکپور سے کہیں اور لے چلو آرام کی ضرورت ہے''

آرام کے لئے آپ بلرام پور تشریف لے گئے کچھ دنوں بعد حضرت کو دیکھنے کے لئے عزیز ملت مجھے اپنے ہمراہ لے کر بلرام پور تشریف لے گئے ۔ مجھے دیکھ کر حضرت بہت مسرور ہوئے بہت بہت دعائیں دیں ، میری اشاعتی خدمات کو احباب اور مریدین کی مجلس میں سراہا اور ماہنامہ اشرفیہ کی اشاعت کو بڑھانے پر زور دیا۔ کچھ مخلصین ماہنامہ کے خریدار بھی بنے۔

بلرام پور سے بنارس کو روانگی :۔

حضرت حافظ ملت کو جمشید پور جانا تھا لیکن علالت کو دیکھتے ہوئے بلرام پور کے جاں نثار مریدین بالخصوص ببکل اتساہی اور ڈاکٹر عبدالمجید خاں وغیرہ نے آپ کو جمشید پور جانے سے روک لیا تھا اس پر حضرت نے اظہار برہمی بھی فرمایا تھا۔

بنارس میں حاجی عبدالحکیم صاحب کے یہاں گیارہویں شریف کی سالانہ محفل نیاز اور حاجی غلام یاسین صاحب کے یہاں شادی کی تقریبات منعقد ہونے والی تھیں ۔ بنارسی صاحبان حضرت کو بنارس لے جانا چاہتے تھے مگر حافظ محمد حنیف، ببکل اتساہی اور ڈاکٹر عبدالمجید صاحبان یہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ بیماری کے عالم میں اتنا طویل سفر کریں ۔ان حضرات نے حضرت سے بلرام پور ہی میں قیام فرمانے کی درخواست کی مگر حضرت بنارس جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

بلرام پور سے رخصت کے وقت آپ نے حافظ محمد حنیف صاحب سے فرمایا:۔

''اب بلرامپور نہیں آنا ہے''

حافظ صاحب اور دیگر حاضرین گھبرا گئے کہ شاید حضرت ایسا ناراضگی کی وجہ سے فرمارہے ہیں ۔ بمشکل تمام حافظ محمد حنیف صاحب نے ہمت کر کے وجہ دریافت کی ۔اس پر آپ نے فرمایا:۔''ہر بات معلوم نہیں کیا کرتے''

عقیدت مندوں کو کیا خبر تھی کہ واقعی یہ آپ کا آخری سفر ہے اور آپ ہمیشہ کے لئے جدائی کی خبر دے رہے ہیں

وصال سے قبل ایک جمعہ کا منظر:

۱۴ رمئی ۱۹۷۶ھ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ کے جمعہ کی منظر کشی شہزادۂ حافظ ملت مولانا عبدالحفیظ صاحب نے اپنے قلم سے یوں فرمائی ہے۔

۱۴ رمئی جمعہ مبارکہ کا دن پوری آب وتاب کے ساتھ رونق بخش ہے ۔ مسجد راجہ مبارک شاہ میں حضرت کو دیکھ کر

،لوگوں کے لئے وہ دن یوم عید ہوجایا کرتا تھا،مخلصین وکرم فرما حضرت کی معیت میں نماز جمعہ ادا کرنے جارہے ہیں۔

اذان ثانی ہونے کے بعد حضرت منبر پررونق افروز ہوئے ،نصیحت آمیز عربی خطبہ دینے کے بعد نماز پڑھائی۔نماز ختم ہوگئی لوگ سنتیں پڑھ رہے ہیں ۔مسجد کا صحن اپنی کوتاہ دامنی کا شکوہ کررہا ہے ۔لوگوں کی نگاہیں کسی کی زیارت کے لئے بیتاب ہیں۔کچھ لوگ (مسجد کے)اندر سے ایک بابرکت ہستی کو اپنے جلو میں لئے چلے آرہے ہیں ۔ بے چین نگاہوں سے مسرت کے چشمے ابلنے لگے ۔خوشیوں کا سماں جاگ اٹھا۔دھوپ کی تپش سے بے پرواہ لوگ آگے بڑھے اوراس بابرکت ہستی کی دست بوسی کرنے لگے ۔عاشقوں کا ایک ہجوم ہے جوختم نہیں ہونا چاہتا۔کمزورنحیف انسان چہرے پر رحمت وانوار کی برکھا لیے پروانوں کودعائیں دیتا ہوا آگے بڑھتا جارہا ہے ۔اوراب فرش سے گزرکر مسجد کی سیڑھیوں سے اتر رہا ہے ۔لوگ کائی کی طرح پھٹتے جارہے ہیں۔ دست بوسی کے لیے ہر شخص قدموں میں بچھا جارہا ہے ۔سیڑھی کے نیچے صحن میں دورویہ حاجت مندوں کی جماعت سورج کی شعاعوں سے بے نیاز اپنے بزرگ کے انتظار میں کھڑی ہے ۔وہ سب کو اپنے فیوض و برکات سے نوازتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے ۔عقیدت مندوں کی بھیڑ ہمرکابی میں چل رہی ہے ۔اب لوگ نگاہوں سے نذرانہ خلوص نچھاور کرتے مختلف راستوں پر مڑتے جاتے ہیں لیکن اب بھی کچھ لوگ بابرکت ہستی کو لیے جارہے ہیں ۔ایسا لگتا ہے سب کچھ قربان کردیں گے ۔قافلہ آگے بڑھتا جارہا ہے۔رہائش گاہ آگئی ۔ضرورت مند اپنی ضروریات کو سینے سے لگائے کھڑے ہیں۔ ہر شخص اس مختصر معیت پر نازاں اور مسرور ہے ضعف وناتوانی آرام کرنے پر مجبور کررہی ہے ۔چونکہ حضرت بس کے ایک طویل سفر سے آئے ہوئے تھے ۔تھکان تھی ہی۔اس پر مستزاد ضعف ونقاہت کا عالم پروانوں کو کچھ اشارہ کر کے اندر چلے جاتے ہیں ۔بستر پرآرام کرتے ہیں ۔کئی روز سے بخار آرہا ہے تکان اور دھوپ کی شدت نے بخار میں اور اضافہ کردیا۔شدت اتنی بڑھی کہ غنودگی طاری ہوگئی ۔سب لوگ نروس ہو گئے ،مایوس نظر آنے لگے ۔دل دھڑکنے لگے ۔زبانیں گنگ ہونے لگیں ۔بخار نے اپنا خطرناک اثر مرتب کردیا تھا کہ التجاؤں نے اجابت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔آنکھیں کھلیں ۔حالت کچھ سدھرنے لگی ۔آہ! جو دوسروں کے لئے ہمیشہ سہارا بنتا رہا آج سہارے کے بغیر نقل وحرکت نہیں کرسکتا تھا“ (المصباح ص:۲۴/۲۵)

یہ انتقال سے پہلے کے جمعہ کا منظر تھا اب اس کے بعد کی داستان ملاحظہ ہو۔

جدائی کا آخری دن:

عزیز ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ و جانشین سجادۂ حافظ ملت حضرت کے آخری روز کی کیفیت اپنے قلم سے یوں رقم طراز ہیں ۔

تیری آہ صبح گاہی ترا نالۂ شبانہ
یہی باب رہ گیا ہے شب غم کی داستاں سے

دن کے ڈھائی بج چکے تھے ،دھوپ کی تمازت اپنے شباب پر تھی ،نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد فطرتا ہمیں کچھ دیر آرام کرنا چاہئے تھا ،مگر ہم لوگ معمول کے مطابق بخاری شریف لے کر حضرت کی بارگاہ میں پہونچے ۔حضرت بھی نماز د

وظائف سے فارغ ہو چکے تھے۔اپنے حکیمانہ انداز میں تکلم ریز ہوتے ہیں۔اور درس بخاری کے ضمن میں رموز ونکات کے گوہر بکھیرتے ہیں۔پھر سبق ختم ہونے کے بعد اس پروگرام کا تذکرہ کرتے ہیں جس کے لئے مجھے خلیل آباد جانا تھا۔عاجز قدم بوسی کے بعد الٹے پاؤں واپس ہو گیا میں اور میرے ہم سفر مولانا سید اصغر امام صاحب گھوسی کے لئے روانہ ہو گئے یہ سوچ کر کہ رات گھوسی میں گزارنے کے بعد صبح بستی کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔حافظ ملت کی زندگی کا آخری دن بھی درس بخاری سے خالی نہ رہا اور یہی حافظ ملت کی تمنا بھی تھی۔اب شام ہو چکی تھی ڈوبنے والا سورج کسی مقدس پیشانی کی بلائیں لے رہا تھا،اور مبارکپور کے در و دیوار پر حسرت بھری نگاہ ڈالتا ہوا رخصت ہو چکا تھا۔ہواؤں کی خنکی بدستور چھا گئی۔اب نہ دن کا ہنگامہ تھا۔اور نہ دھوپ کی تمازت۔بلکہ ہر طرف سکوت ہی سکوت تھا۔ادھر نوشتہ قدرت کچھ اور ہی تھا۔رفتہ رفتہ رات کی سیاہ زلفیں ہر طرف بکھر گئیں۔آج کا دن بڑے سکون سے گزرا تھا۔اور رات بھی حضرت کے لئے اور راتوں کی بہ نسبت پرسکون تھی۔اور اب تو انہیں ایک ایسا سکون ملنے والا تھا جس سے بڑھ کر کوئی سکون نہیں طلبہ اپنی اپنی کتابیں لے کر مصروف مطالعہ ہیں گیارہ بج چکے ہیں۔حضرت کے پاس سے ملاقاتیوں کی بھیڑ چھنٹ چکی ہے۔رات کو حضرت خلاف معمول دولت کدہ سے باہر تشریف لائے۔اور مجھ ناچیز کو یاد کرنے لگے۔عبد الحفیظ آئے کہ نہیں ؟لوگوں نے کہا حضرت وہ تو آپ سے کل تک کی اجازت لے کر گئے ہیں۔وہ اس وقت گھوسی ہوں گے کل وہاں سے بستی جانے والے ہیں۔اتنا سن کر حضرت نے کچھ توقف فرمایا۔اور مایوس کن لہجے میں گویا ہوئے۔

''اس کا مطلب کہ میں عبد الحفیظ کا انتظار نہ کروں''

یہ کہہ کر اندر تشریف لے گئے۔اور دروازہ بند کر لیا۔جوں ہی تشریف لے گئے کھانسی شروع ہوئی۔اور اس حد تک بڑھی کہ قے ہونے لگی۔چراغ بجھایا جا چکا تھا والدہ محترمہ سے فرمایا:۔

''چراغ روشن کرو اور دیکھو کس قسم کی قے ہو رہی ہے''

چراغ جلایا۔اور یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی۔کہ خون کی قے تھی۔فرمایا یہ تو خون ہے۔اتنا سننا تھا کہ حضرت کا جسم نرم پڑنے لگا۔اتنے میں محلے پڑوس کے لوگ بھی آ گئے۔اور حضرت کو اٹھا کر چارپائی پر لٹایا۔ایک بار حضرت کا دہن مبارک کھلا اور پھر ہمیشہ کے لئے سکوت پذیر ہو گیا۔'' (المصباح ص ۲۴/۲۳)

''دو آدمی اپنی اپنی موٹر سائیکل لے کر گھوسی پہونچے۔میں مدرسہ شمس العلوم میں سو رہا تھا۔رات کے دو بج رہے تھے۔لوگوں نے اٹھا کر مجھے مبارکپور چلنے کے لئے کہا۔اگر چہ ان لوگوں نے کسی طرح مجھ پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔مگر اچانک ان لوگوں کا اس طرح میرے پاس پہونچنا کچھ معنی رکھتا تھا۔دل پر کچھ عجیب رقت طاری ہوئی اور میں پکار اٹھا۔انا للہ وانا الیہ راجعون سیدھے آ کر موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا۔اور ہوا سے ٹکراتے ہوئے ہم لوگ بہت جلد مبارکپور پہونچ گئے۔(المصباح ص ۲۴)

اس کے بعد مبارکپور کے سوگوار ماحول کا حال حضرت عزیز ملت اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

''مبارکپور کا ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔اپنے اور غیر کی تمیز مشکل ہو گئی تھی۔وہ لوگ جو زندگی میں جانی دشمن تھے

آج وہ بھی اشکبار تھے ...اپنے اور بے گانے بھی اللہ کے اس نیک بندے کا آخری دیدار کرنے غم و اندوہ کے فطری جذبات کے ساتھ آتے اور زیارت سے شرفیاب ہوکر لوٹتے ۔آج ان کے چہرہ پرسکون تھا۔

ہم تو پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی

ہے شب گور بھی اس گل سے ملاقات کی رات

(حافظ ملت نمبر۔ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ص ۲۴۸/۲۴۹)

حضور حافظ ملت کا وصال :۔

آہ! کسے معلوم تھا کہ ۳۱ مئی ۱۹۷۶ء کا آفتاب نہیں غروب ہورہا ہے بلکہ وہ مہر درخشاں نگاہوں سے اوجھل ہونے والا ہے جس کی ضیا پاشی سے عالم اسلام کا گوشہ گوشہ نور بار تھا۔

جس کی تب وتاب اور توانائی سے علم وفضل کی کائنات میں روشنی اور حرارت برپا تھی ۔آہ! آج کا آسمانی سورج نہیں غروب ہورہا ہے بلکہ کروڑوں اشخاص کے دل غم کے بحر ناپیدار میں غرقاب ہورہے ہیں ۔

مئی کا مہینہ گزر کر جون میں داخل ہونے والا تھا کہ خلاف امید یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ ۳۱ مئی ۱۹۷۶ء بروز دوشنبہ رات میں ۱۱ بج کر ۵۵ منٹ پر معمار قوم، محافظ ملت سیدنا حافظ ملت اہل مبارکپور اور جہانِ سنیت کو روتا بلکتا چھوڑ کر مبارک پور کے باغ فردوس سے حقیقی باغ فردوس کی طرف روانہ ہوگئے ۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

شہزادۂ غوث الوریٰ کا خواب:

کلکتہ کی سرزمین پر خانقاہ مفید الاسلام ''لین دربار شریف'' حضور غوث الثقلین ،قطب الدارین، محی الدین الشیخ عبدالقادر گیلانی بغدادی رضی اللہ تعالی عنہ کے شہزادوں کا دربار ہے ۔جہاں زیب سجادہ شہزادۂ غوث الوری حضرت علامہ سید شاہ غلام مصطفےٰ حضرت القادری دامت برکاتہم القدسیہ ہیں۔حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور صاحب سجادہ ایک ہی مے خانے کے مے نوش ہیں اس لئے تاعمر نہایت پیار محبت ،عزت واحترام کا تعلق رہا ہے ۔سرکار غوثیت مآب سے تعلق کے باعث حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ ،صاحب سجادہ قبلہ کا غیر معمولی احترام فرماتے تھے ۔اور حضرت صاحب سجادہ، وارث علوم غوثیت مآب ہونے کے وجہ سے حافظ ملت کے والہ وشیدا تھے ۔آپ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے انتقال کی شب خواب دیکھتے ہیں کہ وہ دربار شریف میں تشریف فرما ہیں محبت وعنایت بھری نگاہوں سے صاحب سجادہ شہزادہ غوث الوریٰ کی طرف دیکھ رہے ہیں اپنی حیات مبارکہ میں آپ جب دربار شریف میں قدم رنجہ فرماتے تو نور دیدۂ غوثیت مآب اپنے دادا کے اس روحانی فرزند کو پا کر بے حد خوش ہوتے تھے ۔دونوں میں پیار محبت اور عقیدت وروحانیت کی باتیں ہوتی تھیں ۔

حضرت صاحب سجادہ نے آج حضرت کو پھر دربار شریف میں دیکھا تو پوچھا۔

حضور! مزاج مبارک کیسا ہے؟

مگر حافظ ملت نے آپ کی بات کا زبان سے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ فقد فاز فوز اعظیما کے تبسم اور معنی

خیز مسکراہٹ کے پھول بکھیرتے رہے۔

شہزادۂ غوث الوریٰ فرماتے ہیں ۔میں بیدار ہوا تو مجھے اس بات پر بڑی پریشانی کا احساس ہوا کہ حضرت نے کوئی بات نہیں کی۔ میں اس وقت کلکتہ سے باہر تھا۔تیسرے روز وہاں سے واپس کلکتہ دربار شریف آیا تو روز نامہ آزاد ہند میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے سانحۂ ارتحال کی خبر نظر سے گزری۔ دل پر بجلی گری۔ سر چکرا گیا۔

حضور حافظ ملت کے تلمیذ عزیز حضرت مولانا کوثر امجدی فرماتے ہیں ۔

''میں مبارکپور سے واپسی کے بعد کلکتہ چلا گیا۔دربار شریف مفید الاسلام میں شہزادۂ غوث الوریٰ حضرت علامہ الحاج سید شاہ غلام مصطفیٰ حضرت القادری دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے سانحہ ارتحال کی خبر وحشت اثر اور جنازہ مبارکہ میں اپنی حاضری اور تقریبا دو لاکھ انسانوں کی شرکت کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا تو حضرت علامہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے ۔کہ اب دنیائے سنیت یتیم ہوگئی ۔اب ہم ایسا محدث ،ایسا سچا خادم دین کہاں پائیں گے'' (ماہنامہ اشرفیہ مئی جون ۷۷ء)

حضور حافظ ملت کو اپنے وصال کی خبر تھی:

حضرت عزیز ملت فرماتے ہیں :۔''دوپہر کا کھانا تناول کیا۔حسب معمول قیلولہ کے بعد نماز ظہر ادا کی پھر بخاری شریف کا درس دینے لگے۔

''کتاب الجنائز'' تک سبق پڑھایا۔درمیان سبق دریافت فرمایا کہ آج کون سا دن ہے ۔میں نے عرض کیا:۔ ''آج دوشنبہ ہے'' فرمانے لگے'' آج ہی کے روز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا'' میں سوچنے لگا اس گفتگو کا درس کی حدیث شریف سے کوئی تعلق نہیں ہے پھر ایسا کیوں فرما رہے ہیں ۔

جب آج سوچتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ نگاہیں کہہ رہی تھیں کہ عبدالحفیظ تو کتنا ناداں ہے اپنے مشفق ومہربان والد کو چھوڑ کر باہر جا رہا ہے جو چند ساعت کے بعد دنیا کو خیر باد کہنے والے ہیں''

(ماہنامہ اشرفیہ۔حافظ ملت نمبر ص ۲۳۷/۲۳۸)

انتقال کی پیشگی خبر:

بلاری ضلع مراد آباد میں ایک زندہ ولی بتائے جاتے ہیں جن کا نام اللہ بخش ہے۔لوگ ان کی خدمت میں عقیدت ومحبت سے حاضری دیا کرتے ہیں ۱۹۷۶ء کے ابتدائی مہینوں میں سے کسی تاریخ کو جناب غلام مصطفیٰ عزیزی مراد آبادی ان ولی اللہ کی زیارت سے شاد کام ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: مئی کے مہینہ میں دو گرہیں ہونے والی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان کے زندہ اولیاء اللہ میں سے کسی کا وصال ہوگا۔تم جس قدر جلد ممکن ہو اپنے پیرومرشد سے ملاقات کرلو ''چنانچہ ۷ مئی ۱۹۷۶ء کو انہوں نے مبارکپور آکر حافظ ملت کی زیارت کی'' (اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۴۷۲)

ایک خواب:

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فاضل اور حافظ ملت کے تلمیذ حضرت مولانا عبد الجلیل رضوی مصباحی ناگ پور سے اپنا انہی ایام کا خواب بیان کرتے ہیں کہ جب حافظ ملت کی رحلت ہوئی:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ ان کا چہرہ مبارک اتنا روشن ومنور ہے کہ آج تک میں نے ایسا تابناک اور خوبصورت کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپ بہت ہنس مکھ نظر آ رہے ہیں تو مجھے ڈاکٹر اقبال کا وہ شعر یاد آ گیا۔

نشان مرد مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

(ماہنامہ اشرفیہ اکتوبر ۱۹۷۶ئص ۳۴)

وصال کی تیاری:

شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب امجدی، خطیب وامام نیو میمن مسجد کراچی رقم طراز ہیں:

''حافظ ملت قبلہ کی ناسازی طبیعت کے بارے میں مسلسل معلومات ہندوستان سے آ رہی تھیں خیال تھا کہ حضرت صحت یاب ہو جائیں گے کہ اچانک ۲۰/اپریل ۱۹۷۶ء کا لکھا ہوا خط مجھ کو موصول ہوا۔

محب من ذو المجد والفضل والعز والکرم حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب زیدت معالیکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ مزاج شریف!

میں عرصہ دراز سے علیل ہوں علاج کے لیے بلرام پور گیا تھا۔ واپسی پر آپ کا محبت نامہ نظر نواز ہوا آپ کے آپریشن کی کامیابی کے لئے دعا ہے کہ مولائے قدیر جلد از جلد کامل صحت عطا فرمائے اور دعا ہے کہ مولائے کریم شفاء کامل عاجل عطا فرمائے اور ہمیشہ ہمیشہ بصحت وسلامتی مع متعلقین کے شاد وآباد رکھے۔ آپ حضرات کی خوشحالی باعث مسرت وشادمانی ہے مولائے قدیر مزید کرم فرمائے۔ محبّ محترم جناب مفتی ظفر علی صاحب زید مجدہم کے کارخانہ کا حال معلوم ہو کر بڑی خوشی ہوئی مولیٰ تعالیٰ مزید برکتیں عظمتیں عطا فرمائے۔ مفتی صاحب کو مع متعلقین کے شاد وآباد رکھے حضرت مولانا ازہری صاحب دامت برکاتہم و جناب مولانا مصلح الدین صاحب کی خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ ان حضرات کی کامیابی سرفرازی بلند اقبالی باعث صد مسرت ہے۔ خداوند قدوس مزید توفیق رفیق بخشے۔ بہت ضروری اور اہم بلکہ اہم الاہم گذارش یہ ہے کہ زمانہ دراز سے آپ کی ایک امانت میرے پاس رکھی ہے اب میں اس کی حفاظت سے عاجز ہوں ابھی تک وہ امانت محفوظ ہے۔ آپ سے گذارش ہے کہ آپ جلد از جلد تحریر فرمائیں کہ وہ میں کس کو دیدوں اس کا ہر گز انتظار نہ کریں کہ آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو تب تشریف لائیں خدا کرے یہ سلسلہ شروع ہو اور آپ سے ملاقات

نصیب ہولیکن امانت کے سلسلہ میں اس کا انتظار نہ کریں جس کو فرمائیں دے دوں اگر بالفرض آپ نے خاموشی اختیار کی اور ایک مہینہ تک متعین نہ فرمایا تو آج کی تاریخ سے ایک مہینہ بعد میں اس امانت کو آپ کی والدہ ماجدہ محترمہ قادری منزل گھوسی کو دیدوں گا ان سے وصولی کی تحریر بھی لے لوں گا۔ احباب کو سلام بچوں کو دعا۔ والسلام

فقط عبد العزیز عفی عنہ

۲۰/اپریل ۱۹۷۶ء

(اشرفیہ حافظ ملت نمبر ص ۴۴۷/۴۴۸)

حضرت کے اس مکتوب کے بعد مجھے ظن غالب ہو گیا کہ سفر کی تیاری آخری مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔ میں نے بار بار حضرت کے الفاظ کو پڑھا اور جس قدر زیادہ پڑھا یقین بڑھتا گیا کہ معلوم ہوتا ہے حضرت نے موت کے وقت کو بھانپ لیا ہے چنانچہ ٹھیک اس تحریر کے چالیسویں دن یعنی ۳۱/مئی ۱۹۷۶ء کو حضرت حافظ ملت کا وصال ہو گیا۔ یہ اللہ تعالی کا کرم ہے کہ اپنے نیک بندوں کو سفر آخرت کی تیاری کا خصوصی موقع مرحمت فرماتا ہے تاکہ دنیا سے نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر ہلکے پھلکے آخرت کی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں اللہ تعالی حافظ ملت کے تلامذہ کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

راقم الحروف چہرہ نہ دیکھ سکا:

کیا معلوم تھا کہ راقم الحروف حضور حافظ ملت کے وطن مالوف بھوج پور میں ہوگا اور حضرت ہمیشہ کے لیے نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے۔

گھوسی میں بہن کی شادی کے بعد ۲۹/مئی ۱۹۷۶ء کو مبارکپور حاضر ہوا۔ حضرت کی دست بوسی کے بعد ہمشیرہ کی شادی کے تمام مراحل خیر و خوبی کے ساتھ گزر جانے کی خبر سنائی۔ جس پر حضرت نے خدا کا شکر ادا کیا۔ معاً ارشاد فرمایا کہ میرے وطن بھوجپور میں لوگ (بڑے حافظ جی) میرے والد گرامی حافظ محمد نور صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا عرس کر رہے ہیں جس میں آپ کو جانا ہے۔ ان لوگوں کے ہمراہ چلے جایئے (اشارہ حافظ عبد الرشید صاحب، حضور حافظ ملت کے بھائی اور جیلانی بھائی حضور کے خلف اصغر عبد القادر جیلانی صاحب کی طرف تھا) ۳۰/مئی کی صبح کو ہم لوگ روانہ ہو کر نو بجے کی ٹرین سے شاہ گنج پہنچے۔ تین بجے وہاں سے مرادآباد کے لئے ٹرین ملی الغرض بھوجپور دوسرے روز تقریباً ۵/بجے صبح پہنچے۔

بھوجپور میں حضرت کی خیریت پوچھنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ ۳۱/مئی ۱۹۷۶ء بعد عشا جلسہ کی کاروائی شروع ہو گئی۔ میں حضرت کے دولت کدہ کے مغربی بیٹھک کے سامنے چارپائی پر لیٹا ہوا ہوں لیکن نیند نہیں آرہی تھی ساڑھے دس بج چکے تھے وضو کر کے اسٹیج کی طرف چلا۔ مجمع میں بھی عجیب بے کیفی تھی۔ ساڑھے بارہ بجے تقریر شروع ہوئی طبیعت پر نہایت جبر کر کے بولتا رہا۔ اخیر حصۂ تقریر صرف حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی شخصیت اور کارناموں سے متعلق تھا مگر اخیر تک وہی بے لطفی، بے کیفی اور اداسی پورے اجلاس پر طاری رہی قمقمے روشن تھے مگر ان کی روشنی میں بھی کسی تاریکی کا

احساس موجود تھا اور شاید ایسا بے کیف اجلاس میری زندگی کا پہلا ہی تھا۔
جلسے کے بعد تقریباً ڈھائی بجے رات تک حضرت ہی کا ذکر رہا۔

یکم جون ۱۹۷۶ء بروز سہ شنبہ:

بھوج پور سے صبح کی ٹرین سے مبارک پور واپسی کا ارادہ تھا مگر عبدالقادر جیلانی بھائی اور واصف بھائی (حضرت حافظ ملت کے داماد) نے روک لیا۔ سہ پہر کو بھوجپور سے نکلا۔ مراد آباد سے حضرت کے لیے کچھ سامان اور دوا لے کر کاشی وشوا ناتھ ٹرین پکڑنے کے لیے جنکشن پر آیا بمشکل کھڑے ہونے کی جگہ ملی۔ رام پور میں گاڑی رکی اور جب وہاں سے چلنے کے لیے گاڑی اسٹارٹ ہوئی تو جیلانی بھائی بیگ لیے ہوئے نظر آئے۔ انھوں نے کہا میں بھی چلوں گا میں نے سمجھا شاید بریلی یا کسی اور جگہ کاروباری سلسلے میں جانا ہو رہا ہوگا لہذا ان سے پوچھا کہاں تک جائیں گے جہاں تک آپ جائیں گے پھر ٹرین میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ بدر بھائی افسوس ہم یتیم ہوگئے ابا جی کا انتقال ہوگیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) آپ کی روانگی کے فوراً بعد تار ملا ہے، افسوس ہمارا سب کچھ لٹ گیا، برباد ہوگیا، یا اللہ! بالکل نا قابل یقین خبر! میری قوت یقین نے جھٹکا، چند لمحہ بعد تیز رفتار ٹرین ہمیں مبارکپور سے قریب کر رہی تھی۔ لیکن کیا واقعی؟ جس شخصیت کے فیضان کرم نے مبارک پور کو مبارکپور بنایا۔ آج اپنی بساط زندگی سمیٹ کر ہم سے جدا ہوگئی، جس کے دم قدم کی برکت کا یہ حال کہ بقول حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ:

"کاغذی دنیاوی اور قانون کے اعتبار سے مبارک پور کا ضلع اعظم گڑھ ہے مگر مذہبی اور دینی حیثیت سے اعظم گڑھ کا ضلع مبارکپور ہے" اور جو خود صرف مدرس ہی نہیں بلکہ تعلیم وتربیت کے لحاظ سے عظیم مدرسہ تھا اپنی ساری فیض رسانیوں کا دروازہ بند کر کے راہیِ ملک عدم ہوگیا۔

جو اپنی ذات میں خود انجمن تھا ہوا، وہ انجمن سے آج رخصت
آج رخصت جہاں سے داغ ہوا خانہ عشق بے چراغ ہوا

۲؍جون ۱۹۷۶ء کی شب میں ہم لوگ (راقم الحروف، برادران حضور حافظ ملت حافظ عبد الرشید وحکیم عبدالغفور صاحبان اور حضرت عبدالقادر جیلانی بھائی) بمشکل تمام لکھنؤ سے بذریعہ بس اعظم گڑھ پہنچے۔ یہاں سے مبارکپور کے لیے کوئی بس نہ ہونے کی وجہ سے لامحالہ اسی بس سے محمد آباد گوہنہ تک کا ٹکٹ لے کر سٹھیاؤں پہونچے۔ یہاں بس اسٹینڈ سے جنازہ میں شرکت کے لیے بہت سے افراد ہم لوگوں کے ساتھ ہوگئے۔ نماز جنازہ کا وقت ۲؍جون بدھ کو صبح ۸؍بجے رکھا گیا تھا یونیورسٹی کے صدر گیٹ سے لے کر مبارک پور تک انسانی سر ہی سر دکھائی دے رہے تھے۔

یہ جنازہ صرف ایک انسان حافظ ملت کا نہیں انسانیت اور للّٰہیت کا جنازہ، اخلاص وکرم کا جنازہ، خلق ومروت کا جنازہ، قوم کے عظیم رہنما کا جنازہ بلکہ اس کا جنازہ جو محافظ ملت تھا، مسیحائے قوم تھا۔ آج وہی مسیحا خاموش تھا اور سارا زمانہ اس کے غم میں نالہ کناں تھا۔

سرکار حافظ ملت کا جنازۂ مبارکہ مسلمانوں کے عقیدت کیش شانوں پر منتقل ہوتا ہوا اپنے مسکن اصلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بوڑھے اور کمزور عقیدت مند دور ہی سے جنازہ پر حسرت وتاسف کی نگاہیں ڈال رہے تھے اور زبان حال سے عرض کرتے تھے۔

اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

اے مبارکپور کے غیر آباد اور ویران علاقہ کو خطہ باغ فردوس بنانے والے، اے جہل وعناد کے ماحول میں علم وحکمت کی شمع جلانے والے، لاکھوں سینوں میں شعور وآگہی کی قندیل روشن کرنے والے۔ آپ کو سلام! آپ کی عظمت کو سلام!

ایک شوریدہ زمیں کو تو نے گلشن کردیا
ڈال دی چشم کرم مٹی کو کندن کردیا

آج مبارک پور کا ذرہ ذرہ ماہی بے آپ کی طرح تڑپ رہا ہے، اپنے پرائے سب اندرونی سوز سے سلگ رہے ہیں۔ یقیناً آج اس خطہ ارضی کا نور بجھ گیا، سایۂ رحمت اٹھ گیا اور پورا قصبہ یتیم ہوگیا۔

آج وہ رخصت ہوگیا جو اپنے طلبہ اور تلامذہ کے لیے شفقت وکرم کا سحاب تھا، اپنے مریدوں اور نیاز کیشوں کے لیے لطف ومحبت کا ساگر تھا، جس کے پڑوسی اپنی قسمت پہ نازاں، جس کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہ کرنے والے اپنی تقدیر پر رشک کناں، جس کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے والے اپنے بخت پر فرحاں، جس کا ہلکا سا تعلق بے شمار دلوں کا قرار، جس کی معمولی سی تسلی مضطرب قلوب کی طمانیت، جس کے ہم درس اور ہم نشیں علمائے کرام کو اس کے تعلق پر ناز وہ ہر دل عزیز رہنما وقائد آج اس تنگنائے گیتی کو خیر باد کہہ چکا تھا۔

آہ! اسے کوئی اتفاق کہا جائے یا اپنی کم نصیبی یا پھر سرکار حافظ ملت کا مجھ جیسے چاہنے والے کو اپنی جدائی کے وقت غموں سے چور ہوتا نہ دیکھنے کے لیے دور کرکے اپنی مشفقانہ اور کریمانہ بصیرت کا اظہار؟ حقیقت کیا تھی، اللہ ہی جانے۔

ہائے! جس وقت یہ شمع علم وحلم وکرم گل ہوئی خود ان کے سب سے زیادہ چہیتے، لخت جگر اور نور نظر حضرت عزیز ملت بھی پاس نہیں تھے اور نہ ہی اس شمع کا یہ پروانہ۔

جنازہ کی تیاری اور جلوس جنازہ:

مولانا محمد احمد مرحوم ابن حضرت مفتی عبد المنان صاحب قبلہ جلوس جنازہ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں:

یکم جون ۷۶ھ کی صبح سے ۲ رجون ۷۶ء کی صبح تک مرد، عورت، بچے، بوڑھے، مسلم وغیر مسلم اور بیرونی اشخاص حافظ ملت علیہ الرحمہ کے طلعت زیبا کی زیارت کرتے رہے۔ حسب روایت مولوی نصیر الدین صاحب ۲ رجون ۷۶ء کو

بعد نماز فجر آپ کی نعش کے پاس اور حضرت مولانا ضیاء المصطفےٰ صاحب قادری نے دلائل الخیرات شریف پڑھی۔ اس کے بعد ۵ ر بج کر ۴۵ رمنٹ پر غسل دینے کے لیے مدرسہ قدیم کے اندرونی مغربی برآمدے میں نعش مبارک لائی گئی (اسی جگہ آپ کی روح بھی پرواز ہوئی تھی) غسل کے لیے حاجی سلامت اللہ صاحب پانی دے رہے تھے۔ مولانا ضیاء المصطفےٰ قادری ومولانا غلام محمد عزیزی بھیروی نے غسل دلایا، پوری کاروائی میں شہزادۂ حافظ ملت مولانا عبدالحفیظ صاحب وہاں تشریف فرما رہے۔

تکفین کے فرائض بھی اسی مغربی برآمدے میں انجام دیے گئے۔ اس میں مندرجہ ذیل اشخاص نے حصہ لیا۔ شہزادہ حافظ ملت، مولانا ضیاء المصطفےٰ قادری، مولانا غلام محمد عزیزی، مولانا نصیر الدین پلاموی، حاجی محمد حسین صاحب پرانی بستی، حافظ نثار احمد صاحب پورہ دلہن، حاجی سلامت اللہ صاحب پرانی بستی، ڈاکٹر عبدالمجید بلرام پوری اور مولانا محمد نعمان صاحب دیوگانوی۔ تکفین کے بعد جنازہ اتری دروازہ سے لاکر مدرسہ قدیم کے پچھمی چبوترہ پر ۶ ر بج کر ۴۵ ر منٹ پر رکھا گیا۔

جنازہ میں شرکت کرنے والوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ تل رکھنے کی بھی جگہ نہ تھی۔ ہر شخص ساکت وصامت تھا۔ حسرت ویاس کی منزلوں سے گزر رہا تھا۔ اس وقت بالکل شہر خموشاں کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ مگر یہ خاموشی کسی مبارک انقلاب کا پیش خیمہ تھی مجمع کو کنٹرول کرنے کے لیے لاوڈ اسپیکر کا انتظام کرلیا گیا تھا۔ بذریعہ لاوڈ اسپیکر بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی نے رقت آمیز اور بھرائی ہوئی آواز میں اب یہ اعلان فرمایا: حضرات! حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا آخری سفر شروع ہو رہا ہے۔

پورا مجمع شدت غم سے چیخ پڑا، روتے روتے لوگوں کا برا حال ہوگیا، ہچکیاں بندھ گئیں۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ جنازہ کسی ایک شخصیت کا ہے اور نہ کسی ایک گھر کا، بلکہ یہ پورے مبارک پور اور ہر گھر کا جنازہ ہے، ہر گھر سے ایک شخص کم ہو رہا ہے جو اس گھر کا دل ودماغ تھا، جان تھا اور چین وسکون تھا، ہچکیوں کے درمیان مفتی صاحب نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔۔۔

حافظ ملت نے اپنی پوری زندگی دین متین کی ترویج واشاعت کے لیے وقف فرمادی اسلامی اصول پر سختی کے ساتھ خود پابند رہے اور دوسروں کو بھی پابند بنانے کی سعی فرمائی۔ یہ جنازہ ایک مومن کامل، سچے عاشق رسول اور صالح قیادت کرنے والے عظیم دینی رہنما کا جنازہ ہے۔ اس لیے جنازہ کو اسلامی انداز ووقار میں لے چلیں۔ جنازہ لے چلنے کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ لوگ جنازہ سے آگے نہ بڑھیں، بلکہ پیچھے پیچھے کلمۂ طیب اور درود کی ڈالیاں نچھاور کرتے چلیں۔

دوسری بات یہ کہ حضور حافظ ملت جن گلیوں سے چالیس سال تک صبح وشام دن میں کم از کم چار مرتبہ گزرا کرتے تھے، ہم خادموں اور عقیدت مندوں نے بھی فیصلہ کیا ہے کہ آپ کے جنازہ کو انہیں راستوں سے گزارتے ہوئے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم میں لے چلیں اور وہیں آخری دیدار کرکے الجامعۃ الاشرفیہ جہاں آپ کا مزار تیار کیا گیا ہے، لے

چلا جائے۔ چونکہ بھیڑ بہت زیادہ ہے اس لیے دو رویہ صفیں باندھ لیں تا کہ جنازہ کو لے چلنے میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔ صفوں کو توڑ کر کاندھا دینے کی ہرگز کوشش نہ کی جائے بلکہ جس جگہ سے جنازہ گزر جائے لوگ صفوں کو توڑ کر جنازہ کے پیچھے شامل ہو جائیں۔

شدت جذبات غم والم سے حضرت مفتی صاحب کا بولنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس لیے فخر القراء حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب نے مائک سنبھالا اور پورے مجمع پر کنٹرول کرتے ہوئی کلمہ طیبہ اور درود شریف کی چھاؤں میں جنازہ کو الجامعۃ الاشرفیہ تک لانے کا فریضہ انجام دیا۔

مدرسہ قدیم کے چبوترہ سے ۶ر بج کر ۵۰ر منٹ پر جنازہ اٹھایا گیا از مدرسہ قدیم تا لحد پاک مولانا قمر الزماں صاحب اعظمی، حضرت بیکل اتساہی، ڈاکٹر عبد المجید، محمد مغنی صدیقی، مولانا محبوب احمد رانچی، حاجی غلام حسین، قمر الحق، محمد عثمان اور نور محمد وغیرہم لگ بھگ سو افراد جنازہ کے گرد دیواروں کی طرح ڈٹے رہے تا کہ شدت جذبات یا کاندھا دینے کی سعادت حاصل کرنے کی خواہش میں ہجوم سے کوئی ایسی بات نہ سرزد ہو جائے جو حضور حافظ ملت کے اعزاز واکرام کے خلاف ہو۔

بہر کیف جنازہ مدرسہ قدیم سے چلا اور دو رویہ صف بستہ عقیدت مندوں نے اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہی جنازہ کو ہاتھ لگا کر کاندھا دینے کا فریضہ انجام دیا مدرسہ اشرفیہ تک پہونچنے میں ۲۵ر منٹ صرف ہو گیا۔

حالانکہ مشکل سے پانچ منٹ کا راستہ ہے۔ ۷ر بج کر ۱۵ر منٹ پر مدرسہ اشرفیہ کے آنگن میں جنازہ لا کر رکھا گیا، آدمیوں کا بے پناہ ہجوم دیکھتے ہوئے منتظمین نے آخری دیدار کا پروگرام تبدیل کر دیا، مدرسہ اشرفیہ میں جنازہ رکھتے ہی پرانی یادیں عود کر آئیں اور لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے دس منٹ کے بعد دل کا غم کچھ ہلکا ہوا تو جنازہ کا جلوس الجامعۃ الاشرفیہ کی طرف روانہ ہوا۔

جلوس جنازہ جب مدرسہ اشرفیہ سے الجامعۃ الاشرفیہ کی طرف روانہ ہوا تو ایک عجیب ازدحام تھا جدھر دیکھیے آدمی ہی آدمی نظر آرہے تھے۔ سڑک، گلی کسی طرف سے گزرنے کا راستہ ہی نہیں تھا۔ آدمیوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا پوری سڑک اور فٹ پاتھ پر جگہ نہ ملنے کی وجہ سے لوگ سڑک سے اتر اتر کر کھیتوں سے جا رہے تھے۔

میرے خیال میں مبارک پور کی تاریخ کا یہ پہلا مجمع تھا جو اتنی تعداد میں یکجا دکھائی دے رہا تھا۔ بلا تفریق مذہب وملت ہر فکر اور ہر خیال کے لوگ شریک جلوس جنازہ تھے۔ حد یہ کہ غیر مسلم برادرانِ وطن بھی ہزاروں کی تعداد میں جنازہ کے ساتھ تھے اور ان کی بھی وہی کیفیت تھی جو ہم لوگوں کی تھی۔

اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضور حافظ ملت ایک مخصوص فرقہ کے صرف مذہبی رہنما ہی نہ تھے بلکہ ایک ہر دل عزیز مصلح، انسان دوست سماج سدھارک، بہترین قائد اور ایک سچے محب وطن تھے جن کی ذات سے ہر خاص وعام، مسلم و غیر مسلم سبھی کو یکساں فائدہ اور یکساں دلچسپی تھی اور سبھی آپ سے خوش تھے۔

۸ر بج کر ۵ر منٹ پر جنازہ الجامعۃ الاشرفیہ کے برآمدہ (پورٹیکو) میں رکھا گیا۔ اسی وقت مراد آباد سے حضرت

حافظ ملت قبلہ علیہ الرحمہ کے دونوں بھائی حکیم عبد الغفور حافظ عبدالرشید صاحبان چھوٹے صاحبزادے حافظ عبدالقادر صاحب وغیرہم کی کار پہونچی ۔ ان کے پہونچتے ہی ایک کہرام برپا ہوگیا۔ عجیب رقت انگیز منظر تھا کسی طرح ان لوگوں نے دل پر قابو رکھ کر زیارت کا شرف حاصل کیا۔

حسب وعدہ آخری مرحلۂ زیارت کا آغاز ہوا۔ مجمع کنٹرول سے باہر ہوگیا۔ ہر شخص ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہ رہا تھا۔ کئی حضرات شدت غم سے نڈھال ہوکر بے ہوش ہوگئے ۔اس لیے منتظمین نے فیصلہ کیا کہ زیارت کا سلسلہ بند کردیا جائے ورنہ شام تک لوگ زیارت ہی میں مصروف رہیں گے اور وقت یوں ہی نکلتا جائے گا۔

چنانچہ کسی طرح بدقت تمام جنازہ اٹھا کر مجوزہ مسجد الجامعہ کے پاس رکھا گیا۔ وہاں صاحب سجادہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف، شاہزادہ مولانا اظہار میاں کچھوچھوی، مولانا سید مجتبیٰ اشرف صاحب کچھوچھوی مولانا وجود القادری جبل پوری، رشتہ دارانِ حافظ ملت ، رؤسائے قصبہ اور حاضر شدگان ٹاٹا نگر وغیرہم نماز جنازہ کی صف لگ جانے کے بعد زیارت سے مشرف ہوئے ۔

حضرت کی نعش کو برف میں رکھنے کا مسئلہ جب درپیش ہوا تھا اس وقت مفتی صاحب نے فرمایا تھا مجھے اس بات کا یقین ہے کہ اگر آپ کی نعش کو برف میں نہ بھی رکھا جائے تو بھی کوئی فرق نہیں ہوگا ویسے لوگوں کی رائے ہے تو برف وغیرہ منگوالیا جائے۔

۳۰ر گھنٹے بعد:

بہر کیف ٹھیک ۳۰ر گھنٹہ کے بعد، وصال کے فوراً بعد والی کیفیت مجھے محسوس ہورہی تھی ۔ چہرۂ پاک بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ شعاعیں پھوٹی پڑ رہی ہیں اور چہرۂ انور کا سکون ووقار زبان حال سے فرما رہا تھا کہ میرے شیدائیو! گھبراؤ نہیں جس طرح میں ظاہری زندگی میں تمہاری رہنمائی کرتا رہا موت کا جام پینے کے بعد بھی میری رہنمائی برقرار رہے گی ، بلکہ اب تو اور زیادہ تم لوگ فائدہ حاصل کروگے۔ جسم کی کثیف منزلوں سے گزر کر روحانیت کی لطیف دنیا میں داخل ہو چکا ہوں ۔ عقیدت ومحبت والفت کی جیسی جوت جگاؤ گے اسی انداز سے فیضان حاصل کروگے ۔

نماز جنازہ عزیز ملت نے پڑھائی:

شہزادۂ حافظ ملت مولانا عبد الحفیظ صاحب نماز جنازہ پڑھانے کے لیے مصلّٰی پر تشریف لائے تو میں بھی لپک کر صف میں شامل ہوگیا۔ ٹھیک آٹھ بج کر ۲۹ر منٹ پر نماز جنازہ کی نیت باندھی گئی اور ۸ر بج کر ۳۲ر منٹ پر اختتام پذیر ہوئی اخباری رپورٹ کے مطابق جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ دسوں ہزار اشخاص کی نماز جنازہ چھوٹ گئی ۔

بعد نماز جنازہ صرف علما ومشائخ نے ہی کاندھا دے کر جنازہ کو قبر تک لے جانے کا شرف حاصل کیا۔ ٹھیک پونے نو بجے قبر میں جنازہ اتارا گیا ۔قبر میں جنازہ اتارنے سے قبل حضرت مفتی صاحب نے قبر میں عرق گلاب کیوڑا

اورعطر ڈالا۔ تدفین کے فرائض انجام دینے والوں میں بروایت قمرالحق صاحب مندرجہ ذیل افراد شامل تھے۔
شہزادۂ حافظ ملت، برادر گرامی حکیم عبدالغفور صاحب، برادر گرامی حافظ عبدالرشید صاحب، حضرت مولانا سید مجتبیٰ اشرف صاحب، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اعظمی اور حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری۔
لگ بھگ گیارہ بجے تدفین سے فراغت ہوئی۔ فاتحہ خوانی اور تعزیت کی رسم کے بعد مفتی شریف الحق صاحب امجدی نے جس وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا تو ماحول انتہائی رقت آمیز ہوگیا۔ روتے روتے لوگوں کا برا حال تھا۔ آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ سسکیاں تھیں کہ بند ہی نہیں ہورہی تھیں، اضطراب تھا کہ سکون ہی نہیں پارہا تھا اور ضبط کو یارا ہی نہ تھا۔ بہت دیر کے بعد لوگ اس لائق ہوئے کہ اٹھ کر اپنے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوسکیں۔
حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے جلوس جنازہ کا آنکھوں دیکھا حال جناب سالک گورکھپوری اس طرح بیان کرتے ہیں:

منزل آخر

اک پیر با صفات کی رحلت کا ذکر ہے
یعنی وصال حافظ ملت کا ذکر ہے
موصوف کا جنازہ چلے لے کے جس گھڑی
بوئے گل ارم سے مہک اٹھی ہر گلی
ہر اک زباں پہ کلمۂ طیب کا ورد تھا
پروانوں کا ہجوم جنازہ کے گرد تھا
شیدائیوں کا حد نظر تک تھا اک ہجوم
جیسے کہ گرد چاند کے ہوں عرش پہ نجوم
صف بستہ ان میں اہل طریق ورضا بھی تھے
حفاظ ومولوی بھی تھے اہل صفا بھی تھے
دنیا سے جانے والے کا اللہ رے مقام
بے انتہا تھا اہل عقیدت کا ازدحام
بے چین ہر نظر تھی ہر اک روح بے قرار
ہر آنکھ اشک بار تھی ہر دل تھا سوگوار
اس طرح قافلہ سوئے منزل ہوا رواں
برسارہا تھا پھول محبت کے آسماں!
جھکتی تھی ہر قدم پہ جبیں کج کلاہ کی
ہوتی تھی تب بلند صدا لا الہ کی
میدان جامعہ میں سراپا نیاز تھے
ستر ہزار لوگ شریک نماز تھے
جس جامعہ کے غم میں سراپا تھے اضطراب
آخر اسی کی گود میں ہیں آج محو خواب
دنیا کرے گی ہند کی تاریخ میں بیاں
سالک مرے حوالہ سے تدفین کا سماں

مدفن مبارک:

تنکا تنکا چن کر آشیاں سازی کا حوصلہ اور وہ بھی برق وباد وباراں کی زد پر سن کہ مرقد سے کہہ رہا ہے کوئی۔

بال وپر کی شکستگی ہی نہ دیکھ ذوق پرواز کو بھی دیکھ ذرا
میرا انجام دیکھنے والے میرے آغاز کو بھی دیکھ ذرا
سنتے ہیں ہر شخص دفن وہیں ہوتا ہے جہاں کی مٹی سے اس کا خمیر ہوتا ہے

حافظ ملت! آج جس باغ فردوس کے گہوارے میں لیٹے ہوئے ہیں ۔ یقیناً اس کی خاک میں بڑی کیمیا اثری ہے ۔ وہ ایک مشت خاک اٹھی تو مشرق ومغرب میں کردار وعمل کے کارواں رواں دواں نظر آرہے ہیں ۔ خاک اپنے مقام پر پہونچ گئی ایک عالم کو عزم وحوصلہ، جرأت وبسالت، تفکر وتعقل، ایمان اور جانِ ایمان کا تعلق بخش کر۔

آخر گل اپنی صرف در مے کدہ ہوئی
پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

جلوس جنازہ کے اہم شرکا:

شریک جنازہ ہونے والی غیر مقامی شخصیات میں چند مشاہیر کے اسما حسب ذیل ہیں:

سرکار کلاں مولانا شاہ سید مختار اشرف صاحب قبلہ کچھوچھوی، مولانا سید ظفر الدین اشرف صاحب قبلہ بسکھاری، مولانا سید مجتبیٰ اشرف صاحب، مولانا سید موصوف اشرف صاحب، مولانا سید وجود القادری صاحب، علامہ مفتی شریف الحق امجدی، بکیل اتساہی، مولانا مجیب الاسلام صاحب اعظمی، مولانا جہاں گیر صاحب فتح پوری، مولانا سبحان اللہ صاحب بنارسی، مولانا صوفی نظام الدین صاحب بستوی، مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب گیاوی، مولانا باقر علی صاحب گیاوی، مولانا کامل سہسرامی ، مولانا امام الدین صاحب بسکھاری، مولانا عبید الرحمٰن صاحب پورنوی، مولانا خادم رسول صاحب گیاوی، مولانا لقمان صاحب بنارسی، مولانا نعیم الدین صاحب گورکھپوری، مولانا تجمل ہدیٰ صاحب گیاوی، مولانا اسلم صاحب بستوی، مولانا غلام محمد صاحب عزیزی بلرام پور، مولانا ابوالمحمود صاحب بنارسی وغیرہ۔

مندرجہ ذیل علما وقت پر اطلاع نہ پہونچ نے کے سبب یا کسی اور وجہ سے نماز جنازہ میں نہ پہونچ سکے تو بعد میں تشریف لائے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

علامہ مشتاق احمد نظامی، علامہ ارشد القادری، مولانا سید اسرار الحق، مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی، مولانا صوفی محمد صدیق صاحب براؤں شریف، مولانا صوفی غلام محمد آسی صاحب بلیاوی، پیر طریقت شاہ عبد الحق صاحب رانچی، مولانا عبد المصطفےٰ صاحب اعظمی، مولانا محمد احمد شاہدی کانپوری، مولانا سید رکن الدین اصدق پٹنہ مولانا عبد الرشید بھاگل پوری، مولانا کاظم علی صاحب بستوی، پیر عبد الغفور مرشد ممبئی ، وغیرہ۔

☆☆☆



چوبیسواں باب

حافظ ملت نگاہ علم و دانش میں

قریہ قریہ بستی بستی
بکھری ہوئی حکایت ان کی
اہلِ علم و فضل ہی جانیں
شان و جاہ و حشمت ان کی

(بدر)

حافظ ملت نگاہ علم و دانش میں

نام ونمود اور صلہ وستائش سے بے پرواہ رضائے الٰہی اور رضائے رسالت پناہی کی خاطر غلبۂ اسلام کا فریضہ انجام دینے والوں کوان کا رب عظمت و وقار وشہرت کی ایسی بلندیوں پر فائز کردیتا ہے کہ بغیر کسی پبلی سٹی اور تشہیر کے دلوں میں ان کی عظمت وعقیدت خود بخود گھر کرتی چلی جاتی ہیں۔اپنے تو اپنے اغیار بھی ان کی بڑائی اور بلندی کے سامنے عقیدت کی پیشانیاں خم کردیتے ہیں۔

حضرت حافظ ملت قدس اللہ روحہ نے نام نمود اور دولت و اقتدار کی تمنا کے بغیر صرف اپنے رب اور اپنے آقا حضور ﷺ کی رضا وخوشنودی کی خاطر علم دین کے فروغ ،مصطفوی سنت ومحبت کی اشاعت ،امت مسلمہ کی فلاح وصلاح و نجات کے لئے اپنی حیات کا لمحہ لمحہ صرف کردیا انہوں نے درس وتدریس شخصیت سازی مناظرہ وتقریر،تصنیف وتحریر اور الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر، ہرزاویے سے غلبۂ اسلام کے لئے مساعی کیں، ہندوستان سے لے کر پاکستان و بنگال،عرب وعجم یہاں تک کہ یورپ و امریکہ و افریقہ کے جامعات اور دانش کدوں میں ان کے نام اور کام کی دھوم مچ گئی۔آج مذہبی حلقوں کے ساتھ ساتھ جدید حلقوں میں بھی ان کی مقبولیت کا آفتاب اجالا برپا کئے ہوئے ہے۔

تقسیم ہند کے بعد جن چند اعاظم نے عالم اسلام اور عالم انسانیت پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں اور اپنی عظمت کے نقوش ثبت کئے ہیں ان میں حافظ ملت ایک معتبر اور مستند نام ہے۔

سادگی کے اس عظیم پیکر بے لوث مبلغ اسلام اور مرد مجاہد کی حیات ظاہری میں اس کے باطن کی نورانیت اور کارناموں کی جگمگاہٹ سے متاثر ہو کر اکابر علما و مشائخ کے دلوں سے دعائیں اور ہونٹوں سے تحسین کے کلمات مچل پڑے۔

ہم پیشہ افراد اور ہم فکر وعمل معاشرہ میں عام طور پر لوگ اپنی بڑائی میں اس قدر مست اور مگن رہتے ہیں کہ معاصرین کی عظمتوں کا اعتراف تو درکنار وہ ان کے کارناموں کو ہیچ اور ان کی قد آوری کو کوتاہ قامتی ثابت کرنے سے بھی نہیں چوکتے اور ان کی عظمتیں دیکھ دیکھ کر ان کا دم گھٹنے لگتا ہے مگر سبحان اللہ حضرت حافظ ملت کی وسیع القلبی ،خلوص و تواضع ،خوش خلقی اور عالی ظرفی نے حسد کے شراروں کو لودیتی ہوئی شمعوں اور معاصرانہ چشمک کے کانٹوں کو پھول کی پنکھڑیوں میں اس طرح تبدیل کردیا کہ ان سے اعترافِ عظمتِ حافظِ ملت کی روشنی اور خوشبو بکھرنے لگی۔ان کے ہم عصر ان کی عظمتوں کے معترف اور فضل وکمال کی ثناخوانی میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔حافظ ملت کے اصاغر کے لئے تو ان کا سایہ تجلی اور نقش پا چراغ تھا بلکہ آج بھی ان کے لئے حافظ ملت کے نقوش قدم مشعل راہ ہیں۔ان اصاغر نے دل کھول کر ان کی عظمتوں کا اعتراف کیا ہے اور ان کی جلالت علمی نیز عظیم دینی خدمات کے سامنے اپنی عقیدت کی جبیں خم کردی ہے۔

حق تو سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔اغیار اور غیر مسلمین نے بھی سرکار حافظ ملت کی فضیلت و بزرگی اور کارناموں کا

اعتراف کیا ہے اور انکی توصیف میں رطب اللسان ہیں ۔ جدید طبقہ اور حلقۂ دانش وران بمشکل ہی کسی مذہبی شخصیت سے متاثر ہوتا ہے مگر یہ طبقے اور حلقے بھی سیدنا حافظ ملت کے کارناموں کے معترف ہیں ۔ رسائل و جرائد نے بھی آپ کی بڑائی اور بلندی کا آئینہ دکھایا ہے ۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے سچ ہی فرمایا ہے :۔

بے نشانوں کا نشان مٹتا نہیں مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

حافظ ملت کبھی بے نام و نشان نہیں تھے البتہ انہوں نے خود کو بے نام و بے نشان بنا رکھا تھا اور آج جب ان کے نام اور کام کی دھوم مچی تو ہر طرف حافظ ملت اور ان کی عظیم یادگار الجامعۃ الاشرفیہ کی عظمتوں کے چرچے ہیں ۔ صبح کی ہر سفیدی کے ساتھ ان کے اجلے کارناموں اور ان کے عظیم نام کا شہرہ پھیلتا بڑھتا چلا جا رہا ہے ۔ تاثرات کے دفتر کھلتے چلے جا رہے ہیں جن کا سمیٹ پانا مشکل ہے ۔

زیر نظر باب میں حافظ ملت کے اکابر، معاصر، اصاغر، اغیار غیر مسلمین اور رسائل و جرائد کے تاثرات پیش کئے جا رہے ہیں ۔

حافظ ملت مشائخ کی نظر میں

(۱) حضرت مفتی اعظم ہند مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز ۔

" دار العلوم اشرفیہ کو ایک عظیم یونیورسٹی میں تبدیل کرنے کی نیک کوشش کا میں خیر مقدم کرتا ہوں اور حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ مولا تعالیٰ انہیں اپنے عظیم مقاصد میں کامیاب فرمائے اور حضرات اہل سنت کو توفیق بخشے کہ وہ اشرفیہ یونیورسٹی کی تعمیر میں حصہ لے کر دین کی ایک اہم اور بنیادی ضرورت پوری فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں ۔"

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ۱۹۹۰ء بابت ماہ اگست)

حضرت حافظ ملت کے وصال کی خبر پڑھ کر سیدنا مفتی اعظم ہند کی کیا کیفیت ہوئی اسے ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی (بریلی شریف) سے سنئے :۔

" جب حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر مفتی اعظم ہند تک پہنچی تو چاند سا چمکتا ہوا نورانی چہرہ ماند پڑ گیا اور تیرہ نصیبوں کی تقدیر سنوارنے والی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار پھوٹ نکلی ، سرکار بلک بلک کر رو رہے تھے ۔ خدمت اقدس میں حاضر خدام کے دل اس منظر سے پاش پاش ہوئے جا رہے تھے اور حضرت کی شفقت ان کی عظمت و برتری کے ساتھ حضور حافظ ملت کی بزرگی و عقیدت ان کے دلوں میں اور زیادہ ہو گئی ۔ کافی دیر آنسوؤں کے موتی لٹانے کے بعد حضرت حالت اضطراب سے عالم سکون میں آئے تو دیر تک حافظ ملت علیہ الرحمہ کی پیاری باتیں کرتے رہے ۔ ان کی

جلالت علمی زہد وتقوی اور تقدس و بزرگی کے گن گاتے رہے اوراخیر میں فرمایا۔اس دنیا سے جولوگ چلے جاتے ہیں ان کی جگہ خالی رہتی ہے۔خصوصاً مولوی عبدالعزیز علیہ الرحمہ جیسے جلیل القدر عالم،مردمومن،مجاہد،عظیم المرتبت شخصیت اورولی کی جگہ پر ہونا بہت مشکل ہے۔

حافظ ملت کے وصال کے بعد آپ نے شہزادۂ حافظ ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ کوکرم خاص سے نوازا اوراپنے سلسلے کی خلافت واجازت مرحمت فرمائی اور دعا فرمائی کہ سلسلہ عزیزی کا یہ سرسبز وشادات چمن بزرگان سلاسل اور اولیائے اکابر کے طفیل اپنی بہاروں سے ہمیشہ عالم روحانیت کومعطرومعنبر بنائے رکھے۔آمین۔(کتاب ''مفتی اعظم ہند''از عبدالنعیم عزیزی)

اشرفیہ کی یہ ساری بہار اسی (حافظ ملت) کے وجودمسعود کے دم سے ہے،اسی کے فیض قدم سے ہے،یہ روشنی اسی کے جلوے کی ہے''(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور۔حافظ ملت نمبر)

(۲) خلیفہ اعلیٰ حضرت۔برہان ملت حضرت مفتی شاہ برہان الحق علیہ الرحمہ جبل پوری

حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ ایسے صاحب علم عالم تھے گویاعالَم تھے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ کی ذات دنیائے درس وتدریس وعلم وحکمت کے لئے نعمت عظمی تھی اور

ع　　　قدر نعمت می شود بعد زوال

(ماہنامہ اشرفیہ۔حافظ ملت نمبرص ۴۸۷)

عزیز العلما نبیل الفضلا حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار اوران کے ذکرخیر کے حامل ان کے علمی وعملی شاہکار اولاً توان کے شاگرد اورتلامذہ ہیں جن کے ذہن وقلب ظاہر و باطن حافظ ملت کی تعلیمات اور ان کے ارشادات اور ان کی ہدایات کا مظہر ہیں۔دوسرا وہ مرکزعلم،معدن علم،منبع علم ہے جو بصورت عمارت عظیمہ دارالعلوم قائم ہے جسے حال کے محاورے میں''یونیورسٹی کہا جاتا ہے۔''

اگرچہ حافظ ملت قدس سرہ واصل رحمتِ الٰہی ہوئے اورظاہری اعمال سے مستغنی لیکن حسب ارشادقرآن مجید و يَحْيٰى مَنْ حَيّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔جس کی تفسیراعلیٰ حضرت مجدددین وملت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے یوں فرمائی حَيّ عَن بَيِّنَةٍ فَكَيْفَ يَمُوت۔وہ اپنی اس کھلی نشانی کے ساتھ زندۂ جاوید ہیں اور حسب ارشادحدیث شریف۔اِذامَاتَ الْاِنْسَان اِنقَطع عَمله اِلّا مِن ثَلٰثٍ.صَدقةٍ جَارِيَة اَوعِلم يُنْتَفعُ بِه اَووَلَدٍ صَالِحٍ يدْ عُو لَه بِالْخَيْر۔

حافظ ملت کا صدقہ جاریہ دارالعلوم اشرفیہ کی دیدہ زیب دلکش تعمیر ہے اورعلم ینتفع بہ دارالعلوم میں علوم دین و شرع متین کی تعلیم اور ولد صالح یدعولہ بالخیر حافظ ملت کے صاحبزادے خصوصاً علامہ مولانا عبدالحفیظ صاحب جانشین حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ اور اولادعلمی وروحانی شاگرد وتلامذہ ہیں۔رب العزت تبارک وتعالیٰ ان تمام مبارک یادگاروں کو دین متین وشرع مبین،اشاعت اسلام اورترقی مسلمین کے لیے بقاودوام عطا فرمائے۔آمین! وصلی اللہ علی مظہر

لطفه وقاسم نعمته سیدنا ومولانامحمد وآله واصحابه وعلماء ملته اجمعین۔(ماہنامہ اشرفیہ بابت جون ۱۹۷۸ء)

(۳) حضرت صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ:

''میری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے۔ایک مولوی سردار احمد (ابو الفضل محدث اعظم پاکستان) اوردوسرے حافظ عبدالعزیز (حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور) (المصباح میگزین)

(۴) حضرت مفتی اجمل شاہ صاحب سنبھلی:

۷؍شعبان ۱۳۷۶ھ میں جامعہ اشرفیہ کے طلبہ کا امتحان لیا۔آپ کے تاثر کا ایک حصہ ذیل میں پڑھئے۔

''بحمدہ تعالیٰ طلبہ کو بہترین ذی استعداد پایا۔اور خصوصاً بعض کو بے نظیر اور بے مثل نہایت قابل ٹھہرایا۔اور یہ کیوں کر نہ ہو۔اس کے مدرسین نہایت جانکاہی اورعرق ریزی سے درس کی خدمت کو انجام دیتے ہیں۔خصوصا صدرالمدرسین بدرالمعلمین فاضل جلیل، عالم نبیل، جامع معقول ومنقول حادی فروع واصول حضرت مولوی حافظ عبدالعزیز صاحب دام فیضہ قابل صد تحسین ہیں۔یہ ساری بہار انہیں کے دم قدم کا صدقہ ہے۔اوراس چمن مصطفوی کی بہار انہیں کی ذات پر موقوف ہے''۔(اشرفیہ کا ماضی اورحال ص ۷۴)

(۵) حضرت مولانا محمد شریف مصطفےٰ بادی:

موصوف معقولات ومنقولات میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔الافاضۃ القدسیۃ اورمعقولات میں کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔آپ حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب رامپوری کے شاگرد ہیں۔آپ اپنے ۱۹۴۸ء کے ایک معائنہ میں رقم طراز ہیں۔

''عرصہ ہوا میں نے اس مدرسہ کا معائنہ کیا تھا اس وقت اس کی ابتدائی حالت تھی۔موجودہ صدر مدرس (حافظ ملت) جب سے تشریف لائے مدرسہ نے بہت ترقی کی ہے اور دارالعلوم کی صورت اختیار کرلی ہے۔جملہ اساتذہ اپنے فرائض کو نہایت محنت سے انجام دیتے ہیں'' (اشرفیہ کا ماضی اورحال ص ۶۹)

(۶) حضرت علامہ فضل حق رامپوری:

موصوف نے اجمیر میں حافظ ملت کا امتحان لیا پہلی ہی کتاب میں بہت سے داخلی اورخارجی سوالات کیے جوابات سے مطمئن ہوکر کتاب بند کر کے ارشاد فرمایا۔

''اب ہم ان کی کسی کتاب کا امتحان نہیں لیں گے، ان کی قابلیت درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہے'' (حافظ ملت نمبر، اشرفیہ)

(۷) حضرت مولانا عبد العزیز خاں فتح پوری:

موصوف مراد آباد میں حافظ ملت کے دور طالب علمی کی ابتدائی کتابوں کے استاذ ہیں۔ لکھتے ہیں:

''حافظ ملت مراد آباد پہنچ کر جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوکر روز و شب پڑھنے میں مشغول ہوئے اور یوماً فیوماً ترقی کرنے لگے..... پھر حافظ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے مراد آباد سے اجمیر شریف کا قصد کیا، میری رائے اور اجازت سے جامعہ نعیمیہ سے رخصت ہوکر اجمیر شریف پہنچے اور وہاں تحصیل علوم میں جب تک رب العزت تبارک وتعالیٰ نے چاہا مشغول رہے بالآخر اسی کے فضل وکرم سے عالم باعمل فاضل بے بدل ہوئے''۔ (حافظ ملت نمبر، اشرفیہ)

معاصرین کا خراج تحسین:

حضرت حافظ ملت کے معاصرین علما ومشائخ میں آپ کے ہم درس علما اور اس وقت کے مشائخ وعلمائے اکابرین شامل ہیں۔

(۱) سید شاہ حسن میاں مارہرہ مطہرہ:

حافظ ملت ایسی ذات گرامی ہے جس کے ادنیٰ خوشہ چین حکمت ودانش علم ومعرفت کی چلتی پھرتی یونیورسٹیاں ہیں۔ کچھ لکھنا گویا امتحان دینا ہے۔ یاد آئی ۴۷ء کی وہ صبح جب مارہرہ کی برکاتی خانقاہ میں حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمہ کے ساتھ پہلی بار حافظ ملت علیہ الرحمہ کی زیارت ہوئی تھی۔ اندازِ گفتگو میں نوجوانوں کی سی گھن گرج تھی۔ جو بات منہ سے نکلتی ایک میخ سی گڑ جاتی علم وحکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جس کی ضیا باری سے اقطارِ ہند وبیرون ہند منور، جس کی شعائیں دور دور تک بکھری ہوئیں جو یقیناً کھانے کے دستر خوان سے لے کر محراب ومنبر اور مسند درس وافتا سے تخت مشیخت تک حافظ ملت تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

(۲) امین شریعت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب علیہ الرحمہ مفتی اعظم کانپور:

''حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کو مجاہد ومتحرک اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلا کر اور نمایاں ملی خدمات انجام دے کر مسلمانوں کو موجودہ دور میں دینی خدمات کا جو اسلوب عطا کیا ہے وہ قابل تحسین اور قابل تقلید ہے''۔ (حافظ ملت نمبر)

(۳) مولانا سید شاہ عزیز احمد سجادہ نشین خانقاہ حلیمیہ ابو العلائیہ:

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی ہمہ گیر بلیغ اور ٹھوس شخصیت کو عظیم تسلیم کرنے میں مجھے کبھی تکلف نہیں رہا جب جب ملاقات ہوئی ہے بے پناہ متاثر ہوا ہوں اپنے ہم عصر علما اور رفقا کے درمیان ان کی شخصیت ہمیشہ اجاگر رہی وہ بیک وقت درس وتدریس کے بادشاہ بھی رہے اور وادیٔ پرخار کے بے خوف مسافر بھی۔ آج حافظ ملت کو ''المجاہد'' کہنے میں مجھے

کوئی تکلف نہیں ۔ پائدار مجاہدانہ رفتار کی رمق کو میں نے حافظ ملت کی پیشانی پر نمایاں طور پر دیکھا ہے ۔ اس کے علاوہ ان کا حسن اخلاق سلوک وفا اور دلکش وضع داری کی جامعیت بھی اپنا الگ معیار رکھتی تھی ۔ منکسر المزاجی اور عاجزی فطرت میں شامل تھی ۔ آپ کی حلیم الطبعی نے ہر طبقہ کے افراد کو متاثر کیا ہے ۔ (حافظ ملت نمبر)

(۴) مولانا سید غلام مصطفیٰ حضرت القادری دربار شریف قادریہ کلکتہ:۔

حافظ ملت آسمان علم وفن کے وہ نیر تاباں تھے جس کی ضیا باریوں سے ملک وبیرون ملک کا گوشہ گوشہ جگمگا رہا ہے آپ عالم باعمل، درویش بے بدل اہل دل اور صاحب حال تھے ۔ عاشق رسول شیدائے اہل بیت اطہار اور فدائے غوث الابرار تھے ۔ آپ کی ہر ادا اخلاق نبوی کی تصویر تھی عجز وانکساری، تواضع وخاکساری آپ کی زندگی کا طرۂ امتیاز تھا ۔ (حافظ ملت نمبر)

(۶) حضرت مولانا محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری:

حضرت حافظ ملت محنت کرنے والے بھی تھے ، عمر بھر دینی خدمات میں اوقات گزارا ۔ تقویٰ وطہارت بھی مکمل تھی ۔ (حافظ ملت نمبر)

حضرت مولانا سید مختار اشرف صاحب کچھوچھوی:

مولانا (حافظ ملت) مخلص ایثار پسند ہمدرد تھے ان کی خوبیاں تحریر سے باہر ہیں ۔ (حافظ ملت نمبر)

(۷) علامہ عبد المصطفیٰ صاحب اعظمی:

یہ شرف میرے لیے باعث فخر ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارکپور کے بانی فضیلت مآب استاذ العلماء حضرت مولانا الحاج حافظ عبد العزیز صاحب قبلہ مرادآبادی اعلی اللہ مقامہ میرے استاذ بھائی تھے لیکن وہ علوم واعمال اور زہد وتقویٰ کے فضل وکمال میں مجھ سے بدرجہا بالاتر، بلند مرتبہ اور عظیم الشان عالم نبیل وفاضل جلیل تھے...... میری نگاہ نقد ونظر میں حافظ ملت کا فضل وکمال میراثی فضل وکمال نہیں ۔ بلکہ یہ بالکل ذاتی فضل وکمال ہے جس کو انہوں نے اپنی دلدوز اور دماغ سوز محنتوں اور اپنی قوت بازو کے بل پر حاصل کیا ۔ اور یہ حافظ ملت کی وہ خصوصیت ہے جو انہیں ان کے ہم عصر مشاہیر سے اس طرح ممتاز کر رہی ہے جس طرح چاند سورج کی روشنی ایک دوسرے سے ممتاز ہے کہ چاند دنیا میں سورج کی بخشی ہوئی روشنی کے بل پر چمک رہا ہے اور سورج خود اپنی روشنی سے عالم کو منور کر رہا ہے ۔ (حافظ ملت نمبر)

(۸) علامہ نظام الدین صاحب الہ آبادی:

حافظ ملت یوں تو تمام علوم مروجہ کی تمام کتابوں پر قابو یافتہ ہیں مگر فن تفسیر وحدیث میں ان کو کاملیت حاصل ہے ۔ (حافظ ملت نمبر)

مولانا سید افضل الدین حیدر صاحب درگ ایم، پی:

اس حقیقت کو پیش کرتے ہوئے ہر کس وناکس پر ہویدا ہے کہ مدرسہ اشرفیہ اپنی ابتدائی منزل وموجودہ منازل علیا ومراتب عظمیٰ میں تفہیم کے لیے محمود وایاز کی شان رکھتا ہے فتدبر بالتدبیر العمیق اور پھر ظاہر کہ یہ عروج وکمال حسب تمہید مذکورہ متعلق بہ وثاق تعلق حضرت حافظ ملت حامل لواء شریعت ہادی طریقت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے (حافظ ملت نمبر ص ۸۲)

(۹) علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (کراچی، پاکستان) علیہ الرحمہ:

''حافظ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی چند خصوصیات میں سے ایک یہ خصوصیت تھی کہ وہ اپنے اساتذہ اور اپنے تمام مشائخ اور ان کے متعلقین کا پورا پورا ادب کرتے تھے۔ کسی فعل یا قول سے یا ترکیب سے وہ ایسا ظاہر نہیں کرتے تھے کہ کسی بزرگ سے تعلق میں کوئی کمی ظاہر کریں'' (حافظ ملت نمبر)

(۱۰) علامہ سید محمد قتیل دانا پوری پٹنہ:

(الف) ''سند المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سید المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہما دین کے دو آہنی بازو تھے'' (حافظ ملت نمبر)

(ب) ''شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب بانی جامعہ اشرفیہ اپنے وقت کے حضرت ابوہریرہ تھے'' (ایضا)

دیگر مشائخ علما اور دانش وروں کی نظر میں:

زیر نظر عنوان کے تحت ان علما ومشائخ کے تاثرات رقم کیے جا رہے ہیں جن کا شمار حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے تلامذہ، معاصر اور اصاغر میں ہوتا ہے۔

مولانا سید ظفر الدین اشرف سجادہ نشین آستانۂ حضور مخدوم سمناں علیہ الرحمہ کچھوچھہ شریف:

''حافظ ملت کا نعرۂ مستانہ حدود ہند سے باہر نکلا تو پورے ایشیا پر محیط ہوگیا اور بادتند وسیلِ رواں کے مانند ایشیا سے نکل کر افریقہ ویورپ پہونچا تو جرأت مندوں نے صدائے لبیک بلند کی'' (حافظ ملت نمبر ص ۸۶)

مولانا شاہ عبدالعلیم بقائی:

لاریب کہ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ اب بظاہر ہمارے درمیان میں نہیں ہیں مگر ان کا نام نامی اسم گرامی ان کے عشق خداوندی ومحبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بقول حافظ شیرازی

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کا حامل ہے اور رہے گا۔ بیشک حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ بظاہر ہم میں موجود نہیں ہیں مگر جو یادگار عظیم الشان عربی یونیورسٹی کی شکل میں وہ چھوڑ گئے ہیں وہ قائم رہے گی اور ان کی روحانی طاقت اس کو اس مقام پر پہنچائے گی جہاں وہ لیجانا چاہتے تھے۔

اگر گیتی سراسر بازگردد
چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد
(حافظ ملت نمبر)

علامہ سید ظہیر احمد زیدی، علی گڑھ:

(ا) حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تقریبا ۵۰ سالہ مسلسل جدو جہد نے گمنام و ناقابل ذکر مبارکپور کو ایک مشہور و عظیم مرکز علم میں تبدیل کردیا۔ یہاں سے بلند ہونے والی اس درویش کی آواز حق اب افریقہ، یورپ اور ایشیا کے ریگستانوں اور مرغزاروں میں سنی جاسکتی ہے'' (حافظ ملت نمبر ص ۱۰۳)

(ب) صاحب صدق وصفا و حامی دین مصطفےٰ علیہ الوف التحیۃ والثنا حافظ ملت حضرت مولانا الحاج حافظ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی، بلا شبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو صاحب فضل وکمال بنایا تھا۔ آپ نہایت درجہ متبع شریعت تھے۔ اخلاص واحسان اور تقویٰ آپ کا شعار تھا۔ عزم و استقلال اور توکل وقناعت کی عظیم دولت سے آپ سرفراز کیے گئے، جن مشکل حالات میں آپ نے دین حق کی خدمت انجام دی وہ ہم سب کے لیے نمونہ تقلید ہے۔ (ایضا ص ۱۰۲)

حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب بیت الانوار، گیا (بہار):

''ایک بے آب وگیاہ ویرانہ، تاحد نظر علوم ومعارف کے شاداب گلشن میں یوں ہی نہیں تبدیل ہوگیا ہے بلکہ اس کے مسکراتے ہوئے لالہ زاروں اور مہکتے ہوئے غنچوں کے پیچھے جہاں حافظ ملت کے پسینے کی خوشبو اور ان کے خون جگر کی سرخی کارفرما ہے وہیں ان کا بے مثال ایثار واخلاص ناقابل تسخیر عزم واستقلال اور قلوب کو پگھلا دینے والا ان کا زہد وتقویٰ اور سفر وحضر میں خلوت میں جلوت میں، اندھیرے میں، اجالے میں، دیس میں، پردیس میں، صحرا میں، آبادی میں ملکوتیوں کی طرح ان کے کردار کا تقدس مبارکپور کی عظیم تاریخ کا نقطۂ اول بھی ہے'' (حافظ ملت نمبر ص ۱۰۳)

(ب) ''حافظ ملت نے تعلیمی انقلاب برپا کرنے کا ایک عظیم تصور دیا'' (ایضا)

مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی سابق ایم پی:

جہاں تک قوم کے اندر نئی زندگی، نئی روح پیدا کرنے کا تعلق ہے وہ تو انہوں نے کردکھایا۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ اس زندگی کو باقی رکھیں ان کی یادگاروں کو پروان چڑھائیں۔ یہ حقیقت ہے کہ دنیائے سنیت کے جتنے قلعے انہوں نے تعمیر کیے شاید اتنے قلعے کسی نے نہیں تعمیر کیے۔ (حافظ ملت نمبر اشرفیہ)

حافظ ملت علیہ الرحمہ نے آندھیوں میں چراغ جلانا اور طوفان میں کشتی چلانا سکھایا (اشرفیہ فروری ۸۸ء)

عظیم ملت حضرت سید شاہ عظیم الدین علیہ الرحمہ بڑودہ:

''دنیائے سنیت کا ایک عظیم تر قائد، علوم وفنون کا ہمالیہ'' (اشرفیہ فروری ۱۹۷۷ء)

حضرت مولانا مجتبیٰ اشرف کچھوچھوی:

''حافظ ملت کسی شخص کا نہیں بلکہ ایک زندۂ جاوید تحریک کا نام ہے'' (ایضا)

رئیس القلم علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ:

ا۔''حافظ ملت کی زندگی کا سب سے نمایاں جوہر اپنے تلامذہ کی پرسوز تربیت اور ان کی شخصیتوں کی تعمیر ہے۔ اپنے اس وصف خاص میں وہ اتنے منفرد ہیں کہ دور دور تک کوئی ان کا شریک وسہیم نظر نہیں آتا''۔ (حافظ ملت نمبر)

ب۔''تاج محل کی تعمیر آسان ہے لیکن شخصیتوں کی تعمیر کا کام بہت مشکل ہے۔حافظ ملت کو اس کام سے عشق کی حد تک تعلق تھا۔ سفر میں، حضر میں، حلقۂ درس میں، مجلس خاص میں، جلسۂ عام میں کہیں بھی وہ ایک لمحے کے لیے اپنے فریضۂ عشق سے غافل نہیں رہتے''۔ (ایضا)

حضرت مولانا سید مظہر ربانی صاحب باندہ:

''ان کے تلامذہ اور عقیدت مندوں کا گروہ اور الجامعۃ الاشرفیہ کی دنیائے سنیت میں مرکزیت وافادیت بذات خود ان کا مکمل تعارف ہے۔ کیوں کہ ہر درخت کے برگ وبار سے درخت کی اصلیت وحقیقت معلوم ہوتی ہے۔

پھل پھول پتیوں پہ ہے تیری نظر نثار
جڑ پر نظر نہیں ہے کہ جس کی ہے سب بہار

آج حافظ ملت کے ہزاروں شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد، ہندوبیرون ہند میں درس وتدریس تصنیف وتالیف، افتا وقضا، ہدایت وارشاد، خطابت وقیادت کے منصب پر فائز ہوکر، ہر طرف علم وحکمت کی جو روشنی پھیلا رہے ہیں یہ حافظ ملت کے علمی وروحانی فیضان کا نا قابل تردید شاہکار ہے۔

''فقیر نے ہندوستان کے علاوہ دوسرے ملکوں میں بھی حافظ ملت کی خاموش علمی وروحانی اعلیٰ تربیت کے نمونے جا بجا دیکھے ہیں'' (حافظ ملت، افکار اور کارنامے)

نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا ریحان رضان خاں رحمانی میاں بریلوی علیہ الرحمہ:

''حضور حافظ ملت ایک مرد مومن اور ایک عالم حق ہی نہیں وہ ولی کامل تھے۔ان کی زندگی کا گواہ ان کا علم، ان کی پاکیزگی، ان کا تقدس، تقویٰ وطہارت اور ان کی ولایت ہے اور گیتی کے چپے چپے پر پھیلے ہوئے مسلک سنیت کی ترویج واشاعت میں مشغول تلامذہ ومریدین ہیں اور اس ذات عظیم کی زندہ کرامت ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ ہے جو جاہ وجلال

کے ساتھ مبارکپور کی وسیع وعریض زمین پر کھڑا ہوا ہے''۔(حافظ ملت نمبر)

مولانا قاری محمد عثمان اعظمی علیہ الرحمہ:۔

(ا) حضور حافظ ملت "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ" کے سچے مصداق تھے۔(حافظ ملت نمبر)

(ب) حضور حافظ ملت "اَلْحُبُّ فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ" کی عملی تصویر تھے۔(ایضا)

(ج) یہ درحقیقت حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی وہ تقویٰ وطہارت اور تعلق باللہ وبالرسول کی قوت تھی جو لوگوں کو ظاہری ساز وسازمان کے بغیر ان کی طرف جھکنے پر مجبور کرتی تھی۔(ایضا)

حضرت مولانا قاری محمد یحیٰ صاحب علیہ الرحمہ:۔

(ا) حافظ ملت نے تن تنہا اپنے کاندھوں پر قوم وملت کا جو بار عظیم اٹھا رکھا تھا، اب اٹھانے کے لیے ایک پوری جماعت درکار ہے۔(ایضا)

(ب) موجودہ صدی میں مسند علم ودانش سے کتاب وسنت کی نقیب ایک ایسی شخصیت ابھری جو ابھرتی ہی گئی یہاں تک کہ آسمان سنیت پر چھا گئی پھر وہ وقت آیا کہ اس ہستی کی عبقری شان دن کے اجالے کی طرح دنیا کے سامنے اجاگر ہوگئی اور قوم نے حافظ دین وملت کا موقر خطاب دے کر اعتراف حقیقت کیا۔آپ کی فیض بخش ذات بابرکات اگرچہ مجموعۂ کمالات تھی لیکن ان تمام کمالات کا تجزیہ کیا جائے تو دین کے فروغ کے لیے تمام تر جدو جہد اور اتباع سنت آپ کا مرکزی کردار ٹھہرے گا اور سارے کمالات اسی محور پر گردش کریں گے۔(حافظ ملت نمبر)

حضرت مولانا قاضی محمد شفیع صاحب مبارکپوری علیہ الرحمہ:

ا۔الجامعۃ الاشرفیہ کے لیے زندگی وقف کرنے والے نے موت کے بعد اپنے جسد خاکی کا آخری سرمایہ بھی اسی کو سونپ دیا۔(حافظ ملت نمبر)

ب۔دارالعلوم اشرفیہ کی صدر مدرسی سے لے کر سربراہ اعلیٰ کے منصب پر فائز ہونے تک آپ کی زندگی میں بہت سے نشیب وفراز آئے اور آزمائش کی راہ سے گزرنا پڑا لیکن ہر منزل میں وہی کیا جسے حق سمجھا اور اسی موقف پر ہمالیہ کی طرح جمے رہے۔(ایضا)

بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی:۔

ا۔حافظ ملت میری نگاہ میں بہت عظیم عالم، بہت عظیم بزرگ اور بہت عظیم قائد ورہنما تھے اس لیے کہ ان تمام میدانوں میں ان کے کارنامے اظہر من الشمس ہیں۔(حافظ ملت نمبر)

ب۔حضور حافظ ملت سراپا عملی انسان تھے۔آپ نے دن رات کے چوبیس گھنٹے میں ایک ساتھ اتنے کام کیے

ہیں کہ آج سوچ کر آدمی کی عقل حیران ہو جائے۔

شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ:

ا۔ ''حضور حافظ ملت قدس سرہ کی تفسیر میں مہارت کا جو سرمایہ مل سکتا ہے وہ درس ہی سے مل سکتا ہے تو اگر میں یہ کہدوں کہ حافظ ملت ان کتب تفسیر کو بہت عمدہ پڑھاتے تھے تو اہل علم اس کے کھوکھلے پن پر ہنس دیں گے اس لیے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حافظ ملت قدس سرہ ان کتابوں کو خوب بہت خوب عمدہ اور بہت عمدہ تو پڑھاتے ہی تھے حافظ ملت کا کمال یہ تھا کہ ایک ذی استعداد طالب علم کو یہی کتابیں پڑھا کر مفسر بنادیتے تھے'' (حافظ ملت نمبر)

ب۔ ''حافظ ملت قدس سرہ کے تلامذہ میں ایسے ایسے باکمال ہیں کہ آج اہل سنت کے اساطین میں شمار ہوتے ہیں'' (ایضا)

ج۔ حافظ ملت قدس سرہ العزیز ایک تاریخی ہی نہیں تاریخ ساز انقلاب آفریں شخصیت کے مالک تھے جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر دنیائے سنیت میں نئی روح پھونک کر انقلاب عظیم برپا کردیا ہے اور اہل سنت کے مردہ جسم میں نئی جان ڈالدی ہے''۔ (حافظ ملت افکار اور کارنامے)

علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی علیہ الرحمہ:

حافظ ملت جسم ضعیف ونا تواں مگر عزم واستقلال کا کوہ گراں یہ ان نفوسِ قدسی میں ہیں جن کے نقش پا آنے والی نسل کے لیے مشعل راہ ثابت ہوتے ہیں۔ سچ ہے یہ اپنے لیے نہیں بلکہ دنیا کی ہدایت کے لیے جیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق میں اکثر یہ کہتا ہوں کہ یہ دیندار ہی نہیں بلکہ چلتا پھرتا دین ہیں جنہیں دیکھ کر اور ان کی اتباع کر کے لوگ دیندار بنتے ہیں۔

ایک ایسا عابد شب زندہ دار کہ زہدوتقویٰ وپارسائی جس کے دامن کی حسین جھالر ہیں زمین پر آنکھیں بچھائے اس طرح گذر جائیں کہ عرش وفرش کی کائنات انہیں دیکھے لیکن ان کی خدا شناس نگاہوں کو کوئی کچھ نہ کہہ سکے۔ لباس میں ایسی سادگی جس سے عالمانہ وقار پھوٹ پھوٹ کر برستا ہو! گفتار میں ایسی نرمی اور مٹھاس گویا ہونٹوں سے پھول جھڑ رہے ہوں۔ ایسے کریم وشفیق کہ بچے انہیں پا کر ماں کی گود بھول جائیں۔ (حافظ ملت نمبر، اشرفیہ)

ہم ایسے انسان کو مردہ کیسے کہہ سکتے ہیں جس نے ملت کے مردہ ضمیر کو زندگی عطا کی ہو۔ آج حافظ ملت خاموش ہیں مگر ہزاروں زبانوں کو قوت حق گوئی عطا کر کے

ع   ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

حافظ ملت کا فیضان، ابر کرم کی طرح عام تھا جس سے ہر طالب علم نے حسب صلاحیت استفادہ کیا''۔
(حافظ ملت نمبر)

مولانا سید الزماں حمدوی پوکھریروی:

فوج درفوج شاگردوں کا کارواں، حفاظ، علما، واعظین، مدرسین کا لشکر بیکراں پھر ایک مذہبی قلعہ کی تعمیر محکم جس کا نام ''اشرفیہ عربی یونیورسٹی'' ہے جس سے رہتی دنیا تک جنود اللہ، حزب اللہ، تربیت پاکر رزم گاہ حق وباطل میں حمایت حق کی خاطر تقریراً، تحریراً، تدریساً، اسلام و مذہب اہل سنت وجماعت کا پھریرا لہراتے رہیں گے۔ (ایضا)

مولانا قاری رضاء المصطفیٰ کراچی پاکستان:

سیدی واستاذی حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز اپنے تلامذہ کے لیے کرم بالائے کرم تھے۔ (ایضا)

علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، گھوسی:

''حضرت حافظ ملت کی دینی وعلمی خدمات کا مرکز اشرفیہ ہی تھا۔ آپ نے تقریبا ۴۴؍سال تک یہاں تعلیم وتدریس کی بزم قائم رکھی اور وہ بھی اس شان سے کہ ہر دور میں اشرفیہ ہزار انجمن علم وفن پر بھاری رہا۔ حضرت صدرالشریعہ کے بعد حافظ ملت ہی کے لیے یہ خصوصیت مقدر ہوئی کہ آپ نے سب سے زیادہ بہتر اور کثیر التعداد علما پیدا فرمائے۔

حافظ ملت نے مبارکپور میں رہ کر پچاس سال خدمت کی مگر کسی زمانے میں بھی آپ کا مشاہرہ دوسو پچاس روپے نہیں پہونچا، آپ نے کبھی بھی اضافۂ تنخواہ کی درخواست نہیں دی۔ آپ کو دوسرے مدارس سے ۶؍سو روپے ماہانہ مشاہرہ پر، اور کہیں سے اس سے زائد تنخواہ پر بھی مدعو کیا گیا مگر آپ نے کبھی اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ حافظ ملت ایک طرف اشرفیہ کے لیے مالی فراہمی میں پوری کوشش کرتے تھے تو دوسری طرف اپنے لیے اقل قلیل مشاہرہ لے کر بانداز دیگر ادارہ کی مالیات کو مضبوط فرماتے تھے وفات سے چند روز قبل علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری سے اسی رخ پر گفتگو کے دوران فرمایا۔

''ایک لمحہ کے لیے ایک اجمالی تخمینہ کی طرف توجہ کی۔ تو (اشرفیہ کا) یہ فائدہ لاکھ روپے سے متجاوز نظر آیا''

حافظ ملت کا زہد وتقویٰ ایسا تھا کہ کسی نے آپ کو خلاف سنت روش پر کبھی نہ دیکھا۔ (اشرفیہ، فروری ۱۹۸۸ء)

علامہ عبداللہ خاں صاحب عزیزی:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اس عالم رنگ وبو میں منارۂ نور تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

وہ اعلیٰ درجہ کے ایسے محدث تھے جنہوں نے طویل مدت تک درس حدیث دیا اور اس کے نکات وباریکیوں سے اپنے سینکڑوں تلامذہ کو مستفیض فرمایا۔ وہ قرآن حکیم کے معارف وحقائق کے ایسے محرم اسرار تھے جنہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ اس کی تلاوت وتفسیر وبیان میں صرف کیا۔

ان کی (حافظ ملت کی) کتاب زندگی میں رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کی تحریریں مرقوم تھیں۔ (حافظ ملت نمبر)

مفتی رجب علی، نانپاروی علیہ الرحمہ:

ا۔ ”حافظ ملت کی ذات گرامی دنیائے سنیت کے لیے کردار واعمال کا سنگ میل ہے“ (حافظ ملت نمبر)

ب۔ ”حافظ ملت کی ذات گرامی دنیائے سنیت کے لیے منارۂ رشد وہدایت اور نمونۂ عمل تھی“۔ (ایضا)

مولانا عبدالشکور اعظمی علیہ الرحمہ:

حضرت علیہ الرحمہ (حافظ ملت) علم وعمل کے وہ سرچشمہ تھے جن کے فیضان نے ہزاروں قطروں کو سمندر کا سا فروغ اور ہزاروں ذروں کو پہاڑ کی سی بلندی عطا کی ہے۔ (ایضا)

مولانا عبدالشکور گیاوی:

حافظ ملت کے انتقال سے صرف مولانا عبدالحفیظ صاحب ہی نہیں بلکہ علما کا ایک طبقہ یتیم ہوگیا۔ (ایضا)

مولانا صابر القادری نسیم بستوی رحمۃ اللہ علیہ:

حافظ ملت ایک وضعدار با اصول اور عبادات ومعاملات میں بہت پابند عالم بزرگ ہیں۔ (اشرفیہ فروری ۱۹۸۸ء)

مولانا مجیب الاسلام نسیم اعظمی:

اگر سنیت کی تاریخ سے حافظ ملت کے کارناموں کو نکال دیا جائے تو یہ قوم نصف صدی پیچھے چلی جائے گی۔
(حافظ ملت نمبر)

مولانا سید مثنیٰ انور کچھوچھوی:

حافظ ملت ایک عظیم عالم ایک پاک طینت شخص اور دینی تعلیم کے روح رواں اور بے غرض مصلح تھے۔ آپ جماعت کے لیے روشنی کے مینارہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

حضرت سید موصوف اشرف، بسکھاری:

حافظ ملت کے حضور سب سے بہتر خراج تحسین یہ ہے کہ ان کے مشن کے لیے تن من دھن کی بازی لگادی جائے۔ (ایضا)

مولانا صوفی نظام الدین، بستوی:

حضور حافظ ملت کا ہر عمل قرآن وسنت کا ترجمان تھا۔ (اشرفیہ فروری ۱۹۸۸ء)

مولانا غلام علی، بہرائچی:

آپ نے اپنی زندگی میں جو کچھ کیا اور جتنا بھی کیا سب اسلام کی فلاح وبہود کے لیے اور رضائے الٰہی کے لیے۔ (اشرفیہ فروری ۱۹۸۸ء)

حضرت سید آل رسول حسنین برکاتی مارہروی شہزادۂ سید العلما علیہ الرحمہ:

وہ نحیف الجثہ مگر بڑے قوی الایمان تھے۔(حافظ ملت نمبر)

علامہ سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی:

ملت کا حافظ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ملت کی حفاظت میں گزرا، جس نے ملت کی حفاظت فرمائی تقریر سے، تحریر سے، تدریس سے، مناظروں کے ذریعہ، احقاق حق وابطال باطل سے اپنی زندگی کو اسوۂ نبی میں ڈھال کر، اپنی درسگاہ علم وادب سے جلیل القدر علما، اساتذہ، خطبا، اصحاب قلم، مناظرین، متکلمین، مفسرین، محدثین، اور اصحاب افتا پر مشتمل ایک دنیا بنا کر، خانقاہوں میں بیٹھ کر، جامعہ اشرفیہ کے لیے زندگی وقف کر کے، اسٹیج پر رونق افروز ہوکر، اپنی درسگاہ علم وادب میں پلنے والے کو اپنے فیض نگاہ سے اس منزل تک پہنچا کر کہ وہ عالمی شہرت کے مالک ہوجائیں۔

ملت کے حافظ نے ملت کی حفاظت کی، ہران موٗثر ذرائع کو استعمال فرما کر جو ملت کی حفاظت کے لازمی وسائل تھے۔(اشرفیہ مبارکپور ۱۹۷۶ء)

حافظ ملت ایک فرد نہ تھے بلکہ علم وادب کا ایک عظیم ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ کے فروغ وارتقا کی تابناک علامت تھے ۔(حافظ ملت نمبر)

مولانا توکل حسین:

آپ (حافظ ملت) اخلاق ودیانت کے پیکر مجسم، مروت اور محبت کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔آپ مردم شناسی اور خُردہ نوازی میں یکتا وتنہا تھے۔آپ کی ذات والا صفات خلوت اور جلوت ہر طرح سے مجموعۂ کمالات تھی۔ حافظ ملت وقت کے امام بخاری تھے۔(حافظ ملت نمبر)

مولانا کاظم علی عزیزی بستوی:

حافظ ملت بڑے ہی بلند اخلاق اور عالی ظرف انسان تھے۔(حافظ ملت نمبر)

انہوں (حافظ ملت) نے الجامعۃ الاشرفیہ (اس کے وسیع تر مفہوم کے ساتھ) کے ذریعہ ایک ایسا عالمگیر مذہبی انقلاب برپا کرنے کا تصور سامنے رکھا کہ جو دینی تعلیم کو آج کی دنیاوی ضروریات سے بھی ہم آہنگ کردے۔

دارالعلوم اشرفیہ کی جدید تعمیر کا کام مکمل کرنے کے بعد حضو حافظ ملت نے اس دینی درس گاہ ودانش گاہ کے تقاضے کو یوں پورا فرمایا کہ وہاں سے وقت کے جلیل القدر علما، فضلا، مفتیان، مفسرین، محدثین، مفکرین، مدبرین اور دانش ور فوج درفوج نکل کر پورے ایشیا، یورپ اور افریقہ کے آفاق پر چھا گئے۔(حافظ ملت افکار اور کارنامے)

مولانا محمد ظل الرحمن ضیائی سہسرام:

سچ تو یہ ہے کہ فقیہ اعظم صدر الشریعہ نے جو جگہ خالی فرمائی تھی حافظ ملت کی بے نظیر شخصیت نے اسے پُر کیا تھا۔

مستقبل کا مورخ جب مبارکپور کی تاریخ لکھے گا تو یہ ناممکن ہے کہ جلالۃ العلم والعلما حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کی ہمہ گیر شخصیت کے تذکرے کے بغیر اس کا قلم آگے بڑھ جائے۔ (ضمیمہ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور جولائی ۱۹۷۶ء)

مولانا نصیر الدین پلاموی:

حضور حافظ ملت صحیح یادگار سلف تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

مولانا کامل صاحب سہسرامی:

حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ جیسی اولوالعزم ہستیاں فرش گیتی پر شاذ ونادر ہی نظر آتی ہیں۔ حافظ ملت کتنی اہم خصوصیتوں کے مالک تھے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ بس یوں کہا جائے تو بجا ہے کہ خصائص عالیہ کے آپ مرقع تھے، علم وعمل کے سنگم تھے۔ معارف وعرفان کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ایک کوزے میں سمٹ آیا تھا۔

وَلَيْسَ عَلَى اللهِ بِمُسْتَنْكَر　　　اَن يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِـد

(حافظ ملت افکار اور کارنامے)

مولانا افتخار احمد قادری:

آپ کا وصف اخلاق اتنا بلند تھا کہ ہر شخص خود کو آپ کا سب سے قریبی محسوس کرتا تھا۔ (حافظ ملت نمبر)

مولانا محمد عمر، بہرائچی:۔

حضرت حافظ ملت کی ذات گرامی "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ" کا آئینہ تھی۔ (ایضا)

مولانا منصور علی خاں، ممبئی:

سب عمدہ خصائل، خلوص واستغنا دین میں انہماک اور للّٰہیت ان کی ذات میں جمع تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

مولانا حبیب الزماں امجدی گھوسی:

ا۔ آپ (حافظ ملت) کے اندر جو خدا داد قوتیں اور عملی صلاحیتیں کارفرما تھیں وہ اپنی ذات کی مفاد کے لیے نہ تھیں بلکہ آپ کے کارخانۂ حیات میں جو کچھ تھا وہ الجامعۃ الاشرفیہ کے تمام تر تعمیری پروگراموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے تھا تاکہ آئندہ نسلوں کے لیے یہ عظیم علمی درسگاہ مشعلِ علوم وفنون ثابت ہو سکے۔ (ایضا)

مولانا سید رکن الدین اصدق صاحب، پٹنہ:

حافظ ملت نے مخالف طوفانوں کا رخ پھیر دینے کی کون سی ترکیب فرمائی۔ وہی اور یقیناً وہی ترکیب جس کی تعلیم مجھے اس طرح پر دی۔ دین کے خادموں کو ہمیشہ صبر وضبط سے کام لینا چاہئے۔ (ایضا)

مولانا محمد اسلم عزیزی مصباحی گورکھپوری:

ا۔ حضور حافظ ملت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا جس طرح اپنے تمام اوصاف میں باکمال تھے اور ایسے باکمال کہ حضرت کے کمال کا ادنیٰ حصہ بھی کسی کو مل گیا تو صاحب کمال ہوگیا، علم کے باب میں میرا یقین بولتا ہے کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان علم درسینہ کے مظہر کامل تھے، اس وصف کا جلوہ حافظ ملت کے تدریس، تقریر، تحریر اور مناظرہ کے میدانوں میں نمایاں طور پر دیکھنے میں آتا ہے۔ (معارف حافظ ملت ص۲۲)

ب۔ حضور حافظ ملت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی ذات والا صفات ان شخصیت ساز انسانوں میں ہے جن کی زندگی کے لمحات کا ہر گوشہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ (ایضا ص۴۴)

مولانا مبین الہدیٰ نورانی، گیا (بہار):

حافظ ملت قوم وملت کے ایک ایسے محسن ہیں کہ جو مدتوں کے بعد کہیں پیدا ہوتے ہیں۔ (حافظ ملت نمبر)

مولانا قاضی ابراہیم مقبولی، کرناٹک:

حافظ ملت اس ذات گرامی کا نام ہے جس کی زندگی کا لمحہ لمحہ ملت کی حفاظت میں گزرا جس نے تقریر سے، تحریر سے، تدریس سے، مناظرے کے ذریعہ، احقاق حق اور ابطال باطل سے اور اپنی زندگی کو اسوۂ نبی میں ڈھال کر ملت کی حفاظت فرمائی۔

آپ اخلاق کریمانہ کے پیکر، مروت ومحبت کی چلتی پھرتی تصویر تھے آپ کی ذات والا صفات خلوت اور جلوت ہر طرح سے مجموعۂ کمالات تھی، آپ کے اخلاص، جوش عمل، اور استقامت وعزیمت اور جہد مسلسل کا لازمی نتیجہ جامعہ کی عظیم عمارت اور یہ ہوسٹل اور دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم کی قلعہ نما عمارت ہے (جو قصبہ مبارکپور میں موجود ہے، اور اسی سے ملحق جامع مسجد راجہ مبارک شاہ اور اشرفیہ مارکیٹ بھی ہے۔)

مولانا محمد یامین اشرفی صاحب مرادآباد:

حافظ ملت۔ دنیائے سنیت کا اہم قافلہ سالار (حافظ ملت نمبر)

مولانا محمد عاصم اعظمی:

حافظ ملت حضرت صدر الشریعہ کے صحیح جانشین اور علمی یادگار تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

مولانا قمر الدین اعظمی:

حضور حافظ ملت مستجاب الدعوات ولی تھے۔ (حافظ ملت نمبر)

مولانا محمد احمد صاحب مصباحی، بھیروی:

حافظ ملت کی زندگی ہمارے لیے مشعل ہدایت اور منارۂ نور ہے۔ (حافظ ملت نمبر)

حافظ ملت نے پوری زندگی درس وتدریس اور تقریر وتبلیغ کا شغل رکھا۔ (ایضا)

مولانا قاری عبدالحکیم عزیزی:

حافظ ملت علمائے متقدمین اور سلف صالحین کے سچے جانشین ومظہر، مثالی بندۂ رحمٰن، اور عظیم انسان تھے۔ حضرت کی پوری زندگی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے عین مطابق گزری ہے۔ وہ عظیم انسانی اخلاق واقدار کا مبارک پیکر تھے۔
(حافظ ملت افکار اور کارنامے)

مولانا غلام محمد بھیروی:

یوں تو دنیا میں بے شمار شخصیتیں گزری ہیں اور ایک سے ایک باکمال ہستیاں پیدا ہوئیں جن کی انوکھی زندگی صبح قیامت تک کے لیے مشعل راہ ہے۔ انہیں برگزیدہ ہستیوں میں مرشد برحق، آفتاب علم وفضل، شیخ الاسلام والمسلمین حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان بھی ہیں جن کی پوری زندگی سراپا نمونہ تھی اور ظاہر وباطن کی یکسانیت کے ساتھ ایسے تقویٰ شعار، نگاہوں کے سامنے خال ہی خال نظر آتے ہیں۔ (ایضا)

مولانا یٰس اختر مصباحی:۔

”تاریخ میں ایسی بے شمار شخصیتیں محفوظ ہیں کہ اپنے دور اقبال میں ان کے فضل وکمال عزت عظمت قوت وشجاعت، شہرت ونا موری کے ترانے گائے گئے اور بہت سے قیمتی افراد ان کی مدح وستائش میں رطب اللسان بھی رہے۔
لیکن بڑی عظیم ہے وہ شخصیت اور بڑا صاحب فضل وکمال ہے وہ انسان جو اپنے دل ودماغ اپنی محنت وکاوش اپنی قوت بازو سے علم وفضل کی شاخوں پہ آشیانہ بنائے۔ اپنے علم وہنر کا فیض بانٹے۔ اور خود اعتمادی وخدا اعتمادی کے ساتھ اپنی تاریخ کی دھرتی پر ایک عہد آفریں انقلاب برپا کرے۔ اپنے گوناگوں کارناموں سے شہر درشہر اپنی برکت تقسیم کرے اور اپنی زبان وقلم کردار وعمل اور اپنے ناقابل شکست عزم وحوصلہ تدبر وذہانت اور قوت ارادی کی بے پناہ طاقت کے ساتھ میدان میں اترے ۔ اور اس شان سے کہ اپنے دور کی تاریخ میں ایسا پرشکوہ اور بلند وبالا قصر عظیم تعمیر کر ڈالے جس کے سر بہ فلک میناروں کی روشنی شرق وغرب تک پھیل جائے“۔ (حافظ ملت نمبر)

مولانا عبدالمبین نعمانی، چریاکوٹ:

حافظ ملت اپنی کنیت ابوالفیض کے صحیح مصداق ہیں، آج ان کے دم سے علوم اسلامیہ زندہ ہیں۔ (حافظ ملت نمبر)
چودہویں صدی ہجری کے اواخر میں ہندوستان کے سپہر علم وفضل پر جن عظیم شخصیتوں نے مہر و ماہ بن کر اپنی روشنی بکھیری ان میں استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ ابوالفیض عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ والرضوان کا نام نامی ہندوستان کی علمی تاریخ میں ایک عظیم باب کا عنوان اور آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔
حافظ ملت کی نہایت سادہ اور سرتا پا دین میں ڈوبی ہوئی ذات ایک ایسا ابر کرم تھی جس کی فیض بخشیوں نے

صرف مبارکپور ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں کشت زار علم کو سیراب کر کے سرسبز و شاداب بنا دیا۔ مبارکپور میں علم کا ایک ایسا دریا جاری فرمایا جس کی مبارک نہریں اس ملک کے بیشتر تشنگان علم کی پیاس بجھا رہی ہیں اور جس کا دائرہ اب صرف ہندوستان ہی تک محدود نہیں رہا بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی اس کا فیضان علم عام ہوتا جا رہا ہے۔

حافظ ملت کی شخصیت ایک مرکزی شخصیت تھی۔ آپ نے اپنے مشن کا اصلی نشانہ ایسی چیزوں کو بنایا جو مرکزی اور اصولی حیثیت کی حامل ہیں۔ آپ صرف ہزاروں پر قانع نہ تھے بلکہ دریا اور سمندر کو بھی اپنے کمند عمل کا نخچیر بنانا مقصد حیات تصور فرماتے تھے۔ تاکہ سیرابی و شادابی کا سلسلہ عام سے عام تر ہو سکے۔ (حافظ ملت نمبر ص ۴۰۸)

مولانا مرغوب حسن قادری، ادروی:

اگر کسی کی ذات اعتماد و یقین، فکر و شعور، علم و آگہی، قوت عمل، خلوص و لگن اور ایثار و قربانی کی آئینہ دار نظر آتی ہے تو وہ حافظ ملت کی ذات گرامی ہے۔ (حافظ ملت نمبر)

مولانا نور الحق قادری غازی پور:

حافظ ملت اپنے دور کے امام ابو حنیفہ تھے (حافظ ملت نمبر)

مولانا رضوان احمد قادری گوسی:

ہندوستانی مسلمانوں پر اس دور اخیر میں حافظ ملت کے سب سے زیادہ احسانات ہیں (ایضا)

مولانا رضوان احمد شریفی گھوسی:

حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان نے زہرہ گداز منزلوں سے گزرتے ہوئے اپنی متاع حیات کو تعمیر انسانیت کے لئے وقف کر کے انسانوں کو حقیقت کی شعور افزا کرنوں اور اخلاق کی لازوالی قدروں سے مالا مال فرما دیا۔

(حافظ ملت افکار اور کارنامہ)

مولانا عبد المنان کلیمی:

حضور حافظ ملت عجز و انکسار کے پیکر تھے۔ حضور حافظ ملت حضرت صدر الشریعہ کے صحیح جانشین اور علمی یادگار تھے حضور حافظ ملت مقام تصوف کے تینوں زینے فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کو طے کر چکے تھے۔ حضور حافظ ملت مستجاب الدعوات ولی تھے۔

حضور حافظ ملت اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا کے سچے مصداق تھے۔ حضور حافظ ملت اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ کی عملی تصویر تھے۔ حضور حافظ ملت کی خلوت و جلوت اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ کی عکاس تھی۔

مولانا حافظ احمد القادری بھیروی (امریکہ):

حافظ ملت اس درد مندِ قوم کا نام ہے جس نے اپنی زندگی کی ساری توانائیاں قومِ مسلم کے لئے وقف فرمادیں۔حافظ ملت علم وشعور کے اس عاشق صادق کا نام ہے جس نے علم وفن کے حصول اوراس کی ترویج واشاعت میں اپنا تن من دھن سب قربان کردیا۔حافظ ملت اس محب رسول کا نام ہے جو اپنے رسول کی ہر ہر ادا پر جان قربان کرنے کے لئے ہمیشہ سرگرداں رہا۔حافظ ملت اس رہنمائے قوم کا نام ہے جس نے اپنی قوم کو سر بلند دیکھنے کے لئے مخلصانہ جدوجہد میں عمر عزیز صرف کردی۔(حافظ ملت افکاراور کارنامے)

مولانا تجمل ہدیٰ قادری گیاوی:

استاذ العلما حضور حافظ ملت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کا تمام تر حصہ دین کی خدمت علوم نقلیہ وعقلیہ کی اشاعت،اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی،سنیت کوفروغ دینے میں گزرا۔(حافظ ملت نمبر)

مولانا محمد معراج القادری استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور:

حافظ ملت کا یہ احسان عظیم ہے کہ آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ قائم کرکے ایک راہ متعین کردی اوراپنے مطمح نظر سے یہ واضح کردیا کہ ہم اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جب فارغین انگریزی وعربی زبان میں صاحب قلم ولسان ہوں۔(حافظ ملت افکاراور کارنامے)

مولانا رضاء الحق مصباحی:

کشور علم وفضل کے تاجور میدان تحقیق وتدقیق کے شہسوار،دین متین کے عظیم مبلغ ورہنما استاذ العلماء جلالۃ العلم،حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان کی دینی علمی اور ملی خدمات نصف صدی کے عرصہ میں جس وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی ہیں وہ ضبط تحریر سے باہر ہیں۔(ایضا)

مولانا شمس الہدیٰ مصباحی بستوی:

حافظ ملت میدان تقریر وتحریر،تبلیغ وارشاد،تنظیم وتدبر اور خاص کر تعلیم وتدریس اور مناظرہ ومباحثہ ہر ایک میں شہسوار نظر آتے ہیں۔

ع　　جس سمت آگئے ہیں سکے بٹھادیۓ ہیں

مولانا محمد علی قاضی کرناٹک:

حافظ ملت کا عزم محکم اخلاص عمل اور جہد مسلسل ایک ایسی انمٹ داستان ہے جو آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

(حافظ ملت اور افکاراور کانامے)

مولانا مبارک حسین مصباحی مدیر اشرفیہ:

آپ (حضرت حافظ ملت) نے ایک عظیم قافلہ کی علمی وفکری قیادت کی اور تعمیری و اصلاحی خدمت انجام دی ہے کیوں کہ آپ بذات خود کردار وعمل کے پیکر، دین و دانش کے مرقع، تقویٰ وپرہیز گاری کے خوگر اور تعمیری واصلاحی ذہن و فکر کے مالک تھے۔ آپ نے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور جسم و جان کے ایک ایک قطرہ کو دین پروری علمی فروغ، وطن نوازی اصلاح ملی اور شخصیت سازی کی راہ میں نچوڑ دیا۔ (حافظ ملت افکار اور کارنامے ص۵)

حافظ ملت اہل علم و دانش کی نظر میں:

اس عنوان کے تحت ان حضرات کے تأثرات پیش ہیں جن میں کچھ عالم بھی ہیں اور دنیوی علوم کے ماہر بھی یعنی جن کا شمار اہل دانش میں ہوتا ہے۔

پدم شری بیکل اتساہی عزیزی:

آقائی، ملجائی، جلالۃ العلم حضو حافظ ملت علیہ الرحمہ کی فقط ایک ذات ہے جو محبت و اخوت، امن وآشتی کی علامت اور کاروان قوم وملت کا نشان منزل تھی۔ (انوار حافظ ملت ص۱۰۰)

میری زندگی کی تمام کامیابیاں حضور حافظ ملت کی رہین منت ہیں۔ (حافظ ملت نمبر اشرفیہ مبارکپور)

ڈاکٹر نسیم قریشی شعبۂ اردو مسلم یونی ورسٹی علی گڈھ:

حضرت حافظ ملت ایک زبر دست معلم تھے، بڑا منصوبہ بنانے والا ذہن رکھتے تھے، عزم کار سے بہرہ مند تھے، اور قوت وصلاحیت کے آخری ذرے کو بھی داؤ پر لگانے کا حوصلہ رکھتے تھے، انہوں نے لاکھوں انسانوں کے تصور کو پیکر حقیقت بخش دیا۔ اور اتنے بڑے کام کا سلسلہ ڈال دیا کہ نسلیں اس سے لگی لپٹی رہیں گی اور خیر جاریہ کا اجر جنت الفردوس کی نورانی دنیا میں انہیں برابر ملتا رہے گا۔

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزم عشق یک دانا ئے راز آید بروں
(حافظ ملت نمبر)

ڈاکٹر اختر بستوی ریڈر گورکھپور یونیورسٹی:

حافظ ملت کی ذات ایک انجمن تھی اور انجمن بھی ایسی جس میں علم ویقین کے چراغ بھی روشن تھے اور سعی وعمل کی شمعیں بھی فروزاں تھیں اس انجمن کا اجالا سرزمین ہند کے ہر گوشے میں پہنچا اور وطن عزیز کے لاتعداد افراد کے ذہنوں اور دلوں کو عرفان وآگہی کی تابانیاں بخشیں۔ موصوف کی زندگی زاہدانہ طرز بود وباش اور مجاہدانہ عمل پسندی سے مرکب تھی۔
(حافظ ملت نمبر)

مولانا عبیداللہ خاں صاحب اعظمی مصباحی ممبر راجیہ سبھا:

حافظ ملت کی شخصیت ایک ایسی شخصیت تھی جسے دور قدیم و جدید کا سنگم کہا جائے ۔ان کی شخصیت میں دین و دنیا، مذہب اور عقل یعنی دوسرے لفظوں میں جام شریعت اور سندانِ عشق کا ایک ایسا خوشگوار امتزاج پیدا ہو گیا تھا جو اس زمانے میں خال خال اشخاص کے یہاں ملتا ہے ۔(حافظ ملت نمبر)

مولانا طیش صدیقی کانپور (صحافی):

حضرت جلالۃ العلم استاذ العلما حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ و الرضوان عالموں کے عالم، فاضلوں کے فاضل، حافظ قرآن ومحافظ ملت ۔(حافظ ملت نمبر)

مولانا ڈاکٹر سید شمیم گوہر صاحب الہ آباد:

شہنشاہ علم وحکمت، محافظ نور سنت، پاسبان لالہ ونکہت اور محبّ اہل مملکت یعنی حضور حافظ ملت کی ممتاز اور ہمہ گیر شخصیت زمانہ پر منکشف ہے ۔قیمتی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا قرض چکا دینے والا ہی وہ بے لوث مجاہد تھا کہ جس کے قدم ناز ویرانے میں پڑ گئے تو شہر تمنا آباد ہو گیا ۔(حافظ ملت نمبر)

ڈاکٹر محمد عرفان صدر شعبۂ اردو شبلی کالج اعظم گڑھ:۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حافظ ملت کی ذات باصفات ایسے ہی دیدہ ور کی مثال تھی جو ہزاروں سال بعد اس دنیا میں آتی ہے ۔انہوں نے اپنی پوری زندگی، ایک بڑے نصب العین کے لیے وقف کر دی، ان کا سونا اور جاگنا، جینا، اور مرنا سب اسی نصب العین کے لیے تھا۔ انہوں نے سوز یقین سے لوگوں کے دلوں میں ایک نیا عزم پیدا کیا۔ انہوں نے اپنی سعی وکوشش سے مبارکپور جیسے معمولی قصبہ کو ایک علمی مرکز بنا دیا۔ واقعی اہل مبارکپور ان کو جتنا یاد کریں ان کی جتنی عزت وتوقیر کریں کم ہے ۔

مولانا کی تعلیم وتربیت پرانے طریقوں پرانے استادوں اور بزرگوں کے سایۂ شفقت اور پرانی فضاؤں میں ہوئی تھی ۔ جدید علوم وفنون میں براہ راست انہوں نے کسی سے استفادہ نہیں کیا تھا، مگر کہیں وہ اجنبی نہیں معلوم ہوتے تھے ۔ چاہے وہ اہل علم کا حلقہ ہو چاہے ارباب سیاست کی مجلس خواہ طالب علموں کی جماعت ہو خواہ عامۃ الناس کا اجتماع جدید افکار اور رجحانات سے کوئی کتنا آشنا کیوں نہ ہوتا۔ مولانا سے تبادۂ خیال کرنے میں اسے کبھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ وہ ایک ایسے شخص سے گفتگو کر رہا ہے جس کی معلومات روایتی ہے یا جس کا ذہن بندھے ٹکے خانوں میں اسیر ہے یا جس کے فکر ونظر کا دائرہ تنگ ہے ۔(حافظ ملت نمبر ص ۹۷)

ڈاکٹر مولانا فضل الرحمٰن شرر مصباحی ، طبیہ کالج دہلی:

اہل مبارکپور حافظ صاحب (حافظ ملت) کو اپنی جان کا مسیحا سمجھتے تھے اور آج بھی انہیں کے تصرفات روحانی کے سائے میں خود کو ہر بلا سے محفوظ کہتے ہیں۔ (حافظ ملت حیات اور کارنامے)

ایڈوکیٹ مظفر حسین صدیقی ایم اے ایل ایل بی:

تقسیم ملک کے بعد ملک کے معاشی، سماجی اور سیاسی حالات یکسر بدل چکے تھے اور آزادی اپنی عمر کے پچیس سال پورے کر لینے کے بعد کڑیل جوان ہو چکی تھی۔ اس وقت اس کے تیور کچھ اور ہو چکے تھے۔ جس سے صاف صاف ظاہر ہونے لگا تھا کہ ان بدلے ہوئے حالات میں مسلم دانشگاہوں ، اداروں اور مدارس سے متوقع امیدیں اب پوری نہیں ہوسکتیں۔ سب سے پہلے بر وقت اس کا احساس جس شخص نے کیا وہ ایک مسلم رہنما ، دیندار بزرگ، صوفی منش دینی درسگاہ کا معلم تھا۔ یعنی حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ (حافظ ملت نمبر)

ڈاکٹر عبدالمجید خاں مرحوم عزیزی ، بلرامپور:

حضور حافظ ملت ایک ایسے انسان تھے کہ جن کو بہت سی انسانی خوبیوں کا جامع کہا جائے تو مناسب ہوگا۔ (ایضا)

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بلرامپوری ، رضا اسلامک اکیڈمی ، بریلی شریف:

آپ (حضرت حافظ ملت) کے مبارک قدموں نے مبارک پور کو لائق مبارک باد بنا دیا۔ یہاں الجامعۃ الاشرفیہ کی شکل میں علم وفضل کا وہ شہرستان جمیل آباد ہے جس کو گنبد خضرا سے سرسبزی و شادابی اور سنہری جالی سے نور عطا ہوا ہے۔ جہاں طیبہ سے اٹھنے والی گھٹائیں برس برس کر علوم شریعت کی فصلیں اگاتی ہیں ، جس کے ہر طاق میں بریلی کی شمع جلتی ہے، جہاں بلالی خوشبو پھیلی ہوئی ہے ، اویسی رنگ چھایا ہوا ہے ، بخاری و مسلم کی محفلیں آراستہ ہیں اور رازی وغزالی کے علمی نکات کی تازہ ہوائیں چل رہی ہیں۔

حافظ ملت شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی وسربراہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور بلا شبہہ ملت کے محافظ ونگراں و پاسبان تھے۔

حافظ ملت نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مسلک ومشرب کی اشاعت اور تحفظ کی خاطر اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ صرف کر دیا۔ آپ نے تحریر وتقریر کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کے تجدیدی کارناموں کا تحفظ کیا۔ یقیناً حافظ ملت ! شہرستان علم و فضل اور شہرستان رضویت کے ایک بلند و بالا مینار تھے۔ (ماہنامہ جہان رضا ، لاہور)

حافظ ملت وہ خوش نصیب اور بیدار بخت انسان مرد مسلمان ہیں جنہیں ہند کے راجہ حضرت خواجہ کی راجدھانی اجمیر اور امام اہل سنت ، مجدد دین وملت امام احمد رضا کے شہر مرکز اہل سنت بریلی کی مقدس سرزمین پر شب و روز گزار کر

دین مصطفیٰ کے علم اور اس کی معرفت حاصل کرنے کی سعادت ملی ہے اور جو ان دونوں بارگاہوں سے نوازے ہوئے اور اشرف و رضا کی نسبتوں سے جڑے ہوئے علم وعمل، زہد وتقویٰ، اخلاق وکردار، حلم ومروت اور عزم واستقلال سے آراستہ و پیراستہ ۱۹۳۴ء میں حضرت صدرالشریعہ کے حکم پر مشرقی اتر پردیش کی ایک گمنام بستی مبارکپور کے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کی مسند درس وتدریس پر فائز ہوتے ہیں تو علم کے چراغ جل اٹھتے ہیں اور روشنی پھیلنے بڑھنے لگتی ہے۔

حافظ ملت باغ فردوس کے گل بوٹوں کو ایک نئی رعنائی، البیلا رنگ اور مستانی نکہت عطا کرتے ہوئے نہ صرف سینوں کی جنتوں کو مہکا دیتے ہیں بلکہ کائنات علم فضل بھی معطر وشاداب ہوجاتی ہے۔ حافظ ملت کے خون جگر سے ویرانوں میں دین کے گلشن لہلہا اٹھتے ہیں۔ (ماہنامہ اشرفیہ۔ حافظ ملت افکار اور کارنامے ص ۲۹)

مولانا محمد علی فاروقی سابق لکچرار، آر، ایس یونیورسٹی رائے پور:

"امام احمد رضا نے اسلامی عشق وعقیدت کے جن موتیوں کو سطروں میں پرویا۔ حافظ ملت نے انہیں قلوب میں میں بسایا۔ امام احمد رضا نے اسلامی فکر کو نقوش کا پیکر عطا کیا۔ حافظ ملت نے انہیں بولنے والی زبان دے کر بر عظیم ایشیاو یورپ میں، ان کا ایسا غلغلہ بلند کروایا کہ دہریت زدوں کو بھی اسلامی عظمت کا معترف بنادیا۔"

ڈاکٹر مولانا غلام یحییٰ انجم صاحب۔ ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی:

بھوج پور مرادآباد کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جہاں حافظ ملت پیدا ہوئے جس ماحول میں انہوں نے آنکھیں کھولیں وہ زیادہ صاحب علم نہ تھا اور نہ ہی ملکی سیاست میں وہ لوگ دخیل تھے البتہ تقویٰ وطہارت اور دینداری کی ان کے والدین سچی تصویر تھے حافظ ملت بھی اپنے والدین کے نقش قدم پر چلے۔ ارباب علم وفضل میں ان کی انفرادیت مسلم ہوئی اور وہ ضرب المثل بنے سچ تو یہ ہے کہ صرف تقویٰ وطہارت ہی میں نہیں بلکہ علم وفضل، فکر وفن، حلم وبردباری، دوربینی ودور اندیشی، صداقت وحقانیت زہد وریاضت رشد وہدایت اور سیاسی شعور وآگہی میں ان کی قیادت وسیادت یکساں تسلیم کی گئی۔

(حافظ ملت افکار وکارنامے)

ڈاکٹر محب الحق قادری گھوسی:

اسلام کی فطرت سلیمہ کے مانند اس بندۂ مومن میں رب کائنات نے اتنی لچک دی تھی کہ اس کے عزم وحوصلہ کو جتنا دبایا گیا وہ اتنا ہی ابھرتا گیا اور اس قدر ابھرا کہ خاکدان گیتی پر ایک ایسا مبارک گوشہ بنا گیا جو رشک جہاں ہے، ایسا جہان رنگین کہ اس کے شب وروز اور شام وسحر کا ہر لمحہ قَالَ اللّٰہ وَ قَالَ الرَّسُول کی صدائے دلنواز سے گونج رہا ہے اور دیدۂ کور کے لئے وہاں کا ذرہ ذرہ سرمہء بصارت ہے کہ حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد، خویش واقربا کے لئے کچھ نہیں کیا بلکہ اس سچے شیدائی اسلام نے عمر عزیز اور عزیز اولاد کو اس قلعہء معلیٰ کی بھینٹ چڑھا دیا۔ اس مرکز میں مہمانان رسول کی انجمن صدابہار، وارثین انبیا کا ہجوم اور اس کے طاقوں میں طاق حرم ملّی کی روشن شمع، وہ محراب جس سے نور اور کتاب مبین کی قندیل نورانی شعاعیں بکھر رہی ہیں۔ وہ منبر معلیٰ جس سے رحمۃ للعالمین کا آفاقی پیغام بلند ہو رہا ہے وہ منار

عظمت جہاں سے اذان بلالی کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

وہ درسگاہ جس سے تلقین غزالی اور درس حنفی کا رس گھلتا ہوا نظر آتا ہے۔اور کیوں نہ ہو؟

ولایت ،بادشاہی ،علم اشیا کی جہانگیری   یہ سب کیا ہیں فقط اک نقطۂ ایماں کی تفسیریں

ذاکر مصطفےٰ ایم ،اے۔ایل ،ایل ،بی۔ایڈیٹر نظام سلطنت مرادآباد:

پیکر دین وملت ،شاہکار علم وعمل، حافظ ملت حضرت مولانا الحاج حافظ شاہ عبد العزیز صاحب محدث مرادآبادی قدس سرہ العزیز بانی الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) مبارکپور ضلع اعظم گڑھ نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ جس طرح یاد الٰہی میں اتباع رسول پاک میں سنت دین میں گذارا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے آپ کو اگر اس دور کا مجاہد اعظم کہا جائے تو غلط نہ ہوگا میں پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ خدمت دین کا یہ سچا جذبہ کہ نہ اپنی صحت وتندرستی کی کوئی فکر ہو نہ آرام وراحت کی کوئی پرواہ میں نے اپنے آقا ومولا حضرت صدر الافاضل استاذ العلما قدس سرہ العزیز کے بعد صرف حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز میں بدرجہ اتم دیکھا ہے۔

ضعیف العمری اور شدید علالت میں جب کہ عام طور پر لوگ چلنا پھرنا تو درکنار اٹھنے بیٹھنے کی بھی ہمت نہیں رکھتے آپ نے آخر وقت تک پوری مستعدی کامل تندہی کے ساتھ دین کی خدمات انجام دیں اور شدید بیماری انتہائی کمزوری میں بھی آپ نے کبھی رمضان المبارک کا کوئی روزہ نہیں چھوڑا۔نہ کوئی فرض نماز بیٹھ کر پڑھی۔

یہاں تک کہ عمر کی آخری نماز عشا بھی آپ نے کھڑے ہوکر ہی ادا کی۔(حافظ ملت نمبر)

ماسٹر آفتاب احمد خاں عزیزی۔استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور:

آپ (حافظ ملت) ایک اعلیٰ درجہ کے باعمل عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ٹیچر،تھنکر ،ریفارمر اور ایجوکیشنسٹ تھے۔(حافظ ملت افکار اور کارنامے)

حافظ ملت بیرون ملک کے علما ومشائخ کی نظر میں

مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کراچی پاکستان:

آپ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے صحیح جانشین تھے۔(ضمیمہ ماہنامہ اشرفیہ ،مبارکپور جولائی ۱۹۷۶ء)

حکیم محمد موسیٰ امرتسری (رحمۃ اللہ علیہ) مدر مرکزی مجلس رضا۔لاہور (پاکستان):

استاذ العلما حضرت علامہ الحاج شاہ عبد العزیز صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ اس دار فانی سے رحلت فرماگئے ہیں۔حضرت والا کی موت ایک عالم کی موت ہے۔ایسے عالم ربانی وحقانی روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ان کی جدائی سے دنیائے سنیت میں جو خلا پیدا ہوا ہے بظاہر اس کا پر ہونا مشکل ہے۔(ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۱۹۷۶ء)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ کراچی (پاکستان):

علامہ جلیل حضرت حافظ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی قدس سرہ العزیز روحانی علمی اور اخلاقی کمالات کے حامل تھے۔ کیوں نہ ہوتے کہ ان کے استاذ، حضرت استاذ الاساتذہ مولانا امجد علی اعظمی اور ان کے شیخ شیخ المشائخ حضرت شاہ علی حسین اشرفی رحمہما اللہ تعالیٰ۔ حضرت حافظ ملت کی بے مثال سیرت کا جوہر ''استغناء قلب'' تھا۔ انہوں نے غیر کی بندگی قبول نہ کی کہ وہ تذلیل بندگی ہے۔ اور مولیٰ کی بندگی، وقار بندگی غربت وافلاس میں مولیٰ کی رزاقیت پر اعتماد کامل کوئی معمولی بات نہیں۔ بہت بڑی بات ہے۔ اور بہت بڑی کرامت۔ بندوں پر بھروسہ کیا جائے تو انسان نامراد ہوسکتا ہے مگر جو مولا پر بھروسہ کرتا ہے نامراد نہیں رہ سکتا۔ جب مولیٰ کفالت فرماتا ہے تو بندے کی اٹھان دیدنی ہوتی ہے۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ اسی اٹھان کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔

وہ مدرسہ اشرفیہ آئے اور فیضان تربیت سے اس مدرسہ کو جامعہ بنا دیا۔ گویا ذرہ کو آفتاب بنا دیا مردہ لوگ اپنے لیے کرتے ہیں۔ دوسروں کے لئے نہیں مگر زندہ لوگ سب کے لئے کرتے ہیں اپنے لئے نہیں۔

شمع کی طرح جئیں بزم گہ عالم میں
خود جئیں، دیدۂ اغیار کو بینا کردیں

وہ شیرازہ بند حیات تھے وہ آفتاب و ماہتاب کی چمک تھے وہ ستاروں کی دمک تھے، وہ پھولوں کی نکہت تھے۔ وہ روح بن کر جسموں میں دوڑ گئے اور ایک عالم کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

ہاں وہ آفتاب غروب ہوگیا مگر شب فراق تاروں بھری رات ہے اندھیری رات نہیں ہزاروں تلامذہ آسمان علم کے درخشندہ ستارے۔ کوئی ان میں آفتاب و ماہتاب بھی ہوگا۔ ہمیں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی موت سے جو موت نہیں تمہید زندگی تھی زندگی حاصل کرنی چاہیے۔ (ماہنامہ اشرفیہ مئی، جون ۱۹۷۷ء)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ۔ لاہور (پاکستان):

حضرت حافظ ملت قدس سرہ دنیائے سنیت میں ایک انجمن تھے۔ ایک تحریک تھے جنہوں نے سیکڑوں بلکہ ہزاروں علما میں سنیت کا وہ درد اور نور پھونک دیا کہ ان میں سے ہر ایک مسلک حق کا ترجمان اور مبلغ بن گیا۔

(حافظ ملت نمبر ص ۱۶)

مولانا محمد منشا تابش قصوری۔ پاکستان:

المصباح الجدید ایسی بلند تصنیف نے مجھے حافظ ملت کا گرویدہ بنا یا۔ اسی کتاب سے عقائد میں پختگی ہوئی ''مناظرانہ انداز اور مضبوط گرفت اللہ اکبر! فاضل بریلوی بارگاہ رسالت میں'' حافظ ملت کا گراں قدر مختصر مگر جامع مقالہ ''مجدد دین وملت علیہ الرحمہ'' پر جب پڑھا تو دل کی دنیا بدل گئی اس عدیم المثال واقعہ کا تعارف بھی حافظ الملت کا ہی کارنامہ ہے جس نے آج اعلیٰ حضرت پر لکھے جانے والے بیسوں مضامین اور متعدد کتب میں جگہ بنالی ہے۔

ان دونوں باتوں کے علاوہ حافظ الملت کے سنی رسائل و جرائد میں مطبوعہ رشحات قلم معارف القرآن معارف الحدیث وغیرہما نے بھی میرے قلب سیاہ کو جلا بخشی اور آپ کی غائبانہ محبت بڑھتی چلی گئی۔

جب آپ جیسے بلند کردار کے حامل علما کے کارنامے، مضامین مسلک کے تحفظ وترقی کے لئے مفید تجاویز باصرہ افروز ہوتی ہیں تو دل چاہتا ہے کاش کہ سرحدیں ختم ہوں دائرہ وسیع ہو اور بغیر روک ٹوک ان اکابر کے حضور نذرانہء عقیدت پیش کرنے کی سعادت نصیب ہو۔(ماہنامہ اشرفیہ اگست ۱۹۷۶ء)

حافظ ملت وقت کی عظیم شخصیت، سنیت کی عظمت کا بلند مینار تھی۔(ماہنامہ اشرفیہ فروری ۱۹۸۸ء)

مولانا جلال الدین نوری (الازہر۔قاہرہ)

جب ہم آپ کی تحریر (حافظ ملت کی تحریر) پر غور کرتے ہیں تو ایمان میں تازگی اور روح میں بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔آپ ہی کی تحریر مبارک سے ہم مسلمانان اہل سنت متعارف ہوئے کہ حضور ﷺ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا شاندار استقبال فرمایا اور وہ بارگاہ رسالت سے نوازے گئے اور" والصّالِحِین حسن اولئك رَفِيقا کے مصداق بنے۔"

(حافظ ملت نمبر ۴۸۵)

علامہ قمر الزماں اعظمی سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن، مانچسٹر (برطانیہ)

امام احمد رضا قدس سرہ نے جس شریعت اسلامیہ کی تجدید فرمائی حافظ ملت نے اسے عمل کے سانچے میں ڈھال دیا" (حافظ ملت نمبر)

اگر عشق رسول اور درد ملت دونوں یکجا متشکل ہوں تو انہیں حافظ ملت کہنا غلط نہ ہوگا" (ایضا)

آپ اگر ہندوستان کے دینی ماحول کا جائزہ لیں گے تو یہ ماننا پڑے گا کہ حافظ ملت کی ذات وہ ذات تھی جس نے ہندوستان بھر کے دلوں کی سرزمین کو زندگی بخشی" (ایضا)

استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ ملت اسلامیہ کے ایک عظیم معمار تھے، جنہوں نے کم وبیش نصف صدی تک اسلامیان ہند کو باطل کے مسلسل حملوں سے بچائے رکھا۔اور وصال سے قبل ملت کے گرد ایک ایسا حصار قائم فرماگئے جو رہتی دنیا تک نا قابل شکست رہے گا (انشاء اللہ تعالیٰ)

حوادث انقلابات تغیرات عالم کی ناگزیر قدریں ہیں جو عالم اور اہل عالم کو ہمیشہ درپیش آئیں گی ملک ٹوٹتے اور متحد ہوتے رہیں گے۔قومیں ابھرتی اور مٹتی رہیں گی تہذیبیں پست وبالا ہوتی رہیں گی صفحہ زمین پر سیاسی معاشی اور ثقافتی اعتبار سے نئے نئے جغرافیائی نقشے ابھرتے رہیں گے مگر دلوں کی دنیا میں حضور حافظ ملت کی ذات نے جو نقوش ثبت فرمائے ہیں۔وہ نا قابل شکست وریخت ہیں۔

وہ اپنے سوز دروں کے پیش نظر قوم مسلم کی صلاح وفلاح کے لیے دعائیں کرتے اور جب سپیدۂ سحری نمودار ہوتا

تو ایک آہ سحر گاہی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوتے تا کہ قوم وملت کی تعمیر کر سکیں۔ ان کی مؤمنانہ بصیرت نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ قوم وملت کو سب سے زیادہ نقصان تعلیم وتربیت کی راہ سے پہونچایا جارہا ہے۔ اب باطل کے حملوں کا انداز بدل گیا ہے۔ پہلے باطل شمشیر بکف آتا تھا اس لیے اس کے مقابلہ میں شمشیر بکف مجاہدین کی ضرورت تھی مگر اب زیور فکروفن سے آراستہ ہو کر نظریات اسلامی کی سرحدوں پر تاخت وتاراج کے لیے بڑھ رہا ہے اب ضرورت ہے ایسے بیدار مغز اور پختہ کار علما اور مصلحین کی جو اسلامی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کر سکیں۔ اور باہر سے ہونے والے ہر حملے کا جواب دے سکیں۔ خواہ وہ حملہ سوشلزم اور کمیونزم کی جانب سے ہو یا الحاد و بے دینی کی طرف سے، خواہ مادہ پرستوں کی جانب سے ہو خواہ مغرب زدہ انسانوں کی جانب سے، داخلی محاذ ہو یا خارجی محاذ ہو ہر محاذ پر باطل کا مقابلہ کر سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کو پورے عالم اسلامی کی ایک مثالی درسگاہ بنانے کے لیے اپنی زندگی وقف فرمادی"

"قوم کو تعمیری راہ پر لگانے کے لیے زبان وقلم کی توانائیاں صرف کیں۔ ان کے اندر عشق رسول کی شمع روشن کرنے کے لیے جسمانی مشقتیں جھیلیں، باطل کے مقابلے میں صبر واستقلال ثبات و وقار عطا فرمانے کے لیے اپنے وجود مقدس کو ہر طرح سے ہر محاذ پر سب سے آگے رکھا۔ قوم کے اندر باطل قوتوں کے خلاف مدافعانہ جذبات بیدار کرنے کے لیے مصائب وآلام کے مقابلے میں سینہ سپر رہے۔ غریب قوم کو ایثار وقربانی پر مائل کرنے کے لیے فاقہ کشی کی زحمتیں برداشت کیں۔ اساتذہ کے اندر دنیاوی مطالبات سے بلند ہو کر دین کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے خود زندگی کے جملہ معاشی مطالبات سے دستبردار رہے طلبہ کے اندر زہد واتقا پیدا کرنے کے لیے آپ اپنی فطرت سلیمہ کے مطابق ہمیشہ پابند شریعت وسنت مصطفےٰ رہے۔ لوگ آداب شریعت کتابوں میں پڑھ کر جانتے ہیں مگر حضور حافظ ملت کی حیات مقدس شریعت مطہرہ کی ایک روشن کتاب تھی جسے دیکھ کر لوگ قانون زندگی سیکھتے تھے" (حافظ ملت نمبر ص ۳۳۴)

"اس تاریخ ساز شخصیت اور انقلاب انگیز ذات نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعین کردہ خطوط عمل کے مطابق ایک علمی اور اصلاحی معاشرہ تشکیل فرمایا۔ اور ایک ایسی قوم منظر عام پر آئی جو حسن عقیدت کے ساتھ ساتھ حسن استدلال کی دولت سے بھی مالامال تھی، کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت سے قبل امت مسلمہ ایک ایسے دور سے گزر رہی تھی کہ اس کے پاس روایات کو باقی رکھنے کے لیے صرف حسن عقیدت کا سہارا رہ گیا تھا۔ اور دلائل وبراہین قدما کی کتابوں میں پوشیدہ ہو گئے تھے۔ جن کو پڑھنے والے دن بدن ناپید ہوتے جارہے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے اسلاف کی کتب سے دلائل وبراہین تلاش فرمائے۔ اور انہیں کم وبیش ایک ہزار کتابوں میں محفوظ فرمایا۔ تا کہ مرور ایام کی دست برد سے محفوظ ہو جائیں۔ مگر حضور حافظ ملت نے ان دلائل وبراہین سے آراستہ ایک ایسی قوم تشکیل فرمادی جو ہر دور میں امت مسلمہ کے بنیادی نظریات کو اصولوں کی روشنی عطا کرتی رہے۔ تلاش بسیار کے بعد بھی ہندوستان کی ایک ہزار سالہ تاریخ میں کوئی فرد کامل نہیں ملتا جس نے اپنی زندگی میں ایک درسگاہ قائم کی ہو اور اس کی حیات ہی میں اس درسگاہ کے طلبہ اور فارغ التحصیل علما نے غیر منقسم ہندوستان کے طول وعرض میں ہزاروں درسگاہیں قائم کردی ہوں اور اس اولین درسگاہ کا بانی اپنے مولائے حقیقی کے حضور اس وقت پہونچا ہو جب کہ ملک کا گوشہ گوشہ اس کی تعلیمات کا امین اور اس کے

دینی نظریات کا علمبر دار ہو۔ (ایضاص ۳۳۸)

قاری محمد اسماعیل خاں مصباحی، راچڈیل، برطانیہ:

’’علوم نبوی کا سچا وارث، دنیائے سنیت کا بے لوث خادم، مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک نقیب، ملت اسلامیہ کا مخلص مربی، اساتذہ وتلامذہ کا شفیق رہنما، علم وحکمت کا گنجینہ‘‘ (ضمیمہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۱۹۷۶ء)

مولانا صفی احمد رضوی برمنگھم، برطانیہ:

’’دنیائے اسلام میں حافظ ملت کی شخصیت علمی مرکزیت کی حامل تھی ۔ وہ آفتاب علم وفضل اور مہتاب سنیت تھے، دارالعلوم اشرفیہ کے روح رواں تھے ۔ موصوف کے مبارک ہاتھوں نے بے شمار علما اور حفاظ کے سروں پر فضل وکمال کی دستار باندھی ہے اور ہندوستان کے کونے کونے میں علم کے چراغ روشن کیے ہیں‘‘۔ (ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور، اگست ۱۹۷۶ء)

حسن آدم، سکریٹری انجمن رضا کاران رضا، لنکا شائر، برطانیہ:

’’حضرت موصوف ملت کا انمول سرمایہ تھے۔ آپ کی رحلت سے ایک عظیم خلا پیدا ہوگیا ہے‘‘۔ (حافظ ملت نمبر ص ۴۸۹)

مولانا محمد ابراہیم خوشتر، ماریشش:

’’دریائے معانی، مرشد کامل، سردار نامدار، جلالۃ العلم مولانا عبد العزیز نور اللہ مرقدہ‘‘

(ضمیمہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۱۹۷۶ء)

علامہ ڈاکٹر شاہد رضا نعیمی، جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشکن، یو، کے:

’’استاذ العلما جلالۃ العلم، رئیس المحدثین، تاجدار کشور علم وفضل، پیکر ہدایت وولایت حضور حافظ ملت نے علما کو کردار وعمل کا ایک ٹھوس پیغام دیا ہے ۔ وہ ظلم وستم کو سہہ کر مسکرانے کا ہنر جانتے تھے ۔ آلام ومصائب کی شدتوں کو سہہ لینا ان کا مزاج تھا۔ (حافظ ملت نمبر)

مولانا ممتاز اشرف القادری مبارکپوری، لندن، برطانیہ:

ہمارا جو کچھ ہے حضور ہی کا صدقہ اور انہیں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے ۔ (حافظ ملت نمبر)

قاری عبد المجید رضوی، افریقہ:

جب ہم دنیائے ہست بود کی انسانی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو عظیم شخصیتوں کے عظیم کارناموں سے متاثر ہوتے ہیں اور اپنے دل کو ان کی محبت سے وارفتہ پاتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ وہ ہستیاں بلند ہمتی وعزم محکم کا درس دے گئی ہیں اور ان کی موت کو موت آ گئی، ان قابل قدر ومعزز ہستیوں میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا اسم گرامی بھی آتا ہے۔ انہوں نے ایک پر آشوب وپر خطر دور میں اسلام وسنیت کے قلعہ الجامعۃ الاشرفیہ کے قیام کی آواز بلند فرمائی ۔ (حافظ ملت نمبر)

مولانا قمر الحسن بستوی، ہیوسٹن امریکہ:

قوم وملت کا درد ہر فرد کا حصہ نہیں ہوتا بلکہ یہ تو رب کی بارگاہ کا عطیہ ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اللہ حافظ ملت کو قوم وملت کا درد دے کر نہیں بلکہ درد بنا کر پیدا کیا گیا تھا۔ کروٹ کروٹ اپنی قوم کی ترقی، اپنے مذہب کے ارتقا کا درد بے آرام کیے رہتا۔ (حافظ ملت افکار اور کارنامے)

حکیم اشہد حسن، مبارکپور:

حافظ ملت پوری زندگی اچھائیوں کی تلقین کرتے رہے۔صوم وصلوٰۃ کے خود پابند رہے اور لوگوں کو تاکید فرمائی۔ الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر کا مشن لے کر اٹھے۔ ایسی صورت میں ہماری سعادت مندی اور ان سے محبت کا تقاضہ یہی ہے کہ ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں اور ان کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ (ماہنامہ اشرفیہ حافظ ملت نمبر)

حافظ ملت اوروں کی نگاہ میں

علامہ کوثر ندوی، بنارسی:

مولانا حافظ ملت کی علمیت، اخلاص، جوش عمل، اور استقامت وعزیمت بے نظیر تھی، عربی یونیورسٹی مولانا کے عزم کامل اور اخلاص عمل کا زندہ ثبوت ہے۔ (ماہنامہ اشرفیہ، حافظ ملت نمبر)

قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم، دیوبند:

حافظ ملت نے جب عربی یونیورسٹی کا عظیم الشان پروگرام بنایا تو لوگوں نے قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم سے بطور استہزا، حافظ ملت کے اس پروگرام کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ اپنے محدود ترین وسائل کے باوجود اتنا اونچا خواب دیکھ رہے ہیں۔ ان کا تبصرہ سن کر قاری طیب صاحب نے کہا۔

"میں حافظ عبد العزیز صاحب کی شخصیت سے واقف ہوں ان کے غیر معمولی تدبر اور تفکر اور جوش عمل سے آگاہ ہوں مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے مقصد میں ایک نہ ایک دن ضرور کامیاب ہوجائیں گے"۔ (المصباح میگزین مبارکپور)

مولوی عبد الباری ابو علی اعظمی دار المصنفین اعظم گڑھ:

"جامعہ اشرفیہ کو زندگی نو بخشنے والے مولانا عبد العزیز صاحب مرادآبادی مرحوم اگرچہ صاحب بہار شریعت مولانا امجد علی اعظمی کے شاگرد تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کے بہت ہی معتقد تھے، انہوں نے مبارکپور میں دینی تعلیم کے فروغ اور جامعہ اشرفیہ کی ترقی میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ حق یہ ہے کہ اس کی بنا پر ان کو محسن ملت، عزیز ملت، حافظ ملت قائد ملت، امین ملت، ناصر ملت، حامی ملت، آبروئے ملت جس لفظ سے بھی یاد کیا جائے وہ ان کے لیے موزوں ہے۔ (اشرفیہ جنوری ۱۹۸۹ء)

مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماو معاون ایڈیٹر ماہنامہ معارف اعظم گڈھ:۔

جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے سربراہ اعلیٰ مولانا عبدالعزیز کی وفات کی اطلاع ملی، ان کی عمر ۸۰/سال سے متجاوز تھی۔ مگر ابھی یہ خیال نہ تھا کہ وقت موعود اتنا قریب آچکا ہے۔ وہ فقہ حنفی کے بریلوی مدرسۂ فکر سے تعلق رکھتے تھے، مزاج میں اعتدال اور توازن تھا علمی وتدریسی مشاغل کے ساتھ عبادت وریاضت سے بھی شغل تھا۔ راقم الحروف نے مکہ معظمہ میں ۱۹۷۶ء کے حج کے زمانہ میں ہندوستانی سفارت خانہ کی ایک تقریب میں پہلی بار انہیں دیکھا تھا۔ اوران کی سادگی، احتیاط، زاہدانہ ومرتاضانہ زندگی سے متاثر ہوا تھا"۔ (ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جولائی ۱۹۷۶ء)

مکہ میں ہندوستانی سفیر:

(حضور حافظ ملت کے سفر حجاز میں مکہ مکرمہ کے ہندوستانی سفارت خانہ میں آپ کو مدعو کیا گیا۔ استقبالیہ میں سفیر نے تمام حاضرین ومدعوین کے سامنے یہ بیان دیا۔)

"حضرات آج ہمارا سر فخر سے بلند ہے اس لیے کہ آج ہمارے ملک کو جو مذہبی برتری حاصل ہوئی ہے۔ وہ اس حیثیت سے شاید دنیا کے کسی ملک کو نہیں حاصل ہے۔ اس لیے کہ مذہب بیزاری کے دور میں جب کہ تصویر کھنچوانا ایک فیشن بن چکا ہے۔ ایک ایسا خدا ترس اور دیندار بزرگ بھی موجود ہے جس نے پاس شرع کو اس احتیاط کے ساتھ ملحوظ خاطر رکھا کہ حج کے لیے بھی تصویر نہیں کھنچوائی اور جس کے لیے بین الاقوامی بندھن کو بھی ڈھیلا ہونا پڑا وہ ہیں حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب جو آپ کے درمیان ہیں اور خوش بختی سے ہمارے ہی ملک کے باشندہ"۔

(المصباح میگزین، مبارکپور ص ۱۳)

سابق وزیراعظم ہند، مسز اندرا گاندھی:

"ان (حافظ ملت) جیسی شخصیت کا ملک میں ہونا ہمارے لیے باعث فخر ہے"

(استقامت ڈائجسٹ کانپور، جون ۱۹۷۶ء ص ۶۵)

جنگ بہادر عرف جنگی بابو:

"آپ کی عملی زندگی انسانیت کے لیے مشعل راہ تھی۔ میں نے جو کچھ اپنی زندگی میں سدھار پیدا کیا ہے وہ آپ ہی کی ذات سے سبق لے کر۔ ایسے انسان دوست اور سماج سدھارک (Social Reformer) کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہمارا اخلاقی فریضہ ہے" (ماہنامہ اشرفیہ۔ انوار حافظ ملت)

ڈاکٹر دیوناتھ چترویدی۔ پی، ایچ، ڈی، بلیا، یوپی:

"حضرت حافظ ملت نے قصبہ مبارکپور میں جو تعمیری کام انجام دیا وہ فی زمانہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت حافظ

ملت مسلمانوں کے اس وقت کے تعلیمی معیار کو دیکھ کر بہت ہی فکر مند تھے خاص طور سے دینی تعلیم میں ان کی غفلت اورزیادہ پریشان کن تھی۔ ان کے ذہن میں شروع سے ہی ایک عربی یونیورسٹی کے قیام کا خاکہ موجود تھا۔ آخر میں انہوں نے ایک منصوبہ تیار کیا اورناسازگار حالات کے باوجود اس عظیم کام کی ابتدا کی ۔ مئی ۱۹۷۲ء میں حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کے دست مبارک سے الجامعۃ الاشرفیہ کا سنگ بنیادرکھا گیا۔ اس کی تعمیر کے لیے کثیررقم کی ضرورت تھی۔ اس کے ساتھ ہی بہت جانفشانی اورجدو جہد درکارتھی ۔ کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت بھی کی لیکن حضرت حافظ ملت نے کبھی حوصلہ نہیں ہارا دل وجان سے اس مشن میں لگے رہے ۔ آپ کی بے پناہ کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم اس عظیم الشان ادارے کو دیکھ رہے ہیں جہاں دنیا کے گوشے گوشے سے طلبہ آکر علم کے اس سرچشمہ سے سیراب ہورہے ہیں۔ یہاں کے فارغ طلبہ دنیا کے ہر گوشے میں جاکر علم کی روشنی پھیلا رہے ہیں اور ساتھ ہی حافظ ملت کے مشن کوفروغ دے رہے ہیں۔

حضرت حافظ ملت اپنے اصول کے پکے تھے ۔آپ کے دل میں ایک مدت سے یہ تمنا تھی کہ آپ زیارت حرم شریف سے مشرف ہوں لیکن اس کے لیے پاسپورٹ کی ضرورت تھی اور پاسپورٹ بنوانے کے لیےفوٹو کا ہوناضروری تھا۔ دنیاوی آئین کے مطابق توپاسپورٹ میں فوٹو کا ہوناضروری ہے لیکن دینی آئین کے لحاظ سے فوٹو کا کھینچوانا حرام قرار دیا گیاہے۔ آپ کا خیال تھا کہ کسی فرض، واجب یا سنت کی ادائیگی کے لیے حرام کام کرنا ٹھیک نہیں ہے لیکن آپ کو اس بات کا بھی پورا بھروسہ تھا کہ اگر ہمارے دل میں خدا اوراس کے رسول کے لیے سچی محبت ہے تو کبھی نہ کبھی بارگاہ خداوندی اوردربار نبوی سے حاضری کا پروانہ ضرور ملے گا۔ وقت کٹتا گیا آخر کاروہ مبارک سال ۱۹۶۷ء آہی گیا جب آپ کو بنا فوٹو کے ہی حج کے لیے سعودی اور ہندوستان کی گورنمنٹ نے منظوری دے دی اور آپ کی تمنا پایۂ تکمیل کو پہنچی ۔ اس طرح آپ نے دنیا کے سامنے ایک مثال پیش کردی کہ اللہ اور رسول پر بھروسہ رکھنے والوں کے لیے دنیا میں کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اس طرح حافظ ملت ہمارے لیے ایک مشعل راہ ہیں۔

حافظ ملت اہل صحافت کی نظر میں:

یوں توحضور حافظ ملت کی حیات ہی سے ان پر رسائل وجرائد میں مضامین ومقالات کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا مگران کے وصال کے بعد سے تو ان کی حیات وشخصیت اوردینی، تبلیغی، روحانی، قومی وملی، علمی، تدریسی اور مصلحانہ کارناموں پر مزید تیزی آگئی۔

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور میں تو ان کی حیات اور کارناموں کے کسی نہ کسی پہلو پر مضمون چھپتا ہی رہتاہے دوسرے رسائل میں بھی اکثر وبیشتر ان پر مضامین ومقالات شائع ہوتے رہتے ہیں ۔ راشٹریہ سہارا نے تو ان پر اسپیشل نمبر بھی نکالا ہے۔ علما وخطبا ان کی شخصیت پر تقاریر بھی کرتے رہتے ہیں۔ یہاں ان کے وصال کے موقع پر چندرسائل وجرائد کے

تأثرات پیش کیے جارہے ہیں ۔مولانا عبدالمبین صاحب نعمانی لکھتے ہیں ۔’’ملک وبیرون ملک کے اخبارات ورسائل نے بھی اپنے اپنے شماروں میں آپ کی رحلت پر بھرپور اظہار غم کیا۔ بدقسمتی اور غفلت سے تمام اخبارات ورسائل کو بروقت محفوظ نہ کیا جاسکا کہ ان کے تمام احساسات کو پیش کیا جاسکے‘‘۔(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، ۱۹۷۹ء)

پندرہ روزہ ’’حنفی‘‘ سری نگر کشمیر:

الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) مبارکپور، یوپی، آج کسی تعارف کا محتاج نہیں۔حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی کی زبردست کوششوں نے اسے اس مقام سے نکال لیا ہے جہاں سے یہ ایک عام درس گاہ سمجھی جاتی تھی۔

نمائندہ الہ آباد:

ایسے انسان دنیا میں کم جنم لیتے ہیں جو مرجانے کے بعد بھی زندہ ہی رہتے ہیں۔ زندگی کے ایک ایک لمحہ کے ساتھ انصاف پروری کا ثبوت پیش کرنے والا وہ تاریخ ساز مجاہد اسلام، عالم واستاذ، خطیب ومناظر اور محسن انسانیت جس کی پیشانی کی شکنوں میں فکر ونظر کی ایک دنیا آباد تھی۔

تبلیغ اسلام کی خاطر حافظ ملت نے ایک دونہیں بیشمار کارنامے انجام دیئے جن میں خصوصیت کے ساتھ تدریسی خدمات کا طویل سلسلہ بھی شامل ہے اور میدان عمل کی بے خوف شہنشاہی بھی۔

مبارکپور کی سرزمین کا ایک مختصر سا ٹکڑا جہاں کل تک ویرانیوں کے سائے رینگا کرتے تھے جذبۂ حافظی کی بنیاد پر آج درسگاہ عالم بن گیا جس کی آغوش میں پناہ لینے والے فرزندوں کا نام شمار کرنا مشکل ہے۔مجاہدانہ کردار کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے۔(مدیر نمائندہ ڈاکٹر سید شمیم گوہر ۱۹۷۶ء)

ہفت روزہ تاجور گورکھپور:

حضرت حافظ ملت اسلامیات کے زبردست عالم ہی نہیں بلکہ عالم گر بھی تھے، آپ کے ہونہار اور لائق شاگردوں کی تعداد بے شمار ہے اور جو دنیا کے مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام کے فریضہ کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔

(ایڈیٹر عاصم گونڈوی، ۸؍جون ۱۹۷۷)

روزنامہ سیاست جدید کانپور:

حضرت حافظ ملت کی ذات گرامی بلا مبالغہ علم ودانش، عرفان وآگہی، تقویٰ وطہارت اور خوش خلقی وخداترسی کے آسمان کے ایک آفتاب کی حیثیت رکھتی تھی۔(۳؍جون ۱۹۷۶)

ترجمان اہل سنت کراچی دربار فرنگ سے مولانا مصطفےٰ انوار امجدی (نمائندہ برطانیہ)

علم وفضل وعشق وعرفاں کا وہ آفتاب جہاں تاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا جو نصف صدی تک ذہن وفکر اور قلب وروح کی دنیا پر چمکتا رہا اور جس کے عملی فیضان کا اجالا عرب وعجم، ایشیا وافریقہ اور یورپ وامریکہ کے درودیوار

تک پھیلا ہوا ہے اور جس کی پوری زندگی صلاح وفلاح اور ملت کی حیات کے لیے وقف تھی۔

حضور حافظ ملت کی ذات اُن نفوس قدسیہ میں سے ایک ہے جنہوں نے برصغیر میں اسلام کی سربلندی اور خصوصاً مسلک اہل سنت کی ترویج واشاعت کے لیے اپنی زندگی کو وقف کردیا تھا۔ ان کے کارناموں کی ایک طویل فہرست ہے، ہر ایک کارنامہ کو فرداً فرداً صفحات قرطاس پر پیش کرنا محال ہے لیکن ان کا سب سے عظیم کارنامہ مبارک پور (انڈیا) میں الجامعۃ الاشرفیہ کا قیام ہے۔

آج سرزمین مبارکپور کا ذرہ ذرہ وہاں کے در و دیوار اس بات کے شاہد ہیں کہ مبارک پور میں مرکز اہل سنت کی اگر کسی نے بنیاد ڈالی ہے تو صرف اور صرف حافظ ملت کی ذات ہے۔

حافظ ملت کے قدم آگے بڑھتے چلے گئے اور آج ان کی محنتیں، ان کی کاوشیں، اور قربانیاں اہل سنت کی ایک عظیم درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ کی صورت میں عوام کے سامنے موجود ہیں۔ یہ وہ درسگاہ ہے جس نے ہزاروں علماے کرام پیدا کیے جو آج دنیا کے کونے کونے میں دین حق کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ اس درسگاہ میں ولی بھی بنائے جاتے ہیں۔ تشنگان علم وفضل یہاں آکر فیضیاب بھی ہوتے ہیں۔

ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی شریف:

حافظ ملت صرف بھوجپور یا مبارکپور والوں کے لیے ہی محسن نہ تھے بلکہ ملت اسلامیہ کے ہر فرد کے لیے تاج جبیں تھے۔ ان کے نمایاں احسانات کو انسانیت کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

لوگ کہنا جانتے ہیں مگر کرنا نہیں چاہتے لیکن حافظ ملت کی ایسی مسلم الثبوت شخصیت تھی کہ ان کے قول وفعل میں یکسانیت تھی۔ زبان کے دھنی اور ارادے کے پختہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ حافظ ملت اپنے عزائم میں ایسے مستحکم دیکھے گئے ہیں کہ پہاڑوں کا استحکام بھی ان کے سامنے ہیچ تھا۔ (مولانا محمد نور الدین نظامی جولائی ۱۹۷۶ء)

ماہنامہ المیزان، ممبئی:

حافظ ملت، استاذ العلما علامہ شاہ عبدالعزیز سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی دینی، علمی، قومی اور ملکی خدمات پر زعمائے ملت نے اپنے اپنے انداز میں خراج عقیدت پیش کیا مگر میں حافظ ملت کی قدآور شخصیت کے ان اوصاف کو خراج پیش کرتا ہوں جسے عزم واستقلال کہا جاتا ہے۔

ہمالیہ صفت لوگ بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ جو ہوتے ہیں وہ ہزاروں پر بھاری ہوتے ہیں۔ حافظ ملت بھی انہی ہمالیہ صفت لوگوں میں سے تھے۔ ایسے ہی بھاری بھرکم وجود کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(مولانا سید محامد جیلانی ایڈیٹر المیزان ممبئی جولائی، ستمبر ۱۹۷۶ء)

ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف:

حضور حافظ ملت اخلاق و کردار اور علم و فضل کے جس عظیم و بلند منصب پر فائز تھے وہ آپ کی رحلت کے ساتھ ختم ہوگیا۔ آپ کی ہمہ گیر و جامع شخصیت کے پردہ فرمالینے سے اخلاص و روحانیت کی جو آراستہ محفل ویران ہو چکی ہے اب اس کی آرائش و رونق اپنے حال پر واپس نہیں آسکتی۔ ع

اک دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے

عربی یونیورسٹی مبارک پور جو اسلامیان ہند کی قومی و ملی عزت و آبرو کی حیثیت رکھتی ہے اور ہر مسلمان کے لیے باعث ناز و افتخار ہے۔ (مولانا نسیم بستوی)

ماہنامہ معارف اعظم گڑھ:۔

انہیں علمی مشاغل کے ساتھ عبادت و ریاضت سے بھی خاص شغف تھا۔ میں ان کی سادگی، احتیاط اور زاہدانہ زندگی سے متأثر ہوا تھا۔ (عبدالسلام قدوائی ندوی)

☆☆☆


2019/10/14 08:49

پچیسواں باب

تعزیت اور تاریخ وفات

آہ عبدالعزیز نیک صفات
سالک راہ و عارف باللہ
داخل خلد ہے محبّ نبی
داخل خلد ہے ولی اللہ
۱۳۹۶ھ

(برق اعظمی)

وصال حافظ ملت کی خبر:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال پر ایک ہلچل سی مچ گئی۔ مبارک پور کے ہر محلّہ اور اس سے متصل ہر موضع میں اطلاع کے لیے آدمی دوڑادیے گئے۔ اسکوٹروں اور موٹر سائیکلوں سے لیس جوانوں کا ایک جتھا راتوں رات اعظم گڑھ، خالص پور، عظمت گڑھ، جین پور، گھوسی، ادری، مئو، محمد آباد، خیر آباد، چریا کوٹ، شاہ گنج، اکبر پور، بسکھاری، کچھوچھہ شریف وغیرہ تک اس سانحہ عظیم کی خبر پہونچا آیا۔

مولانا احمد رضا مصباحی اور اقبال متولی وغیرہ کو بنارس بھیج کر بھوجپور (مرادآباد) اوراہم مدارس وخانقاہوں میں بھی ٹیلی گرام کے ذریعہ اطلاع بھیجوادی گئی۔آل انڈیا ریڈیو بنارس سے بھی اس خبر کونشر کیا گیا۔

وصال کی خبریں اخبارات ورسائل میں:

حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے سانحۂ ارتحال کی خبر اردو، ہندی اورانگریزی، اخبارات میں بھی شائع ہوئی اور رسائل میں بھی چند اخبارات ورسائل یہ ہیں:

آزاد ہند کلکتہ، ہندوستان، پانیر، قومی آواز لکھنؤ سیاست جدید کانپورہ نمائندہ، الہ آباد ہفت روزہ، تاجور، گورکھپور، پندرہ روزہ 'حنفی' سری نگر کشمیر، ترجمان اہل سنت کراچی، قومی مورچہ بنارس، ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف، ماہنامہ المیزان ممبئی، ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف، ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ماہنامہ استقامت کانپور وغیرہ۔

فاتحہ سوئم:

حافظ ملت کے وصال پر ملال نے مسلمانوں میں غم کی ایسی فضا پیدا کردی تھی کہ ہر شخص بجائے خود تصویر ملال بنا ہوا تھا۔مبارکپور کے سنی مسلمانوں کا ہر گھر ماتم کدہ تھا،محلوں کی مسجدوں اورانجمنوں میں ایصال ثواب کے اہتمام کیے گئے۔مردوں،عورتوں اور بچوں نے قرآن کی تلاوت کی،تسبیحات پڑھیں،کلمہ خوانی کی۔اشرفیہ کے تمام شعبوں سے حافظ ملت کے حضور گلہائے عقیدت ومحبت پیش کیے گئے اور ایصال ثواب ہوا۔مبارکپور ہی کی طرح اطراف وجوانب کے مدارس اہل سنت، مساجد اور خانقاہوں میں حضور حافظ ملت کے لیے فاتحہ سوئم کی گئی۔قرآن خوانی ہوئی۔بعض اہل عقیدت نے شخصی طور پر بھی اپنے حلقے میں فاتحہ سوئم کرائی اور اپنے اعزہ واقربا نیز مسلمانوں کوشرکت کی دعوت دی۔

تعزیتی اجلاس:

حضور حافظ ملت کے وصال کی خبر عام ہوتے ہی مبارکپور، گھوسی، اور اعظم گڑھ کے دیگر قصبات کے علاوہ ملک وبیرون ملک سنی اداروں، انجمنوں، خانقاہوں میں مجالس ایصال ثواب اور تعزیتی اجلاس کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ملک سے باہر، بنگلہ دیش، پاکستان، نیپال، لنکا، ماریشش، کینیا، زمبابوے، نیدر لینڈ، برطانیہ، سری نام، بلجیم، وغیرہ نیز متحدہ ریاست

ہائے امریکہ میں مساجد و مدارس اور سوسائٹیوں و اکاڈمیوں میں قرآن خوانی، ایصال ثواب اور تعزیتی اجلاس منعقد ہوئے ان سب کی تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہے یہاں چند تعزیتی اجلاس کی روداد پیش کی جاتی ہے۔

سنی جمعیۃ العلما ممبئی:

۳؍جون ۱۹۷۶ء شب میں ساڑھے نو بجے اراکین آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما و عمائدین شہر کی ایک میٹنگ زیر صدارت حضرت مولانا مقصود علی خان صاحب انجم محبوبی دفتر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما ممبئی میں منعقد ہوئی۔

مولانا سید محمد قاسم علوی، مولانا مقصود علی خان اور عبد الرحیم انصاری سکریٹری جنرل سنی جمعیۃ العلما نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی حیات اور کارناموں پر روشنی ڈالی اور انہیں خراج ہائے عقیدت پیش کیے۔

بلرام پور گونڈہ:۔

۱؍جون ۱۹۷۶ء جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرام پور میں حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک سے لے کر ۶؍جون ۱۹۷۶ء تک مسلسل قرآن خوانی ہوتی رہی۔ ۶۹؍ختم قرآن، ۲۳؍ختم دلائل الخیرات کے بعد ایصال ثواب کیا گیا۔

تعزیتی جلسہ میں شہر کے مدارس کے اساتذہ، مساجد کے ائمہ نیز معززین شہر اور عوام اہل سنت نے شرکت کی۔

مولانا اسلم بستوی، مفتی محمد زین العابدین، مولانا غلام محمد عزیزی، مظفر حسین ایڈوکیٹ وغیرہم نے حضور حافظ ملت کے کارنامے بیان کرتے ہوئے انہیں خراج ہائے عقیدت پیش کیے۔

دار العلوم حمیدیہ رضویہ بنارس:۔

دار العلوم حمیدیہ رضویہ بنارس میں تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا۔ اساتذہ دار العلوم نے حضرت حافظ ملت کو خراج عقیدت پیش کیا۔

دار العلوم فیض العلوم جمشید پور:۔

یکم جون ۱۹۷۶ء کو ٹرنک کال کے ذریعہ حضور حافظ ملت کے وصال کی خبر ملتے ہی پورا شہر رنج و غم میں ڈوب گیا، ادارے اور دوکانیں مقفل ہوگئیں۔ دار العلوم کی چہار دیواری تلاوت قرآن مجید کی صداؤں سے گونج اٹھی۔ یہ سلسلہ ۳؍جون تک جاری رہا۔ صبح نو بجے کے قریب دار العلوم کے ہال میں ایک جلسۂ تعزیت منعقد کیا گیا جس میں علمائے کرام، ائمۂ مساجد اور طلباء مدارس کے علاوہ شہر کے معززین و معتقدین بھی شریک ہوئے۔ علما و ائمہ نے حضرت کے دینی، ملی اور علمی کارناموں پر روشنی ڈالی بعدہ ایصال ثواب کیا گیا۔ چند مخیّرین نے لنگر جاری کیے۔ علاوہ دار العلوم فیض العلوم شہر کی مختلف انجمنوں اور سوسائٹیوں نے بھی ایصال ثواب کی مجلسیں منعقد کیں۔ ناگپور (مہاراشٹر)، تھانہ (مہاراشٹر)، میسور

(کرناٹک) اور ملک کے متعدد شہروں میں تعزیتی اجلاس ہوئے۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ:

امین ملت حضرت سید امین میاں صاحب برکاتی (موجودہ صاحب سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ) کی صدارت میں ایک خصوصی تعزیتی جلسہ کا انعقاد کیا گیا۔ قاری عتیق الرحمٰن، سید محی الدین اظہر، مولانا محب الحق گھوسوی حکیم خلیل احمد استاذ طبیہ کالج، مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی استاذ شعبۂ دینیات، عبدالحفیظ کاردار استاذ شعبۂ حیاتیات، ڈاکٹر نسیم قریشی ریڈر شعبۂ اردو وغیرہم نے سیدنا حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے فضائل وکمالات پر سیر حاصل گفتگو کی اور اخیر میں حضرت کو ایصال ثواب کیا گیا۔ حضور امین ملت نے دعا فرمائی۔

افریقہ و یورپ میں تعزیتی اجلاس:

انگلینڈ کے کئی شہروں نیز ڈربن اور کینیا میں بھی تعزیتی اجلاس منعقد ہوئے اور حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہوئے انہیں عقیدت ومحبت کے پھول پیش کیے۔

مبارکپور کے تعزیتی اجلاس:

یوں تو مبارکپور اور اس سے متصل قصبات میں حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے عرس چہلم تک تعزیتی اجلاس کے انعقاد کا برابر سلسلہ چلتا ہی رہا صرف فاتحہ سوئم تک مبارکپور میں ساڑھے تین سو سے زائد ختم کلام مجید ہو چکا تھا۔ لیکن چند خصوصی تعزیتی اجلاس کی مختصر روداد یں یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

محلّہ نوادہ، ۴؍جون ۱۹۷۶ء:

جناب عزیز احمد صاحب گرہست اور مسلمانان محلّہ نوادہ کی جانب سے ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ حضرت قاری محمد یحییٰ صاحب نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی مندرجہ ذیل خصوصیات پر اہمیت کے ساتھ روشنی ڈالی۔

ا۔ حافظ ملت نے لوگوں کو دوران قرآن خوانی بلند آواز کی بجائے خاموشی کے ساتھ قرآن پڑھنے کی تلقین کی اور بے شک یہی حکم قرآن ہے۔

ب۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ بالعموم دوران سفر آبادی تک تو سلام اور مصافحہ میں مصروف رہتے اور آبادی کے باہر تلاوت کلام پاک میں منہمک ہوجاتے۔

مبارکپور ٹاؤن ہال میں جلسۂ تعزیت:۔

۴؍جون ۱۹۷۶ء مبارکپور ٹاؤن ہال میں سیاسی قائدین کا ایک جلسۂ تعزیت منعقد ہوا۔

جلسۂ تعزیت اور عزیز ملت کی جانشینی کا اعلان

۴؍جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ ۳؍جون ۱۹۷۶ء کو محلّہ پرانی بستی مبارکپور میں زیر اہتمام نوجوانان محلّہ پرانی بستی ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا، جس میں تلاوت کلام اور منظوم خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد تقریریں ہوئیں۔

اس جلسۂ تعزیت میں علامہ قمر الزماں اعظمی (برطانیہ)، مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی، مفتی عبد المنان اعظمی نے حضرت حافظ ملت کے عشق نبوی، خدمت دین، تعمیر ملت محدثانہ شان، اور تعلیمی نظریہ پر بھرپور روشنی ڈالی۔

۴؍جمادی الآخرہ، جلسہ تعزیت کے اختتام پر حضرت مولانا شاہ غلام آسی صاحب، حضرت مولانا سراج الہدیٰ صاحب گیاوی حضرت مولانا موصوف اشرف صاحب وغیرہم مشائخ وعلما نے حضرت صدرالشریعہ کا خرقہ اور حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کا جبہ و دستار حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کو پہنایا۔ حسان الہند بیکل اتساہی اور ڈاکٹر عبدالمجید بلرامپوری نے ان کی گل پوشی کی۔ اس طرح شہزادۂ حافظ ملت کو ان کا مکمل جانشین نامزد کردیا گیا۔ اور ایک مرد مجاہد کے پروردۂ آغوش کو ان کے باپ کی ذمہ داریاں سپرد کرکے میدان عمل میں اتار دیا گیا۔ الحمدللہ اشرفیہ کے ارباب حل وعقد مطمئن ہیں کہ ہم نے قیادت کی زمام ایسے ہاتھوں میں دی ہے جن کی رگوں میں حافظ ملت کا لہو گردش کر رہا ہے۔ خدا کرے ان کے مبارک ہاتھ سے اس شہرستان علم ودانش کی تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ آمین یا رب العالمین۔

تعزیتی خطوط:

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال پر ملک وبیرون ملک سے عزیز ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ، حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ اور راقم الحروف کے نام سیکڑوں تعزیتی خطوط آئے۔ ان میں سے چند اہم خطوط کے اقتباسات پیش کیے جارہے ہیں:۔

(۱) برہان ملت حضرت مولانا مفتی شاہ محمد برہان الحق صاحب قبلہ خلیفۂ اعلیٰ حضرت

(دارالسلام جبل پور، مدھیہ پردیش)

حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت عالم علم عالم سنیت، عالم درس حدیث وحکمت کی موت ہے۔ موت العالم موت العالم۔ ایسے مرجع عالم، مقبول عالم، منبع علم وکمال، افضل العلما، استاذ الافاضل کی موت۔ موت نہیں، حیات ابدی اور دار فنا سے دار بقا کی طرف ارتحال ہے۔ (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ ۱۹۷۷ء)

(۲) مولانا ریحان رضا خاں صاحب مہتمم جامعہ منظر اسلام، بریلی شریف

فقیر کو دیوریا میں حضرت حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے وصال کی خبر ملی۔ اسی کا ہے جو اس نے دیا اور اسی کا ہے جو اس نے لیا اور ہر شئی کی اجل مقدر ہے جو آیا ہے اسے جانا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ دنیائے سنیت عظیم رہنما سے محروم ہوگئی۔ (ملخصا۔ ایضا)

۳۔ مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی:

اچانک حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے سانحہ ارتحال کی اندوہناک خبر ملی ۔ پھر کچھ نہ پوچھیے اس دور افتادہ پر کیا بنی بے اختیاری کے عالم میں بار بار کلمہ استرجاع زبان سے نکلنے لگا ۔ ملت کا حافظ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ملت کی حفاظت میں گزرا۔

میرے استاذ اور اکثر اساتذہ اور میرے اکثر اساتذہ کے استاذ!

میرا اذعان و یقین بولتا ہے کہ نہ خدا کی نشانی مٹ سکتی ہے اور نہ نبی کا معجزہ فنا ہوسکتا ہے اور نہ ہی بزرگوں کی کرامت کو زوال ہے لہذا حافظ ملت زندہ تھے اور آج بھی زندہ ہیں ہاں وہ ہماری ظاہری نگاہوں سے دور ہوگئے مگر آج بھی وہ ہم میں ہیں ۔

(ملخصا ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء نزیل لنکاسٹر، یو۔ کے)

(۴) حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب جعفری جونپوری ۔ (از بنارس)

حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال کی خبر جانکاہ و روح فرسا سے جس قدر صدمہ و حزن ہوا وہ قابل بیاں نہیں ۔ اس کے علاوہ کہ قوم و ملت کو ان کے اٹھ جانے سے کیا نقصان پہونچا۔ ہم اپنے قدیم مہربان دوست اور کرم فرما ساتھی سے محروم ہوگئے ۔ (ملخصا ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۵) حضرت بابا سید شاہ عظیم الدین خانقاہ اہلسنت بڑودہ۔

۲۰ رجون کو فقیر نے یہ خبر کتنی دردناک، الم ناک غم ناک سنی کہ دنیائے سنیت ایک عظیم قائد، علوم وفنون کے ہمالہ سے محروم ہوگئی کسے خبر تھی کہ علوم نبوی کا سچا وارث دنیائے سنیت کا بے لوث خادم، مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک نقیب ہزاروں تلامذہ و معتقدین کو داغ مفارقت دے کر روپوش ہوجائے گا۔ (ملخصا ماہنامہ اشرفیہ فروری ۱۹۷۷ء)

(۶) مولانا سید ظہیر احمد زیدی علی گڑھ

اخی الکریم الاکرم حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالی کو اپنے رب رحیم سے وصل دوام حاصل ہوا اور اپنے اصحاب واحباب، مخلصین و متوسلین، معتقدین و مستفیدین سے ہجر و فراق، آپ کو روحانی سکون حاصل ہوا اور پسماندگان کو کرب و اضطراب ۔ بہر حال یہ واقعہ کتنا المناک ہے نہ معلوم کتنے چاہنے والوں کی چیخیں نکل گئیں۔ مولائے کریم ہمارے حال پر رحم فرمائے ۔ آمین! (ملخصا ۔ ایضا)

(۷) حضرت مفتی رجب علی صاحب نان پاروی۔

لکھنؤ میں حادثۂ دل دوز کا علم ہوا۔ جب سے اب تک برابر غموں میں چور ہوں ۔

حضرت مخدومنا الکریم سیدی حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کا اس دور قحط الرجال میں ہم سے رخصت ہوجانا آیات قیامت میں سے ایک آیت کبریٰ ہے ۔ (ملخصا ۔ ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۸) نواسۂ مفتی اعظم مولانا محمد خالد علی خاں صاحب و مفتی محمد اعظم صاحب ٹانڈوی، رضوی دارالافتا محلّہ سوداگران بریلی شریف

آپ کا ٹیلی گرام حافظ ملت حضرت مولانا شاہ حافظ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر سے متعلق موصول ہوا۔ ہم لوگوں کو بھی بہت صدمہ وغم ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

جس دن ٹیلیگرام آیا اسی دن دارالعلوم مظہر اسلام میں قرآن خوانی و ایصال ثواب کر کے اس دن کے لیئے اس غم کے سبب دارالعلوم مظہر اسلام میں چھٹی کر دی گئی (ملخصا۔ ایضا)

(۹) مولانا سید شمیم گوہر صاحب، مدیر نمائندہ الہ آباد

حضور حافظ ملت کے وصال نے دل و دماغ کی سنجیدگی کو یتیم کر کے رکھ دیا۔ اتنا عظیم مبلغ اسلام محسن انسانیت اور باعمل جو اپنے کردار کی روشنی سے تمام عمر ایک کرن میں سیکڑوں آفتاب پیدا کرتا رہا آج اس تقدس مآب مرد مجاہد کی مفارقت کا احساس کرتے ہوئے ان کی آنکھوں سے بھی دریا جاری ہو گئے جن میں کبھی قطرہ ٹپکانے کا بھی شعور موجود نہیں تھا۔

(ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۱۰) ڈاکٹر مولانا فضل الرحمٰن شرر مصباحی، دہلی

میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ اللہ کا ولی جب پردہ فرما جاتا ہے تو اسکی روحانیت درجۂ کمال کو پہونچ جاتی ہے۔ کل تک حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور جامعہ کا الگ الگ مشخص وجود تھا مگر اب ایسا نہیں ہے بلکہ جامعہ کو حافظ ملت علیہ الرحمہ کے دل ودماغ کی کوکھ نے جنم دیا تھا۔ آج اسی چمن زار علم و ہنر میں سپرد خاک ہوکر دونوں ایک ہو گئے ہیں۔ (ایضا)

(۱۱) ڈاکٹر طلحہ رضوی برق صاحب۔ داناپور پٹنہ

اس حادثۂ جانکاہ میں میں آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں میرے والد ماجد حضرت علامہ قتیل مدظلہ پر بھی بہت گہرا اثر ہے۔

انہوں نے فرمایا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالعزیز بانی جامعہ اشرفیہ اپنے وقت کے ابو ہریرہ تھے۔ (ایضا)

(۱۲) مولانا محمد حبیب الحلیم صاحب فرنگی محل لکھنؤ

اس دور میں مسلک حق ویسے ہی ابتلا و آزمائش کا شکار ہے اور اکابرین کا رفتہ رفتہ درمیان سے اٹھ جانا مزید بدقسمتی۔ (ایضا)

(۱۳) حبیب الرحمٰن نعمانی وزیر مملکت دیہی ترقیات اتر پردیش

جناب حاجی حافظ مولانا عبدالعزیز صاحب کی وفات حسرت آیات سے مجھے گہرا صدمہ پہونچا۔ ان کی وفات

سے علمی دنیا کو بڑا نقصان ہوا ہے جس کی تلافی آسانی کے ساتھ ممکن نہیں ۔ (ملخصا ۔ ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۱۴) عبد السلام قدوائی ناظم تعلیمات ندوۃ العلما لکھنؤ

میں نے ان کو (مولانا حافظ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو) سب سے پہلے ۱۹۶۸ء کے موسم حج میں ہندوستانی سفارت خانے کی ایک تقریب میں دیکھا تھا اور ان کی سادگی، زہد و احتیاط پسندی سے متاثر ہوا تھا۔ (ایضا)

(۱۵) مولانا محمد ظل الرحمن ضیائی ۔ مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام

حضور حافظ ملت کی موت صرف ان کی موت نہیں یہ ایک تہذیب، ایک تمدن، ایک انجمن، ایک بزم کی موت ہے۔ علم وفضل کا آفتاب ڈوب گیا، اسلامی تہذیب کا چاند گہنا گیا، علم کی انجمن سونی ہوگئی، صلحا وصوفیا کی بزم بے نور ہوگئی، تصوف کی دنیا اجڑ گئی ۔ ایک فقید المثال محدث، خطابت کا بے تخت وتاج بادشاہ، اسلاف کرام کی بے مثال یادگار ہمیشہ کے لئے آسودہ خاک ہوگئی۔

ان کی ہر ادا، ہر انداز ایک یادگار ہی نہیں بلکہ زندگی کے لیے مشعل راہ ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جو ہم سب کے لیے صبر وسکون کا باعث بنیں گی۔ (ایضا)

(۱۶) مولانا محمد علی فاروقی رائے پور (مدھیہ پردیش)

ماضی قریب میں جس طرح علما کی صف سے نوارنی صورتیں حجلۂ لحد میں روپوش ہوئی ہیں ان کا غم ہی ابھی ناقابل برداشت تھا کہ آج حافظ ملت نے بھی داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔

مبارک پور ہی کیا پوری ملت اسلامیہ ایک عظیم قائد سے محروم ہوگئی ۔ (ملخصا ماہنامہ اشرفیہ مئی جون ۱۹۷۷ء)

(۱۷) مولانا افضل الدین حیدر صاحب ۔ درگ (ایم ۔ پی)

جمعہ مبارکہ کو دن گزار کر شب کو بوقت عشا ایک دردناک وحشت ناک خبر بذریعہ رائے پور ملی کہ حضرت حافظ ملت نے دار فانی کو ترک فرما کر منزل جاودانی کو اختیار فرمایا ۔ مولیٰ سبحانہ تعالیٰ موصوف کو اپنی آغوش رحمت میں متمکن فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل وعطائے جزیل سے نوازے اور نعم البدل عطا فرمائے ۔ آمین! (ملخصا ۔ ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۱۸) مولانا محمد سلیمان صاحب اشرفی، بھاگل پوری۔

حضرت حافظ ملت محنت کرنے والے ساتھی تھے ۔ عمر بھر دینی خدمات میں اوقات گزارا ۔ اپنی سعی بلیغ و خدمات دین کی قوت لے کر اس عمر میں ایک یونیورسٹی کی بنا رکھی اور قریب تکمیل کو پہونچا کر محبوب حقیقی سے جا ملے ۔ صدمہ ایسا ہوا کہ جو احاطۂ بیان سے خارج ہے ۔ دنیائے سنیت میں بڑا خلا پیدا ہوگیا ۔ (ملخصا ۔ ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۱۹) مولانا سید غازی ربانی دار العلوم ربانیہ باندہ۔

جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا سانحہ ارتحال پوری امت مسلمہ کا مشترکہ غم ہے مگر ہم اور آپ صدمہ میں عموم وخصوص کی نسبت رکھتے ہیں ۔ خدا ہم سب کو صبر جمیل اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ۔ آمین ۔ (ملخصا ۔ ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۲۰) مولانا حافظ محمد ظہیر الدین صاحب مدیر استقامت، ڈائجسٹ کانپور۔

کان پور میں اطلاع ملی کہ کوہ استقامت محسن سنیت حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! دل دہلا دینے والی یہ روح فرسا خبر سن کر مجھ پر بجلی سی گر گئی۔ دل ودماغ ماؤف ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے لیے ایسا محسوس ہوا جیسے قیامت نازل ہوگئی۔ (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۲۱) مولانا محمد یامین نعیمی اشرفی مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد

دنیائے سنیت کا ایک اہم قافلہ سالار ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ ابھی اشرفیہ کو خصوصا اور عالم اسلام کو عموما ان کی شدید ضرورت تھی۔ (ایضا)

(۲۲) مولانا محمد اختصاص الدین، اجملی ناظم اعلیٰ مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم سنبھل

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال کی خبر بذریعہ تار دریافت کر کے انتہائی ملال ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے قرب خاص فردوس اعلیٰ میں حضرت کو جگہ مرحمت فرمائے۔ (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۲۳) مولانا عبدالحی نسیم القادری، شکیل احمد وادارہ دارالعلوم حنفیہ سنیہ مالیگاؤں، ناسک (مہاراشٹر)

جلالۃ العلم، استاذ العلما حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اچانک انتقال پر ملال سے سنیت میں وہ عظیم خلا پیدا ہو گیا جس کا پر ہونا مشکل ہے۔ حافظ ملت اپنے وقت کے ایک ولی کامل تھے، علم کا دریا تھے، فن حدیث کے ایک پہاڑ تھے آپ نے قوم پر جو عظیم احسان فرمایا وہ ناقابل فراموش ہے۔ (ایضا)

(۲۴) مولانا اسلم بیگ حشمتی جنرل سکریٹری چمن حشمتی کان پور۔

استاذ الاساتذہ حافظ ملت شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر کانپور کے روز نامہ سیاست جدید میں پڑھی تو گویا پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور ہر سنی سوگوار ہوگیا۔ (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ مئی جون ۱۹۷۷ء)

(۲۵) جناب محمد وارث بقائی جنرل سکریٹری یتیم خانہ صفویہ کرنیل گنج گونڈہ

حضرت حافظ ملت صاحب علیہ الرحمہ کی ذات گرامی سے ہم لوگوں کو خصوصی تعلق تھا۔ حضرت بڑا کرم فرماتے تھے۔ دارالعلوم یتیم خانہ صفویہ اور اس کے بانی شاہ سید عبدالعلیم صاحب بقائی سے گہرا تعلق تھا۔ حضرت کی رحلت سے پوری دنیائے سنیت یتیم ہوگئی۔ (ملخصا ماہنامہ اشرفیہ مئی جون ۱۹۷۷ء)

(۲۶) جناب عبدالمجید صاحب نوری انجمن عاشقان رسول بنگلور

حضور حافظ ملت سرمایہ اہل سنت کے اچانک سانحۂ ارتحال کی خبر مسلمانان بنگلور کے لئے ایک عظیم حادثہ سے کم نہیں تھی حافظ ملت کی شخصیت میں سمجھتا ہوں کہ بین الاقوامی شخصیت تھی (ملخصا ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۲۷) مولانا مفتی محمد صفی اللہ قادری وارا کین تنظیم اہل سنت بنارس

شفقت ومحبت کے آسمان کا سایہ ہم سے اٹھ گیا صدر الشریعہ کا سچا جانشین ہم سے رخصت ہوگیا۔ملت کا پاسبان جا تا رہاعلم ومعرفت کا تاجدار اپنی مسند سے اٹھ گیا۔ہند وپاک کے سنی مسلمانوں کی آنکھیں اس نمونہ سلف کو دیکھنے کے لیے ہمیشہ ترسا کریں گی۔(ایضا)

(۲۸)ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی گھوسی

سیدی وسندی استاذ العلما فخر الاتقیا حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی تجہیز وتکفین میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد گھوسی کے لئے روانہ ہوا۔دوران سفر مسلسل ایک دل گداز ورقت انگیز کیفیت طاری رہی۔اپنے والد بزرگوار کی وفات حسرت آیات کے بعد حضور حافظ ملت کو مرشد واستاذ کے ساتھ ساتھ اپنے شفیق باپ کا ہی درجہ دیتا رہا ہوں اوران کے طرز عمل میں ہمیشہ اپنے لئے پدرانہ شفقتیں محسوس کرتا رہا ہوں۔آج صحیح معنوں میں یتیمی کا احساس ہورہا ہے۔

میں اپنی خوش بختی پر نازاں ہوں کہ حضور حافظ ملت مرحوم ومغفور مجھے عمر بھر کیسی شفقتوں اور دعاؤں سے نوازتے رہے۔(ملخصا ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۲۹)جناب شمیم مظفر پوری دارالعلوم اہل سنت علیمیہ انوارالعلوم دامودر پور مظفر پور

ساڑھے نو بجے شب ٹیلی گرام ملا،زمین پاؤں سے نکل گئی،ایک بھیانک اورمہیب سناٹا طاری ہوگیا۔

حضور حافظ ملت کا وصال صرف ہم ہی لوگوں کے لیے نہیں ساری دنیائے سنیت کے لیے ایک سانحۂ عظیم ہے۔(ایضا)

(۳۰)اراکین مدرسہ ندائے حق جلال پور فیض آباد

استاذ العلما جلالۃ العلم حضرت علامہ حافظ ملت الحاج جناب حافظ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ دامت فیوضہم سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

موصوف مرد مجاہد ملت کی روح مبارکہ کو ایصال ثواب کے لیے ایک تعزیتی جلسہ بھی ہوا۔(ایضا)

(۳۱)مولانا عبدالرحیم خاں عزیزی صدرالمدرسین دارالعلوم فیض رحمانیہ پچپڑ وا ضلع گونڈہ (یوپی)

آہ!اسلام کا عظیم رہنما اور دنیائے سنیت کا آفتاب درخشندہ ہمیشہ کے لیے ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔اسی سانحۂ عظیم پر ہماری نگاہیں نم ناک اور قلوب محزون ہیں کہ حضور حافظ ملت ہمیشہ کے لیے ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔(ملخصا ماہ نامہ اشرفیہ مئی جون ۱۹۷۷ء)

(۳۲)مولانا محمد صفی اللہ سرور القادری صدر مدرس مدرسہ مجیدیہ بنارس

کل بعد نماز عشا حضور فردوس مکانی قدس سرہ النورانی کی شفقتوں کے تصور میں گم تھا کہ اچانک زبان پر غفراللہ

لک وارد ہوا۔ پھر جی میں آیا کہ جوڑ گھٹا کر اس کو کیوں نہ مادہ تاریخ بناؤں۔ پھر میں نے بے انتہا خوشی محسوس کی بلکہ حضرت کے روحانی تصرف پر محمول کیا جب کہ بے کم وکاست انہیں الفاظ سے تاریخ وصال برآمد ہوگئی یعنی ۱۳۹۶ھ سعادت جان کر جناب والا کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ (ایضا)

(۳۳) مولانا محمد قیس خاں گیا (بہار)

آپ (حافظ ملت) کے ولی کامل ہونے میں کوئی شک نہیں کہ '' گفتہ او گفتہ اللہ بود'' کے مصداق کئی بار دیکھا گیا کہ دوران تقریر آپ نے فرمایا: ''اگر کنکشن (Conection) کٹ جائے، تو مائک نے آواز چھوڑ دی''۔ فرمایا: ''ایسا ہی ہوا کرتا ہے'' پھر فرمایا ''اور اگر کنکشن جٹ جائے تو پھر آواز علیٰ حالہ موجود'' فرمایا: ''یہی ہوتا ہے'' (ایضا)

(۳۴) سید قیصر وارثی صاحب لکھنؤ

مسلمانان لکھنؤ کا ایک جلسہ تعزیت مدرسہ عالیہ وارثیہ مچھلی محل میں منعقد ہوا۔ جس میں مفتی نان پارہ حضرت مفتی محمد رجب علی صاحب نے حافظ ملت کو ان الفاظ کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا۔ ''حافظ ملت کی ذات گرامی دنیائے سنیت کے لیے منارۂ رشد و ہدایت اور نمونۂ عمل تھی۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی کا قیام ہے۔ (ملخصا، ماہنامہ اشرفیہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۳۵) مولانا شاہد رضا نعیمی جامعہ نعیمیہ مرادآباد

استاذ العلما، جلالۃ العلم، رئیس المحدثین، تاج دار کشور علم وفضل، پیکر ہدایت وولایت حضور حافظ ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اچانک وصال سے بیکراں صدمہ ہوا۔ میں اسے لفظوں میں کیسے بیان کروں۔ چند احساسات ایسے ہوتے ہیں جنہیں الفاظ میں نہیں ڈھالا جاسکتا اور اگر انہیں الفاظ میں سمو دیا جائے تو صحیح ترجمانی پر حجاب پڑ جاتا ہے۔

یہ وہ غم ہے جو اقرار کے بغیر بھی سب کا غم ہے (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ۱۹۷۶ء)

(۳۶) جناب مولانا عزیز الحق کوثر ندوی ضیاء العلوم، پچی باغ، وارانسی

عالم جلیل، پیکر اخلاص وعزیمت حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارتحال دنیائے علم وعمل کا اندوہ عظیم ہے۔ (ایضا)

(۳۷) مولانا سید حسنین برکاتی، مگہر، بستی

وہ حافظ ملت نحیف الجثہ مگر بڑے قوی الایمان تھے۔ یہ انہی کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا ثمرہ ہے کہ کل کا خس پوش مکتب آج بحمدہ تعالیٰ ہماری تمام تر امیدوں کا مرکز عظیم یونیورسٹی کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ (ایضا)

غیر ملکی تعزیت نامے:

(۳۸) سراج العلوم مالدہ (نیپال)

معلوم ہوا کہ استاذ محترم حضور حافظ ملت کا انتقال ہوگیا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے　　　سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(۳۹) حکیم محمد موسیٰ صاحب مرکزی مجلس رضا لاہور (پاکستان)

حضرت والا کی موت ایک عالم کی موت ہے۔ ایسے عالم ربانی وحقانی روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ ان کی جدائی سے دنیائے سنیت میں جو خلا پیدا ہوا ہے بظاہر اس کا پر ہونا مشکل ہے۔ (ایضا)

(۴۰) مولانا محمد منشا تابش قصوری، شیخ پورہ پاکستان

وقت کی عظیم شخصیت، سنیت کی عظمت کا بلند مینار۔ آہ! حافظ الملہ والدین بھی داغ جدائی دے گئے۔ ''المصباح الجدید'' ایسی بلند تصنیف نے مجھے حافظ الملۃ کا گرویدہ بنایا۔ اسی کتاب سے عقائد میں پختگی ہوئی۔ مناظرانہ انداز اور پھر مضبوط گرفت، اللہ اکبر!

''فاضل بریلوی بارگاہ رسالت میں'' حافظ ملت کا گران قدر مختصر مگر جامع مقالہ مجدد دین وملت علیہ الرحمہ پر جب پڑھا تو دل کی دنیا بدل گئی۔ اس عدیم المثال واقعہ کا تعارف بھی حافظ الملۃ کا ہی کارنامہ ہے جس نے آج اعلیٰ حضرت پر لکھے جانے والے بیسوں مضامین اور متعدد کتب میں جگہ بنالی ہے۔ (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۴۱) ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ لاہور، پاکستان

معروض کہ حضرت العلام رفیع الشمام مولانا حافظ الملۃ حافظ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کے وصال پر ملال کی خبر سنتے ہی دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں طلبہ کو رخصت کردی گئی اور تعزیتی اجلاس منعقد کر کے آپ کی خدمات کو خراج تحسین ادا کیا گیا۔ ایصال ثواب میں علما وطلبہ کی کثیر تعداد شامل تھی۔

آپ کا وصال جہاں جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے وہاں اہل سنت وجماعت کے لیے بھی ناقابل تلافی نقصان ہے۔ (ایضا)

(۴۲) مولانا عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ لاہور، پاکستان

حضرت حافظ ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلا مبالغہ جلال علم وفضیلت اور جمال فقر ومعرفت تھے۔ پاکستان میں فیض رضوی وامجدی حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد قدس سرہ سے اور ہندوستان بلکہ دیار غیر میں حضرت حافظ ملت قدس سرہ سے خوب خوب پھیلا۔ حضرت حافظ ملت قدس سرہ دنیائے سنیت میں ایک انجمن تھے، ایک تحریک تھے، جنہوں نے سیکڑوں بلکہ ہزاروں علما میں سنیت کا وہ درد اور نور پھونک دیا کہ ان میں سے ہر ایک مسلک کا ترجمان اور مبلغ بن گیا۔ (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۴۳) حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صاحب، مسجد کھوری گارڈن کراچی

۲؍جون کی رات کو ۱۱ بجے حضرت استاذی الکریم علیہ الرحمۃ والرضوان کی رحلت کی خبر ملی۔ جس سے رنج وغم کے بادل چھاگئے، آنکھوں میں اندھیرا آ گیا۔ افسوس صد افسوس کہ ہمارے سر سے سرپرست کا سایہ اٹھ گیا۔ دنیائے سنیت میں ایک کہرام مچ گیا۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے صحیح جانشین تھے، دنیا سے رخصت ہوئے۔

علم وفضل کا وہ آفتاب جو ۴۵؍ برس سے نہ صرف مبارک پور بلکہ سارے ہندوستان کو اپنی ضیا باریوں سے منور وفیضیاب کر رہا تھا غروب ہوگیا۔ ہم دیرینہ خدام وکفش برداران ان کی رحلت سے یتیم ہوگئے۔

(ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۴۴) مولانا ممتاز احمد اشرف القادری مبارک پوری، لندن

حضرت مولانا قمر الزماں صاحب قبلہ اعظمی کے ذریعہ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کی دل خراش خبر ملی، پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

آہ حافظ ملت! آج دنیائے سنیت ایک محبوب قائد اور عظیم رہنما سے محروم ہوگئی۔

آج ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے سر سے ایک شفیق باپ کا سایہ اٹھ چکا ہے۔ آج پوری دنیائے سنیت میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے۔

آہ حافظ ملت! مبارک پور کی تو زندگی تھے، مسلمانان مبارک پور کے دلوں کی دھڑکن تھے۔

(۴۵) مولانا محمد بشیر آزاد کشمیری، راچڈیل (برطانیہ)

ہمارے خطیب مولوی محمد اسمٰعیل خاں مصباحی نے اطلاع دی کہ حضرت حافظ ملت کا ۳۱؍مئی ۱۹۷۶ء کو سانحۂ ارتحال ہوگیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

یہ وحشت ناک خبر سن کر جملہ اہل سنت مغموم وشکستہ خاطر ہیں، اپنے عظیم قائد کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ (ایضا)

(۴۶) مولانا محمد اسمعیل خاں مصباحی، راچڈیل (برطانیہ)

محب گرامی علامہ قمر الزماں خاں اعظمی ومولانا اسرار اشرفی خطیب ممبئی کا الم نامہ ملا۔ یہ خبر کتنی دردناک، الم ناک، غم ناک ہے کہ دنیائے سنیت کے ایک عظیم قائد، علوم وفنون کے ہمالہ سے ہم محروم ہوگئے۔ کسے خبر تھی کہ علوم نبوی کا سچا وارث، دنیائے سنیت کا بے لوث خادم، مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک نقیب، علمائے ملت اسلامیہ کا مخلص ساتھی، اساتذہ وتلامذہ کا شفیق رہنما، علم وحکمت کا گنجینہ، ہزاروں تلامذہ ومریدین ومعتقدین کو داغ مفارقت دے کر

روپوش ہو جائے گا۔ (ایضا)

(۴۷) مولانا محمد ابراہیم خوشتر صاحب، لنکا شائر (برطانیہ)

آہ! بزم امجدی ویران ہے، محفل تدریس خموش ہے، محدث اعظم پاکستان کا رفیق، عازم خلد ہوا۔ برطانیہ کے غلام حافظ ملت کا نعرہ بلند کر رہے ہیں، بزم ایصال ثواب قائم ہے، درود وسلام کا نذرانہ بارگاہ رسالت علیہ التحیۃ والثنا میں پیش ہے۔ شہزادۂ گرامی! صرف آپ کے والد ماجد نے وصال نہیں فرمایا۔ آہ! ہمارے سر سے بھی مربی روحانی کا سایہ اٹھ گیا۔

(ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ستمبر ۱۹۷۶ء)

نوٹ:۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر صاحب کا ایک اور تعزیتی خط نیلسن (برطانیہ) سے بھی آیا جس میں آپ نے برطانیہ، کینیا، سیلون، (لنکا) ماریشش وغیرہ کے رضوی حضرات اور اپنے تلامذہ ومریدین کی جانب سے تعزیت پیش کی ہے۔

(۴۸) مولانا عبدالجبار خان رہبر اعظمی

خالص پور سے آمدہ ایک خط سیدی الکریم حافظ صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کی وفات حسرت آیات سے متعلق خبر لایا۔ نگاہ وذہن نے ایک زبردست عجیب دھچکا محسوس کیا اور روح ودل پر جیسے ایک قیامت سی گزر گئی کہ یہ سب ابھی اس المیہ کے لیے تیار نہ تھے۔

یوں تو یہ سانحہ پوری ملت کے لیے اپنے آپ میں عظیم ہے مگر میرے محترم! جب سوچتا ہوں کہ ارباب اشرفیہ اور احباب مبارک پور پر یہ قیامت کیسے کیسے بیتی اور کیا کچھ گزری ہوگی تو بس دل سے یہی آواز آتی ہے کہ اے اشرفیہ اور اے اہل مبارک پور تمہارا خدا حافظ وناصر اور نگہبان ۔۔۔ کہ وہی صبر کی توفیق دینے والا، موت وزندگی کا مالک اور تمہارے مینار محبت کو دوام بخشنے والا ہے۔ (ملخصا، ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ستمبر ۱۹۷۶ء)

(۴۹) مولانا صفی احمد رضوی خطیب مسجد نور العلوم سمال ہیتھ برمنگھم (برطانیہ)

حضرت مولوی عبدالقادر صاحب رحمانی مدظلہ العالی کا گرامی نامہ اس خبر پر مشتمل موصول ہوا کہ حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ رحمت باری کی آغوش میں ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

دنیائے اسلام میں حافظ ملت کی شخصیت علمی مرکزیت کی حامل تھی۔ وہ آفتاب علم وفضل اور مہتاب سنیت تھے، دارالعلوم اشرفیہ کے روح رواں تھے۔ موصوف کے مبارک ہاتھوں نے بے شمار علما اور حفاظ کے سروں پر فضل وکمال کی دستار باندھی ہے اور ہندوستان کے کونے کونے میں علم کے چراغ روشن کیے ہیں۔

ہم حافظ ملت کی وفات کو "موت العالم موت العالم" کا مصداق قرار دے سکتے ہیں۔ (ملخصا۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ستمبر ۱۹۷۶ء)

چند مشاہیر کے قلبی تاثرات:

یوں تو ہر تعزیت نامہ سے مکتوب نگار کے رنج وغم اور اس کے قلبی تاثرات کا اظہار ہوتا ہے لیکن یہاں حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے موقع پر ان کے جانشین اور خلف اکبر عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ اور سرکار حافظ ملت کے خصوصی نیاز کیشوں اور چاہنے والوں کے تاثرات پیش کیے جا رہے ہیں۔

اسے ان حضرات کی عقیدت کا بارگاہ عزیزی میں خراج بھی کہہ سکتے ہیں:۔

۱۔عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(ا) میرے لیے یہ فیصلہ مشکل ہے کہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کی رحلت کا غم مجھے زیادہ ہے یا قوم کو۔

(ماہنامہ اشرفیہ جون ۱۹۷۶ء)

(ب) حافظ ملت نے جس مقصد کے لیے جان دے دی اگر اس کے حصول کے لیے کچھ کر سکا تو اسے اپنی زندگی کی معراج تصور کروں گا (ایضا)

۲۔حضرت مولانا شاہ عبداللہ چشتی (گجہڑا)

حافظ ملت کے کارناموں کو سمیٹنا آسان کام نہیں! (ماہنامہ اشرفیہ جون ۱۹۷۶ء)

۳۔حضرت علامہ عبدالمصطفی اعظمی ازہری (کراچی۔پاکستان)

زبان چاہے منصف نہ ہو انسان کا دل بہر حال منصف ہوتا ہے۔حافظ ملت سے اختلاف رائے رکھنے والے بھی دل سے ان کے مداح ومعترف ہیں۔(ایضا)

۴۔حضرت مولانا سید وجود القادری (جبل پور)

حافظ ملت کا انتقال دنیائے سنیت کا عظیم سانحہ ہے جس کی تلافی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔

۵۔حضرت مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی

حافظ ملت قبلہ نے آندھیوں میں چراغ جلانا اور طوفانوں میں کشتی چلانا سکھایا۔(ایضا)

۶۔حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی

حضرت صدرالشریعہ کے وصال کے بعد حافظ ملت ہی ہمارے ماویٰ و ملجا تھے۔افسوس! آج ہم دوبارہ یتیم ہو گئے۔(ایضا)

۷۔یدم شری بیکل اتساہی

میری زندگی کی تمام کامیابیاں حضور حافظ ملت کی رہین منت ہیں۔

۸۔حضرت علامہ ارشد القادری (جمشید پور)

(ا) ہم ایسے انسان کو کیسے مردہ کہہ سکتے ہیں جس نے ملت کے مردہ ضمیر کو زندگی عطا کی ہو۔ آج حافظ ملت خاموش ہیں مگر ہزاروں زبانوں کو قوت حق گوئی عطا کر کے۔ ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما
کے مصداق بن گئے ہیں۔

(ب) حافظ ملت کے بعد ہم میں ان کی تین نشانیاں باقی ہیں۔ حضرت کا مزار مبارک، الجامعۃ الاشرفیہ اور حضرت کے فرزندان گرامی۔ ان تمام سے ہماری وابستگی ہی سچی محبت وعقیدت کا ثبوت ہے۔ (ایضا)

۹۔ مولانا سید شاہ اسرار الحق (کوٹہ، راجستھان)

حضرت حافظ ملت کی ایک ذات نے برصغیر ہند کی تمام درسگاہوں کو اپنی علمی ضوفشانیوں سے منور کر دیا۔ (ایضا)

۱۰۔ حضرت مولانا کاظم علی بستوی

حافظ ملت وقت کے امام بخاری تھے۔ (ایضا)

۱۱۔ حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب اعظمی

حافظ ملت قبلہ میری نگاہ میں بہت عظیم عالم، بہت عظیم بزرگ اور بہت عظیم قائد ورہنما تھے اس لئے کہ ان تمام میدانوں میں ان کے کارنامے اظہر من الشمس ہیں۔ (ایضا)

۱۲۔ حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ (مبارک پور)

حافظ ملت نے تنہا اپنے کاندھوں پہ قوم وملت کا جو بار اٹھا رکھا تھا اب اٹھانے کے لئے ایک پوری جماعت درکار ہے۔ (ایضا)

۱۳۔ حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی (مبارک پور)

الجامعۃ الاشرفیہ کے لئے زندگی وقف کرنے والے نے موت کے بعد اپنے جسد خاکی کا آخری سرمایہ بھی اسی کو سونپ دیا۔ (ایضا)

۱۴۔ حضرت مولانا سید موصوف اشرف صاحب، (بسکھاری)

حافظ ملت کے حضور سب سے بہتر خراج تحسین یہ ہے کہ ان کے مشن کے لیے تن من دھن کی بازی لگادی جائے۔ (ایضا)

۱۵۔ حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب، (گیا، بہار)

حافظ ملت نے تعلیمی انقلاب برپا کرنے کا ایک عظیم تصور دیا۔ (ایضا)

۱۶۔ حضرت مولانا سید مجتبیٰ اشرف کچھوچھوی

حافظ ملت کسی شخص کا نہیں بلکہ ایک زندہ جاوید تحریک کا نام ہے۔ (ایضا)

۱۷۔محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ

(ا) حافظ ملت قبلہ میں متعدد ایسے کمالات موجود تھے جن میں کا کوئی ایک کسی انسان کو باکمال بنانے کے لئے کافی ہے۔(ایضا)

(ب) حافظ ملت کا نعم البدل تو کیا بدل ناممکن ہے۔(ایضا)

۱۸۔حضرت مولانا عبد الشکور گیاوی (بہار)

حافظ ملت کے انتقال سے صرف مولانا عبد الحفیظ صاحب نہیں بلکہ علما کا ایک طبقہ یتیم ہوگیا۔(ایضا)

۱۹۔حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی

(ا) امام احمد رضا قدس سرہ نے جس شریعت اسلامیہ کی تجدید فرمائی حافظ ملت نے اسے عمل کے سانچہ میں ڈھال دیا۔(ایضا)

(ب) اگر عشق رسول اور درد ملت دونوں یکجا متشکل ہوتے تو انہیں حافظ ملت کہنا غلط نہ ہوتا۔(ایضا)

۲۰۔حضرت مولانا نصیر الدین پلاموی

حضور حافظ ملت صحیح یادگار سلف تھے۔(ایضا)

۲۱۔مولانا مجیب الاسلام نسیم اعظمی

اگر سنیت کی تاریخ سے حافظ ملت کے کارناموں کو نکال دیا جائے تو یہ قوم نصف صدی پیچھے چلی جائے گی۔(ایضا)

۲۲۔مولانا یٰسین اختر مصباحی

حافظ ملت ہمیں ایک ایسی درس گاہ دے گئے جس کے فضلا پوری انسانیت کو حقیقی شعور زندگی اور اخروی سعادت کا پیغام پہنچاسکتے ہیں۔(ایضا)

۲۳۔مولانا اسلم بستوی

حافظ ملت بڑے ہی بلند اخلاق اور عالی ظرف انسان تھے۔(ایضا)

۲۴۔مولانا رضوان احمد قادری

ہندوستانی مسلمانوں پر اس دور اخیر میں حافظ ملت کے سب سے زیادہ احسانات ہیں۔

۲۵۔حافظ ملت اپنے دور کے امام ابو حنیفہ تھے۔(ایضا)

۲۶۔حافظ ملت اپنی کنیت ابو الفیض کے صحیح مصداق ہیں۔ان کے دم سے علوم اسلامیہ زندہ ہیں۔(مولانا عبد المبین نعمانی)

۲۷۔آپ کا اخلاق اتنا بلند تھا کہ ہر شخص خود کو آپ کا سب سے قریبی محسوس کرتا۔(مولانا افتخار احمد قادری)

۲۸۔ یہ حافظ ملت کا نہیں بلکہ علم وحکمت کا جنازہ ہے۔ (مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی)

۲۹۔ حافظ ملت کی زندگی ہمارے لیے مشعل ہدایت اور منارۂ نور ہے۔ (مولانا محمد احمد مصباحی مبارکپوری ابن بحرالعلوم)

۳۰۔ حافظ ملت کا سانحۂ ارتحال ملت اسلامیہ ہند کا ایک عظیم اور بظاہر نا قابل تلافی نقصان ہے۔ (مولانا عاصم اعظمی)

شکریہ نامہ

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان کے انتقال پر ملال پر آپ کے جانشین عزیز ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب قبلہ کے پاس ملک و بیرون ملک سے اس قدر تعزیتی خطوط آئے کہ ہر ایک کا جواب دینا اور شکریہ ادا کرنا امر دشوار تھا لہٰذا انہوں نے ماہنامہ اشرفیہ کے ذریعہ تمامی شرکائے غم کا شکریہ ادا کیا تھا۔ اس کی نقل پیش ہے۔

مکرم ومحترم حضرات! السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ

والد گرامی حضور حافظ ملت قدس سرہ کی رحلت پہ آپ لوگوں نے ملک اور بیرون ملک سے ہزار ہا کی تعداد میں تعزیتی خطوط اور ٹیلی گرام ارسال فرمائے اور مجھے تسلی وتشفی دی جن سے میرے اور ارباب اشرفیہ کے دلوں کو مرہم ملا۔ فردا فردا ہر شخص کا شکریہ ادا کرنا میرے لیے دشوار تھا۔ اس لیے ماہنامہ اشرفیہ کے ذریعہ آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ رب کریم وعزیز حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تمام دینی وملی تعمیری خواہشات کو پایۂ تکمیل تک پہونچائے۔ الجامعۃ الاشرفیہ کو شب وروز ترقی سے سرفراز فرمائے اور ہم سب کو اپنی رحمت سے نوازے۔

فقط

عبد الحفیظ عفی عنہ

مادہ ہائے تاریخ وفات

ا۔ برہان ملت حضرت مفتی محمد برہان الحق علیہ الرحمہ

جنت وعیون ادخلوھا بسلام طیب

حافظ ملت رحمہ الحق العزیز

۷۶ ۱۹ء

(ب) آہ! زیب اسلام مولانا شیخ عبد العزیز (ج) حافظ ملت قدس سرہ المجید

۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء

(د) خبر موت حافظ ملت باعث رنج وغم ہے یہ فرقت

آہ شیخ الحدیث عبد العزیز ہے الم ناک آپ کی رحلت

سب تھے آہ و بکا میں رنجیدہ ہوگئے آپ واصل رحمت

موتِ عالِم وفاتِ عالم ہے دے خدا ہم کو صبر کی ہمت

حــــى عــــن بيــــنة فــــكيف يــــمــــوت

علم و فضل و کمال و تقویٰ اور اشرفیہ نشان پہ عظمت

فکر تاریخ کی جو برہان نے ان کے درس حدیث کی شہرت

ہوا القا بجانب قدرت

حافظ الملۃ طالع النعم (۱۳۹۶ھ)

واسع عیش حافظ ملت (۱۹۷۶ء)

۲۔حضرت علامہ قتیل دانا پوری:

افضل محدث،اکمل مفسر عبد العزیز آں شیخ زمانہ

گفتہ قتیل از سال وفاتش آمد بہ جنت مقصود خانہ

ولــہ ۱۳۹۶ھ

حافظ ملت و پیر ہمہ صاحب خوبی و مسند نشیں

گفت تاریخ و فاتش قتیل جوہر فرد بہ خلد بریں

۱۳۹۶ھ

۳۔حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی

رضی اللہ الملیک عنہ دائما ابدا۔۱۳۹۶ھ

۴۔مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی ،موریشش:

(ا)گر گیا دفعتا کوہ علم و عمل ہوش گم کردہ ہیں سارے اہل تمیز

کتنا برحق ہے یہ مصرع تاریخ کا قبلۂ دوجہاں حافظ عبدالعزیز

۱۳۹۶ھ

(ب)راہی خلد جاں بحق تسلیم چھوٹے غم ہائے حافظ ملت

غم کو غم ہے کہ آج ہر غم سے ہائے باز آئے حافظ ملت

۱۳۹۶ھ

۵۔اعجاز غالبی ،برہان پور:

(ج)رخصت ہوا جہاں سے یہ کون با کمال بوجھل ہوئی زمیں تو فلک غم سے ہے نڈھال

عقبیٰ کی فکر دین کا جس کو رہا خیال "اے عاقبت بخیر" ہے اس کا سن وصال

۱۳۹۶ھ

(د) ہادی خلائق　　مرشد کامل　　سردار نام دار جلالۃ العلم

۷۶۱　　۶۳۵　　۱۳۹۶ھ

۱۳۹۶ھ

(ہ) دریائے معانی مولانا عبد العزیز نور اللہ مرقدہ

۱۳۹۶ھ

(و) خدام دین علمائے اہل سنت مرثیہ خواں ہیں۔قبلۂ دوجہاں حافظ عبد العزیز

۱۳۹۶ھ

ارباب طریقت "اے عاقبت بخیر" کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔

۱۳۹۶ھ

(ز) خوشتر قادری　　فقیر غلام دامن گیر　　تواریخ ایام وصل کا کتبہ

۱۳۹۶ھ　　۱۳۹۶ھ

لے کر۔۔۔۔۔سنگ قبر جلالۃ العلم مولانا عبد العزیز پہ حاضر ہے

۱۳۹۶ھ

(ح) موت العالم موت العالم ناطق ہے۔　　وائے زاہد مولانا عبد العزیز محدث مبارک پوری

۱۳۹۶ھ　　۱۳۹۶ھ

۶۔حضرت مولانا محمد لقمان بناری:۔

رئیس المحدثین تاج المحققین معلم کامل امجد　　کامل الاولیاء وشیخ برحق

۱۹۷۶ء　　۱۳۹۶ھ

عالم فضیلت مآب کبیر العلماء جاہ امجدی　　جلالۃ العلم محدث فہیم دیم

۱۹۷۶ء　　۱۹۷۶ء

حلیم حافظ ملت علیہ الرحمہ　　مالک بمعزز الجامعۃ الاشرفیہ

۱۹۷۶ء　　۱۳۹۶ھ

ادخلہ بجنۃ النعیم　　باحیات غزالی وقت

۱۳۹۶ھ　　۱۳۹۶ھ

۷۔مولانا صفی اللہ سرور القادری

غفر اللہ لک

۱۹۷۶ء

۸۔حضرت برق اعظمی

(ا) اٹھ گئے جب حضرت عبدالعزیز
لوح تربت پہ ادب سے برق نے

عارف کامل امام الاتقیاء
آستانۂ حافظ ملت لکھا

۵۱۷	۱۴۵۹

۱۹۷۶ء

(ب) سنتے ہیں زندوں سے بڑھ کر حضرت عبدالعزیز
احمد برقی نے یہ تاریخ ہجری میں لکھی

بڑھ گئی بعد فنا کچھ اور حس سامعہ
جامعہ کی گود میں سویا وہ شیخ جامعہ
۱۳۹۶ھ

(ج) بزم جہاں عشرت فانی کو چھوڑ کر
سنگ لحد پہ برق نے تاریخ یہ لکھی

پہونچے عزیز رحمت حق کے جوار میں
محو محبّ ہیں حافظ ملت مزار میں
۱۹۷۶ء

دیگر

(د) بانی اشرفیہ کو حق نے اٹھا لیا
تاریخ لکھی برق نے لوح مزار پر

لازم لواحقین کو تلقین صبر ہے
عبد عزیز حافظ ملت کی قبر ہے
۱۹۷۶ء

(ہ) حافظ ملت جسے کہتے ہیں لوگ
نام نامی جس کا ہے عبد العزیز
صدق دل سے فاتحہ پڑھیے کہ یہ
مصرع تاریخ ہے یہ حسب حال

برق یہ اس کا مزار پاک ہے
یہ وہی ذی علم و ذی ادراک ہے
عاشق زار شہ لولاک ہے
باعمل عارف سپرد خاک ہے
۱۳۹۶ھ

☆☆☆

آہ عبد العزیز نیک صفات — سالک راہ وعارف باللہ
وارث علم احمد مُرسل — پیکر خلق ومرد حق آگاہ
صابر وشاکر وحلیم وغیور — عارف کامل وعمیق نگاہ
پیکر علم وحلم وزہد وورع — محو حق عاشق رسول اللہ
اٹھ گئے آج دار فانی سے — سونی سونی ہے بزم ملت آہ
آپ سچ مچ تھے حافظ ملت — ذی شرف ذی وقار وعالی جاہ
مرگ عالم ہے مرگ یک عالم — کیوں نہ ہو سب کو صدمہ جانکاہ

یاد حق دل میں تھی دم آخر | لب پہ تھا لا الہ الا اللہ
خامۂ برق نے لکھی تاریخ | دونوں مصرعے ہیں جس کے صاف گواہ
داخل خُلد ہے محبّ نبی | داخل خلد ہے ولی اللہ

۱۳۹۶ھ | ۱۳۹۶ھ

دونوں فقرے ہیں ہم عدد یعنی | ہے محبّ نبی، ولی اللہ
دونوں جملوں کا ایک ہے مفہوم | اس میں کوئی بھی شک نہیں واللہ

یہ ہے تفسیر آیۂ قرآں
خوب اس کو سمجھ کے ہو آگاہ

۹۔ رومی دوراں

حضرت مولانا سید ابوالکمال برق نوشاہی سجادہ نشین دربار نوشاہی، گجرات، پاکستان

دریغا کہ علام عبد العزیز | بجاں آفریں داد جان عزیز
بعلم وعمل بود ممتاز آں | بسلکِ فنا صاحب راز داں
جہاں از فیوضات معمور بود | مبارک پور بقعۂ نور بود
مکرمِ معظم، فقیہ ذی جمال | مفسر محدث فقید المثال
جہانے زفیضش شدہ فیضیاب | بعالَم کرم ہائے او بے حساب
چوں آں مرد ذی جاہ محدث عظیم | برفت از جہاں سوئے جنت نعیم

بسالش چنیں برق در بسفت
محدث زمن از جہاں رفت گفت

۱۳۹۶ھ

۱۰۔ مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی

مے کدہ ویراں ہوا خالی سبو | چشم اہل دل سے ٹپکے ہے لہو
بادہ نوشانِ طریقت میں ہے شور | کان شمس الاتقیا فارقوا

۱۳۹۶ھ

اشک گریہ میں پیرہن ڈوبا | شب تاریک میں چمن ڈوبا
شرق تا غرب جس سے روشن تھا | وہی خورشید علم وفن ڈوبا

۱۳۹۶ھ

بھر کے جھولی لگادے راہ پہ جو — نہ رہا آج وہ راشد فیاض

۱۳۹۶ھ

بزم علم وفضل کا مسند نشیں — ملک کی روشن رہی جس سے جبیں
آج وہ خلد بریں میں جا بسا — جو کہ تھا صدرشریعت کا امیں

۴۳۹۶ھ

کیا جس نے احیا علم نبی — اسی پر چلا حیف تیرِ اجل
زمانے سے بھر کر سوئے خلد زار — ترا وارث الانبیاء قد رحل

۱۳۹۶ھ

اہل دنیا کے لیے بھاری ہے خود اپنا وجود — جو فنائے حق ہو اس پر مسخر کائنات
حیف دنیا سے گیا وہ حافظِ دین متین — حفظ آداب شریعت میں کٹی جس کی حیات

گرد غم سے چھپ گیا روئے طرب
سب گل رنگیں قبا مرجھا گئے
حافظ دیں چھوڑ کر ہم کو اداس
قربت صدرشریعت پا گئے

۱۹۷۶ء

۱۱۔ سالک گورکھپوری

سالارِ کاروانِ شریعت نہیں رہے — یعنی جناب حافظ ملت نہیں رہے
دونوں جہاں میں جن کے ترانوں کی گونج ہے — وہ خوش نوائے باغ رسالت نہیں رہے
سالک عزیز رکھنا متاع عزیز کو — مت سوچنا کہ پیر طریقت نہیں رہے

فکر سنِ وفات پہ دل نے یہ دی صدا
اب ہم میں دیکھ حافظ ملت نہیں رہے

۱۹۷۶ء

۱۲۔ ایڈوکیٹ احمد مصطفےٰ مرادآبادی

جادوئے مرگ چل گیا افسوس — سایہ مرشد کا اٹھ گیا افسوس

کس کو اب رہنما بنائیں گے حافظ قوم نہ رہا افسوس

۱۳۹۶ھ

۱۳۔ ابوالطاہر فدا حسین فدا مدیر اعلیٰ مہر و ماہ لاہور

گئے دہر سے شاہ عبد العزیز ہوا ان کی رحلت پہ عالم ملول
وہ تھے حافظ ملت وفخر دیں نہاں ان کے دل میں تھا عشق رسول
وہ تھے پیکر علم وفضل وکمال ضیا تھی انہیں نور حق کی حصول
تھے صدیق وفاروق وعثماں کے عاشق فداکارِ شان علی وبتول
نچھاور کریں کیوں نہ ہر آن ان پر ملائک بھی حسن عقیدت کے پھول
فروزاں رہے گی سدا ان کی تربت کہ ہے رحمت حق کا ان پر نزول
سن وصل ان کا پکارا یہ ملہم کہو اے فدا! بحرِ فیض رسول

۱۳۹۶ھ

۱۴۔ احمد کمال جمشید پوری

حسن عمل تفسیر محبت حامی سنت قائد صلحاء
آج ہوئے روپوش نظر سے ہادی ما استاذ العلماء

۱۳۹۶ھ

وہ مرد حق مرد خدا خورشید فن ماہِ یقیں
صد حیف رخصت ہوگیا صدرشریعت کا امیں

۱۳۹۶ھ

تقریبات عرس چہلم ۱۲؍رجب المرجب ۱۳۹۶ھ۔

یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ رات گئے عرفان وانسانیت کا جو چراغ گل ہوا تھا۔ ۱۲؍رجب المرجب کو مشیت ایزدی نے اس کی لو اکسائی اور جریدۂ عالم پر اس کا دوامی نقش ثبت کرنے کے لیے عالم کو متوجہ کردیا۔ گویا کسی خاموش منادی نے گھر گھر اور شہر شہر اعلان کردیا۔

ہر کہ مست عالم عرفان گشت برہمہ خلق وجہاں سلطان گشت

ایک مرد درویش کے آستانے کی بھیک لینے کے لیے ۱۱؍رجب المرجب ہی سے آنے والوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس شمع علم وعرفان کے پروانے ناگالینڈ، آسام، سکم، اڑیسہ، بنگال، بہار، مدراس، اترپردیش کے چھوٹے بڑے

شہروں کے علاوہ نیپال سے بھی کشاں کشاں چلے آئے۔

عقیدت کیشان حافظ ملت کا ایک ایسا امنڈتا ہوا سیلاب مبارک پور کی سرزمین پر ابل پڑا کہ قصبہ مبارک پور میں ایک نیا مبارک پور شہر آباد ہوگیا۔ ۱۲؍رجب المرجب تک الجامعۃ الاشرفیہ کے وسیع وعریض خطۂ زمین پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ درس گاہ کی پوری عمارت، چھپن کمروں کا ہاسٹل، دارالعلوم کی دومنزلہ عمارت، مدرسہ قدیم، اور مبارکپور کا تقریباً ہر گھر مہمان خانہ بنا ہوا تھا۔ ۱۲؍رجب المرجب کی صبح سے عزیزی لنگر خانہ جاری ہوا اور ۱۳؍رجب المرجب ۱۲ ا؍بجے رات تک برابر چلتا رہا۔

قرآن خوانی سے جلسۂ عام تک تمام تقریبات اپنے اپنے وقت پر نہایت حسن وخوبی سے انجام پذیر ہوئیں۔ خانقاہوں، تنظیموں، جماعتوں، انجمنوں نیز مدرسوں نے اس تقریب میں حصہ لے کر حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی ہمہ گیر شخصیت کو خراج تحسین وعقیدت پیش کیا۔

خانقاہوں میں، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ، خانقاہ رضویہ بریلی شریف، خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف، وبھیونڈی، خانقاہ دارالسلام جبل پور، خانقاہ ابوالعلائیہ الہ آباد ورام پور خانقاہ، بیت الانوار گیا، خانقاہ اصدقیہ پٹنہ بہار شریف، خانقاہ قادریہ امجھر شریف، خانقاہ ربانیہ باندہ وغیرہ تمام خانقاہوں کے مشائخ نے شرکت کی۔

تنظیموں میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما، آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ، آل انڈیا سنی لیگ، کل ہند جماعت رضائے مصطفےٰ، تنظیم اہل سنت وغیرہ تنظیموں کے وفود یا نمائندے شریک ہوئے مقامی اور غیر مقامی سیکڑوں انجمنوں اور مدارس کے نمائندوں کے علاوہ فرزندان اشرفیہ مریدان حافظ ملت اور عام زائرین کا تو شمار نہیں!

اس موقع پر عوام وخواص کے ہجوم نے حضرت حافظ ملت کی ہمہ گیر فیض رساں مقبولیت کا برملا اعلان کردیا۔

ابنائے قدیم:۔

۱۳؍رجب المرجب صبح ۱۰؍بجے جامعہ ہال میں فرزندان اشرفیہ اور علما کی ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس کا مقصد حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے بعد ان کے چھوڑے ہوئے کاموں کی تکمیل، الجامعۃ الاشرفیہ کی گوناگوں ضروریات کے تحت علمائے کرام کی ذمہ داریاں، فرزندان اشرفیہ (Old Boys) کی ایک تنظیم کی تشکیل، سرمایہ کی فراہمی کے لیے طریقہ عمل پر غور خوض وغیرہ وغیرہ پیش آمدہ امور پر مندرجہ ذیل علمائے اعلام۔

مفتی اعظم کان پور حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب اشرفی مظفر پوری، حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی، حضرت مولانا سید اسرار الحق صاحب کوٹہ، حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی، حضرت سید حسن مثنیٰ صاحب کچھوچھوی، حضرت مولانا سید مظہر ربانی باندوی، حضرت قاری محمد عثمان صاحب اعظمی، حضرت مولانا سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی، حضرت مولانا محمد حنیف صاحب بستوی، حضرت مولانا کامل میاں سہسرامی، حضرت مولانا قمرالزماں

صاحب اعظمی وغیرہ نے اپنی اپنی مفید آرا پیش فرمائیں جن کی روشنی میں تمام لوگوں نے ''انجمن ابنائے قدیم'' کی تاسیس کی اور اتفاق رائے سے حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ کو اس کا صدر نیز حضرت مولانا اسلم صاحب بستوی کو جنرل سکریٹری نامزد کیا۔ علامہ ارشد القادری قبلہ اس ذمہ داری کو قبول کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں تھے مگر تمام لوگوں کے شدید اصرار اور انسب انتخاب پر ایک شرط کے ساتھ قبولیت کا اعلان کیا۔

فرمایا: ''یہ کام نہایت ایثار وقربانی چاہتا ہے تنہا مجھ سے نہیں ہوسکتا لہٰذا آپ حضرات مجھے مجبور کرتے ہیں تو پہلے خود اس بات کا عہد کیجئے کہ ہر ضرورت پر میرا ساتھ دیں گے۔ یاد رکھیے کہ اس کام کے لیے آپ کو اکثر اپنا نقصان کرنا ہوگا، کاروبار وقت اور مال ان تمام کا نقصان ممکن ہے۔ ان سب کے باوجود اگر آپ میں کا ہر شخص میرا ساتھ دینے کا وعدہ کرتا ہے تو ایسی صورت میں میں اس ذمہ داری کو قبول کرتا ہوں ورنہ نہیں۔

پورے مجمع العلما نے علامہ سے اپنی ہر طرح کی اعانت وامداد کا وعدہ کیا اور یقین دلایا کہ یقیناً ہم آپ کے ساتھ ہیں اور نقصان و پریشانی کی فکر کیے بغیر اس کام کے لیے آمادہ ہیں۔ علامہ نے ذمہ داری قبول کرلی۔ کابینہ کی تفصیل اور دیگر معلومات بعد میں فراہم ہوں گی۔ طریقۂ کار ابنائے اشرفیہ کی مجلس مرتب کرے گی۔ جس کی کوششیں جاری وساری ہیں۔

ہر چہ بادا باد ما کشتی درآب انداختیم

حلقۂ عزیزی:۔

اسی شام بعد مغرب جامعہ ہال میں حضور حافظ ملت کے مریدین کی ایک مشاورتی میٹنگ ہوئی۔ اس مشاورتی مجلس میں تمام وابستگان سلسلہ عزیزیہ نے اپنی ایک تنظیم مرتب کی۔ جس کے تحت تمام حلقوں میں باقاعدہ معمولات اور حلقۂ درس کے لیے مجالس ہوا کریں اور سلسلہ کے تمام کام نظم وضبط سے انجام پذیر ہوں۔ اس بزم میں حضرت کے چہیتے مرید حسان الہند جناب بیکل بلرام پوری نے حضرت کی زندگی پر روشنی ڈالی۔ اہل بزم نے اتفاق رائے سے جناب بیکل صاحب کو اس تنظیم کا صدر منتخب کیا۔ اس تنظیم نے اپنا اہم مقصد حضرت کی عظیم یادگار الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر واستحکام میں ہر ممکن کوشش کرنا قرار دیا۔

عزیز ملت کے لیے خلافت کا اعلان:۔

تاج دار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا خان نوری بریلوی قبلہ نے جانشین حافظ ملت، عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ کو بریلی شریف سے خلافت نامہ بھجوایا۔ حضرت نے انہیں تمامی سلاسل کی خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت کا خلافت نامہ حضرت برہان الحق علامہ شاہ محمد برہان الحق قبلہ جبل پوری خلیفۂ اعلیٰ حضرت نے پڑھ کر سنایا۔ تقریبات عرس کے موقع پر حضرت برہان ملت نے سر اسٹیج حضرت عزیز ملت کو تمام سلاسل کی

خلافت واجازت تفویض فرمائی نیز شہزادۂ صدر الشریعہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ اور خلیفۂ حافظ ملت حضرت حافظ محمد حنیف صاحب بلرام پوری نے بھی خلافت عطا کی۔

جلسہء عام اور دستار بندی:۔

۱۲/۱۳/رجب المرجب شب میں اجلاس عام ہوئے۔ حضور برہان ملت، نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد ریحان رضا خان صاحب ایم۔ ایل۔ سی، حضرت مولانا سید اسرار الحق صاحب، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی، حضرت مولانا سید حامد اشرف صاحب، حضرت مولانا شاہ غلام آسی صاحب، حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کچھوچھوی حضرت مولانا سید مظہر ربانی صاحب، حضرت مولانا قمر الزماں صاحب اعظمی، حضرت مولانا شاہد رضا صاحب نعیمی، حضرت مولانا عبدالجبار خان اعظمی، سید محی الدین اظہر (علیگ) وغیرہ علمائے کرام اور دانشوروں کی تقریریں ہوئیں۔ سب نے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات اور ان کے علمی، دینی، روحانی، ملی اور تعمیری کارناموں پر اپنے اپنے انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے معمار قوم سیدنا حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا اور ان کے کارنامہء عظیم الجامعۃ الاشرفیہ کی تکمیل وتوسیع میں اپنی بھرپور مدد اور تعاون کا یقین دلاتے ہوئے حضرت عزیز ملت قبلہ کے بازوؤں کو مضبوط کرنے اور ان کی سرپرستی کا وعدہ کیا۔

آخری اجلاس عام میں ۵۹/فارغین اشرفیہ کی دستار بندی ہوئی جن میں فاضل درس نظامیہ کے ۲۳، تجوید وقراءت کے ۱۸، درجۂ حفظ کے ۱۸ شرکاء تھے۔

پہلے عرس حافظ ملت کی ایک جھلک:۔

۳۰/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ، یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۷ھ

۳۰/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ کے سورج کی پہلی کرن نے حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے وصال کا ایک سال پورا کردیا۔ زیر سرپرستی عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبدالحفیظ صاحب جانشین حافظ ملت، حضرت کا پہلا عرس نہایت شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہوا۔

مروجہ اعراس وخرافاتی رسوم کے برخلاف حافظ ملت کا عرس پاک تلاوت، نعت خوانی اور تقاریر علمائے کرام کے ساتھ ساتھ الجامعۃ الاشرفیہ کے عظیم تعمیری منصوبوں کی طرف پیش رفت پہ مبنی ہوتا ہے۔ عرس چہلم اور اس عرس مبارک کے موقع پر عرس کمیٹی نے جو شایان شان پوسٹر شائع کیے۔ اس کی تنبیہ اہل دانش وبینش کے لیے لمحۂ فکریہ اور اسلام وسنیت نیز اعلیٰ حضرت کے موقف پر عملی اقدامات کا زندہ ثبوت ہے۔

تنبیہ یہ ہے:۔

''عرس کی تقریبات میں ڈھول باجا اور مزار مبارک پر عورتوں کی حاضری اور کسی بھی غیر شرعی امر کو برداشت نہیں

کیا جائے گا"۔

نظام الاوقات کے مطابق پنجشنبہ ۳۰ر جمادی الاولیٰ ۹۷ھ عشا کے بعد علماے کرام کی تقریریں ہوئیں۔ یکم جمادی الآخرہ کو بعد فجر قرآن خوانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ جلوس چادر کا سماں عجیب رقت انگیز تھا۔ نماز عصر کے بعد پرانی بستی سے جلوس کی روانگی ہوئی اور بڑی آنکھٹی تک آتے آتے ہر طرف سے آنے والی جماعتیں متحد ہوگئیں۔ نعت خوانی کا پر کیف سماں حافظ ملت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے ایک مرد درویش کی حیات جاودانی کا ثبوت دے رہے تھے۔ سیکڑوں علما وصوفیہ نم ناک آنکوں کے ساتھ تسبیح وتہلیل اور درود پاک کا ورد کرتے ہوئے مزار مبارک تک آئے۔ مغرب کے وقت تک چادر پوشی اور گل پوشی کا یہ سلسلہ رہا۔ مغرب کی نماز کے بعد کل ہند بزم عزیزیہ امجدیہ کی مجلس مشاورت الحاج بیکل اتساہی عزیزی کی صدارت میں ہوئی۔ عشا کی نماز کے بعد علما کی تقاریر اور جلسۂ عام کا پروگرام شروع ہوا۔ ۱۱ ربج کر ۵۵ رمنٹ پر وہ ساعت مخصوص آئی جب حافظ ملت کی روح پر فتوح اپنے مالک حقیقی کے وصال سے لذت آشنا ہوئی تھی۔ وہ وقت آتے ہی سارے حاضرین پر سکون واطمینان کی کیفیت طاری ہوگئی۔ قرا نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور قل ہوا۔

قل کے بعد پھر تقریریں شروع ہوئیں۔ اسی دوران آندھی چلنے لگی۔ تھوڑی دیر کے لیے الکٹرک کی لائن بھی غائب ہوگئی مگر مقرر شعلہ بیان مولانا حافظ عبید اللہ خاں اسی آندھی میں حافظ ملت کی طوفان شکن زندگی کی اوراق گردانی کرتے رہے۔ فضا نعرۂ تکبیر ورسالت سے لرزہ بر اندام تھی بالآخر آندھی کا زور کم ہوا محفل میں بھر پور روشنی پھیلی۔ اندھیروں اور اجالوں کی آویزش دراصل حافظ ملت کی زندگی کی ترجمان تھی۔ جنہوں نے مخالفتوں کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں اپنے عزم محکم سے خدمت اسلام کے دیپ جلائے آپ کی خاموش تربت آج بھی صدا دے رہی ہے۔

نشان منزل مقصود ہے مری تربت   نشاں یہ چھوڑ دیا اہل کارواں کے لیے

ملک کے تمام صوبوں سے اہل عقیدت ومحبت عوام کے علاوہ تشریف لانے والے مشہور علماے کرام اور شعرا عظام کے اسما یہ ہیں۔

علامہ ارشد القادری، مولانا شاہ سراج الہدیٰ گیاوی، مولانا غلام آسی صاحب رام پور، مولانا سید ظہیر احمد زیدی علی گڈھ، مولانا عبید الرحمٰن صاحب پورنوی، مولانا انتخاب قدیری مرادآباد، مولانا اسلم بستوی، مولانا نعمان صاحب روناہی، مولانا اعجاز خاں بسڈیلہ، مولانا توکل حسین صاحب، مولانا قمرالدین صاحب گھوسی، مولانا عبدالولی صاحب گورکھپور، قاری رحمت اللہ صاحب جمشید پور، مولانا فضل حق صاحب جمشید پور، مولانا باقر علی خاں صاحب بنارس، مولانا خادم رسول صاحب بنارس، مولانا محمد حنیف صاحب براؤں، مولانا محمد احمد صاحب بھیرہ، مولانا ثناء المصطفےٰ صاحب کلکتہ، مولانا کوثر امجدی بلیا، مولانا محمد المظہری بنارس، مولانا محمد حشمت، مولانا عبد السلام کٹھمنڈو، مولانا غلام حسین مولانا عبد القادر بستوی، الحاج بیکل اتساہی، عزیز الہ آبادی، اسرار الہ آبادی، شمس ضیائی، واصف بھوج پوری، مولانا اقبال عزیزی ممبئی،

ان تمام علما، ومشائخ کی موجودگی میں اس مبارک عرس اور جلسۂ دستار فضیلت کے جملہ مراسم نہایت خیروخوبی سے انجام پذیر ہوئے۔ وابستگان سلسلۂ عزیزیہ اور فداکاران حافظ ملت نے ہمیشہ کی طرح اس موقع پر بھی اپنی فدائیت کا ثبوت دیا۔

تاحشر سلامت رکھ یا رب اس میکدۂ روحانی کو

سیراب ہوں میکش پی پی کر گردش میں ہمیشہ جام رہے

(ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور جولائی ۱۹۷۷ء)

اولاد امجاد:۔

حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کا پہلا عقد آپ کی ماموں زاد بہن سے ہوا تھا۔ ان سے چار بچے ہوئے۔ دو لڑکیاں اور دو لڑکے۔ لڑکیاں بچپن ہی میں انتقال کر گئیں، لڑکے مردہ پیدا ہوئے۔ آپ کی یہ اہلیہ محترمہ بقول آپ کے ولیہ تھیں، نہایت ہی دین دار، اطاعت شعار اور فرماں بردار تھیں، ان کے انتقال کے بعد آپ کا دوسرا عقد ہوا۔ دوسری اہلیہ محترمہ سے حسب ذیل اولادیں ہوئیں۔

(۱) صاحبزادی، آپ کا انتقال ہو گیا۔

(۲) صاحبزادی، آپ کے شوہر حضرت ممتاز واصف بھوج پوری اچھے نعت گو ہیں۔

(۳) عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

(۴) صاحبزادی۔

(۵) جناب قاری عبدالقادر جیلانی صاحب۔ آپ بھوج پور میں کپڑے کی تجارت کرتے ہیں۔

تذکرہ حضرت عزیز ملت قبلہ:۔

ولادت:۔ ۶/ رجمادی الاولیٰ ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء بروز چہار شنبہ بمقام بھوج پور ضلع مراد آباد (یوپی)

نام:۔ حضرت صدر الشریعہ علامہ مولانا امجد علی قبلہ علیہ الرحمہ (خلیفۂ اعلیٰ حضرت) نے آپ کا نام عبدالحفیظ رکھا۔

رسم تسمیہ خوانی:۔ چار سال چار ماہ چار دن (باعتبار ہجری سال) حضور مفتی اعظم ہند علامہ مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خلفِ اصغر) رحمۃ اللہ علیہ نے بسم اللہ خوانی کرائی۔

بیعت:۔ آپ کے بقول بہت کم عمری میں آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے بیعت کرادیا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء میں جب حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہ العزیز بھوج پور تشریف لائے تو ان سے بیعت ہونے والوں کے ساتھ آپ بھی بیٹھ گئے اور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے آپ کو بھی بیعت فرمالیا۔

تعلیم:۔ آپ نے ابدائی تعلیم مبارک پور اشرفیہ سے حاصل کی، بھوجپور میں رہ کر جونیر ہائی اسکول پاس کیا۔ فارسی، گلستاں، بوستاں اور عربی گرامر مبارک پور میں پڑھی۔ اس کے بعد شبلی کالج اعظم گڑھ سے ہائی اسکول پاس کیا۔ انٹرمیڈیٹ کے سال اول (فرسٹ ایئر) کے ساتھ ساتھ الہ آباد عربی فارسی بورڈ سے مولوی کا امتحان بھی پاس کیا۔

بی۔ایس۔سی سال اول مرادآباد ڈگری کالج سے کرنے کے بعد فائنل علی گڈھ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا پھر میرٹ کی بنیاد پر آپ کو بی،ایس، سی انجینئرنگ (Engineering) میں وہیں داخلہ مل گیا۔ انجینئرنگ کرنے کے بعد چند ماہ تک ممبئی میں سروس کی لیکن اس ملازمت میں دل نہیں لگا اور نہ ہی سکون ملا لہذا سروس چھوڑ کر بھوج پور آگئے ۔ پھر والد ماجد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے حکم سے الجامعۃ الاشرفیہ میں داخل ہوگئے۔اہم کتابیں خود حضور حافظ ملت نے پڑھائیں۔آپ کے اساتذہ میں شمس العلماء حضرت علامہ مولانا شمس الدین جعفری رحمۃ اللہ علیہ، بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی ،محدث کبیر حضرت علامہ مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری اور حضرت علامہ مولانا عبداللہ خاں عزیزی کے اسما قابل ذکر ہیں۔

خلافت واجازت: حضرت عزیز ملت کو حضور مفتی اعظم ہند، برہان ملت مفتی برہان الحق جبل پوری اور مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہم ،محدث کبیر مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری شہزادۂ صدرالشریعہ اور جناب حافظ محمد حنیف صاحب عزیزی بلرام پوری سے خلافت واجازت حاصل ہے۔

جانشینی وسربراہی:۔ حضور حافظ ملت کے وصال کے بعد آپ ان کے جانشیں اورالجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے سربراہ اعلیٰ منتخب کیے گئے۔

حج وزیارت: ۱۹۹۲ء میں آپ نے حج وزیارت کا شرف حاصل کیا۔اس کے بعد متعدد بارشرف یاب ہوئے۔

غیر ملکی اسفار: آپ جنوبی افریقہ، زمبابوے اور لیڈی اسمتھ وغیرہ کا تبلیغی دورے کر چکے ہیں۔

اولاد: آپ کی تین صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے ہیں ۔آپ کے بڑے داماد مولانا مبارک حسین صاحب الجامعۃ الاشرفیہ کے ترجمان ''ماہنامہ اشرفیہ'' کے مدیر اعلیٰ ہیں۔کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ بڑے صاحبزادے مولانا نعیم الدین صاحب الجامعۃ الاشرفیہ سے وابستہ ہیں۔صاحبزادہ محمد فہیم میاں اور صاحبزادہ محمد عظیم میاں زیر تعلیم ہیں۔

حافظ ملت کے صحیح جانشین: حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے علم وفضل وتقویٰ کے وارث وامین اور صحیح معنی میں جانشین ہیں۔آپ کی سربراہی میں الحمدللہ الجامعۃ الاشرفیہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔

☆☆☆



چھبیسواں باب

حافظ ملت کی بارگاہ میں شعرا کا نذرانۂ عقیدت

جراءت وہمت کی جب تاریخ لکھے گا جہاں
آب زریں سے وہ لکھے گا کہانی آپ کی
ساری دنیا تا قیامت جس سے ہو گی فیضیاب
جامعہ ہے زندہ و تاباں نشانی آپکی
(شامہ اعظمی)

پدم شری حضرت بیکل اتساہی بلرام پور

سلسلہ ٹوٹے نہیں

لوگ کہتے ہیں کہ میں منقبت حافظ ملت لکھوں
ان سے جو خاص رہا ربط وعقیدت لکھوں
ان کا جو مجھ پہ رہا لطف وعنایت لکھوں
اور کچھ کشف وکرامت لکھوں
سنیت کا حسیں کردار، کہ اسلام کی عظمت لکھوں
پر کشش رنگ گلستان شریعت لکھوں
سیرت حسن طریقت لکھوں
کچھ سراپائے شرافت لکھوں
عاشق سرور کونین کی عادت لکھوں
قوم وملت کے دھڑکتے ہوئے دل کی کوئی حسرت لکھوں
اور کچھ حرف وحکایت لکھوں
اور کچھ اپنی بھی حالت لکھوں

کیا لکھوں؟
تھا جو مری زیست کا ساماں نہ رہا
جس کے دم سے تھا مرے گھر میں چراغاں نہ رہا
شوکت غنچہ وگل، حسن گلستاں نہ رہا
ناز تفسیر وفقہ، حافظ قرآں نہ رہا
وہ حدیثوں کا امیں، مصلح دوراں نہ رہا
فکر واحساس کا اعزاز بہاراں نہ رہا
ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی امکاں نہ رہا

کیا لکھوں؟

کچھ بھی سوجھائی نہیں دیتا مجھ کو
وہ اندھیرا ہے کہ اب کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا مجھ کو
دل مگر کہتا ہے کچھ خود کو سنبھالوں تو لکھوں

وہ دُھن کا دھنی ،باتوں کا غنی وہ عزم کا اب حاصل ہی نہیں
ماضی کی تجلی ،حال کی ضو،وہ مشعل مستقبل ہی نہیں
وہ جہد مسلسل کا غازی وہ فاتح شہر دل ہی ....نہیں ....
کس راہ چلوں کس ٹھور رکوں اب جیسے کوئی منزل ہی نہیں

پھر بھی اس رہبر تدبیر و تخیل کا ہر اک نقش قدم ماہ و خورشید کی تابانی لیے
منزل زیست کی پیشانی مقصد کو ضرور
اک حسیں داغ محبت کی چمک بخشے گا
پھر بھی رہ رہ کے دل سوگوار پوچھے ہے
ہر اک سے یوں ہی ہر اک بیقرار پوچھے ہے
دور حاضر کا یہ اترا ہوا چہرہ کیوں ہے
آج ہر آنکھ پہ اشکوں ہی کا پہرہ کیوں ہے
اپنے گلشن سے یہ مالی بھلا روٹھا کیوں ہے
چہرۂ غنچہ و گل پر یہ دھند لکا کیوں ہے
آج تقدیر کے ماتھے پہ پسینہ کیوں ہے
آج روٹھی ہوئی تقدیر منا لوں تو لکھوں

قناعت جس پہ کرتی ناز تقویٰ جس کا شیدائی
ہزاروں محفلوں پر بھاری جس کی ایک تنہائی
چلن سادہ مزاجی ،سادگی کو بانکپن دیکھے
لباس ایسا کہ جس کی خوبی کو ہر پیرہن دیکھے۔

وہ گفتگو کہ ہر اک لہجہ آگہی کی طرح
وہ خامشی کہ ہر اک لمحہ زندگی کی طرح
نظر کسی پہ پڑی ہے تو روشنی کی طرح
جو لب کھلے تو گلابوں کی تازگی کی طرح
جبیں پہ نور کا تڑکا حسیں سویرا تھا
بہ زیرِ مژگاں، تدبر کا بھی بسیرا تھا
وہ فقر جس کو شہنشاہیت سلام کرے
وہ شخصیت کہ حکومت بھی احترام کرے

آسمانِ اشرفی کا مسکراتا ماہتاب
یعنی باغِ حضرت صدر شریعہ کا گلاب
وہ کہ شہرِ قادریت کے لیے انمول باب
یعنی بزمِ اعلیٰ حضرت کا چراغ لاجواب

اپنے ہاتھوں کے لگائے باغ میں سویا ہے وہ
کہنے کو چپ ہے مگر کچھ اس طرح گویا ہے وہ
ہر غنچہ یہاں پر پھول بنے، ہر پنچھی یہاں ہو نغمہ سرا
رکھوالا جو ہو رکھوالا ہو، للہ کوئی صیاد نہ ہو
ہر سانس سے ٹھنڈک دی میں نے ہر قطرۂ خوں سے سینچا ہے
تم شاد رہو اے فرزندو! پر میرا چمن برباد نہ ہو

پہلے اس صحن گلستاں کو سجالوں تو لکھوں
دل مگر کہتا ہے کچھ خود کو سنبھالوں تو لکھوں
سلسلہ ٹوٹے نہیں !!!!

یہ گلستاں قوم و ملت کی بہاروں کی حیات
اس گلستاں کا تقدس عاشقوں کی کائنات

اس چمن کو مرے آقا کا مشن کہتے ہیں
پیار کی دھرتی تو شفقت کا گگن کہتے ہیں
اس کو اخلاق و محبت کا وطن کہتے ہیں
علم ہے روح اسے اس کا بدن کہتے ہیں
اس کو سب حافظ ملت کا چمن کہتے ہیں

تشنگان علم دین کی پیاس بجھتی ہے یہاں
عشق مصطفوی کا چلتا ہے یہیں سے کارواں
وقت کے آنگن میں جب اتری ہے غم کی تیز دھوپ
اس کے سائے میں رہا انسانیت کا رنگ و روپ

سرزمین ہند پر جمہوریت کا یہ جمال
ایکتا، حق و صداقت اس کے کردار و کمال
ارتقائے قوم و ملت پر رہی جس کی نگاہ
اس مجاہد کی یہ گلشن آخری آرام گاہ

اپنا سب کچھ اسی گلشن کو بنا لوں تو لکھوں

☆☆☆

حضور حافظ ملت، گیارہ حروف میں

حسان الہند جناب بیکل صاحب اتساہی عزیزی کی یہ منقبت ان کے کمال فن پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ اس منقبت میں انہوں نے ''حضور حافظ ملت'' کے حروف سے ہر مصرع کی ابتدا کی ہے جو آپ کی ذات مقدسہ کے ساتھ والہانہ عقیدت کی آئینہ ہیں۔

ح	حافظ قرآن، احادیث و شریعت آشنا	حاجی الحرمین، انوار طریقت آشنا
ض	ضیغم غوث الوریٰ، شان رسالت آشنا	ضامن ضبط و ضوابط ناز فطرت آشنا
و	واصل صد جلوہ، توقیر محبت آشنا	وارث صدر الشریعہ، علم و حکمت آشنا
ر	رازی دوراں، حجابات معیشت آشنا	ربط بزم بوحنیفہ، بادشاہت آشنا

ح	حق شناس و حق نگر ،حق گو حقیقت آشنا	حامل صبر و رضا، فقر و قناعت آشنا
ا	اہل دل، اہل وفا، اہل نظر اہل شعور	ایک دیوانہ کہ دانا، آدمیت آشنا
ف	فضل رب، فیض مجسم، فخر بستان رضا	فاضل فقہ و ادب، حسن فضیلت آشنا
ظ	ظاہر و باطن میں اک عالم بہ حسن اتقا	ظرف صالح، قلب پاکیزہ طبیعت آشنا
م	محترم، محسن، مکرم، مہرباں ،مونس معین	معتبر، مخلص، مزاج ملک و ملت آشنا
ل	لازوالی علم جسکا، لامثالی جس کی ذات	لایق صد جاہ، کردار و لیاقت آشنا
ت	تابشِ تعمیر، تاجِ سنیت، تحریک نو	تارک عیش وطرب، تسکین وعشرت آشنا

☆☆☆

حافظ ملت مکین جنت

☆قاری محمد عثمان اعظمی

حافظ ملت پہ رحمت ہو خدا کی صبح و شام
اہلسنت کی بنادی شام کو صبح مدام

مرحبا اے راہی ملک بقا جنت مکیں
ہے تمہارا آج بھی فیضان وقف خاص و عام

علم و دانش کی قسم ،رشد و ہدایت کی قسم
آج تم کو یاد کرتے ہیں اماموں کے امام

مرکز دین نبی ''الجامعہ''پھولے پھلے
ہر زباں پر ہے دعا تیرے لیے اے نیک نام

تو نے مئے ایسی پلائی ساقی جام نبی!
نام تیرا آگیا تو جھک گئے مینا و جام

قبر انور پر تری عثمان چڑھائے صد چمن
تو یقیناً گلشن جنت میں ہے محو خرام

ہے غلامان نبی کی جب غلامی وجہ ناز
حافظ ملت کا عثماؔن بن گیا ادنی غلام

☆☆☆

خلوص و پیار کی دنیا تھے حافظ ملت

☆عالی جناب عزیز الہ آبادی

دل و نگاہ کے ملجا تھے حافظ ملت
مقدروں کا منارہ تھے حافظ ملت

سکون قلب میسر تھا ان کی قربت میں
غموں کی دھوپ میں سایہ تھے حافظ ملت

سراپا فکر تھے الفاظ کے سمندر تھے
ہر ایک علم کے دریا تھے حافظ ملت

جسے حضور نے چاہا اسے نواز دیا
سخاوتوں کا خزانہ تھے حافظ ملت

ہزار ہا مہ و خورشید ان کی کرنیں تھیں
شب الم میں اجالا تھے حافظ ملت
ہمارے پیر کی عظمت ارے سبحان اللہ
کہ اپنے طرز میں یکتا تھے حافظ ملت
قدم قدم پہ رہی التفات کی بارش
خلوص و پیار کی دنیا تھے حافظ ملت
ہر ایک دل کی نگاہیں تلاش کرتی ہیں
ہر ایک دل کی تمنا تھے حافظ ملت
مجھے عزیز عزیزی بنا کے چمکا یا
تجلی مہ طیبہ تھے حافظ ملت

مولانا طپش صدیقی کانپور

نظر ہے جلوہ گہہ آئینہ رخاں کے لیے
زباں ہے تذکرۂ حسن اہل جاں کے لیے
جبین شوق کا ہر ایک نقش روشن ہے
حضور حافظ ملت کے آستاں کے لیے

آبروئے ملت

☆حضرت مولانا حکیم نذیر الاکرم صاحب نعیمی مراد آبادی علیہ الرحمہ

آبروئے قوم و ملت،پیکر صدق و صفا
یاد کرکے تم کو ساری قوم روئے گی سدا
کیا خبر تھی تم چلے جاؤ گے سب کو چھوڑ کر
چار سو ڈھونڈا کرے گی تم کو ہر اک کی نظر
ہے جدائی میں تمہاری قوم ساری سوگو ار
دیکھیے جسکو بھی آتا ہے نظر وہ اشکبار
حافظ ملت حقیقت میں تمہاری ذات تھی
دین پاک مصطفی کی شرح تھی جو بات تھی
کون ہے جو ہر قدم پر قوم کے کا م آئے گا
کون پیچیدہ مسائل .ان کے حل فرمائے گا
ہم تمہارا اب کہا ں سے لائیں گے نعم البدل
یہ ہے ایسا مسئلہ جس کا نہیں ہے کوئی حل
جامعہ کا نام روشن تھا تمہاری ذات سے
مشکلیں آسان ہوتی تھیں تمہاری بات سے
قوم سے پوچھو کہ اس کا مدعا جاتا رہا
اہل سنت کے دلوں کا آسرا جاتا رہا
لے کے چھوٹے سے بڑے تک سب کے دل رنجور ہیں
کیا کریں تقدیر کے ہاتھوں سبھی مجبور ہیں
ہے یہ اکرم بھی جدائی میں تمہاری اشکبار
قلب مضطر کو کسی پہلو نہیں ملتا قرار

از: مولانا زماں امجدی قادری

وہ اک فقیر کی صورت بنا کے رہتا تھا!
غرور و فخر و انا کو مٹا کے رہتا تھا!
ہر ایک میں سے وہ دامن بچا کے رہتا تھا
بڑے ہنر سے وہ خود کو چھپا کے رہتا تھا

وہ اک عظیم تھا اک صاحب وقار تھا وہ
قسم خدا کی شرافت کا شاہکار تھا وہ!
وہ جس کا علم اندھیروں کو روشنی بخشے　　وہ جس کی فکر ارادوں کو پختگی بخشے
وہ جس کا خامہ عبارت کو زندگی بخشے　　وہ جس کا لفظ خطابت کو چاشنی بخشے
وہ جس کو حسن طہارت کا بانکپن کہیے!
وہ جس کو مطلع انوار علم و فن کہیے!
وہ جس کے ہاتھ میں مہر و وفا کا دامن تھا!　　وہ جس کا سینہ عطا و کرم کا مخزن تھا !
وہ جس کی زلف میں جود و سخا کا ساون تھا　　وہ جس کا قد ہی فیوض و کرم کا چندن تھا
وہ جس کی عظمت کردار کی مثال نہیں
نظیر اس کی کوئی لائے یہ مجال نہیں !!
وہ جس کو حسن طہارت کا شاہکار کہو　　وہ جس کو ملک طریقت کا تاجدار کہو
وہ جس کو عشق حقیقی کا راز دار کہو　　وہ جس کو شمع رسالت کا جاں نثار کہو
وہ شخص سیرت و کردار کا خزانہ تھا
اکیلا تھا وہ مگر ساتھ اک زمانہ تھا
وہ جس کا جلوۂ تعمیر دیکھتے رہیے　　وہ جس کے خواب کی تعبیر دیکھتے رہیے
وہ جس کے فیض کی جاگیر دیکھتے رہیے　　وہ جس کے علم کی تنویر دیکھتے رہیے
وہ جس کی زیست کی اتنی حسیں کمائی ہے
بہار جیسے جناں سے اتر کے آئی ہے
وہ شخص آج بھی اونچا ہے آسماں کی طرح　　وہ شخص آج بھی روشن ہے کہکشاں کی طرح
وہ شخص آج بھی سر پر ہے سائباں کی طرح　　وہ شخص آج بھی ہے بحر بیکراں کی طرح
وہ جس کی منزل رفعت نہ پاسکا کوئی
نظیر اس کی ابھی تک نہ لا سکا کوئی
وہ ذات محفل عالم پہ سایہ افگن ہے　　وہ ذات زندۂ جاوید جس کا ہر فن ہے
وہ ذات شمع کے مانند آج روشن ہے　　وہ جس کے رہنے سے ویرانہ آج گلشن ہے
قسم خدا کی اسی کی تو حکمرانی ہے
حیات اس کی حقیقت میں جاودانی ہے
سلام حافظ ملت کی اس قیادت پر　　سلام حافظ ملت کی اس جلالت پر

سلام حافظ ملت کی اس رفاقت پہ　　سلام حافظ ملت کی اس صداقت پر
زماں بھی ذکر اسی کا مدام کرتا ہے
زمانہ جس کو ادب سے سلام کرتا ہے

نذر خلوص

☆مولانا ابراہیم خوشتر (علیہ الرحمہ) موریشش، افریقہ

حافظ دین و ملت کو نیند آگئی　　قائد اہل سنت کو نیند آگئی
جاں نثار شریعت کو نیند آگئی　　راز دار طریقت کو نیند آگئی
مخزن علم و حکمت کو نید آگئی　　معدن خیر و برکت کو نیند آگئی
فضل صدر الافاضل بھی رخصت ہوا　　بدر صدر شریعت کو نیند آگئی
فرش مغموم ہے عرش پہ دھوم ہے　　فیضیاب نبوت کو نیند آگئی
نیچی آنکھوں سے جو محو عقبیٰ رہا　　آج اس کوہ رفعت کو نیند آگئی
جامعہ تیرے دیوارو در کی قسم　　پیکر استقامت کو نیند آگئی
اک مجسم عمل آہ رخصت ہوا　　اک سراپا کرامت کو نیند آگئی
مژدۂ وصل نے مطمئن کردیا　　شاد کام زیارت کو نیند آگئی
سال رحلت ملا جن کا ''مغفور'' سے　　ایسے مغفور حضرت کو نیند آگئی

۱۳۹۶ھ

بجھ گیا آہ خوشتر چراغ سحر
میرے آقائے نعمت کو نیند آگئی

نذر عقیدت (ببارگاہ حافظ ملت علیہ الرحمہ)

☆مولانا کامل سہسرامی علیہ الرحمہ

مظہر ذات امام احمد رضا کہیے جسے　　حجۃ الاسلام کی حسن ادا کہیے جسے
حضرت صدر شریعت کی دعا کہیے جسے　　مفتیِ اعظم کے دل کا مدعا کہیے جسے
جانشین بو حنیفہ قبر میں خاموش ہے
قسمت تربت تو دیکھو خاک بھی گل پوش ہے
معرفت کی بزم کا مسند نشیں جاتا رہا　　علم رازی اور غزالی کا امیں جاتا رہا

وارث علم شہ دنیا و دیں جاتا رہا   اس صدی میں فضل حق کا جانشیں جاتا رہا
کیا خبر تھی موت کا یوں حادثہ ہو جائے گا
یعنی آغوش زمیں میں آسماں سو جائے گا
حافظ ملت محدث وہ امیر کارواں   مرشد و پیر طریقت سنیت کا پاسباں
عزم و استقلال و ہمت کی مسلسل داستاں   اس زمین کی پستیوں میں رفعت ہفت آسماں
ساغرچشم ان کی فرقت میں چھلکتا جائے ہے
دھوپ ہی میں ہر طرف ساون برستا جائے ہے
قصبۂ گمنام کو انمول شہرت دے گیا   علم کا اک شہر اک قصرِ پُر عظمت دے گیا
زندگی بھر کی کمائی اور دولت دے گیا   جانے والا ہم سبھوں کو اک امانت دے گیا
جذبۂ اخلاص کی کامل شہادت چاہیے
اشرفیہ کے تحفظ کی ضمانت چاہیے

مردجاں باز حافظ ملت

از: مولانا نسیم بستوی

شان اسلام حافظ ملت   ایک پیغام حافظ ملت
نیک انجام حافظ ملت   جاوداں نام حافظ ملت
رحمت عام حافظ ملت
بادہ جام حافظ ملت
کشور علم و فضل کے سلطاں   عالم دین، حافظ قرآں
صاحب دل خطیب سحر بیاں   بزم فکر و عمل کی روح رواں
بایزید و غزالی امت
شیخ الاسلام حافظ ملت
اہل سنت کے قافلہ سالار   حامی دین احمد مختار
صاحب تاج مجد و عز وقار   ہند میں قصر علم کے معمار
ضوفشاں مہر و ماہ کی صورت
زندہ پائندہ حافظ ملت

شمع منزل ہے رہبری جس کی سب کو تسلیم برتری جس کی
حق نما عقل و آگہی جس کی پر ضیا پاک زندگی جس کی
چشمۂ علم و دانش و حکمت
روح اخلاص حافظ ملت

چشم و دل میں جلائے شمع حرم عشق و مستی کا ہے عجب عالم
توڑ ڈالا غرور اہل صنم سب پہ جاری صدائے حق پیہم
عہد ماضی کی شوکت و عظمت
مرد جانباز حافظ ملت

☆☆☆

مشعل راہ

☆ مولانا اسلم بستوی

نازش دہر تھے باعث فخر تھے، حافظ دین وملت خدا کی قسم
وہ چلے تو گئے سوئے جنت مگر، مشعل راہ ہے ان کا نقش قدم
گرچہ چلتی رہیں سازشی آندھیاں گرچہ تھیں گھات میں ہر طرف بجلیاں
پھر بھی تعمیر ہوتا رہا آشیاں، شامل حال تھا رب کا لطف و کرم
چارہ گر اٹھ گیا کوئی چارہ نہیں بے سہاروں کا کوئی سہارا نہیں
شمع بجھنے لگی سانس گھٹنے لگی، بڑھ گئے راہ کے اور بھی پیچ و خم
اپنا ملجا تھا جو اپنا ماوی تھا جو ہر غم و درد کا اک مداوا تھا جو
زیر تربت وہ آسودہ خاطر ہوا ہم ہیں اور دور تک ایک دشت الم
یہ چمن رہ گیا باغباں نہ رہا یہ زمیں رہ گئی آسماں نہ رہا
گل ہیں بکھرے ہوئے تارے ٹوٹے ہوئے صبح ہے پر الم شام ہے شام غم
جب بھی چھپتا ہے خورشید زیر زمیں چاند تاروں میں آجاتی ہے روشنی
ہم ستاروں میں مایوسیاں کیوں رہیں ہم کو اب بھی ہے ان سے امید کرم
ایسے مالی پہ قربان ہے جان وتن خون سے عمر بھر جس نے سینچا چمن
آخری قطرۂ خون دل دے کے بھی فاصلہ نہ گوارہ کیا دو قدم
غم سے آتش فشاں ہے دل ناتواں، گفتگو کیا کرے اسلم نیم جاں
دست بے دست ہے اور چپ ہے زباں جدائی میں ان کی سخن بے قلم

لوح وقلم سے پوچھو

☆ مولانا اسلم بستوی

ریزہ ریزہ ہے جگر تیشۂ غم سے پوچھو ہجر میں کیسے گزرتی ہے یہ ہم سے پوچھو
پوچھنا ہی ہے اگر نقطۂ غم کی وسعت کرۂ ارض سے کیا لوح و قلم سے پوچھو
حاصل عشق نبی حافظ ملت کا پتہ
حوض کوثر سے کبھی باغ ارم سے پوچھو

کس طرح اس نے گزارے ہیں شب و روز یہاں — حجرۂ خاص سے کیا شہر الم سے پوچھو
جادۂ حق کے طلبگار کی منزل کا نشاں — چل کے دو گام ذرا نقش قدم سے پوچھو

کس سے کس سے کہیں غرقابیٔ کشتی کا سبب
حادثہ کون سا ہے سیل الم سے پوچھو

دل کے ہر چاک سے رہ رہ کے لہو رستا ہے — شورش درد نہاں موج الم سے پوچھو
جوئے خوں اب بھی مری آنکھوں سے اشکم ہے رواں — گوشۂ چشم سے یا دامن نم سے پوچھو

ملت اسلامیہ کا پاسباں جاتا رہا

☆مولانا لیس اختر مصباحی

علم و دانش کا امین و راز داں جاتا رہا — ملت اسلامیہ کا پاسباں جاتا رہا
علم و فضل و زہد و تقویٰ جس کے پیکر کا خمیر — بزم اہل عشق کا روح رواں جاتا رہا
وارث علم نبی وہ عابد شب زندہ دار — خلوت عرفاں کا تھا اک راز داں جاتا رہا
سرِ خمیدہ تھے جہاں پر کج کلاہان جہاں — صاحب جبروت وہ عرش آستاں جاتا رہا
جس کے تیور پر بدل جاتا تھا قانون جہاں — وہ مجاہد پیکر عزم جواں جاتا رہا
ہوگی جب آراستہ علم و ادب کی انجمن — سب کہیں گے نازش ہندوستاں جاتا رہا
گلستانِ جامعہ پر چھاگئی پژمردگی — خون دل سے سینچنے والا کہاں جاتا رہا
جامعہ کا ذرہ ذرہ کر رہا ہے یہ سوال — ہائے اختر! میرا وہ محسن کہاں جاتا رہا
حشر تک مرقد پہ تیرے رحمت باری رہے — فیض تیرا عالم اسلام پہ جاری رہے

منقبت بزبان فارسی

☆جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی لکچرار طبیہ کالج، دہلی

حافظ ملت توآں کار نمایاں کردہ — گردن مارا بزیر بار احساں کردۂ
گہ بیاباں راحریف سنبلستان کردۂ — گہ شب تاریک راصبح فروزاں کردۂ
گہ زمینے را بہ اوج آسماں بگذاشتی — گہ فلک را پائے بوس تہ نشیناں کردۂ
اول اول جمع کردی بوئے بے ترتیب را — آخر آخر آں شمیمے را پریشاں کردۂ
اول اول بودۂ تو یک چراغ دود ماں — آخر آخر خود بنائے انجمستاں کردۂ
اول اول قطرہ بودی تو زدریائے علوم — آخر آخر خود ظہور جوش طوفاں کردۂ

مکتبے را تو رسانیدی بشکل جامعہ غنچۂ را تو سراپا یک گلستاں کردۂ
ایں قدر بخشودۂ تو دولت علم و ہنر ماگدایاں را تو سلطاں ابن سلطاں کردۂ
گلستاں ازخون دل سیراب کردی تا حیات
نعش خود را بعد مردن وقف بستاں کردۂ

رحلت حافظ ملت

☆حضرت اختر بستوی، ایم۔اے لکچرار خیر کالج گاندھی نگر بستی

۳۱ مئی ۱۹۷۶ء کوحضور حافظ ملت مولانا شاہ محدث عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ
بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، کی رحلت سے متاثر ہوکر

حافظ ملت کی رحلت سے ہوا گل وہ چراغ پارہے تھے جس سے نورعلم حق صد ہا دماغ
اٹھ گیا وہ شخص جس کے قلب روشن کا نکھار کررہا تھا جہل کی ظلمت کا دامن تار تار
عمر بھر دیکھا کیا یہ خواب وہ جنت مکیں ہند کو سب سے بڑا دے مرکز تعلیم دیں
خواب کو یوں اس نے پہنچایا حقیقت کے قریب رکھ گیا بنیاد ''اشرفیہ'' وہ ملت کا حبیب
اس کے ہاتھوں سے ہوئی تھی ابتدا جس کام کی اب ضرورت ہے اسے جوش و خروش عام کی
آؤ مل کر اس ادھورے کام کو پورا کریں جانے والے کی فضیلت کا علم اونچا کریں

مجاہد کی اذاں اور

☆پروفیسر ڈاکٹر اختر بستوی

ویسے تو نہیں کوئی بشر نطق سے محروم پائی تھی مگر حافظ ملت نے زباں اور
ہم ہوگئے بیدار پکارا جو انہوں نے یہ سچ ہے کہ ہوتی ہے مجاہد کی اذاں اور

ڈاکٹر شکیل اعظمی

ناگہاں کون ہوا بزم جہاں سے رخصت کیوں سیہ پوش ہوئی محفل علم و حکمت
اشک آنکھوں میں تو چہروں پہ ہے چھائی وحشت ہر طرف غم کا سماں آہ و فغاں کی شدت
جس سے ملتا تھا سکوں دل کو وہ ساماں نہ رہا
ہائے افسوس کہ اب درد کا درماں نہ رہا

جس کے سینے میں تھی ایماں کی حرارت نہ رہا　　جس کے دل میں تھی عزائم کی صلابت نہ رہا
اب وہ سرشار مئے حب رسالت نہ رہا　　تھا جو سرتا بہ قدم لطف و عنایت نہ رہا
اب کہاں ایسا کوئی اہل نظر پائیں گے
ڈھونڈنے پر بھی نہ ہم ایسا بشر پائیں گے

جس کے ہاتھوں نے کیا دیں کا ستوں مستحکم　　یہ نہ دیکھا کہ مساعد ہے فضا یا برہم
کرگیا رزم گہہ زیست میں وہ کار اہم　　جس سے پڑ جائے گا حیرت میں مورخ کا قلم
اٹھ گیا دہر سے وہ مرد مجاہد افسوس
ہم سے رخصت ہوا وہ عابد و زاہد افسوس

جادۂ حق سے نہ ہٹتا تھا کبھی جس کا قدم　　جس کی رفتار سے قائم تھا متانت کا بھرم
جس کا نقش کف پا مطمح اہل عالم　　جس کے ہاتھوں میں رہا صدق و صفا کا پرچم
حیف صد حیف کہ وہ صاحب کردار گیا
آہ اسرار حقیقت کا نگہدار گیا

آہ اے حافظ ملت تری شفقت پہ نثار　　نرم گفتاری پہ لہجہ کی عذوبت پہ نثار
تری طینت تری پاکیزہ طبیعت پہ نثار　　تری سیرت ترے اخلاق و مروت پہ نثار
میں ثنا خواں ہوں ترا تیرا ہی شیدائی ہوں
آج بھی چشم عنایت کا تمنائی ہوں

ہے دعا بارگہ حق میں کہ اے رب کریم　　ترے محبوب کا صدقہ زرہ لطف عمیم
کرعطا حافظ ملت کوتو فردوس نعیم　　رحمتیں تیری رہیں ہر جگہ غمخوار وندیم
ترے انوار کا ہو مرقد اطہر پہ نزول
مرے اللہ دعاؤں کو مری کرلے قبول

حافظ ملت کی یاد

☆مولانا بدرالقادری مصباحی اڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

آنکھ یوں خون بہاتی ہے تری فرقت میں
آبلے وقت کی چھاتی پہ ابھر آتے ہیں
آبلہ جن سے جھلکتا ہے مرا خون نیاز
ماہ و پرویں بھی جنھیں دیکھ کے شرماتے ہیں

یاد عرفان محبت کو جلادیتی ہے
یاد ظلمت کے بسیروں کو ضیا دیتی ہے
جب بھٹکتا ہوں کبھی وحشت رنجوری میں
یاد ہی تیری مجھے راہ دکھا دیتی ہے

رگ احساس پہ نشتر ہیں یہ تیری یادیں
یا تخیل پہ برستے ہوئے انگارے ہیں
یاس و حرماں کے سکوں سوز اندھیروں میں مگر
تیری یادیں ہیں کہ افلاک کے سیارے ہیں

دوستو! آؤ ذرا مل کے اسے یاد کریں
آؤ پیمان محبت کا فسانہ چھیڑیں
رگ ملت میں وہ پر جوش لہو پھر دوڑے
بدرؔ تعمیر نشیمن کا ترانہ چھیڑیں

مسند علمی اداس ہے

☆بدرالقادری

علم حدیث میں وہ بخاری کا جانشیں بخشی تھی جسکو صدر شریعت نے فقہ دیں
جو تھا علوم مذہب اسلام کا امیں دنیا سے جا چکا وہ ہمیں چھوڑ کر حزیں
چالیس سال بعد فضا محو یاس ہے
صد حیف! آج مسند علمی اداس ہے

قصہ غم و الم کا سنایا نہ جائے گا بگڑا ہے کام وہ کہ بنایا نہ جائے گا
یہ صدمۂ عظیم اٹھایا نہ جائے گا وہ کھو چکے ہیں ہم جسے پایا نہ جائے گا
ایثار و عزم خلق و محبت کے واسطے
روئے گی قوم حافظ ملت کے واسطے

پامال ہوگیا ہے امیدوں کا اب چمن غنچے اداس ہیں گل مائل محن
انسانیت کے کون سکھائے بھلا چلن سویا ہے مرد حق وہ یہاں اوڑھ کر کفن
کوئی نہیں جو اب اسے آکر جگا سکے
غم ہائے روز گار کا قصہ سنا سکے

حافظ ملت

☆بدر القادری

یہ کون اٹھا ہند شمالی کی زمین سے
علم اور حقائق کی سنبھالے ہوئے قندیل
سدرہ کے مکینوں سے سنا بدر نے اک راز
ہونے کو ہے اب آرزوئے شوق کی تکمیل

ایثار کی پا پوش ہے اخلاص کا جامہ
بے نفسیِ کردار کا ہاتھوں میں عصا ہے
تابندہ جبیں پر یہ تقدس کی لکیریں
کہتی ہے صداقت کہ کوئی مرد خدا ہے

لپٹی ہوئی سر سے کوئی دستار نہیں ہے
ناداں! سر احساس پہ اک کوہ گراں ہے
اے سر تری لمعانیِ فیضان کے صدقے
اس ملک کے ہر گوشے میں تو نور فشاں ہے

یہ کان جو سنتے ہیں ہر اک صبح ہر اک شام
اس ملت بیضا کی تباہی کا فسانہ
ہر لمحہ ہے نقارۂ احساس کی اک ضرب
ہر سانس ہے موج غم فردا کا دہانہ

اخلاص کی کشتی کا سہارا ہیں یہ بازو
یہ ہاتھ نہیں قصر تمدن کا ستوں ہے
حسن رخ انجم بنے اس قوم کا سیندور
یہ حوصلہ یہ عزم مصمم یہ جنوں ہے

معبود کی درگاہ میں کٹتی ہوئی راتیں
مخلوق کی خدمت میں گزرتے ہوئے ایام
کردار کے غازی کو ہیں دن رات برابر
نخچیر ہیں فتراک میں اس کے سحر و شام

پابندیِ اخلاق میں چہرہ متبسم
خوں ناب ہے دل امت مرحومہ کے غم میں
اللہ رے پابندیِ سنت کا توازن
جھڑتے ہیں تبسم کے گہر شدت غم میں

جلوت ہے تو ہے گرم کوئی مسند ارشاد
خلوت ہے تو انوار حقیقت میں نہاں ہے
پنہاں ہے خموشی میں تکلم کی حلاوت
گفتار کے ہر بول میں حکمت کا جہاں ہے

کرتی ہے مجاہد کے عزائم کی صلابت
پتھر کی چٹانوں کو بھی جوں موجۂ سیال
پیشانی خمیدہ ہے یہیں، زور حوادث
ہے ذروۂ اشرار، انہی پاؤں سے پامال

قانون حکومت ہو کہ دستور زمانہ
مذہب کا مخالف ہو تو مومن نہیں پابند
اس دور میں کس مرد مجاہد نے کیا فاش
اوہام سے آزاد ہے مذہب کا گلو بند

ساکت ہے جہاں آج ہر اک شور عمل سے
ملت کا ہر اک بازوئے فعال ہے مفلوج
اٹھا ہے کمر باندھ کے اک مرد سکندر
پھر ملک بدر ہونے کو ہے امت یا جوج

ہر قطرۂ خوں میں ہے امنگو ں کا تلاطم
جذ بات کا سینے میں سمیٹے ہوئے طوفاں
سیل غم واندوہ سے ہنس ہنس کے گزرنا
اسلام کی تو قیر پہ مر مٹنے کا ارماں

ہے عالم ملکوت میں اک رشک کا عالم
کس پیکر خاکی کی فرشتوں میں ہے شہرت

اے اہل زمیں دید و خبر اہل فلک کو
کہتے ہیں اسی ذات کو ہم حافظ ملت

دو شعر

افتخار ملل کے شیشہ وسنگ فکر جرأت اثر میں ڈھلتے ہیں
تونے دنیا پہ کردیا ثابت آندھیوں میں بھی دیپ جلتے ہیں

(بدر القادری)

یادگار ان کی

☆حکیم محمد یوسف مصطفیٰ آبادی

بہار بے خزاں ہر سو بحمد اللہ چھائی ہے کہ سعی حافظ ملت برو ے کارآئی ہے
یہ کوشش در حقیقت کامراں معلوم ہوتی ہے جو علم و فن کے گلشن میں نئی تنظیم لائی ہے
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یاد گار ان کی
چمن اندر چمن ایثار ان کا ہے بہار ان کی

مکمل ایک منصوبہ میں ہمت کا بھی ساماں ہے انہی کے سایۂ تدبیر میں نظم گلستاں ہے
انہی سے رونقیں سب ہیں انہی سے سبزہ وگل ہیں انہی سے سنیت کے باغ میں شان بہاراں ہے
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یاد گار ان کی
کہ تھی تو قیر دین مصطفیٰ پر جاں نثار ان کی

کچھوچھہ سے جو آئی ذات اقدس اشرفی ہوکر لگایا علم کا پودا فضیلت کے دھنی ہوکر
مگر اک باغبان قوم نے رخ ہی بدل ڈالا کبھی برق جلی ہو کر کبھی سر خفی ہوکر
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
یہ جڑ اگ کر بڑھی ،بڑھکر ہوئی ہے شاخسار ان کی

ترقی کرہا ہے اشرفیہ جامعہ دیکھو جہاں ہے دانش و حکمت کا جاری سلسلہ دیکھو
مبارکپور کی یہ سر زمیں تقدیر والی ہے اسی مرکز پہ قائم دین کا ہے دائرہ دیکھو
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
یہیں پر اک طرف رکھی ہے بنیاد مزار ان کی

یہ کیا دلکش سماں ہے اور کیا پر کیف منظر ہے جہاں میدان ہی میدان تھا دیوار ہے در ہے
کسی کی یاد تازہ کرتی رہتی ہے زمانے میں یہی اک قبر جو اوڑھے ہوئے پھولوں کی چادر ہے

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
کہ اک اک کاوش فکر و عمل ہے روبکار ان کی

اُمڈ آئے ہیں انساں جیسے دریا کا تلاطم ہے   یہ بہر فاتحہ خوانی یہاں پر عرس چہلم ہے
غم دل لب پہ گویا لفظ و معنی کا تلازم ہے   پئے نذر عقیدت آج خاص وعام آئے ہیں

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
جہاں روح قیادت ہم نے دیکھی جلوہ بار ان کی

عطا کردے خدا آسانیاں یوم الحساب ان کو   کوئی مقصد نہیں ،مقصد ہے ایصال ثواب ان کو
کہ بخشی جائے گی پڑھ پڑھ کے پاکیزہ کتاب ان کو   کوئی نغمہ سرائی ہے نہ کوئی ڈھول باجہ ہے

نہیں ہیں حافظ ملت مگرہے یادگار ان کی
وہ دیکھو نیکیاں پھیلی ہوئی ہیں بے شمار ان کی

یہاں تارکیِ ظلمات ہر گز ہو نہیں سکتی   یہاں ترویج سیئات ہر گز ہو نہیں سکتی
خلاف شرع کوئی بات ہرگز ہو نہیں سکتی   کوئی عورت نہ آنے پائے اس پر سخت بندش ہے

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
عمل میں تھی ہمیشہ صاف نیت برقرار ان کی

ہمیشہ جن کے اوپر رحمت حق کا رہا سایہ   حضور حافظ ملت کا غم بھی ہے گراں نمایہ
کہ جیسے حق سے مانگیں وہ پکڑ کر عرش کا پایہ   دعاؤں میں عجب مقبولیت کی شان دیکھی ہے

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
یہ قصبہ ہی نہیں ہے ایک دنیا سوگوار ان کی

تو اسکے واسطے پایابِ ساحل بھی درماں ہے   خدا خود جس کا طوفان حوادث میں نگہباں ہے
نہ طغیانی سے واقف ہے نہ موجوں سے ہراساں ہے   یہی الجامعہ آگے بڑھا ہے صدق نیت سے

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
یہ کشتی بچ بچا کر ہوگئی دریا سے پار ان کی

بکار خیر صرف زر یہ ہے آمادگی باقی   رکے گا کام کیوں ہے قوم میں زندہ دلی باقی
کسی گوشہ میں رہ سکتی نہیں کوئی کمی باقی   نمونہ پیش کرکے رکھدیا فیاضیِ دل کا

نہیں ہیں حافظ ملت مگرہے یادگار اُن کی
سنائی دے گی اہل ہوش کو پیہم پکار ان کی

خدا کا فضل ہے شامل تو کوئی امتحاں کیوں ہو ہمارے راستہ کے بیچ میں کوہ گراں کیوں ہو
پہنچ جائیں گے ہم جادہ بہ جادہ اپنی منزل تک نبی کا جب وسیلہ ہے تو دشواری یہاں کیوں ہو
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
یہی تعمیر نو آخر بنی ہے شاہکار ان کی

یہ کس کی ہے ضیا جو ذرے ذرے مسکرا اٹھے ہواؤں سے چمن کے غنچے غنچے لہلہا اٹھے
ارادہ کوئی پورا کیوں نہ ہو تعمیر منزل کا فلک پر آج خوش ہو کر ستارے جگمگا اٹھے
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یاد گار ان کی
کہ ہر جد و جہد اطراف میں ہے جلوہ بار ان کی

اک عالیشان مسجد کی بنا رکھی یہاں پر ہے مگر تکمیل اس کی قوم کے عزم جواں پر ہے
اسے قرأت رکوع و سجدہ سے آباد کرنا ہے عبادت کی کشش موقوف تکبیر و اذاں پر ہے
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
یہ جائے بندگی بن کر رہے گی زرنگار ان کی

بلالی شان سے دیتا یہاں آکر اذاں کوئی عزیزی طرز کا ہوتا خطیب خوش بیاں کوئی
تمنائیں ہوئیں یہ جلوہ گر آئینۂ دل میں سنبھالے عزم محکم سے نظام گلستاں کوئی
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
کہ با ہم بات ہوتی رہتی ہے لیل و نہار ان کی

یہ تعلیمات کا مرکز مقام علم و عرفاں ہے زمانے میں یہ دانش گاہ روشن ہے درخشاں ہے
عزیزی حوصلوں کی دیکھیے یہ کار فرمائی مخالف ہر ہواماحول کے رخ سے گریزاں ہے
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
خیاباں در خیاباں ہے ہوائے خوشگوار ان کی

یہ دورہ چل رہا ہے اک طرف درس بخاری کا ہے چرچا اک طرف مدح نبی کا حمد باری کا
کہیں فقہی مسائل ہیں ،کہیں تفسیر قرآنی کرشمہ ہے یہ سارا آپ ہی کے فیض جاری کا
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یاد گار ان کی
یہی سب درس اور تدریس ہیں آئینہ دار ان کی

مبارک ہوچمن والو گلوں کا راز داں ہونا جہاں سیکھا ہے تم نے عندلیب خوش بیاں ہونا
مقام سنیت کی یہ بلندی دیکھتے جاؤ جہاں سمجھا ہے ہم نے بھی زمیں کا آسماں ہونا

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
خطابت دین کے ہر موڑ پر تھی جاندار ان کی

بڑھی رونق چمن کی آج کے دن آنے والوں سے — اجالا ہوگیا ہے رحمت حق کے اجالوں سے
جہاں پر علم کی ہے روشنی پھیلی ہوئی ہر سو — خیالوں میں بلندی آگئی ان کے خیالوں سے
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
کہ ہر تنظیم نو گلزار میں ہے پائیدار ان کی

یہ جلسہ ہو رہا ہے آج دستار فضیلت کا — جہاں پر ہر طرف سایہ ہے فیضان نبوت کا
نکلنے والے ہیں طلبہ یہاں سے کامراں ہوکر — لیے ہیں ہاتھ میں جھنڈا طریقت کا شریعت کا
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
مدد کرتا رہا ہر گام پر پرور دگار ان کی

عروج سنیت کا اک پیام دل نشیں لے کر — گمان بے یقیں کو چھوڑ کر عین الیقیں لے کر
چلے ہیں نونہالان چمن تبلیغ حق کرنے — سروں پہ اپنے ظل رحمۃ للعالمین لے کر
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یاد گار ان کی
نگاہوں میں بسی ہے زندگی شاندار ان کی

کوئی قاری یہاں پر ہے تو کوئی حافظ قرآں — کوئی واعظ یہاں پر ہے کوئی علامہ دوراں
انہی کا فیض ہے جن کے فداکاروں کا ہے مجمع — جدھر دیکھو دلوں میں موجزن ہے جذبۂ ایماں
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
یہ تنویر علوم دیں ہوئی ہے آشکار ان کی

دعا یہ ہے پھلے پھولے چمن اسلام کا ہر سو — رہے چرچا جہاں میں اشرفیہ نام کا ہر سو
کہاں تھی ابتدا اس کی کہاں ہے انتہا اس کی — یہ ڈنکا بج رہا ہے آج کس کے کام کا ہر سو
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
نظر کے سامنے گلکاریاں ہیں بے شمار ان کی

سرِ بزم اپنا اپنا سب غم دل لے کے آئے ہیں — خلوصِ قلب کو منزل بہ منزل لے کے آئے ہیں
سفینہ زندگی کا ڈوب کر کس شان سے نکلا — یہ کیا ہے جس کو ہم نزدیک ساحل لے کے آئے ہیں
نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
ہجوم اتنا کہ کام آئی کشش بے اختیار ان کی

ملے ہیں یوسف ان کے بعد اک شہزادۂ ملت | ہوئی تفویض جن کو ساری ذمہ داریِ خدمت
چنا ہے قوم نے جب اتفاق رائے سے ان کو | کسے اس حال میں اب معترض ہونے کی ہے جرأت

نہیں ہیں حافظ ملت مگر ہے یادگار ان کی
کریں گے پیروی عبدالحفیظِ باوقار ان کی

حافظ ملت کی ذات

☆راجا رشید محمود۔ایم۔اے(لاہور، پاکستان)

رہنمائے اہل سنت حافظ ملت کی ذات | تھی عزیز ملک وملت حافظ ملت کی ذات
حضرت صدر الشریعہ کے تدبر کے امیں | صدر ارباب بصیرت حافظ ملت کی ذات
مقتدائے اہل استغنا مہ و مہر و وفا | پیکر خلق و مروت حافظ ملت کی ذات
ہے حکیم امت مرحوم ،نباض حیات | وجہ استیصال بدعت حافظ ملت کی ذات
رہبر راہ شریعت ،سالک راہ وفا | محو درس آدمیت حافظ ملت کی ذات
ہے امین علم و دانش ،راز دار معرفت | واقف سر محبت حافظ ملت کی ذات
حضرت احمد رضا خاں کے تلطف سے ہوئی | دشمنان دیں پہ شدت حافظ ملت کی ذات
شہر یار کشور ذوق ویقین و معرفت | تاجدار علم و حکمت حافظ ملت کی ذات
پیشوا و مقتدائے اہل دیں عبد العزیز | تھی نگہبان شریعت حافظ ملت کی ذات
رازدار عصر حاضر مخزن علم و یقیں | عامل قرآن و سنت حافظ ملت کی ذات
تشنگان معرفت کی پیاس بجھتی تھی یہاں | تھی سراپائے طریقت حافظ ملت کی ذات
زندگی احقاق حق ،ابطال باطل کا نشاں | راہیِ راہ صداقت حافظ ملت کی ذات
مدح گو محمود آخر کیوں نہ ہو ان کا کہ ہے | مرکزِ حسن عقیدت حافظ ملت کی ذات

خضر راہ

☆پرفیسر انجم عرفانی گورکھپوری

تھا نقش لوح دل پہ ہر اک حرف دلبری | ورد زباں صحیفۂ اول تھا روز و شب
ملت کا پاسباں و محافظ و نگہباں | گم کردہ رہروان سفر کا وہ خضر راہ
بیمار قوم کے لیے اکسیر جس کی آہ | خیرہ نگاہ کے لیے بیضا جبیں تھا وہ
ٹوٹے ہوئے دلوں کے لئے مرہم شفا | تاریکیِ فضا میں منارہ تھا نور کا

اس دور گمرہی میں صراط الذیں صفت　　اس عہد جہل میں تھا وہ الضالیں حریف
وہ بندہ خدا تھا غلام رسول تھا　　اجڑے ہوئے چمن میں وہ اک تازہ پھول تھا

☆☆☆

بالشتیوں کو دیو قد آور بنا گیا　　کم مایہ کو وہ بحرشنا ور بنا گیا
ذرہ کو اپنے اشک سے گوہر بنا گیا　　اک کوزہ آب کو وہ سمندر بنا گیا

جان چمن نازش بہار گیا

☆سید قیصر وارثی (لکھنؤ)

علوم ظاہر و باطن کا راز دار گیا　　امام اہل سنن فخر روز گار گیا
رفیق و مونس و ہمدرد وغمگسار گیا　　دلوں کا چین گیا روح کا قرار گیا
وہ علم و فضل کا مخزن وہ رہبر کامل　　ہرایک قلب کو وہ کرکے سوگوار گیا
پڑھایا جس نے زمانے کو درس پاک حدیث　　وہی رموز حقیقت کا رازدار گیا
بلند کرکے زمانے میں نام شاہ رضا　　جناب صدر شریعت کی یادگار گیا
بنائے جامعۃ الاشرفیہ کہیے جسے　　وہ شہر علم و فضیلت کا تاجدار گیا
خزاں کا دور نہ آئے گا اس چمن میں کبھی　　کچھ اس طرح سے وہ اس باغ کو سنوار گیا
نہ اپنے دل میں سمجھ لے یہ کوئی بد باطن　　کہ جس پہ نازتھا وہ دور خوش گوار گیا
پس وصال بھی جاری رہے گا فیض اس کا　　وہ اپنے بعد بھی اک چھوڑ کر بہار گیا
بنام حافظ ملت رسول کا نائب　　بنا کے دین کے گلشن کو لالہ زار گیا
دریدہ دامن گل ہے کلی کلی ہے اداس　　یہ کون جان چمن نازش بہار گیا
وہ آج بھی ہیں ہمارے قریب اے قیصر　　خدا کا شکر قیامت کا انتظار گیا

قطعہ

☆مولانا غلام مصطفیٰ کوثر امجدی کلکتہ

حضرت ہم کوچھوڑ کے بیکل کر گئے آہ یتیم　　اس صدمے سے ہم دکھیو ں کا قلب ہوا دونیم
قلب ہوا دو نیم نہیں کچھ پھر بھی خوف و بیم　　حضرت کی تو پیاس بجھاتے ہیں کوثرتسنیم

عالم کی موت

☆محمد زین العابدین نازاں۔ بیت الانوار، گیا

آنکھوں میں آنسوؤں کی قطاریں کھڑی ہیں آج　　صدمے سے اشکبار بہاریں کھڑی ہیں آج

مت پوچھ دل پہ چوٹ لگی ہے کہاں کہاں
نظروں میں لگ رہی ہے ہر اک شے دھواں دھواں

انسانیت کے محسن اکرم کی موت ہے
عالم کی موت واقعی عالم کی موت ہے

ملت کا پاسباں تھا شریعت کا بھی امیں
لرزاں تھی جس کے خوف سے کفار کی زمیں

جودین کی پناہ اور حامل تھا عزم کا
بے شک وہ نگہبان تھا ملت کی بزم کا

اس کے الم میں آج فضا سوگوار ہے
چہرہ اداس اداس نظر اشکبار ہے

''چلے گئے''

☆جناب ممتاز واصف بھوجپوری

نور نگاہ صدر شریعت چلے گئے
اک آفتاب دین رسالت چلے گئے

دنیائے سنیت کی حفاظت کرے گا کون
دنیا سے آہ!حافظ ملت چلے گئے

الجامعہ کے باغ کو خون جگر دیا
دونوں جہاں کی بخش کے دولت چلے گئے

پتھر کی اک لکیر تھی جن کی زباں کی بات
وہ صاحب عظیم حکومت چلے گئے

مسلک تھا جن کا پیار محبت سلوک تھا
دے کر ہمیں وہ درس اخوت چلے گئے

پیارے تھے جو جہان میں رب عزیز کو
ہر دلعزیز صاحب عزت چلے گئے

باطل پرست قوتیں تھیں جن سے تار تار
اس دور کے وہ غازی ملت چلے گئے

دنیائے سنیت کو ہمیشہ کے واسطے
اک بے نظیر دے کے امانت چلے گئے

تنہائی میں جنھوں نے عمل کے چراغ سے
تابندہ کی جبین عقیدت چلے گئے

قانون و ضابطے بھی عقیدت سے جھک گئے
کیا کیا دکھا کے اپنی کرامت چلے گئے

دیوانگان عشق شہ دیں میں شور ہے
اک عاشق جناب رسالت چلے گئے

علم و عمل کی مشعل تابندہ چھوڑ کر
نظریں بچا کے جانب خلوت چلے گئے

نقش رسول پاک پہ جن کی کٹی حیات
وہ حق پرست حامی سنت چلے گئے

واصفؔ ہمارے واسطے یہ فیض کم نہیں
ہم سب کو دے کے دولت نسبت چلے گئے

حافظ دین وملت پہ لاکھوں سلام

☆عبدالعلی عزیزی کرلا بمبئی

خدمت دین میں جس نے کی ہو گزر
عاشق مصطفیٰ عالم حق نگر

ذکر حق مشغلہ جس کا شام و سحر
باغ فردوس میں اب ہوا جلوہ گر

جس نے پیدا کیے کتنے لعل و گہر
حافظ دین ملت پہ لاکھوں سلام

مسلک اعلحضرت کا اک گلستاں علم صدر الشریعہ کا بحر رواں
علم سے جس کے سیراب سارا جہاں کہکشاں کہکشاں گلستاں گلستاں
جس طرف دیکھیے اس قدم کے نشاں
حافظ دین و ملت پہ لاکھوں سلام

حافظ دین وملت کے دل کی لگن مفتیِ اعظم ہند کا یہ چمن
اک مجاہد کے ارمان جس کی پھبن جس کو سید نے اپنا دیا ہو وچن
تا قیامت رہے یہ مہکتا چمن
جامعہ تیری شوکت پہ لاکھوں سلام

راہ حب نبی میں یہ عزت ملی رشک جس پہ کرے شاہوں کی سروری
ضابطوں کی نظر دیکھتی رہ گئی محو حیرت زمانے کی چارہ گری
جب مدینے سے ان کی پکار آگئی
حافظ دین و ملت پہ لاکھوں سلام

قوم کے رہنما ہیں یہ ہر دلعزیز جان الجامعہ عکس عبد العزیز
دین کے پاسباں سنیت کے حفیظ ہیں بہار گلستان عبد العزیز
سیدی مرشدی شاہ عبدالحفیظ
میرے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام

عاشق حافظ دین کا ظم علی جن کی میراث میں ہے یہ نسبت ملی
کیوں نہ قربان جاؤں ترے مرشدی رشک کرتے ہیں قسمت پہ میری سبھی
فیض بوالفیض سے ہوں میں عبدالعلی
میرے آقا کی تربت پہ لاکھوں سلام

جب نکیرین پوچھیں گے فیضیؔ بتا کون ہے تیرا رب دین ہے تیرا کیا
جلوہ افروز ہونگے مرے مصطفیٰ بندہ اللہ کا امتی آپ کا
بعد ہ لب پہ آئے گا پھر بر ملا
حافظ دین و ملت پہ لاکھوں سلام

حق شعار وحق نما

☆جناب مولانا محمد اسلام اللہ ساحل عزیزی (بمبئی)

حافظ ملت وہ دین مصطفیٰ کا جاں نثار
غم میں جس کے اہل سنت کی ہیں آنکھیں اشک بار

حافظ ملت لقب تھا نام پاک عبد العزیز
بانی قصر ہدایت با وجاہت، باوقار

عزم محکم راہ حق میں جس کا تھا مثل جبل
ہر قدم تھی ساتھ جس کے نصرت پروردگار

مرد حق گو حق شناش و حق شعار و حق نما
رحمت حق علم جس کا بحر نا پیدا کنار

کانپتے تھے جس کی ہیبت سے عدوے دین حق
خُلق اس کا عجز تھا اور وہ سرا پا انکسار

اہل سنت کا تھا وہ مرد مجا ہد باخدا
جو شہید ناز ہوکر پاگیا ابدی قرار

میرے مرشد حافظ ملت کی قبر پاک پر
بارش انوار و رحمت کر مرے پروردگار

آج بھی ساحل پہ ہے وہ چشم الطاف و کرم
عالم رویا میں ہے اس کو نوازا کتنی بار

حافظ ملت زندہ باد

☆جناب سالک گورکھپوری

زندہ باد اے رہبر راہ طریقت زندہ باد
زندہ باد اے مشعل رشد و ہدایت زندہ باد

زندہ باد اے صاحب صد جاہ و حشمت زندہ باد
زندہ باد اے عامل قرآن و سنت زندہ باد

زندہ باد اے مظہر حق و صداقت زندہ باد
زندہ باد اے رہنمائے علم و حکمت زندہ باد

تیرے علم و فضل کی ممنون ہے انسانیت
اے سریر آرائے بزم آدمیت زندہ باد

گونجتی ہے تیرے نغموں سے فضائے کائنات
زندہ باد اے بلبل باغ رسالت زندہ باد

اہل علم و فضل کہتے ہیں تجھے شیخ الحدیث
اے اتالیق احادیث نبوت زندہ باد

عالم دین متیں بھی حافظ قرآں بھی تو
رازدار و محرم اسرار فطرت زندہ باد

مصلح انسانیت بھی رہبر کامل بھی تو
اے ضیائے مشعل بزم ہدایت زندہ باد

گلستان دو جہاں ہے تیرا ممنون کرم
اے گل و گلزار دیں کے رنگ و نکہت زندہ باد

شمع ایماں سے ہر اک دل کو منور کردیا
اے فروغ بارگاہ اہل سنت زندہ باد

حافظ ناموس ملت پاسبان دین حق
اے حدی خوان وقار دین و ملت زندہ باد

بخش دی بیعت کی دولت سالک بے مایہ کو
زندہ باد اے محترم پیر طریقت زندہ باد

الگ ہے آج بھی دیکھو نشان حافظ ملت!

☆کامل حافظی بنارسی

نہ سمجھے آج تک جو بھی زبان حافظ ملت
وہی پھرتے ہیں بن کر بد گمان حافظ ملت

کسی صورت نہ ہو پائے شکار خارجیت وہ
ہوئے جو صدق دل سے قدر دان حافظ ملت

بھلا سکتا نہیں ان کو زمانہ رہتی دنیا تک
ہیں دینی سب ادارے پاسبان حافظ ملت

خدا کے فضل سے ہر گام پر ثابت قدم پایا
لیا دنیا نے جب بھی امتحان حافظ ملت

بنایا حق نے ان کو پاسبان قصر علم دیں
جنھیں کہتی تھی دنیا طالبان حافظ ملت

خدا وندا ترے فضل و کرم سے اس زمانے میں
ترقی کر رہے ہیں مدح خوان حافظ ملت

فروغ دین حق کی فکر کردار شہ بطحا
رہے تا عمر دونوں بن کے جان حافظ ملت

چھپائے لاکھ یہ دنیا مگر وہ چھپ نہیں سکتے
نرالی شان کے ہیں عاشقان حافظ ملت

کسی جانب نگاہیں کیوں اٹھاتے ہو تم اے کامل
الگ ہے آج بھی دیکھو نشان حافظ ملت

وقار قوم

☆فراز مبارک پوری

حافظ ملت !فدائے صاحب ام الکتاب
آسمان زہد و تقویٰ کے درخشاں آفتاب

جاں نثار سید الکونین و ختم المرسلیں
نکتہ دان دین بر حق ،پاک طینت ،پاک بیں

قوم کا غم جس کو رہتا تھا مسلسل مستقل
جس کے سینے میں دھڑکتا تھا سدا ملت کا دل

جس کے دم سے آج دنیا میں ہے ملت سرخرو
جس نے نبض قوم میں دوڑا دیا تازہ لہو

جس نے مستقبل کو دیکھا تھا نگاہ حال سے
منزلیں لپٹی تھیں جس کے پائے استقلال سے

منفرد تھا جو ہمیشہ محفل تقدیس میں
جس نے صد ہا گل کھلائے گلشن تدریس میں

اہل دانش کی بصیرت اہل دل کے سر کا تاج
آشنائے رمز قرآں ،بزم ملت کا سراج

سوز و ساز عشق کے دربار کا روشن چراغ
سادہ دل ،صالح نظر ،ثابت قدم ،حاضر دماغ

گلشن ملت کو جس نے کی ہے شادابی عطا اس کے حق میں قوم کے دل سے یہی نکلی صدا
اے وقار قوم اے پیر طریقت زندہ باد
زندہ باد اے حافظ تنظیم ملت زندہ باد

کہاں سے لاؤں

☆از منیر دیوگانوی

آہ اب حافظ ملت کو کہاں سے لاؤں
بزم انجم سے شبستان جہاں سے لاؤں
کوہ سے دشت و بیاباں سے مکاں سے لاؤں
بحر ذخار سے دریائے رواں سے لاؤں
لا مکاں دور ہے کس طرح وہاں سے لاؤں
آہ اب حافظ ملت کو کہاں سے لاؤں

عہد پیری میں بھی وہ عزم مصمم کا امام
جس کو اللہ نے بخشی تھی زبان الہام
ان کی گفتار کا کردار کا اونچا تھا مقام
ایسا کس کو میں زمیں اور زماں سے لاؤں
آہ اب حافظ ملت کو کہاں سے لاؤں

یومیہ ہوتا تھا اک دور کلام حق کا
ذکر مذکور رہا کرتا تھا نام حق کا
چمن آراستہ ہوتا تھا پیام حق کا
وہ بہار ابدی فصل خزاں سے لاؤں
آہ اب حافظ ملت کو کہاں سے لاؤں

ایسے انداز سے تقریر وہ فرماتے تھے
دل میں مضمون گہربار اتر آتے تھے
راہ دشوار سے وہ ہنس کے گزر جاتے تھے
اس کی تمثیل میں کس ذکر و بیاں سے لاؤں
آہ اب حافظ ملت کو کہاں سے لاؤں

خم عرفاں کے بھرے جام لنڈھائے گا کون
تشنگی قلب پریشاں کی بجھائے گا کون
وہ تو آتے نہیں پھر بزم میں آئے گا کون
میں منیر ان کو بھلا باغ جناں سے لاؤں
آہ اب حافظ ملت کو کہاں سے لاؤں

ہر آنکھ نم

☆فقیر اللہ اسعد مبارکپوری

حافظ ملت کے غم سے کیوں نہ ہو ہر آنکھ نم
روشنی کا ایک مینارا تھا جن کا ہر قدم
اس کی شہرت اس کی عظمت کو گھٹا سکتا ہے کون
جس کے اوپر ہو گیا اللہ کا فضل و کرم
آپ کے جانے سے ہر جانب اندھیرا ہوگیا
آج تک دیکھی نہ کوئی ایسی ہم نے شام غم
آنے والے دور سے لاکھوں کی تھے تعداد میں
جیسے ہو لشکر کسی سلطاں کا باخیل و خدم
کیوں نہ گل پاشی کریں ان کی لحد پر شوق سے
مستحق اس بات کی ہے ان کی ذات محترم
ہوگیا دل شاد اس کا ،آپ سے جو بھی ملا
سچ تو ہے خلق مجسم آپ تھے سر تا قدم
فضل ربی ہوگیا،پائی شفا بیمار نے
آیت قرآں جو پڑھ کر ،آپ نے کی اس پہ دم
خدمت دینی کا جذبہ ،اہل قصبہ میں بڑھا
آگئے جب سے مبارک پور میں ان کے قدم
سچ تو ہے اہل نظر میں کوئی بھی ایسا نہیں
جس کی آنکھیں ہوں نہ اسعد آپ کی فرقت میں نم

کہانی آپ کی

☆شامہ اعظمی

نازش لوح و قلم ہے مدح خوانی آپ کی
اک مثالی آئینہ ہے زندگانی آپ کی
جرأت و ہمت کی جب تاریخ لکھے گا جہاں
آب زریں سے لکھے گا وہ کہانی آپ کی
عہد پیری کا وہ جوش و جذبہ و عزم جواں
اللہ اللہ کیا رہی ہوگی جوانی آپ کی
مجلس علم و ادب میں چھا گئی ہے خامشی
کس میں ہے وہ قدرت نکتہ بیانی آپ کی
ساری دنیا تا قیامت جس سے ہوگی فیض یاب
جامعہ ہے زندہ و تاباں نشانی آپ کی
ہند ہی کیا عالم اسلام تک پہونچی نگاہ
شخصیت کوئی نظر آئی نہ ثانی آپ کی

حافظ ملت اسے رکھے گا اس عالم میں یاد
اک شمامہ ختہ پا بھی ہے دوانی آپ کی

حافظ ملت زندہ باد

☆قیصر مصباحی، اشرفی بہرائچی

زندہ باد اے مہر شریعت   زندہ باد اے ماہ طریقت
زندہ باد اے شمع ہدایت   زندہ باد اے بدر حقیقت
پرتو رحمت زندہ باد
حافظ ملت زندہ باد

نطق حسیں سے موتی ٹپکے   بلبل حق ہو دل میں چہکے
علم کا گلشن لہکے مہکے   سن کے بیاں کیا کوئی بہکے
شان خطابت زندہ باد
حافظ ملت زندہ باد

لا تمش فی الارض مرحا   سبک خرامی ماشاء اللہ
جن کا سرا سبحان اللہ   یاد کرائے اللہ، اللہ
پرتو قدرت زندہ باد
حافظ ملت زندہ باد

جب تو مبارک پور میں آیا   دیں کا دیا ہر گھر میں جلایا
پرچم اہل حق لہرایا   علم دیں کا شہر بسایا
صاحب عظمت زندہ باد
حافظ ملت زندہ باد

چشم کرم جس پر بھی ڈالے   تو وہ راہ صداقت پالے
اپنے قیصر کو بھی بچالے   اپنا گدا اس کو بھی بنا لے
قاسم نعمت زندہ باد
حافظ ملت زندہ باد

☆☆☆

منقبت در شان حافظ ملت علیہ الرحمہ

از: (مولانا ڈاکٹر) شکیل احمد مصباحی اعظمی،

جہاں نے حافظ ملت کے در سے فیض پایا ہے
خوشا نور ولایت آپ کا ہر دل پہ چھایا ہے

وہ تو نے شہر ایسا علم وحکمت کا بسایا ہے
کہ تری عظمتوں کا معترف اپنا پرایا ہے

بڑی شی ہے ترے علمی جلالت کا تقدس بھی
زمانے کے سکندر نے یہاں سر کو جھکایا ہے

ہوا وہ رازدار علم وحکمت صاحب رفعت
عزیزی آستاں پر جس نے قسمت کو بنایا ہے

یقیناً ملت بیضاء کے میر کارواں تم ہو
علوم ومعرفت کا اک جہاں تجھ میں سمایا ہے

ہے فیض علم کا دریا بہر سو آج بھی جاری
وقار علم وحکمت آپ کا ہر دل پہ چھایا ہے

دل اخلاص لے کر حاضری دے آستانے پر
یہاں سے بالیقیں جس نے بھی جو مانگا ہے پایا ہے

بہرسو جامعہ کے بام ور کی تابشیں دیکھو
یقیناً محنتوں کا ان کی ثمرہ رنگ لایا ہے

”زمیں پر کام اور زیر زمیں آرام“ ہے لوگو!
سبق یہ حافظ ملت نے دنیا کو پڑھایا ہے

سہارا ڈھونڈھتا ہے ہر پریشاں حال ایسوں کا
خدا کی یاد سے دل کو جنھوں نے جگمگایا ہے

عزیزی فیض کے صدقے ملی شہرت زمانے میں
شکیل احمد پہ تیرا یہ کرم بے حد خدایا ہے

☆☆☆

منقبت در شان جلالۃ العلم

از: وفا رضوی، بھیروی

ہیں شیدائے نبی محبوب یزداں حافظ ملت
نگہبان شریعت شاہ مرداں حافظ ملت

محدث تھے مفسر مفتی وحافظ مناظر بھی
سپہر علم کے ماہ درخشاں حافظ ملت

خدا کی ذات سے ان کا بڑا گہرا تعلق تھا
رہا کرتے تھے اکثر شب میں گریاں حافظ ملت

زمانے بھر میں اہل علم ودانش کے حوالے سے
تری شان جلالت ہے نمایاں حافظ ملت

بنا فوٹو گئے حج کے لیے پاس شریعت میں
رہا باطل مگر ناکام وحیراں حافظ ملت

تھے پابندشریعت پیکر خلق ومروت بھی
نبی کے نام پر بھی دل سے قرباں حافظ ملت

بفیض امجدی عالم میں ہے مرکز یہی اپنا
بسایا علم کا وہ شہر ذیشاں حافظ ملت

شعور و آگہی فکر غزالی روح رازی بھی
تھے ان سب خوبیوں کے آپ سلطاں حافظ ملت

حقیقت میں تھے کردار و عمل کے تاجور لیکن
بظاہر ایک معمولی تھے انساں حافظ ملت

بڑی تاثیر تھی خلقِ خدا بھی سیر ہوتی تھی
سناتے وعظ میں تفسیر قرآں حافظ ملت

ہے جاری مرقد انور سے اب بھی فیض کا دریا
کھینچی آتی ہے جومخلوق یزداں حافظ ملت

بلاؤں سے نپٹنے کے لیے اب بھی زمانے میں
ادب سے نام لیتے ہیں مسلماں حافظ ملت

دعا فرمایئے اس کے لیے بھی حق تعالیٰ سے
وفا رضوی کی ہر مشکل ہو آساں حافظ ملت

منقبت درشان حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان

از محمد عثمان اوج اعظمی رائپور چریا کوٹ مئو

فروغِ علمِ دیں ، وجہِ قرارِ حافظ ملت
یہی شغل وہی لیل ونہارِ حافظ ملت

یہ صدرشکِ گلستاں لالہ زارِ حافظ ملت
وجودِ اشرفیہ یادگارِ حافظ ملت

مکمل زندگی الفقروفخری کا نمونہ تھی
خدا ترسی پہ مبنی تھا شِعارِ حافظ ملت

محدث ہیں مفسر ہیں محقق ہیں مُناظر ہیں
رہے قسمت سے جو خدمت گذار حافظ ملت

سفرفرمایا بے تصویر حرمین مقدس کا
جہاں والوں نے دیکھا ! اختیارِ حافظ ملت

لئے دامن میں گُل جو گلشنِ صدرالشریعہ سے
تو پھیلی سارے عالم میں بہارِ حافظ ملت

بحمد اللہ جو حضرت نے بنائے جامعہ ڈالی
بڑھایا اوربھی حق نے وقارِ حافظ ملت

نہ کیسے تذکرہ ہو انجمن درانجمن اُن کا
خدا والوں میں ہوتا ہے شمارِ حافظ ملت

حدودِ جامعہ میں آپ اب آرام فرما ہیں
مبارکپور ہی ٹھہرا دیارِ حافظ ملت

نگاہیں جس طرف بھی کیجئے اطرافِ عالم میں
نظر آئیں گے ہر سو پاسدارِ حافظ ملت

عقیدت مند آتے ہیں برائے فاتحہ خوانی
ادب سے روزوشب سوئے مزار حافظ ملت

مکمل جامعہ کی سربراہی جن کو حاصل ہے
وہی ہیں جانشین ورازدارِ حافظ ملت

موافق حافظ ملت کے جو ہیں اُن کو کیا کہئے
مخالف بھی ہیں اکثر زیرِ بارِ حافظ ملت

ادب سے تمکنت قربان تھی جس خاکساری پر
کچھ اس انداز کا تھا انکسارِ حافظ ملت

ہزاروں جاں نثاروں کی طرح اے اوج! میں بھی ہوں
خدا کے فضل سے مدحت نگارِ حافظ ملت

منقبت درشانِ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ والرضوان بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

بزبان فارسی

از: محمد عثمان اوجؔ اعظمی دارالعلوم اہلسنت اشرفیہ ضیاء العلوم خیرآباد۔ مئو یوپی

نحیف وناتواں بودی ولے کارِ جواں کردی — تمنائے کہ در دل بود بر عالم عیاں کردی

چنیں کردن چہ مشکل بود اے محسن! چناں کردی — مبارکپور رامشہور تنہا درجہاں کردی

نہ باشد تشنہ کامی طالبانِ علم وحکمت را — بشکل جامعہ جاری چناں جوئے رواں کردی

بگفتی قدرِ ماضی ہم دلیلِ قدرِ مستقبل — جہدِ خود عیاں ایں را ز را بر عامیاں کردی

ہمہ دن ساختی حامیِ خود تائیدِ غیبی را — طفیلِ مصطفیٰ ہرگز نہ فکرِ دیگراں کردی

برائے علمِ دیں کردی فدا عمرِ گراں مایہ — زمین شور راہم رتبہ صدگلستاں کردی

مجالِ دم زدن باشد نہ طوفانِ حوادث را — بنائے اشرفیہ رابہ عالم جاوداں کردی

میانِ حق وباطل حدِ فاصل بود ذات تو — کہ جملہ دشمنانِ دین حق را بے زباں کردی

شعورِ علم وفن اوجؔ تہی دامن نمی دارد — ثنارت حافظ ملت ! کہ اورا خوش بیاں کردی

معمارقوم، حافظ ملت

ازنتیجہ فکر:۔ عبدالغفار اعظمی مدرسہ ضیاء العلوم خیرآباد، مئو

معمارِ قوم ،حافظِ ملت ! تمہی توہو — اہل سنن کی آن ہو ، راحت تمہی توہو

تم جامعہ کی شان ہو ، شوکت تمہی توہو — بخشی ہے رب نے جس کو یہ عظمت تمہی توہو

کسب علوم وفضل کیے جس نے باادب — وہ جانشینِ صدرِ شریعت تمہی توہو

حق بین وحق نگرہو ، حقیقت شناس بھی — بے شک امینِ حق وصداقت تمہی توہو

گومنحنی تھا جسم مگر عزم تھا قوی — جس کا نہیں حریف ، وہ طاقت تمہی توہو

دیکھا نہ سوئے اہلِ امارت تمام عمر — غربت کی شان ، صاحب ہمت تمہی توہو

بے فوٹو کرکے حج، جو رہا حق پہ گامزن — حق ہے وہ پاسبانِ شریعت تمہی توہو

پایا گیا نہ قول و عمل میں کوئی تضاد   آئینہ دار خلوت وجلوت تمہی تو ہو
طوفاں بھی آکے جس کے قدم چومتے رہے   حاصل جسے ہے ایسی عزیمت تمہی تو ہو
پیچھے ہٹے نہ جادۂ حق سے کبھی قدم   وہ حق پرست پیرِ طریقت تمہی تو ہو
کیوں اعظمی نہ ناز کرے اپنے بخت پر   اُس پر ہے جس کی چشمِ عنایت تمہی تو ہو

☆☆☆

مطابق
۲۶، ۲۷ر جنوری ۲۰۲۰ء
بروز اتوار، پیر

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں

بتاریخ
۳۰ جمادی الاولیٰ
و یکم جمادی الآخرہ

حضور حافظ ملت

جلالۃ العلم ابوالفیض علامہ شاہ
عبدالعزیز محدث مرادآبادی
بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور
ولادت ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء — وصال ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء

۴۵ واں عرس

26th,27th
JANUARY
2020
SUNDAY & MONDAY

45th URS-E-
HUZOOR HAFIZ-E-MILLAT
AL-JAMIATUL ASHRAFIA
MUBARAKPUR, AZAMGARH

حافظ ملت، ایک مختصر تعارف

- حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء بروز دوشنبہ قصبہ بھوجپور ضلع مرادآباد اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔
- پرائمری کی تعلیم اسکول میں، حفظ قرآن مجید گھر پر والد ماجد حافظ غلام نور علیہ الرحمہ سے، عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم مختلف اساتذہ سے، متوسطات جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں اور اعلیٰ تعلیم صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ و دیگر اساتذہ سے دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں حاصل کی اور ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں صدر الشریعہ کے ساتھ منظر اسلام بریلی شریف آگئے اور یہیں سے سند فراغت حاصل کی۔
- ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں صدر الشریعہ کے حکم سے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور بحیثیت صدر مدرس تشریف لائے۔ آپ نے اپنے اخلاص و محنت سے ایک سال کے اندر ہی مدرسہ اشرفیہ کو دارالعلوم اشرفیہ اور ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں دارالعلوم اشرفیہ کو الجامعۃ الاشرفیہ کی شکل دے کر علم و فن کا ایک شہر بسا دیا جس کا فیضان پوری دنیا پر جاری ہے، جو مسلمانان عالم کی نیک تمناؤں کا مرکز ہے۔
- آپ کے پاس دنیوی دولت تو نہ تھی لیکن زہد و تقویٰ اور بے نیازی و خودداری کی عظیم دولت سے مالا مال تھے۔ ذکر الٰہی میں خاص لذت پاتے، سفر میں بھی تہجد کی پابندی کرتے، شریعت کی طرف سے رخصت کی حالتوں میں بھی عزیمت پر عمل کرتے، قرآن مجید سے اتنا شغف تھا کہ ہر خالی وقت کو اس کی تلاوت سے معمور رکھتے۔
- یہ آفتاب علم و عرفان ایک عالم کو منور کرکے یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ/۳۱ مئی ۱۹۷۶ء شب دوشنبہ ۱۱ بج کر ۵۵ منٹ پر غروب ہوگیا۔

نظام الاوقات

پہلا دن

بعد نماز فجر — قرآن خوانی بر قیام گاہ حافظ ملت علیہ الرحمہ
بعد نماز ظہر — جلوس چادر از قیام گاہ حافظ ملت علیہ الرحمہ
بعد نماز عشا — **اجلاس عام**

دوسرا دن

بعد نماز فجر — قرآن خوانی و فاتحہ شریف ۸ بجے صبح بر روضۂ حافظ ملت علیہ الرحمہ
بعد نماز عصر — چادر پوشی و گل پوشی مزار پاک
بعد نماز عشا — اجلاس و دستار بندی فارغین
قل شریف — رات گیارہ بج کر ۵۵ منٹ پر

اور

جلسۂ دستار فضیلت

زیر صدارت
حضرت عزیز ملت علامہ شاہ **عبدالحفیظ** صاحب قبلہ
جانشین حضور حافظ ملت و سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ



عرس حافظ ملت کا پیغام نماز باجماعت کا اہتمام



شائع کردہ
ارکان حافظ ملت عرس کمیٹی مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یوپی)
05462
250149
250092


۴۵
پینتالیس واں
ان شاء اللہ تعالیٰ
عرس
حضور حافظِ ملت
علیہ الرحمۃ والرضوان
تقریبات
یکم
جمادی الآخرۃ
۱۴۴۱ھ
26, 27
JANUARY
2020
الداعی الی الخیر:
شہزادۂ حضور حافظ ملت
حضرت علامہ و مولانا
عبد الحفیظ صاحب قبلہ
سربراہ اعلیٰ
الجامعۃ الاشرفیہ
مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی)

مصباحی لائبریری

Team of Misbahi Library

Md Khubaib Raza Misbahi
Md Abdur Rahman Misbahi
Md Asjad Raza Misbahi
Md Ahmad Ali Misbahi

Creator

Md Saif Khan Misbahi
Misbahilibrary@gmail.com

786

Team of Misbahi Library

Names	Contact N
Md Khubaib Raza Misbahi	9984903158
Md Asjad Raza Misbahi	8948518993
Md Ahmad Ali Misbahi	9920278913
Md Abdur Rahman Misbahi	8009186120

Creator :

Md Saif Khan Misbahi
8081414883

Date